ل

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵

لائبریریوں کے لیے
سالانہ
ایک روپے

جنوری ۱۹۷۴ء

جلد ۱۵ شمارہ نمبر ۱

سالانہ تین روپے

فی پرچہ ۳۰ پیسے

نیوری

... بیسویں صدی کا تہتّرواں سال بھی رخصت ہو گیا۔ یوں تو ہر جانے والا سال
اچھوڑ جاتا ہے۔ اور یہ زخم آہستہ آہستہ مندمل بھی ہو جاتے ہیں۔ لیکن ۷۳ء
یے ہیں وہ تو جیسے ناسور کی شکل اختیار کر رہے ہیں اور جن حالات سے ہم دوچار
ن کے رہتے ہوئے یہ توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ ان ناسوروں کا رِستا بند بھی
لگا۔ گرانی، اور گراں قیمت ادا کرنے پر بھی ضروریات زندگی کا میسر نہ
دو ایسے "تحفے" پچھلے سال کے ترکے میں ۷۴ء کو ملے ہیں۔ جن سے
آ ہوتا سالِ رواں ہی نہیں، آنے والے کئی سالوں کے بھی بس کی بات نہیں۔۔

ایوسی کو اگر کفر نہ کہا جائے تو ہمیں یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ ہم ۷۴ء
سے کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو کر خود کو فریب نہیں دینا چاہیے۔ البتہ یہ
تے ہیں کہ ۷۴ء کم سے کم ہمارے ساتھ وہ سلوک نہ کرے جو اس کا
و کر گیا ہے۔ خدا کرے ہماری اتنی ہی خواہش پوری ہو جائے
، رسمی طور پر نئے سال کو خوش آمدید کہنا ہی ہے۔ اور آپ سب
سال کی مبارک باد بھی دینا ہے۔

جانے والا سال اپنے ساتھ جو ضروریات زندگی لے گیا ہے، ان میں گھی، تیل، کوئلہ، لکڑی، سامانِ سفر کی سہولتوں کے ساتھ کاغذ بھی شامل ہے۔ جس کے باعث جسمانی غذا کے ساتھ روحانی غذا سے بھی محروم ہو جانا پڑ رہا ہے۔ انسان کچھ دیر کے لیے کتابوں، اخباروں اور رسالوں ہی کے سہارے وقت کاٹ لیا کرتا تھا۔ کاغذ کی نایابی نے یہ سہارا بھی چھین لیا۔ بہ حیثیت ناشر کے ہمارے لیے تو روحانی غذا سے زیادہ یہ جسمانی غذا کی طرح اہم ہے۔ کتنی کتابیں پریس جانے کا انتظار صرف اس لیے کر رہی ہیں کہ کاغذ نہیں مل رہا ہے۔ کتابت شدہ کاپیاں الماری کی زینت بنی ہوئی ہیں۔

ہمیں خاص طور پر یہ دکھ ہو رہا ہے کہ چند ایسی کتابیں جنھیں ہم ہر قیمت پر ۱۹۷۳ء شایع کر دینا چاہتے تھے۔ اور جن کی اشاعت ہمارے پروگرام میں شامل تھی ہم اپنی بھرپور کوشش کے باوجود کسی طرح شایع نہیں کر سکے۔ ان میں مولانا ضیاء احمد بدایونی مرحوم، پروفیسر آلِ احمد سرور، مولانا شہاب مالیر کوٹلوی، جناب راجندر سنگھ بیدی کا۔ جناب خلیق انجم کے مسودے خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ جنھیں ہم حسرت سے دیکھتے ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں یقین ہے کہ مذکورہ حضرات کو بھی اس کا افسوس ہوگا۔ لیکن وہ ہماری مجبوریوں کے پیش نظر ہمیں معاف کر دیں گے۔

ترقی اردو بورڈ کی نئی کتاب

تاریخ تعلیم ہند

از۔ سید نور اللہ اور جے، پی، نائک مترجم: مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مجمل خاکہ پیش کرنا ہے جو ۱۸۰۰ء سے شروع ہونے والے عہدِ جدید میں رونما ہوئیں۔ قیمت:

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵۔ دلی ۶۔ بمبئی ۳۔ اور علی گڑھ

تازہ مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں

ڈاکٹر سالم قدوائی

اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں ان تفسیروں کا ذکر ہے جو مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں اجزائے قرآن کی تفسیریں ہیں، تیسرے میں قدما کی تفسیروں کے حواشی اور شرحوں کا ذکر ہے اور چوتھے میں متعلقات قرآن مجید سے متعلق ہیں۔ اس مقالے پر ڈاکٹر صاحب کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی۔

قیمت : -/۱۴

ہمارے ذاکر صاحب (اضافے کے ساتھ)

رشید احمد صدیقی

اس کتاب میں ذاکر صاحب کے علاوہ رشید احمد صدیقی کے تین مضامین اور شامل ہیں۔ ان میں ایک مضمون ایسا بھی ہے جو ذاکر صاحب کے انتقال کے بعد لکھا گیا تھا۔

قیمت: -/۸

نظر اور نظریے

آل احمد سرور

'نظر اور نظریے' آل احمد سرور کے تیرہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین ادب کے طالب علموں کے لیے ادب، اس کے اہم اصناف، اس کی قدروں اور ان سب کی نئی بصیرت کے متعلق غور و فکر کا خاصا سامان فراہم کرتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ طرفداری کی بجائے سخن فہمی کی کوشش کی جائے۔ قیمت ۱۰/۵۰

طنزیات و مضحکات

رشید احمد صدیقی

طنزیات و مضحکات کے فن پر اردو میں پہلی اور اہم کتاب جو عرصے سے نایاب تھی، اب نہایت اہتمام سے شائع کی گئی ہے۔ اس مقالے کی ترتیب و تدوین میں جس اصول کو مدِ نظر رکھا یہ تھا کہ "نئی دنیا کی فضا پیش کی جائے [illegible]

مسلمان اور سیکولر ہندوستان

ڈاکٹر مشیر الحق

اُردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جس میں مسلمانوں کی موجودہ مذہبی رہنمائی، عائلی قانون اور سیکولر نظریۂ حیات جیسے موضوعات کا پورا علمی دیانت داری کے ساتھ غیر جانبدارانہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: ۶/۵۰

نئی نظم کا سفر

مرتبہ: ڈاکٹر خلیل الرحمن اعظمی - ڈاکٹر منیب الرحمن - ڈاکٹر وحید اختر

اس انتخاب میں مرتب کے پیش نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعراء کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف و انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی نہج سے اُبھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آسکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خد و خال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔ قیمت مجلد ۵/۔ غیر مجلد ۴/۵۰

مسلمان اور عصری مسائل

ڈاکٹر سیّد عابد حسین

یہ ڈاکٹر سیّد عابد حسین صاحب کے بلند پایہ مقالات کا مجموعہ ہے جس میں آج کے ایسے اہم ترین مسائل پر بحث کی گئی ہے جن کا تعلق براہ راست مسلمانوں سے ہے۔ یہ دراصل وہ ''اداریے'' ہیں جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے سہ ماہی رسالے ''اسلام اور عصر جدید'' کے لیے لکھے تھے۔ ملک کے مایۂ ناز مفکر، فلسفی، معلم اخلاق کے زرّیں خیالات کا مجموعہ جس کا پڑھنا ہر سنجیدہ مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ قیمت ۵/۵۰

تذکرۂ معاصرین

مالک رام

اس کتاب میں تقریباً پچھتر ادیبوں اور شاعروں کے مستند ترین حالاتِ زندگی درج ہیں۔ ساتھ ہی نمونہ بھی ہے۔ یہ کتاب مالک رام کی مسلسل پانچ سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ قیمت: ۱۵/-

داستانِ اشک و خوں

کرنل سیّد بشیر حسین زیدی

خواجہ غلام السیّدین

خواجہ صاحب سیاست داں نہیں تھے لیکن ان کے پہلو میں حساس دل تھا، ۲۵ مارچ ۱۹۷۱ء
[illegible]

حاصلِ مطالعہ

(ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں)

افتخار الحسن

بدیع الزماں خاورؔ حضرتِ صوفی بانکوٹی کے صاحب زادے ہیں۔ اس لیے ذوقِ سخن انھیں ورثہ میں ملا ہے "بیاض" سے پہلے ان کے دو شعری مجموعے۔ "حروف" اور "میرا وطن ہندوستان" منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کا پیش لفظ محمود سعیدی صاحب نے لکھا ہے۔ جس میں انھوں نے خاورؔ کی شاعری کے بعض اہم پہلوؤں پر بحث کی ہے۔

"بیاض" کی شاعری کے تین رنگ بہت نمایاں ہیں۔ ایک روایتی رنگ ہے جس کا تعلق اردو غزل کی اس روایت سے ہے جو تقریباً ایک صدی سے اردو غزل پہ چھائی ہوئی ہے جس میں زبان اور مضامین دونوں ہر شاعر کے یہاں قدرِ مشترک کی حیثیت سے مل جاتے ہیں۔ دوسرا رنگ عنفوانِ شباب کی نفسیات کا رنگ ہے۔ اگرچہ اس قسم کے شعر کم ہیں۔ مگر اپنے رومانی وفور، جذباتی کیفیت اور حسیاتی فضا کی وجہ سے متاثر کرتے ہیں۔ اس قسم کے اشعار کی بول چال کی زبان یا اس سے قریب تر زبان ہے۔ لورلسی جذبات ان لچکیلے الفاظ میں بہت دلکش لگتے ہیں۔ تیسرا رنگ وہ ہے جو زندگی کی رعنائیوں اور ہتریتوں کی دین ہے مگر یہ رنگ بہت ہلکا ہے اس رنگ میں عصری زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں اور اس کرب کا احساس ہوتا ہے جس سے آج کا ہر حساس انسان دوچار ہے۔ مگر ان تینوں رنگوں کے گرد ایک دائرہ ہے یہ دائرہ نشاطیہ لہجہ، رجائی اسلوب اور ترنم الفاظ و تراکیب کا ہے ان کی شاعری میں زخموں سے چین کھلانے کا احساس ہوتا ہے۔ ان کی شاعری کا یہی کس، بل، پُراعتماد لہجہ اور دلکش فضا اپنے اندر ایک خاص قسم کی قوتِ شفا رکھتی ہے۔

جو روایتی ہوتے ہوئے بھی مفید ہے۔

ہر غم میں رچائی ہے کسی زلف کی خوشبو
ہر درد کو اک شعلۂ رخسار کیا ہے

مہتاب نئے ہم نے اندھیروں سے اگاکر
راتوں کو اُجالوں کا پرستار کیا ہے

ہے دھوپ اگر تیز تو ہو، ہم نے بدن کو
خود اپنے لیے سایۂ دیوار کیا ہے

اور یہ شعر بھی دیکھیے۔

پچھلے پہر مشکل سے نیندیں لے آئی تھی رات
صبح نے لیکن لوٹ لیے سب سپنے ہاتھوں ہات

تیری چھاتی میں لہرائے ۲موں جیسا دودھ
راس تجھے آجائیں گوری گوکن کے باغات

ان اشعار میں ان کی شاعری کی روح جلوہ گر ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خاور کا مستقبل روشن ہے اور وہ بہت جلد روایت کے دائرہ سے باہر نکل کر اپنی انفرادیت کو نمایاں کریں گے۔ ان کے کلام میں عروض اور فن کی خامیاں بہت ہی کم ہیں۔ اس اعتبار سے بھی وہ اپنے ہمعصروں میں ایک جداگانہ مقام کے مالک ہیں۔ کتابت طباعت معیاری اور گرد و پوش دلکش ہے۔

بیاض　بدیع الزماں خاور　پی کے پبلیکیشنز دریا گنج دہلی　قیمت: ۴/-

---

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

"آئینہ در آئینہ" مولداً حیدرآبادی۔ نسلاً افغانی اور سنداً دارالعلوم عثمانیہ کے فارغ التحصیل سپوت۔ طبعاً و فناً شاعر اور عملاً جل چتروں کے قلم کار۔ ملنے جلنے میں سراسر محبت و خلوص انسان۔ جناب عزیز محمد خاں معروف بہ عزیز قیسی کے جدید و قدیم کلام کا انتخاب۔ یہی کتاب ہے جس کا نام زیب عنوان ہے۔ یعنی "آئینہ در آئینہ" جناب عزیز کی مختصر ترین تعارفی سوانح حیات۔ کتاب کے گرد و پیش کے دوسرے ورق پر موصوف کی ہنستی مسکراتی تصویر کے عین سامنے چھپی یا چھپی ہوئی ہے۔ جو آپ کے اسم عزیز کی علمیت تو بتاتی ہے۔ مگر اسم عزیز کے نصف آخر یعنی آپ کے لقب "قیسی" کی چگونگی کے بارے میں سکوت کو ترجیح دی گئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی کی آواز شیریں کی "گونج" ہے جو شعور ماضی کی یاد سے "گونجتی چلی آرہی ہے۔ زندگی بھی عجب کھیل کھیلتی ہے۔ کہیں آگ لگاتی ہے اور کہیں بجھاتی ہے کسی کو نچاتی ہے۔ کسی کے ساتھ ناچتی ہے۔ کہیں جھکتی ہے۔ کہیں رُکتی ہے کہیں خواب دکھاکر غائب ہوجاتی ہے۔ کہیں ادغام ہے۔ کہیں فرار ہے۔ کہیں اقرار ہے۔ کہیں انکار۔ غرض فرد ایک مرکز ہے اور خیالات اور اعمال کی ایک دنیا ہے جو اس مرکز، اس محور کے گرد گھوم رہی ہے یا انسان خالقِ فطرت کا ایک مخلوق نقطہ ہے کہ سارا عالم اس کی تعبیر یا تفسیر یا تفصیل ہے۔

اِس کتاب پر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ فلسفہ کے فاضل استاد جناب ڈاکٹر وحید اختر صاحب کا ۱۴ صفحوں کا معنی خیز اور حسن افزا پیش لفظ ہے۔ مجھے پیش لفظ کے ان خیالات سے بہت حد تک اتفاق ہے۔ جہاں فرماتے ہیں کہ:

> قیسی کی آواز۔ ان کے چہرے اور شخصیت کے توسط کے بغیر بھی سُنی جائے تو خود آواز کی جو شخصیت ہم پر لفظ بہ لفظ اپنا نقش چھوڑتی ہے۔ اُس میں اعتماد۔ بھاری بھرکم پن۔ وقار۔ صلابت۔ بے باکی اور بے لوث سچائی۔ جو شخصیت کی روشنی میں جنم لیتی ہے۔ نمایاں محسوس ہوتی ہے۔ قیسی کا چہرہ سامنے رہے تو اُن کے پتھر کے سے ترشے ہوئے خدوخال۔ پختہ رنگ۔ گہرے سیاہ بال۔ اونچا سیدھا مضبوط قد۔ ان کی آواز کو اور بھی وزن عطا کرتے ہیں۔ لیکن اُن کا ظاہر آواز کی ان نرمیوں کو جو دردمندی اور گداز قلب کا آئینہ ہیں۔ اپنے دامن میں یوں چھپا لیتا لیتا ہے کہ جب تک اِس سنگِ خارا سے شرارے کا تعلق قائم نہ ہو۔ آواز کی نرمیاں منکشف نہیں ہو سکتیں۔ چہرے دھوکا دے سکتے ہیں۔ مگر آواز دھوکا نہیں دیتی۔ قیسی کی آواز کا بھاری پن اور صلابت اُن تہ در تہ نرمیوں سے عبارت ہے جسے رگِ گل سے کاٹا جا سکتا ہے۔ مگر تلوار کی آنچ سے نہیں پگھلایا جا سکتا۔ قیسی نسلاً پٹھان ہیں ؟

آزادہ روی۔ سرکشی۔ بے باکی اور غیرت کا مجسمہ۔ ظاہر اً تلنگانہ کی اُس دھرتی سے اُن کا خمیر اٹھا ہے جو سنگِ اسود کی مضبوط چٹانوں کو آدمی کا رُوپ دے دیتی ہے۔ طبعاً وہ شاعر ہیں۔ حساس۔ زود رنج۔ جذباتی۔ اُن کی جمالیاتی حس ذکی ہے۔ الفاظ سے اُس کی آواز کا وہی رشتہ ہے جو معنی کا ہوتا ہے'' (آئینہ در آئینہ صہ۱۲)

اگرچہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا مجھے حضرت اختر کی محولہ بالا عبارت سے بحیثیت مجموعی اتفاق ہے۔ مگر دو باتوں میں بہ الفاظِ دیگر ان سے کسی قدر مختلف ہے۔ سنگِ اسود یا کالا پتھر اپنی صلابت کے لیے ضرب المثل ہے۔ لیکن قرآن یا عرفان یا حقیقت کی نظر سے ہر پتھر محض پتھر ہوتا ہے۔ نہ حسن و دلکشی سے عاری۔ اور نہ ہر ترشا ہوا پتھر ایسا ہوتا ہے کہ اپنی حجریت اور اسودیت کے باوجود دلکشی و دلربائی سے محروم ہو۔ شاعر کی تو بنیاد ہی صنمیت۔ یا بت کا فرادا کا وجود ہوتا ہے اور بعض محققوں کے نزدیک بت کیا ہے" بدھ" کی فارسی صورت ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ اکثر خواص و عوام کے عقیدے کے مطابق "بدھ" نعوذ باللہ ذاتِ باری کے منکر تھے (میں ان عوام میں سے ہوں جو بدھ کو خدا کا پیغمبر اور خدا کا پرستار یقین کرتے ہیں۔ (شہاب) مگر ان کے عاشقوں یا ماننے والوں نے دنیا جہاں کو بدھ کے زنگا رنگ اور عظیم جسیم صغیر و کبیر مجسموں سے بھر دیا ہے۔ جن میں سے ہر مجسمہ خواہ وہ کسی قد و قامت کا ہو۔ نفسیات انسانی اور جذباتِ انسانی کے طالب علم کے لیے معانی کے دفتر کے دفتر پھیلا کر رکھ دیتا ہے۔

انسان گورے ہوں یا کالے۔ یہ ہماری کم نگہی ہے کہ حسن و خوبی کو رنگوں میں محصور و محدود خیال کیے بیٹھے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر رنگ حسن رکھتا ہے۔ ہر وجود جو خالقِ کائنات کے ہاتھ سے بنا ہے۔ حسن پارہ ہے۔ دکن کا حسنِ ملیح صرف تلنگ ہے۔ اس نکتہ کو اردو کے ایک قدیم تذکرہ نگار ایرانی الاصل اردو شاعر لطف نے یوں نظم کیا ہے ؎

۵　ہوا آوارہ لطف[۵] ایسا یہ خدا جانے　　دکن کے ساتولوں نے مارا یا انگلن کے گوروں نے

حسن کی صباحت مسلم مگر حسن کی ملاحت کا جواب یا مثیل کہاں تلاش کیجیے گا جناب اختر کا۔ ارشاد کہ:

"چہرے دھوکہ دے سکتے ہیں۔ مگر آواز دھوکہ نہیں دیتی"

(آئینہ در آئینہ صفحہ ۱۲)

غرض ہے کہ "چہرہ" دھوکہ دے سکتا ہے۔ تو یہ بھی حقیقت ہے کہ آواز بھی دھوکہ دے سکتی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جو کسی ثبوت کی محتاج نہیں۔

رہا عزیز کا کلام اس کے دو حصے ہیں۔ جدید و قدیم شاعری جدید ہو یا نہو نثر لکھنے کا ایک نیا اسلوب ضرور ہے اور قدیم طرز کلام میں قدما کے محاسن بھی ہیں۔ اور بعض کمزوریاں بھی۔ مبالغہ شاعری کی جان ہے۔ مگر عزیز کے اظہار خیال میں بے باکی اور احساس میں شدت ہے۔ جس نے ان کے کلام میں شاعرانہ ہی نہیں غیر شاعرانہ تیکھا پن بھی پیدا کر دیا ہے۔ عزیز کی زبان میں ہندوستانیت بھی ہے۔ یعنی ایسی زبان جسے ہندوستان کے چار کھونٹ میں بخوبی سمجھا اور اس سے لطف اٹھایا جا سکتا ہے۔ اور جدید قدیم منشورات و منظومات میں عثمان شاہی لفظی کھاری کھر کم پن بھی ہے عزیز کا کلام پڑھتے ہوئے کہیں کہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ اگر دیکھا جائے۔ لفظوں ہی میں سہی بے پردگی و "برہنگی" میں وہ دلکشی نہیں جو "ستر" اور "پردہ" میں ہے۔

"آئینہ در آئینہ" کے صفحہ ۴۴ پر جو نظم ہے اس کا عنوان ہے:

"باقیت شب فتنہ" اور اس عنوان کے نیچے یہ شعر درج ہے ؎

"شورے شدہ از خواب عدم چشم کشودیم　　دیدیم کہ باقیت شب فتنہ غنودیم

(سرمد رح)

---

[۵] مصرعۂ اولیٰ کی صحت میں مجھے شبہ ہے۔　　(شہاب)

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے سرمد پر جو مضمون لکھا تھا اس میں عرابتِ خیال کے حوالے سے لکھا ہے کہ سرمد نے اپنے قاتل کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر اس کا خیر مقدم کیا اور سر قلم ہونے سے پہلے یہ شعر پڑھا۔ روایت کے صحیح ہونے میں شبہ نہیں۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ شعر سرمد کا ہے۔ اور ہے کس کا یہ مجھے معلوم نہیں۔ لیکن سرمد کی تصنیف ہونے میں پہلے بھی شک ظاہر کیا گیا ہے۔ ہاں ان معنوں میں سرمد ہی کا کہا سکتا ہے کہ موت کو سامنے دیکھتے ہوئے اطمینان و سکون سے سرمد کا یہ شعر پڑھنا ان کے وحدۃ الوجود پر ایمان کی کھلم کھلا اور سیتر کی لکیر شہادت ہے۔

کسی کا قول کانوں میں گونج رہا ہے کہ "پٹھانوں میں شاعر نہیں ہوتے" عزیز کیسے شاعر ہو گیا۔ اپنا اپنا خیال ہے۔ ورنہ پٹھان صاحب سیف بھی ہوئے ہیں صاحب قلم .... عہدِ مغلیہ کے پٹھان شاعر خوشحال خاں خٹک کی شجاعت اور شاعرانہ شان رفیع سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے

بہر حال بحیثیت مجموعی حضرت عزیز قیسی کا مجموعہ کلام آئینہ در آئینہ" اہلِ نظر کو دعوت دے رہا ہے کہ آیئے دیکھیے کر دیکھنے والے اسے یقیناً مقابلِ دید کلام پائیں گے۔

آئینہ در آئینہ　　عزیز قیسی　　ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ بمبئی　　قیمت

ناوک حمزہ پوری

بُرا ہو اُن رسایل کے مدیروں کا جو قلمکاروں کے نام کے ساتھ ان کے پتے بھی شایع فرما دیتے ہیں۔ اللہ کی پناہ! ان قلمکاروں کے شرسے جو اپنے پتوں کی اشاعت کے لیے مدیروں کی نہ جانے کتنی خوشامدیں کرتے ہیں۔ اور خدا نجات دے ان مکتوب نگاروں کی بلائے بے درماں سے جو پتا چھپتے ہی خطوط لکھ کر قلمکاروں کے نفس کو موٹا کرتے رہتے ہیں یا انہیں ان کی اوقات بنا دیتے ہیں۔

مئی ۷۳ء کا دوسرا ہفتہ تھا۔ دو تین ہفتے قبل ہی سے میں نے سنیا بن

لیا تھا۔ یعنی یہ کہ کوارٹر میں بیوی بچّوں کو چھوڑ کر اسکول کی عمارت کا ایک کمرہ
…ر لیا تھا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ یہاں بچے صرف " دو یا تین اور بس " نہیں بلکہ خدا
…ل وکرم سے آٹھ اور نہایت سرکش ہیں۔ اوپر سے ان کی اماں جان کی ہر لمحہ
… آواز جب کانوں میں پڑنے لگی تو میں نروس ہو کر بھاگ نکلا۔

تنہائی میں یاد الٰہی میں مشغول تھا کہ کسی نے ہاتھ میں ایک کتاب تھما دی میں
بے حد خوش ہو کر آنکھیں کھولیں۔ اللہ نے چند ہفتوں کی عبادت سے ہی خوش ہو کر
… یہ ہے کہ جبریل کو نہ تو نہ سہی کسی فورتھ کلاس گری کے فرشتہ کو بھیج دیا۔ اور وہ
یہ صحیفہ دینے آیا ہے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے آنکھیں مل کر جب سامنے کھڑے
…ے فرشتے کو خاکی وردی میں دیکھا۔ نیز کندھے سے لگے ہوئے پر کی جگہ جھولا
ہوا دیکھا تو سمجھ میں آیا کہ یہ تو اپنے ڈاک خانے کے منشی جی ہیں۔ طبیعت بدمزہ
… لیکن جب اپنے بزرگوں کی یہ حالت تھی کہ گالیاں کھا کے بدمزہ نہیں ہوتے تھے
…ا نے منشی کو مسکرا کر بیڑی اور ماچس بڑھانے میں ہی روایت پسندی دیکھی۔

کتاب، اللہ نے نہیں بلکہ اللہ کے بندے جسونت سنگھ نے امبالہ سے بھیجی
…ا تھ میں شاہی فرمان کی طرح ایک خط کہ " اس کتاب پر سیر حاصل تبصرہ لکھ دیجیے"
… ہی سانس میں یہ بھی حکم کہ ماہنامہ آج کل دہلی میں اسے شایع کرا دو۔ جی میں
…ول کہ سرداری جی! آج کل میں میری تخلیق دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ میرا بھی کچھ اثر رسوخ
…ن کے بڑے نخرے تلے ہیں تمھیں کیا معلوم کہ ان کے ہاں چھپنے کے لیے مجھے کیا
…رام بازی کرنا پڑی ہے لیکن ایسا لکھنے میں اپنی ہی سبکی ہوتی نظر آئی۔ لہٰذا میں
…ے کے پہلے حکم یعنی سیر حاصل تبصرہ کی طرف رجوع کیا۔ اس کا بھی جواب تھا کہ آج
…ب سیر ہو کر کھانے کو نان جویں بھی میسر نہیں تو کوئی سیر حاصل تبصرہ کیسے
… پھر یہ کہ اس کام کے لیے جس بصیرت کی ضرورت ہے وہ یہاں ہے کیسے؟ لیکن یہ
…پنے دیوالیہ پن کا اعتراف معلوم ہوا۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کی کیفیت طاری
… اتنے میں ہاتف غیبی نے ندا دی یہ ہاتف غیبی بھی عجب مہربانی ہے اور کسی کو ندا دے یا نہ

دے۔ مگر شاعروں کو بلکہ ناثروں تک کو ندا دینے سے باز نہیں آتا۔ خیر یہ ا
نجی معاملہ ہے۔ میرے کان میں جو آواز آئی وہ یہ تھی کہ ؎

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

پھر کیا تھا اپنا عیب چھپائے رکھنے کا نسخہ میرے ہاتھ آ گیا اور
نے خاموشی اختیار کر لی۔

لیکن جسونت سنگھ ماننے والے نہ تھے۔ مرکھنے بیل کی طرح پچھلے ہفتہ
نے پھر سینگ چلا ہی دیا۔ خط کے الفاظ چاہے جو بھی ہوں مفہوم یہی تھا کہ نہ
لکھو گے کبھی یا میری ڈیڑھ روپے کی کتاب کو بھی باوا کا مال سمجھ کر ہضم کر جاؤ
ابھی ان کی اس ضرب کو بھولا بھی نہ تھا کہ کتاب نما دہلی میں متعلقہ کتاب پر تبصرہ
نظر سے گذرا۔ اور کچھ نئے انکشافات ہوئے۔

مجھ سے مراسلت میں جسونت سنگھ نے یہ ظاہر نہ ہونے دیا تھا کہ
کتاب فکر و نظر کے خالق اثر کھارتی وہ خود ہیں۔ بلکہ اثر کھارتی کے آگے
مرحوم کا اضافہ کر کے مجھے آنجناب نے یہ سمجھنے پر مجبور کیا تھا کہ اثر کھارتی ان
کوئی بزرگ ہوں گے یہی وجہ ہے کہ اب تک میں نے اپنے مکتوبات میں انہیں
"سردار جی" سے مخاطب کیا۔ اب جو معلوم ہوا کہ یہ تو اپنی برادری سے ہی ت
رکھتے ہیں تو ان کے لیے دل میں سافٹ کارنر پیدا ہو گیا اور کیوں نہ ہوتا۔ چھوٹا ا
ہو یا بڑا، راجیہ منتری ہو یا کیبنٹ منسٹر جب سب کے سب نہ صرف یہ کہ ا
بھائی بھتیجے بلکہ اپنی ذات والوں کی بھلائی کی فکر میں لگے ہوئے ہیں تو ہم جو خ
کے فضل سے شاعر ہیں۔ شاعروں کی طرفداری کیوں نہ کریں۔ اب ہم کہتے تو ہیں نہ
کہ اپنے ہی بھائی بندوں کو دیکھ کر بھونکنے لگیں۔

پھر ذہن میں یہ ادھیڑ بن ہونے لگی کہ آخر اثر صاحب نے اپنے ہی قلم
اپنے ہی اکلوتے تخلص کے ساتھ مرحوم کیوں لکھا تو کچھ پلے نہ پڑا۔ یہ سوچا کہ شا
اثر کھارتی صاحب نے اپنے مجموعہ کو بغور پڑھا ہوگا اور جب یہ پایا ہوگا کہ اس

ثر تو ہے ہی نہیں یا اگر ماضی قریب یا لعید میں ہوگا کبھی تو اب نہیں رہا تو پھر
ھنا ہی ضروری تصور کیا ہوگا۔
کر یہ پیدا ہوئی کہ ذرا ان افکار گہربار کا اپنی سگی آنکھوں سے مطالعہ
ئے۔ چنانچہ ورق گردانی کرتے ہی دیکھا کہ انتساب کی جگہ چھپا ہوا تھا۔
ن نکتہ داں کے لیے "
مگر اشر سہارنی نے اسے اپنے قلم سے حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا تھا اور
جگہ یہ عبارت لکھ دی تھی " ہندوستان کے اسی کروڑ گدھوں کے نام جو گھاس
ہیں کتابیں نہیں پڑھتے " مردم شماری کرنے والوں پر غصہ آیا۔ یہ لوگ خواہ مخواہ
ستان کی آبادی پچپن کروڑ بتاتے ہیں۔ آخر وہ پچیس کروڑ گدھے کہاں جائیں گے۔
لاً بعد نسل گدھے چلے آرہے ہیں۔ انتساب کے اس اردو جملے کے بعد اشر
ب نے انگریزی کا پرکھی کرم فرمایا تھا اور میری نظر Rolling Pearls
before The an پر جا ٹکی۔ اب بات واضح ہوئی کہ انھوں نے دراصل
کیا سمجھ کر اپنا یہ پرل میرے سامنے لڑھکایا ہے۔
اگلے ہی صفحے پر مخزن اکتوبر ۱۹۰۳ء کے حوالے سے ڈھائی صفحے کا
نمونہ چھپا ہے جس کا لب ولباب یہ ہے کہ دیکھیو! خبردار!! اس کتاب
ھیو ضرور لیکن فنی خامیوں کی نکتہ چینی کروگے تو اچھا نہ ہوگا اور پھر فنی
یوں کا کیا لینا دینا۔ یہ خامیاں تو اقبال کے کلام میں بھی موجود ہیں۔ تمہارے
ں خاک کیا ہم اقبال سے بھی بڑھ گئے جو خامیاں میرے کلام میں نہ ہوں
سکو تو خیالات کی بلندیوں کو چھولو۔
ہم اس تحریر کو پڑھ کر واقعی گدھے کی طرح دیدے مٹکاتے رہ گئے
تک کون ایسا ماں کا لال ہوا ہے جو خیالات کی بلندی کو چھو سکا ہو۔ امریکا
ں نے بہت زور مارا تو صرف چاند کو چھو سکے۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ اپنے
ی چھت کو بھی اس خوف سے نہیں چھوتے کہ گزشتہ پندرہ سالوں سے

افلاس کے باعث اس کی مرمت نہیں ہو سکی ہے۔ کہیں گر نہ پڑے۔

اگلے صفحے پر اثر بھارتی کا تعارف چھپا ہے۔ تعارف نگار کا پتا نہیں ہر چند اوّل و آخر تلاش کیا۔ تعارف نگار کا نشان نہ ملا۔ پھر اپنی ہی عقل پر ہنسی آئی۔ وہ خدائے بزرگ و برتر جس نے تینوں لوک کی تخلیق کی اور کبھی خود کو بے پردہ نہ کیا تو پھر تعارف نگار محض تین صفحے کا تعارف لکھ کر کس بل بوتے پر خود کو ظاہر کرنے کی جسارت کرتا۔

تعارف کا پہلا جملہ تھا " نام و تخلص : اثر بھارتی " دماغ چکرا گیا الٰہ العالمین! اگر نام اور تخلص دونوں اثر بھارتی ہے تو پھر جسونت سنگھ کیا ہے؟

اگر اثر بھارتی کی تنبیہ کے مطابق ہم صرف خیال کی بلندی کو دیکھیں تو کہنا پڑتا ہے کہ اثر بھارتی ان شعراء کے زمرے میں نہیں ہیں جن کے متعلق قرآن حکیم نے وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ارشاد فرمایا ہے۔ اس لیے اوّل و آخر جہاں۔ دیکھیے اثر بھارتی کا کلام صالح مقصدیت کا حامل نظر آتا ہے۔ حق پرستی اور حق کوشی ان کا شیوہ ہے۔ وہ یقین محکم کے مبلغ اور عمل پیہم کے معلم ہیں۔ اقبالیات کی پیروی میں اکثر شعراء نے خطیبانہ روش اختیار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس روش کی راہ رو کے لیے جس نظر و لہجہ کی ضرورت درکار ہے اس کے فقدان کی وجہ سے ان میں سے اکثر شعراء نے نہایت پھس پھسی شاعری کی ہے۔ اور یہی حال جناب اثر بھارتی کا ہے۔ اثر کے لیے بھی بہتر ہوتا اگر وہ اپنے مشن کے لیے نثر کا سہارا لیتے

تنبیہ کے باوجود جب فنی اہلیت کی طرف نگاہ اٹھتی ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا شاعر جس کے پانچ پانچ شعری مجموعے منظرِ عام پر آ چکے ہیں کیا واقعی اتنی ٹھوکریں کھا سکتا ہے۔ اور پھر مبشر علی صدیقی سے پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ بھیا "ابھی ان میں قدرے گہرائی و گیرائی کی کمی ہے"، میں آپ نے "سرے سے"

کی جگہ "قدرے" کیوں لکھا اور پھر یہ کہ "جو مشق سخن کے ساتھ ضرور آئے گی" کس طرح امید باندھی۔ پانچ مجموعوں کی مشق کے بعد بھی نہ آئی تو اب کیا آئے گی" اب آپ کیا چاہتے ہیں کہ اثر صاحب دس مجموعے تخلیق کریں - فیملی پلاننگ کی رو سے تو وہ حد پار کر چکے ہیں۔

میری نگاہ میں درج ذیل ساقط الوزن مصرعوں پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

"رب کی ہے شان اس میں رزق کا والی بنے" "محنت شاقہ کے رخ پر ہے حیات آب وتاب" "کس قدر طوفاں اٹھاتا ہے یہ قطرۂ لہو" کیا قیامت خیز ہے یہ ایک قطرہ لہو" "ہر حکومت پر ہے یہ اک فرض ان کو کھیل دے" "بے کیے محنت کیوں کر ملک میں ہوگا اناج" "اب جو ایسے میں کوئی رخنہ اندازی کرے" چاندنی ہے شفاف دودھ کی نہر" "کام بند ہونے سے ہے نقصان ملک وقوم کا" ان کے علاوہ پورا مجموعہ حشو و زواید۔ زبان وبیان کی ناپختگی اور الفاظ کی توڑ مروڑ سے پُر ہے۔ الفاظ کی نشست بے جا کا نمونہ دیکھیے۔ اے اثر آتی نظر ہے مجھ کو یہ دنیا جواں" کو ذرا سی نظر ثانی سے" اے اثر مجھ کو نظر آتی ہے یہ دنیاں جواں" کیا جا سکتا تھا۔ شتر گربگی کا بھی ایک نمونہ ؎

حشر تک لوگوں کے دلوں پر ہو تمہاری داستاں وقف کر دے زندگی کو تو برائے دیگراں

بہر حال اثر بھارتی کے الفاظ میں اگر آپ گدھے نہیں ہیں تو آپ پر ان کی اس کتاب کا مطالعہ لازم ہے۔ مگر خرید کر پڑھنے کی تاکید ہم نہیں کریں گے۔ کیونکہ ڈیڑھ روپے میں آپ کے رسوئی گھر کے لیے ایک شام کی سبزی تو بہر حال آہی جائے گی۔

فکر ونظر جسونت سنگھ اثر بھارتی (مرحوم)
سنٹرل اردو لائبریری امبالہ سیٹی قیمت 1/50

نئی مطبوعات

کتاب	صنف	مصنف / مرتب	قیمت
نئے کلاسیک	(منتخب غزلیں، نظمیں، افسانے)	مرتبہ: مرہٹواڑہ یونیورسٹی	۱۴/-
اُردو یکبابی ڈراما (حصۂ دوم)	(تاریخ ڈراما)	پروفیسر فصیح احمد صدیقی	۱۸/-
مطالعۂ میر نظام الدین ممنون	(حیات و شخصیت)	ڈاکٹر منشاء الرحمٰن منشاء	۱۳/-
بہشتِ نظر	(شعری مجموعہ)	رتن پنڈوروی	۱۲/-
اندازِ بیاں اور	(" ")	راجہ مہدی علی خاں	۵/.
کلیاتِ شکیل	(" ")	شکیل بدایونی	۸/-
منشی نولکشور اور ان کا عہد	(ادب)	امیر حسن نورانی	۴/-
اُردو کے اخبار نویس جلد اوّل	(صحافت)	مولانا امداد صابری	۱۰/-
خورشید بیگم	(ناول)	انجم ممتاز	۱۰/۵۰
ہندی کی نئی ڈکشنری (نیا اڈیشن)	(لغت)	مرتبہ فیاض حسین لوقات	۴/۵۰
نسیم البلاغت	(" ") (عروض)	جلال الدین احمد	-/۵۰
ذی ہولی قرآن	(تین حصے)	عبد اللہ یوسف علی	۸۰/-
ڈھندلکے	(ناول)	عظمت رضا	۱۰/-
خزاؤں سے دور	(")	مسرور جہاں	۸/۵۰
ارونا	(")	نعیمہ ملک	۴/۵۰
آداروں کی صلیب	(افسانے)	کوثر چاندپوری	۱۲/-
غزل اور مطالعۂ غزل	(ادب)	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۲۰/
تصوراتِ اقبال	(اقبالیات)	مولانا صلاح الدین احمد	۱۲/۵۰
ارتعاش	(شعری مجموعہ)	شمیم گوہر	۳/۷۵
مجموعۂ نغز	(تذکرہ)	مرتبہ محمود شیرانی	۵۰/-
بیدارئ وطن	(قومی نظمیں)	باوا کرشن گوپال مغموم	۱۰/-
انتظار کی رات	(شعری مجموعہ)	کمار پاشی	۶/-
شبیہ	(")	حرمت الاکرام	۸/-
صحرا کی پیاس		شباب للت	۶/-
کیا خوب آدمی تھا		(مرتبہ ڈاکٹر عابد حسین)	۲/-
تکون کا کرب		آزاد گلاٹی	۶/-
تیشۂ نظر	(تنقیدی)	ابوالفیض سحر	۱۲/-
آئینۂ اقبال	نظم بکلام اقبال	ڈاکٹر منشاء الرحمٰن منشاء	۱۴/-

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

کتاب	مصنف	مترجم	قیمت
بابلو (حصہ اول دوم)	مصنف: ایف سی، فریٹاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	-/
کشمیر	″ مالا سنگھ، تصاویر: پریمانند	″ خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	″ جہاں آرا	″ محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہمالیہ کی چوٹیوں پر	″ بریگیڈیر گیان سنگھ	″ محمد ذاکر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی (حصہ اول دوم)	″ لیلا مجمدار	″ رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	″ لیلاوتی بھاگوت	″ ″ ″	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	″ منوج داس	″ صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانی (اول، دوم)	″ وشنو پربھاکر	″ انور کمال حسینی	۳/-
ہماری ریلیں	″ جگجیت سنگھ	″ عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	″ کے. سی. کھنہ	تصاویر: کرشن کھنہ	۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	″ اوما نند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اول، دوم)	″ ایم. چوکسی و پی. ایم. جوشی	″ رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
بہادروں کی کہانیاں	″ راجندر اوستھی	″ انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیہ	″ کرشن چیتنیہ	″ ″ ″	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	″ شانتا رنگاچاری	″ ″ ″	۱/۵۰
ابو خاں کی بکری	″ ڈاکٹر ذاکر حسین		۲/-
انوکھی دکان	″ قدسیہ زیدی		۲/۵۰
گلابو چوہیا اور پری زاد	″ ″ ″		۲/-
دنیا کے جانور	″ ″ ″		۲/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اول دوم)	″ میر نجابت علی	″ سید احسان	۳/-
بڑا پانی	″ لیلا مجمدار	″ صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
مورا	″ ملک راج آنند	″ انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	″ سردیندو سانیال	″ پریتم لال	۱/۵۰
[illegible]	[illegible]	″ محمد شفیع الدین نیر	[illegible]

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

میر اور میریات

مصنف: ڈاکٹر صفدر آہ
ناشر: علوی بک ڈپو بمبئی
قیمت: ۱۵ روپے

میر کے فن پر سب سے پہلی کتاب ڈاکٹر صفدر آہ کی "فلسفۂ میر" شاید ۱۹۳۴ء میں منظر عام پر آئی اور میر ہی کے موضوع پر ان ہی کی ایک اور شاندار کتاب ۱۹۷۲ء میں "میر اور میریات" کے نام سے علوی بک ڈپو بمبئی سے شایع ہوئی ہے۔ اس سے قبل ڈاکٹر آہ کی کئی دوسری کتابیں منظر عام پر آکر خراج تحسین وصول کر چکی ہیں۔ جیسے 'فردوسی ہند'، 'ہندوستانی ڈراما'، 'امیر خسرو'، 'زمزمۂ نو بہ نو'، رنگین وغیرہ وغیرہ۔

"میر اور میریات" کے دو حصے ہیں۔ حصۂ اوّل میں میر کے حالاتِ زندگی، ان کے ماحول و معاشرے کے اثرات اور رجحانات، نیز ان کے سفر، ملازمت اور تصانیف پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس حصے میں مصنف محترم نے ان اچھوتے حقائق کو سامنے لائے ہیں۔ جن پر آج تک کسی محقق کی فکر کا سایہ بھی نہیں پڑا۔

تحقیق و جستجو بڑی جانکاہی اور دیدہ ریزی کا کام ہے۔ بڑے بڑے محققین کے پائے ثبات بھی لغزش کھا جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں کسی عظیم شخصیت کی تحقیقی لغزشوں کی نشاندہی کرنا اور زیادہ دشوار گذار مرحلہ ہوتا ہے۔ اس کے لیے جرأت ہمّت کے ساتھ ساتھ گہرے مطالعے غور و خوض مختلف مخطوطات تک رسائی اور

زبان و بیان پر قدرت کی ضرورت ہے۔ مصنف میں یہ تمام خصوصیات موجود ہیں
اس لیے وہ اس وادیٔ خار زار سے بے خوف و خطر گزرتے جاتے ہیں اور تازہ واردانِ
بساطِ تحقیق بلا کسی شک و شبہ کے اُن کے بیان کو مشعلِ راہ بنا سکتے ہیں۔

مصنف محترم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی بڑے سے بڑے
نام سے مرعوب نہیں ہوتے اور ہمیشہ بے لاگ رائے دیتے ہیں۔ مولوی عبدالحق نے
زور دے کر کہا ہے کہ میر کے والد کا نام علی متقی تھا۔ لیکن مصنف نے خود میر کے بیا
سے مولوی صاحب کی تردید کر کے بتایا ہے کہ میر کے والد کا نام محمد علی تھا۔ علی متقی
ان کا خطاب تھا۔ جو تقویٰ میں ایک مقام پیدا کر لینے کے بعد ان کو ملا۔ (ص ۱۱)

مالک رام ایسے محقق نے سعادت علی کو میر کا استاد بنا دیا ہے۔ مصنف نے
اس خیال کی مدلل تردید کی ہے (ص ۴)

قاضی عبدالودود کے دلی احترام کے باوجود مصنف نے میر کے معاملے میں بہت
سی جگہوں پر ان کی سختی سے تردید کی ہے۔ خاص کر ص ۱۵۹ سے ص ۱۷۱ تک ایک باب
"میر اور قاضی عبدالودود" لکھ کر ان کے بیانات کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔

مرزا رسوا اور سید جالب لکھنوی ادب اور لکھنوی صحافت کے ستون
اور سربراہ سمجھے جاتے ہیں لیکن مصنف نے ان پر بھی سخت تنقیدیں کی ہیں (ص ۶۲)
(ص ۶۵)۔۔۔ یہاں تک کہ وہ اس معاملے میں خود میر کو بھی معاف نہیں کرتے اور بعض
ان کی ذات اور شخصیت کا کڑا احتساب کرتے ہیں (ص ۴۳ اور ص ۴۴، ص ۴۷ اور ص ۸
ان کی تحریروں کو دیکھ کر مصنف کی تنقیدی دیانت اور تحقیقی شعور قاری
موہ لیتا ہے۔

"میر اور میریات" میں مختلف موضوعات پر بحثیں بڑے دلکش انداز میں
کی گئی ہیں، اور ان کا اختتام اس سے بھی خوبصورت طریقے سے ہوا ہے۔ میر
سیادت کی تائید اور تردید کے مواد کا جائزہ لینے کے بعد مصنف کا یہ جملہ
جیسے دل کو چھو لیتا ہے۔ "ان کی (میر کی) فنی سیادت اتنی اہم ہے) کہ

الا باد تک شعرائے اردو کے میر اور سیّد رہیں گے۔"

میر کے تذکرہ نکات الشعرا کے متعلق افراطی اور تفریطی نظریوں پر گفتگو کرنے بعد مصنف محترم اپنا مشورہ کس سلیقے سے پیش کرتے ہیں۔

"میر کسے پیارے نہیں؟ لیکن اس محبت کو تنقید کے راستے میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔ اگر کلیم الدین اور ان کی ذرّیت بے جا عسب جوئی کے لیے قصوروار ہیں تو یہ نام نہاد میر پرست بے محل نقارے پیٹنے کے لیے ناقابلِ معافی ہیں بغرض دونوں گروہوں کی جولانیٔ قلم نے حقائق کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ ہمیں ان دونوں سے خبردار رہنا چاہیے۔"

قاضی عبدالودود کی ایک بحث کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

"میر اُردو کی ایک ابدی روشنی ہے۔ جسے قاضی صاحب اپنی کمزور پھونکوں سے بجھا نہیں سکتے۔" ص ۱۹۵

"میر اور میریات" کے مصنف کی علمیت ایک وسیع سمندر ہے وہ ہندو فلسفے سے لے کر تصوف تک، ادب و زبان سے لے کر عروض و فن تک، عہدِ میر کی سیاست سے لے کر علم تاریخ اور علم تذکرہ تک ایک گہری اور بالغ نظر رکھتے ہیں۔ پھر اُن کا پُر اعتماد اور پُر آہنگ اندازِ تحریر سونے پر سہاگہ ہے۔ تحقیق کے سنگلاخ راستوں پر ان کے قلم نے ایسے گلزار سجائے ہیں جن کا حسن قاری کے ذہن کو مسحور کر لیتا ہے۔ تحقیقی تحریروں میں یہ دلچسپی پیدا کرنا آسان نہیں ہوتا۔

اس کتاب میں میر کے والد کا پاکیزہ کردار، میر اور خانِ آرزو کے روابط، میر کے بعض اہم واقعاتِ حیات اور تعینات کے سنوں کا تعین، مزارِ میر کی بحث۔ میر کی ماہوار آمدنی، میر کا قدِ خمیدہ، میر اور دربارِ اودھ وغیرہ مصنف کے تجسس اور تحقیق کے بے مثال کارنامے ہیں۔ میر پر اتنا اور ایسا تحقیقی کام شاید اب تک نہیں ہوا۔

مصنف نے میر کے متعلق غلط روایات اور غلط بیانات کی تردید بھی بڑے مدلل اور فلسفیانہ انداز میں کی ہے جو ابہام کے اس اندھیرے کو ہمیشہ کے لیے دور کردیتی ہے جس کی وجہ سے میر پہچانے نہیں جاتے تھے۔ جس طرح نواب جعفر علی خاں

اثر کی تنقیدوں نے عہدِ نو میں میر کی شاعری کا احیا کیا۔ اسی طرح میر کی بازیافت کا سہرا "میر اور میریات" کے مصنف کے سر رہے گا۔ میر کیا تھے۔ یہ صحیح معنوں میں ہمیں اب معلوم ہوا ہے۔

ڈاکٹر نیر مسعود نے اپنے ایک جامع تبصرے میں کہا ہے "کتاب کی اہم خصوصیت اس کی معیاری زبان اور پر اعتماد طرزِ بیان ہے" یہ بالکل درست ہے۔ لیکن یہ ان کی یہ بات "اگرچہ کہیں کہیں یہ پر اعتماد طرزِ بیان قطعیت کی حد میں داخل ہو کر مختلف فیہ تحقیقی مباحث کے لیے بہت مناسب نہیں" سمجھ میں نہیں آتی تحقیق کے لیے طرزِ بیان میں قطعیت (اعتدال کے ساتھ) ہونا ضروری ہے۔

خود ڈاکٹر صاحب کی مایۂ ناز تصنیف رجب علی بیگ سرور میں یہ خصوصیت بہترین صورت میں نظر آتی ہے۔

ہم نہایت ہی مودبانہ طریقے سے ان کی (ڈاکٹر آہ کی) بعض باتوں سے اختلاف کر سکتے ہیں مثلاً۔

ولی ہماری اُردو شاعری کی روایت کا اہم جز و ہیں ان کی شاعری کے بارے میں جس قسم کی رائے مصنف نے میر اور میریات میں پیش کیا ہے اُردو داں طبقہ اُسے ناپسندیدہ نگاہوں سے دیکھے گا۔ اُردو شاعری کے ارتقا میں ان کی خدمات کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خود مولانا محمد حسین آزاد نے ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔

کتاب کے حصۂ دوم میں میر کی شاعری پر بحث کی گئی ہے اس حصے میں مصنف محترم ایک نقاد کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اور میر کی شاعری کی قدر و قیمت کا تعین کرتے ہیں۔ ان کی زبان و بیان میں شعریت ہے۔ اس کا جواز ان ہی کی زبانی سنیے۔
"کتنا ہی اہم، کتنا ہی مفید، کتنا ہی بہتر مضمون کیوں نہ ہو۔ اگر اس کے بیان کرنے کی زبان شاعرانہ نہیں تو اس میں تاثر پیدا ہونا محال ہے"

تنقید میں انھوں نے غور و خوض سے کام لیا ہے۔ کسی بھی صنفِ سخن پر تنقید کرنے سے قبل مختصراً اس کا تعارف کرواتے ہیں۔ اس کے بعد اس صنفِ سخن کی

خصوصیات بیان کرتے ہیں اس پس منظر سے میر کی شاعری اور خصوصیات کا رنگ زیادہ نکھر کر سامنے آتا ہے۔

میر سے میر کا تقابلی مقابلہ جدت آمیز ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر آہ کی یہ بات بڑی اہم اور لائقِ توجہ ہے۔ لکھتے ہیں "اعلیٰ مضمون بیشتر پہلی مرتبہ شاعر کو وجدان سے حاصل ہوتا ہے۔ اور شاعر اس کے سحر میں کھو جاتا ہے۔ بعض دفعہ اس تاثر کو مکرر بنانے کی خواہش شاعر کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اب یہ مضمون وجدان کی تازہ بتازہ دنیا کی بجائے حافظے کے اس ذخیرے سے آتا ہے جس میں مردہ خیالوں کا انبار ہوتا ہے۔"

اس تنقیدی حصے میں بھی حسب ضرورت تحقیقی رجحانات بھی کارفرما ہیں۔ جیسے ننگ نامہ اور معاملات عشق کے وقت کا تعین وغیرہ۔ مصنف کی بالغ النظری بالیدگیِ شعور، زمانہ شناسی، تحقیقی گہرائی اور تنقیدی بصیرت قاری کی توجہ کو جذب کر لیتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"میر اپنے زوال پذیر معاشرے میں ایک انقلابی حیثیت نہیں رکھتے ذہناً وہ خود بھی عہد کی گراوٹ اور انحطاط کے نمائندے تھے۔ ان کا حساس دل بے شک گرد و پیش کے انسانوں کی مصیبتوں پر خون کے آنسو رویا۔ لیکن ان کی نظر میں ان مصائب کا سبب خدائے قہار کے عتاب کے علاوہ کچھ اور نہ تھا وہ اپنے گرد و پیش کی برائیاں تو دیکھتے تھے۔ لیکن ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ سب نقائص ایک ناقص عسکری نظام کا نتیجہ ہیں۔"

میر کے زوال پذیر معاشرے کو جبر و اختیار کے مسائل کے حامی قہر خداوندی ہی جانتے تھے۔ میر خود اس عقیدے کے پابند تھے۔ خود کو مجبور سمجھتے تھے اور "چاہتے ہیں سو آپ کریں" پر یقین رکھتے تھے۔ لیکن مصنف محترم نے زمانے کی نبض شناسی کی ہے اور معاملہ فہمی کی صلاحیت سے کام لیتے ہوئے زوال کا صحیح سبب ناقص عسکری نظام کو بتایا ہے۔ یہ تاریخی حقیقت

بھی ہے۔

بعض ہیرو پرست۔ میر کی شاعرانہ خوبیوں کو زور و شور سے بیان کرتے ہیں اور خامیوں کی نہ صرف پردہ پوشی کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات انہیں ہنر بناکر پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور انہیں یہ قطعی گوارا نہیں کہ کوئی دوسرا ان خامیوں کی نشان دہی کرے۔ مگر "میر اور میریات" کے مصنف میں یہ خامی نہیں۔ وہ اصولِ تحقیق سے نہ صرف آگاہ ہیں۔ بلکہ ان کے برتنے کے ڈھنگ اور سلیقے سے بھی واقف ہیں اور ہر طرح منصب تحقیق و تنقید کے لائق ہیں۔

ضمیمہ میں کتاب کی اہم فارسی عبارتوں کا ترجمہ دیا گیا ہے تاکہ جو حضرات فارسی بخوبی نہ جانتے ہوں وہ اس سے استفادہ کرسکیں۔

کتاب کی ترتیب اور تدوین میں تسلسل اور سلیقہ کارفرما ہے۔ میری نظر میں "میر اور میریات"، میر کے متعلق لکھی گئی تمام کتابوں میں ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے میر کی حیات شخصیت اور شاعری ایک نئے روپ میں ہمارے سامنے آتی ہے اور تاریخ ادب اردو میں بہت سے نئے ابواب کا اضافہ ہوتا ہے۔

پروفیسر مسعود حسن ادیب۔ ڈاکٹر اعجاز حسین، ڈاکٹر مسیح الزماں اور ڈاکٹر نیر مسعود نے اس تصنیف عالیہ کو جس طرح سراہا ہے۔ بلاشبہ اسی کی مستحق ہے۔

آخر میں ایک بات نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتی ہے۔ کہ علوی ایسا بڑا اور صاحب و سائل پبلشر بھی اردو کی اتنی اہم کتاب کو اغلاط کی ناقابلِ برداشت بہتات سے نہ بچا سکا۔

(ڈاکٹر) زرینہ ثانی

"تذکرۂ شعراء از حسرت موہانی" مرتب: ڈاکٹر احمر لاری
ناشر: ادبستان۔ نظام پور۔ گورکھپور
قیمت: ۸ روپے

حسرت موہانی محض ایک شاعر ہی نہیں تھے بلکہ ایک اچھے نثر نگار بھی تھے۔ نثر کے میدان میں ان کی صحافت، تنقید اور تذکرہ نگاری کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان کی شاعرانہ شہرت نے ان کی "نثری کاوشوں" پر وقتی طور پر پردہ ڈال دیا تھا۔ حسرت نے ایک منصوبہ کے تحت قدیم شاعروں اور اپنے معاصرین کا تذکرہ "اردوئے معلیٰ" اور "تذکرۃ الشعراء" میں شایع کیا تھا۔ ڈاکٹر احمر لاری نے ان دونوں کے ایک مخصوص حصہ کو "تذکرۂ شعراء از حسرت موہانی" کے نام سے مرتب کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں دو ضمیمے شامل ہیں پہلے میں ان شاعروں کی فہرست ہے جن کا تذکرہ خود حسرت نے لکھا ہے اور دوسرے میں ایسے شاعروں کی فہرست ہے جن کا تذکرہ حسرت نے دوسرے ادیبوں سے لکھوایا تھا "تذکرۂ شعراء" میں حاتم۔ سودا۔ قائم۔ مصحفی۔ نصیر۔ ذوق۔ مومن۔ غالب۔ نسیم اور تسلیم کا تذکرہ شامل ہے۔ اصولِ انتخاب یہ ہے کہ:

"حسرت کی شاعری کا سلسلہ جن شعراء سے ملتا ہے یا جن شعراء سے وہ متاثر رہے ہیں انھیں کے تراجم (یہاں تذکروں ہونا چاہیے ح۔ ج) کو شامل کتاب کیا جائے۔" (دیباچہ ص ۹)

اس لیے تذکرۂ شعراء سے ایک طرف حسرت کے ذہنی پس منظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے اور دوسری طرف حسرت کے خاندانِ شاعری کی اہم خصوصیات سامنے آجاتی ہیں۔

فاضل مرتب نے مقدمہ میں، ڈاکٹر سید عبداللہ کے اصولِ فنِ تذکرہ نگاری یعنی قاموس تاریخ ادب اور تنقید کی روشنی میں قدیم تذکروں کا جائزہ لے کر مختصراً ان کی خصوصیات کی نشاندہی کی ہے۔ اور حسرت کی تذکرہ نگاری کو زندگی، شخصیت اور تنقید

کے اصولِ سہ گانہ کی روشنی میں پرکھا ہے۔ اُردو میں حسرت کا تذکرہ بہت اہم ہے
چونکہ حسرت نے اکثر اُردو اور فارسی کے تذکروں سے استفادہ کیا ہے اس لیے اس
کی اہمیت ایک طرف عطر مجموعہ کی سی اور دوسری طرف دستاویز کی سی ہے۔ حسرت
نے قدیم تذکرہ نگاروں کے بیانات کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کیا بلکہ انھیں تحقیق کی کسوٹی
پر پرکھ کر قبول کیا ہے۔ اس لیے حسرت کے تذکرہ کی تنقیدی اور تحقیقی اہمیت سے انکار
نہیں کیا جا سکتا۔ حسرت نے اپنے خاندانِ شاعری کے شاعروں اور اپنے ہمعصروں
پر خصوصی توجہ صرف کی ہے۔ اس لیے ان موضوعات پر کام کرنے والوں کے لیے اس کی
بہت اہمیت ہے اور یہ مستند نیز بنیادی ماخذ کا کام دے سکتا ہے۔

دیباچہ اور مقدمہ میں ایک لفظ "تراجم" کا استعمال بار بار ہوا ہے۔ جو
بے محل معلوم ہوتا ہے مثلاً۔

(۱) "حسرت نے کم سے کم ایک سو آٹھ شعراء کے تراجم لکھے ہیں" ص ۱۰

(۲) اس انتخاب میں حاتم سے لے کر تسلیم تک دس شعراء کے تراجم شامل ہیں،،
ص ۱۰

(۳) " جن شعراء سے وہ متاثر رہے ہیں انھیں کے تراجم کو شامل کیا جائے ،،
ص ۱۰

(۴) " بہت سے اہم اساتذہ جیسے ولی۔ میر۔ درد۔ ناسخ اور آتش وغیرہ کا
ترجمہ نہیں لکھا گیا ہے"

غالباً یہاں تذکرے اور تذکرہ ہے۔

اگر مقدمہ میں حسرت کی تنقیدی رایوں کا تفصیل سے جائزہ لے کر ان کی تنقید نگاری
کی خامیاں اور خوبیاں واضح کر دی جائیں تو کتاب کی افادیت اور بڑھ جاتی۔ پھر بھی
تذکرہ شعراء" تذکرہ نگاری کے میدان میں اہم اضافہ ہے۔ اور اس کا مطالعہ تذکروں
پر کام کرنے والوں کے لیے از بس ضروری ہے۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب ہے جسے
دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے۔ اس تالیف پر ڈاکٹر فاروقی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

(عقد ا ا ۔ جشتہ)

عطر گل

شاعر: خضر برنی
ناشر: ادبی سنگم - جامعہ نگر - نئی دہلی ۲۵
قیمت: ۵ روپے

"عطر گل"، خضر برنی کا مجموعہ کلام ہے جس کے ابتدائی صفحات میں جموں کشمیر کے وزیر اعلیٰ میر قاسم صاحب کا پیغام ہے کتاب انھیں کے نام منسوب کی گئی ہے اس کے علاوہ رادھا رمن صاحب کا پیغام بھی ہے اور خود خضر صاحب نے اپنی کتاب کی تقریظ لکھی ہے۔ کتاب میں غزلیں و نظمیں دونوں ہیں۔ غزلیں زیادہ اور نظمیں کم ہیں۔

خضر برنی ایک کہنہ مشق اور پُر گو شاعر ہیں۔ انھوں نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے مگر ان کا رجحانِ طبع غزل کی طرف زیادہ ہے۔ غزل ایک ایسی کافر صنفِ سخن ہے جو بہت ریاض کے بعد قبضے میں آتی ہے۔ خضر برنی نے غزل کی روایات کو اپنے مزاج سے ہم آہنگ کرنے میں بڑے ریاض سے کام لیا ہے ان کا کلام برابر ملک کے اخبارات و رسائل میں شایع ہوتا رہتا ہے۔

ان کی غزل گوئی پر اُس روایت کا اثر ہے جو ایک مدی سے اُردو غزل پر چھائی ہوئی ہے اس لیے اس میں گل و بلبل، آشیانہ و صیاد، بادہ ساقی کی علامتوں کے ذریعہ موجودہ مسائل کو بیان کیا ہے۔ اس طرح ان کی غزلوں میں تغزل کا رنگ رس بھی ہے۔ حسن و عشق اور ہجر و وصال کی کیفیات کو بڑے مزے سے بیان کرتے ہیں۔ چند شعر ملاحظہ ہوں۔

کچھ تو انصاف کرو دوست نہ اتنا تڑپاؤ
میری تنہائی کے دامن میں سمٹ کر آجاؤ

رات کے گہرے اندھیرے سے ہوا ہوں بیزار
مثل قندیل سیاہی کو مٹا کر آجاؤ

اُسے تو اور بھی قدرت فروغ دیتی ہے
زمانہ کرتا ہے کوشش جسے مٹانے کی

بہا کر ساتھ پتھر کو بھی لے جاتی ہے طغیانی
خضر آنکھوں میں دردِ عشق سے پیدا نمی تو ہو

بعض جگہ فنی کمزوریاں بھی ہیں مگر ایسی کمزوریاں کس کے یہاں نہیں ہوتیں۔

اس لیے انھیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ کتابت وطباعت اور کاغذ بہتر ہے۔
(ادارہ)

انوکھی مسکراہٹ

افسانہ نگار: سید محمد محسن
ناشر: کتاب منزل۔ سبزی باغ۔ پٹنہ ۴
قیمت: ۶ روپے

"انوکھی مسکراہٹ" سید محمد محسن کے افسانوں کا زمانۂ تخلیق ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۴ء تک کا ہے۔ یہ تمام افسانے اُس دور کے ممتاز ادبی رسائل میں شایع ہو چکے ہیں۔ اس مجموعے کی شانِ نزول خود مصنف کی زبان سے سنیے۔

"میرے عزیز ترین دوست پروفیسر اختر اورینوی نے اپنے ایک طالب علم رضوان احمد کو میرے افسانوں پر ایم۔ اے کی مقالہ تیار کرنے کا فرض سونپ دیا...... میرے افسانے دو چار کے سوا میرے پاس نہ تھے۔ لیکن مجھے اتنا یاد تھا کہ افسانے کس کس رسالے میں شایع ہوئے ہیں چنانچہ رضوان سلمہٗ نے ان رسالوں کو لائبریریوں سے ڈھونڈ نکالا اور سب افسانے اکٹھے کر لیے (ص ۷۔ یہ افسانے)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سید محمد محسن صاحب نے ۱۹۴۴ء کے بعد افسانہ نگاری سے کس لیے چشم پوشی کی۔ اس کا جواب انھوں نے خود ہی دیدیا ہے کہ وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے بیرونی ملک چلے گئے تھے اور واپسی کے بعد محض پروفیسر ڈاکٹر محمد محسن بن گئے اور سید محمد محسن افسانہ نگار کو علوم کے ہجوم میں تنہا چھوڑ آئے۔

۳۵-۱۹۳۴ء کے آس پاس اُردو کے افق پر دو رنگ بہت نمایاں نظر آتے ہیں۔ ایک مارکس کے فلسفۂ زندگی کے تحت ادب کی تخلیق کا رنگ اور دوسرا فرائڈ اور دوسرے ماہرینِ نفسیات کے فلسفوں کے تحت شعری و ادبی تخلیق کا رنگ تھا۔ پہلے گروہ کے لوگ ترقی پسند دوسرے گروہ کے لوگ حلقۂ ارباب ذوق، میں

شامل ہو گئے۔ شاعری میں نفسیاتی دبستان کی پیروی میراجی اور ن م راشد نے
کی اور افسانوی ادب میں اس کا سہرا دوسرے افسانہ نگاروں کے ساتھ سید محمد محسن
کے سر بھی ہے۔

یہ تمام افسانے انسانی نفسیات کے گرد گھومتے ہیں۔ جن کو دو حصوں میں تقسیم
کیا جا سکتا ہے ایک وہ جن میں نفسیاتی اصول بیان کیے گئے ہیں دوسرے وہ جن میں
نفسیاتی اصولوں کو برت کر کردار نگاری کی گئی ہے۔ پہلے قسم کے افسانوں میں
"ردعمل" کو پیش کیا جا سکتا ہے جس میں فرائڈ کے نقطۂ نظر کو واضح طور پر اس
طرح پیش کیا گیا ہے کہ :-

"انسان کی فطرت ادنیٰ اس کی آئیڈیل (مثالی) شخصیت کو دھوکہ
دے کر آرٹ کے بھیس میں اپنی تسکین کرتی ہے۔" (ص ۵۶)

اس جملہ میں شعور، لاشعور اور تحت الشعور پر اسرار گذرگاہ کی طلسمی کیفیات،
جنسی جبلت، لبیڈو اور ناکام آرزوں کی کشمکش کی طرف واضح اشارہ ہے اور فرائڈ
کے نقطۂ نظر کو بیان کیا ہے۔ یعنی آرٹ انسانی جبلتوں کی رقص گاہ ہے۔ دوسری
قسم کے افسانوں میں انسان کی عام نفسیات کو پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً "التہ کھی
مسکراہٹ" میں یہ دیکھیے۔

(۱) "مسرت و انبساط میں ہی قوت و توانائی کا راز مضمر ہے"
(ص ۱۳)

(۲) "محبت اپنا پہلا وار چوری سے کرتی ہے" (ص ۱۵)

ان افسانوں کی یکجا اشاعت سے یہ فائدہ ہوا کہ نفسیاتی افسانوی ادب
کے مورخ کو یہ فیصلہ کرنے میں مدد ملے گی کہ جدید ترین افسانوی ادب میں جدید نفسیات
کے اصولوں کے تحت کس نے پہل کی ہے۔ اور میرے خیال میں یہ سہرا سید محسن
کے سر ہی بندھے گا۔ اگر تحقیق سے یہ بات ثابت بھی ہو جائے کہ سید محمد محسن
سے پہلے کوئی دوسرا افسانہ نگار نفسیاتی افسانے لکھ چکا ہے تو ان کے اس شرف

سے نوا نکار ممکن نہیں ہے کہ انھوں نے جتنے افسانے لکھے نفسیاتی اصولوں کے تحت لکھے ہیں۔ جن کا اعتراف ضروری ہے۔

(عنوان چشتی)

مصنف: رشید احمد صدیقی

"طنزیات و مضحکات" ناشر: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

قیمت: ۹ روپے

اُردو میں سٹائر (SATIRE) کے لیے "طنز" ہیومر (HUMOUR) کے لیے "مزاح" کی اصطلاحیں مستعمل ہیں۔ طنز و مزاح کی تعریف کرنا اتنا ہی مشکل کام ہے جتنا شعر، تغزّل یا عشق کی تعریف کرنا ہے۔ پھر بھی انگریزی اور اُردو کے نقادوں نے طنز و مزاح کی بعض اہم خصوصیات کی نشاندہی کرکے ان کے حدود اور امکانات کی طرف واضح اشارے کیے ہیں۔ انگریزی میں طنز و مزاح پر کافی مواد ملتا ہے مگر اُردو میں اس موضوع پر پروفیسر رشید احمد صدیقی کی "طنزیات و مضحکات" اور ڈاکٹر وزیر آغا کی "اردو ادب میں طنز و مزاح" ہیں۔ اس کے بعد "نقوش" کے طنز و مزاح نمبر نے اس سرمائے میں مزید اضافہ کیا ہے۔ یہ تینوں چیزیں اپنی جگہ اہم ہیں مگر پروفیسر رشید احمد صدیقی کی "طنزیات و مضحکات" اپنی بعض خوبیوں کی وجہ سے خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کتاب کا جدید ایڈیشن پیش نظر ہے۔

طنز و مزاح کے لیے مقصدیت، ذہانت اور ادبیت لازمی عناصر ہیں۔ طنز نگار کے ذہن میں واضح مقصد ہونا چاہیے کہ وہ طنز کے تیر برسا کر اپنے ہدفِ طنز سے کیا چاہتا ہے۔ اس لیے طنز میں بلا کی مقصدیت ہوتی ہے۔ یہ مقصد جتنا واضح اور بلند ہوگا طنز بھی اتنا ہی مفید اور ارفع ہوگا۔ محض حسد، نفرت یا دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لیے طنز نہیں کیا جانا چاہیے۔ بے مقصد طنز یا غم و غصہ کے اظہار کے لیے طنز کا پیرایہ اختیار کرنے سے اس کی حدیں گالی، مغلظات اور بے ادبی سے مل جاتی ہیں دراصل طنز نگار ماہر نشتر زن کی طرح ایک طرف نشتر زنی کرتا ہے اور دوسری طرف مرہم بھی رکھتا ہے اس لیے طنز میں تنقید کا عمل بھی پوشیدہ ہے اور تنقید سے آگے بڑھ کر اصلاح

اور تعمیر کا عمل بھی شامل ہے۔ مزاح میں مقصد محدود ہوتا ہے۔ یعنی سامع یا قاری کو خوش کرنا۔ اور اس کے لمحات کو کیف بار کرنا، اس لیے مزاح کے دائرہ میں خوش مذاقی کے بہت سارے پیرائے آتے ہیں۔ ان دونوں کے لیے ذہانت کی مشترک ضرورت ہوتی ہے۔ ذہانت کے بغیر طنز نگار بھرپور، چٹپٹا ہوا، چچا تلا طنز کر سکتا ہے۔ نہ مزاح نگار نکتہ رسی، خوش مذاقی اور ذہنی بیداری کا ثبوت دے سکتا ہے۔ مقصدیت اور ذہانت کے بعد ادبیت لازمی شرط ہے۔ ادبیت کے دائرے میں دو چیزیں شامل ہیں۔ ایک اسلوب اور دوسرے اس کا جمالیاتی مواد، چوں کہ طنز و مزاح کے دائرہ میں ہجو، تعریض، لعن طعن، استہزا، مذمت تنقیص، ہجو و ہزل جھکڑپن، گالی گلوچ، بدعا، کوسنا اور اسی قسم کی دوسری لغویات شامل نہیں ہیں۔ اس لیے طنز و مزاح میں اسلوب اور اس کے جمالیاتی مواد کی بہت اہمیت ہو جاتی ہے۔ طنز و مزاح نگار کبھی بات سے بات پیدا کر کے، کبھی صنعتِ تضاد سے کام لے کر، کبھی لہجہ سے فائدہ اٹھا کر وار کرتا ہے اور کبھی صورتِ حال کی مضحکہ خیزی سے فائدہ اٹھا لیتا ہے یا صورتِ حال کو مضحکہ خیز بنا کر پیش کرتا ہے ایسا کرنے کے لیے دلکش اسلوب اور اچھوتے لب و لہجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لیے مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ طنز و مزاح کا دائرۂ عمل اگرچہ الگ الگ ہے مگر دونوں کے لیے مقصدیت، ذہانت اور ادبیت کی ضرورت ہے۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے اپنی کتاب "طنزیات و مضحکات" میں انگریزی، رومن، لاطینی فارسی وغیرہ زبانوں میں طنز و مزاح کی تاریخ کو مختصراً بیان کیا ہے اور بعض اہم نقادوں اور دانش وروں کی رایوں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اور "انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا" میں درج شدہ طنز و مزاح کی تعریف سے اتفاق کیا ہے۔

' انھوں نے طنزیاتِ اردو، کے تحت اردو نظم و نثر کے طنزیہ اور مزاحیہ شہ پاروں کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ موصوف کے خیال میں اردو میں

طنز و مزاح کے بانی سودا ہیں"۔ لکھتے ہیں کہ :-

" سودا کو اردو ہجو و ہجا میں نہ صرف فضلِ تقدم حاصل ہے بلکہ ان کے کلام سے طنزیات کی بہترین صلاحیت و استعداد بھی نمایاں ہے"

(ص ۵۴)

اس میں شک نہیں کہ سودا کے کلام سے فحاشی، پھکڑپن اور سوقیانہ اشعار الگ کرنے کے بعد طنز و مزاح کا خاصا ذخیرہ بچتا ہے۔ مگر جعفر زٹلی وغیرہ کو نظر انداز کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اردو میں طنز و مزاح کی روایت ریختی، شہر آشوب، وغیرہ کی صورت میں پہلے سے ملتی تھی اور محتسب، ساقی اور اسی قسم کی علامتوں میں خود غرض امرا اور بادشاہِ وقت کے خلاف احتجاج کرنے کی صورت میں بھی ملتی تھی، سودا کے یہاں یہ عنصر ابھر کر ایک فن کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے سودا کے علاوہ انشا اور مصحفی کے یہاں بھی طنز و مزاح کے عناصر کی نشاندہی کی ہے۔ غالب کے خطوط سے مثالیں پیش کی ہیں اور اودھ پنچ کے لکھنے والوں کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ جس میں بعض ایسے شعرا کے کلام سے کامیاب مثالیں دی ہیں جنھیں عام لوگ طنز و مزاح نگار کی حیثیت سے نہیں جانتے اس حصے میں پنڈت تربھون ناتھ سپر و ہجر۔ منشی جوالا پرشاد برق، نواب سید محمد آزاد کے ساتھ ساتھ اکبر الہ آبادی، ابوالکلام آزاد، ظریف لکھنوی، سلطان حیدر جوش، فرحت اللہ بیگ، سجاد انصاری وغیرہ کی تحریروں کے اقتباسات پیش کر کے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی ہے۔

رشید احمد صدیقی صاحبِ طرز طنز و مزاح نگار ہیں۔ چونکہ زیرِ نظر کتاب خالص تنقیدی نوعیت کی ہے اس لیے اس میں ان کا اسلوب موضوع کے مطابق یعنی سنجیدہ ہے۔ مگر عرضِ حال ان کے مزاحیہ و طنزیہ اسلوب کا دلکش نمونہ ہے لکھتے ہیں کہ

"اس مقالے کی تدوین کی شانِ نزول عبرت ناک حد تک دلچسپ ہے یعنی یہ فہمایش پر لکھی گئی۔ فرمایش پر طبع کرائی گئی۔ اور بخشایش

کی توقع ہے۔" (ص ۷)

اُردو میں طنز و مزاح کی تاریخ و تنقید سے واقفیت اور طنز و مزاح پاروں سے لطف اندوزی کے لیے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ مکتبہ جامعہ نے اس کتاب کو عمدہ کاغذ پر بہترین انداز سے شایع کیا ہے۔

تبصرہ لکھ چکا تھا کہ نومبر ۷۳ کا کتاب نما ملا۔ اس میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کی ایک تحریر نظر سے گزری جو زیر تبصرہ کتاب کی شانِ نزول کو ظاہر کرتی ہے اور بہت اہم تحریر ہے۔ موصوف نے لکھا ہے کہ یہ وہ مقالہ ہے جو انھوں نے اپنی سروس کے پہلے سال میں پروبیشن پر رہتے ہوئے سلیکشن کمیٹی کی ہدایت پر لکھا تھا اور ہندوستانی (تماہی) میں قسط وار شایع ہوا تھا۔ کاش یہ تحریر طنزیات و مضحکات کے نئے ایڈیشن میں شایع ہو جاتی۔ امید کہ اس تحریر کو اگلے ایڈیشن میں شامل کر لیا جائے گا۔

عنوان چشتی

غالبیات کے چند مباحث

مصنّف، ڈاکٹر ابو محمد سحر
ناشر: نسیم بک ڈپو، لاٹوش روڈ، لکھنؤ
قیمت: ۵ روپے

ڈاکٹر ابو محمد سحر نے اپنی اُن تحریروں کو جو "اپریل فول" سے "نسخۂ بھوپال بخطِ غالب" تک چھپی ہوئی ہیں یکجا کر کے کتابی شکل میں پیش کیا ہے اسی کوشش و اہتمام کا نام "غالبیات کے چند مباحث" رکھا گیا ہے۔

مصنّف نے زیرِ نظر تصنیف کے متعلق دیباچہ میں لکھا ہے:

"میری نظر غالبیات کے کچھ ایسے پہلوؤں پر پڑنے لگی جن کو زیرِ بحث لانے سے غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو سکتا تھا۔ اور نئے حقائق بھی سامنے آسکتے تھے۔"

اس کتاب میں غالب کے نادر نسخوں، نواب فوجدار محمد خاں، بعض والیانِ ریاست بھوپال اور بیگماتِ بھوپال کا ذکر تاریخی شہادت اور حوالوں کے ساتھ کیا گیا

ہے۔ غالب کے جتنے نسخے شایع ہوئے ہیں۔ مرزا پر انگریزی اور اُردو میں جو اہم مضامین لکھے گئے ہیں اُن کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کے ناقدین و ماہرین غالبیات کے کاموں پر نظر کر کے نتائج مرتب کیے ہیں۔ یہ تصنیف پندرہ سولہ جداگانہ مضامین پر مشتمل ہے اس لیے اس کو مستقل تصنیف تو نہیں کہا جا سکتا لیکن غالب کے نسخوں پر یکجا مواد مل جاتا ہے یہ بھی اہم بات ہے۔

اِس کتاب کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) مطبوعہ دیوان غالب میں ایک غزل شامل ہو گئی تھی جس کا مقطع یہ ہے:

بیرانہ سال غالبِ بیکس کرے گا کیا
بھوپال میں مزید جو دو دن قیام ہو

مصنف نے سراغ لگایا ہے کہ ماڈل ہائی اسکول بھوپال کے "گوہر تعلیم" میں یہ غزل اپریل ۱۹۳۷ء میں اپریل فول کے عنوان سے شایع ہوئی تھی۔ مولوی محمد ابراہیم خلیل نے یہ غزل کہی تھی۔ یہ غزل غالب کی نہیں ہے۔

(۲) امیر مینائی کا یہ شعر غالب سے منسوب کر دیا گیا:

دل آپ کا کہ دل میں ہے جو کچھ سب آپ کا
دل لیجیے مگر مرے ارمان نکال کے

مصنف نے "پیام یار" لکھنؤ ۱۸۹۷ء کے حوالہ سے امیر مینائی کی ۲۵ شعر کی غزل درج کی ہے اس میں مذکورہ شعر نمبر ۱۶ پر درج ہے۔

(۳) نسخۂ بھوپال اور نسخۂ حمیدیہ کی بحث۔

یہ بحث دلچسپ ہے۔ مفید ہے۔ اِس کو تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے نسخۂ حمیدیہ کو مفتی انوار الحق ڈائرکٹر تعلیمات بھوپال نے مرتب کیا تھا اور جو ۱۹۲۱ء میں مفید عام پریس آگرہ میں طبع ہو کر شایع ہوا۔ اس سے پہلے انجمن ترقی اُردو کی فرمائش پر سید ہاشمی نے اُسکو ایڈٹ کیا تھا پھر یہ کام ڈاکٹر بجنوری کے سپرد ہوا مگر ان کی مرگِ ناگہاں نے قارئین کو اس اڈیشن سے محروم رکھا۔

انجمن ترقی اُردو کا یہ کام پریس تک نہ پہنچ سکا۔ اسی دوران میں نظامی پریس

بدایوں سے دیوانِ غالب چھپ گیا۔ اور اس کے منظرِ عام پر آنے کے باعث انجمن ترقی اُردو نے اپنی پیش کش کو غیر ضروری سمجھا۔

تعجب ہے اتنی اہمیت پر بھی مصنف نے دیوانِ غالب بدایوں اڈیشن یا نظامی اڈیشن کے متعلق کوئی وضاحت نہیں کی ہے۔ یعنی، اس کا مرتب کون تھا۔ کس کی تحریک پر اور کب اشاعت ہوئی۔ اس دیوان کی کیا خصوصیت تھی۔ اس کے متن، طباعت، حسن و قبح اور مرتب کے دیباچہ کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے۔ حالانکہ سید ہاشمی، ڈاکٹر بجنوری اور مفتی انوار الحق کے ناموں کے ساتھ دیوان کی ترتیب کا تذکرہ کئی ابواب میں داخل ہے۔ غالبیات کے مباحث میں اس پہلو پر توجہ نہ دینا احساسِ تشنگی پیدا کرتا ہے۔

مصنف نے نسخۂ حمیدیہ کے متعلق یہ بھی بتایا ہے کہ اس کا سرنامہ نواب زادہ محمد حمید اللہ خاں نے سپردِ قلم کیا تھا وہ اس وقت ریاست بھوپال کے چیف سکریٹری تھے اس لیے یہ کتاب انھیں کے نام سے منسوب ہو گئی۔

غالب کا قلمی دیوان مرتبہ ۱۸۲۱ء جس کو نسخۂ بھوپال کہا جاتا ہے وہ نواب محمد فوجدار خاں کے ذاتی کتب خانہ کی زینت تھا اس کا ۱۸۲۶ء کا نسخہ اصلاح پذیر و ترقی یافتہ تھا۔ اس نسخۂ بھوپال کو اساس قرار دے کر اور متداول دیوان اور دوسرے مطبوعہ کلام کا مجموعہ تیار ہوا جو نسخہ حمیدیہ کے نام سے سامنے آیا۔

مصنف نے طولانی بحث کے بعد یہ بتایا ہے کہ نسخۂ بھوپال اور نسخۂ حمیدیہ ایک ہی چیز ہیں جیسا کہ بعض اہلِ نظر نے رقم فرمایا ہے۔

(۴) ڈاکٹر عبد اللطیف نے نسخۂ بھوپال پر مسلم ریویو کلکتہ جنوری ۱۹۲۹ء میں ایک انگریزی مضمون لکھا تھا بقول مصنف وہ گم گشتہ سرمایہ تھا اس کا اردو ترجمہ سید محمد نے مجلّہ مکتبہ، حیدرآباد ۲، شمارہ ۶ میں شایع کیا۔ اس کے مطالعہ سے نسخۂ بھوپال کے متعلق نئے گوشے سامنے آتے ہیں۔

(۵) نسخۂ بھوپال بخطِ غالب

غالب کے اس نادر نسخہ کی بازیافت کی داستان تفصیل سے پیش کی گئی ہے

ہندوستان اور پاکستان میں غالب کے عکسی مطبوعہ دیوان کی اشاعتوں پر گفتگو کی
نقوش لاہور کے دیوانِ غالب کی فروگزاشت کو پھیلاکر بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ نقو
کی جانب سے پندرہ صفحات کا غلط نامہ جداگانہ طور پر دیوان غالب کے ساتھ ہر خ
کو مل جاتا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان میں ۱۹۶۹ء کے نادر نسخہ کی دریافت نے ادب:
سیاست کی سرگرمی پیدا کر دی تھی۔ اور ہنگامی حالات میں اشاعتیں عمل میں آئیں۔ طباء
و اشاعت کے فن کی بھرپور جلوہ گری کا کس کو ہوش تھا اور کس کو وقت نے اجازت دی
غالبیات کے چند مباحث میں بعض مضامین اخبار و رسائل کے لیے لکھے گئے تھے
اس لیے ان میں بعض مقامات پر تحقیقی اندازِ بیان قائم نہیں رہا تحقیق کے میدان میں
عموماً تین باتیں محقق کے پیشِ نظر رہتی ہیں۔ (1) PRIMARY SOURCE
(2) SECONDARY SOURCE (3) INTERPRETATION

ان میں کسی ذہن سے بھول ہو سکتی ہے یا ریسرچ کی منزل پر بعد میں نئے وسائل
کی فراہمی سے نیا انکشاف ہو سکتا ہے اس صورت میں پہلی تحقیق کو سہو یا غلطی سے
تعبیر کیا جا سکتا ہے لیکن معروف و مستند محقق کو اصولِ تحقیق سے بیگانہ بتانا یا
زمانی اعتبار سے اصولِ تحقیق کو چیلنج کرنا تحقیق کی ادا بھی نہیں۔

ڈاکٹر ابو محمد سحر نے "غالبیات کے چند مباحث" کو پیش کرنے میں ضروری مطالعہ کیا
ہے۔ محنت کی ہے۔ چھان بین کی ہے اور اہم مباحث پر نظر رکھی ہے۔ ان معلومات
اور نتائج سے قارئین اور اہلِ قلم کو فیض پہنچے گا۔ اسی کے ساتھ اصولی اختلافِ نظر
سے بھی تحقیقی کاموں کا وقار بڑھے گا۔ اس لیے مصنف کی یہ تصنیف تحقیقی کتب
کی فہرست میں ایک معقول اضافہ ہے۔

(ڈاکٹر سیفی پریمی)

یادوں کی برات

مصنف: جوش ملیح آبادی
ناشر: ہند پاکٹ بکس۔ پرائیویٹ لمیٹڈ
جی ٹی روڈ۔ شاہدرہ۔ دہلی ۳۲
قیمت: ساڑھے تین روپے

جوش ملیح آبادی نے اپنی خود نوشت سوانح عمری کو "یادوں کی برات" کے
م سے شایع کیا تھا۔ اس کی مقبولیت اور طلب کا یہ عالم رہا کہ تین لائبریری میں اس
جلدیں پہنچیں اور جن کے نام جاری ہوگئیں۔ پھر انھیں کے گھروں سے دوسرے
ھوں میں پہنچتی رہیں۔

شاعر کی حیثیت سے فرہنگ کے معاملہ میں جوش کا ذہن ادبی اور عوامی لغت
ہے اب "یادوں کی برات" کا مطالعہ کرکے نثر نگاری میں بھی جوش کے ذخیرۂ الفا
ر اسلوبِ بیان پر ایمان لانا پڑتا ہے۔ حالات قلم بند کرنے کی جگر کاوی
سلسلے میں تمہید ملاحظہ فرمایئے۔

ص ۹۔ "میں نے اپنے بڑھاپے کو بچہ بناکر اپنے ماں باپ کے
آغوش میں بٹھایا۔ اپنے گھر کی انگنائی میں کلیلیں کیں۔ پرانی برسانوں
کو جگایا۔ اپنے موت کے نیند سوئے ہوئے مورخانِ شباب کے
شانے ہلائے۔ اپنے جوانی کے شبستانوں میں پہنچا جہاں زلفوں
کی شمیم اب تک مچل رہی ہے اور ٹوٹے پیمانوں اور شمعوں کے
انبار لگے ہوئے اور گیسوؤں سے گری ہوئی افشاں کے ذرّے
اب تک دمک رہے ہیں اور ماضی سے اپنے کو جب ڈسوا چکا
تو قلم کو خون میں ڈبو کر سب کچھ قلم بند کر دیا۔"

"یادوں کی برات" غالباً اُردو کی پہلی خود نوشت سوانح عمری ہے جو اپنی
ت اور اسلوبِ بیان کے لحاظ سے قطعی منفرد نظر آتی ہے اس میں جوش کے
اج، زندگی اور قلم کی پوری آب و تاب موجود ہے۔ جوش کے عنوانات اور

ذیلی عنوانات بھی غضب کے ہیں۔ مثلاً ہنگام قوت حیات ۔ میرا حادثۂ ولادت
سر پیر امارت سے حقیر ملازمت کی جانب ۔ مژدۂ خار دشت پھر وغیرہ۔
اپنی تاریخ پیدائش کے سلسلہ میں لکھا ہے ۔

" میں اس لیونڈ بھر زندگی کو کھو گئے اور اس بظاہر رنگین
و بباطن خون آلودہ زندان کون و فساد میں او بھنے کے واسطے کب
لایا گیا اس امر کو صحت کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا ۔"

جوش نے "یادوں کی برات " میں اپنی زندگی کے ساتھ اپنے عہد کو بھی
پیش کیا ہے ۔ اس میں اہم ادبی ، سیاسی اور حکمراں شخصیات کا تذکرہ شامل ہے
اس لحاظ سے یہ تصنیف ایک سماجی اور سیاسی دستاویز بھی ہے ۔" میرے زمانے
کے اوہام " میں جوش نے جن باتوں کا ذکر کیا ہے وہ واقفیت پر مبنی ہیں ۔ اس
عہد کے لوگوں میں توہم پرستی عام تھی ۔

سیاسی میدان میں کانگریس اور خلافت کے اثر سے ملک میں اتحاد کی ایک
فضا پیدا ہو گئی تھی ۔ برطانی سامراج سے بیزاری اور نفرت کا جذبہ سیلاب کی
اختیار کر چکا تھا ۔ پنڈت نہرو میں جاپان اور روس کی جنگ کے دوران اخبار بینی کے
ذریعہ حب وطن کا احساس جاگا تھا جوش کو اپنی کھلائی " بڑی بی " کی وساطت
سے وطن پرستی کا جذبہ ملا ۔ یہ " بڑی بی " گھوڑے پر مار پڑنے پر آزردہ ہو گئیں
اور استفسار پر جواب میں کہا :

" جان عالم پیا کے زمانے میں ان گھوڑوں کو رئیسوں کی
آبرو سمجھا جاتا تھا جب سے ان بندر فرنگیوں کا راج ہوا ہے
ان غازی مردوں کو چابک سے مارا جانے لگا ہے ۔ ہائے
ہمارے جان عالم پیا اب کبھی نہیں پلٹیں گے ۔"

" بڑی بی " کی یہ بات سنکر جوش کو فرنگی سے نفرت ہو گئی ۔ اور
یہی جذبہ سیاسی نظموں میں آ ملا پڑا ۔

جوشؔ نے پہلی مرتبہ ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء میں حضرت مولانا رضا فرنگی محلی کے مشاعرہ میں شرکت کی۔ اس دور کے مشاعروں کا اہتمام اور آداب قابلِ رشک ہیں۔

جوشؔ کا تعلیمی سلسلہ سیتاپور، لکھنؤ سے علی گڑھ تک پھیلا ہوا ہے۔ ایم، اے او، کالج علی گڑھ کا تذکرہ کرتے ہوئے جوشؔ نے سرسید کی تعلیمی اسکیم اور انگریزی الفاظ کے استعمال پر اعتراض کیا ہے۔ علی گڑھ تحریک کو شبہ کی نظر سے دیکھا ہے۔ جوشؔ کے اس موقف سے اتفاق کرنا ممکن نہیں۔ اصل یہ ہے کہ اردو ادب پر مغربی اثرات، نئے علوم و فنون اور مغربی تہذیب و تمدن کی روشنی کے باعث ہی ہندوستان میں صنعتی زندگی کا آغاز ہوا۔ وطن دوستی اور آزادی کی نعمت سے ہندوستانی قوم بہرہ مند ہوئی۔

"میرے عنفوانِ شباب تک کا ہندوستان" اس میں جوشؔ نے تین گروہوں کی نشاندہی کی ہے۔ (۱) خالص مشرقی (۲) نیم مشرقی (۳) مغربی یہ صفحات نہایت معلومات افزا ہیں، انسانی لباس، کمروں کی آرائش، کھانے، مٹھائی، چاٹ، نمکین، زیور، پردہ اور سیاسی و معاشرتی ماحول کی تفصیل ملتی ہے۔

قومی تحریک سے وابستگی کا آغاز ۱۹۱۸ء میں ہوا۔ محمد مستقیم کے ایما پر جوشؔ نے کانگریس کے سالانہ اجلاس احمد آباد میں شرکت کی۔ وہاں گاندھی جی، مولانا ابوالکلام آزاد اور پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات ہوئی۔

"یادوں کی برات" میں مصنف کی راست گفتاری ایک بڑی خوبی ہے۔ نظام حیدرآباد کے یہاں باریابی کے سلسلہ میں صاف لکھ دیا ہے۔ جوشؔ نے پہلے مولانا وحید الدین سلیم سے مراسلت کی۔ ضروری معلومات فراہم کرنے کے بعد مہاراجا سرکشن پرشاد کے نام اقبال، مولانا عبدالماجد دریابادی، اور مولانا سید سلیمان ندوی سے سفارشی خطوط حاصل کرکے ۱۹۲۴ء میں حیدرآباد کا سفر کیا۔ وہاں مترجم کی حیثیت سے کام کیا اور آخر میں اخراج کبھی عمل آیا۔

اس کی تفصیل دلچسپ ہے۔

دہلی سے رسالہ "کلیم" کا اجراء کیا تقریباً چار برس بعد مجاز، علی سرد اور سبطِ حسن کی درخواست پر اس کو "نیا ادب" میں ضم کردیا گیا جو "کلیم و نیا کے نام سے لکھنؤ سے جاری رہا۔

جوش کے جذبۂ وطن پرستی اور جسارت و صداقت کا سب کو اعتراف تھا جنگِ عظیم کے دوران یو پی کے گورنر نے ریڈیو پر برطانیہ کی مدد کے لیے اپیل کی جوش کے دل کو اس سے ٹھیس لگی اور فوراً ایک نظم "ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں سے خطاب" کہہ ڈالی۔ اس کو برطانی حکومت نے ضبط کرلیا تھا اس لیے جوش کے کسی مجموعہ میں وہ نظم شامل نہ ہوسکی۔ شاعرِ انقلاب کا یہ قیمتی سرمایہ "یادوں کی برات" میں محفوظ کردیا گیا ہے۔ یہ نظم برلن ریڈیو سے براڈ کاسٹ کی گئی تھی اور نتیجہ کے طور پر جوش کی نگرانی ہونے لگی۔ ان کے مکان کی تلاشی لی گئی اس واقعہ سے متاثر ہوکر جوش نے ایک اور نظم کہی تھی جو چھپتے ہی ضبط کرلی گئی تھی۔ اس نظم کا پہلا مصرع ہے۔

"جس سے امیدوں میں بجلی، آگ ارمانوں میں ہے"

اس نظم کا مقدر بھی پہلی نظم سے وابستہ رہا۔ اس لیے اس کو بھی "یادوں کی برات" میں محفوظ کردیا گیا ہے۔

جوش نے کچھ مدت بمبئی میں فلمی دنیا کا تلخ تجربہ بھی کیا تھا۔ آخر میں وہ سرکاری رسالہ "آجکل" دہلی کے اڈیٹر مقرر ہوئے تھے۔ یہ ان کی شاعری اور زندگی کا نقطۂ عروج تھا۔

اس کے بعد پاکستان میں ان کی زندگی غم ناک اور عبرت انگیز داستان شروع ہوئی۔ سید ابوطالب نقوی چیف کمشنر کراچی کی ترغیب پر وہ ہندستان سے پاکستان چلے گئے۔ وہاں وعدوں میں جتنی بلندی تھی الفائے وعدہ میں اتنی ہی پستی۔ انجام کار پہ ہزار دقت ترقی اردو بورڈ میں تدوین لغت کا

نام سپرد ہوا۔ ۱۹۶۷ء میں بورڈ کے سکریٹری شان الحق حقّی سے سخت اختلاف رونما ہو گیا اور اسی جوش ملیح آبادی کو جس کی ناز برداری ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے کی تھی۔ پاکستان میں بے روزگار بنا دیا گیا۔ تصنیف کے آخر میں پنڈت جواہر لال نہرو، سروجنی نائیڈو، سردار دیوان سنگھ مفتوں، فراق گورکھپوری اور مجاز کا تذکرہ شامل ہے۔ فراق گورکھپوری کا ذکر یوں شروع ہوتا ہے:

" مجموعۂ اضداد، آمیزہ بلّور و فولاد، گاہ نسیمِ بوستاں گاہ صرصرِ بیاباں۔ گاہے خضرِ در گاہ گاہے گم کردہ راہ۔ گاہ شبنمِ برگِ تاک۔ گاہ شعلۂ جوالہ دبے باک۔ گاہ یزداں بہ آغوش۔ گاہ اہرمن بردوش ـــــ رندِ قدح خوار، گوہر شاہ وار۔ آسمانِ خوش لہجگی کے بدر۔ انجمن آگہی کے صدر۔ اولیائے ذہانت کے قافلہ سالار۔ اقلیمِ ژرف نگاہی کے تاجدار۔ جودت پناہ۔ نقّاد نگاہ۔ مہبط جبریل۔ شاعر بزرگ و جلیل۔

اپنے فراق کو میں قرنوں سے جانتا ہوں اور ان کی خلّاقی کا لوہا مانتا ہوں۔ مسائل علم و ادب پر جب وہ زبان کھولتے ہیں تو لفظ و معنی کے لاکھوں موتی رولتے ہیں اور اس افراط سے کہ سامعین کو اپنی کم سوادی کا احساس ہونے لگتا ہے۔"

اس اڈیشن میں کئی باب شامل نہیں ہیں۔ مثلاً رفیع احمد خاں کی عجیب و غریب سرگرمیاں، شعراء کی چشمکیں، جوش کے معاشقے، حیدرآباد کی بعض داستانیں، پٹھانوں کے خاکے وغیرہ۔

"ہند پاکٹ بک"، کا یہ اشاعتی اقدام لائق مبارک باد ہے۔ اصل اڈیشن کی قیمت ہندوستان میں اتنی زیادہ رکھی گئی تھی کہ اس کو لائبریریاں ہی خرید سکتی تھیں۔ اب یہ اڈیشن عام قارئین کے لیے یقیناً کم خرچ و بالانشیں تحفہ ہے۔

اس کا صوری حسن بھی معنوی حسن کے شایانِ شان ہے۔ سرورق پر۔ شاعرِ انقلاب، مجاہدِ عصر، حضرت جوش ملیح آبادی کی تصویر ہے۔

(ڈاکٹر سیفی پریمی)

ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے

نیشنل بُک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

لسّانی مطالعے

ڈاکٹر گیان چند

لسّانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے۔ اُردو میں اِس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے۔ ابھی تک اُردو میں اس موضوع پر کوئی مکمل کتاب نہیں۔ مضامین معتد بہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اسی کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔ قیمت: ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء

مرتبہ: پی۔ سی۔ جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی، جس نے عالمی جمہور حلقوں میں یک جہتی کے جذبات کو اُبھارا۔ ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ۔ قیمت: ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفۂ سیاسیات

پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی، اس کے نظام اور اس کے تدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی نظری اور علمی۔ اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصہ ہے قیمت /۱۸

چراغ کا سفر

(بچّوں کے لیے)

سیّد محمد ٹونکی

آپ نے سندباد جہازی کا نام تو سنا ہوگا۔ چراغ نے تو اس کو بھی مات کر دیا۔ دُنیا کا ہر حصّہ چھان مارا۔ آج مصر میں تو کل ہندوستان میں جہاں گیا اپنی روشنی لے گیا۔ گھر گھر کیا سارا سنسار ہی چمک اُٹھا۔ پھر اُس نے کیسے کیسے رُوپ بدلے، یہ آپ اس کتاب میں پڑھیے۔

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنفہ / مرتبہ	ترجمہ	قیمت
آبادی	مصنفہ: ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" لارنس بینس	" رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" ڈی آر اٹھاوے	" ش۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" ڈینس کنکیڈ	" ڈاکٹر پرماتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذرالاسلام	" یسودھا چکرورتی	" عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" ایم کے دُرّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد -/۱ مجلد	-/۲
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرونانک	مصنفہ: گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	" بھگوتی چرن ورما	" رضیہ سجاد ظہیر	-/۵
تاش کے محل (ناول)	" میپال رنگنا یکما	" زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ: سی پال سوم، سندرم	" حسرت سہروردی	-/۸
سفید خون (ناول)	مصنفہ: نانک سنگھ	" رتن سنگھ	-/۸
گرو گوبند سنگھ	" ڈاکٹر گوپال سنگھ	" مخمور جالندھری	-/۳
ہندی افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ	" اگر سین نارنگ	-/۹
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ: پنالال پٹیل	" کشور سلطانہ	-/۱۰
پنجابی افسانہ	مرتبہ: ہربھجن سنگھ	" مخمور جالندھری	-/۴
رنجیت سنگھ	مصنفہ: ڈی۔ آر۔ سود	" " "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" بپن چندر	" غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بنگڑ واڑی	" وینکٹس ماڈگولکر	" عرش ملسیانی	۵/۲۵

تقسیم کار:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر (ترجمہ) اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کرکے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول "فاطمہ کی بکری" اور "بچپن کی ساتھی" لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت: ۵/۷۵

چار دیواروں میں (ناول) ایم۔ ٹی۔ واسدیون نائر ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پرانی کہانی کا عطر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی یاسیت مندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔ قیمت: ۷/۵

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقہ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت: ۶/۷۵

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹیش کتیکر ترجمہ: اگرسین نارنگ

ڈاکٹر کتیکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں۔ آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کرکے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا ہے۔ قیمت: -/۷

ملیالم افسانے مرتبہ: ادم چیری۔ این۔ این پلّے ترجمہ: جیلانی بانو

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے

"ناولستان" نئی دلّی ۲۵ کے دلچسپ ناول

جلیس (ناول) انور کمال حسینی

زمانہ بدل گیا ہے، زندگی کی قدروں میں تبدیلی آگئی۔ لیکن آج بھی انسان بہت سے معاملات میں روایتوں کا شکار اور رسموں کا غلام ہے۔

آہوں، کراہوں اور تلخیوں میں ڈوبی ہوئی یہ داستان صرف جلیس نامی طوائف کی نہیں بلکہ ایک پورے معاشرے کا آپریشن ہے۔ انسانی تہذیب کی عکاسی ہے۔

قیمت ۴/۵۰

اللہ میگھ دے (ناول) رضیہ سجاد ظہیر

"عورت جب بھی ماں ہوتی ہے۔ تو وہ اصلی ماں ہوتی ہے۔ انھوں نے مجھے جنم نہیں دیا۔ مگر صرف وہی ماں نہیں ہوتی جو جنم دے" یہ ایک ایسی ماں اور بیٹی کی کہانی ہے جن کی قربانیاں مثالی ہیں۔ اس ناول کا آخری باب (برسوں بعد۔ جب یہ کسی ناول کا پہلا باب ہوگا) آپ کے ذہن میں برسوں محفوظ رہے گا

قیمت: ۴/۵۰

اُلجھی ڈور صالحہ عابد حسین

آج کی نوجوان لڑکیاں کن کن اُلجھنوں کا شکار ہیں۔ ان کے ذہنوں میں کس قسم کے خیالات پرورش پا رہے ہیں۔ وہ مستقبل کو کس زاویے سے دیکھتی ہیں؟ یہ ناول اسی کش مکش کو پیش کرتا ہے۔

قیمت ۴/۵۰

پا بہ جولاں (ناول) صغرا مہدی

یہ ناول نئے دور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل۔ ان کی مشکلات ان کی ذہنی کیفیت کو پیش کرتا ہے۔ کردار نگاری اور جذبات کی عکاسی کا بہترین شاہکار ہے۔

قیمت ۶/-

دوسرے کنارے تک (ناول) عزیز قیسی

یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے جو ہندوستان کے کسی کونے میں آپ کو مل سکتی ہے۔ گھر کے اندھیرے میں بند، ماں باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی جس کی آنکھوں میں ایک نہیں ہزاروں افسانے ہیں۔ ہزاروں لیکن زبان خاموش ہے۔ بالکل خاموش۔ قیمت:- ۳/۵۰

اپنی اپنی صلیب (ناول) صالحہ عابد حسین

دنیا کی اس چہل پہل میں ہر انسان اپنے دکھ درد کا بوجھ، "اپنی اپنی صلیب" اپنے کندھوں پر اٹھائے چلا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر بے دردی سے ہنستا ہے یا ہمدردی سے کڑھتا ہے۔ مگر کوئی کسی کا غم بانٹ نہیں سکتا۔ اسی کا نام زندگی ہے اور اسی زندگی کی جیتی جاگتی، دل کش اور دل فریب تصویر صالحہ عابد حسین نے اپنے جادو نگار قلم سے اس خوبصورت ادب پارے میں کھینچی ہے۔

قیمت -/۸

کالا شہر گورے لوگ (ناول) احسان الحق

"کالا شہر گورے لوگ" ایک بین الاقوامی ناول ہے جس کا میدانِ عمل ملکی سرحدوں، مذہبی دیواروں اور رنگ و نسل کی تفریق سے کہیں آگے نکل گیا ہے۔ یہ آج کا ناول ہے مستقبل کا ناول ہے۔ گذشتہ کل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ قیمت:- ۵/-

---

جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کی اہم کتاب

اکابرِ تعلیم سعید انصاری

اس کتاب میں ان اکابرِ تعلیم کے حالات درج ہیں جنھوں نے جدید تعلیم سے متعلق افکار و خیالات کا اظہار کیا ہے یا تعلیم کے عملی پہلوؤں سے بحث کی ہے اور تجربے کی شکل میں بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس طرح تعلیم جدیدیہ کی عمارت کھڑی کرنے اور اسے

[illegible] قیمت ۱۲/-

چند اہم مطبوعات

ادب و تنقید

اُردو کا المیہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں -/۵
اُردو ڈراما تجربہ اور روایت ڈاکٹر عطیہ نشاط ۱۵
ادبی اقدار دور آفریدی -/۳
ادب فکر اور سماج راجندر ناتھ شیدا -/۱۲
اُردو غزل ولی تک ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی ۴/۷۵
افکارِ سودا شارب ردولوی -/۶
اردو کے ہندو شعرا جگدیش مہتہ -/۸
اُردو ادب کی ایک صدی سید عبداللہ -/۷
انشاءِ اُردو خواجہ احمد فاروقی -/۵
اندر سبھا ڈاکٹر مسیح الزماں ۱/۵۰
ادب کا تنقیدی مطالعہ ڈاکٹر سلام سندیلوی -/۱۲
اُردو کا پہلا ایکبابی ڈراما فصیح احمد صدیقی ۷/۷۵
بیسویں صدی میں بنگال کے اُردو شعرا } مشتاق احمد -/۲
باغ و بہار کا تنقیدی مطالعہ امام مرتضیٰ -/۲
تذکرہ نکات الشعرا مرتبہ محمود الٰہی -/۷
تنقیدی نقوش ڈاکٹر عبدالقیوم -/۵
تاریخ مرثیہ گوئی حامد حسن قادری ۴/۵۰
تنقید کے اصول و نظریات احتشام احمد ندوی -/۶
تنقیدی تجزیے کاظم علی خاں -/۴
تلمیحاتِ غالب محمود نیازی -/۶
تاریخ ثقافتِ عربی پروفیسر حتی -/۹
ذرہ غور یوسف ناظم

زہر عشق مرتبہ عطیہ پروین -/۱
جدید اردو لسانیات ڈاکٹر امیر اللہ خاں شاہین ۵/۵۰
فسانہ عجائب کا بنیادی متن ڈاکٹر محمود الٰہی -/۱۱
تنقیدی زاویے ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۱۰
جدید شاعری " " -/۲۰
ہست و بود (مضامین) عرش ملسیانی -/۱۰
مذہبِ عشق نہال چند لاہوری -/۶
دکنی کلچر ہارون خاں شیروانی -/۲
سب رس پر ایک نظر ڈاکٹر سہیل بخاری -/۴
سیرتِ اقبال محمد طاہر فاروقی -/۱۲
سب رس کا تنقیدی مطالعہ احسان الحق اختر ۲/۵۰
شعرائے اردو کے تذکرے ڈاکٹر سید عبداللہ -/۴
فکری زاویے ظہیر الدین صدیقی -/۴
قدیم اُردو ارشاد نامہ مرتبہ اکبر الدین صدیقی -/۱۰
مختصر فرہنگ پدماوت محمد انصار اللہ -/۵
مقدمات عبدالحق ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۲۵
میر ضمیر اکبر حیدر کاشمیری -/۸
میر اور میریات صفدر آہ -/۱۵
مطالعۂ ولی شارب ردولوی -/۱۰
ملا وجہی کے انشائیے جاوید وشسٹ -/۸
غالب اور ذوق کا ضیاء الدین احمد شکیب -/۶
غزل اور مطالعۂ غزل ڈاکٹر عبادت بریلوی -/۲
مومن شخصیت اور فن ظہیر الدین صدیقی -/

مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد ۵/-
مکاتیب گیلانی منت اللہ رحمانی ۱۰/-
بابا شیخ فرید الدین گنج شکر گوربچن سنگھ طالب ۲/-
ہندوستان آج اور کل محمد ذاکر ۱/-
فکر پیما عصمت جاوید ۱۲/-
عربی لٹریچر میں قدیم ہندوستان } خورشید احمد فاروقی ۱۱/-
اردو الفاظ شماری حسن العین احمد ۸۵/-
ہندی ادب کی تاریخ ڈاکٹر محمد حسن ۱۸/-
ایک شہر پانچ مشاہیر عبد القوی دسنوی ۴/-
ارمغانِ مالک مرتبہ گوپی چند نارنگ ۴۰/-
افکارِ محروم " مالک رام ۵/-
آثارِ محروم " گوپی چند نارنگ ۵/-
آرٹ سیّد مجید اللہ ۳/-
ادب اور زندگی مجنوں گورکھپوری ۵/-
نشائے بے خبر سید مرتضیٰ حسین بلگرامی ۱/-
ببلوگرافیا اردو ڈراما اوّل، دوم } ڈاکٹر عبد العلیم نامی ۱۴/-
بمبئی میں اردو ڈاکٹر میمونہ دلوی ۱۲/۵۰
معراجِ سخن علی سردار جعفری ۵/-
تلاش و توازن ڈاکٹر قمر رئیس ۶/۵۰
تصورات اقبال صلاح الدین احمد ۱۲/۵۰
[illegible]نامہ شرح (مکمل) یوسف سلیم چشتی ۷۵/-
[illegible] سیّد مجاہد حسین حسینی ۳/-
[illegible] آئینہ طالب کاشمیری ۱۲/-

جگن ناتھ آزاد اور اس کی شاعری } مرتبہ حمیدہ سلطان ۵/-
روسی فکر اور مفکر ل۔ احمد ۵/-
عکس و شخص عنوان چشتی ۵/-
غالب نما مرتضیٰ حسین بلگرامی ۲/۵۰
غالب حقیقت کے آئینے میں ہنس راج رہبر ۱۶/-
نذرِ عرشی مرتبہ مالک رام ۴۰/-
نذرِ ذاکر " ۴۰/-
ہم عصروں پر غالب کا اثر ظفر ادیب [illegible]
ہماری تہذیبی میراث سید عابد حسین [illegible]
جادۂ اعتدال عبد المغنی ۱۶/-
غالبیات کے چند مباحث ابو محمد سحر [illegible]
اوراقِ مصور دلی یونیورسٹی ۵/-
دہلی اردو اخبار خواجہ احمد فاروقی ۱۰/-
فن سوانح نگاری ڈاکٹر امیر اللہ خاں شاہین ۳۵/-
داستان سے افسانے تک وقار عظیم ۱۰/-
لکھنؤ کا دبستان شاعری ابو اللیث صدیقی ۲۰/-
میر حسن اور ان کی ادبی خدمات } ڈاکٹر فضل الحق ۱۵/-
فسانۂ عجائب مرتبہ اطہر پرویز ۱۲/۵۰
فن اور تنقید " انور کمال حسینی ۱۰/۵۰
کربل کتھا " مالک رام ۷/۵۰
کیا خوب آدمی تھا مرتبہ ڈاکٹر عابد حسین ۲/-
مبادیاتِ تحقیق عبد الرزاق قریشی ۶/-
مضامینِ عابد ڈاکٹر سید عابد حسین ۴/-

حسن بھاوین ڈاکٹر عبدالستار دلوی ۲/۲۵
میرزا مظہر جان جاناں اور ان کا کلام } عبدالرزاق قریشی ۶/
ملاحظات نفسی ل۔ احمد ۲/۵۰
متنی تنقید خلیق انجم ۴/۵۰
مرحوم دلی کی ایک جھلک } مرتبہ شمیم احمد ۲/۵۰
میر انیس سید سفارش حسین ۲/۵۰
نئی نسل کی نئی غزل متین سید ۴/
یاد ایام ضیاء الحسن علوی ۱/۵۰

شعری مجموعے

آؤ کوئی خواب بنیں ساحر لدھیانوی ۸/
اشعار حسن نعیم ۸/
نیم بہار (رباعیات) اے سی بہار ۶/۷۵
صدائے تیشہ راشد آذر ۶/
نقش آذر " ۲/
سر وادی سینا فیض احمد فیض ۲/
ولاس یاترا کمار پاشی ۱۰/
اردو کی منتخب شاعری " ۴/
گنج رواں عتیق احمد عتیق ۶/
حرف نیم شب شمیم کرہانی ۶/
کلام ظفر بہادر شاہ ظفر ۲/
دو قدم ایک منزل شایاں قدسانی ۵/
سوندھی مٹی کی خوشبو خورشید افسر ۲/

شش جہت سلمان عباسی
زخموں کے گلاب صلاح الدین نیر ۔
انوار سحر ڈاکٹر انوار الحسن
آتش سیال ساجدہ زیدی
نذر رسالت دل ایوبی
چنگاری سید معصوم حنفی اجمیری
کلیات انور حافظ انور کاٹھوی ۵۰
شعر و نغمات فیاض احمد خاں فیاض
ایک خواب اور علی سردار جعفری ۵۰
کیف و اضطراب سید لطیف الرحمٰن ۷۵
سنگریزے حیرت کوکنی /۵۰
خون جگر عاقل لاہوری ۲/۵۰
حرف شوق محمد منظور احمد ۲/۵۰
نجات سے پہلے قاضی سلیم ۲/
شعاعوں کی صلیب کرامت علی کرامت ۱/
آہنگ مجاز لکھنوی ۴/۵۰
خط رہگزر اکبر حیدرآبادی ۸/
کلیات فارسی ڈاکٹر اقبال ۵/
دیوان حافظ (مع ترجمہ) ۱۲/
نجات کے بعد یوسف ندیم ۳/
اعراف عبدالرحیم نشتر ۴/۵۰
دریافت کرشن کمار طور ۵/
خواب نئے ظفر ادیب ۶/
تنہا چاند مینا کماری ناز ۱۰/
جلتے کنول شمس فرخ آبادی ۲/

چلم نامہ　محمد یوسف پاپا　۲/-
چاندنی اساڑھ کی　راج نرائن راز　۳/-
حدیثِ دل　غلام ربانی تاباں　۲/۲۵
سفینۂ زرگل　فضا ابن فیضی　۱۲/-
لفظوں کا سفر　جمیل کلیمی　۶/-
بیاض　بدیع زماں خاور　۴/-
ٹوٹے شیشے کی آخری نظمیں　باقر مہدی　۱۴/-
دیوانِ نامی　اکبر حیدر کاشمیری　۸/-
شیرازہ　مخمور سعیدی　۱۲/-
خالی مکان　محمد علوی　۴/-
متاعِ کلیم　کلیم احمد آبادی　۴/-
آواز کا جسم　مخمور سعیدی　۱۰/-
انتخاب حالی　مرتبہ سید سفارش حسین　۱/۱۵
اجنتا　جگن ناتھ آزاد　-/۷۵
آواز کا رنگ　غیاث صدیقی　۵/-
اوراقِ مصور　سکندر علی وجد　۷/-
انتخابِ قائم　مرتبہ عابد رضا بیدار　۱/-
انتخابِ کلام شیفتہ　مرتبہ خواجہ ذکی احمد　۱/۵۰
بیکراں　جگن ناتھ آزاد　۴/۵۰
بچوں کی دنیا　تلوک چند محروم　۴/-
بزمِ خیال　سیدہ فرحت　۱/-
بوئے گل　سید نظر برنی　۴/-
پیراہنِ شرر　سردار جعفری　۳/-
دیواریں　مہیش چندر نقش　۵/-
گرد کا درد　کیف احمد صدیقی　۳/-

کالے کاغذ کی نظمیں　باقر مہدی　۱/-
گلِ رعنا　مرتبہ مالک رام　۱۰/-
پہلے آسمان کا زوال　کمار پاشی　۴/-
ہجر و وصال　پرکاش پنڈت　۲/۵۰
حیات و کائنات (مثنوی)　عبدالمجید　۳/-
حروف　بدیع الزماں خاور　۴/۵۰
خلش　سیفی پریمی　۲/-
دہلی کی جامع مسجد　جگن ناتھ آزاد　۳۵
ذوقِ سفر　غلام ربانی تاباں　۵/-
ذوقِ جمال　عنوان چشتی　[illegible]
رباعیاں　مرتبہ علی سردار جعفری　[illegible]
رفیع احمد کے مزار پر　جگن ناتھ آزاد　۳۵
سوزِ حیات　یحییٰ جدن والا　۵۰/
سیاہی کی ایک بوند　آنند نرائن ملا　[illegible]
سو شعر مصحفی، درد، حسرت، اصغر، فانی۔ دورِ متوسطین اور دورِ متقدمین　فی ۳۱/
شرارِ سنگ　عرش ملسیانی　۱/-
شعلۂ زار　دوارکا داس شعلہ　[illegible]
صدائے دل　ساحر بھوپالی　[illegible]
غزل　مجروح سلطانپوری　۱/-
کبیر بانی　مرتبہ علی سردار جعفری　۱/-
معرکۂ کربلا　آلم مظفر نگری　۲/-
مراثی میر دوم　مرتبہ اختر لکھنوی　۱/-
ماتم نہرو　جگن ناتھ آزاد　۷۵

ن ناتھ آزاد ۴۵/-
متاعِ تسکین تسکین قریشی ۳/-
نیرنگ معانی تلوک چند محروم ۵/-
نوید عصر لینن نیاز حیدر ۱/-
نغمۂ فردوس علامہ محوی لکھنوی ۱/۵۰
نذرِ وطن مرتبہ دور آفریدی ۱/۷۵
وطن میں اجنبی جگن ناتھ آزاد ۳/۵۰
یدِ بیضا ساحر بھوپالی ۳/-
دیدۂ حیراں مظفر حنفی ۴/-
خرابا من موہن تلخ ۱۰/-
میرا وطن ہندوستان بدیع الزماں خاور ۴/-
صلیبیں میرے دریچے میں فیض احمد فیض ۱۵/-

ناول، افسانے، ڈرامے، طنزیہ خاکے

خزاؤں کے بعد مسرور جہاں ۸/۵۰
اردنا نعیمہ ملک ۶/۵۰
دھندلکے عظمت رضا ۱۰/۵۰
صابرہ روبینہ چودھری ۱۰/-
فارہہ سیدہ ماجدہ خاتون ۱۳/-
آبروئے دل ملکہ معین ۱۱/-
علی آنکھوں کا سپنا شاہد پرویز ۶/-
شگوفہ زار خواجہ عبدالغفور ۱۰/-
موٹا پیار تنویر زہرہ بخاری ۸/۵۰
بی رضیہ بٹ ۷/-
نور گلشن نندہ ۳/-

یادوں کی دھول عادل رشید /-
جیب کترے امرتا پریتم /-
ایک رات راج دتش /-
گونگے بھگوان کوثر چاندپوری ۵/-
اصلی نقلی چہرے ملک خالد ۳/-
خادمہ بینا زار ۸/۵۰
نواب زادی حمیدہ جبیں ۸/-
نایاب فرزانہ نصیر ۷/-
دیوانی ماہ مبیں ایم اے ۸/-
نوازش سلمیٰ کنول ۷/-
ماہِ لقا زبیدہ سلطانہ ۱۰/-
شاداں رضیہ بٹ ۱۰/-
رخشاں مشرف تمیز ۱۰/-
آئینے اکیلے ہیں کرشن چندر ۵/-
بے جڑ کے پودے سہیل عظیم آبادی ۳/۵۰
مشینوں کا شہر کرشن چندر ۵/-
لاہور کا جو ذکر کیا گوپال متل ۶/-
سیلانی ڈاکٹر ہ۔عابدی ۵/-
دھوپ کی عینک وجاہت سندیلوی ۴/-
محبت کی راہیں عفت موہانی ۵/۵۰
کھوئی ہوئی جنت وسیم بانو ۱/-
چنبل کی چنبیلی کرشن چندر ۸/-
ہنسنے اور پھنسنے ابراہیم جلیس ۴/۵۰
جھیل اور کنول اے حمید ۱۰/-
خونِ تمنا کی بہار محمد سلیمان تنویر ۷/-

کتاب	مصنف	قیمت
شرارہ	عظمت رضا	۹/-
دل کی بازی	زکی انور	۴/۵۰
وارڈن	شرف خانم اشرفی	۶/۵۰
سہاگ کی مہندی	احمد کمال	۵/-
پرواز	شفیق الرحمٰن	۳/۵۰
کرنیں	"	۳/۵۰
شگوفے	"	۴/۵۰
پچھتاوے	"	۳/۵۰
حماقتیں	"	۴/۵۰
مزید حماقتیں	"	۶/۵۰
مدوجزر	"	۳/۵۰
میلا آنچل	تنویر زہرہ بخاری	۸/-
مسیحا	عظمت رضا	۷/۵۰
چنگیز خان	رئیس احمد جعفری	۸/-
چھوٹی سرکار	عطیہ پروین	۴/-
دل اور دیا	رشید پروین	۹/-
شبو	رضیہ بٹ	۶/-
رومانوں کی بستی	"	۸/-
لغزش	"	۱۲/۵۰
مہکتی شام	عادل رشید	۶/۵۰
دیپ اور دل	" "	۶/۵۰
یادوں کی برات	جوش ملیح آبادی	۱۵/-
بھیانک مورتی	کرنل رنجیت	۳/-
سات ہندوستانی	احمد عباس	۲/۵۰
آنکھ کی چوری	کرشن چندر	۲/۵۰
رات اندھیری ہے	موہندر ناتھ	۵۰
دامن کی آگ	مانک ٹالہ	[illegible]
وفا	احمد کمال	۷/-
میڈم	شرف خانم اشرف	۰/-
غالب کے رومان	عارف بٹالوی	۷/-
بہت دیر کردی	نعیم سرور	۹/۵۰
انارکلی	امتیاز علی تاج	[illegible]
پرچھائیوں کی وادی	انور نسیم	۵/-
تلخیاں	رشید اختر ندوی	[illegible]/۵۰
جنگل کا راجہ	خان محبوب طرزی	[illegible]
چائے کے باغ	قرۃ العین حیدر	[illegible]
دلی جو ایک شہر تھا	راجندر لال ہانڈا	[illegible]
قصہ رات کا	انور نسیم	۱۲/
روشنی کی کرن	رضا الجبار	۴/-
زندگی کے کھیل	صالحہ عابد حسین	۲/۵۰
ہیم کماری	" "	۲/-
دشمن داماں	سلمیٰ کنول	۱۲/-
امانت	" "	۷/۵۰
کاشفہ	راشدہ قمر	۱۲/-
تخت باغ	مسز عبدالقادر	۸/-
شینو	ثریا بانو	۶/-
چوپٹ راجا	فکر تونسوی	۶/
سبزہ بیگانہ	نور پیکار	۶/-
سلیما	بلقیس ظفر	۸/-
اداس نسلیں	عبداللہ حسین	۱۵/-

بڑے اخلاق حسین عارف ۵/-
یہ ایف ۰ ایم برق آشیانوی ۳/-
تیر نیم کش بھارت چند کھنہ ۵/-
کملا (چکبست) مرتبہ عطیہ نشاط ۲/۵۰
متاعِ درد رضیہ فصیح احمد ۱۰/-
نایاب فرزانہ نسرین ۷/-
منٹو کے ادبی مضامین منٹو ۷/-
ایک کرن اُجالے کی ضیا عظیم آبادی ۵/-
پنہارن ایم۔آر۔آئی باسط ۱/۵۰
سائڈ سے چلیے مسیح انجم ۲/۵۰
شہرِ آرزو عفت موہانی ۴/۵۰
سویرے " " ۶/۷۵
دشتِ دل مظہر الحق ۸/-
خانقاہ " ۱۰/-
شہر سے دور اختر بستوی ۴/-
شہر ممنوع واجدہ تبسم ۱۲/-
طوسیہ روبینہ نازلی ۸/-
آئینہ بیگم وائی علی خاں ۹/-
عرشی عابدہ نسرین ۱۲/۵۰
سیمیہ فیروز جہاں ۸/-
مشو ۱۰/۵۰
دل کا شہر ۱۰/-
ماڈرن قصہ چہار درویش مانک ٹالہ ۶/-
پتھر اور آئینے ناز بریلوی ۸/-
ثمینہ فرزانہ نسرین ۶/-

وفا فرزانہ یاسمین ۱/-
پھول مسکرائے نیلوفر تیموری ۱/-
سوزیہ روبینہ نازلی ۱/-
تیری آنکھوں کے دیئے عطیہ پروین ۱/-
موتا زرینہ ضمیر ۲/۵۰
فن جوڈو اطہر حسین راہی ۱۰/-
دو بوند پانی خواجہ احمد عباس ۲/۵۰
کینسر وارڈ دوم ترجمہ گوپال متل ۴/-
صبوحی طاہر بخاری ۸/-
فرناز رابعہ خاتون ۱۲/-
شہپر اقبال ۱۵/-
شاخِ بریدہ حمیدہ جبیں ۹/-
مقدس نیکلس رائڈ ہنگرتو ۹/-
شگاف مسرور جہاں ۶/-
فریب حمیدہ جبیں ۶/-
گلگونہ قمر نقوی ۸/-
سانچ کو آنچ شوکت تھانوی ۳/۵۰
غالب کے ڈرامے " " ۴/۵۰
سرکنڈوں کے پیچھے سعادت حسن منٹو ۳/-
شکار بیتی ریحان احمد عباسی ۳/۵۰
شہناز ترجمہ حبیب اشعر ۳/۵۰
صفیہ سلمیٰ محبوب ۴/-
فٹ نوٹ یوسف ناظم ۲/۵۰
کوئی درد آشنا بھی نہیں صغرا مہدی ۱/۵۰
مکالمہ غالب مرتضیٰ حسین بلگرامی ۴/-

وہ لڑکی — پرویز — ۲/-

ہم جنم جنم کے ساتھی — عاشق شاہ — ۲/-

ہلاک فریب (ڈرامہ) — ترجمہ اثر لکھنوی — ۱/۲۵

جلتی چٹان نیا ایڈیشن — گلشن نندہ — ۶/-

تعلیم

اُردو ٹیچر — فیاض حسین جامی — ۰/۴۰

اُردو املا کا آسان طریقہ — عبدالغفار مدھولی — ۰/۷۵

خواتین — مولانا اسلم جیراجپوری — ۴/۵۰

درس تبلیغ — مقبول احمد سیوہاروی — ۲/۵۰

ایک طالب علم کی کہانی — عبدالغفار مدھولی — ۲/-

بچوں کی نفسیات — عبدالرؤف — ۵/۵۰

تعلیم کا مسئلہ — سید حامد علی — ۰/۴۰

تعلیم اور زندگی کی اہمیت — جے کرشن مورتی — ۳/-

تعلیم کے چند پہلو — ہنری چانس — ۲/-

جامعہ کی کہانی — عبدالغفار مدھولی — ۶/-

فلسفۂ تعلیم و تربیت — رئیس احمد جعفری — ۶/-

کھیل کے ذریعے تعلیم اوّل — عبدالغفار مدھولی — ۲/-

" " " دوم — ۱/-

گفتگو اور تقریر کا فن — ڈیل کارنیگی — ۶/۵۰

مدرسہ ابتدائی کی کہانی — عبدالغفار مدھولی — ۲/-

مسئلہ تعلیم طریقہ تعلیم — مولانا محمد میاں — ۲/۵۰

نظریہ تعلیم دوم — قاضی عبدالحمید — ۳/۱۲

اردو ہندی شبد کوش — مرتبہ گورنمنٹ اترپردیش — ۱۸/-

مذہب اور تاریخ اسلام

احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی اہمیت — محمد تقی امینی — ۹/-

اخبار التنزیل — محمد اسماعیل سنبھلی — ۶/-

الدین الحنیف — مولانا حماد احمد صدیقی — ۱۵/-

اسلام اور اس کا آئین حکومت — غلام محمد — ۳/۵۰

اسرار کائنات و اشرف المخلوقات — ڈاکٹر اختر احمد — ۳/۵۰

پیغمبروں کی کہانیاں — شبنم قادری — ۳/۵۰

تعلیمات اسلام اوّل — مولانا عبدالسلام قدوائی — ۶/-

" " دوم " " — ۲/۲۵

حج کا سفر — محمد رضا انصاری — ۵/۵۰

تاریخ عرب — سرسید احمد خاں — ۸/۵۰

سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ — مولانا محمد میاں — ۲/-

عورت اور اسلامی تعلیم — مالک رام — ۳/-

غریب القرآن فی القرآن — میرزا ابوالفضل — ۱۶/-

فتاویٰ فرنگی محل — محمد رضا انصاری — ۳/۲۵

مجموعہ سیرت رسولؐ — محمد اسلم صدیقی — ۱۱/-

نکات قرآن — مولانا اسلم جیراجپوری — ۲/-

ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت — آصف فیضی — ۶/۵۰

مطبوعات مکتبہ جامعہ ایک نظر میں

ادب، تنقید، انشاء

نظر اور نظریے — آل احمد سرور — ۱۰/۵۰
طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۹/-
اشخاص و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — ۶/۵۰
تجزیے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۱/-
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۱۲/۵۰
خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین — ۱۲/-
حسرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۲/-
کاروان فکر — " " — ۳/۷۵
اردو نثر — سید ظہیر الدین مدنی — ۱۲/۵۰
اردو مرثیہ — سید سفارش حسین — ۶/-
بکھرے ورق — سونیتی کمار چٹرجی — ۳/-
پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۵/۷۵
غزل سرا (اردو) — مجنوں گورکھپوری — ۶/-
نقد اقبال — میکش اکبرآبادی — ۴/۲۵
فسانہ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن دہلوی — ۴/-

تذکرہ، سیرت و شخصیت

اکابر تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/-
تذکرہ معاصرین — مالک رام — ۱۵/-
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — ڈاکٹر سالم قدوائی — ۱۴/-
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۶/۵۰
تذکرہ جگر — محمود علی خاں — ۲/-
قلم کا مزدور — مدن گوپال — ۴
گنجہائے گراں مایہ — رشید احمد صدیقی — ۶/-
ہم نفساں — " " — ۵/۲۵
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبد اللطیف اعظمی — ۵/۵۰
داستان اشک شوئی — خواجہ غلام السیدین — ۱/۲۰
شراب کہنہ — رشید نعمانی — ۳/۲۵
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۴/۲۵

تاریخ، سیاسیات، روداد

مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۶/۵۰
دنیا اسلام سے پہلے اسلام کے بعد — عبد السلام قدوائی
مجلد ۳/۲۵ غیر مجلد ۲/۷۵
اسلامی عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی — ۴/-
مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۵/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے — ترجمہ مولانا جمال الدین اعظمی — ۲/۲۵
تعلیمات اسلام (اول - دوم) — مولانا عبد السلام قدوائی — ۴/-
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۴/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۲/-

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ طاہر محمود ۴/-
کتاب کی کہانی سید احمد حسن تقوی ۱/۵۰
امن کا راستہ عبدالغفار مدھولی ۳/-
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات سری پرکاش ۴/-
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت } اے اے فیضی ۵۰/-
تاریخ الامت (اوّل) مولانا اسلم جیراجپوری ۲/۷۵
" دوم " " ۴/-
" سوم " " ۲/۷۵
" چہارم " " ۳/۲۵
" پنجم " " ۳/۲۵
" ششم " " ۳/۲۵
" ہفتم " " ۲/-
" ہشتم " " ۳/۲۵
کچھ پرانے خط دوم پنڈت جواہر لال نہرو ۸/-
یادگار شخصیتیں " ۵/۵۰
کشمیر پر حملہ کرشنا مہتہ ۲/-

سفرنامے

گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں } پیارے لال ۵/-
عروس نیل سلطانہ آصف فیضی ۳/۲۵

تعلیم و تربیت

بنیادی اساتذہ کے لیے ڈاکٹر سلامت اللہ (زیر طبع)
جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/۵۰
چند پروجیکٹ " ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری
ہم کیسے پڑھائیں؟ ڈاکٹر سلامت اللہ (زیر طبع)
تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین ۵۰
کھیل کے ذریعے تعلیم (اوّل، دوم) عبدالغفار مدھولی
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " "
جامعہ کی کہانی " " ۱/-

ناول

جلیس انور کمال حسینی ۱/۵۰
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۱/-
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۱/۵۰
دلدل " " ۱/۵۰
سات سال ترجمہ " " ۵/۲۵
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ۸/-
الجھی ڈور " " ۴/۵۰
پا بجولاں صغرا مہدی ۶/-
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۳/۵۰
زندگی کی لہر ساومنگ ۳/-
آدمی کا مقدر ترجمہ قرۃ العین حیدر ۱/-
آلیس کے گیت " " " ۲/۷۵
خیالی پلاؤ " " " ۱/-
ڈنگو " " " ۲/۲۵
ماں کی کھیتی " " " ۲/-
لودوکیہ " " " ۱/۷۵
پت جھڑ کی آواز " " ۶/-
ایک تھی انیتا امریتا پریتم ۳/۲۵

ترجمہ انور عظیم ۵/-
ار مرتب رشید حسن خاں ۲/۷۵
منشی پریم چند ۲/۷۵
ن " ۱۱/-
عمل " " ۸/۵۰
ات " " ۴/-
موسم مہندر ناتھ ۳/۵۰
پتا سلطانہ آصف فیضی ۲/۲۵
ر ناتمام ترجمہ زہرہ سیدیں ۲/-
شام " بلقیس جہاں ۷/۵۰
ل صالحہ عابد حسین ۷/۵۰
ح الدین ایوبی قاضی عبد الستار ۳/۷۵
مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی ۶/-

انے اور خاکے

اور دوسرے افسانے آصفہ مجیب ۱/۵۰
حویلی مرزا محمود بیگ ۲/-
کا سفر رام لعل ۴/-
تان سجاد حیدر یلدرم ۳/۷۵
احب اوپندر ناتھ اشک ۲/۵۰
ر پروفیسر محمد مجیب ۲/-
ے جیلانی بانو ۴/۷۵
اری مہندر ناتھ ۲/۵۰

راما

ی ساگر سرحدی ۳/۷۵
آرا (اوسرا) رفعت سروش ۴/۵۰

آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۴/-
جان پار " " ۱/۳۷
آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۱/۷۵
خانہ جنگی " " ۱/۷۵
انجام " " ۱/۲۵
کھیتی " " ۱/۲۵
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دگل ۴/-
آئینۂ ایام ترجمہ خلیق احمد ۳/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۱/۷۵
کیا خوب آدمی تھا " " ۲/-
دروازے کھول دو کرشن چندر ۲/۵۰
سراج الدولہ ترجمہ اشفاق حسین ۱/۵۰
موت پر فتح جیالال سانہ ۱/۲۵
نقش آخر اشتیاق حسین قریشی ۱/۷۵

نظم

نئی نظم کا سفر مرتبہ خلیل الرحمٰن اعظمی ۱/۵۰
آتش گل جگر مراد آبادی ۶/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۷/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۷/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۴/۵۰
مثنوی سحر البیان مرتب رشید حسن خاں ۱/۷۵

بچوں کی کتابیں (مذہب)

ارکان اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۵۰
عقائد اسلام " " -/۵۰
رسول پاک عبد الواحد سندھی ۱/۸۰

چار یار الیاس احمد مجیبی ۲/۵۰
آں حضرت " " (اردو) ۶۵/-
" " " (ہندی) ۶۰/-
پاک کہانیاں دو حصوں میں } مقبول احمد سیوہاروی ۲/۴۵
خلفاء اربعہ خواجہ عبدالحیٔ فاروقی ۲/۲۵
نبیوں کے قصے " ۱/۲۵
مسلمان بیبیاں اعجاز الحق قدوسی ۷۵/-
ہمارے رسول خواجہ عبدالحیٔ فاروقی ۱/۶۵
ہمارے نبی سید نواب علی رضوی (اردو) ۷۵/-
" " " (ہندی) ۴۴/-
سرکار دو عالم محمد حسین حسان ۲/-
سبیل الرشاد " ۱/-

معلومات

آدمی کی کہانی مشتاق احمد اعظمی ۷۵/-
دنیا کے بچے محمد حسین حسان ۱/-
انوکھا عجائب خانہ " " (۴ حصے) ۱/۸۰
میرانیس " " ۱/۲۵
بجلی کی کہانی علی احمد خاں ۵۰/-
بڑدادا کی کہانی محمد عبدالغفار ۵۶/-
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم ۳/۵۰
" " پنجم ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی ۴۴/-
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین ۸۵/-
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی ۱/۵۰

تاریخ ہند کی کہانیاں (اوّل) خجستہ
" " " دوم ضیا
" " " سوم مشتاق
" " " چہارم "
رابندر ناتھ ٹیگور صفدر حسین
سماجی زندگی (اوّل) احمد [illegible] غلام
" " دوم "
" " سوم "
" " چہارم "
سمندر کے کنارے سلطانہ آصف فیضی
" " نیچے " "
قدرت کے کرشمے ادارہ
ہماری پارلیمنٹ کیلاش چندر

کہانیاں، ناول، ڈرا

چینی کی گڑیا محمد حسین حسان ندوی
بہادر سیاح " "
چچا غالب مرتبہ " "
تانبیل خاں " "
شیر خاں ترجمہ قرۃ العین حیدر
بھیڑیے کے بچے " "
ہرن کے بچے " "
میاں ڈھینچو کے بچے " "
لومڑی کے بچے " "
بہادر " "
سونے کا پنجرہ احسان الحق ۵

شہزادی ابرار حسن -/۱
ودا " " ۱/۷۰
غاں " " -/۹۰
اجہ " " -/۱
عبدالرحمن چغتے) } ایل لاگن -/۴
ہزادہ کا سر بن گیا کوثر بانو -/۳۰
عادت عبدالغفار مدھولی -/۵۰
کا " -/۵۰
ار لڑکا " -/۵۰
کہانی محمد امین ۱/۷۵
ر خضر برنی -/۴۵
تے مجیب احمد خاں -/۵۰
ترجمہ " " ۱/۷۵
اب آصفہ مجیب ۱/۷۵
کرنہ جانا " " (زیر طبع)

تین کوڑیاں اقبال امروہوی ۱/۲۰
پریم کی جیت اسد اللہ کاظمی -/۲۷
ترکوں کی کہانیاں مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ -/۵۵
مزہ چکھائیں گے " " -/۳۵
چھوٹی لالٹین مشتاق احمد -/۳۱
تین اناڑی عصمت چغتائی ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق -/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے ایم۔ ندیم ۱/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر محمد معین -/۳۵
ستاروں کی سیر کرشن چندر ۱/۷۵
ڈاکو کی گرفتاری ایم ندیم -/۵۰
لال مرغی عبدالواحد سندھی -/۵۰
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں -/۶۵
ننھا ٹٹو خورشید سلطان -/۳۰
چنبیلی محمد حسین حسان -/۵۰
شیدا پروفیسر محمد مجیب -/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
کاندار " " -/۳۱
" " -/۳۱
درزی " " -/۳۱
" " -/۳۱

کلو حلوائی مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
عبدالرحمن راج " " -/۳۱
مرغی پالیے " " -/۵۰
نصیب خاں حجام " " -/۳۱

تمدن و معاشیات

چناؤ کے بھید مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱

ضلع کی سرکار	مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	-/۳۱	غوث پاک	مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جا
کارخانوں کے قانون	" "	-/۳۱	گاندھی جی (اوّل)	" "
جھلکیاں			" " دوم	" "
احمد علی	" "	-/۳۱	گرونانک	" "
سید سلیمان	" "	-/۳۱	مصطفےٰ کمال دوم	" "
احمد ندیم	" "	-/۳۱	نظام الدین اولیاء	" "
اکبر الہ آبادی	" "	-/۳۱	کرشن کنہیا	" "
حیات اللہ انصاری	" "	-/۳۱	**کہانیاں**	
سہیل عظیم آبادی	" "	-/۳۱	کہانیاں (اوّل)	" "
عبدالحق	" "	-/۳۱	" دوم	" "
میر امن	" "	-/۳۱	پنچ تنتر "	" "
نذیر احمد	" "	-/۳۱	" سوم	" "
حفظانِ صحت			**کھیتی باڑی**	
دق اور اس کا علاج	" "	-/۳۱	آم کے باغ لگائیے	" "
زچہ بچہ	" "	-/۳۱	اپنی کھیتی کو ایک چک کرو	" "
طاعون اور چیچک	" "	-/۳۱	پپیتے کے باغ لگائیے	" "
فوری علاج (دم گھٹنا)	" "	-/۳۱	پھلوں کی کھیتی	" "
" " (حادثہ)	" "	-/۳۱	پیڑوں کی کانٹ چھانٹ	" "
" " (ہڈی ٹوٹنا)	" "	-/۳۱	جانور بھلا چنگا رہے	" "
ڈراما اور سوانح			ساگ سبزی اگائیے	" "
استری دھن	" "	-/۳۱	کوآپریٹو فارمنگ	" "
ٹھیک بات چیت کی سج	" "	-/۳۱	کھاد بنائیے کھاد ڈالیے	" "
اجمیری خواجہؒ	" "	-/۳۱	لیموں، انار، بیر	" "
امیر خسروؒ	" "	-/۳۱	مقدمے کی مار	" "
سوامی دیانند	" "	-/۳۱	نتھو جوان ہوگیا	" "

مذہب

ودوَد شریف مرتبہ ادارۂ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
ابن ماجہ شریف " " -/۳۱
نسائی شریف " " -/۳۱
کفن دفن " " -/۳۱

معلومات

پانچ تارے " " -/۳۱
دن رات (اوّل) " " -/۳۱
" " دوم " " -/۳۱
ہوائی جہاز (حصہ دوم) " " -/۳۱
فٹ بال " " -/۳۱
ہلکے پھلکے کھیل " " -/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت " " -/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

تین کا سانپ محمد حسین حسان -/۵۰
لی دوا " " -/۵۰
رت کا گھر " " -/۵۰
اوں کے پیدائش " " -/۵۰
پانی " " -/۷۵
پمک " " -/۸۲
تنی رشت " " -/۶۲
دشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ -/۵۰
بچوں کی بری عادتیں ڈاکٹر پی رادھا موگا -/۵۰
ں کی چھوٹی موٹی بیماریاں " " -/۵۰
گناہ مجرم شفیق الرحمن قدوائی -/۵۰

تین سوال عبداللطیف اعظمی -/۵۰
چھوٹی کی چوٹ معین الدین -/۷۵
پیچک مشتاق احمد -/۶۲
موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین -/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ -/۳۵
" " رنگین -/۴۰
اُردو کی پہلی کتاب -/۵۰
" " دوسری " -/۹۰
" " تیسری " ۱/۳۵
" " چوتھی " ۱/۵۰
" " پانچویں " ۱/۶۷
" " چھٹی " ۱/۷۵
" " ساتویں " ۱/۸۲
" " آٹھویں " ۱/۸۴

ہندی

سرل ہندی پرائمر -/۲۵
ہندی پرائمر (اوّل) -/۴۸
" " دوم ۱/-
بال پریم (اوّل) -/۸۷
" " دوم ۱/۱۲
" " سوم ۱/۲۵
" " چہارم ۱/۲۵
نو رتھات ۱/۰۰

ہے اور جو نہ صرف اس کی زندگی کے حقیقی معنی میں خواہش مند ہیں بلکہ اس کو پھولتا پھلتا اور پروان چڑھتا بھی دیکھنا چاہتے ہیں ۔

جمشید پور سے ایک صاحب نے ایک سو خریدار مہیا کرنے کی پیش کش کی ہے۔ گلبرگہ کے ایک اور ہمدرد جو ایک سو کا پیاں منگایا کرتے تھے یہ عزم رکھتے ہیں کہ اس کی اشاعت اپنے علاقے میں ایک ہزار تک پہنچا دیں گے اور سچ پوچھیے تو ایسے ہی حضرات کے خطوط نے ہمیں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کے لیے مجبور کر دیا۔ ان کے خطوں میں کئی ہمدردانہ مشورے بھی ہیں ۔

زیادہ تعداد ایسے احباب کی ہے جنھوں نے یہ رائے دی ہے کہ کتاب نما کے چندے میں اضافہ کر دیا جائے ۔ ہمیں یہی مشورہ زیادہ صائب اور قابلِ عمل معلوم ہوا۔ چنانچہ ہم نے طے کیا ہے کہ اس کا سالانہ چندہ بجائے ایک روپیہ کے دو روپے کر دیا جائے۔ یہ محض ہماری تجویز ہے۔ لیکن ہم بہتر اس کو سمجھتے ہیں کہ اس ضمیمے کے ذریعے زیادہ سے زیادہ اصحاب کی رائے معلوم کریں۔ اگر قارئین کو اس تجویز سے اتفاق ہوا تو فروری کے "کتاب نما" کے باقاعدہ اجرا میں ہمیں کوئی تکلف نہ ہوگا۔

جن حضرات نے اضافے کی تجویز بھیجی ہیں ان سے تو یہ توقع ہے کہ وہ بخوشی اسے قبول کرلیں گے ۔ اس لیے کہ ان حضرات میں ایسے بھی ہیں جنھوں نے از خود دو روپے چندہ بھیج دیا ہے اور ایک صاحب دل اور ادب نواز ایسے بھی ہیں جو اپنی نوے روپے کی قلیل آمدنی کے باوجود پانچ روپے سالانہ تک کتاب نما کی نذر کرنے کو تیار ہیں ۔

ہاں، اپنے طور پر ہمیں اتنا ضرور کرنا ہوگا کہ اعزازی طور پر پرچہ بھیجنے کی روایت کو اراز کم اتنی مدت تک کے لیے ملتوی کر دیں جب تک رسالہ خود اپنے بار کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہو جائے ۔

ناشرین اور مصنفین سے ہم ایک بار پھر یہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ اپنے اشاعتی پروگرام سے ہمیں ضرور باخبر رکھیں ۔ اس میں بخل سے کام لینے میں ہمارا نہیں صرف ان ہی کا نقصان ہے ۔ اس قسم کی خبروں کی اشاعت کا کوئی معاوضہ ہم نہیں طلب کرتے ۔

اب دیکھنا ہے کہ ہماری ان گزارشات کا ردِّ عمل کیا ہوتا ہے۔ اُسی کی روشنی میں ہم کوئی آخری فیصلہ کر سکیں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں قارئین کرام

نئی شرح سے چندہ بھیج کر اپنے ارادے کا اظہار کریں گے۔

جو اصحاب پچھلی شرح سے چندہ بھیج چکے ہیں اُن سے مزید کوئی مطالبہ کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا لیکن ان سے یہ توقع بے جا نہیں کہ وہ نہ صرف آیندہ اپنی خریداری جاری رکھیں گے بلکہ نئے خریدار بنانے کی بھی ہر ممکن سعی فرمائیں گے تاکہ کتاب نما کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں مدد ملے اور ہم اس کے ذریعے زبان و ادب کی خدمت کرتے رہیں۔

جس قدر خطوط اس سلسلے میں آئے ہیں ان سب کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرنا اور جواب دینا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ ایسے تمام حضرات سے ہماری درخواست ہے کہ ان سطور کو ہی اپنے مکتوبات کی رسید اور جواب تصور فرما کر مزید شکر گزاری کا موقع دیں۔

افسوس ہے کہ ۶۷ء جاتے جاتے بھی کئی چرکے لگا گیا۔ ۱۴ر دسمبر کو جامعہ کے ایک پرانے طالب علم جناب محمد یوسف صاحب کا اچانک انتقال ہو گیا۔ یوسف صاحب نے جامعہ میں تعلیم پائی تھی۔ بی۔ اے کرنے کے بعد وہ مکتبہ جامعہ آگئے تھے جہاں کئی سال تک بڑی محنت اور لگن کے ساتھ کام کرتے رہے۔ مکتبہ سے علیحدگی کے بعد انھوں نے مکتبہ شاہراہ کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا۔ اس رسالے کا شمار معیاری رسائل میں ہونے لگا تھا۔ کئی علمی اور ادبی کتابیں بھی شائع کیں جو کافی مقبول ہوئیں۔ ان کی موت سے اردو بازار دہلی سونا اور اُردو ادب کی دنیا ایک اچھے، پڑھے لکھے اور سمجھدار پبلشر سے محروم ہو گئی۔

ہمیں اس صدمۂ عظیم میں بیگم یوسف، ان کے صاحبزادے، صاحبزادیوں اور عزیزوں سے دلی ہمدردی ہے۔

ابھی یہ غم تازہ ہی تھا کہ ۱۶ر دسمبر کو اُردو ہندی کے مشہور افسانہ نگار اور ادیب پنڈت سدرشن کے انتقال کی خبر بدشنی پڑی۔ آپ کی وفات سے افسانوی ادب میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پُر ہونا ممکن نہیں معلوم ہوتا۔

پنڈت سدرشن کا اصلی نام پنڈت بدری ناتھ تھا۔ آپ ۱۸۹۶ء میں بمقام سیالکوٹ (پاکستان) میں ہوئے۔ ۱۹۱۲ء میں پہلا افسانہ لکھ کر دنیائے ادب میں قدم رکھا اور بہت جلد بامِ عروج پر پہنچ گئے۔ یہ پہلا افسانہ اردو ہی میں لکھا گیا تھا۔ بہت دنوں

کے بعد آپ نے ہندی کو بھی اپنا لیا تھا۔ آج کل بمبئی میں مقیم تھے اور وہیں سے سفرِ آخرت اختیار کیا۔

اس سانحہ میں ہم ان کے فرزند سری کُل بھوشن اور دوسرے اعزا و اقربا سے ہمدردی ہے۔

ایجنٹ حضرات اب اس مفروضہ کے ساتھ اپنے آرڈر بھیجیں کہ آیندہ کتاب نما کے ایک پرچے کی قیمت میں پیسے ہوگی۔ اپنے مطالبہ سے ہمیں ۱۵ ر جنوری تک مطلع فرما دیں تو تعمیل میں سہولت ہوگی۔

ادبی خبریں

ساہتیہ اکادمی کے انعام کا اعلان

۲۴ دسمبر کو ڈاکٹر رادھا کرشنن، سابق صدر جمہوریہ ہند کی صدارت میں ساہتیہ اکادمی کا اجلاس ہوا جس میں اکادمی ایوارڈ کا اعلان کیا گیا۔ اس مرتبہ اردو اوارڈ مس قرۃ العین حیدر کو ان کی افسانوی مجموعے "پت جھڑ کی آواز" کو ملا۔ یہ مجموعہ مکتبہ جامعہ نے شائع کیا ہے۔ یہ انعام ایک تمغہ طلائی اور پانچ ہزار روپیہ نقد کی صورت میں دیا جاتا ہے۔

دوسرا نیشنل بک فیر

اس سال نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کے زیر اہتمام ہونے والا دوسرا پندرہ روزہ بک فیر اپل۔ آئی۔ سی گراؤنڈ کیناٹ پلیس، نئی دہلی میں منعقد کیا گیا ہے۔ بک فیر کا افتتاح عزت مآب جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب، صدر جمہوریہ ہند نے ۱۷ دسمبر ۱۹۶۷ء کو فرمایا۔

بک فیر کے خوب صورت اور وسیع مرکزی پنڈال میں ہندوستان کی سب ہی قومی زبانوں پر مشتمل کم وبیش دس ہزار منتخب کتابوں کی عام نمائش لگائی گئی ہے۔ یہ کتابیں صرف وہ ہیں جو ۱۹۶۴ء کے بعد ہندوستان ہی میں شائع ہوئی ہیں ان کی تعداد کچھ اس طرح ہے:-

۱۔	اُردو	۴۵۰	۶۔	پنجابی	۴۰۰
۲۔	اُڑیا	۱۰۰	۷۔	تامل	۲۵۰
۳۔	آسامی	۱۰۰	۸۔	تلگو	۱۰۰
۴۔	انگریزی	۲،۰۰۰	۹۔	سندھی	۲۰۰
۵۔	بنگالی	۵۰۰	۱۰۔	سنسکرت	۱۰۰

۱۱- کنڑی	۲۰۰	۱۴- ملیالم	۲۰۰
۱۲- گجراتی	۵۰۰	۱۵ ہندی	۲،۵۰۰
۱۳- مراٹھی	۵۰۰		

نمائش کے اُردو سیکشن کی ۹۰ فی صدی کتابیں مکتبہ جامعہ نے فراہم کی ہیں۔

اس عام نمائش کے علاوہ ہندوستان کے تمام مشہور اور معروف ناشروں اور کتب فروشوں نے بُک فیر میں اپنی اپنی دُکانیں اور شوروم ترتیب دیے ہیں۔ مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے اشاعتی شعبوں اور چند بیرونی ممالک کے سفارت خانوں کی طرف سے اسٹال سجائے گئے ہیں۔

پورے بُک فیر میں اُردو کتابوں کا صرف ایک ہی اسٹال ہے۔ یہ اسٹال مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کا ہے۔ افتتاح کے دن جب ذاکر صاحب قبلہ کو کسی نے بتایا کہ بُک فیر میں مکتبہ جامعہ نے بھی شرکت کی ہے تو موصوف بطور خاص مکتبہ کے اسٹال پر تشریف لائے اور اراکین مکتبہ جامعہ کی ہمت افزائی فرمائی۔

بک فیر میں ایک آڈیٹوریم بھی ہے یہاں دن کے وقت کتابوں کی تیاری، اُن کی طباعت واشاعت اور اُن کی فروخت کے بارے میں مباحثے، سیمنار اور سمپوزیم منعقد ہوتے ہیں۔ رات کے وقت ہندوستان کی مختلف زبانوں کے رنگا رنگ کلچرل پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ ۲۸ دسمبر کو اردو پروگرام کے تحت جامعہ ڈرامیٹک سوسائٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ کی طرف سے "چلتا پرزہ" ڈراما پیش کیا جائے گا۔ ڈرامے کے فوراً بعد آل انڈیا ریڈیو کی طرف سے محفلِ مشاعرہ منعقد ہوگی۔

نیشنل بک ٹرسٹ کے ذمہ دارانِ خاص طور پر اس کے سکریٹری جناب کرتار سنگھ دُگل — اُردو کے جانے پہچانے ادیب اور ڈرامہ نگار — بک فیر کی کامیابی کے لیے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔

گرلز کالج میں اُردو ایم۔ اے

مکشمی بائی گرلز کالج بھوپال میں اس سال اُردو میں ایم۔ اے کلاس شروع کر دی گئی ہے۔ وکرم یونیورسٹی کا یہ تیسرا کالج ہے۔ جہاں دوسرے مضامین کے

نہ اردو میں ایم۔اے کا انتظام کیا گیا ہے۔مذکورہ کالج نومدھیہ پردیش کا پہلا
مدگرلز کالج ہے جس نے اُردو کو یہ مقام بخشا ہے، حمیدیہ کالج بھوپال اور
لج اُجین دوسرے دو کالج ہیں جن میں اُردو ایم۔اے کا بندوبست پہلے ہی
رہا ہے۔

اصل خوشی کی بات یہ ہے کہ پہلے ہی سال ۱۴ طالبات نے اُردو ایم۔اے میں
اہے یہ تعداد کالج کے دوسرے مضامین کے ایم۔اے کلاس کی طالبات کے مقابلے
ں سے زیادہ ہے۔

ں اُردو اکادمی کا قیام

اب تک پونا میں اُردو شاعروں اور ادیبوں کا کوئی ایسا ادارہ نہ تھا جو اُن کی
صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں مدد کر سکتا ہے۔ ہمیں یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اب
ردو اکادمی پونا" کا قیام عمل میں آگیا ہے۔

۱۲ نومبر کو اکادمی کا پہلا جلسہ منعقد ہوا جس میں اکادمی کے اغراض و مقاصد پر جناب
سروش نے روشنی ڈالی اور حاضرین جلسہ کو اس اکادمی کی ضرورت سے آگاہ کیا۔ آخر
ہداران اور کابینہ کے اراکین کا انتخاب اتفاق رائے سے عمل میں آیا۔

اکادمی کا صدر جناب جلال الدین صاحب وکیل کو، مشیر اعلیٰ جناب پروفیسر امانت
نمد جناب متین سروش صاحب کو منتخب کیا گیا ہے۔

مہ "سہیل" گیا کا خاص نمبر

ادبی حلقوں میں یہ خبر خوشی کے ساتھ سُنی جائے گی کہ ماہنامہ سہیل اپنا ایک خاص نمبر
گل پور کا موجودہ ادبی ماحول" کے نام سے نکال رہا ہے۔اس شمارے میں بھاگل پور
ی ادبی تاریخ کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے شاعروں اور ادیبوں کے فن اور ان کی
ت پر مضامین ہوں گے۔

مزید تفصیلات کے لیے" اراکین مجلس اشاعت، بھاگل پور سے خط و کتابت
ئے۔

Regd. No. D. 58 January 1968

Kitab Numa

Jamia Nagar, New Delhi. 25

پبلشر ستار احمد دہلوی نے حالی پریس دہلی میں چھپوا کر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کے لیے جامعہ نگر نئی دہلی سے شائع کیا

مینیجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما
نئی دلّی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ
ایک روپیہ

فروری ۱۹۷۶
مارچ ۱۹۷۴ء
جلد ۱۵ شمارہ ۳
سالانہ تین روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

اشاریہ

یہ اتر پردیش اُردو اکاڈمی کا قابلِ فخر کارنامہ ہے کہ اس نے اُردو کے دو ممتاز ادیبوں کی خدمات کا اعتراف عملی طور پر کیا پروفیسر رشید احمد صدیقی اور مرحوم پروفیسر احتشام حسین کی خدمت میں پانچ پانچ ہزار روپیہ پیش کیا۔ اس اقدام پر ہم اردو اکاڈمی کو مبارکباد دیتے ہیں۔ جہاں تک ان بزرگوں کی ادبی خدمات کا تعلق ہے دونوں نے اپنی عمریں گیسوئے اُردو کو سنوارنے میں صرف کی ہیں۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ دونوں بزرگوں میں رشید صاحب ہمارے درمیان موجود ہیں اور اس عمر میں بھی ادب کی خدمت کسی نہ کسی نہج میں برابر کر رہے ہیں۔ ان کے ہزاروں شاگرد، برِصغیر ہند پاک میں شمعِ اردو کو بادِ مخالف سے محفوظ رکھے ہیں۔ خدا رشید صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور وہ مدتوں کشتیِ نوائی کرتے رہیں۔ آمین۔ ہم اس موقع پر رشید صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ احتشام صاحب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ لیکن اُردو کے لیے جو کچھ اور جتنا کچھ کر گئے ہیں اس سے زبان و ادب کا چمن ہمیشہ ہرا بھرا رہے گا۔ مرحوم نے جس انداز سے اردو ادب کو مالا مال کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ان کے ہزاروں شاگرد نہ صرف اس کی تقلید کرتے رہے ہیں بلکہ اپنے اپنے طور پر اسے مزید توانائی بخشیں۔

فروری کی ۵۔ تاریخ کو علی گڑھ میں پروفیسر قیصر حسین زیدی کا انتقال ہو گیا۔ إنّا للّٰہ و إنّا الیہ راجعون۔ قیصر زیدی مرحوم بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ خلیق تھے با مروت تھے۔ انتہائی مخلص اور باوضع شخصیت کے مالک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے ساتھیوں اور شاگردوں میں بہت محبوب اور مقبول تھے۔ راقم کو ۱۹۵۷ء میں قیصر صاحب سے اس وقت واسطہ پڑا جب مرحوم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے رجسٹرار تھے۔ جس اخلاق سے ملے اور مستعدی سے ان مسائل کو حل کرنے میں مدد کی جو ایک نئے شخص کو نئی جگہ پیش آتے ہیں، اس سے اجنبیت تو ایک آدھ ملاقات میں ہی ختم ہو گئی۔ سال بھر کے دوران قیام علی گڑھ میں برابر ملنا جلنا رہا اور کبھی یہ محسوس نہیں ہوا کہ یہ ملاقاتیں ایک اوسط درجے کے کارکن اور رجسٹرار کے درمیان تھیں۔

کرنل بشیر حسین زیدی کے بھتیجے ہونے کی حیثیت سے بیشتر دلی آکر جامعہ نگر میں قیام ہوتا تو برابر ملتے اور لطف کرتے —————— کئی بار مکتبہ جامعہ بھی تشریف لائے۔ بچوں کے ادب سے دلچسپی تھی۔ اس لیے پیام تعلیم کے مدیر محترم حسین حسان صاحب سے بھی پرانی ملاقات تھی۔ ان سے بچوں کے ادب پر گفتگو کرتے اور بہ شرطِ فرصت رسالے کے لیے لکھنے کا وعدہ فرماتے۔ مرحوم کے مسودوں میں بچوں کے لیے لکھی ہوئی کچھ چیزیں ضرور ہوں گی۔ کاش یہ چیزیں دستیاب ہو سکیں۔ یہ تمام باتیں یاد آتی ہیں تو بڑا قلق ہوتا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ موت کسی کو نہیں بخشتی۔ ادارہ کتاب نما اس غم میں بیگم ساجدہ زیدی ان کے بچوں، کرنل زیدی اور بیگم ڈاکٹر سید عابد حسین وغیرہم کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحوم کے لیے دست بدعا۔

ہمیں افسوس ہے پچھلے دو ماہ سے کتاب نما کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہو رہی ہے اس کی وجہ کاغذ کے حصول میں دشواری تھی۔ مگر اب یقین دلاتے ہیں کہ اب یہ بے ترتیبی ختم ہو گئی ہے اور ہمیشہ کی طرح پرچہ وقت پر شایع اور پوسٹ ہو گا۔ انشاء اللّٰہ۔

جائزے

(تبصرے کے لیے کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

مزاج شریف

مصنف: رشید قریشی

رشید قریشی کو افسانہ نگار کی حیثیت سے تو سب ہی ایک عرصہ سے جانتے ہیں۔ انھوں نے گھریلو ماحول کے افسانوں سے ابتدا کی جن میں دوپٹوں کی سرسراہٹ، چوڑیوں کی جھنکار، سوزمستی اور شبابیات، رومان پروری سب کچھ ہے "من کی دنیا" اور ریڈیائی ڈرامے لکھنے کے بعد بڑی دیر سے مزاح کی طرف توجہ کی۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ہفت پیکر انسان نے زندہ دلان حیدرآباد کی اعانت سے ایک مہکتا ہوا معطر گلدستہ پیش کیا۔ مجتبیٰ حسین نے جہاں رشید ابن قریش کے سات رُخ بے نقاب کیے ہیں وہیں پر ایک اور رخ ہماری نظروں میں سماتا ہے جو ہے بھی اور نہیں بھی۔ قانونی زبان میں اس کو (MONEST) کہتے ہیں کہ یہ ہے تو سہی لیکن عدالت اس کے وجود کو نہیں مانتی اور اس جادوئی لفظ سے اس کو کالعدم قرار دیتی ہے۔ یعنی رشید قریشی کا وہ چلبلا مسکراتا دمکتا اور نوجوان پیکر کہ جو جامعہ عثمانیہ کے روح پرور ماحول میں پروان چڑھ رہا تھا۔ ابھر رہا تھا۔ اپنی مقناطیسیت سے ہر ایک کو گرویدہ کیے ہوئے تھا ہم سمجھتے تھے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ لیکن یہ ہونہاری کچھ دیر تک نہ ہو میں لگی رہے گی۔ یہ نہ لگتا تھا۔ بہرکیف یہ اپنی تمام کیف آرائیوں کے ساتھ کیف و سرور سے بھرے جام پیش کر رہے ہیں۔ جن کی لذت بے مثال ہے۔ ہر عنوان غضب کا اور ہر موضوع دلکش۔ مجموعہ بحیثیت مجموعی بے حد دلچسپ۔ ہر جملہ پر داد دینے کو جی چاہتا ہے اور بار بار قہقہے بے اختیار پھوٹ پڑتے ہیں۔

ان کے مزاح کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ واقعات کو پس منظر میں رکھ کر الفاظ سے کھیلتے ہیں اور ہنسی کے شرارے بکھیرتے ہیں۔

ریاست حیدرآباد میں فرمانِ خسروی خاص معنی رکھتا تھا جو خسروِ دکن حضور نظام آصف جاہ سابع فرماں روائے وقت کے احکام واجب التعمیل پر مبنی ہوتا تھا۔ لیکن اس

کی نسبت خسر کے فرمان سے انہیں کی جولانیِ طبع کا نتیجہ ہو سکتی ہے۔

شادی سے جو بھی رشتے ناطے قائم ہوتے ہیں وہ انگریزی میں (IN LAW) اور اُردو میں نسبتی کہلاتے ہیں۔ جیسے برادرِ نسبتی کہ جو سالا بھی ہو سکتا ہے بہنوئی بھی۔ لیکن حیوانات کے ڈاکٹر کی شادی کے سلسلہ میں گھوڑے جوڑے کی رقم اور گھوڑے کی سواری کا لزوم رشید قریشی کی شوخیِ طبع سے ہی نسبتی قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ ایسی ہی نسبتی وضاحت حقیقی گھوڑے سے ہٹ کر اسپی طاقت والی موٹر بڑی دل چسپ ہے۔ دُلہا کو برات کا سپہ سالار اور اس کے ساتھی میمن و میسرہ۔ برات کا رینگنا۔ براتیوں کے ریلے میں ٹٹو کا جنبشِ قدم کے بغیر آگے سرکنا۔ بیانڈ پر شادی کے مبارک و مسعود موقعہ پر "غم دیئے مستقل کتنا نازک ہے دِل ہائے ظالم"، کی دھن۔ بطور تتمہ یہ کہنا "ورنہ عقد کی کارروائی اسپتال میں ہوتی" ایک ایسی تصویر کشی ہے کہ جس کو رشید قریشی کا قلم ہی اپنے مخصوص مزاحیہ انداز میں اتار سکتا ہے۔

دُرگت سے تو سب ہی واقف ہیں۔ چاہے بطورِ خود اُس کے شکار ہوئے ہوں یا نہیں۔ لیکن اس کی درجہ بندی کرنا اور کمتر درگت کو گلگت سے موسوم کرنا مزاحیہ قلم کاری کا ایک نیا موڑ ہے۔

ان کی کہانی کا ہیرو غلط فہمی میں ایسی جگہ پہونچ جاتا ہے جہاں لڑکی کی نسبت کی بات چیت ہو رہی ہے۔ لڑکی اس سے مخاطب ہوتی ہے "خالو جان۔ آلو جان۔ آپ مجھے پسند کرنے آئے ہیں لیکن کیا آپ کو میں نظر بھی آتی ہوں۔ ذرا دیکھیے مجھے غور سے۔ نانی اماں نے آپ کو پسند کر لیا وہ کسی کو بھی میرے لیے پسند کر لیتی ہیں"، دیکھیے کسقدر تیز طنز ہے اور کسقدر تند استھزاء۔

اسی موقع پر کھانے کی میز کی سجاوٹ بتلاتے ہیں کہ ایسی تھی جیسے مطبخی پولٹری فارم، سوکھا مرغ۔ تیرتا مرغ۔ غرقاب مرغ۔ تندوری مرغ۔ ہر قسم کا مرغ۔ بس جیتا جاگتا مرغ ہی نہ تھا۔ ایسے دسترخوان پر مرغبانی میں لگ جانے کے سوا اور کیا۔ چارہ کار ہو سکتا ہے؟

ڈاکٹر اور کمپونڈر مریض کے انتظار اور فیس کی امید میں دفتر سے آنے جانے والے کلرکوں کے پیلے پیلے چہرے جھکی کمریں، دھنسی آنکھیں دیکھ رہے ہیں ڈاکٹر فرماتے ہیں۔ "مرتے بھی نہیں کمبخت"۔ کمپونڈر کہتا ہے "مریں کیوں کر علاج ہی نہیں کراتے۔ یہ لوگ اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتے اسی لیے مرنے اور جینے کے بارے میں غیر جانبدار رہنا پڑا جی گئے۔ مرنا ہو! مر گئے۔"

"لیکن ان کے ساتھ ڈاکٹر بھی تو مر جاتا ہے۔" ڈاکٹر کا حسرت بھرا جملہ داد طلب ہے اور معنی خیز بھی۔

واہیاتیات، واہیات باتوں سے متعلق فن کے جیسے سماجیات، اخلاقیات، معاشیات۔ ایجاد بندہ ـــــ خوب موضوع ہے اور اس کی گلکاری لاجواب۔

شاکی میاں، فرمائشی بیوی۔ فرمائشی ڈرائنگ کیا خوب جوڑی ہے کہ ادھر فرمائش ادھر شکایت۔ لیکن فرمائش کی بجا آوری سے مفر نہیں۔ رشید قریشی کا کہنا ہے کہ دیو مالا اور پریوں کی کہانیوں میں جب کبھی کسی سے آنکھ لڑ جاتی تھی تو محبوب آجکل کے آئی۔ اے۔ ایس کے امتحان سے بھی کڑی اور کٹھن آزمائش پر اتر آتا۔ کبھی حکم ہوتا کہ جوئے شیر لے آؤ۔ کبھی بادشاہ کے خزانہ سے سبز موتی کا ہار لانے کی فرمائش ہوتی اور وہ اس شرط کے ساتھ کہ سپاہیوں۔ سنتریوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر دن دہاڑے لایا جائے۔

ان کہانیوں کی ہیروئنیں تو بوڑھی ہو گئیں مر گئیں اور ناپید ہو گئیں لیکن آج کے زمانہ کی محبوبائیں بنک لوٹ کر ۲۰/۱۰ لاکھ حاضر کریں۔ حکم نہیں چلاتیں کہ اس میں جو خطرات ہیں اس سے وہ بخوبی واقف ہیں لیکن وہ ضرور خواہش کریں گی کہ بدیشی کپڑے کی ساڑیاں ہوں۔ جاپان کے کلچرڈ موتی ہوں۔ سوئٹزر لینڈ کی دستی گھڑی ہو۔ امریکہ کے خاص برانڈ کے میک اپ کا سامان پیش کیا جائے اور شرط یہ ہے کہ یہ سب اسمگلڈ سامان ہو ورنہ اندیشہ ہے کہ جھوٹے لیبل لگے ہوں گے۔ اور جب یہی دلربا بیوی بن جاتی ہے تو پھر اس کا مطمح نظر یہی ہوتا ہے کہ شوہر کی محبت کو فرمائشوں میں آزماؤ۔

جہاں لاپرواہی دیکھی کہ نئی فرمائش رسید کردی پچھلی فرمائش کی تکمیل ہوئی کہ نہیں۔ نئی فرمائش۔ یہ کوئی فرمائشی قہقہہ والی بات نہیں یہ تو آنسوؤں سے رونے کی بات ہے۔ مگر یہ مگرمچھ کے آنسو نہیں میونسپلٹی کے نل کی ٹوٹی کی دھار کی طرح۔

پڑوسی سے ایک صاحب نے شکایت کی کہ اس کی بیوی کی وجہ سے یہ دیوالیہ ہوئے جا رہے ہیں۔ پڑوسی نے گھبرا کر تعجب سے پوچھا وہ کیسے؟ انھوں نے بتایا کہ پڑوسی کے گھر جب کبھی کوئی نئی چیز آتی ہے جیسے سینے کی مشین، ٹرانزسٹر، ٹیلی ویژن۔ بدیسی سامان آرائش وزیبائش، یا پوشاک تو ان کی بیوی ان چیزوں کی فرمائش کر ڈالتی ہیں۔ اس کی تکمیل میں یہ مقروض ہوئے جا رہے ہیں۔ اس پر پڑوسی نے بتایا اس کے آگے کی بات سے آپ لاعلم ہیں۔ جیسے ہی یہ اس مقابلے میں نیچا نہ ہونے کی سعی میں وہ تمام چیزیں حاصل کر لیتے ہیں۔ پڑوسی کی بیوی اس برابری کو برداشت نہ کرتے ہوئے ایک نئی فرمائش کر ڈالتی ہے تاکہ محبت کی آزمائش کا سلسلہ جاری رہے۔

اس گرانی۔ عدم دستیابی اور روپیہ کی قیمت خرید گرنے کے باوجود ادھر حکم صادر ہوا نہیں کہ۔ ادھر شئے مطلوبہ حاضر۔ اور پھر لاکھ کہیے۔

گر جاں طلبی مضائقہ نیست   زر می طلبید سخن دریں است

مگر کوئی سنوائی نہیں ہوتی۔ محبت اور ازدواجی ہم آہنگی کا امتحان جو ٹھہرا وہ بھی لمحہ بہ لمحہ۔ قدم بہ قدم۔

"شادی شدہ شوہر کی بیویاں" اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ وہ سب حاملہ ہوئی ہیں تو بیوں کی۔ شوہر کے اور باپ کے شادی شدہ ہونے کی علت بھی خوب ہے ویسے ہی جیسے کہیں اور کہا ہے۔ دلہا بھائی۔ جو بھائی تو بے شک بن گئے لیکن دولہا کبھی نہ بنے تو پھر یہ ترکیب اور اضافی، یا نسبتی رشتے کسقدر شاندار ہیں۔ ساس کی تعریف و توصیف جو کچھ ہوتی ہے اور اس سے جتنے قصے منسوب کیے جاتے ہیں وہ سب ایک طرف رہ جاتے ہیں۔ جب رشید قریشی کی اس تحقیق کا پتہ چلتا ہے کہ ساس کا ماخذ "سیاست" ہے۔ ان کی بیزارگی کا یہ عالم ہے کہ انھوں نے قدرے اضافہ و ترمیم سے مشہور کہاوت

کو بدل ڈالا۔

"ساس بھی مرے، لاٹھی بھی نہ ٹوٹے جیل بھی نہ ہو"

کسی بڑے رئیس کی ساس کو ڈاکوؤں کی ٹولی اٹھالے گئی اور ان سے ۱۰ ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا اس وعدے کے ساتھ کہ اس روپیہ کی وصولی پر اس کو واپس پہونچا دیا جائیگا۔ ان سعادت مند داماد نے ۲۰ ہزار روپیہ فوری پیش کیے اور کہا کر ساس کو لوٹانے کی زحمت نہ اٹھائی جائے۔

بیوی کے تعلق سے فرماتے ہیں کہ جب بیوی گھر پر ہوتی ہے تو گھر بیوی سے بھر جاتا ہے اور بچوں سے ہاؤس فل۔ اس کثیر العیالی کو میاں بیوی کی محبت کی نشانی بلکہ ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ یہ بھی کہا ہے کہ جتنی زیادہ محبت اتنی زیادہ اولاد پھر اولاد ہی اولاد۔ اب اس حجم غفیر میں محبت کہاں ڈھونڈھیے گا۔ اور اس اولاد سازی کے کارخانہ میں اس کے مالک و مختار کا بھی کیا نہ پتہ۔ بے شک وہ اپنی اولاد کے خانۂ ولدیت میں ضرور بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ بھی اس لیے کہ خانہ پری ناگزیر ہوتی ہے۔

رشید قریشی کا موسیقی سے گہرے لگاؤ کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ وہ لیٹی ہوئی حالت میں عورت کو ستار۔ سارنگی اور طبلہ کی ایک خوبصورت ترتیب قرار دیتے ہیں۔ ایسے میں ظاہر ہے کہ شہنائی، وینا اور بانسری بے آواز ہو جاتے ہیں۔ آگے چل کر کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ چوٹی کی دم کے سیاہ پر پیچ بال بستر پوش پر کسی شکاری کے جال کی طرح بچھے ہوتے ہیں۔

مزاج شریف اور مزاج شریف میں صرف ایک ہی نقطہ کا فرق ہے۔ وہ بھی یارانِ نکتہ داں کے لیے۔ اگر مزاج نہیں تو مزاج بھی بگڑ جاتا ہے۔ اور مزاج ٹھیک نہ ہو تو مزاج کا وجود ہی نہیں ہو سکتا۔

اسی مناسبت سے رشید قریشی نے اپنے مزاج شریف میں سب کی مزاج پرسی کی ہے اور نصیب دشمناں جو کسی کے مزاج ہی ٹھیک نہ ہو تو اس کو ان کے مزاج کا کیا لطف آئے۔ اور پھر شاید یہ بھی ہو کہ اس مزاج سے بہت سوں کے مزاج ٹھکانے

لگ جائیں۔ اور شئے لطیف کی کمی پوری ہو جائے

خواجہ عبدالغفور

قاعدۂ ہندی ریختہ

عرف

رسالۂ گل کرسٹ

مرتب: ڈاکٹر محمد انصار اللہ

ناشر: ادارۂ المخدوم۔ نند پور۔ کڑپہ

قیمت: ۶ روپے

قاعدۂ ہندی ریختہ سے قبل فاضل مرتب کی تین کتابیں "اُردو کے حروفِ تہجی" اور "بدماوت کی مختصر فرہنگ" نیز "غالب کی ببلوگرافی" منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ انصار ان نوجوان محققوں میں ہیں جنھوں نے اس دور میں تحقیق کی عصمت کو قائم رکھا ہے۔

اس کتاب کو خلیل الرحمٰن داؤدی نے "قواعدِ زبانِ اُردو مشہور بہ رسالۂ گل کرسٹ" کے نام سے مرتب کر کے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا تھا اور اس نسخہ کی بنیاد ۱۸۲۰ء اور ۱۸۶۴ء کے مطبوعہ نسخوں پر رکھی تھی۔ ڈاکٹر انصار اللہ خاں کو ایک قدیم قلمی نسخہ ملا ہے جس پر "قاعدۂ ہندی ریختہ" لکھا ہوا ہے۔ فاضل مرتب نے اپنے نسخہ کی بنیاد اسی قلمی نسخہ پر رکھی اور کتاب کا نام وہی رہنے دیا جو قلمی نسخہ پر درج ہے۔ "یعنی قاعدۂ ہندی ریختہ" عرف "رسالہ گل کرسٹ"۔ کتاب میں ایک مختصر سا مقدمہ شامل ہے مگر اپنے اختصار کے باوجود بہت پر مغز اور اہم ہے۔ جس میں انھوں نے نہ صرف یہ کہ قلمی نسخہ کا تعارف کرایا ہے۔ اس کے طرزِ املا و انشا پر بحث کی ہے بلکہ داؤدی کی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا ہے۔ فاضل مرتب نے بہ دلائل یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قاعدۂ ہندی ریختہ میر بہادر علی حسینی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ گل کرسٹ کی ہے۔

ڈاکٹر انصار اللہ خاں مدت سے اُردو اور اودھی کے لسانی رشتے پر غور کر رہے ہیں۔ اور دونوں زبانوں کے مشترکہ سرمایہ اور لسانی رجحانات کی نشاندہی کر رہے ہیں انھوں نے اُردو زبان کی لسانی بنیادوں کو اودھی میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگرچہ ابھی تک وہ اپنے مقدمہ کو بہ دلائل ثابت نہیں کر سکے ہیں پھر بھی اس طرف ان کی پیش قدمی

جاری ہے۔ زیرِ نظر کتاب اسی نوعیت کی ایک کوشش ہے جس میں انھوں نے اُردو لسانیات اور اُردو قواعد کے اکثر مستثنیات کو اودھی میں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے ان کا خیال ہے کہ۔

"اردو قواعد کے کم و بیش سارے مستثنیات کے لیے حواشی میں جواز مل جاتا ہے۔"

یہ حواشی بہت اہم ہیں۔ ان حواشی میں اودھی سے ایسے ثبوت فراہم کیے گیے ہیں جن سے اُردو اور اودھی کے لسانی اور قواعدی رشتہ پر روشنی پڑتی ہے۔

یہ کتاب لسانیات اور قواعد پر کام کرنے والوں کے لیے مفید ہے۔ اور اس کی ترتیب و اشاعت پر فاضل مرتب مبارک باد کے مستحق ہیں۔

افتخار الحسن

بیاض

شاعر: بدیع الزماں خاور
ناشر: پی۔ کے۔ پبلیکیشنز ۳۰۷۲
پرتاپ اسٹریٹ، گولا مارکیٹ، دریا گنج
دہلی ۶
قیمت: چار روپے

بدیع الزماں خاور کے مجموعۂ نظم و غزل یعنی "حروف" پر اتر پردیش اُردو اکیڈمی کی جانب سے انعام مل چکا ہے۔ اسی شاعر کی دوسری تخلیق "بیاض" کے نام سے شایع ہوئی ہے اس میں تمام تر غزلیں شامل ہیں اور آخر میں متفرق اشعار دیے گئے ہیں۔

'بیاض' کا پیشِ لفظ مخمور سعیدی نے لکھا ہے اور خوب لکھا ہے :۔

ص ۱۲ ـــــ "مجھے امید ہے کہ ہم عصر شاعری کی یکسانیت سے پریشان قاری کے لیے خاور کی یہ غزلیں تسکینِ ذوق کا سامان فراہم کریں گی اور اس کی دلچسپی کا باعث ہوں گی۔"

زیرِ نظر کتاب میں تقریباً ساٹھ غزلیں شایع ہوئی ہیں ان کے مطالعے سے معلوم

ہوتا ہے کہ شاعر نے ہر آستان سے فیض پایا ہے۔ روایتی شاعری کے نشانات ملتے ہیں۔ ترقی پسند شاعری کی مثالیں ملتی ہیں اور آخر میں جدیدی شاعری کے نمونے کافی تعداد میں ملتے ہیں اسی لیے بیاض میں یکسانیت نہیں۔ تسکینِ ذوق کا سامان ہے۔ اور دلچسپی کا باعث بھی!

پسِ سرورق پر شاعر کی تصویر بھی ہے اور اس کے ساتھ ڈاکٹر سیفی پریمی کی رائے بھی ملاحظہ فرمائیے:

"بیاض" کا شاعر روایت پرستی کا اسیر نہیں وہ اخلاقی، سیاسی، سماجی اور مذہبی فرسودہ روایات کا منکر ہے بلکہ وہ اُن روایات کے ردِّ عمل کا نقیب ہے یہی اس کی جسارت اور صداقت کی علامت ہے۔"

ڈاکٹر سیفی پریمی نے "روشنی" میں یہ بھی لکھا تھا۔

"شاعر نے جدیدیت کا اثر فیشن کے طور پر قبول کیا ہے۔ صرف علامتوں سے اس کا اندازہ ہوتا ہے۔ علامتوں کا خلاقانہ استعمال نہیں ہے۔ یعنی عملِ تخلیق میں علامتیں خود میں نہیں آئیں بلکہ ان کا آزادانہ استعمال کیا گیا ہے۔"

اس سلسلے میں کئی اشعار بھی ثبوت کے طور پر درج کیے گئے ہیں۔ دو شعر نقل کرتا ہوں

بہار میں جو مرے ہم صفیر تھے نہ رہے　　خزاں کی دھوپ میں بیٹھا ہوں شاخ پر تنہا
موت کا پیامی ہے زندگی کا دشمن ہے　　آدمی کو کیا کہیے، آدمی کا دشمن ہے

میں علامتی شاعری کا نباض نہیں ہوں اس لیے کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن یہ احساس ضرور رہتا ہے کہ پہلے شعر کے مصرعِ اوّل کی معنویت کو مصرعِ ثانی کے بھدّے پن نے تباہ کر دیا ہے۔ دوسرے شعر میں شعریت ہی کہاں ہے؟ [illegible] "نثر" قطعی درست ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ پچھلے چند برسوں میں مدیرِ [illegible] شاعر نے مسلسل طور پر تخلیقی کام

لیا ہے۔ "نظریۂ شاعری" سے الگ ہٹ کر بھی شاعری پر نظر کی جا سکتی ہے۔ عام قاری کی مطالعہ کرتے وقت یہی روش بھی ہوتی ہے اس لحاظ سے بیاض کی غزلوں میں اچھے اشعار کی تعداد کم نہیں ملے گی۔ چند اشعار نذرِ قارئین کیے جاتے ہیں۔

میں اپنے آپ سے کچھ دیر گفتگو کر لوں — خیالِ یار مجھے چھوڑ دے اگر تنہا

پڑی ہے عمر غم و درد کے بیاں کے لیے — کچھ اور آج غم و درد کے سوا کہیے

ہے دھوپ اگر تیز تو ہوا ہم نے بدن کو — خود اپنے لیے سایۂ دیوار کیا ہے

تعزیر و فلک لیے اے شہر کے لوگو — دیوانوں کے سر پیار کا الزام بہت ہے

حادثے خود بتائیں گے خاور — کتنے بےخوف و سخت جاں ہیں ہم

خاور کی شاعری گنجلک نہیں ہے۔ مانوس ترکیبیں ہیں اور عموماً انتخابِ الفاظ میں سلیقہ ملتا ہے۔ عروض و بیان کے لحاظ سے بھی اشعار بے عیب نظر آتے ہیں۔ شاعر نے جہاں اپنے موڈ میں کہے ہیں بہتر شعر نکالے ہیں۔

بیاض کی پیش کش میں خوش سلیقگی نظر آتی ہے۔

ودیا ساگر دویدی

وحید الدین سلیم

(حیات اور ادبی خدمات)

مصنف: ڈاکٹر منظر عباس نقوی

ناشر: علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی۔ علی گڑھ

قیمت: ۷ روپے

وحید الدین سلیم کی شخصیت کا نشو و نما سرسید کے زیرِ اثر ہوا تھا۔ اس لیے علی گڑھ تحریک کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ان سب افراد پر تحقیقی کام ہونا ضروری ہے جو کسی نہ کسی طرح اس تحریک سے وابستہ رہے ہیں۔ ڈاکٹر منظر عباس نقوی نے سلیم پر کام کر کے اس تحریک کے ایک اہم گوشے کو اجاگر کیا ہے "حرفِ آغاز" کتابیات اور اشاریہ کے علاوہ زیرِ نظر تصنیف میں ۵ ابواب ہیں (۱) حیات و شخصیت (۲) خدمتِ زبان (۳) صحافت (۴) انشاپردازی (۵) شاعری۔

پہلے باب میں سلیم کے حسب نسب، ولادت، ابتدائی تعلیم، ملازمت، صحافتی مشاغل،

ملازمت حیدرآباد، وفات، ازدواجی تعلقات کے علاوہ حلیہ، لباس، غذا، رہن سہن
معمولات، حلقۂ احباب، مشرب و مسلک اور خصوصیاتِ کردار وغیرہ پر اظہارِ خیال کیا گیا
دوسرے باب میں خدمتِ زبان، اصطلاح سازی، تاریخی پس منظر اور وضع اصطلاحات
کا جائزہ لیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں "تعارف" علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ۔ مسلم گزٹ وغیرہ
صحافتی کارگزاریوں کی روشنی میں لاکر سلیم کا مرتبہ اُردو صحافت میں متعین کیا گیا ہے۔ چوتھے
باب میں سلیم کی انشاپردازی کو پہلے، دوسرے اور تیسرے دور میں تقسیم کرکے ان کی خصوصیات
کا تعین کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں سلیم کے ذہنی ارتقا۔ شعری سرمایہ ان کی شاعری کی خارجی
وداخلی خصوصیات وغیرہ پر بحث کرکے اُردو شاعری میں ان کا درجہ متعین کرنے کی کوشش کی
گئی ہے۔

یوں تو زیرِ نظر تصنیف کا ہر باب اہم ہے۔ مگر دوسرا اور پانچواں خاص طور پر قابلِ ذکر
ہے۔ خود ڈاکٹر منظر عباس نقوی نے بھی لکھا ہے کہ:۔

"سرسیّد کے بعد اور ڈاکٹر عبدالحق سے پہلے کسی نے خالصتاً
زبان کے مسئلے کی طرف اتنی توجہ نہیں کی۔ جتنی مولانا سلیم نے کی" (ص ۹۱)

مولانا سلیم کی خدمتِ زبان کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (الف) اُردو زبان
کے سلسلے میں ان کی عام مساعی (ب) لسّانی خدمات، عام مساعی کے تحت ان کی وہ تمام کوششیں
آتی ہیں۔ جو اُردو زبان کی مدافعت اور اس کی ترویج و ترقّی کے سلسلے میں کی گئی تھیں۔ اور لسّانیاتی
خدمات کے تحت ان کی خالص علمی (اور لسّانیاتی) کوششیں شامل ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ
سلیم نے اُردو زبان و ادب کی مدافعت ایک ایسے دور میں کی جب ہر طرف سے اُردو پر یلغار
شروع ہو چکی تھی۔ مگر انھوں نے ہندی اُردو کے مسئلہ پر بعض غلط اور غیر ضروری باتیں بھی
کہی ہیں۔ مثلاً سلیم نے لکھا ہے کہ:۔

"اردو تعلیم یافتہ اور شہری باشندوں کی زبان ہے اور ہندی جاہل
اور ناتربیت لوگوں میں بولی جاتی ہے۔"

ہندی اُردو کے سلسلے میں یہ اندازِ نظر جذباتی اور جانب دارانہ تو ہو سکتا ہے

ر علمی اور منصفانہ نہیں۔ اس مسئلہ پر اب تک اتنا لکھا جا چکا ہے کہ اب اس طرح کے مفروضوں
ابطلان کی ضرورت نہیں ہے۔ اس مسئلہ پر ڈاکٹر منظر عباس نقوی نے بھی بھرپور تنقید
ہیں کی ہے۔ بلکہ سلیم کے نظریات کو بیان کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔
مولانا سلیم کو اُردو سے محبت تھی اور وہ اس کو دنیا کی بڑی زبانوں کے برابر بنانا
ہتے تھے اس لیے انھوں نے اُردو میں ہندی الفاظ کی زیادہ سے زیادہ شمولیت
زور دیا۔ انھوں نے ہندی بحروں میں شعر کہنے کا مشورہ دیا۔ اوران دونوں کا ذکر
جو اردو املا سے متعلق ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے اپنی زبان و ادب میں مقامی آب و
نگ کی کمی کا احساس بھی کیا اور اس کمی کو دور کرنے کے طریقے بھی بتلائے تھے۔ مولانا
لیم کا اس سے بھی اہم کارنامہ علمی اصطلاح سازی کے اصولوں کی تدوین ہے۔ اُردو
بان میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا کارنامہ ہے۔ یہ کام سلیم نے ایک منضبط طریقے پر کیا
سب سے پہلے سلیم نے اُن دلائل کو پیش کیا جن سے اُردو اصطلاح سازی کی ضرورت
شدید احساس ہوتا ہے۔ انھوں نے لسانیاتی بنیادوں پر آریائی زبانوں کے بعض
شترکہ اصولوں کو دریافت کیا، اور مفرد اصطلاح سازی اور مرکب اصطلاح سازی کے
صول وضع کیے۔
ڈاکٹر منظر عباس نقوی نے اس قسم کے مواد کو خس و خاشاک سے پاک کر کے منطقی
رتیب کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ اور اس کے مفید گوشوں کو ابھارا ہے۔ مگر اس کا بھرپور
نقیدی جائزہ نہیں لیا ہے۔ اس دور میں جب کہ اصطلاح سازی کی طرف خاص توجہ دی جا رہی
ہے۔ وحید الدین سلیم اور ڈاکٹر منظر عباس نقوی دونوں کے کارناموں کی اہمیت
بڑھ جاتی ہے۔
سید وحید الدین سلیم ایک سلیم الطبع شاعر تھے۔ ابتدا میں غزل کہتے تھے۔ مگر
علی گڑھ پہنچ کر انھوں نے حالی کے زیر اثر نظم گوئی کی طرف توجہ کی۔ ان کی اکثر نظمیں اس
دور کے رسائل میں شایع ہو چکی ہیں —— یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ابھی تک سلیم
کا کل شعری سرمایہ منظر عام پر نہیں آیا۔ اپنے دور کے رسائل میں انھوں نے بعض نظمیں

ڈلیوالیس کے نام سے شایع کیں بعض نظمیں ایک "لبرل مسلمان" کے فرضی نام سے شائع ہوئیں۔ سلیم کے کلام کا قلمی مسودہ امیر احمد اورنگ آبادی کے پاس تھا۔ اب ان ورثا کے قبضہ میں ہے۔ وہ ابھی ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوا ہے۔ ان کا مجموعۂ کلام "افکارِ سلیم" مرتبہ شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی طبع ہوا ہے۔ فاضل محقق نے "افکارِ سلیم" اور رسائل میں بکھرے ہوئے مواد سے استفادہ کرکے اپنی رائے قائم کی ہے۔ مگر ان کے قلمی دیوانِ مملوکہ امیر احمد اورنگ آبادی کے بارے میں صرف اتنا لکھا ہے کہ اس کو حاصل کرکے شایع کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پھر بھی فاضل محقق نے سلیم کی شاعری کی جملہ خصوصیاتِ شاعری مثلاً ان کی شاعری کی زبان، اسالیب، موضوعات اور ان کے کلام کی رجائیت، انسان دوستی اور فطرت نگاری کی خصوصیات کو اجاگر کیا ہے۔

ڈاکٹر منظر عباس نقوی نے "اسلوب" کو خارجی خصوصیات کے تحت رکھا ہے۔ میرے خیال میں اسلوبِ شاعری کی بعض خارجی خصوصیات ہیں، یہ شاعری کی تمام داخلی اور خارجی قدروں کا سنگم ہے اس میں مصنف، مواد، موضوع۔ میڈیم، عہد۔ نقطۂ نظر، محرک۔ تخلیقی عمل کے دوران ایک دوسرے میں تحلیل ہو جاتے ہیں اس لیے اسلوب اور زبان کا مطالعہ خارجی خصوصیات سے الگ ہونا چاہیے تھا۔۔۔۔ ایک اور بات جو کھٹکتی ہے وہ یہ کہ موصوف نے کئی جگہ سلیم کے شعری اجتہادات اور بحور کے تجربوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً

(الف) "سلیم نے بحروں کے معاملے میں بڑے اجتہاد سے کام لیا ہے"
(ص ۳۵۶)

(ب) "ان (سلیم) کے فن کا ممتاز پہلو یہ ہے کہ اس میں ایک اجتہادی شان پائی جاتی ہے" (ص ۴۱۲)

مگر فاضل محقق نے ان کے شعری اور ہیئت کے تجربوں کا ذکر کرکے ان کے اجتہادات کو اجاگر نہیں کیا ہے۔

مجموعی طور پر یہ کتاب اُردو تحقیق میں ایک اضافہ ہے اور تحقیق کے اصولوں کے مطابق لکھی گئی ہے۔ اس میں کتابیات اور اشاریہ شامل ہے جس سے کتاب کی افادیت بڑھ جاتی ہے۔ کتاب کی ضخامت کے پیشِ نظر قیمت بہت کم ہے۔

عنوان چشتی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی زیرِ طبع کتابیں

نگارشات	پروفیسر محمد مجیب
مسرت سے بصیرت تک	پروفیسر آلِ احمد سرور
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی
وہ صورتیں الٰہی	مالک رام
دینِ الٰہی اور اس کا پسِ منظر	مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی
یادوں کے سلسلے	شفیق صدیقی
منازل و مسالک	ضیاء احمد بدایونی مرحوم
بیاضِ مریم	سکندر علی وجد
اقبال نمبر	رسالہ "جوہر" دہلی
؟	بیگم انیس قدوائی
تعلیم، فلسفہ اور سماج	ڈاکٹر سلامت اللہ
؟	مولانا عبدالسلام قدوائی

ناولستان کی زیرِ طبع کتابیں

منزلیں پیار کی	ڈاکٹر سیفی پریمی
دھوپ چھاؤں	مسرور جہاں
خاکِ تمنا	سراج انور
دھند	صغرا مہدی
غمِ دل اگر نہ ہوتا	سراج انور

نئی مطبوعات

کتاب		مصنف / مرتب	قیمت
اردو واسپیز	(نیا اڈیشن)	ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰
واردات	(")	منشی پریم چند	۴/۵۰
ہمارے رسول	(")	خواجہ عبدالحئی	۲/۰
گلدستہ آل انڈیا مشاعرہ	(بیادگار مرزا احسان بیگ)	مرتبہ: شفقت علاؤالدین	۱۵/۰
جلیں میرے دریچے میں		فیض احمد فیض	۱۵/۰
آوارہ گرد کی ڈائری	(سفرنامہ)	ابن انشاء	۸/۰
تذکرہ اشارات بینش	(فارسی)	(مولفہ) سید مرتضیٰ بینش	۸/۰
زیر لب	(خطوط کا مجموعہ)	صفیہ اختر	۹/۰
جان برادر	(پروفیسر احتشام حسین مرحوم پر طویل نظم)	شمیم کرہانی	۱/۵۰
جوہر شخصیت	(شاعری)	محمد یونس	۱/۵۰
ٹوٹے لمحوں کا کرب	(ناول)	جعفر عباسی	۵/۰
روشنی کے دریچے	(احتشام صاحب کا شعری مجموعہ)	مرتبہ جعفر عسکری	۱۰/۰
طوبیٰ		زبیدہ سلطانہ	۱۶/۵۰
شعلۂ شبنم		اسما اعجاز	۱۲/۰
شمو		عارفہ سلطانہ	۱۰/۵۰
شمائل		کوثر ضمیر	۱۵/۰
رالو		شیریں گل درانی	۱۵/۰
نورستہ		بلقیس ہاشمی	۱۲/۰
خمکدہ	شعری مجموعہ	عمر انصاری	۱۲/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی تازہ ترین مطبوعات

ہمارے ذاکر صاحب (اضافے کے ساتھ) رشید احمد صدیقی

رشید احمد صدیقی صاحب کی مشہور کتاب جس میں ذاکر صاحب (سابق صدر جمہوریہ) کی سوانح، شخصیت اور دیگر پہلوؤں کو اپنے مخصوص انداز میں قلمبند کیا گیا ہے۔ کتاب میں ایک مضمون ایسا بھی ہے جو ذاکر صاحب کے انتقال کے بعد لکھا گیا تھا۔ قیمت:- ۸/-

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں ڈاکٹر سالم قدوائی

اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں اُن تفسیروں کا ذکر ہے جو مکمل ہو گئی ہیں۔ دوسرے حصے میں اجزائے قرآن کی تفسیریں ہیں۔ تیسرے میں قدما کی تفسیروں کے حواشی اور شرحوں کا ذکر ہے اور چوتھے میں متعلقاتِ قرآن مجید کا ذکر ہے یعنی ان کتابوں کا جو قرآن مجید سے متعلق ہیں۔ اس مقالے پر سالم صاحب کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض کی قیمت : ۱۴/-

نظر اور نظریے آلِ احمد سرورؔ

"نظر اور نظریے" آلِ احمد سرورؔ کے تیرہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین ادب کے طالب علموں کے لیے ادب، اس کے اہم اصناف، اس کی قدروں اور ان سب کی نئی بصیرت کے متعلق غور و فکر کا خاصا سامان فراہم کرتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ طرفداری کے بجائے سخن فہمی کی کوشش کی جائے۔ قیمت : ۱۰/۵۰

طنزیات و مضحکات رشید احمد صدیقی

طنزیات و مضحکات کے فن پر اُردو میں پہلی اور اہم کتاب جو عرصے سے نایاب

تھی، اب نہایت اہتمام سے شایع کی گئی ہے۔ اس مقالے کی ترتیب و تدوین میں جس
اصول کو مدِ نظر رکھا گیا، وہ یہ تھا کہ "نئی دنیا کی فضا پیش کی جائے نہ یہ کہ کولمبس کیا تھے،
کون تھے اور کیا ہوئے" یہ۔ قیمت :- ۹/-

شخاص و افکار — پروفیسر ضیاالحسن فاروقی

پروفیسر ضیاالحسن فاروقی کے گراں قدر مضامین کا مجموعہ جس میں جمال الدین افغانی،
علامہ شبلی، سر سید احمد خاں، شیخ محمد عبدہ، رشید رضا، ضیا گوکلپ، لطف اللہ اور
افکار آزاد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ قیمت :- ۶/-

تجزیے — ڈاکٹر گیان چند جین

ڈاکٹر گیان چند جین اردو دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں "تجزیے" آپ کے
دبی تنقیدی اور تحقیقی مضامین کا ایسا مجموعہ ہے جو ہر اعتبار سے اردو ادب میں ایک
ضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔ قیمت :- ۱۱/-

اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی

یہ ڈاکٹر محمود الٰہی کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر موصوف کو ڈاکٹریٹ عطا کی گئی
ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ مقالہ طلبہ اور اردو کے حلقے میں یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھا
جائے گا۔ قیمت :- ۱۰/-

خواتین کربلا کلامِ انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین

صالحہ عابد حسین کے پُرسوز قلم نے خدائے سخن میر انیس کی زبانی اُن محترم و مقدس
خواتین کے کارناموں کو اس کتاب میں پیش کیا ہے جنھوں نے حضرت امام حسین کے ساتھ
کربلا میں اور کربلا کے بعد کوفہ و دمشق کلمۂ حق بلند کیا۔

اس کا مطالعہ یقیناً خواتینِ ملت کے دل میں حق پرستی اور اصولِ اسلام کے لیے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کا جذبہ پروان چڑھاتا رہے گا۔ قیمت: -/۲

نئی نظم کا سفر مرتبہ: ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی صلاح کار: ڈاکٹر منیب الرحمٰن ڈاکٹر وحید اختر

اس انتخاب میں مرتب کے پیشِ نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعرا کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی نہج سے ابھری ہیں، وہ پورے طور پر گرفت میں آ سکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خد و خال کو پہچاننے میں مدد دے گا اس انتخاب میں لگ بھگ اسّی نئے شاعروں کا کلام ہے۔ قیمت مجلد ۱/۵۰ غیر مجلد ۵۰/۱

مسلمان اور عصری مسائل ڈاکٹر سید عابد حسین

ڈاکٹر سید عابد حسین صاحب کے بلند پایہ مقالات کا مجموعہ جس میں آج کے ایسے اہم ترین مسائل پر بحث کی گئی ہے جن کا تعلق براہِ راست مسلمانوں سے ہے۔ یہ دراصل وہ "اداریے" ہیں جو ڈاکٹر صاحب موصوف نے سہ ماہی رسالے "اسلام اور عصرِ جدید" کے لیے لکھے تھے۔ ملک کے مایۂ ناز مفکر، فلسفی، معلمِ اخلاق کے زرّیں خیالات کا مجموعہ، جس کا پڑھنا ہر سنجیدہ مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ قیمت: ۵/۵۰

تذکرۂ معاصرین مالک رام

اس کتاب میں لگ بھگ چھتر ادیبوں اور شاعروں کے مستند ترین حالاتِ زندگی درج ہیں۔ ساتھ ہی نمونہ کلام بھی ہے۔ یہ کتاب مالک رام صاحب کی مسلسل پانچ سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ قیمت: -/۱۵

داستانِ اشکِ خونیں خواجہ غلام السیدین مرحوم مقدمہ: کرنل سید بشیر حسین زیدی

خواجہ صاحب سیاست داں نہیں تھے۔ لیکن ان کے پہلو میں حساس دل،

ضرور تھا۔ ۲۵۔ مارچ ۱۹۷۱ء کے بعد بنگلہ دیش میں جو روح فرسا واقعات رونما ہوئے تھے۔ اُن سے انھیں سخت دُکھ پہنچا تھا۔

خواجہ صاحب نے اپنے اسی دِلی کرب و اضطراب کو چند تقریروں اور مضامین میں ظاہر کیا تھا۔ یہ تقریریں اور مضامین اس لیے کتابی صورت میں شایع کیے جا رہے ہیں تاکہ ہندوستان اور پاکستان کے دانشوران میں اپنے جذبات اور احساسات کی گونج سن سکیں۔

قیمت : ۱/۲۰

نئی دُنیا کو سلام   اور جمہور   علی سردار جعفری

یہ منظوم تمثیل نہیں بلکہ تمثیلی نظم ہے۔ اس کے کردار، کردار نہیں۔ علامتیں ہیں۔ کہانی، پلاٹ نہیں، مبہم سا خاکہ ہے۔ واقعات کی بجائے واقعات سے پیدا ہونے والے جذبات، تاثرات اور احساسات پیش کیے گیے ہیں۔ اس نظم کا موضوع بھی نیا ہے اور تکنیک بھی نئی، اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی طویل نظم جو کئی یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے۔

قیمت : ۷/-

دُنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد   مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی نے ہندوستان کی دو مشہور درسگاہوں، ندوۃ العلما لکھنؤ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں برسہا برس تک درس و تدریس کی خدمات انجام دی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا نے قدیم و جدید دونوں خوبیوں کو اپنے اندر سمو لیا ہے زیرِ نظر کتاب میں مولانا موصوف نے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اسلام کی آمد سے قبل دنیا میں مذہب کا تصور کیا تھا، سماجی اور معاشی حالت کیسی تھی؟ پھر اسلام نے ان میں کیا کیا نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں؟ تاریخِ اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک انمول تحفہ۔

قیمت : غیر مجلد ۲/۷۵   مجلد ۳/-

امریکہ کے کالے مسلمان   ڈاکٹر مشیر الحق (ایم اے، پی، ایچ، ڈی میکگل)

امریکہ کے تقریباً ۲ کروڑ حبشیوں میں عیسائیوں اور یہودیوں کے علاوہ ایک خاصی

بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی ہے۔ ان حبشی مسلمانوں میں سنّی مسلمان، شیعہ مسلمان اور قادیانی مسلمانوں کے علاوہ ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو نسبتاً سب سے بڑا اور سب سے زیادہ منظم ہے ـــــ یہ لوگ اپنے ملک میں "کالے مسلمان" کہے جاتے ہیں۔ ان کے یہاں رنگ و نسل پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ امریکہ کی ایک ایسی مذہبی جماعت اور سیاسی و سماجی تحریک جس سے ہر مسلمان کا واقف ہونا ضروری ہے۔

قیمت: غیر مجلد دو روپے   مجلد ۳/۰

اکابرِ تعلیم

سیّد انصاری

اس کتاب میں ان اکابرِ تعلیم کے حالات درج ہیں جنھوں نے جدید تعلیم سے متعلق افکار و خیالات کا اظہار کیا ہے یا تعلیم کے عملی پہلوؤں سے بحث کی ہے اور انھیں تجربے کی شکل میں بھی پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اردو میں اپنی نوعیت کی اہم کتاب۔

قیمت ۱۲/۰

کتاب و سنّت کے جواہر پارے

حصّہ اول دوم

مولانا جمال الدین اعظمی

جو لوگ کامل ایمان اور رضائے حق کے طالب ہیں ان کے لیے قرآن و سنت پر عمل کیے بغیر دنیا و آخرت کی سلامتی اور کفر و فسق سے نجات ناممکن ہے۔ اسی لیے اس کتاب میں قرآن و حدیث کے کچھ حصّے بچوّں کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے آسان اور عام فہم زبان میں پیش کیے گئے ہیں تاکہ طلبہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

قیمت: ۲/۲۵

اسلام کی اخلاقی تعلیمات

امام غزالیؒ (ترجمہ) رشید الوحیدی

کسی عالم دینیات کے خیالات کو مسلمانوں میں اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی کہ اس کے فرمودات کو اچھی اور نیک زندگی گزارنے کا ایک وسیلہ تصور کیا

یہ مقبولیت اور اہمیت صرف امام غزالیؒ ہی کو حاصل ہے۔ یہ کتاب جو دراصل "احیاء علوم الدین" کا خلاصہ ہے اس کی ایک اچھی مثال کہی جا سکتی ہے اخلاقی تعلیمات پر ایک بہترین کتاب۔ قیمت: 9/50

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ (پروفیسر طاہر محمود انڈین لا انسٹی ٹیوٹ نئی دلی)

اس مختصر کتابچے کی تصنیف کا مقصد یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کی اردو داں اکثریت کا ہر فرد زیر بحث نازک مسئلے کے تمام پہلوؤں اور اس کی اصل نوعیت کو سمجھ لے۔
قیمت: 4/-

مسلمان اور سیکولر ہندوستان ڈاکٹر مشیر الحق

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے۔ جس میں مسلمانوں کی موجودہ مذہبی تعلیم، مذہبی رہنمائی عائلی قانون اور سیکولر نظریہ حیات ایسے موضوعات کا پوری علمی دیانت کے ساتھ غیر جانب دارانہ تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ قیمت: 6/50

اسلامی عقائد و مسائل مذہب مولانا جمال الدین اعظمی

آج کل ایسی کتابوں کی بے حد کمی ہے جو عام مسلمانوں کو اسلامی عقائد اور دینی مسائل سے آگاہ کریں۔ یہ کتاب بڑی حد تک اس کمی کو پورا کرتی ہے۔ اس میں اسلام کے ضروری عقائد کی تشریح اور نماز روزہ اور زکوٰۃ کے مسائل و احکام کی تفصیل سلیس عام فہم انداز میں بیان کی گئی ہے۔ قیمت 4/-

آذر کا خواب (نیا اڈیشن) قدسیہ زیدی

اردو ڈرامے کے موجودہ دور میں قدسیہ زیدی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کے ڈراموں نے اردو ادب میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے "آذر کا خواب" ان کا ایک نیا ڈرامہ ہے۔ جسے یقیناً ہر طبقۂ خیال کے لوگ پسند کریں گے۔ لطیف مزاح اور حسیت ان کے ڈرامے کی جان ہیں۔ یہ ڈرامہ بہ آسانی اسٹیج کیا جا سکتا ہے۔ اس مرتبہ اس کا جدید اڈیشن آفسٹ پر شائع کیا گیا ہے۔ قیمت: 4/-

آلپس کے گیت (ناولٹ) مصنف: واسل بائیکوف مترجم: قرۃالعین حیدر

دو قیدی:- ایک روسی لڑکا ایک طالوی لڑکی۔ نازی کنسنٹریشن کیمپ سے بھاگ نکلتے ہیں گسٹاپو سپاہی اور ان کے خونی جاسوس کُتے ان کا تعاقب کرتے ہیں۔ کیا یہ دونوں قیدی اپنی منزلِ مقصود پالیں گے۔ "آلپس کے گیت" واسل بائیکوف کے ہیجان انگیز جوش اور ولولہ خیز طرزِ بیان میں ایک ایسا ناولٹ ہے جو دوسری جنگ عظیم کا بھیانک اور الم ناک بوجھ ڈھونے والے انسانوں کا ترجمان ہے۔ قیمت: ۲/۷۵

بڑی حویلی (مضامین) مرزا محمود بیگ

ہمارے دیکھتے دیکھتے دِلّی بدلی، دِلّی کی تہذیب بدلی، دلّی والوں کا مذاق بدلا، وضع بدلی، طور طریق بدلے ــــــ بدلتی ہوئی اس دِلّی کا حال بیگ صاحب نے دِلّی کی نکھری ستھری زبان میں لکھا ہے۔ اتنے پیارے اور فن کارانہ انداز میں لکھا ہے کہ بدلتی ہوئی دِلّی کا ہو بہو نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ قیمت: ۳/-

غالبؔ اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب

مرزا غالبؔ کا دیوان اپنی جگہ خود انتخاب ہے۔ پھر اس انتخاب کا انتخاب۔ ایک ایسا لاجواب انتخاب کہ جس کے مطالعے سے مرزا غالبؔ اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں۔ مجیب صاحب کا مبسوط مقدمہ تو شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے اس نے انتخاب کی اہمیت و افادیت کو حقیقت اور بھی بہت با وقعت بنادیا ہے۔ قیمت ۴/۵۰

کتاب کی کہانی (معلومات) سید احمد حسن نقوی

انسان نے کب اور کیسے لکھنا پڑھنا سیکھا؟ کتاب کی ابتدا کیسے ہوئی کتاب کو موجودہ صورت تک پہنچنے میں کن کن منزلوں سے گزرنا پڑا؟ یہ سب جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ کیجیے بہت قیمتی اور اچھوتی معلومات ہیں اور بڑے دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہیں۔ قیمت: ۱/۵۰

پچھلی را - فراقؔ گورکھپوری

کلامِ فراقؔ کے شائقین کے لیے ایک انمول تحفہ۔ فراقؔ کی غزلوں کا وہ انتخاب جسے خود فراقؔ نے ترتیب دیا ہے۔ دیدہ زیب کتابت اور روشن طباعت نے اس مجموعے کے حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ قیمت ۷/-

ڈاکٹر ذاکر حسین (سیرت و شخصیت) مرتب: عبداللطیف اعظمی

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب مرحوم و مغفور پر اُن کی زندگی ہی میں بہت کچھ لکھا جا چکا تھا۔ ۱۹۶۶ء سے قبل ذاکر صاحب پر جتنے اہم اور قابلِ ذکر مضامین لکھے گئے وہ سب کے سب اس مجموعے میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ ذاکر صاحب کی زندگی، ان کی شخصیت، اُن کے کردار، ان کی صفات اور اُن کی قومی و تعلیمی خدمات سے واقف ہونے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔ قیمت: ۵/۵۰

شہر آشوب ڈاکٹر نعیم احمد

اردو کلاسیکی صنفِ سخن، شہر آشوب، کے تحت جو نظمیں لکھی گئی ہیں وہ محض خیال آرائی یا مضمون آفرینی کا نتیجہ نہیں بلکہ اپنے اپنے دور کے حالات کی تخلیق ہیں۔ اسی لیے یہ صنفِ سخن زندگی پر بے لاگ تبصرہ بھی ہے اور تنقید بھی۔ ڈاکٹر نعیم احمد نے اُردو کے ۸۲ شعرا کے مشہور شہر آشوبوں کو مع مقدمہ و حواشی مرتب کر کے اُردو ادب کی بے مثال خدمت کی ہے۔ اس صنف پر اُردو میں یہ واحد کتاب ہے۔ قیمت: ۷/۲۵

پیار کا موسم مہندر ناتھ

پیار کا موسم، محبت اور محبت کی رنگینیوں سے بھرپور ایک ایسا ناول ہے، رومانی ناولوں سے دلچسپی رکھنے والے حضرات نے بے حد پسند کیا ہے۔ قیمت ۳/۵۰

دِلّی کی شام مصنف: احمد علی مترجم: بلقیس جہاں

دِلّی کی شام، ایک اجتماعی ناول ہے جس کا ہیرو نہ صرف دِلّی شہر ہے جس میں

سلمانوں کی مٹتی ہوئی تہذیب کے خصوصی دور کی کہانی، روزمرہ کی زندگی کے آئینے میں
پیش کی گئی ہے بلکہ عام انسانی زندگی کی ایک نہایت دلچسپ کہانی بھی ہے محمد حسن عسکری
اس کہانی کے بارے میں لکھا ہے کہ: "اردو ناول کا تو ذکر ہی کیا مغربی ناولوں میں
بھی اس کے مقابلے کا ناول آسانی سے میسر نہیں آسکتا"۔
محترمہ بلقیس جہاں نے ترجمے میں جو کمال فن دکھایا ہے اور جو ٹکسالی زبان لکھی ہے
اس نے تصنیف کی اصل روح کی پوری ترجمانی کر دی ہے۔ قیمت ۷/۵۰

بکھرے ورق مصنف: ڈاکٹر سونیتی کمار چٹرجی مترجم: شانتی رنجن بھٹاچاریہ
پروفیسر ڈاکٹر سونیتی کمار چٹرجی ایک بہا نادیدہ، بین الاقوامی شہرت یافتہ ماہر لسانیات،
ایک مستند عالم اور بنگلہ زبان کے مشہور و معروف ادیب ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں پر کبھی بڑی
گہری نظر رکھتے ہیں۔ 'بکھرے ورق' ان کے سات ایسے مضامین کا مجموعہ ہے جن کا تعلق
خاص طور اسلامی علوم اور تہذیب و تمدن سے ہے۔ ان مضامین کا اردو ترجمہ جناب شانتی
رنجن بھٹاچاریہ نے کیا ہے۔ جو بنگلہ زبان کے ساتھ ساتھ اردو زبان پر بھی پورا عبور
رکھتے ہیں۔ قیمت ۳/۰

شراب کہنہ (تعارف و تذکرہ) رشید نعمانی
کسی زبان کے مطالعے کے لیے اُس کے شاعروں اور ادیبوں کے حالات جاننا بہت
ضروری ہے۔ دراصل یہ بنیاد ہوتے ہیں۔ اُس عمارت کی جو تکمیل کے بعد تاریخ ادب کہلاتی
ہے۔ رشید نعمانی صاحب نے چار سال کی مسلسل عرق ریزی کے بعد اس تذکرے میں اُردو
کے ۵۰ شاعروں (قلی قطب شاہ تا حالی) کے مختصر مگر صحیح حالات معہ سنین پیدائش و انتقال
جمع کر دیئے ہیں ساتھ ہی ہر شخص کا نمونۂ کلام بھی پیش کر دیا ہے۔ طلبا کے لیے یہ تذکرے
خاص طور پر مفید ثابت ہوئے ہیں۔ قیمت:- ۳/۲۵

پاکستان (اس کا قیام اور ابتدائی حالات) مصنف: سری پرکاش مترجم: محمد حمایت الحسن
سری پرکاش صاحب پہلے ہندوستانی ہائی کمشنر ہیں جن کا تقرر پاکستان میں ہوا
تھا۔ انھیں پاکستان کے اولین ذمہ داروں کو قریب سے دیکھنے، ان سے ملنے جلنے اور پاکستان کے ابتدائی

حالات کا جائزہ لینے کا بہترین موقع میسر آیا۔ ان کی یہ تصنیف اسی زمانے کے حالات کی چشم
دید روداد ہے اور اسے نہایت ایمانداری اور صداقت کے ساتھ قلم بند کیا گیا ہے۔ یہ
کتاب نہ صرف سیاست و تاریخ کے طلبا کے لیے مفید ثابت ہوگی۔ بلکہ لطیفیات کا مطالعہ
کرنے والوں کے لیے بھی کام کی چیز ہے قیمت -/۲

پریم چند کے خطوط مرتبہ: مدن گوپال

کسی بھی شخص کے خطوط اس کی سیرت، کردار اور شخصیت کا حقیقی آئینہ ہوتے ہیں۔ اردو
کے مایۂ ناز منفرد افسانہ نگار، ناول نویس اور انشا پرداز منشی پریم چند کے ۲۴۷ خطوط
کو مدن گوپال صاحب نے پچیس برس کی مسلسل جستجو اور محنت شاقہ کے بعد مرتب کیا ہے
ان نجی اور کاروباری خطوط کے مطالعے کے بعد منشی پریم چند کی سیرت و شخصیت کو سمجھنے
کے لیے مزید کسی حوالے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی قیمت ۹/۵۰

صلاح الدین ایوبی (ناولٹ) قاضی عبدالستار

صلاح الدین ایوبی، اسلام کے مایۂ ناز سپوت، ہمت شجاعت کے پتلے
اور بے مثال جنرل تھے۔ وہ آندھی کی طرح اٹھے اور فتح و کامرانی کے جھنڈے گاڑتے ہوئے
آگے ہی بڑھتے چلے گئے۔ قاضی عبدالستار نے اس بے مثال جنرل کی کہانی تاریخی
حقائق کے پس منظر میں بیان کی ہے اور ان کے مخصوص اور پر شکوہ انداز بیان
نے اس ناول کو اتنا پر اثر بنا دیا ہے کہ کتاب بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے قیمت -/۳

فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ (دوسرا اڈیشن) سید ضمیر حسن دہلوی

رجب علی بیگ سرور کی مشہور عالم تصنیف "فسانۂ عجائب" اردو زبان کے
بند ایسے نوادر کے زمرے میں آتی ہے جو روایت پرستی ہونے کے باوجود خود زندہ
روایت ہیں۔ یہ کلاسیکی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو فسانۂ عجائب
کے حقیقی مرتبے سے روشناس کرانے کی قابل ستائش کوشش ہے۔

قیمت: -/۴

چنار کا پتّا (ناولٹ) مصنف: سلطانہ آصف فیضی

اس چھوٹے سے ناول میں کشمیر کی وہ صاف اور سچی تصویر پیش کی گئی ہے جس میں آپ کشمیر کے معصوم بچپن سے لے کر جوانی، بڑھاپے تک، اس کی مسلسل اور مختلف کیفیتوں بلکہ شخصیتوں کو درجہ بدرجہ بڑھتے اور پروان چڑھتے دیکھ سکیں گے۔ ایک بہترین اور دلچسپ ناول، جسے ایک بار شروع کرنے کے بعد آپ پوری طرح پڑھے بغیر نہ رہ سکیں گے

قیمت: ۲/۲۵

آتشِ گل (شعری مجموعہ) نیا اڈیشن جگر مراد آبادی

رئیس المتغزلین حضرت جگر مراد آبادی کا یہ دیوان پرکیف اور بہار آفریں غزلوں کا مجموعہ ہے، جس کا نام شعری ادب میں سرفہرست آتا ہے۔ ایک ایسا مجموعۂ کلام جو اپنے اندر بے پناہ رنگینیاں اور بہاریں سمیٹے ہوئے ہے جس کی ہر غزل اور شعر خود بخود نغمہ بن کر لبوں پر آ جاتا ہے اس کتاب پر جگر کو ساہتیہ اکاڈمی انعام عطا ہوا تھا۔

قیمت: ۶/-

یادگار شخصیتیں مرتّب: جواہر لال نہرو مترجم: رفیق محمد شاستری

اس کتاب میں مہاویر گوتم بدھ سے لے کر مصطفےٰ کمال پاشا تک کے زمانے کی اہم مقتدر ہستیوں کا ذکر ہے۔ ان ہستیوں میں اوتار بھی ہیں پیغمبر بھی، مفکر بھی ہیں۔ حکمراں بھی۔ سیاست داں بھی ہیں۔ اور دانشور بھی۔ مصلح قوم بھی ہیں اور عالم بھی۔ بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ذکر میں کسی روایتی عقیدے یا جذباتی لگاؤ کو دخل نہیں ہے صرف تاریخی پس منظر میں پوری دیانت داری کے ساتھ انھیں دیکھنے اور پرکھنے کی کوشش کی گئی ہے

قیمت: ۵/۵۰

کچھ پُرانے خط (حصّہ دوم) مرتب: پنڈت جواہر لعل نہرو مترجم: مولانا عبدالمجید الحریری

پنڈت جواہر لعل نہرو کے نام ملکی اور غیر ملکی سرکردہ ہستیوں کے ۱۷۴ خطوط کا بیش بہا مجموعہ۔ یہ خطوط ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۸ء تک کے زمانے کی نہ صرف سچی تاریخ پیش کرتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے بہت سے ایسے اہم واقعات بھی معلوم ہو جاتے ہیں جن سے ہم آپ اب تک ناواقف رہے ہیں۔

قیمت: ۸/-

حسرت کی شاعری (تحقیق و تنقید ۹ (نیا اڈیشن) ڈاکٹر یوسف حسین خاں

حسرت کے شاعرانہ اوصاف اور ان کی شخصیت کی عظمتیں بہت وسیع اور حد درجہ بسیط اور ڈاکٹر یوسف حسین صاحب نے انھیں نہایت معقولیت اور جامعیت کے ساتھ قلم بند ہے۔ ترمیم اور اضافے کے بعد۔ قیمت /۰

قلم کا مزدور پریم چند (سوانح) مدن گوپال

یہ کتاب منشی پریم چند کی داستانِ حیات ہے جس کو مدن گوپال صاحب نے برسہا برس کی طویل محنت کے بعد پریم چند کے خطوط، ان کی تحریروں اور ان کی شریکِ حیات کی لکھی ہوئی یادداشتوں کی مدد سے مرتب کیا ہے کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ تلخ ہو یا شیریں جو صحیح بات تھی من وعن پیش کر دی گئی ہے۔ قیمت: ۴/-

گنجہائے گرانمایہ (تیسرا اڈیشن) پروفیسر رشید احمد صدیقی

یہ کتاب اُن پندرہ عظیم المرتب شخصیتوں کی زندگی سے متعلق بیتی بسری یادوں کا عکس ہے جو اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ ان شخصیتوں میں مفکر بھی ہیں اور عالم بھی، سیاست داں بھی اور مصلحِ قوم بھی۔ شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی رشید صاحب کے مخصوص منفرد انداز میں لکھی ہوئی اس کتاب کو جب آپ پڑھیں گے تو کبھی آپ مسکرانے پر مجبور ہوں گے اور کبھی آہ سرد کھینچنے پر۔ قیمت: ۶/-

آشفتہ بیانی میری (چوتھا اڈیشن) پروفیسر رشید احمد صدیقی

رشید صاحب نے علی گڑھ کو نصف صدی تک دیکھا اور برتا ہے۔ ان کو علی گڑھ سے لگاؤ نہیں عشق ہے۔ اس کتاب میں رشید صاحب نے اپنے ذاتی خیالات اور تاثرات اپنے مخصوص رنگ میں پیش کیے ہیں ان کے والہانہ لگاؤ نے کتاب میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا ہے جس کا اندازہ کتاب کو پڑھنے ہی سے ہو سکتا ہے پرانا بھی علی گڑھ اور اس کی سابقہ روایات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔ قیمت

پردیسی کے خطوط مجنوں گورکھپوری کے ۸ خطوط کا مجموعہ

"مکتوبات"، روزنامچوں اور مکالمات کی صورت میں زندگی اور زندگی کے مختلف شعبوں

کے رموز و نکات اور مسائل و معاملات زیادہ دل نشینی کے ساتھ سمجھائے جا سکتے ہیں۔"
اپنے اس خیال کے پیشِ نظر مجنوں صاحب نے یہ خطوط سپردِ قلم کیے ہیں جن میں چند اہم موضوعات
پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ خطوط تنقید و تنقیص اور شعر و حکمت کا بہترین
نمونہ ہیں۔ قیمت: ۲/۷۵

اُردو اسیز (تیسرا اڈیشن) سید ظہیر الدین

انگریزی میں (ESSAY) ایک مخصوص نہج اور اسلوب کے مقالے کو کہتے ہیں۔
ایسے مقالے ایک خاص قسم کے فکر و تصوّر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جن میں تجزیۂ جذبات، نفسیاتی
مطالعہ، منطقی استدلال، فلسفیانہ تفکر، متصوفانہ استقرا اور انشاءِ عالیہ کا اسلوب
سب کچھ پایا جاتا ہے۔ "اُردو اسیز" میں مقالہ نویسی کی اس صنف پر سیر حاصل بحث
کی گئی ہے۔ نمونے کے طور پر مختلف ادوار کے اسیز (مقالے) بھی شامل کیے گئے ہیں۔ قیمت ۴/۵۰

غزل سرا (تحقیق و تنقید) مجنوں گورکھپوری

"غزل سرا" اُردو غزل گو شعرا میں سے ۱۲ مشہور شعرا کی غزلوں پر مجنوں صاحب کے تحقیقی
اور تنقیدی مقالوں کا مجموعہ ہے یہ مقالے نہایت دیانتداری کے ساتھ لکھے گئے ہیں اور تنقید
نگاری کے اصول اور معیار پر پورے اترتے ہیں۔ قیمت -/۶

کاروانِ فکر (اخلاقیات) ڈاکٹر یوسف حسین خاں

یوسف صاحب کے بصیرت افروز مقالات کا مجموعہ جس میں اخلاقی قدروں کو خاص
طور پر اہمیت دی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے ہر گتھی کو بڑے واضح اور مدلّل انداز سے سلجھا کر یہ
ثابت کر دیا ہے کہ بالآخر نیکی ہی بدی پر غالب آتی ہے اور عمل ہی سے تقدیریں بنا کرتی ہیں۔
موصوف کے اندازِ فکر میں گہرائی ہے۔ معنویت ہے اور پھر زبان کا حسن ہے۔ جو دوسرے
کے ہاں بہت کم ملتا ہے۔ قیمت: ۳/۷۵

تذکرہ جگر (سیرت و شخصیت) محمود علی خاں جامعی

محمود صاحب جگرؔ کے ان مخصوص دوستوں میں تھے جنھوں نے مسلسل ۳۵ برس تک ان کے
محاسن، ان کمزوریوں، غرض جگرؔ صاحب کی پیدائش سے لے کر انتقال تک کی زندگی کو ہر حال اور ہر دور
[illegible] ایک دوستانہ کتاب۔ قیمت -/۶

تنقید کیا ہے؟ (نظر ثانی و اضافے کے بعد) آل احمد سرور

سرور صاحب کے یہاں انشاء پردازی اور ادبی چاشنی کا وہ عنصر پایا جاتا ہے جو اعلیٰ تنقید کی ایک مستحسن خصوصیت ہے۔ یہ کتاب تنقیدی مضامین کا ایسا مجموعہ ہے جس میں تنقید کے اصولوں پر بحث بھی ہے اور پوری کتاب اس کا جواب بھی۔ قیمت ۵/۷۵

نقد اقبال (دوسرا اڈیشن) حضرت میکش اکبرآبادی

میکش اکبرآبادی کی اس اہم تصنیف کا مقصد علامہ اقبال کی تنقیدوں کو پرکھنا اور ان کے بعض متضاد نظریوں کی صراحت اور ان میں مطابقت کی مناسب و کامیاب کوشش ہے۔ کتاب میں علامہ کے فلسفۂ خودی اور دوسرے وہ فلسفے جن پر علامہ نے نقد فرمایا ہے، ان پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اقبال اور ان کے فلسفے کو سمجھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری۔ قیمت: ۴/۲۵

اردو مرثیہ (تاریخ مرثیہ) سید سفارش حسین رضوی

اردو مرثیے کی یہ تاریخ جو بڑی کاوش سے مرتب کی گئی ہے۔ دو حصوں پر مشتمل ہے پہلے حصے میں دکن کی مرثیہ گوئی کی ابتدا سے لے کر اس کے عروج تک کی داستان ہے اور پھر دوسرے حصے میں شمالی ہند میں اس کے نئے انداز سے آغاز و ارتقا کا تمام حال مکمل اور مفصل حوالوں اور نمونوں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے قیمت ۶/-

موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری

قادری صاحب، نفسیات خصوصاً تعلیمی نفسیات کے تجربے کار اور بالغ نظر استاد ہیں۔ یہ کتاب ان کے ۲۲ مضامین کا مجموعہ ہے جن میں تعلیم و تربیت کے متعدد پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ سرپرستوں اور استادوں کو تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی و تہذیب کے دوسرے کن کن پہلوؤں پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔ قیمت: ۲/۵۰

جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی

"جامعہ کا طریقہ" مدھولی صاحب کے تیس پینتیس سال کے ان تجربوں کا نچوڑ ہے جو آپ نے ابتدائی تعلیم کے میدان میں دن رات لگ کر حاصل کیے ہیں۔ یہ کتاب زیر تربیت

تادوں ہی کے لیے نہیں، ان استادوں کے لیے بھی مفید ہوگی جو مبتدی بچوں، یا بڑوں
ردو یا ہندی پڑھنا لکھنا سکھاتے ہیں۔ اس میں طریقۂ تعلیم کی وضاحت کے ساتھ
اتھ پڑھانے کے امدادی سامان بہم پہنچانے اور تیار کرنے کی تدبیریں بھی بتائی
ئی ہیں۔ قیمت۔ ۲/۵۰

ریخ الامت (تاریخ اسلام) مولینا اسلم جیراجپوری

روایات وواقعات کا سلسلۂ اسناد کہیں سے بھی منقطع نہ ہونے پائے۔ یہ امتیاز
رف تاریخ اسلام ہی کو حاصل ہو سکا ہے۔ اسی لیے امت محمدی کی تاریخ جوں کی
وں محفوظ چلی آرہی ہے۔

مولانا اسلم جیراجپوری مرحوم نے اسلامی تاریخ کی مستند اور قدیم کتابوں کو سامنے
رکھ کر بڑی جستجو اور تحقیق کے بعد تاریخ اسلام کا یہ سلسلہ مرتب فرمایا تھا۔ امت محمدیؐ
کی یہ تاریخ اپنی گوناگوں خوبیوں اور صحت واقعات کے سبب قومی نصاب میں شامل
ور ملک و بیرون ملک میں مقبول ہو چکی ہے۔

تاریخ الامت	(حصہ اوّل)	سیرت رسول (گیارھواں اڈیشن)	قیمت ۲/۵۰
〃 〃	(〃 دوم)	خلافت راشدہ (آٹھواں 〃) 〃	۴/-
〃 〃	(〃 سوم)	خلافت بنی امیہ (چھٹا 〃) 〃	۲/۷۵
〃 〃	(〃 چہارم)	خلافت عباسیہ (چوتھا 〃)	۳/۲۵
〃 〃	(〃 پنجم)	عباسیہ بغداد (〃 〃)	۳/۲۵
〃 〃	(〃 ششم)	عباسیہ مصر (تیسرا 〃)	۳/۲۵
〃 〃	(ہفتم)	آل عثمان (دوسرا 〃)	۲/-
〃 〃	(ہشتم)	تاریخ اسلام اور قرآن (〃 〃)	۳/۲۵

آزمائش (چوتھا اڈیشن) (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب

۱۸۵۷ء کی ملک گیر عوامی تحریک کو انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا۔ پر یہ غدر
نہیں تھا، بلکہ حصول آزادی کی تحریک کی طرف پہلا قدم تھا۔ بہت موثر قدم۔

"آزمایش" اسی پہلی جنگِ آزادی سے متعلق ایک دلچسپ ڈراما ہے۔ ڈرامے ا
اصل واقعات کو مستند تاریخی پسِ منظر میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت ۵

انجام (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب
مجیب صاحب کا ایک بہت ہی خوبصورت اور دلچسپ ڈراما جس کے متعدد
اڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ یہ ڈراما مختلف یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی داخل ہے آسا
سے اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے۔ قیمت۔ ۲۵

کھیتی (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب
اس ڈرامے میں نام نہاد قومی رہنماؤں کے ہتھکنڈوں کا پردہ نہایت خوبی اور دلک
انداز سے چاک کیا گیا ہے۔ موجودہ حالات میں جب کہیں کہیں لیڈری محض آمدنی اور
آوری کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ اور بھی ضروری ہے۔ قیمت ۲۵/

کیمیاگر (افسانے) پروفیسر محمد مجیب
مجیب صاحب نے بہت کم افسانے لکھے ہیں وہ اپنی جگہ ایک سنگ میل کی حیثیت
رکھتے ہیں۔ ان افسانوں میں مجیب صاحب نے عام اور روایتی حسن و عشق سے گریز کیا ہے
اور واقعاتی زندگی کی جھلکیاں بڑے خوبصورت انداز میں پیش کی ہیں قیمت ۔/

خانہ جنگی (ڈراما) پروفیسر محمد مجیب
داراشکوہ، اورنگ زیب اور مراد کے باہمی اختلافات سلطنت مغلیہ کے زوال
کا سبب بنے۔ حکومت کا شیرازہ بکھر گیا اور ایک ملک گیر انتشار برپا ہو گیا۔ اس ڈرامے
میں اسی دور کی سچی عکاسی انتہائی دلچسپ انداز میں کی گئی ہے۔ یہ ڈراما اسٹیج بھی کیا جا سکتا ہے
قیمت:۔ ۵

پردۂ غفلت (ڈراما) (نیا اڈیشن) ڈاکٹر سید عابد
یہ ڈراما ہماری تہذیب و تمدن کی نہ صرف عکاسی کرتا ہے۔ بلکہ ان نقو
میں کشش و رنگ آمیزی بھی کرتا ہے جن سے بچے اور بوڑھے دونوں لطف اند
وز ہو سکتے ہیں۔ قیمت ۵

میدانِ عمل (ناول) منشی پریم چند

میدانِ عمل، منشی پریم چند کا وہ مشہور ناول ہے۔ جو اُردو کا سب سے اچھا ناول تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اس کا یہ چھٹا اڈیشن حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ مجلد مع خوبصورت گرد پوش قیمت ۸/۵۰

گئودان (ناول) (ساتواں اڈیشن) منشی پریم چند

"گئودان"، اُردو کے بہترین ناولوں میں ممتاز جگہ کا مستحق ہے۔ اس میں کسان اور زمین دار، مزدور اور سرمایہ دار، شہری اور دیہاتی، جاہل اور تعلیم یافتہ، ترقی پسند اور رجعت پسند، جنتا اور لیڈر اور اسی طرح کے متعدد ٹکرانے والے کرداروں کی زندہ اور جاندار تصویریں پیش کی گئی ہیں۔ ہندوستانی سماج، اس کے روزمرہ کے مسائل، بھوک، تنگ دستی، لاگ ڈانٹ، سادگی، چالاکی، گھاتیں، جیلے، جنس، اور اخلاق کے تمام نقوش اُبھر کر سامنے آجاتے ہیں۔ قیمت -/۱۱

بیوہ (ناول) (چھٹا اڈیشن) منشی پریم چند

اس دردناک ناول میں منشی پریم چند نے سماج کی ٹھکرائی ہوئی ایک بیکس و لاچار ہندوستانی بیوہ کی پُرالم داستان میں بیان کی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جسے آپ بار بار پڑھنے پر مجبور ہوں گے۔ (زیرِ طبع)

واردات (افسانے) منشی پریم چند

منشی پریم چند کے تیرہ افسانوں کا مجموعہ جس کا ہر افسانہ اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہ افسانے اس زمانے کے لکھے ہوئے ہیں جب منشی جی کا فن انتہائی عروج پر تھا۔ ادبی حسن وجمال اور فنّی چابکدستی ان افسانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ قیمت ۴/۵۰

دروازے کھول دیئے ہیں۔ ڈرامے کو بڑی آسانی سے اسٹیج کیا جا سکتا ہے۔ قیمت ۲/۵۰

نئی بیماری (افسانے) مہندر ناتھ

عوام کی زندگی میں اتنا دُکھ، اتنا کرب کیوں؟ یہ بھوک، یہ بے روزگاری یا افلاس آخر یہ سب کیوں؟؟ - یہ ہیں وہ مسائل جنھیں مہندر ناتھ نے محسوس کیا۔ نہ صرف محسوس بلکہ ان کے اسباب اور ان کے حل افسانوں کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کر دیئے ہیں
قیمت ۳/۵۰

کالے صاحب (افسانے) اوپندر ناتھ اشک

اشک اُردو اور ہندی کے مشہور و ممتاز افسانہ نگار ہیں۔ اُن کی زبان صاف ستھری اور رواں ہوتی ہے۔ اس مجموعے کے ہر افسانے میں گھریلو، سیاسی، سماجی اور رومانی زندگی کی تلخیوں اور ناگواریوں کو حقیقی رنگ اور ایسے انداز میں پیش کیا ہے جو دل پر اثر کرتا ہے۔

قیمت ۲/۵۰

نروان (افسانے) جیلانی بانو

محترمہ جیلانی بانو دورِ حاضر کی مقبول ترین ادیبہ ہیں۔ ان کا طرزِ تحریر دل کش اور اندازِ بیان صاف و شستہ ہوتا ہے۔ ان ہی خوبیوں کے باعث آپ کی نگارشات اور خاص طور پر افسانوں کو قبولِ عام کی سند مل چکی ہے۔

'نروان' آپ کے چودہ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ قیمت ۴/۵۰

پت جھڑ کی آواز (دوسرا اڈیشن) قرۃ العین حیدر

"آگ کا دریا" جیسے مشہور ناول کی مصنفہ محترمہ قرۃ العین حیدر کے آٹھ منتخب افسانوں کا مجموعہ۔ مصنفہ کو اس مجموعے پر ساہتیہ اکیڈمی اوارڈ ملا ہے۔ قیمت ۶/-

ماں کی کھیتی (ناولٹ) مصنفہ چنگیز اعتماد وف مترجمہ: قرۃ العین حیدر

دھرتی ماں کی گود کے ایک دور افتادہ چھوٹے سے گوشے میں کھیلی جانے والی کہانی جس میں نہایت سادگی کے ساتھ انقلابی حادثات، اَن جانے مصائبِ فاموش تن اور انسان کے پُرعزم حوصلوں اور جد و جہد کی ایک دلچسپ اور صحیح کہانی پیش کی گئی ہے۔ قیمت ۲/-

آدمی کا مقدر (ناولٹ) مصنفہ: میخائیل شولوخوف مترجمہ: قرۃ العین حیدر

"میخائیل کا شمار اس صدی کے عظیم مصنفین میں کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اس ناولٹ کا تانا بانا دوسری جنگِ عظیم کے تلخ اور کربناک تجربوں کی روشنی میں بنا ہے اور انسان کے مقدر کی تعیین کی ہے۔" آدمی کا مقدر میخائیل کی بہترین تخلیق قرار دی گئی ہے۔

قیمت ۱/-

خیالی پلاؤ (بچوں کا ناول) دی میدی وید لیف مترجمہ قرۃ العین حیدر

اس کتاب میں دو دوستوں کی ایک ایسی کہانی پڑھنے کو ملے گی جنھیں جادو کے زور سے جون بدلنا آگیا تھا اور وہ اس کے ذریعے پہلے چڑیا، پھر تتلی اور بعد میں چیونٹی بن گئے۔ کیوں اور کیسے بنے؟ اور پھر کیا ہوا؟ اس کی پوری کہانی اس میں درج ہے۔ نہایت دلچسپ اور بے حد مزے دار۔ قیمت ۱/۷۵

ڈنگو (ناولٹ) مصنفہ آر فریمین ترجمہ: قرۃ العین حیدر

ہماری زندگی ایک رفیع الشان بڑھتا اور پھولتا ہوا درخت ہے۔ اسے دکھاوے کے زیوروں سے سجانا بے کار ہے کیونکہ یہ اپنی قدرتی حالت میں ہی بے انتہا شان دار اور خوبصورت ہے" اس مختصر اور سیدھے سادے لیکن دل کش ناول پر یہ الفاظ پوری طرح صادق آتے ہیں قیمت ۲/۲۵

بودوکیہ ایک ایسی ماں کی کہانی ہے جو پانچ یتیم بچوں پر اپنی ممتا نچھاور کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے۔ جو پڑھنے والوں کے دلوں میں اتر جائے گا۔ قیمت۔ ۱/۷۵

سات سال مصنف: ملک راج آنند مترجم: رضیہ سجاد ظہیر

سات سال، ملک راج آنند کے مشہور انگریزی ناول "سیون سمرز" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ ایک عام ہندوستانی بچے کی معصوم شوخیوں اور بھولی شرارتوں سے بھرپور داستان ہے۔ انوکھے واقعات نے۔ انداز بیان کی سادگی و بے ساختگی نے ناول کو اتنا دلچسپ بنا دیا ہے کہ شروع کرنے کے بعد بغیر ختم کیے قرار نہیں آتا۔ قیمت ۵/۷۵

زلزل مصنف بھبھانی بھٹا چاریہ مترجم: رضیہ سجاد ظہیر

یہ ایک دلچسپ سوشل ناول ہے۔ ناول کے ہیرو کالو، اور اس کی بیٹی چندر لیکھا کی ہنگامہ خیز داستان پر لطف اور پر اثر انداز میں بیان کی گئی ہے۔ قیمت ۴/۵۰

عروس نیل (سفرنامہ) سلطانہ آصف فیضی

بیگم فیضی نے اپنے قیام مصر کے تاثرات اس کتاب میں بہت ہی دلچسپ انداز میں

پیش کیے ہیں۔ ترمیم و اضافہ کے بعد نیا اڈیشن۔ قیمت ۳/۲۵

اوپر کی منزل (ڈرامے) کرتار سنگھ دگل

ڈراما نگاری میں کرتار سنگھ دگل کا اپنا ایک مقام ہے۔ اِن کے ڈراموں میں توازن، معقولیت اور معتدل قسم کی رومانیت ہوتی ہے "اوپر کی منزل" ان کے ایک ایکٹ کے دس ڈراموں کا مجموعہ ہے۔ ٹیکنک کے لحاظ سے ہر ڈراما مکمل ہے۔
قیمت : -/۴

شکستِ ناتمام (ناول) مصنف : اسٹن بیک مترجم : زہرہ سیدین

اسٹن بیک، امریکہ کے صاحب طرز ادیب اور مشہور ناول نگار ہیں۔ اُن کے ناول اپنے اچھوتے پلاٹ اور اعلیٰ کردار نگاری کے لحاظ سے نمایاں انفرادیت کے حامل ہوتے ہیں "دی مون از ڈاؤن" ان کا وہ شاہ کار ناول ہے۔ جس میں مذکورہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ محترمہ زہرہ سیدین نے اس شاہ کار ناول کا اردو ترجمہ اتنی سلیس اور بامحاورہ زبان میں کیا ہے کہ ترجمے پر اصل گمان ہوتا ہے۔ قیمت : -/۲

آئینۂ ایام (ڈرامے) مصنف : جے بی پرسٹلے مترجم : خلیق احمد

انگریزی کے ادیبوں میں پرسٹلے بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ اُن کے تین شہرۂ آفاق ڈراموں کا ترجمہ ہے۔ یہ ڈرامے اردو دنیا میں بڑی قدر اور بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھے گئے ہیں قیمت : ۳/۵۰

چراغوں کا سفر (افسانے) رام لعل

رام لعل کا تعلق اُردو افسانہ نگاروں میں اس نسل سے ہے جو کرشن چندر راجندر سنگھ بیدی اور سعادت حسن منٹو کے سامنے آئی ہے ان کی کئی کتابوں پر حکومت اتر پردیش سے انعامات بھی مل چکے ہیں۔ "چراغوں کا سفر" آپ کے ۱۶ مختصر مگر کامیاب ترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ قیمت : ۴/۰

باپ بیٹے (ناول) مصنف : ترگنیف ترجمہ انور عظیم

روسی مصنف ترگنیف کی مشہور تخلیق "فادر اینڈ سنز" کا ترجمہ۔ اس

ناول کو حقیقت پسندی کی ایک زندۂ جاوید روایت کا درجہ حاصل ہے۔ اور پوری داستان اپنے اندر بڑی کشش اور بے باکی رکھتی ہے۔ قیمت ۵/-

ایک تھی انیتا (ناولٹ) مصنفہ: امریتا پریتم ترجمہ: ظفر ادیب

"امریتا پریتم" کا شمار ملک کی اُن لکھنے والیوں میں ہوتا ہے جو اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ "ایک تھی انیتا" پنجابی زبان میں کافی مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور اپنے طرز کے انوکھے اور چونکا دینے والے اس ناول کا اُردو ترجمہ پہلی بار شایع ہوا ہے۔ قیمت: ۳/۲۵

سراج الدّولہ (ڈراما) مصنف: سچین سین گپتا مترجم: اشفاق حسین

نواب سراج الدّولہ کی حب الوطنی، میر جعفر کی غدّاری اور انگریزوں کی شرمناک چالوں پر مبنی ایک انتہائی سبق آموز اور پُر حقیقت ڈراما۔ زوردار اور دل پر اثر کرنے والے مکالمے اس ڈرامے کی جان ہیں۔ یہ ڈرامہ آسانی سے کھیلا جا سکتا ہے۔ قیمت: ۱/۵۰

خیالستان (افسانے) سجاد حیدر یلدرم

"خیالستان" یلدرم کے مختصر افسانوں کا مجموعہ ہے، بولتی چالتی تصویروں کا یہ حسین مرقع انداز کے محاسن گوناگوں سے مرصّع ہے اور لطیف جذبات، نازک شاعرانہ خیالات اور ظرافت کے شگفتہ پھولوں سے آراستہ ہے۔ قیمت: ۳/۷۵

نقشِ آخر (ڈراما) اشتیاق حسین قریشی

۱۹ ویں صدی کے وسط میں کچھ ایسے تغیرات رونما ہوئے جنھوں نے ہماری بہت سی خصوصیات کو مٹا دیا۔ اس تاریکی میں جب کسی طرف کوئی شعاع امید نظر نہ آتی تھی، ایک نیا ستارہ چمکا۔ جس نے ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کیا۔ یہ ڈراما اسی انقلاب کی کہانی ہے۔ بارہا کامیابی کے ساتھ اسٹیج بھی کیا جا چکا ہے۔ قیمت ۱/۷۵

مطبوعات مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

معیاری ادب کا سلسلہ

انتہائی صحتِ متن اور ضروری اعراب و فرہنگ کے ساتھ
فوٹو آفسیٹ کے ذریعے چھپی ہوئی معیاری ادب کی اہم اور نادر کتابیں۔
ان کتابوں کو مکتبہ جامعہ نے حکومتِ جموں و کشمیر کے گراں قدر تعاون
سے ازسرِنو مرتب کرنے اور کم سے کم قیمت پر فراہم کرنے کا منصوبہ بنایا
ہے۔ محققین اور طلبہ پورے اعتماد کے ساتھ ان کتابوں سے استفادہ
کر سکتے ہیں۔

مقدمہ شعر و شاعری — خواجہ الطاف حسین حالیؔ — مرتبہ: رشید حسن خاں

مقدمہ شعر و شاعری کا شمار اُردو کی ان اہم اور معیاری کتابوں میں ہے جن کی
اہمیت، افادیت اور مقبولیت پر شاید ہی کبھی آنچ آسکے۔ آج بھی جبکہ اُردو میں تنقید کا
سرمایہ بہت بڑھ چکا ہے۔ اس کی اہمیت اور افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۶۰ لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

انتخاب سراجؔ اورنگ آبادی — مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

اِس انتخابِ کلام میں آپ کو ایک ایسی جمال پرست اور بے قرار شخصیت کی
جھلکیاں ملیں گی جو ذات و کائنات کے عرفان کی تلاش میں ہے ان اشعار میں ایک درمند
کی آواز بھی ہے اور ایک تہذیب اور ایک تاریخی دور کی صدا بھی۔

قیمت طلبہ اڈیشن ۱/۲۰ لائبریری اڈیشن ۱/۷۰

موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ — شبلی نعمانی — مرتبہ: رشید حسن خاں

موازنۂ انیسؔ و دبیرؔ اُردو میں تنقید کی ابتدائی اور اہم کتابوں میں سے ہے۔ یہ
اپنے انداز کی ایک ایسی منفرد تصنیف ہے کہ اگر اسے انیسؔ و دبیرؔ کے شاعرانہ کمالات کا
جائزہ اور ان کی شاعرانہ قدر و قیمت کے تعین کی دستاویز کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۳/۲۵ لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

انتخاب مراثی (انیس و دبیر) مرتبہ: رشید حسن خاں

مرثیہ نگاروں کی طویل فہرست میں انیس و دبیر کے نام سرفہرست آتے ہیں۔ انیس کے یہاں منظر نگاری، جذبات نگاری، واقعہ نگاری اور کردار نگاری کا کمال نظر آتا ہے اور دبیر کے یہاں تشبیہات و استعارات کی جدت، عربی و فارسی کے پُرشوکت الفاظ کا استعمال اور پُرشکوہ طرزِ بیان، ان کے مراثی کی خصوصیات ہیں۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۳/- لائبریری اڈیشن ۴/-

انتخاب نظیر اکبرآبادی مرتبہ: رشید حسن خاں

نظیر ایک شاعر کی حیثیت سے اپنے زمانے میں بھی مشہور تھے اور آج بھی مشہور ہیں۔ فرق بس اتنا ہے کہ اس زمانے میں ان کا کلام صرف عام لوگوں کی زبان پر تھا۔ لیکن آج خواص بھی ان کی شاعرانہ ہمہ گیریوں کے معترف ہیں۔ ان کے کلام کا یہ انتخاب اس انداز سے مرتب کیا گیا ہے کہ ان کی اہم ترین نظمیں مکمل یا جزوی انتخاب کے ساتھ یکجا ہو جائیں۔ آخر میں غزلوں کا انتخاب ہے اور ضروری الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۳/۴۵ لائبریری اڈیشن ۴/۴۰

نیرنگِ خیال (حصہ اول دوم) مولانا محمد حسین آزاد مرتبہ مالک رام

نیرنگِ خیال، مولانا آزاد کے معرکتہ الآرا مضامین کا مجموعہ ہے جسے معتبر ترین نسخے کی بنیاد پر انتہائی صحت متن کے ساتھ اس اڈیشن کی صورت میں پیش کیا گیا ہے طلبہ اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۱/۹۰ لائبریری اڈیشن ۲/۳۰

فسانۂ آزاد (تلخیص) رتن ناتھ سرشار مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس

'فسانۂ آزاد' سرشار کا وہ گراں قدر کارنامہ ہے جس میں نوابی عہد کے لکھنؤ کی انحطاط پذیر معاشرت، اس کی اچھوتی ظرافت اور لکھنؤ کی بامحاورہ ٹکسالی زبان اور بولی ٹھولی کے فن کارانہ استعمال کو سرشار کے کمالِ فن کا جوہر کہا گیا ہے۔

چونکہ موجودہ حالات میں اتنی ضخیم کتاب کو شایع کرنا آسان کام نہیں اس لیے اس کی کامیاب تلخیص شایع کی گئی ہے تاکہ عوام کی دسترس سے باہر نہ رہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۹/۲۰ لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

فردوس بریں　　　عبدالحلیم شرر　　　مرتبہ : ڈاکٹر محمد حسن

مولانا شرر کے ناولوں میں "فردوس بریں" کو فنی تکمیل کے اعتبار سے کامل ترین ناول کہا گیا ہے۔ اس کی منظر نگاری اور ماحول کشی میں شرر کی صناعی درجہ کمال پر نظر آتی ہے۔

قیمت : طلبہ اڈیشن ۲/۱۰　　لائبریری اڈیشن ۲/۶۰

شریف زادہ　　　مرزا رسوا　　　مرتبہ : قمر رئیس

اُردو کے منفرد ادیب اور ناول نگار مرزا رسوا کا دوسرا اہم ناول۔ اس ناول کا شمار اُردو کے اُن چند ناولوں میں کیا جاتا ہے جس نے دورِ حاضر کے اُردو خواں نوجوانوں کی سیرت کو متاثر کیا ہے۔　قیمت : طلبہ اڈیشن ۲/۵۰　　لائبریری اڈیشن ۳/-

حیاتِ سعدی　　　الطاف حسین حالی　　　مرتبہ : رشید حسن خاں

کلامِ سعدی میں جو ادبی نکات بکھرے ہوئے ہیں ان کی دیدہ ورانہ تفصیل و توضیح اس کتاب میں محفوظ کر لی گئی ہے۔ یہ کتاب ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔

قیمت : طلبہ اڈیشن ۳/۲۵　　لائبریری اڈیشن ۴/-

انتخابِ اکبر الٰہ آبادی　　　مرتبہ : ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی

اکبر کے ہاں ہمیں پہلی مرتبہ طنز و مزاح دونوں ہی شاعر کی ذات کی تنگ اور محدود دنیا سے بلند نظر آتے ہیں۔ اُن کے ہاں یہ محض اندازِ بیان ہی نہیں، سماجی تبدیلیوں کے سمجھنے اور سمجھانے کا ذریعہ بھی ہے ان کے کلام میں ہنسوڑ پن کے ساتھ سنجیدگی، شائستگی اور غور و فکر کی فضا بھی پائی جاتی ہے۔　قیمت طلبہ اڈیشن ۳/-　　لائبریری اڈیشن ۳/۵۰

انتخابِ میر　　　میر تقی میر　　　مرتبہ : ڈاکٹر محمد حسن

امام المتغزلین میر کی زبان کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی ہے۔ ان کا ہر شعر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ ان کی غزلیں تو بالخصوص کمالِ فن کی آئینہ دار ہیں۔ میر کے کلام کا یہ انتخاب بڑی تحقیق و جستجو اور دیدہ ریزی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

قیمت : طلبہ اڈیشن ۳/۶۰　　لائبریری اڈیشن ۴/۵۰

دیوان درد — میر درد — مرتبہ: رشید حسن خاں

میر کے علاوہ خواجہ میر درد اپنے عہد کے باقی تمام غزل گو شعرا سے بلند ہیں بلکہ بلند تر۔ حیرت و حسرت کا ناتمام سا اظہار ان کے اچھے اشعار کا عام جوہر ہے۔ اور ایسے شعر بھی بڑا تر ہیں جن میں عشقیہ جذبات اور تصوف کی ماورائیت یکجا ہو کر نمایاں ہوئی ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۷۵ لائبریری اڈیشن ۳/۲۴

مجالس النسا — حالی — مرتبہ: صالحہ عابد حسین

مولانا حالی کا مقصدی ناول جس میں نہ تو واعظانہ خشکی ہے، نہ نصیحت کی تلخی۔ یہ ناول خاص طور پر عورتوں کی تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتا ہے۔ سادہ و دلنشیں انداز بیان۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/۰

انتخاب مضامین شبلی — مرتبہ: رشید حسن خاں

مولانا شبلی کے مضامین میں ان کی وسعت نظر کے عنوانات بکھرے ہوئے ہیں۔ اس انتخاب میں ادبی اور تنقیدی مضامین، کتابوں کے تبصرے، تحقیقی مضامین اور اسلامیات اور قرآن پاک سے متعلق پچیس اہم مضامین ہیں جن میں نقد و نظر، علم و بصیرت اور انشا پردازی کے بہترین جواہر ریزے بکھرے ہوئے ہیں۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۷/۰ لائبریری اڈیشن ۸/۵۰

امراؤ جان ادا — مرزا محمد ہادی رسوا — مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن

لکھنوی تہذیب کے پس منظر میں امراؤ جان ادا کی کہانی جس کو مرزا رسوا نے لاثانی نفسیاتی ناول کا جامہ پہنایا تھا۔ اب اس ناول کو ڈاکٹر محمد حسن نے مستند و معتبر نسخوں کی مدد سے ازسرنو ترتیب دیا ہے۔ قیمت: طلبہ اڈیشن ۶/- لائبریری اڈیشن ۷/۵۰

یادگار غالب (حصۂ اردو فارسی) — الطاف حسین حالی — مرتبہ مالک رام

انگریزی خیالات اور طرز فکر سے واقف ہونے کے بعد حالی نے محسوس کیا کہ ہماری شاعری نہ صرف جامد اور غیر ترقی پذیر ہے بلکہ غیر فطری بھی اور اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ اپنے انھیں نظریات کا اطلاق انھوں نے "یادگار غالب" میں مرزا کے کلام پر کر کے دکھایا کہ

کس طرح کا کلام صحیح شاعری کی تعریف میں آتا ہے اور ملک و ملّت کے لیے مفید ہو سکتا ہے۔

قیمت: (حصّہ اُردو) طلبہ اڈیشن ۵/۵۰ لائبریری اڈیشن ۶/۵۰

" (حصہ فارسی) " " ۶/۵۰ " " ۸/-

مثنوی گلزارِ نسیم   پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی   تصحیح و ترتیب: رشید حسن خاں

مثنوی گلزارِ نسیم، اُردو کی اُن چند مثنویوں میں سے ہے جنھوں نے قبولِ عام کی سند حاصل کی۔ اس کے حسنِ قبول میں اُس کی چست بندشوں کا بڑا حصّہ ہے۔ لفظوں میں ایسی رعایتوں کو ملحوظ رکھنا جن سے معنویت نمایاں ہوتی رہے۔ اور بندش کا اس قدر چست ہونا کہ شعر کی روانی، تلوار کی کاٹ بن جائے، نسیم کا ہی حصّہ ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/-

گذشتہ لکھنؤ   عبدالحلیم شرر   تصحیح و ترتیب: رشید حسن خاں

لکھنؤ کی معاشرت میں تراش خراش، نفاست، شائستگی اور ادب و آداب کی ایسی ل دمک تھی جو آنکھوں میں عکس چھوڑ گئی ہے۔ "گذشتہ لکھنؤ" اسی محفلِ طرب کی داستان ا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شرر نے اسے بے حد جذبات نگاری کے ساتھ، ڈوب کر بیان کیا ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۸/۵۰ لائبریری اڈیشن ۱۰/-

ابنُ الوقت مبتلا   ڈپٹی نذیر احمد   تصحیح و ترتیب: ڈاکٹر صدیق الرحمٰن قدوائی

نذیر احمد کے ناولوں میں "مشترکہ خاندان" کی حیثیت بنیادی ہے۔ زیرِ نظر ناول کا مبتلا بھی ایک ایسا ہی کردار ہے جو خاندانی بندھنوں میں پھنسا ہوا ہے۔ مگر اس کی فطرت ان سے نکلنے پر اُکساتی ہے۔ تعددِ ازدواج کی مخالفت میں لکھا گیا ایک بامقصد ۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۵/- لائبریری اڈیشن ۶/-

ب ولی   تصحیح و ترتیب: ڈاکٹر سید ظہیر الدین مدنی

ولی فارسی زبان و ادب میں ید طولیٰ رکھتا تھا۔ لہٰذا زبان و ادب کی نزاکتوں اور ۔ سے ایک ماہرِ فن کی طرح واقف تھا۔ اس نے اُردو زبان میں وسعت پیدا

کرنے کے لیے فارسی شاعری کے تمام رچاؤ کو کام میں لیا اور غزل کے موضوعات اور روایات کو اس خوبی سے برتا کہ اردو شاعری کی فضا اور طرزِ تخیل بدل گئی۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۲/۵۰ لائبریری اڈیشن ۳/۰

افاداتِ سلیم — مولانا وحید الدین سلیم — تصحیح و ترتیب: ڈاکٹر خلیق انجم

سلیم مولوی تھے، شاعر تھے، نقاد تھے، صحافی تھے، مترجم تھے اور ماہرِ لسانیات تھے، سچ تو یہ ہے کہ مولانا سلیم اردو کے پہلے ماہرِ لسانیات ہیں۔ جنھوں نے اردو زبان کے مسئلے کو صحیح پسِ منظر میں دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی "افاداتِ سلیم" آپ کے چیدہ چیدہ مقالات کا مجموعہ ہے۔ جسے اردو ادب میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۵/۵۰ لائبریری اڈیشن ۶/۳۰

توبتہ النصوح — شمس العلما مولوی ڈپٹی نذیر احمد — تصحیح و ترتیب: مالک رام

ڈپٹی نذیر احمد کا شمار سرسید کے نورتنوں میں ہوتا ہے۔ ان کی شخصیت بڑی پہلو دار تھی۔ وہ عربی، فارسی کے منتہی تھے۔ عالمِ دین تھے۔ فقیہہ و متکلم تھے۔ مترجم قرآن تھے۔ بلند پایہ خطیب و مقرر تھے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اردو کے پہلے ناول نگار تھے۔ "توبۃ النصوح" آپ کے دوسرے ناولوں کی طرح اصلاحی ناول ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۴/۵۰ لائبریری اڈیشن ۵/۵۰

قصہ حاتم طائی موسوم بہ آرائشِ محفل — حیدر بخش حیدری — تصحیح و ترتیب: اطہر پرویز

اس کتاب میں حاتم طائی کی سات سیروں کا ذکر ہے۔ زبان و بیان کا کوئی گوشہ نہیں جس سے وہ اپنے مقصد کو سامنے لانے میں کامیاب نہ ہوئے ہوں۔ حاتم کے علاوہ جتنے پڑھنے والے کا سابقہ جن جن کرداروں سے ہوتا ہے۔ ان کا ہر عمل نیکی کے جذبات و احساسات کا حامل و تابع ہے۔

قیمت: طلبہ اڈیشن ۶/- لائبریری اڈیشن ۷/-

انتخابِ ناسخ تصحیح و ترتیب : رشید حسن خاں

ناسخ، دبستانِ لکھنؤ کے سب سے پہلے اور سب سے اہم شاعر ہیں۔ انھوں نے ایک نئے اسلوب کی تشکیل کی تھی، جس نے دبستانی اسلوب کی حیثیت سے فروغ پایا اور مدت تک غزل پر اپنے نشانات کو نمایاں رکھا۔

اس انتخاب کے "تعارف" میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ناسخ کی شاعری، اور اُن سے منسوب اصلاحِ زبان کے مسائل پر اس طرح گفتگو کی جائے کہ مبہم باتیں روشن ہو سکیں اور مفروضات کا دھندلکا صاف ہو۔

قیمت : طلبہ اڈیشن ۔/۹ لائبریری اڈیشن ۱۵/۰

انتخابِ سودا تصحیح و ترتیب : رشید حسن خاں

اس انتخاب کی بنیاد کلامِ سودا کے اس خطی نسخے پر رکھی گئی ہے جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہے اور جس کی کتابت کی تکمیل سودا کی زندگی میں ہوئی تھی۔

اسے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ قصائد کا ہے۔ دوسرا حصہ ہجو اور سماجی شاعری کا۔ تیسرے حصے میں "مضحکات" ہیں اور چوتھے حصے میں غزلیات کا انتخاب اور قطعات شامل ہیں۔ سودا کے کلام کا اس قدر مفصل انتخاب، جو ایک نہایت معتبر خطی نسخے پر مبنی ہو، غالباً پہلی بار پیش کیا جا رہا ہے۔ آخر میں مفصل فرہنگ بھی شامل کی گئی ہے۔ ضروری الفاظ پر اعراب لگائے گئے اور اوقاف نگاری کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

قیمت : طلبہ اڈیشن ۱۰/- لائبریری اڈیشن ۱۱/۵۰

انتخابِ محمد قلی قطب شاہ تصحیح و ترتیب : محمد اکبر الدین صدیقی

قلی قطب شاہ کے کلام میں جدتِ خیال بھی ہے، معنی آفرینی بھی ہے۔ اور تیکھا پن بھی۔ سطوتِ شاہانہ بھی ہے اور جمالیاتی ذوق کا کمال بھی۔ مقامی رنگ بھی اور ہمہ گیر رنگ بھی۔ چار سو سال پہلے کی زندگی کا ایک جیتا جاگتا منظوم مرقع اور معاشرے کی زندہ تاریخ۔ قیمت : طلبہ اڈیشن ۔/۴ لائبریری اڈیشن ۵/۵۰

انتخاب ذوق   تصحیح و ترتیب : ڈاکٹر تنویر احمد علوی

ذوق کی شاعری، ہماری کلاسیکل شاعری کا ایک ناقابلِ فراموش حصہ ہے، خاص طور پر ان کے قصائد، جو اُن کے کمالِ فن کا بہترین ثبوت ہیں۔ ان کی علمی فضا، ان کا فکری اعتدال، بے رخنہ بندشِ الفاظ، اور استادانہ اسلوبِ ادا۔ ان کے اُردو قصائد کو اُردو کی ادبیاتی ادب میں ایک خاص اور بلند مرتبہ عطا کرتے ہیں۔ اس انتخاب میں ذوق کے قصائد بھی ہیں اور غزلیں بھی۔ آخر میں مشکل الفاظ کی فرہنگ بھی شامل کر دی گئی ہے۔   قیمت: طلبہ اڈیشن ۳/۵۰   لائبریری اڈیشن ۴/۲۵

انتخاب مضامین سرسید   تصحیح و ترتیب : انوار صدیقی

سرسید ایسے جامع کمالات بزرگوں میں سے تھے جو بیک وقت تہذیب، مذہب، طب، فقہ، سیرت، علم الکلام اور تفسیر کے تمام تر موضوعات پر بھی اسی اعتماد کے ساتھ قلم اٹھاتے تھے جس اعتماد کے ساتھ وہ سیاست، تعلیم اور ادب کے موضوعات پر خامہ فرسائی کرتے تھے۔ اس انتخاب میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ان کے تمام نثری وسائل کے اظہار کی نمائندگی ہو جائے۔

قیمت : طلبا اڈیشن ۲/۸۰   لائبریری اڈیشن ۳/۴۰

اس سلسلے کی زیرِ طبع کتابیں

① انتخاب آتش   ③ افادات مہدی   ⑤ آبِ حیات

② ابن الوقت   ④ طلسم ہوشربا   ⑥ مراۃ العروس

⑦ سیر کوہسار

بچوں کی کتابیں

مذہب

ارکان اسلام	مولانا اسلم جیراجپوری	۵۰/۔
عقائد اسلام	" "	۵۰/۔
رسول پاکؐ	عبدالواحد سندھی	۱/۸۰
چار یار	الیاس احمد مجیبی	۲/۵۰
آں حضرتؐ	" " (اردو)	۸۵/۔
" "	" " (ہندی)	۶۰/۔
پاک کہانیاں دو حصوں میں	مقبول احمد سیوہاروی	۲/۲۵
خلفائے اربعہ	خواجہ عبدالحی فاروقی	۲/۲۵
نبیوں کے قصے	" "	۱/۲۵
ہمارے رسولؐ	" "	۲/۰
مسلمان بیبیاں	اعجاز الحق قدوسی	۷۵/۔
ہمارے نبیؐ	سید نواب علی رضوی (اردو)	۷۵/۔
" "	" " (ہندی)	۴۰/۔
سرکار دو عالمؐ	محمد حسین حسان	۲/۷۵
سبیل الرشاد	" "	۱/۰

معلومات

آدمی کی کہانی	مشتاق احمد اعظمی	۱/۷۵
دنیا کے بچے	محمد حسین حسان	۱/۰
نوکھا عجائب خانہ	" " (دو حصے)	۱/۸۰
بجلی کی کہانی	علی احمد خاں	۵۰/۔
ہوا کی کہانی	محمد عبدالغفار	۵۶/۔
مفید مشغولیات اول دوم سوم چہارم		۲/۵۰
" " پنجم		۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی		۴۴/۔
خبر رسانی کے طریقے	ذکیہ ظفر الامین	۸۵/۔
ذہنی	ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی	۱/۵۰
تاریخ ہند کی کہانیاں (اول)	نجمہ سلطان	۸۰/۔
" " (دوم)	ضیاء الرحمٰن	۱/۰
" " (سوم)	مشتاق احمد اعظمی	۸۰/۔
" " (چہارم)	" "	۹۵/۔
رابندرناتھ ٹیگور	عشرت حسین	۱/۲۵
سماجی زندگی (اول)	احمد شفیع غلام ابرار	۱/۰
" " (دوم)	" "	۱/۲۵
" " (سوم)	" "	۱/۴۰
" " (چہارم)	" "	۱/۲۵
سمندر کے کنارے	سلطانہ آصف فیضی	۱/۳۰
" " نیچے	" "	۲/۰
قدرت کے کرشمے	ادارہ	۶۲/۔
ہماری پارلیمنٹ	کیلاش چندر	۱/۵۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ	محمد حسین حسان ندوی	۱/۰
دعوت ملاجی کی	" "	۶۰/۔
جیت کس کی	" "	۱/۰
انصاف کا تخت	ابرار محسن	۷۵/۔

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
بینی کی گڑیا	محمد حسین حسان ندوی	-/۵۰
بہادر سیاح	" " "	-/۶۵
چچا غالب	مرتبہ " "	۱/۷۵
تانبیل خاں	" " "	-/۳۰
شیر خاں	ترجمہ قرۃ العین حیدر	-/۵۰
بھیڑیے کے بچے	" " "	-/۵۰
ہرن کے بچے	" " "	-/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے	" " "	-/۵۰
لومڑی کے بچے	" " "	-/۵۰
بہادر	" " "	-/۷۵
سونے کا پنجرہ	احسان الحق	-/۶۵
بدنصیب شہزادی	ابرار حسن	۱/-
عقل کا سودا	" "	۱/۷۰
تیس مار خاں	" "	-/۹۰
جنگل کا راجا	" "	۱/-
جن حسن عبدالرحمٰن کے دو حصے	ایل لاگن	۴/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا	کوثر بانو	-/۳۰
چوری کی عادت	عبدالغفار مدھولی	-/۵۰
جمعو کا لڑکا	" "	-/۵۰
بزدل سردار لڑکا	" "	-/۵۰
چٹانوں کی کہانی	محمد امین	۱/۷۵
بندر کا گھر	خضر برنی	-/۴۵
دلی دور ہے	مجیب احمد خاں	-/۵۰
کوے دادا	ترجمہ " "	۱/۷۵
جب اور اب	آصف مجیب	۱/۷۵
تین کوڑیاں	اقبال امروہوی	۱/۲۰
پریم کی جیت	اسد اللہ کاظمی	-/۳۷
ٹیکوں کی کہانیاں	مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	-/۵۵
مزہ چکھائیں گے	" " "	-/۳۵
چھوٹی لالٹین	مشتاق احمد	-/۳۱
تین اناڑی	عصمت چغتائی	۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا	برکت علی فراق	-/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے	ایم ندیم	۱/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر	محمد معین	-/۳۵
ستاروں کی سیر	کرشن چندر	۱/۷۵
ڈاکو کی گرفتاری	ایم ندیم	-/۵۰
لال مرغی	عبدالواحد سندھی	-/۵۰
مزیدار پہیلیاں	محمود علی خاں	-/۶۵
ننھا ٹٹو	خورشید سلطان	-/۳۰
چنبیلی	محمد حسین حسان	-/۵۰
شیدلا	پروفیسر محمد مجیب	-/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیشے

کتاب	مرتب	قیمت
بڑھئی	مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	-/۳۱
احمد خاں دوکاندار	" "	-/۳۱
کھیتی	مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	-/۳۱
پیارے جان درزی	" " "	-/۳۱

تانگے والا مرتبہ: ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۱۳/-
حفیظ خانساماں ،، ،، ،، ۱۳۱/-
کلو حلوائی ،، ،، ،، ۱۳۱/-
عبدالرحمٰن راج ،، ،، ،، ۱۳۱/-
مرغی پالیے ،، ،، ،، ۵۰/-
نعیب خاں حجام ،، ،، ،، ۱۳۱/-

تمدن ومعاشیات

چناؤ کے بھید ،، ،، ،، ۱۳۱/-
سرکاری ٹیکسوں کا راز ،، ،، ۱۳۱/-
ضلع کی سرکار مرتبہ: ،، ،، ۱۳۱/-
کارخانوں کے قانون ،، ،، ۱۳۱/-

چھکیاں

احمد علی ،، ،، ،، ۱۳۱/-
سید سلیمان ،، ،، ،، ۱۳۱/-
احمد ندیم ،، ،، ،، ۱۳۱/-
اکبر الٰہ آبادی ،، ،، ،، ۱۳۱/-
حیات اللہ انصاری ،، ،، ۱۳۱/-
سہیل عظیم آبادی ،، ،، ،، ۱۳۱/-
عبدالحق ،، ،، ،، ۱۳۱/-
میرامن ،، ،، ،، ۱۳۱/-
نذیر احمد ،، ،، ،، ۱۳۱/-

حفظانِ صحت

دق اور اس کا علاج ،، ،، ۱۳۱/-
زچہ بچہ ،، ،، ،، ۱۳۱/-
طاعون اور چیچک ،، ،، ،، ۱۳۱/-

فوری علاج مرتبہ: ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۱۳۱/-
،، ،، (حادثہ) ،، ،، ،، ۱۳۱/-
،، ،، دیہاڑی لوٹنا ،، ،، ،، ۱۳۱/-

تذکرہ اور سوانح

استری دھن ،، ،، ،، ۱۳۱/-
ٹھیک بات چیت کیجیے ،، ،، ۱۳۱/-
اجمیری خواجہؒ ،، ،، ،، ۱۳۱/-
امیر خسروؒ ،، ،، ،، ۱۳۱/-
سوامی دیانند ،، ،، ،، ۱۳۱/-
غوث پاکؒ ،، ،، ،، ۱۳۱/-
گاندھی جی (اوّل) ،، ،، ،، ۱۳۱/-
،، ،، (دوم) ،، ،، ،، ۱۳۱/-
گرونانک ،، ،، ،، ۱۳۱/-
مصطفیٰ کمال (دوم) ،، ،، ،، ۱۳۱/-
نظام الدین اولیاؒ ،، ،، ،، ۱۳۱/-
کرشن کنہیا ،، ،، ،، ۱۳۱/-

کہانیاں

کہانیاں (اوّل) ،، ،، ،، ۱۳۱/-
،، (دوم) ،، ،، ،، ۱۳۱/-
پنچ تنتر (۱) ،، ،، ،، ۱۳۱/-
،، (سوم) ،، ،، ،، ۱۳۱/-

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے ،، ،، ،، ۳۷/-
اپنی کھیتی کو ایک چک کرو ،، ،، ۱۳۱/-
پپیتے کے باغ لگائیے ،، ،، ۱۳۱/-

پھلوں کی کھیتی مرتبہ: ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۱/۳۱
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " ۱/۳۱
جانور بھلا چنگا رہے " " " ۱/۳۱
ساگ سبزی اگائیے " " " ۱/۳۱
کوآپریٹو فارمنگ " " " ۱/۳۱
کھاد بنائیے کھاد ڈالیے " " " ۱/۳۱
لیمو، انار، بیر " " " ۱/۳۱
مقدمے کی مار " " " ۱/۳۱
نتھو دھوان ہوگیا " " " ۱/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف " " " ۱/۳۱
ابن ماجہ شریف " " " ۱/۳۱
نسائی شریف " " " ۱/۳۱
کفن دفن " " " ۱/۳۱

معلومات

چاند تارے " " " ۱/۳۱
دن رات (اول) " " " ۱/۳۱
" " (دوم) " " " ۱/۳۱
ہوائی جہاز (حصہ دوم) " " " ۱/۳۱
فٹ بال " " " ۱/۳۱
ہلکے پھلکے کھیل " " " ۱/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت " " " ۱/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسان -/۵۰
الٹی دوا محمد حسین حسان -/۵۰
برف کا گھر " " -/۵۰
تاؤ کے اپدیش " " -/۵۰
چاند " " -/۷۵
دیمک " " -/۸۲
کتنی زمین " " -/۶۲
بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ -/۵۰
بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر پی راج موگا -/۵۰
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں " " -/۵۰
بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی -/۵۰
تین سوال عبداللطیف اعظمی -/۵۰
چوٹی کی چوٹ معین الدین -/۷۵
چیچک مشتاق احمد -/۶۲
موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین -/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ -/۳۵
" " رنگین -/۴۰
اردو کی پہلی کتاب -/۵۰
" " دوسری کتاب -/۹۰
" " تیسری کتاب ۱/۳۵
" " چوتھی کتاب ۱/۵۰
" " پانچویں " ۱/۶۷
" " چھٹی " ۱/۷۵
" " ساتویں " ۱/۸۲
" " آٹھویں " ۱/۸۲

ہندی

کتاب	قیمت
سرل ہندی پرائمر	-/۲۵
ہندی پرائمر (اوّل)	-/۴۸
" " (دوم)	-/۱
بال پریم (اوّل)	-/۸۷
" " (دوم)	۱/۱۲
" " (سوم)	۱/۲۵
" " (چہارم)	۱/۲۵
نو پربھات	۱/۶۲

حساب

کتاب	قیمت
جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ: یاور حسین	۱/۶۵
" " (" سوم) " محمد یونس	۱/۸۰
" " (" چہارم) " ملکہ بیگم قزلباش	۲/۴۵
" " (" پنجم) " محمد یونس	۲/۲۰

طالبات کے لیے

کتاب	قیمت
گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ: محمود سروش	۲/۲۵
" " (" چہارم) " : " "	۲/۴۵
" " (" پنجم) " : دینانا تھ گردو	۲/۲۵
ہماری دلّی (درجہ سوم) " : " "	۲/۵۰

خطِ کتابت اُردو کورس

حصہ	قیمت
پہلی کتاب	۱/۰
دوسری "	۱/۵۰
تیسری "	۲/۰

قاعدہ یَسَّرْنَا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسّرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شایع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمد للّٰہ والدین اور معلمین دونوں نے بہت پسند کیا۔ اظہارِ پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے بھی نوازا۔

ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ یسّرنا القرآن کا دوسرا ایڈیشن شایع ہو کر آ گیا ہے۔

(سائز ۲۲×۲۹، سفید گلیز کاغذ، آفسیٹ کی چھپائی)

بورڈ آف [illegible] سے منظور شدہ

گلدستۂ ادب (حصہ نثر و نظم) مرتبین: ڈاکٹر سید علی رضا۔ ڈاکٹر آدم شیخ۔
(فرسٹ ایئر آرٹس، سائنس اور کامرس کے لیے ہائر لیول) قیمت: ۵/۵۰
(حصہ نثر و نظم) مرتبین: پروفیسر نسیم احمد صدیقی۔ ڈاکٹر مجاہد حسین حسینی

ایجنسی کی کتابیں

ادب

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
راک	شمیم احمد	۱۲/-
رپیا	ڈاکٹر عصمت جاوید	۱۲/-
ٹھارھویں صدی میں ہندوستانی معاشرت میر کا عہد	ڈاکٹر محمد عمر	۲۰/-
ارمغانِ مالک	گوپی چند نارنگ	۶/-
افکارِ محروم	مرتبہ مالک رام	۵/-
ثارِ محروم	” گوپی چند نارنگ	۵/-
رٹ	سید مجید اللہ	۳/-
ادب اور زندگی	مجنوں گورکھپوری	۵/-
نشائے بے خبر	سید مرتضیٰ حسین بلگرامی	۱/-
بحث و تکرار	تصدیق سہاوری	۴/-
ببلوگرافیا اردو ڈراما اول، دوم	ڈاکٹر عبد العلیم نامی	۱۴/-
بمبئی میں اردو	ڈاکٹر میمونہ دلوی	۱۲/۵۰
پیمبرانِ سخن	علی سردار جعفری	۵/-
جستجو	سید مجاہد حسین حسینی	۳/-
جگن ناتھ آزاد اس کی شاعری	مرتبہ حمیدہ سلطان	۵/-
آئینہ	طالب کاشمیری	۱۲/-
شخص	عنوان چشتی	۵/-
ی	مرتبہ مالک رام	۴۰/-
ذاکر	” ” ”	۴۰/-
ہماری تہذیبی میراث	سید سفارش حسین	۷/-
فسانۂ عجائب	مرتبہ اطہر پرویز	۲/۵۰
فن اور تنقید	” انور کمال حسینی	۱۰/۵۰
کربل کتھا	” مالک رام	۷/۵۰
کیا خوب آدمی تھا	” ڈاکٹر عابد حسین	۲/-
مبادیاتِ تحقیق	عبد الرزاق قریشی	۶/۵۰
مضامین عابد	ڈاکٹر سید عابد حسین	۴/-
من سمجھاؤں	ڈاکٹر عبد الستار دلوی	۲/۲۵
میرزا مظہر جانِ جاناں اور ان کا کلام	عبد الرزاق قریشی	۶/-
ملاحظاتِ نفسی	ل۔ احمد	۲/۵۰
متنی تنقید	خلیق انجم	۴/۵۰
میر حسن، حیات اور ادبی خدمات	ڈاکٹر فضل الحق	۱۵/-
مرحوم دلی کی ایک مجلس	مرتبہ شمیم احمد	۲/۵۰
میر انیس	سید سفارش حسین	۲/۵۰
یادِ ایام	ضیاء الحسن علوی	۱/۵۰

نظم

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
ایک سو غزلیں	عتیق اللہ	۱۰/-
آواز کا جسم	مخمور سعیدی	۱۰/-
اجنتا	جگن ناتھ آزاد	۱/۷۵
اردو	” ” ”	۱/۲۵

اوراقِ مصور سکندر علی وجد [illegible]

انتخاب قائم چاندپوری } مرتبہ: عابد رضا بیدار ۱/۰

انتخاب کلام شیفتہ مرتبہ: خواجہ ذکی احمد ۱/۵۰

بکراں جگن ناتھ آزاد ۴/۵۰

بچوں کی دنیا تلوک چند محروم ۴/۰

بزم خیال سیدہ فرحت ۱/۰

بوئے گل سید نظر برنی ۴/۰

پیراہن شرر سردار جعفری ۳/۰

ٹوٹے شیشے کی آخری نظمیں } باقر مہدی ۱۴/۰

حدیثِ دل غلام ربانی تاباں ۲/۲۵

چاندنی اساڑھ کی راج نرائن راز ۳/۰

چلم نامہ محمد یوسف پاپا ۲/۰

جلتے کنول شمس فرخ آبادی ۲/۰

حیات و کائنات (مثنوی) عبد المجید ۳/۰

خلش سیفی پریمی ۲/۰

دہلی کی جامع مسجد جگن ناتھ آزاد ۲۵/۰

دستہ گل ۷۲ بزم شنکر و شاد ۲/۰

ذوقِ سفر غلام ربانی تاباں ۵/۰

ذوقِ جمال عنوان چشتی ۳/۰

رباعیاں مرتبہ: علی سردار جعفری ۶/۰

رفیع احمد کے مزار پر } جگن ناتھ آزاد ۲۵/۰

سوزِ حیات یحییٰ حدن والا ۱۲/۵۰

سو شعر مصحفی - درد - حسرت - اصغر - فانی

دورِ متوسطین اور دورِ متقدمین فی ۱/۴۱

صدائے دل ساحر بھوپالی ۳/۰

کاغذ کی نظمیں باقر مہدی ۴/۵۰

کبیر بانی مرتبہ علی سردار جعفری ۲۰/۰

کچھ ورق ڈاکٹر ظفر الاسلام ظفر ۶/۰

گردِ کارواں کیف احمد صدیقی ۳/۰

گلِ رعنا مرتبہ مالک رام ۱۰/۰

مرزا میرزا محروم مرتبہ اثر لکھنوی ۲/۵۰

ماتم نہرو جگن ناتھ آزاد ۱/۷۵

ماتم سالک " " " ۱/۲۵

متاعِ تسکین تسکین قریشی ۳/۰

نیرنگ معانی تلوک چند محروم ۵/۰

نوید عصر نیں نیاز حیدر ۱/۰

نذرِ وطن مرتبہ دور آفریدی ۱/۷۵

وطن میں اجنبی جگن ناتھ آزاد ۳/۵۰

یہ بھی ساحر بھوپالی ۳/۰

ناول، افسانے، ڈرامے

انارکلی امتیاز علی تاج ۳/۵۰

بیکیں تصویریں پروفیسر فصیح احمد صدیقی ۸/۰

پرچھائیوں کی وادی انور عظیم ۵/۰

تلخیاں رشید اختر ندوی ۳/۵۰

دلّی جو ایک شہر تھا راجندر لال ہانڈا ۷/۰

دیدہ حیراں منظفر حنفی ۴/۰

روشنی کی کرن — رضاء الجبار — ۴/-
رخسانہ — دانیال ڈیفو — ۳/۵۰
زندگی کے کھیل — صالحہ عابد حسین — ۲/۵۰
زندگی کے کھیل اور دن رات — ل۔ احمد — ۲/۵۰
سانچ کو آنچ — شوکت تھانوی — ۳/۵۰
سرکنڈوں کے پیچھے — سعادت حسن منٹو — ۲/-
شکار بیتی — ریحان احمد عباسی — ۳/۵۰
شہناز — ترجمہ حبیب اشعر — ۳/۵۰
صفیہ — سلمیٰ محبوب — ۴/-
صبح و شام — ل۔ احمد — ۵/-
فٹ نوٹ — یوسف ناظم — ۲/۵۰
قصہ رات کا — انور عظیم — ۱۲/-
کوئی درد آشنا بھی نہیں — صغرا مہدی — ۱/۵۰
وہ لڑکی — پرویز — ۲/-
ہلاک غریب (ڈراما) — ترجمہ: اثر لکھنوی — ۱/۲۵

تعلیم

اردو ٹیچر — فیاض حسین جامعی — ۱/-
اردو املا کا آسان طریقہ — عبدالغفار مدھولی — -/۷۵
ایک طالب علم کی کہانی — " " — ۲/-
بچوں کی نفسیات — عبدالرؤف — ۷/-
تعلیم کا مسئلہ — سید حامد علی — -/۴۰
تعلیم کے چند پہلو — ہنری چانس — ۲/-
جامعہ کی کہانی — عبدالغفار مدھولی — ۲/-
جدید تعلیمی نفسیات — ڈاکٹر عبدالرؤف — ۸/-
جامعہ کا طریقہ — عبدالغفار مدھولی — ۲/۵۰
فلسفۂ تعلیم و تربیت — رئیس احمد جعفری — ۶/-
کھیل کے ذریعہ تعلیم اوّل — عبدالغفار مدھولی — ۲/-
" " " دوم — " " — " "
مدرسۂ ابتدائی کی کہانی — " " — ۲/-
مسئلۂ تعلیم و طریقۂ تعلیم — مولانا محمد میاں — ۲/۵۰
نظریۂ تعلیم دوم — قاضی عبدالحمید — ۲/۱۲

مذہب اور تاریخ اسلام

اسلام اور اس کا آئینہ حکومت — غلام محمد — ۲/۵۰
اسرار کائنات و اشرف المخلوقات — ڈاکٹر اختر احمد — ۲/۵۰
پیغمبروں کی کہانیاں — شبنم قادری — ۳/۵۰
تعلیمات اسلام اوّل — مولانا عبدالسلام قدوائی — ۲/-
" " دوم — " " — ۲/۵۰
حج کا سفر — محمد رضا انصاری — ۵/۵۰
خواتین — مولانا اسلم جیراجپوری — ۴/۵۰
درس تبلیغ — مقبول احمد سیوہاروی — ۲/-
عورت اور اسلامی تعلیم — مالک رام — ۳/-
غریب القرآن فی القرآن — میرزا ابوالفضل — ۱۸/-
فتاویٰ فرنگی محل — محمد رضا انصاری — ۲/۲۵
نکات قرآن — مولانا اسلم جیراجپوری — ۲/-

ہندوستان جیسے مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت	آصف فیضی	۵۰/۹

تاریخ۔ تذکرہ ۔ سوانح

سیاسی نظریے	ضیاالحسن فاروقی	۴/.
تاریخ گولکن	ڈاکٹر مومن محی الدین	۱۲/.
گاندھی جی اور ان کے خیالات	عبداللطیف	۵/.

مطبوعات ساہتیہ اکیڈمی

اپنی کہانی	ڈاکٹر راجندر پرشاد	۱۲/۵۰
اکیس کہانیاں	ٹیگور	۸/.
اوتھیلو	شکسپیر	۵/.
ایک سو ایک نظمیں	ٹیگور	۷/۵۰
بھگوان بدھ	دھرما نند کوسمبی	۴/-
تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد	مرتبہ مالک رام	۱۵/.
ترجمان القرآن دوم	ابوالکلام آزاد	۲۲/-
" " سوم	" "	۲۲/.
" " چہارم	" "	۲۲/.
تین ناٹک	ٹیگور	۷/-
دو میر دھان	ٹی ایس پلائی	۲/۵۰
ریاست	ڈاکٹر ذاکر حسین	۱۵/.
سب انسان بھائی بھائی	مہاتما گاندھی	۶/-
سمندری لٹیرے	السن	۲/۵۰
سمن زار	ضیا بدایونی	۱۲/.
سنجوگ	ٹیگور	۷/.
عورت	سیارام شرن گپتا	۴/.
کاندیدہ	والٹیئر	۲/-
کرل	نرؤ وتوار	۴/.
کلوہی	ٹیگور	۷/۵۰
کمال اور زوال	تھیوسیڈائڈز	۲۰/.
کنگ لیئر	شکسپیر	۵/-
گنجی کی کہانی	موراساشیکبو	۶/۵۰
گورا	ٹیگور	۱۰/.
گیلیلو	رضیہ سجاد ظہیر	۵/.
مٹی کا پتلا	کے سی۔ پانیگراہی	۲/.
مٹی کی مورتیں	آر بینی پوری	۱/۵۰
ملفوظات کونگ فوزنا	کنفیوشس	۳/۵۰
دالٹن	ایچ۔ ڈی تھورو	۶/۵۰
وطن کے راگ		-/۳۰
ولیہم مائسٹر اوّل	گوئٹے	۶/۵۰
" " دوم	"	۶/-
" " سوم	"	۶/۵۰
دویکانند	رومال رولاں	۴/۵۰
ہمارا شاعر	لیلا مجمدار	/۵۰
یوں بولے دویکانند		-/۶۰

انجمن ترقی اُردو کی پرانی مطبوعات

ادب

الف لیلیٰ سوم	غیر مجلد	۴/-
" " چہارم	مجلد	۵/-
" " پنجم	غیر مجلد	۴/۵۰
" " ششم	"	۴/۵۰
" " ہفتم	"	۳/۲۵
ادب الجاہلی	مجلد	۴/-
آرائشِ محفل	"	۴/-
جامع الحکایات اوّل		۴/-
جوامع الحکایات دوم	مجلد	۲/۲۵
جائزہ زبانِ اُردو	"	۲/۵۰
حکایات آغانی	"	۵/-
خمسۂ کیفی	غیر مجلد	۵/۲۵
دفترِ فرعون دوم	"	۲/-
طربیہ خداوندی	مجلّد	۴/-
فنِ صحافت	غیر مجلد	۲/۲۵
معیارِ اعظم		۱/۲۵
ہمارا رسم الخط		-/۲۵
ہماری قومی زبان	غیر مجلّد	-/۵۰

نظم

انتخابِ وحید	مجلد	۲/-
" داغ	"	۱/۷۵
" ذوق و ظفر	"	۳/-
انتخاب جگ بیتی	غیر مجلد	-/۵۰
" حفظ اللسان خالقِ باری	"	۱/۲۵
دیوانِ فائز	"	۳/۵۰
" تاباں	"	۳/-
" جوشش	"	۱/۱۳
" بہرام	مجلد	۲/۲۵
(سہ) نظم ہاشمی	غیر مجلد	-/۲۵

تاریخ ادب

ادبیاتِ فارسی میں ہندوؤں کا حصہ	مجلد	۴/-
ترکوں کی اسلامی خدمات اور ان کی زبان و ادبیات	غیر مجلد	۱/۵۰
مقالاتِ گارساں دتاسی اوّل	غیر مجلد	۴/-
" " " دوم	"	۴/-
مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر	"	-/۵۰

تنقید

پرتھی راج راسا	مجلد	۴/۷۵
خطباتِ عبدالحق دوم	غیر مجلد	۱/۵۰

تذکرے

تذکرہ ریختہ گویاں	غیر مجلد	۱/-
رندِ پارسا	"	۱/۲۵
گلِ عجائب	"	۱/۱۲

تاریخ و سیاسیات

اخبار مجموعہ مجلد ۳/۷۵
تاریخ اخلاق یورپ اوّل غیر مجلد ۲/۵۰
" " " دوم " ۲/۰
تاریخ مگدھ ۴/۷۵
تاریخ سلاطین بہمنیہ منظوم مجلد ۱/۳۷
" " " غیر مجلد ۱/۰
سفرنامہ حکیم ناصر خسرو مجلد ۳/۷۵
" " " غیر مجلد ۳/۰
سراج الدولہ ۴/۰
علم الاقوال اوّل ۳/۲۵
" " دوم ۲/۲۵
کتاب الہند " ۳/۰
گوتم بدھ اور اس کا مت غیر مجلد ۱/۵۰
ملک محمد جائسی مجلد ۲/۰
مشاہیر یونان و روما اوّل مجلد ۴/۵۰
" " " دوم " ۵/۲۵
" " " سوم غیر " ۴/۵۰
" " " چہارم " ۴/۵۰
مانڈو و شادی آباد مجلد ۳/۰
مرحوم دہلی کالج " ۲/۵۰

فلسفہ

تنقید عقل محض مجلد ۷/۰
" " غیر " ۶/۰
داستانِ دانش مجلد ۴/۰

صرف و نحو

اسباق النحو اوّل غیر مجلد ۳۷/.
" " دوم ۲۵.

تعلیم

نظریۂ تعلیم دوم غیر مجلد ۳/۰

سائنس

آدمی اور مشین " ۵/۰
پودے اور ان کی زندگی " ۱/۷۵
داستانِ ریاضی غیر مجلد ۲/۵۰
معدنی دباغت مجلد ۲/۰

معاشیات

ہمارے بینک ۱/۰
ہمارے مزدور ۵۶/.

مذاہب

تہذیب اسلامی غیر مجلد ۱/۷۵
حقیقت اسلام " ۷۵/.

لغات

فرہنگ پیشہ وران دوم غیر مجلد ۱/۷۵
" " سوم " ۱/۷۵
" " چہارم " ۱/۷۵
" " پنجم ۱/۷۵
" " ششم ۲/۵۰
" " ہفتم ۱/۷۵
" " ہشتم ۲/۵۰

نجمن ترقی اُردو (ہند) علی گڑھ کی مطبوعات

زی ادب کی مختصر تاریخ	ڈاکٹر محمد حسین	۱۰/۵۵
صرف و نحو	مولوی عبدالحق	۱/۹۵
ہندی ڈکشنری	مرتبہ انجمن ترقی اردو	۲۰/-
ی سماجیات	ڈاکٹر جعفر حسین	۴/۵۰
امی فنِ تعمیر	مبارزالدین رفعت	۶/-
قومی تذکرے دوم	پنڈت کشن پرشاد کول	۲/-
ساہتیہ کا اتہاس (ہندی)	سید احتشام حسین	۷/۵۰
یں ترقی پسند ادبی تحریک	خلیل الرحمٰن اعظمی	۱۲/-
شنوی شمالی ہند میں	ڈاکٹر گیان چند	۱۷/-
شرقی کتب خانہ	مبارزالدین رفعت	۳/-
ے علاوہ مذاہب میں اردو کا حصہ	محمد عزیز	۶/-
ۃ فلسفہ	ظفر حسین خاں	۵/-
ب کلامِ میر	مولوی عبدالحق	۳/-
ہ حقیقت	پنڈت حبیب الرحمٰن شاستری	۲/-
یب شرح دیوانِ مومن	حامد حسین قادری	۳/۵۰
م	ڈاکٹر طٰہٰ حسین	۴/-
لدہ	عزیز لکھنوی	۲/۵۰
ے قدموں میں	ڈاکٹر راجندر پرشاد	۱۵/-
یدہ	منیب الرحمٰن	۳/۵۰
ے دیہی کی خصوصیت	مشیر فاطمہ	۱/-
ت گیتا	محمد اجمل خاں	۲/۵۰
یں	آصف علی	۴/-

تلمیحات و اشاراتِ اقبال	ڈاکٹر اکبر حسین قریشی	۱۲/۵۰
تذکرۂ گلشنِ سخن	مسعود حسین رضوی	۶/-
تاریخ جمالیات	مجنوں گورکھپوری	۷/-
تین مغربی ڈرامے	" "	۷/-
تنقیدیں	ڈاکٹر خورشید الاسلام	۶/-
چند ہمعصر	مولوی عبدالحق	۲/-
حالی کی ایک جھلک	صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
خواجہ میر درد: تصوف و شاعری	ڈاکٹر وحید اختر	۱۵/-
خوابِ شیریں	جے کرشن چودھری	۲/-
خطوطِ غالب	مالک رام	۷/۵۰
دھمید	منشور لکھنوی	۳/-
دیمک کی کہانی	عبدالبصیر خاں	۲/-
روزگارِ شرح سیم و زر	ابو سالم	۸/۵۰
زبان، زندگی اور تعلیم	خواجہ غلام السیدین	۳/-
سیاسیات کے اصولِ کُل	ہارون خاں شیروانی	۵/-
سن ستاون	پنڈت سندر لال	۴/-
سخن مختصر	جذبی	۲/-
سوگوار یاد	مترجم رحم علی الہاشمی	۲/۲۵
سیرِ افلاک	حکیم احمد	۵/-
شاد کی کہانی شاد کی زبانی	محمد مسلم	۵/-
شوپنہار	مجنوں گورکھپوری	۱/۵۰
شکنتلا (اردو)	قدسیہ زیدی	۲/-
صحیفۂ خوش نویساں	احترام الدین شاغل	۹/-

کتاب	مصنف	قیمت
صوبہ شمال مغربی کے اخبارات	محمد عتیق صدیقی	9/-
ظاہر و باطن	محمد فضل الرحمن	1/25
غزل اور درس غزل	اختر الانصاری	2/-
فرانسیسی ادب	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	14/-
فن تحریر کی تاریخ	محمد اسحٰق صدیقی	4/50
قائم دہلوی اور دیوان قائم	مسعود حسین ادیب	5/50
کلیات شاہی	سید مبارز الدین رفعت	3/-
کلام سودا	خورشید الاسلام	6/-
کاروان معیشت	نجم الدین شکیب	6/50
کچھ زر کی بابت	ابو سالم	4/50
کچھ ذرے کچھ تارے	آنند نرائن ملا	3/50
گاندھی اور نہرو کی راہ	ڈاکٹر سید عابد حسین	5/-
گلکرسٹ اور اس کا عہد	محمد عتیق صدیقی	7/-
مذہب اور دھرم	مہاتما گاندھی	4/-
محاسن کلام غالب	عبدالرحمن بجنوری	1/-
مرقع افغان	ابرار حسین فاروقی	3/25
مطالعہ حضرت نگیں	محمد یونس خالدی	3/-
مضامین رشید	رشید احمد صدیقی	6/-
مرزا محمد رفیع سودا	خلیق انجم	10/50
مقالات حالی اول	حالی	4/50
مدار کشش	منور لکھنوی	3/50
مشترکہ زبان	مہاتما گاندھی	4/50
مختصر تاریخ بنگلہ اول	شانتی رنجن بھٹاچاریہ	3/-
〃 〃 دوم	〃	4/-
نسیم مشرب	[illegible]	2/50
تسلیات اور عنبرین تحقیق	محشر عابدی	4/-

کتاب	مصنف	قیمت
نئے ڈرامے	مرتبہ: ڈاکٹر محمد حسن	
نئی روشنی (ڈراما)	فضل الرحمن	/5
نفسیات افواہ	ولی الرحمن	.5
ہندوستانی اخبار نویسی	محمد عتیق صدیقی	1
ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی مسائل	ڈاکٹر الیشور ٹوپا	.5
یادگار حالی	صالحہ عابد حسین	5.
یادگار نظیر	مرتب: جگر بریلوی	1

اردو شعرا کا انتخابی سلسلہ

فی کتاب ایک روپیہ

آنند نرائن ملا	سلام مچھلی شہری
اصغر گونڈوی	شاد عارفی
اکبر مظفر نگری	شمیم کرہانی
اختر انصاری	شفیق جونپوری
اثر لکھنوی	شاد عظیم آبادی
اسرار الحق مجاز	عرش ملسیانی
اختر شیرانی	غلام ربانی تاباں
ملراج کومل	
تلوک چند محروم	خمیق حنفی
جگر بریلوی	کمال احمد صدیقی
جان نثار اختر	مخدوم محی الدین
حبیب احمد صدیقی	نشور واحدی
ریاض خیر آبادی	سکندر علی وجد
علی جواد زیدی	جگن ناتھ آزاد
فضیل احمد فیضی	حیدر نظامی
جمیل مظہری	

بھارتی بھون پٹنہ کی اُردو، درسی مطبوعات

اسکول علم حساب دت اور چکرورتی ثانوی درجوں کے لیے ۴/-

ابتدائی کیمیات (علم کیمیا) ٹھاکر و شرما سکنڈری اور ہائر سکنڈری " اوّل ۵/۵۰ دوم ۴/۵۰

آسان عملی کیمیا چندر شیکھر شرما سکنڈری جماعتوں کے لیے ۳/-

عمل علم کیمیا " " " ہائر سکنڈری " " ۲/۵۰

سلیس عملی طبیعات سدرشن پرشاد سنہا و شیو شنکر شاردا " " " " ۴/-

علم سائنس سنہا - سرکار سنگھ اور جھا " " " " ۱۰/-

ابتدائی معلومات گولوی بہاری چودھری سکنڈری ۴/-

ابتدائی حفظانِ صحت " " " سکنڈری جماعتوں کے لیے ۴/-

فوری امداد اور خانگی تیمارداری شانتا بالا چودھری " " " " ۴/-

امور خانہ داری " " " " " " " ۴/-

مطالعۂ سماج کے خدوخال ہری پرشاد سہائے " " " ۴/-

ابتدائی مطالعۂ سماج متھنیشور پرشاد اوّل ۲/۵۰ دوم ۴/- سوم ۴/-

ابتدائی علم تمدن ہرنا پرشاد رائے سکنڈری جماعتوں کے لیے ۲/۷۵

ابتدائی معاشیات اکھلیشور پرشاد " " " " ۳/۷۵

جغرافیہ سوریہ نیتی پرشاد ہائر اور " " " ۱۰/-

فارسی ترجمہ (چار جلدوں میں) نذر حسن قیمت ترتیب وار ۱/- ۱/- ۱/۲۵ ۱/-

An Easy Eng Translation (انگریزی اُردو) چھٹی ساتویں جماعتوں کے لیے ۱/۷۵

" Gramer " " " " " ۱/۵۰

How to Translate into Eng. (انگریزی نویس) " " " ۳/-

" " " " (Sr.) سکنڈری سے پری یونیورسٹی تک کے لیے ۴/-

Golden High School Trans " " " " ۵/-

Eng. Grammer - ۵/-

How to Write Correct ہائی اسکول اور کالج کے طلبہ کے لیے ۱۰/۵۰

غالبیات

دیوان

غالب اُردو کلام کا انتخاب مرتبہ محمد مجیب ۲/۵۰
دیوانِ غالب مرتبہ: مالک رام ۶/-
گلِ رعنا 〃 〃 〃 ۱۰/-
دیوانِ غالب 〃 احتشام حسین ۲/۵۰
رباعیاتِ غالب (فارسی) 〃 امیر حسن نورانی ۳/-
کلیاتِ غالب (〃) 〃 〃 〃 ۱۵/-
انتخاب کلام غالب (〃) ڈاکٹر ذاکر حسین ۳/-

خطوط

اُردوئے معلیٰ غالب ۴/-
عودِ ہندی 〃 ۳/-
خطوطِ غالب مرتبہ مالک رام ۷/۵۰
ادبی خطوطِ غالب 〃 حسن عسکری ۶/-
جانِ غالب 〃 شمس علوی ۲/-

سوانح:

غالب مرتبہ غلام رسول مہر ۱۰/-
دستنبو (فارسی) مرزا اسد اللہ غالب ۲/۵۰
کہانی میری زبانی میری مرتبہ حفیظ عباسی ۴/۵۰
یادگارِ غالب 〃 مالک رام ۱۴/۵۰
غالب نامہ (آثارِ غالب) محمد اکرام ۹/-
غالب کی زندگی امیر حسن نورانی ۱/۵۰
غالب کی کہانی محمد شفیع الدین نیر ۲/۵۰

تنقید

غالبیات کے چند مباحث ابو محمد سحر ۵/-
غالب نقد کے آئینے میں ہنس راج رہبر ۱۶/-
تلمیحاتِ غالب مرتبہ محمود نیازی ۶/-
غالب اور ذوق ضیاء الدین احمد شکیب ۶/-
غالب کے رومان عارف بٹالوی ۷/-
غالب انسان کی معتبر [illegible] سید لطف الرحمٰن ۱۳/-
غالب (تشریح و مطالعہ) نیر مسعود ۶/-
نکاتِ غالب مرتبہ: مولوی نظام الدین حسین نظامی ۲/۵۰
ہم عصروں پر غالب کا اثر ظفر ادیب ۱۰/-
غالب اور مطالعۂ غالب ڈاکٹر عبادت بریلوی ۱۲/-
تلاشِ غالب نثار احمد فاروقی ۱۰/-
غالب کی شخصیت و شاعری رشید احمد صدیقی ۳/-
اصہارِ الغالب صاحبزادہ ناصر الدین احمد ۶/-
غالب کا تنقیدی شعور مکتوبات کے آئینے میں اخلاق حسین عارف ۶/-
جیبی غالب سعادت علی صدیقی ۱/۵۰
عیارِ غالب مرتبہ مالک رام ۱/۵۰

لب سرائی — لطف الرحمٰن — ۴/-
بزمِ غالب — محمد عبداللطیف — ۲/۷۵
ب کی تخلیقی تخیل — شہید صفی پوری — ۷/-
لب اور آہنگِ غالب — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۱۲/-
لب اور ابوالکلام — عتیق صدیقی — ۱۵/-
لب تصویر کا دوسرا رخ — تجسس اعجازی — ۳/-
زِ غالب — مرتبہ ڈاکٹر امر لعل عشرت — ۸/-
لب اپنے آئینے میں — اختر صدیقی — ۶/-
غالب کی شاعری کا نفسیاتی مطالعہ — ڈاکٹر سلام سندیلوی — ۱۲/-
الب نما — سید مرتضیٰ حسین بلگرامی — ۲/۵۰
شاعری کا غالب — خواجہ احمد فاروقی — ۷/-
غالب نقشہائے رنگ رنگ — عطا کاکوی — ۴/-
نذرِ غالب — " " — ۴/-
محاسنِ کلامِ غالب — عبدالرحمٰن بجنوری — ۱/-
غالب نام آورم — نادم سیتاپوری — ۴/۵۰
غالب کے کلام میں الحاقی عناصر — " " — ۴/۵۰
روزمرہ و محاورۂ غالب — پریم پال اشک — ۶/-
غالب — ڈاکٹر ایس عبداللطیف — ۳/۵۰
نشاطِ غالب — وجاہت علی سندیلوی — ۴/۵۰
جہانِ غالب — کوثر چاندپوری — ۶/-
غالبیات (ببلوگرافی) — عبدالقوی دسنوی — ۷/-
ہجویاں اور غالب — " " — ۴/۵۰

ڈرامے

غالب کے ڈرامے — شوکت تھانوی — ۴/۵۰
مکالمۂ غالب — سید مرتضیٰ حسین بلگرامی — ۴/-
تصویرِ خیال — ابرار الرحمٰن قدوائی — ۲/-

شرحیں:-

تفسیرِ غالب — ڈاکٹر گیان چند جین — ۱۵/۸۰
محاوراتِ غالب — نریش کمار شاد — ۲/-
اندازِ غالب — " " — ۲/۵۰
بیانِ غالب — آغا محمد باقر — ۱۰/۵۰
غزلیہ شرح
دیوانِ غالب — غلام احمد فرقت کاکوروی — ۵/۵۰
شرح دیوانِ غالب — نظم طباطبائی — ۵/۵۰
شرح دیوانِ غالب — یوسف سلیم چشتی — ۱۵/-
شرح دیوانِ غالب — حسرت موہانی — ۵/-
کنز المطالب شرح دیوانِ غالب — ناطق گلاؤٹھوی — ۱۲/۵۰
گنجینۂ معانی — ڈاکٹر جعفر رضا — ۷/۵۰
مشکلاتِ غالب — نیاز فتحپوری — ۳/-
روحِ کلامِ غالب — مرزا عزیز بیگ مرزا — ۳/-

تصویریں: رنگین

غالب فریم
غالب یادگار کمیٹی بمبئی — ۳/۵۰

بچوں کی کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
آخری نبیؐ	۵۵/-	باپ کی ناؤ	۲۵/-	حضرت عثمان غنی رضؓ	۱۵/-
اسلامی نظمیں	۷۵/-	پیری کی چھڑی	۲۵/-	خاک کا پتلا	۳۰/-
آگ کا چمچی	۴۰/-	پیارے رسولؐ	۴۵/-	خدا کی اونٹنی	۳۰/-
انار راجا	۳۰/-	پرستان کی سیر	۳۰/-	خلا کا سفر	۱/۲۵
انمول رتن	۱/۵۰	پیسے کا صابن	۵۰/-	دو نبی	۲۰/-
انوکھی چھتری	۳۵/-	پیغمبروں کی کہانیاں	۲/۵۰	ڈھول کا پول	۲۵/-
" ملاقات	۳۵/-	تارا کا ڈنڈا	۱۵/-	ریڈیو کا بھوت	۳۰/-
آٹے کا پتلا	۵۰/-	توانائی کا راز	۱/۲۵	زعفران پریوں کے دیس	۴۴/-
ایٹم کیا ہے؟	۶۵/-	ٹلّو میاں	۵۰/-		
ایک ٹانگ کا بادشاہ	۴۰/-	جادو کی کہانی	۳۱/-	سبا کی شہزادی	۳۰/-
		چلّو مرغابی	۱/-	سنہرے چنار	۴۴/-
بادشاہ کا خواب	۳۰/-	جنّت کی سیر	۱/۵۰	سنہرے بالوں والے بچوں کا دیس	۱/-
بچّوں کا تحفہ اوّل	۱۵/-	" کا پھل	۳۰/-		
" " دوم	۸۵/-	جوہی کی ڈالی	۷۵/-	سورج اور اس کا خاندان	۷۵/-
بچّوں کا کھلونا	۸۵/-	جھوٹا لڑکا	۲۶/-		
بدھو کی بیوی	۳۵/-	چاند کے ٹکڑے	۱/-	سورج کا گھرانا	۷۵/-
بطخ شہزادی	۳۵/-	چپ کا روزہ	۴۰/-	سونے کا راجا	۳۱/-
بونے کا انصاف	۴۰/-	چنن منن	۲۵/-	سیدھا راستہ	۲۵/-
بونے کا بٹوا	۲۵/-	چوری کی عادت	۵۰/-	شہر اور گاؤں	۱/-
بھارت دیس	۱/-	چھنگو، منگو	۵۰/-	شیر خاں کے معرکے	۸۵/-
ہمارا دیس		حضرت ابوبکر صدیقؓ	۲۵/-	صبر کا پھل	۴۰/-
بیٹے کی قربانی	۳۰/-	حضرت ابراہیمؑ	۱۰/-	طالوت جالوت	۴۰/-
[illegible] رضؓ	[illegible]	حضر[illegible] رضؓ	۲۵/-	طلسم [illegible]	۵۰/-

ان	-/۳۵	گلنار بیگم	-/۳۱	بنی کا بیٹا	-/۳۰
کھلونے	-/۳۵	لاٹھی کا سانپ	-/۵۵	نجومی آپا	-/۷۵
کی کہانی	۲/۰	مچھلی والے بنی	-/۳۰	نمازیں	-/۷۵
دار لڑکا	-/۵۰	محبوب الٰہی	-/۲۵	نئی کہانیاں	-/۵۰
پلٹ	-/۳۱	مزدور کا بیٹا	-/۶۰	وطنی نظمیں	-/۸۵
سیاں	-/۵۰	مصنوعی چاند	-/۵۰	ہزاروں برس میں	۱/۲۵
آئینہ	-/۳۵	مغرور شہزادی	-/۳۱	ہوشیار حسن	-/۵۰
دوڑ	-/۲۵	مکھن کا ڈبا	-/۵۰	ہولی اور چراغ	۱/۶۲
لکڑ	-/۶۵	منی کا پرستان	-/۵۰	ہماری لغت	-/۴۰
سازکی بیٹی	-/۲۵	میاں مٹھو	-/۲۵	ہندوستان شاہراہ ترقی پر	۱/-
چڑیا بارے	-/۴۵	میں گھر جاؤں تو کیسے؟	۵۰	یادگار انگوٹھی	-/۳۵

سیاسی نظریے (افلاطون اور ارسطو)

مصنف

ضیاء الحسن صاحب فاروقی

"فاضل مصنف کا خیال ہے کہ کسی بھی عہد کے سیاسی افکار کا صحیح اور بامقصد مطالعہ اسی وقت ممکن و مفید ہے۔ جب اس عہد کی تہذیبی اور تمدنی پس منظر میں کیا جائے۔"

اس خیال کے ساتھ دنیا کے سیاسی مفکرین کا ایک سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔ پیش نظر کتاب اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے۔ عام پڑھنے والوں کے علاوہ کالج اور یونیورسٹیوں کے تاریخ و سیاست کے طلبار کے لیے یہ ایک گراں قدر خزانہ ہے۔ قیمت: چار روپے

چند اہم کتابیں

اوراقِ مصوّر

سکندر علی وجد

سکندر علی وجد کی نمائندہ نظموں اور غزلوں کا یہ مستند مجموعہ اُردو کے اعلا شعری سرمایئے میں ایک وقیع اضافہ ہے۔

قیمت : -/۷

آرٹ

سیّد مجید اللہ

آرٹ ایک جامع اور وسیع المعانی لفظ ہے اس کے اظہار کے بے شمار اسلوب اور تشریح کے جدا جدا انداز ہیں۔ یہ کتاب آرٹ کے مختلف النوع قسموں کی اجمالی سیر کراتی ہے۔

قیمت : ۳/۵۰

بزمِ خیال (شعری مجموعہ)

سیّدہ فرحت

"بزمِ خیال" سیّدہ فرحت کی منتخب غزلیات و منظومات کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی شاعری محض رسمی شاعری نہیں۔ بلکہ گہرے مشاہدے اور غور و فکر کا نتیجہ ہے۔

قیمت : -/۱

پرنٹر پبلشرز: سیّد احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵ سے شائع

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کرکے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دُنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول "فاطمہ کی بکری" اور "بچپن کی ساتھی" لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت: 5/75

چار دیواروں میں (ناول) ایم ٹی واسدیون نائر ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پرانی کہانی کا عطر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی یاسیت مندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔
قیمت 7/75

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت: 9/75

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹیش کیتکر ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کیتکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں۔ آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے انتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کرکے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا ہے۔
قیمت: 7/-

ملیالم افسانے مرتبہ: اوم چیری۔ این این پلّے ترجمہ: جیلانی بانو

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دنیا کے کسی بھی

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنف / مرتب	مترجم	قیمت
آبادی	مصنفہ ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" لارنس بینس	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" ڈی آر اٹھاوے	" : ش۔ قدوائی	۲/۲۵
علیم باغی	" ڈینس کنکیڈ	" : ڈاکٹر پریاتماسرن	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	" یسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" : ایم کے دُرّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد -/۱ مجلد	۲/-
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرو نانک	مصنفہ گوپال سنگھ	ترجمہ مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	" بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	" مپال رنگنایکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ می پال سوم، سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	مصنفہ: نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	" ڈاکٹر گوپال سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگر سین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ: پنا لال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/-
پنجابی افسانے	مرتبہ: ہربھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۴/-
رنجیت سنگھ	مصنفہ: ڈی۔ آر۔ سود	" : " "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بنگڑ واڑی	" وینکٹیش ماڈگولکر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ ۔ دلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

ادبی، تنقید، انشاء

دیگر اداروں کی مطبوعات

اُردو کا المیہ — ڈاکٹر مسعود حسین خاں — ۶/-
آب حیات کے لطیفے — مولانا محمد حسین آزاد — ۵/-
اُردو کا پہلا یکبابی ڈراما (اوّل) — پروفیسر فصیح احمد صدیقی — ۷/۵۰
" " " (دوم) " " " — ۱۸/-
اردو محاورے معہ ضرب الامثال — فخر الدین صدیقی — ۷/۵۰
ادب، فکر، سماج — راجندر ناتھ شیدا — ۱۲/-
اُردو غزل دلی تک — ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی — ۴/۷۵
افکار سودا — شارب ردولوی — ۶/-
اُردو کے ہندو شعرا — جگدیش مہتہ — ۸/-
اُردو ادب کی ایک صدی — ڈاکٹر سیّد عبداللہ — ۷/-
انشائے اُردو — خواجہ احمد فاروقی — ۵/-
اندر سبھا — مرتبہ: ڈاکٹر مسیح الزماں — ۱/۵۰
ادب کا تنقیدی مطالعہ — ڈاکٹر سلام سندیلوی — ۱۲/-
ارشاد نامہ (قدیم اُردو) — مرتبہ اکبر الدین صدیقی — ۱۰/-
ایک شہر پانچ مشاہیر — عبدالقوی دسنوی — ۴/-
اردو ادب آزادی کے بعد — مرتبہ ڈاکٹر خورشید الاسلام — ۷/۵۰
اوراق مصور — تطام طلبا دہلی یونیورسٹی — ۵/-
اردو انشائیے — سید صفی مرتضیٰ — ۳/۵۰
اردو شاعری میں نرگسیت — ڈاکٹر سلام سندیلوی (زیر طبع)
اردو الفاظ شماری — حسن الدین احمد — ۸۵/-

الہلال کا تنقیدی مطالعہ — ملک زادہ منظور احمد — ۴/-
اُردو مرثیے کی روایت — ڈاکٹر مسیح الزماں — ۶/-
اُردو ڈراما (روایت اور تجربہ) — ڈاکٹر عطیہ نشاط — ۱۵/-
اُردو مضمون کا ارتقا — ڈاکٹر سید جعفر — ۱۲/-
اُردو میں لسانیاتی تحقیق — مرتبہ: ڈاکٹر عبدالستار دلوی — ۱۲/۵۰
اقبال ادیبوں کی نظر میں — ظفر اقبال — ۵/-
اقبال کا فلسفۂ حیات و شاعری — قاضی محمد عدیل عباسی — ۶/-
اُردو تنقید نگاری — عبادت بریلوی — ۷/۵۰
انیسویں صدی میں بنگال کا اردو ادب — پروفیسر جاوید نہال — ۱۶/-
ادبی تنقید کے اصول — پروفیسر کرڈمبی، ترجمہ: اشفاق محمد خاں — ۳/۵۰
اُردو میں وہابی ادب — خواجہ احمد فاروقی — ۷/-
ادبی مضامین — مرتبہ: ڈاکٹر مبارز الدین رفعت — ۳/۵۰
انتخاب قصائد اردو — ڈاکٹر ابو محمد سحر — ۱۰/-
آزاد نظم اُردو شاعری میں — کنول کرشن بالی — ۴/-
اردو زبان کا مذہبی ورثہ — قیوم صادق احمد پوری — ۲/-
اُردو کے ادبی معرکے — امیر حسن نورانی — ۲/۵۰
اُردو کے اہم ادبی رسالے اور اخبار — عابد رضا بیدار — ۱۰/-
اقبال کے ابتدائی افکار — عبدالحق — ۱۰/-
ادب اور تنقید — اسلوب احمد انصاری — ۸/-
ایران صدیوں کے آئینے میں — ڈاکٹر امرت لعل عشرت — ۱۲/-

کتاب	مصنف	قیمت
اُردو شاعری میں منظر نگاری	ڈاکٹر سلام سندیلوی	۲/-
آدابِ زندگی	محمد یوسف اصلاحی	۵/۵۰
ادبی اقدار	دور آفریدی	۳/-
انیس نما	عبد القوی دسنوی	۳/-
اُردو ناول نگاری	سہیل بخاری	۷/-
آگہی و بیباکی	باقر مہدی	۵/۵۰
اُردوئے معلی قدیم اُردو نمبر	خواجہ احمد فاروقی	۶/-
اُردو غزل کے پچاس سال	عبد الاحد خاں خلیل	۹/-
افکارِ آزاد	عتیق صدیقی	۳/
اُردو میں قصیدہ نگاری	ابو محمد سحر	۷/-
اردو نثر میں ادب لطیف	ڈاکٹر عبد الودود	۱۰/-
اُردو کا پہلا ناول خطِ تقدیر	ڈاکٹر محمود الٰہی	۳/-
انشائے ماجد (دوم)	عبد الماجد دریابادی	۵/۵۰
افکار و مسائل	سیّد احتشام حسین	۶/۵۰
اُردو ہندی ہندوستانی	سجاد ظہیر	۱/۷۵
آئینۂ سخن فہمی	مسعود حسین رضوی	۲/۵۰
آبِ حیات	محمد حسین آزاد	۱۲/-
اُردو مثنوی کا ارتقا	ڈاکٹر محمد عقیل	۱۷/-
اُردو کی دو قدیم مثنویاں	نائب حسین نقوی	۶/-
اُردو زبان کا ارتقاء	شوکت سبزواری	۴/۵۰
اردو شاعری کی ہندوستانی روح	زرینہ ثانی	۲/-
اُردو میں تنقید کی اہمیت	قیوم صادق احمد پوری	۵/-
اردو ڈراما اور اسٹیج	سید مسعود حسن رضوی ادیب	۱۱/-
اسلافِ میر انیس	″ ″ ″	۴/-
اردو مثنوی کا ارتقا	عبد القادر سروری	۳/۵

کتاب	مصنف	قیمت
ادب کیا ہے	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	۲/۵۰
آئینۂ نثرِ اُردو	سعادت علی صدیقی	۳/۵۰
اسلوب اور انتقاد	ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید	۵/-
۱۸ ویں صدی میں ہندوستانی معاشرت (میر کا عہد)	ڈاکٹر محمد عمر	۲۰/-
اٹھارہ سو ستاون اخبار اور دستاویزیں	مرتبہ عتیق صدیقی	۲۰/-
اُردو ادب میں سکھوں کا حصہ	امام مرتضیٰ نقوی	۱۵/-
اُردو زبان و ادب	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۴/۲۵
آئینۂ عقل	نکہت شاہجہانپوری	۴/۵۰
ادبی تاثرات	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۴/۵۰
اُردو انشاء پردازی	امیر حسن نورانی	۱/۵۰
امیر خسرو اور ان کی ہندی شاعری	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۳/-
افکارِ میر	حبیب احمد خاں	۹/-
ادب اور نفسیات	دیویندر اسّر	۳/۵۰
اُردوئے قدیم	سیّد شمس القادری	۳/۵۰
اُردو	جگن ناتھ آزاد	۱/۵۰
ادب کا مقصد	ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	۳/-
اُردو میں تنقید	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	۳/-
اُردو مرثیے کا ارتقاء	ڈاکٹر مسیح الزماں	۱۹/-
ایشیائی بیداری اور اردو شعراء	اسلام بیگ چنگیزی	۳/-
آپ سے ملیے	علی جواد زیدی	۳/-
اُردو تذکروں میں نکات الشعراء کی اہمیت	ایم کے فاطمی	۴/-

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
اعتبارِ نظر	سید احتشام حسین	۴/۵۰
اُردو انشائیہ	آدم شیخ	۵/۵۰
اُردو تنقید میں نفسیاتی عناصر	سید محمود الحسن	۳/-
ادبی اشارے	ڈاکٹر سلام سندیلوی	۶/-
آبِ حیات کا تنقیدی مطالعہ	مسعود حسین رضوی	۳/-
آثار الصنادید	سر سید احمد خاں	۲۵/-
اُردو زبان اور اس کا رسم خط	سید مسعود حسن رضوی ادیب	۲/-
ادبی نقوش	شاہ معین الدین احمد ندوی	۶/-
انشاء اللہ خاں انشاء	اسلم پرویز	۴/-
اُردو ناول کی تنقیدی تاریخ	محمد احسن فاروقی	۱۵/-
ایرانیوں کا مقدس ڈرامہ	مسعود حسین رضوی	۲/۵۰
ادیب اور نظریہ	آل احمد سرور	۶/۵۰
اُردو تنقید پر ایک نظر	کلیم الدین احمد	۶/-
امیر خسرو بحیثیت ہندی شاعر	ڈاکٹر صفدر آہ	۲/-
اردو زبان اور فنِ داستان گوئی	کلیم الدین احمد	۵/-
اردو ادب میں طنز و مزاح	غلام احمد فرقت کاکوروی	۱۴/-
ادبی تنقید	ڈاکٹر محمد حسن	۵/۵۰
افاداتِ مہدی	مرتبہ: بیگم مہدی	۴/۵۰
الف لیلہ	نول کشور	۹/-
ارمغانِ آصف	مرتبہ: خواجہ احمد فاروقی	۵/۵۰
آئینۂ تنقید	” : محبوب احمد صدیقی	۲/-
اردوئے معلیٰ قائم نمبر	خواجہ احمد فاروقی	۵/-
اردو تنقید کا ارتقاء	عبادت بریلوی	۱۰/-
اندر سبھا	مرتبہ مسعود حسین رضوی	۱/۵۰
بیسویں صدی میں مغربی بنگال کے اردو شعراء	مشتاق احمد	۲۰/-
باغ و بہار کا تنقیدی مطالعہ	امام مرتضیٰ	۲/-
بابا فرید گنج شکر	گورکھن سنگھ طالب	۲/-
بیگمات اودھ	شیخ تصدق حسین	۳/۵۰
بنگلہ دیش میں بارہ دن	عتیق صدیقی	۴/-
بہادر شاہ ظفر فن اور شخصیت	پروفیسر خواجہ تہور حسین	۵/۷۵
باقیاتِ شبلی	مشتاق حسین	۳/۷۵
بانیٔ جامعہ	سید محمد ٹونکی	۱/-
بازیافت	ڈاکٹر محمود الٰہی	۴/-
بکٹ کہانی	مرتبہ: ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۴/-
بات بات	سید اقبال احمد	۱/۵۰
۲۴ نظمیں ایک روایت ایک بغاوت	سید محمد صدر الدین	۳/۵۰
بوستانِ مترجم	سعدی شیرازی	۵/۵۰
بابائے اُردو عبدالحق	عبداللطیف اعظمی	۵/۵۰
بیگموں کا دربار	عبدالرؤف عشرت	۱/۷۵
پیسہ اور پرچھائیں	ڈاکٹر محمد حسن	۴/۵۰
پطرس کے مضامین	پطرس بخاری	۲/۵۰
۲۵ نظمیں ایک نظریہ ایک تجزیہ	محمد صدر الدین	۴/۵۰
پریم چند کا تنقیدی مطالعہ	ڈاکٹر قمر رئیس	۱۰/-
پیغمبرانِ سخن	سردار جعفری	۵/-
پنجاب میں اُردو	محمود شیرانی	۵/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
تاریخ مرثیہ گوئی	حامد حسن قادری	۴/۵۰
تنقیدی نقوش	ڈاکٹر عبدالقیوم	۵/-
تنقید کے اصول و نظریات	احتشام احمد ندوی	۹/-
تنقیدی تجزیے	کاظم علی خاں	۴/-
تصوف اسلام	عبدالماجد دریابادی	۲/۵۰
تاریخ عصر قدیم	عبدالحلیم شرر	۵/۵۰
تنقیدی انشائیے	عرلقا اعجاز	۴/-
تنقیدی زاویے	عبادت بریلوی	۱۰/-
تنقیدی شعور	اختر تلہری	۳/-
تنقیدی جائزے	سید احتشام حسین	۴/۵۰
تنقید اور انداز نظر	ڈاکٹر سیدہ جعفر	۵/-
تلاش و توازن	قمر رئیس	۶/۵۰
تلمیحات	محمود نیازی	۹/-
ترقی پسند ادب ایک جائزہ	ہنس راج رہبر	۶/-
تنقید اور تنقیدی شعور	ناظر کاکوروی	۲/۵۰
تاریخ نظم و نثر	آغا محمد باقر	۶/-
تنقید و تخلیق	اسلوب احمد انصاری	۵/-
تنقیدی مطالعے	انور سیوانی	۳/-
تعارف مرثیہ	شجاعت سندیلوی	۲/-
تاریخ ادب اردو	رام بابو سکسینہ	۱۲/-
تنقیدی اشارے	آل احمد سرور	۴/-
تنقید و تحلیل	سید شبیہ حسن	۴/-
تاثرات	عبدالرزاق قریشی	۲/-
تاریخ و تنقید	حامد حسن قادری	۲/۵۰
تنقیدی مضامین	سید عابد علی	۱/-
تقابلی مطالعے	عطا کاکوی	۲/-
تحقیقی مطالعے	" "	۲/-
تنقید و تشخیص	ارشد کاکوی	۵/۵۰
تحقیقی جائزے	ڈاکٹر اکبر حیدری	۲/۵۰
تین تذکرے	نثار احمد فاروقی	۴/-
تذکرہ (مولانا آزاد)	مرتبہ مالک رام	۵/-
تذکرہ شعرائے حجاز (اردو)	امداد صابری	۱۲/-
تذکرہ نکات الشعراء	مرتبہ: محمود الہی	۴/-
تذکرہ میر	ایم کے فاطمی	۴/-
تذکرہ نادر	مرتبہ: مسعود حسن رضوی ادیب	۳/-
تذکرہ گلشن گفتار	ایم کے فاطمی	۳/-
تذکرہ مسرت افزا	مترجم: مجیب قریشی	۵/-
تذکرہ سراپا سخن (تلخیص)	ڈاکٹر سلیمان حسن	۴/-
تذکرہ خوش معرکہ زیبا	شمیم انہونی	۱۵/-
تذکرہ صبح گلشن	سید علی حسن خاں	۱/۵۰
نتائج الافکار	قدرت اللہ	۱/۵۰
تذکرہ عقد ثریا	غلام ہمدانی مصحفی	۲/-
تذکرہ مسرت افزا	ابوالحسن امیرالدین	۳/-
تذکرہ بزم سخن	حسن علی خاں	۳/-
تذکرہ چمنستان شعرا	لچھمی نرائن شفیق	۲/-
تذکرہ گلشن گلزار	مرتبہ: خلیل [illegible]	۳/

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
ره ٹیگور	نادم سیتاپوری	۲/-
ره شمع انجمن	نواب صدیق حسن خاں	۱/۵
ره بے نظیر	سید عبدالوہاب افتخار	۱/۵۰
، روز روشن	مظفر حسین صبا	۱/۷۵
. خوش معرکۂ زیبا	سعادت حسن خاں ناصر	۵/-
ین مذکرے	مرتبہ: عطا کاکوی	۳/-
ره بہارِ بے خزاں	،، حفیظ عباسی	۴/-
،، ،، ،،	،، ڈاکٹر نعیم احمد	۵/-
،، نظامی	حسن ثانی نظامی	۱/-
نقید شعر	ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید	۴/-
نقیدی سرمایہ دوم	عبدالشکور	۴/۵۰
نقید کے بنیادی مسائل	مرتبہ آل احمد سرور	۶/۵۰
وک چند محروم	جگن ناتھ آزاد	۴/-
مدنِ ہند	سید علی بلگرامی	۱۵/-
نقید و تجزیہ	ابو محمد سحر	۴/۵۰
ریخ صحافت اردو کامل	امداد صابری	۳۰/-
ذکرہ (مولانا آزاد)	مرتبہ مالک رام	۱۵/-
عارف تاریخ اردو	ڈاکٹر شجاعت سندیلوی	۵/-
نقید عملی تنقید	سید احتشام	؍؍
ترجمہ حدائق البلاغت	مولوی امام بخش	۱/-
نقیدی نظریات کامل	احتشام حسین	۱۲/-
جدید اردو لسانیات	ڈاکٹر [illegible] شاہین	۵/۵۰
جدید شاعری	ڈاکٹر عبادت بریلوی	۲۰/-
ون و کشمیر کلچرل اکاڈمی کی ادبی خدمات	انوار احمد	۶/۵۰
جدید طریقۂ تنظیم (تجارت)	محمد عارف خاں	۱۶/۵۰
جادۂ اعتدال	عبدالمغنی	۱۰/-
جلوہ احسن (سوانح و کلام)	احسن مارہروی	۲/۵۰
جگر بریلوی، شخصیت اور فن	مالک رام وستی پرمی	۶/-
جواہر پارے (اقوال)	ضیا جعفر	۱/۵۰
جدید اردو شاعری	عبدالقادر سروری	۶/۵۰
جدیدیت اور ادب	آل احمد سرور	۹/-
جدید اردو تنقید اصول اور نظریات	شارب ردولوی	۱۵/-
چند مشاہرات	عبدالاحد معظم آبادی	۲/-
چاندنی اور انگارے	اسلام رونی	۲/-
چند تصویر بتاں	سید مبارز الدین رفعت	۳/۵۰
چند ممتاز شعراء	سید صفی مرتضیٰ	۱/۵۰
حیاتِ آصف	محمد محبوب جنیدی	۱۰/-
حالی بحیثیت شاعر	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	۱۲/-
حیاتِ سرمد	مولانا ابوالکلام آزاد	/۵۰
حدیثِ خودی	جگر بریلوی	۲/-
حیاتِ ذاکر حسین	خورشید مصطفیٰ	۸/-
حیات علامہ فضل الحق خیرآبادی	مفتی انتظام اللہ شہابی	۱/۲۵
حسرت موہانی	عبدالشکور	۳/۵۰
خیر المجالس	مولانا احمد علی مرحوم	۶/-

خورشید — ڈاکٹر سید مسیح الزماں — ۵/-
خانوادۂ قاضی — محمد یوسف کوکن عمری — ۸/۵۰
خطوط مشاہیر — عبدالماجد دریابادی — ۵/-
خبر و نظر — سید علی حیدر — ۱/۵۰
دکنی کلچر — نصیر الدین ہاشمی / روان خاں شیرازی — ۳/-
دہلی اردو اخبار — خواجہ احمد فاروقی — ۱۰/-
دکنی غالب ملا وجہی — مرتبہ: قیوم صادق — ۵/-
داستانِ چند — راز چاند پوری — ۳/-
داستان غبارِ گل — " " — ۲/۵۰
دکھنی قدیم اردو کے چند تحقیقی مضامین — نصیر الدین ہاشمی — ۱۵/-
دیدۂ بینا — کوثر چاند پوری — ۵/-
دکن میں اردو — نصیر الدین ہاشمی — ۱۵/-
دوشِ فردا — مجنوں گورکھپوری — ۵/۵۰
دبستانِ دبیر — ڈاکٹر ذاکر حسین فاروقی — ۱۲/-
داستان سے افسانے تک — وقار عظیم — ۱۰/-
دکنی ادب کی تاریخ — ڈاکٹر غلام محی الدین قادری زور — [illegible]
دعوتِ حق — ابوالکلام آزاد — ۱/۵۰
دلی کا دبستان شاعری — ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی — ۱۲/-
دریا در دریا — مرزا تصدق حسین — ۴/-
دیوارِ گریہ — یوسف ناظم — ۳/-
دوادبی اسکول — علی جواد زیدی — ۴/-
دکنی کی ابتدا — ڈاکٹر آمنہ خاتون — ۲/-
دکنی میں مرثیہ اور عزاداری — ڈاکٹر رشید موسوی — ۱۰/-

ذکر و مطالعہ — ذکی احمد
ذوق و جستجو — خواجہ احمد فاروقی
ذوقِ ادب و شعور — احتشام حسین
رابندر ناتھ ٹیگور کا رومانی ذہن — مرتبہ شکیل الرحمٰن
ربط و ضبط — مرزا عباس حسن ہوش
رہبر مضمون نویسی — شفاعت علی صدیقی
رموزِ کتابت — احمد الدین نظامی
روپ رس — مرتبہ جاوید وشسشٹ
رجب علی بیگ سرور — نیر مسعود رضوی
رواداری ہندوستانی سماج میں — ابوالنعیم وحید علی خاں
ریاست میسور میں اردو — ڈاکٹر آمنہ خاتون
رزم نامہ دبیر — مسعود حسین رضوی ادیب — ۵۰
رہنمائے شاعری دوم — افقر موہانی
ریاست میسور میں اردو کا نشو و نما — ڈاکٹر حبیب النساء — ۸/-
رشید احمد صدیقی شخصیت اور فن — ڈاکٹر سلیمان اطہر جاوید — ۶/-
رباعیاتِ عمر خیام پر ایک تحقیقی نظر — مولانا عبدالباری آسی — ۳/۵۰
روایت اور بغاوت — احتشام حسین — ۵/-
رسالۂ تذکرات — مولفہ گارساں تاسی — ۵/-
رموزِ اقبال — ڈاکٹر سید عبداللہ — ۲/-
زبانِ داغ (خطوط) — داغ دہلوی — ۳/۵۰

...ارس پر ایک نظر ڈاکٹر سہیل بخاری ۴/-
...ارس کا تنقیدی مطالعہ } احسان الحق نقوی ۲/۵۰
...رت اقبال محمد طاہر فاروقی ۱۲/-
...غر حجاز عبدالماجد دریابادی ۶/-
...ودا شیخ چاند ۸/-
...ورنگ آغا حشر ۳/-
...ورجہاں آبادی ڈاکٹر حکم چند نیّر ۷/-
...وران سارن جابر فیروز پوری ۵/-
...لمان خطیب ...ران کا کلام } سید مبارزالدین رفعت ۳/۵۰
...گہر احتشام حسین ۳/-
...انح مولانا روم شبلی نعمانی ۴/-
...۱۸۰۶ء کے مجاہد شعراء امداد صابری ۴/۹۴
... غدار شعراء " " ۲/۵۰
...رقہ اور تواریخ نرلش کمار شاد ۲/۲۵
...نوران بنارس ڈاکٹر امرت لعل عشرت ۴/-
...نہائے گفتنی کلیم الدین احمد ۸/-
...ن روحیں خلیل جبران ۳/-
...ز سنگیت مترجم منور لکھنوی ۱/۵۰
...سید اور ان کے ...مور رفقا } سید عبداللہ ۸/-
...سی نظریے ضیاالحسن فاروقی ۴/-
...سید سیاسی ...یخی آئینے میں } ڈاکٹر شان محمد ۴/۵۰

سب رس ملّا وجہی ۸/-
سمن زار ترجمہ ضیاء احمد بدایونی ۱۲/-
شاد عظیم آبادی ۱۰/-
شاد عارفی کی غزل مظفر حنفی ۹/-
شوخیٔ تحریر " " ۳/-
شیرازہ ادب نشتر سلونوی ۱/-
شعر و زبان ڈاکٹر مسعود حسین خان ۵/-
شعرائے اردو کے تذکرے ڈاکٹر عبداللہ ۴/-
شرح بانگ درا یوسف سلیم چشتی ۹/-
" ضرب کلیم " " ۸/-
" بال جبریل " " ۹/-
" جاوید نامہ اوّل " " ۴/۵۰
" " " دوم " " ۳۰/-
شعر و ادب سید اختر علی تلہری ۳/-
شرح ضرب کلیم عارف بٹالوی ۵/-
شاد عظیم آبادی مرتبہ نقی احمد ارشاد ۸/-
شاد اور اس کی شاعری پورن کمار ہوشؔ ۳/-
صحیفۂ بشارت مبشر علی صدیقی ۴/-
صنف انشائیہ اور انشائیے } ڈاکٹر محمد حسنین ۴/۵۰
صحت زبان جگر بریلوی
صبح گردش منبر " " ۳/۵۰
صحبتے با اہل دل ابوالحسن میاں ۵/۵۰
صحیفۂ محبت ڈاکٹر محمود الٰہی ۵/-
علم الامراض حکیم سید ظل الرحمٰن ۵/-

عظیم ولازوال — عابد رضا بیدار — ۵/-
علامہ اقبال بھوپال میں — عبدالقوی دسنوی — ۱/۲۵
عرفی شاعری کے ادبی اشارات — ڈاکٹر سید احتشام ندوی — ۳/-
عکس اور آئینے — احتشام حسین — ۴/۵۰
عبدالباری آسی — وصی احمد — ۲/۵۰
غبار خاطر کا تنقیدی مطالعہ — ملک زادہ منظور احمد — ۴/-
غزل اور متغزلین — ابواللیث صدیقی — ۸/-
فسانہ عجائب کا بنیادی متن — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۱۱/-
فکر پیما — ڈاکٹر عصمت جاوید — ۱۲/-
فن سوانح نگاری — امیر اللہ شاہین — ۴/۷۵
فکری زاویے — ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی — ۴/۵۰
فانی کی شاعری — " " " — ۶/۵۰
فاروقی کے تبصرے — شمس الرحمٰن فاروقی — ۳/-
فلسفہ اور ادبی تنقید — ڈاکٹر وحید اختر — ۱۵/-
فریب تمدن — اکرام اللہ — ۱۰/-
فانی — پروفیسر عبدالشکور — ۲/-
فن جوڈو — مصنف اظہر حسین راہی — ۱۰/-
فروق — طاہر محسن علوی کاکوروی — ۵/-
فکر و نظر — اثر سہارتی — ۱/۵۰
فراق گورکھپوری — نائل قریشی — ۴/-
فکر انسانی کا سفر ارتقاء — خواجہ غلام السیدین — ۳/-
فارسی ادب بعہد اورنگ زیب — ڈاکٹر نور الحسن — ۱۴/-

فن افسانہ نگاری — وقار عظیم
فیض میر — مرتبہ مسعود حسین ادیب
فن کی جانچ — ڈاکٹر سیدہ جعفر
فسانہ عبرت — مسعود حسین رضوی
فلسفۂ نفس — ضامن نقوی
فردوسی ہند — ڈاکٹر صفدر آہ
فن اور تنقید — انور کمال حسینی
فسانۂ عجائب — مرزا رجب علی بیگ سرور
فانی بدایونی حیات شخصیت اور شاعری — ڈاکٹر مغنی تبسم
فلسفۂ اقبال — عبدالقوی دریابادی
قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمان — ظفر امام
قومی تہذیب اور ہندوستانی مسلمان — عابد رضا بیدار
قصۂ مہر افروز و دلبر — مرتبہ: ڈاکٹر مسعود حسین خاں
قواعد اردو — مولوی عبدالحق — ۱/-
قول فیصل — ابوالکلام آزاد — -/۵۰
قصیدۂ عطار — سراج الحق — -/۵۰
قدر و نظر — اختر اورینوی — ۱/۵۰
قصۂ حسن و دل — جاوید وششٹ — ۱/-
قصص و مسائل — عبدالماجد دریابادی — ۱/-
قدیم اردو اول — ڈاکٹر مسعود حسین خاں — ۵/-
" " دوم " " " — ۳/-
" " سوم [illegible] " " — ۱/-

اُردو چہارم (عاشور نامہ) ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۱۰/

...یاب استانیاں ترجمہ: رضیہ فرحت ۲/۵۰

...کتھا کا لسانی مطالعہ خلیق وتارنگ ۴/

...ے کا چاند ڈاکٹر محمد حسن ۳/

...شٹ اور مذہب ق۔ انصاری ۲/۷۵

...میں صنم خانہ سلام سندیلوی ۴/

...سخن سید مسعود حسن رضوی ادیب ۶/

...ہند سید حیدر بخش حیدری ۵/

...معنی ڈاکٹر جعفر رضا ۴/

...ت وشنید ظفر ادیب ۶/

...خوبی میر امّن دہلوی ۱۵/

...وتنویر مرتبہ: رفیق مارہروی ۱/۵۰

...ر کا جو ذکر کیا گوپال متل ۶/

...نو کا دبستان شاعری ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی ۲۰/

...ا معنی شمس الرحمٰن فاروقی ۶/۵۰

...نیات اور اردو سید محمود الحسن رضوی ۳/۵۰

...گیت اظہر علی فاروقی ۱/۵۰

...نؤ کا شاہی اسٹیج سید مسعود الحسن رضوی ۹/۵۰

...عوامی اسٹیج " " " ۵/۵۰

...کی زبان باقر شمس لکھنوی ۵/

...کی پانچ راتیں سردار جعفری ۳/۵۰

...ور کا جو ذکر کیا گوپال متل ۶/

...ے کا سمندر ڈاکٹر شکیل الرحمٰن ۱۰/

...ومعنی شمس الرحمٰن فاروقی ۶/۵۰

...اتیب گیلانی منیت اللہ رحمانی ۱/۵۰

مغربی ادب کے معمار اے محمد ابراہیم ۱۲/

مقدمات عبدالحق ڈاکٹر عبادت بریلوی ۲۰/

مومن شخصیت اور فن ظہیرالدین صدیقی ۲۳/

میر اور میریات ڈاکٹر صفدر آہ ۱۵/

میر ضمیر اکبر حیدر کاشمیری ۸/

مطالعہ ولی شارب ردولوی ۱۰/

مُلا وجہی کے انشائیے جاوید وششٹ ۸/

مولانا عبیداللہ سندھی اور اُن کے ناقد ۵/

مولانا آزاد الہلال کے آئینے میں ملک زادہ منظور احمد ۴/

منٹو کے ادبی مضامین منٹو ۴/

محمد قاسم سے حملہ بابر تک نیاز فتحپوری ۱۰/

مطالعہ میر نظام الدین ممنون ڈاکٹر منشاء الرحمٰن منشا ۱۳/

میرے اسٹیج ڈرامے ڈاکٹر محمد حسن ۴/۵۰

مطالعہ میر ایم حبیب خاں ۳/۵۰

مختصر حیات حمید مولانا عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی جانی ۶/۵۰

مطالعہ ذکی کاکوروی ۲/

میر حسن، حیات اور ادبی خدمات ڈاکٹر فضل الحق ۱۵/

متنی تنقید انور کمال حسینی ۴/۵۰

مضامین فرحت (اول) فرحت اللہ بیگ ۱۲/

منشورات برج موہن دتاتریہ کیفی ۶/

مباحث ڈاکٹر سید عبداللہ ۱۰/۵۰

مطالعۂ امیر مینائی ترجمہ: ابو محمد سحر ۸/

مضامین ہفت رنگ	ڈاکٹر آفتاب اختر	۳/۵۰
مقالاتِ تلہری	اختر علی تلہری	۳/۵۰
مکاتیبِ امیر مینائی	مرتبہ احسن اللہ ثاقب	۶/
مضامین شرر	عبدالحلیم شرر	۵/۵۰
یاشر محمود شاہی	ڈاکٹر نورالحسن	۲/۵۰
مصحفی اور ان کا کلام	ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۶/
مَیں سمجھاؤں	ڈاکٹر عبدالستار دلوی	۲/۲۵
مباحث و مسائل	ضیاء احمد بدایونی	۱۱/-
مقالات الشعرا	حیرت اکبرآبادی	۵/-
مطالعۂ زور	ڈاکٹر اکبر حیدری	۵/-
مختصر تاریخ ادبِ اردو	ڈاکٹر اعجاز حسین	۸/-
مجاز حیات اور شاعری	منظر سلیم	۴/۵۰
مقدمۂ تاریخ زبان اردو	ڈاکٹر مسعود حسین خاں	۵/-
مجذوب اور ان کا کلام	مرتبہ محمد رضا انصاری	۱/۵۰
مجاز کچھ یادیں	" احمد ابسمی علوی	۱/-
مولانا امداد صابری	پنڈت ہرسروپ شرما	۲/-
مرزا رسوا (حیات اور ناول نگاری)	ڈاکٹر آدم شیخ	۷/-
مرثیہ نگاری اور میر انیس	ڈاکٹر محمد احسن فاروقی	۴/
مراثی انیس میں جذباتی تاویل	ڈاکٹر سلام سندیلوی	۵/-
ملاقاتیں	تمنا فاضلی	۳/۹۵
مغل تہذیب	محبوب اللہ مجیب	۴/-
مضامین لسان الصدق	عبدالقوی دسنوی	۴/۵۰
مطالعۂ سودا	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
منیر شکوہ آبادی	ڈاکٹر زہرہ بیگم	۹/-
مطالعۂ انیس	ناظر کاکوروی	۳/-

مطالعۂ مثنوی گلزار نسیم	مظفر احمد لاری	
مطالعۂ حسرت	عطا کاکوی	
مطالعۂ شاد	" "	
مجاز کا المیہ	سلامت اللہ خاں	
مطالعۂ حالی	ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی	.
مکاتیب میرزا مظہر جانجاناں (فارسی)	عبدالرزاق قریشی	
مکاتیب حالی	محمد اسمٰعیل	.
مرزا رسوا کے تنقیدی مراسلات	ڈاکٹر محمد حسن	/۵۰
مولوی نذیر احمد کی کہانی	فرحت اللہ بیگ	.
مومن	احسان دانش	/۵۰
معرکۂ چکبست و شرر	مرتبہ امیر حسن نورانی	/۷۵
مرثیۂ انیس میں ڈرامائی	شارب ردولوی	۶/-
مطالعے	نریش کمار شاد	۲/۵۰
منتخب سوانح اور خاکے	مرتبہ سید نجم الدین نقوی	۲/
مطالعہ و تنقید	اختر انصاری	۵/
میر تقی میر کے ادبی معرکے	محمد یعقوب	۵/-
مسلمان عورت	ابوالکلام آزاد	۲/
مقالات	مرتبہ انجمن اساتذہ جامعۂ	۱/
مولانا آزاد فکر و فن	ملک زادہ منظور احمد	۱/
میر امن سے عبدالحق تک	سید عبداللہ	۶/-
منور لکھنوی شخصیت اور شاعری	راج نرائن راز	۶/۵۰

العامیر ۱۰/-

رمات ومقالات — عبدالاحد خاں خلیل ۹/۵۰

یا فسانہ — وقار عظیم ۶/-

ابل فراموش — دیوان سنگھ مفتوں ۹/۵۰

نوش و افکار — مجنوں گورکھپوری ۳/۵۰

وغزل دستہ — مرتبہ : مظفر حنفی ۸/-

ت مجنوں — مجنوں گورکھپوری ۶/۵۰

دل کیا ہے — نورالحسن ہاشمی ۴/۵۰

ر مقبول — مرتبہ خیر بہوروی ۳/-

ذ میر — سید عبداللہ ۷/-

ات ادب — محمد مظفر حسین ۶/۵۰

نوش اقبال — ابوالحسن علی ندوی ۵/۵۰

نقوش فانی — کبیر احمد جائسی ۲/-

یا ادب — مرتبہ : خواجہ احمد عباس ۱/-

قد و انتقاد — اعجاز احمد سجز ۲/-

شریات ماجد — عبدالماجد دریابادی ۸/-

قطۂ نظر — عبدالمغنی ۵/۷۵

ئے پرانے چراغ — آل احمد سرور ۷/۵۰

نیند کیوں رات بھر نہیں آتی — سعید احمد صدیقی ۴/-

نگارشات ادیب — مسعود حسین رضوی ادیب ۶/۵۰

حید الدین سلیم یات اور ادبی خدمات — ڈاکٹر منظر عباس ۱۰/-

تاریخ نواب صف الدولہ — عابد رضا بیدار ۱۰/-

واقعات دارالحکومت دہلی — بشیر الدین احمد دہلوی ۷۵/-

ہندوستان کے مشرقی کتب خانے — مرتبہ مرکزی نشریات تحقیقات ۹/۵۰

ہندی ادب کی تاریخ ترمیم شدہ ایڈیشن — ڈاکٹر محمد حسن ۱۸/-

ہندوستان آج اور کل — محمد ذاکر ۷۵/-

ہماری شاعری — مسعود حسین رضوی ادیب ۶/۵۰

ہماری داستانیں — وقار عظیم ۱۰/-

ہندوستانی کلچر کا ارتقاء — ڈاکٹر تارا چند ۲/۵۰

ہندوستانی موسیقی — مفتی فخر الاسلام ۲/۵۰

ہجر و وصال — ابوالکلام آزاد ۳/-

ہفت تماشا — مرزا محمد قتیل ۷/-

ہندوستانی لسانیات کا خاکہ — احتشام حسین ۳/-

ہم کیوں بھولتے ہیں — سعید احمد صدیقی ۲/۵۰

ہندوستانی لسانیات — ڈاکٹر زور ۴/۵۰

ہمارے نثر نگار — سید صفی مرتضیٰ ۲/۲۵

یاس، یگانہ، چنگیزی — راہی معصوم رضا ۶/-

یادگار انیس — امیر احمد علوی ۳/۵۰

یوں بولے وویکانند — وویکانند ۰/۶۰

یادوں کی برات — جوش ملیح آبادی ۱۵/-

شعری مجموعے

کتاب	مصنف	قیمت
امیج	بشیر بدر	۵/-
اکائی	"	۵/-
ارمغان نعت	والی آسی	۶/-
آوارہ جبیں	مغموم کلکتوی	۲/۰
انوار سحر	ڈاکٹر انوار الحسن	۴/-
آتش سیال	ساجدہ زیدی	۸/۰
ایک خواب اور	علی سردار جعفری	۷/-
آہنگ	مجاز لکھنوی	۴/۵۰
آواز کا جسم	مخمور سعیدی	۱۰/-
انتخاب کلام مومن	مرتبہ عبدالودود خاں	۲/۲۵
اعراف	عبدالرحیم نشتر	۴/۵۰
انتخاب چکبست	ڈاکٹر عطیہ نشاط	۱/۲۵
آؤ کرکوئی خواب بنیں	ساحر لدھیانوی	۸/-
اردو شاعری میں تاج محل	مرتبہ: شجاع خاور	۱/۷۵
آتش تر	خمار بارہ بنکوی	۴/-
اذان سحر	انوار اعظمی	۷/-
انداز	ہریش چندر نقش	۳/-
انوار نظر	نظر لکھنوی	۲/۲۵
آتشیں	نسیم آروی	۳/۵۰
آخری دن کی تلاش	محمد علوی	۲/۲۵
آواز اقبال	نریش کمار شاد	۲/۵۰
اشعار میر	عبدالمنان طرز جیدل	۱/۷۵
آبگینہ	حفیظ مالیگانوی	۲/۵۰
انتخاب سودا	ثاقب کانپوری	-
آئینہ در آئینہ	عزیز قیسی	.
انتخاب نظم اردو	نسیم قریشی	۱۰
ارتعاش	شمیم گوہر	۷۵
انتظار کی رات	کمار پاشی	۱
انتخاب حالی	سید سفارش حسین	۱۵
انتخاب قصائد و غزلیات	ادارۂ فروغ اردو	۷
انتخاب کلام آتش	ڈاکٹر اعجاز حسین	۱/۵۰
اشعار	حسن نعیم	۸/-
آہنگ جذب	جذب عالم پوری	۴/۰
انجمن آرزو	اختر اورینوی	۴/-
آوازیں	پورن کمار ہوش	۳/-
آخر شب	کیفی اعظمی	۶/-
اوراق مصور	سکندر علی وجد	۷/-
انتخاب کلام شیفتہ	مرتبہ خواجہ ذکی احمد	۱/-
ادھورے خاکے	شرف کمالی	۳/-
ادائے کفر	منور لکھنوی	۱/۵۰
انتخاب کلام داغ	مرتبہ: ایم حبیب خاں	۱/۲۵
ارمغان حرم	" : افتخار اعظمی	۵/-
انتخاب چکبست	ڈاکٹر عبدالستار دلوی	۲/۵۰
آغوش خیال	آزاد گلاٹی	۳/-
اجنبی	وشوا ناتھ درد	۵/-
آئینہ اخلاق	خواجہ دل محمد	۲/۲۵

کتاب	مصنف	قیمت
آئینہ حیرت	حیرت شملوی	۳/-
افکارِ خوشتر	ممتاز خوشتر کھنڈوی	۲/۵۰
اسلام نامہ	سلیم الحریری	۵/-
افکارِ تعشق	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/-
اسرارِ عشق	" : " "	۲/-
اسرارِ محسن	" : " "	۲/-
افکارِ محسن	" : " "	۲/-
الہام و افکار	جوش ملیح آبادی	۹/-
اوراقِ زندگی	بسمل سعیدی	۱۵/-
بچوں کی دنیا (منظوم روسی ادب)	سمن سرحدی	۳/-
بیاض	بدیع الزماں خاور	۴/-
برگِ آوارہ	خورشید احمد جامی	۴/-
بھگوت گیتا (منظوم)	منور جامی	۴/-
بانگِ درا	ڈاکٹر محمد اقبال	۶/-
بالِ جبریل	" "	۳/۵۰
بوئے گل	مرتبہ: نظر برنی	۴/-
بزمِ خیال	سیدہ فرحت	۱/-
۴۲ نظمیں	کلیم الدین احمد	۵/۷۵
بچوں کی دنیا	تلوک چند محروم	۴/-
بنت لمحات	اختر الایمان	۵/-
باقیاتِ فانی	فانی بدایونی	۳/-
بیداریٔ وطن	باوا کرشن گوپال مخمور	۱۰/-
باقیاتِ اقبال	ڈاکٹر اقبال	۲/۵۰
بیکراں	جگن ناتھ آزاد	۴/۵۰
بہارِ مودیپ	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۴/۵۰
بازارِ سخن	" : " "	۱/۵۰
بڑھے چلو	ڈاکٹر خلیق انجم	۱/۸۰
بہارِ نغمہ	دیپک پوری	۴/-
بھرتری ہری	جے کرشن چودھری	۲/-
بادہ و جام	شارق میرٹھی	۱/۵۰
پیرہنِ شرر	سردار جعفری	۳/-
پیکرِ خیال	اختر بستوی	۲/-
پتھروں کا مغنی	وحید اختر	۶/-
پنکھڑی گلاب کی	تبسم سحر	۲/۵۰
پراگندہ	صفی اورنگ آبادی	۳/۵۰
پریم وانی	مرتبہ سردار جعفری	۳۰/-
پرانے موسموں کی آواز	کمار پاشی	۲/۵۰
پھوار	نریش کمار شاد	۲/۵۰
پاک زمین ناپاک قدم	عشرت کرتپوری	-/۶۵
پرِ طاؤس	اختر انصاری دہلوی	۳/-
تجلیاتِ شعرستان	سید لطف الرحمن	۵/-
تنہا چاند	مینا کماری ناز	۱۰/-
تلخیٔ حیات	جے چند پریم	۱/۵۰
ترانہائے خیام	آقائی سید غیب حسین	۲/۵۰
تلخیاں	ساحر لدھیانوی	۳/۷۵
تبرکاتِ اقبال	محمد بشیر الحق دیسنوی	۳/-
تراشیدہ	شاذ تمکنت	۵/-
تلاشِ منزل	کرشن سوفی نشاط	۴/-
تمنا کا دوسرا قدم	صہبا وحید	۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
ترنگیں	رانا پرتاپ سنگھ راناگنوری	۲/-
[illegible]ولت کا کرب	آزاد گلاٹھی	۶/-
تیکھی غزلیں	مظفر حنفی	۴/-
ٹوٹے شیشے کی آخری نظمیں	باقر مہدی	۱۴/-
جام صد رنگ	ن۔ ل۔ نجمی	۴/-
جذبات رضی	مرتبہ: ڈاکٹر ظ۔ انصاری	۱/۵۰
جذبات واحساسات	حیدر دہلوی	۳/-
جمال غزل	عطا کاکوی	۴/-
جام سہ آتشہ	پروفیسر پریم رنگپوری	۳/-
جواہرات اسمٰعیل	شجاعت علی سندیلوی	۱/-
جام جم	محمد ذوالنورین	۳/-
جادہ و منزل	جیمنی سرشار	۲/۵۰
جدید آواز	من موہن تلخ	۴/۵۰
جواہرات انیس	ترتیب: میرزا میر علی	۹/-
جلوۂ صد رنگ	شمس عظیم آبادی	۴/-
چنار کے پھول	جگدیش مہتہ درد	۵/-
چنگاری	سید معصوم حنفی اجمیری	۲/-
چراغ حرم	کشفی شاہ لکھنوی	۱/-
چاند کے پتھر	سید جعفر رضا	۵/-
چاندنی اساڑھ کی	راج نرائن راز	۳/-
چلم نامہ	محمد یوسف پاپا	۲/-
چین چلو	مرتبہ شاہد کبیر	۱/-
حدیث دل	غلام ربانی تاباں	۲/۲۵
حرم نبویؐ	سیفی سیوہاروی	۳/-
حروف نیم شب	شمیم کرہانی	۶/-
حروف شوق	محمد منظور احمد	۲/۵۰
حدیث عشق	خضر برنی	۱/۲۵
حرف معتبر	باقی	۱۰/-
حمد نائک	فیض سرحدی	۱۵/
حریم نور	صادق دہلوی	۲/۵۰
خاک دل	جاں نثار اختر	۱۵/-
خرابا	من موہن تلخ	۱۰/-
خواب نئے	ظفر ادیب	۶/-
خون جگر	عاقل لاہوری	۴/۵۰
خط رہگزر	اکبر حیدرآبادی	۸/-
خالی مکان	محمد علوی	۴/-
خط گلاب	مرتبہ: رضیہ پروازؔ	۳/-
خواب زلیخا	حکیم یوسف حسین خاں	۲/۲۵
خرمن	شفیق جونپوری	۳/-
خلش	سیفی پریمی	۲/-
خواب تماشا	کمار پاشی	۴/-
خشت دیوار	زبیر رضوی	۴/-
خوابوں کا مسیحا	اعجاز صدیقی	۲/۵۰
دریا ونت	کرشن کمار طور	۵/-
دست صبا	فیض احمد فیض	۲/۵۰
دست تہہ سنگ	״ ״	۲/۵۰
دیواریں	مہیش چندر نقش	۵/-
دیوان تامی	اکبر حیدرآبادی	۸/-
دو قدم ایک منزل	شاداں قدوائی	۵/-
دیوان حافظ (مترجم)	حافظ شیرازی	۱۲/-

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
دیوانِ حالی	الطاف حسین حالی	۲/۵۰
کچی رباعیاں	ڈاکٹر سیدہ جعفر	۶/-
دُنیا کہیں جسے	ڈاکٹر عشرت انور	۵/-
دائرہ	عابد عالمی	۵/-
دیوان شاہ نیاز بریلوی	مرتبہ ڈاکٹر نور الحسن	۳/۲۵
دیوان امیر خسرو	" "	۲۸/-
" غنی	ملا محمد طاہر غنی کاشمیری	۸/-
" ناشاد	این۔ بی۔ سین ناشاد	۱/-
دہانِ زخم	اختر انصاری	۱۵/-
دل گداز کیا ہے	مرتبہ: وشنو ناتھ	۴/-
دیوانِ فائز	" خواجہ فضل امام	۵/-
دیوانِ بیانؔ	ثاقب رضوی	۵/۵۰
" فصاحت	فصاحت لکھنوی	۳/۵۰
دیوان لقا اکبر آبادی	مرتبہ: خواجہ احمد فاروقی	۳/۵۰
" درد	": ڈاکٹر ظہیر الدین صدیقی	۵/-
دیدۂ بینا	کوثر چاند پوری	۵/-
دیوانِ غالب مع شرح	نرنجن کمار شاد	۲/-
دیوانِ مصحفی	مہذب لکھنوی	۳/۵۰
" انجم	مرزا اسحاق جاہ انجم	۲/-
" غزلیات	عبد الرزاق ترلیتی	۱۰/-
ذوقِ سفر	غلام ربانی تاباں	۵/-
ذوقِ جمال	عنوان چشتی	۳/-
ذوقِ جنوں	آل احمد سرور	۵/-
رزم نامہ دبیر	نیر لکھنوی	۲/۵۰
رباعیاتِ دبیر	نیر لکھنوی	۱/۲۵
رُوپ رس	بی این بہنا کنول	۳/-
رنگِ گل	عظمت عبد القیوم خاں	۶/-
راہگزر	دل ایوبی	۴/-
ربابِ زیست	مرتبہ ساغر و سلمان	۳/-
رمز و کنایات	فراق گورکھپوری	۳/۵۰
رزم نامہ دبیر	دبیر لکھنوی	۴/۵۰
رطب و یابس	ظفر اقبال	۴/-
رہبرِ ایشیا	ساجد صدیقی وانی آسی	۳/۵۰
رقصِ دوام	صغیر احمد صوفی	۱/۷۵
ریت کے پھول	آدم نصرت	۲/۵۰
رخصتی کے پھول	ایم۔ اے۔ خان	۳/-
رقصِ خیال	ظفر مہدی	۴/۵۰
رُوحِ سخن	نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل	۲/-
رازِ یزدانی (انتخاب)	راز یزدانی	۱/۵۰
رعنائیاں	شکیل بدایونی	۴/۵۰
رنگینیاں	"	۳/۵۰
رحلِ نظر	مہدی نظمی	۶/۵۰
رزم نامہ انیس	سید مسعود حسن ادیب	۵/۰
رُوحِ انیس	" " "	۱/-
زخموں کے گلاب	صلاح الدین نیّر	۵/-
زہرِ حیات	زاہدہ زیدی	۱/-
تاثر	صلاح الدین پرویز	۱/-
سیاہی کی ایک بوند	آنند نرائن ملا	۱/-
سلگتے پھول / ڈھلکتے آنسو	ڈاکٹر بابا گھندراج بریلوی	۱/-

کتاب	مصنف	قیمت
سروادیٔ سینا	فیض احمد فیض	9/50
سرودِ زندگی	اصغر گونڈوی	3/-
سماج وادی آواز	دلکش بدایونی	2/50
سفینہ زرگل	فضا ابنِ فیضی	12/-
سوز و ساز	بشیر احمد طاہر	2/25
سروادی سینا	فیض احمد فیض	2/-
۱۹۷۱ء کی منتخب شاعری	مرتبہ کمار پاشی	4/-
سوندھی مٹی / میٹھی خوشبو	خورشید افسر	2/-
سنگریزے	حسرت کوکبی	3/50
سفینۂ شفیق	شفیق جونپوری	2/-
سرودِ نو	اختر قادری	3/50
سفینہ	سہیل مالیگانوی	2/-
سائیاں در	شہریار	3/75
سرابوں کے سفر	مرتبہ: عقیل شاداب	3/-
۱۹۷۰ء کی شاعری	کمار پاشی	3/-
سازِ حیات	پریم شنکر گوکل فرحت	6/-
سازِ بیخودی	عمر انصاری	6/-
سورج کا شہر	شہاب جعفری	8/-
سوادِ منزل	نشور واحدی	3/50
سلی استاد	محمد بنا آزر	2/-
سرِ ہلال	ساحر بھوپالی	5/50
دیرِ سرمدی	تابش کانپوری	4/50
ابرِ سفید	مخمور سعیدی	4/50
نغمہ	ساحر ہوشیارپوری	10/-
سوزِ حیات	یحییٰ جسدن والا	12/50
سفر مدام سفر	ہنسراج کومل	4/-
سرورِ جاوداں	بیکل اتساہی	3/75
سفینہ	موہن سنگھ دیوانہ	5/-
شعاعوں کی صلیب	کرامت علی کرامت	6/-
شیرازہ	مرتبہ: مخمور سعیدی	12/-
شہرِ خوشبو	نور تقی نور	5/-
شہ پارے	نواب معظم شاہ بہادر	7/50
شش جہت	سلمان عباسی	3/-
شعر و نغمات	فیاض احمد خاں فیاض	8/-
شام و شفق	" "	2/50
شیرازۂ مژگاں	کرشن موہن	10/-
شورشِ پنہاں	کالی داس گپتا رضا	4/-
شعلۂ خاموش	" " "	5/-
شعلۂ تشنگی	جاوید وششٹ	6/-
شب گشت	عمیق حنفی	6/-
شبستان	شکیل بدایونی	3/50
شادِ عارفی (انتخاب غزل)		-/50
شعلہ زار	دوارکا داس شعلہ	6/-
شہرِ انقلاب	سیماب اکبرآبادی	4/-
شاہنامۂ اسلام کامل ۴ حصے	حفیظ جالندھری	16/-
شمشیرستان	مرتبہ: ساحر لکھنوی	2/-
شمیم گل	عابد مناوری	4/-
شامِ رنگین	خرم جمال آبادی	4/-

کتاب	مصنف	قیمت
شانہ	شفیق جونپوری	۲/۷۵
شبنم شبنم	کرشن موہن	۵/-
شب چراغ	خاور نوروی	۱/۵۰
شاہکار سخن	مرتبہ: حبذب لکھنوی	۲/-
صریر خامہ	مظفر حنفی	۶/-
صدائے تیشہ	راشد آذر	۶/-
صحرا کا سفر	راہی قریشی	۳/۵۰
صحرا کی پیاس	شباب للت	۶/-
صحرا صحرا	صبا جائسی (علیگ)	۳/۷۰
صہبائے حرم	ساجد صدیقی لکھنوی	۱/۵۰
صنم و حرم	شکیل بدایونی	۳/۵۰
صحرا میں اذان	گوپال متل	۶/-
صبوحی	مہر چند کوثر	۳/۵۰
صدائے تیشہ	راشد آذر	۶/-
صدائے دل	ساحر بھوپالی	۳/-
ضرب کلیم	علامہ اقبال	۳/۵۰
طوفانِ غم	سلطانہ ناشاد	۱/۵۰
عکس ریز	مظفر حنفی	۴/-
عالم آشوب	سیماب اکبرآبادی	۴/-
عرفانِ حافظ	پنڈت شیاما چرن داس	۱/-
غزالِ رعنا	جاوید وششٹ	۶/-
غزنم	کامل چاندپوری	۵/-
غبارِ رنگ	اندر سروپ دت نادان	۳/-
غزل انسائیکلوپیڈیا	ذکی کاکوروی	۶/-
غزل	مجروح سلطانپوری	۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
فیضِ تیر	مسعود حسین ادیب	۲/۵۰
فکر و نشاط	جوش ملیح آبادی	۵/-
فروغِ جام	نشور واحدی	۳/-
فردوسِ گوش	جوش ملسیانی	۴/-
فکرِ جمیل	جمیل مظہری	۵/-
قافلے	مدہوش بلگرامی	۲/۵۰
قدریچے	فرقت کاکوروی	۵/-
قائم چاندپوری (انتخاب)	عابد رضا بیدار	۱/-
کلامِ اصغر	اصغر گونڈوی	۳/۵۰
کفِ سیلاب	وقار واثقی	۴/-
کلامِ ظفر	بہادر شاہ ظفر	۲/-
کلیاتِ انور	حافظ انور کاکوروی	۳/۵۰
کیف و اضطراب	سید لطف الرحمٰن	۲/۷۵
کلیاتِ اقبال (فارسی)	علامہ اقبال	۱۵/-
کلامِ نرم و نازک	رعنا نقوی دہلی	۵/-
کارواں خیالوں کے	نوبہار صابر	۶/-
کالے کاغذ کی نظمیں	باقر مہدی	۴/۵۰
کلیاتِ مصحفی اوّل	مرتبہ: ڈاکٹر نورالحق نقوی	۱۲/-
کلیاتِ میر اوّل	" : ظلِ عباس عباسی	۲۵/-
" اقبال اردو	" : علامہ اقبال	۸/-
" اختر شیرانی	گوپال متل	۶/-
" جگر	جگر مرادآبادی	۸/-
" غالب (فارسی)	مرتبہ امیر حسن نورانی	۱۵/-
کچھ ورق	ظفرالاسلام ظفر	۶/-
کلامِ لق لق	حاجی لق لق	۲/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
کلیات نسیم میسوری	مرتبہ: میر محمود حسنی	۲/۲۵
"	اکبر الہ آبادی	۱۳/۰
کاسۂ روح	عباس زیدی	۵/۰
کائنات دل	منور لکھنوی	۱/۵۰
کرنیں	جگدیش مہتہ درد	۳/۲۵
کار امروز	سیماب اکبر آبادی	۶/۰
کلیم عجم	"	۶/۰
گمنام گوشے	دلکش ساگری	۳/۰
گنج رواں	عتیق احمد عتیق	۶/۰
گلزار داغ	داغ دہلوی	۶/۰
گنج سوختہ	شمس الرحمٰن فاروقی	۴/۰
گلستان تیموری	محمد یونس خالدی	۷/۰
گرمیٔ اندیشہ	صغیر احمد صوفی	۵/۰
گلوب	سیّد احمد شمیم	۶/۰
گھر آنگن	جاں نثار اختر	۳/۰
گلبانگ	سیّد محمود اعظم فہمی ترمذی	۱۲/۰
گرد کا درد	کیف احمد صدیقی	۳/۰
گفتنی	مخمور سعیدی	۳/۰
گلستان ہزار رنگ	سیّد بہاؤ الدین	۲۰/۰
گیت محل	تصدق مظفر نگری	۲/۰
گرد راہ	ضیا فتح آبادی	۳/۵۰
گیت گووند	منصور لکھنوی	۳/۰
گیتا (منظوم)	دل محمد	۳/۰
گلزار نظیر	مرتبہ سلیم جعفر	۱۰/۰
گل پارے	کاظم علی خاں	۴/۰
گلشن گلشن	پریم پال اشک	۱/۲۵
گل نو	واحد پریمی	۶/۰
گل نغمہ	فراق گورکھپوری	۸/۵۰
گلبانگ حرم	حمید صدیقی	۵/۰
لفظوں کا سفر	جمیل کلیمی	۶/۰
لا انسان	ن۔م۔ راشد	۵/۰
لا ممکن	غلام مرتضیٰ راہی	۳/۰
لاریب	" "	۴/۰
لوک گیت	اظہر علی فاروقی	۱/۵۰
لکیریں	تارش پرتاپ گڑھی	۱/۵۰
لمعات افق	مرتبہ: منور لکھنوی	۱۰/۰
لالہ زار	پیکاں چاندپوری	۲/۵۰
لعل و جواہر	ساجد صدیقی والی آسی	۲/۵۰
لمعات شاد	شاد عظیم آبادی	۲/۰
لمعات انور	سردار انور خاں انور	۹/۰
میرا وطن ہندوستان	بدیع الزماں خاور	۴/۰
میری حدیث عمر گریزاں	آنند نرائن ملا	۱۰/۵۰
متاع کلیم	کلیم احمد آبادی	۴/۰
منظومات میاں دلگیر	ڈاکٹر حیدری کاشمیری	۸/۰
موج صبا	صبا عظیم آبادی	۱/۲۵
مثنوی دریائے عشق	مرتبہ ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی	۱/۷۵
" " "	میر تقی میر	۱/۵۰
مرکز	سہیل اعظمی	۲/۰
میخانہ	کشن دت طوفان دہلوی	۲/۲۵
ماہ تمام	قمر مراد آبادی	۲/۰

متاعِ تسکین	تسکین قریشی	۳/-
مضراب	فیضی نظام پوری	۴/-
موجیں	قیصر حیدری	۵/۵۰
مثنوی آب و سراب	جمیل مظہری	۲/-
معیارِ کامل	مرتبہ: مہذب لکھنوی	۲/-
مختار و حید	" : " "	۲/-
مراثی تعشق	" : " "	۲/۵۰
مراثی مہذب	" : " "	۲/۵۰
ابھی دیے چل	منصور سبزواری	۴/-
مراثی میر تقی میر	" "	۳/-
مرثیۂ نفیس	" "	۲/-
ماہ کامل	ڈاکٹر کامل قریشی	۸/-
متاعِ نظر	نظر برنی	۳/-
مثنوی گلزار نسیم	مرتبہ: امیر حسن نورانی	۲/۵۰
" بو علی شاہ قلندر	بو علی شاہ قلندر	۱/-
مناظرِ قدرت	محمد الیاس برنی	۱/-
مثنوی زہرِ عشق	مرتبہ امیر حسن نورانی	۱/۲۵
" " "	" عطیہ پروین	۱/-
منزل منزل	شیاب للت	۴/-
میراں کے گیت	جے کرشن چودھری	۲/-
مراۃ الغیب	امیر مینائی	۵/۵۰
میں اور تو	مظفر احمد لاری	۳/۵۰
موجد و مفکر	جوش ملیح آبادی	۲/-
مسدس حالی	مولانا حالی	۱/۵۰
موجِ نسیم	نسیم نکودری	۳/-

مزاجِ آب و گل	حسن شہیر	۶/-
نذرِ رسالت	دل الیوبی	۵/-
نسیم بہار (رباعیات)	اے سی بہار	۵/-
نقشِ آذر	راشد آذر	۲/-
معجون نشاط	نواب حیدر علی خان حشم	۶/-
نیا دیش بنگلہ دیش	اندرجیت گاندھی	۳/۵۰
نسیم مغرب	امیر چند بہار	۲/۵۰
نوائے تیشہ	ظفر حمیدی	۳/-
نغمۂ شب	اختر بستوی	۲/-
نوائے عصر	یحییٰ اعظمی	۳/-
نغمات	شہزادہ ناصر الدین محمد اسد الرحمٰن قدسی	۲/-
نزہتِ دل	مہر مہسلائی	۲/-
نوید عمر لین	نیاز حیدر	۱/-
نشاطِ نظر	ہدایت محسنی	۲/۲۵
نوائے راز	راز چاندپوری	۱/-
نقوش پروانہ	پروانہ بی اے	۱/۵۰
نارسیدہ	وارث کرمانی	۲/-
نغمۂ روح	صادق دہلوی	۳/-
نغمۂ سرمد	مترجم: عرش ملسیانی	۵/-
نغمۂ سروش	جوش ملسیانی	۵/-
نگارِ نفیس	مرتبہ مہذب لکھنوی	۱/-
نیرنگِ معانی	تلوک چند محروم	۵/-
نذرِ نانک	مہدی نظمی	۵/-
نغمۂ دوس	علامہ محوی صدیقی	۱/۵۰
نقشِ کارواں	نہال رضوی لکھنوی	۲/-

نوائے پریشاں — جگن ناتھ آزاد — ۳/۵۰
نجات سے پہلے — قاضی سلیم — ۴/-
نیم باز — عنوان چشتی — ۴/-
نئے نام — مرتبہ: شمس الرحمٰن فاروقی — ۴/-
نقشِ قدم — علی احمد جلیلی — ۲/۷۰
نظم انسائیکلوپیڈیا — ذکی کاکوروی — ۹/-
نوائے سرور — سرور جہاں آبادی — ۶/-
نورِ فردا — عتیق — ۳/-
نویدِ نو — ڈاکٹر صفدر آہ — ۱/۷۵
نوائے کفر — منور لکھنوی — ۲/۵۰
نغماتِ ابد — سرمد — ۵/۲۵
نروان — فاروق عنوان — ۲/-
نشانِ منزل — احسن رضوی — ۳/-
ولاس یاترا — کمار پاشی — ۱۰/-
وجد و حال — بہزاد لکھنوی — ۲/-
وادیٔ گل — انجم سہارنپوری — ۷/-

وادیٔ گل — رفعت سروش — ۶/-
وجدانِ حافظ — منور لکھنوی — ۶/-
ورق ورق — فیض احمد فیض — ۱/-
وقارِ انیس — مرتبہ مہذب لکھنوی — ۱/-
وطن کے راگ — مظفر شاہ — ۱/۳۰
ویرانیاں — دور آفریدی — ۳/-
وطن میں اجنبی — جگن ناتھ آزاد — ۳/۵۰
ہند نامہ — بلدیو راج سود — ۲/۵۰
ہزار انجم — مسلم مالیگانوی — ۸/۵۰
ہجویاتِ میر — احمد جمال پاشا — ۳/۵۰
یدِ بیضا — ساحر بھوپالی — ۳/-
یارانِ میکدہ — مرتبہ: محمود علی خاں صبا — ۲/-
یادوں کی خوشبو — خورشید احمد جامی — ۴/-
یادگارِ آزادی — مرتبہ: سلمان عباسی — ۳/-
یادوں کے گلاب — " " — ۱۲/-

تعلیمی تاش

بچوں کے لیے ایک کھیل۔ اس کے کھیلنے سے وقت ضائع نہیں ہوتا، قابلیت بڑھتی ہے۔

تعلیمی تاش اردو — ۱/۷۰
" " انگریزی — ۱/۷۰
" " ہندی — ۲/-
" " اردو انگریزی — ۲/-
" " " ہندی — ۲/-

ناول، افسانے اور ڈرامے

کتاب	مصنف	قیمت
آہنگِ آزادی	مصطفےٰ حسین نیر	۳/۵۰
امانت	سلمیٰ کنول	۷/۵۰
ارمانوں کی بستی	رضیہ بٹ	۸/-
افسانہ اور افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر وہاب اشرفی	۳/-
اصلی نقلی چہرے	ملک خادم	۳/-
آئینے اکیلے ہیں	کرشن چندر	۵/-
اداس نسلیں	عبداللہ حسین	۱۵/-
ایک گلاب دو کھوئے	اخلاق حسین عارف	۵/-
ایک کرن اجالے کی	ضیا عظیم آبادی	۵/-
آئینہ	بیگم ذاکر علی خاں	۹/-
آشیانہ	مسرور جہاں	
انیلا	رضیہ بٹ	۶/۵۰
احسان فراموش	محمد [illegible]	۴/-
ایرانیوں کا مقدس ڈراما	[illegible] حسین رضوی ادیب	۲/۵۰
ایک محبت کی کہانی	غازی صلاح الدین	۲/۵۰
اسیر حرص	آغا حشر	۱/۵۰
اکھڑے ہوئے لوگ	رام لعل	۶/-
ابروئے دل	ملکہ زرین	۱۱/-
اجنتا سے آگے	کرشن چندر	۲/۷۵
آنکھ مچولی	شرف خانم شرفی	۵/۵۰
انجان	ضیا عظیم آبادی	۴/-
آہوں کے گیت	عفت موہانی	۹/-
آخری تحفہ	" "	۸/-
امیر اندلس	علی اصغر چودھری	۴/-
النور	فیاض علی	۱۵/-
آخری تحفہ	منشی پریم چند	۵/۵۰
اپنا اپنا نصیب	این اے بیگم	۱۰/-
افیونی	علی احمد ارشاد	۲/۵۰
اس دیوانگی میں	سلمیٰ کنول	۸/-
ابابیل	مظہر الحق علوی	۱۲/-
آدم خور	" " "	۶/۵۰
آواز کے جنگل	" " "	۸/-
آسمانی پل	" " "	۲/۵۰
آفاق	نسیم انہونوی	۳/-
آصفہ	سلمیٰ کنول	۸/-
اکبر اعظم	صادق حسین	۶/-
آصف	عذرا جمال	۵/-
ان داتا	کرشن چندر	۵/-
اُجلے دامن	ابنِ حیات	۸/-
آنکھ سے آنسو ٹپکا	سعیدہ سلطانہ	۶/-
آنچل کی پیاس	راج دنش	۳/۵۰
ایک خواب ایک آرزو	آشوقی اہلو والیہ	۴/-
اکیلی	شرت چندر	۶/-
آدمی اور سکے	زلیخا حسین	۴/۲۵
ایک عورت ہزار دیوانے	کرشن چندر	۲/۵۰
ارمانوں کا خون	مسرور جہاں	۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
بہار کا پہلا دن	علاؤ الدین آزاد	۴/-
براَت	مہندر ناتھ	۶/-
بجھے چراغ جل اٹھے	خورشید نکہت	۳/۵۰
بندی کی طرف	ہربنس سنگھ دوست	۱/-
بے ونا	نریندر شرما	۴/۵۰
بہادر گار جنگ	کرشن چندر	۱۵/-
بھوک	نٹ ہیمسن	۳/۵۰
بے سہارا	ثریا بالو	۶/۵۰
بہکی دھڑکن	سعید امرت	۲/۵۰
بہتا پانی دور کنارا	شرن	۴/-
بال و پر	کنہیا لال کپور	۳/-
بات کی بات	ہنسراج رہبر	۳/۵۰
باغی	رئیس احمد جعفری	۵/-
بھونرے	ضیاء عظیم آبادی	۴/۵۰
بہادر شاہ ظفر	منچو قمر	۲/۵۶
بھول ہی بھول (ڈراما)	اظہر افسر	۳/-
بلبلوں کے خواب	حامد کاشمیری	۵/-
بے بسی	ٹیگور	۴/-
بیوی اور بیسوا	کشن چندر زیبا	۱/۵۰
برف کا طوفان	لارا انگلز وائلڈر	۲/-
بہار کب آئے گی	الگزنڈر رس	۱/-
بھرم	عشرت کرتپوری	۳/-
بے قرار	بھوپیندر دیپ	۳/-
بھیڑیا	مظہر الحق علوی	۹/-
بیگموں کا دربار	عبدالرؤف عشرت	-/۷۵
بہار جاوداں	زبیدہ خاتون صدیقی	۵/-
بارہ آنے	پرویز	۱/-
باون پتے	کرشن چندر	۶/۷۵
باتو	نسیم انہونوی	۹/-
پیکر تصویر	فصیح احمد صدیقی	۸/-
پتھر اور آئینے	ناز بریلوی	۸/-
پھول مسکرائے	نیلوفر تیموری	۱۲/-
پہلے آسمان کا زوال	کمار پاشی	۴/-
پنہارن	ایم آر۔ آئی۔ بائے	۱/۵۰
پرایا دھن	نسیم انہونوی	۱۰/-
پانچ ہزار سال قبل	خان محبوب طرزی	۳/۵۰
پتھریلے راستے	ٹیگور	۴/۲۵
پردہ مجاز	پریم چند	۷/-
پیکر	مسرور جہاں	۸/-
پیار کی خوشبو	" "	۲/۵۰
پنگھٹ	ضیاء عظیم آبادی	۴/۵۰
پیاسی دھرتی جلتے ساگر	عارف نقوی	۱/۵۰
پریم پجاری	معارف مارہروی	۳/۵۰
پگلی	رضیہ بٹ	۸/۵۰
پرایا سیتا	عذرا ستار	۶/-
پٹھان بچے افغان	مائل ملیح آبادی	۱/۲۵
پندار	عفت موہانی	۸/-
پیاسا ساون	گلشن نندہ	۵/۵۰
پتھر کا گلاب	کوثر چاند پوری	۷/۵۰
پتوار	ضیاء عظیم آبادی	۴/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
پرچھائیوں کی وادی	انور عظیم	۵/-
پیار کے آنسو	مجاہد لکھنوی	۴/-
پت جھڑ کی آواز	قرۃ العین حیدر	۶/-
پودے	کرشن چندر	۳/-
پرویز	چودھری اکرام حسین	۳/-
پیاس	کے۔ ایل۔ ترانہ	۳/۵۰
پنڈت جی	شرت چندر	۲/-
پانچ لوفر ایک ہیروئین	کرشن چندر	۳/۵۰
پریم پچیسی	پریم چند	۶/-
تخت باغ	مسز عبد القادر	۸/-
تیری آنکھوں کے دیئے	عطیہ پروین	۷/-
تیرے جہاں میں	سیدہ ناز کاظمی	۴/۵۰
تصویر	اے آر خاتون	۸/-
تھپیڑے	ٹیگور	۵/۵۰
تاریکیوں کے بعد	زلیخا حسین	۵/۷۵
تصویر بتاں	عصمت جمیل	۳/-
تری دلبری کا بھرم	عزیز احمد	۲/۵۰
تازیانے	الطاف مشہدی	۲/۵۰
تانے بانے	خزاں ہوشیارپوری	۲/-
تیسری آنکھ	موہن یاور	۲/۵۰
ترپائی	خان محبوب طرزی	۲/۵۰
تلخ و شیریں	صلاح الدین قریشی	۲/-
تلاش مسرت	ایشوردیال سریواستوا	۱/۵۰
ترانہ	انجم ممتاز	۸/-
تقدیر	رئیس احمد جعفری	۶/۵۰

کتاب	مصنف
ترنم	زبیدہ خاتون
تیرا غم ہی سہی	افتخار شعلہ
تنہائی	ساگر سرحدی
تیغ زن (اول دوم)	مظہر الحق علوی
تیاگ	شرت چندر
تنہا تنہا	مہندر ناتھ
تین پیسے کی چھوکری	قاضی عبد الغفار
تہمت	راقم صدیقی
ٹیگور کے ڈرامے	ٹیگور
ٹوٹی کہاں کمند	سلیم رضا
ٹھنڈی آگ	شرت چندر
تھرکتے ہوئے تار	فاروق
ثمینہ	فرزانہ نصرین
ثریا	فاطمہ یمین
جھیل اور کنول	اے حمید
جب جب پھول کھلے	مینا ناز
جانباز	اختر حسین
جنت کا سودا	سید علی شاکر
جھوٹا پیار	تنویر زہرہ بخاری
جرم و سزا (کامل)	مظہر الحق علوی
جوشِ محبت	" "
جرم و سزا	اخلاق حسین عارف
جہاں آرا (اوپیرا)	رفعت سروش
جلتی چٹان	گلشن نندہ
جنگل میں جھونپڑی	لارا انگلس وائلڈر

ئیل	نسیم حجازی	۴/-
ثار	پریم چند	۴/-
اندھیرے	وسیم بانو قدوائی	۳/-
	شوکت تھانوی	۳/-
	سری رام آہلو جہ	۴/۵۰
	زبیدہ سلطانہ	۶/-
کے پار ہوتا	عظمت رضا	۳/۷۵
پار	ہیرالعل شوق	۳/-
ٹکرائے	جی ایس عالم	۳/۷۵
بے پلے ہوئے	کرتار سنگھ چاولہ	۳/۵۰
کے اس پار	گلشن نندہ	۷/۵۰
بدھن ٹوٹے	تاجور سامری	۳/-
لا	نریندر شرما	۴/۵۰
سرائیل و عرب	اختر صدیقی	۵/۵۰
	نجمہ سلطانہ	۲/۵۰
و پاشا	مادام حلیمی	۶/-
ئی	رئیس احمد جعفری	۶/۷۵
	ابن حیات	۴/-
قدامت	راشد الخیری	۲/۲۵
کا قلعہ	کرشن چندر	۲/-
کی چنبیلی	" "	۸/-
رخاں	رئیس احمد جعفری	۸/-
گر	بشریٰ رحمن	۶/-
غ چراغ اندھیرا		۵/۵۰
م پیہم	بلقیس صادق علی	۵/-

چشمہ	اے۔ آر۔ خاتون	۱۵/-
چوٹیں	عصمت چغتائی	۳/-
چشم نم	عصمت رضا	۳/۷۵
چراغوں کا سفر	رام لال	۴/-
چنار کے سائے	راج کنول	۲/-
چاند کا زخم	شمشاد احمد	۲/-
چناروں کے سائے میں	پریم بھنڈاری	۳/۵۰
چینی گاؤں	ترجمہ ظ۔ انصاری	۳/۷۵
چیری کا باغ	زاہدہ زیدی	۲/-
چھوٹی بیگم	زبیدہ سلطانہ	۴/۵۰
چندا کی چاندنی	کرشن چندر	۶/-
چندا	عطیہ پروین	۹/-
چھوٹے سرکار	" "	۱۲/-
چنگاری	گلشن نندہ	۷/۵۰
چنگاری	رئیس احمد جعفری	۶/-
چکنے پتھر	رنجیت راہی	۴/۵۰
چندر کلا	جمنا داس اختر	۲/-
چلمن	نادرہ خاتون	۱۶/-
چپکے سے بہار آجائے	سلمیٰ کنول	۸/-
چنگاڑ	مخمور جالندھری	۳/-
چار دل چار راہیں	خواجہ احمد عباس	۲/۵۰
چھوٹی سرکار	مرتضیٰ زیدی	۵/۵۰
حسینہ	نسیم انہونوی	۵/-
حمیرا	زبیدہ خاتون	۱۲/-
حسین قافلے	مجاہد لکھنوی	۴/-

کتاب	مصنف	قیمت
حور	قیسی رامپوری	۲/۵۰
حسن اور انگارے	گوبند سنگھ	۱/۷۵
حسن بن صباح	شرر	۱/۰
حسن انجینا	〃	۲/۷۵
حسرتوں کے داغ	خورشید نکہت	۹/-
حمیرہ	صادق سردھنوی	۵/-
حسن کے کرشمے	مرزا حسین احمد بیگ	۳/۲۵
حسن کی عیاریاں	نیاز فتحپوری	۲/-
حسنا اور پتھر	حمیدہ جبیں	۴/۵۰
خانقاہ	مظہر الحق علوی	۱۰/-
خوابوں کے شکاری	〃	۱۲/-
خونِ تمنا کی بہار	محمد سلیمان تنویر	۶/-
خزاں کے بعد	زبیدہ خاتون صدیقی	۴/-
خورشید (پارسی تھیٹر کا ڈرامہ)	مرتبہ مسیح الزماں	۵/-
خونِ مسلم	نسیم حجازی	۸/-
خوفناک دنیا	سید محمد علی شاہ	۴/-
خطرات کا شکاری	اظہار اثر	۲/-
خریدار	ناجی کاکناتی	۳/-
خواب و خیال	منشی پریم چند	۲/۵۰
خادمہ	مینا ناز	۸/۵۰
خالی پنجرے کی ہنسی	وسنت دش مکھ	۲/۵۰
غار	ہیرالال شوخ	۳/-
خوفناک پرچھائیں	مخمور جالندھری	۴/-
خدا کی بستی	شوکت صدیقی	۱۰/-

کتاب	مصنف	قیمت
تائم	عظمت رضا	
خیانت	قیسی رامپوری	
خورشید بہو	مرزا رسوا	
خدانخواستہ	شوکت تھانوی	
خواب گاہ میں	مخمور جالندھری	
خوابوں کے کھنڈر	انجم پرواز	
دشمن دامن	سلمیٰ کنول	
داستاں میری ذکر تیرا	مہندر ناتھ	
دل کی بازی	زکی انور	
دیوانی	ماہ جبیں	
دل اور دریا	رشید پروین	
دامن کی آگ	مانک ٹالہ	
دل کا شہر	حمیدہ جبیں	
دکھ سکھ اپنے	رضیہ بٹ	۱۰
دارا شکوہ	قاضی عبدالستار	۱۰
دیوتا اور کسان	کرشن چندر	۰
دھڑکنیں	ایم احمد جاوید	۱۰
دلِ بیمار	حسین علوی	۰
دوروپ	ہاجرہ نازلی	۰
درد کے فاصلے	انیس مرزا	۵۰
دھبے سفید و سرخ	گجندر سنگھ	۰
داغِ فراق	جمیلہ ہاشمی	۱۰
درد کا رشتہ	مہندر ناتھ	۵۰
داغِ رسوائی	چندر موہن	۵۰
درد کی تصویر	لوکیش گپت	-

کتاب	مصنف	قیمت
…ہو اور خون	صدیقہ بیگم	۲/۵۰
…سے قریب	افتخار حسین	۱/۷۵
…ن	نسیم لدھیانوی	۴/۵۰
…ری لڑکی	ذکی انور	۴/-
…اور دریا	رشید پروین	۹/-
…ندے	مظفر حنفی	۴/-
بھیگے ہوئے لوگ	اقبال مجید	۵/۵۰
جو ایک شہر تھا	ترتیب سلیم احمد	۵/-
…کیا رنگ کروں	ایم۔ احمد جاوید	۵/۵۰
…ہ حیران	مظفر حنفی	۴/-
…زودر ماں	عفت موہانی	۲/۵۰
…غ دل کے	" "	۲/۵۰
…ے آدمی کا …ائننگ روم	سریندر پرکاش	۳/۷۵
…وپ	قیسی رامپوری	۳/۵۰
…یا سے دور	ٹیگور	۴/۷۵
…سوال ٹیل	کرشن چندر	۴/-
…ندے	ہرچرن چاولہ	۳/۵۰
…بیتا اور کسان	کرشن چندر	۴/۵۰
…در پل کے بیچے	" "	۳/۵۰
…لیوار	مسافر ٹیلپوری	۳/۵۰
…ہو گئیں	ایم۔ احمد جاوید	۵/۵۰
…د محبت	مجاہد لکھنوی	۴/-
…یوانہ ہے دیوانہ	ترجمہ مجبور جالندھری	۱/۵۰
…کمہاری	عارف مارہروی	۱/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
دروازہ	کرشن چندر	۳/-
دل	رئیس احمد جعفری	۶/-
دُرِ شہوار	راشد الخیری	-/۷۵
دشمن	ریوتی سرن شرما	۵/-
دلیر استبداد	مظہر الحق علوی	۷/-
دختر شب	" "	۱۰/-
دشت دل	" "	۹/-
ڈراکیولا	" "	۱۱/-
ڈراکیولا کی واپسی	" "	۵/-
ڈوبتی منزل	مسافر ٹیلپوری	۲/-
ڈرپوک	گلشن نندہ	۵/۲۵
ڈاکٹر سنگھ	ورلیشور ریلوریہ	۳/۵۰
ڈرائیور کی ڈائری	کمار شرما	۵/-
ڈاکٹر جیکل	ترجمہ ڈاکٹر محمد حسن	۱/-
ڈولی	انیس مرزا	۵/-
ڈھلکتے آنسو	مسافر ٹیلپوری	۳/-
ڈوب گیا سفینہ دل کا	زبیدہ سلطان	۶/-
روپا	مہندر ناتھ	۴/-
رخشاں	مشرف تمیز	۱۰/-
راز	عفت موہانی	۴/-
روشن جہاں	زبیدہ خاتون صدیقی	۵/-
روبہ	سرور جہاں	۵/-
راشدہ	" "	۵/-
رحمت	نسیم انہونوی	۴/-
رمانہ	اے آر خاتون	۶/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
رباب زیست	اے آر خاتون	۳/-	راز دل	نواب زیدی	۱/۵۰
روحانہ	نادرہ خاتون	۵/-	ریزہ	ثروت خانم اشرفی	۱/-
رنگ محل	حمیدہ سلطانہ	۹/-	ریشم کے تار	عارف مارہروی	۱/-
رباب	زبیدہ سلطانہ	۱۰/-	روح کے زخم	" "	۵/۵۰
رام محمد ڈیسوزا	علی رضا	۴/-	روپہ	عادل رشید	۱/-
رستم و سہراب	آغا حشر کاشمیری	۱/۵۰	روحانی اشارے	بابو شیو برت لعل	۱/۵۰
رونق	قیسی رامپوری	۳/۵۰	روشنی کی کرن	رضا الجبار	۴/-
رانی	" "	۵/-	رانی	راحیلہ بٹ	۵/-
راحت	جمیل الرحمٰن	۳/-	زیب	حمیدہ جبیں	۸/-
راستے کبھی چلتے ہیں	سلطان سجانی	۲/۵۰	زرتاج	[illegible] پروین	۸/-
رنگین سہانے	انور نزہت	۳/۵۰	زلزلہ	ایم جے عالم	۵/-
راکھ اور انگارے	گلشن نندہ	۲/۵۰	[illegible]	سید نسیم	۳/-
راجپوت نندنی	شری کاشی رام جی	۱/۵۰	زخم	نریندر شرما	۳/۲۵
روح کے بندھن	زلیخا حسین	۵/-	زادِ راہ	پریم چند	۳/-
رات کا کالا کفن	مظہر الحق علوی	۹/-	زمرد	سعادت علی	۷/-
رحمت	نسیم انہونوی	۳/۵۰	زخم اور [illegible]	[illegible]	۵/-
رومینہ	مسرور جہاں	۴/۵۰	زرگاؤں کی رانی	کرشن چندر	۳/۵۰
راہبہ	مسز عبد القادر	۳/-	زوریا	مخمور جالندھری	۱۰/-
روبرو	وید مہتہ	۳/۲۵	زینوبیا	بلقیس ظفر	۷/-
روشنک بیگم	مسز ا۔ ظ حسین	۵/-	زری	زبیدہ سلطانہ	۶/-
راج سنگھ	سدرشن	۲/۵۰	زخم بھلنے کے بعد	ریاض جاوید	۷/-
روٹھی رانی	پریم چند	۲/۲۵	زندگی کا [illegible]	اختر حسین رائے پوری	۲/-
روحانی شادی	" "	۱/۲۵	زلف و شمشیر	[illegible]	۴/-
رومانہ	زبیدہ خاتون	۶/-	[illegible]	رضیہ بٹ	۵/۵۰
ریشمہ	" "	۴/۵۰	زندگی کے [illegible]	ابو سعید بزمی	۲/۵۰

نام کتاب	مصنف	قیمت
زندگی کے موڑ پر	کرشن چندر	۲/۷۵
زہراب	مظہر الحق علوی	۱۱/-
زعفران کے پھول	خواجہ احمد عباس	۴/-
زندگی مسکرائی	زلیخا حسین	۶/-
زندگی و فریب	نسیمہ اختر	۳/۵۰
سویرے	عفت موہانی	۶/۷۵
سلیما	بلقیس ظفر	۸/-
سیما	حسنیٰ مسرور	۵/-
سوزیہ	روبینہ نازلی	۱۰/-
سیدانی	ڈاکٹر ہ۔ عابدی	۶/-
سہاگ کی مہندی	احمد کمال	۵/-
سبزۂ بیگانہ (مراٹھی افسانے)	نور پرکار	۶/-
سپنے	جمال آرا بیگم	۴/-
سات انگلیاں	انیس مرزا	۴/-
سرفروش	شررت چندر	۵/۵۰
ستم کے سہارے	عفت موہانی	۶/۵۰
سسکتے ساز	گلشن نندہ	۶/-
سپہ سالار سنگھ	راہل	۲/۵۶
ساحرہ کا انجام	مجاہد لکھنوی	۴/-
سفید کلیاں	فیروز شاہین	۶/۵۰
سفینہ	مسرور جہاں	۴/۵۰
سات خلائیں	اے ار خاتون	۱/۴۵
سالار حجاز	نسیم حجازی	۱۵/-
سفید جزیرہ	" "	[illegible]

نام کتاب	مصنف	قیمت
۱۹۵۸ء کے افسانے	مرتبہ ایم حبیب	۲/۵۰
سیاہ، سرخ، سفید	امتیاز ابوالحسن	۴/-
سدھا	ہری گوپال شرما	۳/-
سرخ جھنڈا	ریاض الحق علیگ	۱/۷۵
سولہ سنگھار	سدرشن	۵/-
سوز ناتمام	میمونہ نسیم	۲/-
ستونتی	راشد الخیری	۰/۷۵
سلگتی آرزو	یکتا بدایونی	۳/-
سبزا	دت بھارتی	۶/-
سنگ میل	اختر حسین رائے پوری	۲/-
سیمی	خدیجہ سلطانہ	۵/-
سہانی آنچ	وسیم بانو قدوائی	۵/-
سنہرا سنگم	" "	۵/-
سیلاب	سدرشن	۲/۵۰
سپنوں کی موت	توصیف چغتائی	۳/-
سوکھے پیڑ سبز پتے	گلشن نندہ	۵/۲۵
سفید شیطان	مظفر ہاشمی	۲/۵۰
سارا جہاں اداس ہے	قمر تسکین	۴/-
سوز شبنم	سلیم چودھری	۴/-
ستاروں سے آگے	گلشن نندہ	۴/-
سورج۔ ریت اور گناہ	مہندر ناتھ	۶/-
سراب زندگی	نسیم انہونوی	۴/۵۰
شوتا سمندر	مظہر الحق علوی	۸/-
سایہ شیطان	" "	۱۲/-
سورج کا لہو	" "	۱۴/-

کتاب	مصنف	قیمت
سسرال	شوکت تھانوی	۲/۵۰
سائے کا سفر	عوض سعید	۴/-
سنجوگ	رابندر ناتھ ٹیگور	۷/-
سمندری لٹیرے	ہرک الین	۲/۵۰
سائکی	کلیم عرفی	۲/۵۰
سنہرے سپنے	رنبیر سنگھ امر	۳/۵۰
ساقی	ضیا بدایونی	۴/-
ستاروں کے کھیل	اوپندر ناتھ اشک	۳/-
شینو	ثریا بانو	۹/-
شکوہ	مشرف خانم اشرفی	۷/۵۰
شبیلہ	فرزانہ یاسمین	۹/۵۰
شاداں	رضیہ بٹ	۱۰/-
شرارہ	عظمت رعنا	۹/-
شہپر	ہما اقبال	۱۵/-
شاخ بریدہ	حمیدہ جبیں	۹/-
شہر سے دور	اختر بستوی	۴/-
شہرِ ممنوع	واجدہ تبسم	۱۲/-
شمیمہ	فیروز جہاں	۸/
شیلا	عطیہ پروین	۷/-
شہرِ آرزو	عفت موہانی	۵/۵۰
شامِ تمنا	" "	(زیرِ طبع)
شہوار	مسرور جہاں	۹/-
شگاف	"	۶/-
شہیدِ وفا	رائیڈر ہیگرڈ	۸/-
شبینہ	ہاجرہ نازلی	۳/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
شکار بیتی	ریحان احمد عباسی	
شیر کیا سوچتا ہوگا	رفیق حسین	
شرطِ وفا	مجاہد لکھنوی	.
شمع فروزاں	اختر ملیح آبادی	
شعلہ و شبنم	نوشابہ سعید ناز	۱۰
شام ہی تو ہے	ثریا بانو	-
شیطان کے پجاری	مسعود	۱.
شبو	رضیہ بٹ	-
شمع دو پروانہ ایک	قیسی رامپوری	.
شوخ نظارے	م۔ احمد	۵/
شکنتلا	کشن چندر زیبا	۵-
شکستہ ہی شکست	زکی انور	۱-
شازیہ	تنویر زہرہ بخاری	۱.
شوہر کا روگ	نسیم انہونوی	۱۲۵
شبنم	" "	۱/۵۰
شگفتہ	" "	۳/-
شبانہ	" "	۸/-
شہرِ خموشاں	مظہر الحق علوی	۲/-
شہرِ سلیمان	" "	۲/۵۰
شیریں	زبیدہ خاتون	۷/۵۰
شاداں	وحشی محمود آبادی	۲/۵۰
شہزادی شب	نور خاں محبوب طرزی	۲/-
شہناز ترجمہ	حبیب اشعر	۳/۵۰
شیشے میں بال آگیا	ضیا عظیم آبادی	۲/-
شریر بیوی	عظیم بیگ چغتائی	۳/۲۵

کتاب	مصنف	قیمت
شمع	اے۔آر۔ خاتون	۱۲/-
شرمیلی	گلشن ننده	۷/-
شہر میں صحرا	مظہر الحق علوی	۹/-
شعلہ اجل	ٹیگور	۱/۷۵
شکیلہ	مسعود ہمایوں	۴/۲۵
شمع خرابات	خواجہ محمد شفیع	۵/-
شہزادی ماہ رخ	اے۔آر۔ خاتون	۱/۲۵
شراب زریں	سید محمد نبی	۳/-
شام جوانی	منشی نواب رائے	۴/-
شاعرانہ نیت	پریم ناتھ یزدانہ	۱/۷۵
شیکسپیر کی کہانیاں	قربان	۳/-
شبنم	تنویر زہرہ بخاری	۶/۵۰
شکیلہ	ضیا عظیم آبادی	۲/۷۵
شمس و قمر	رضیہ بٹ	۵/۵۰
شبنم	سراج انور	۴/-
شاہدہ	ناہید انجم	۵/-
شاہین در آج	راشد الخیری	-/۷۵
شام زندگی	״ ״	۱/۵۰
شب زندگی	״ ״	۲/۵۰
صبح زندگی	״ ״	۲/-
صندل	سیدہ ماجدہ خاتون	۱۱/-
صفو	زبیدہ سلطان	۶/-
صابرہ	روبینہ چودھری	۱۰/-
صدائے جرس	مسز عبدالقادر	۳/-
صبوحی	بیگم معشوق نثار	۲/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
صید ہوس	آغا حشر کاشمیری	۲/-
صبح و شام	آل احمد سرور	۵/-
صنم	عفت موہانی	۱۰/-
صفیہ	سلمیٰ محبوب	۴/-
صائمی	حمیدہ جبیں	۵/-
صلیبی جہاد	صادق صدیقی	۸/-
ضدی لڑکی	درگا شنکر کھیار دواج	۹/۵۰
طوسیہ	روبینہ نازلی	۸/-
طاہرہ	مسرور جہاں	۵/-
طرز زندگی	نسیم انہونوی	۲/۵۰
طاہرہ	عبدالحلیم شرر	۴/-
طوفان بہار	مخمور جالندھری	۳/-
طوفان حیات	راشد الخیری	۱/۷۵
طلعت	شاہدہ خاتون	۷/-
ظالم محبت	حجاب امتیاز علی	۳/-
ظل ہما	مظہر الحق علوی	۱۵/-
عالم گم گشتہ	״ ״	۴/۵۰
عالم اسفل	״ ״	۵/-
عروسہ	زبیدہ خاتون، بنتہ اے آر۔ خاتون	۵/
عرشی	عابدہ نسرین	۱۲/۵۰
عامر	فرحانہ پٹھان	۶/۵۰
عاشی	رضیہ بٹ	۸/-
عاشق مترجم	نور رحمانی	۷/-
غنچہ دہن	حمیدہ جبیں	۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
عزمِ جوان	راج نرائن	۱/۵۰
عروسِ مشرق	راشد الخیری	۱/-
عاصمہ	تنویر زہرہ بخاری	۷/۵۰
غریب کا چاند	صادق صدیقی	۷/-
عروسِ کربلا	راشد الخیری	۱/-
عذرا	صالحہ عابد حسین	۷/۵
عظمیٰ	بیگم رقیہ سلیم	۶/۷۵
عذرا	کرشن چندر	۳/-
غزل	خالدہ مخمور	۷/-
غازی	نسیم حجازی	۸/-
غمگسار	عفت موہانی	۵/۵۰
غبار کے پیچھے	وسیم بانو قدوائی	۵/-
غزالی	فاطمہ مبین	۹/-
غبن	پریم چند	۶/۷۵
غزالہ	بیگم رقیہ سلیم	۴/-
غمِ فرقت	ذکیہ بیگم	۱/۵۰
غمِ ہستی	شاذ بجنوری	۳/۷۵
غنڈا	عادل رشید	۳/-
غمِ دوراں	ہاجرہ نازلی	۵/۵۰
فائقہ	مہرا فروز	۶/۵۰
فرناز	رابعہ خاتون	۱۲/-
فوقیہ	فرحت یاسمین	۵/۵۰
فریدہ بیگم	بدر انجم	۴/۵۰
فاتح ایران	غضنفر علی	۴/-
فرسٹ سلسلہ	شفیق ماتو	۲/-
فلمی مہرے	عادل رشید	۴/۵۰
فریب	خان محبوب طرزی	۴/-
فوزیہ	محمد سلیمان تنویر	۶/-
فانوس	خورشید عالم زبیری	۴/-
فریدہ	بیگم معصوم علی	۱۰/-
فروزہ	مرتضیٰ زیدی	۴/-
فرزانہ	فاطمہ مبین	۷/-
فخر کی بات	گجندر سنگھ	۱/۷۵
فتح بصرہ	صادق سردھنوی	۴/-
فتح خیبر	" " "	۵/-
فارینا	تنویر زہرہ بخاری	۵/-
فہمی	رئیس احمد جعفری	۱۲/-
فریب	جمیل انجم	۴/-
فرعون و کلیم	مظہر الحق علوی	۹/-
فاخرہ	رئیس احمد جعفری	۶/-
فرخندہ	" " "	۱۰/-
فائقہ	اے۔ار۔خاتون	۷/۵۰
فاریہ	ماجدہ خاتون	۱۳/۵۰
فیروزہ	زبیدہ سلطانہ	۶/-
فطرت	ڈاکٹر اکبر حیدری	۱۲/-
فریاد	نریندر شرما	۲/۷۵
فردوسِ بریں	شرر	۲/۶۰
فلمی قاعدہ	کرشن چندر	۴/۵۰
قصر زرد کا کیولا	مظہر الحق	۶/۵۰
قافلے بہار کے	عفت موہانی	۷/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
قدسیہ	ایم۔ اسلم	۸/-
قاتل	پریم چند	۱/-
قصص ابن السبیل	ترجمہ	۱/۵۰
قندیل	طلعت فاطمہ	۵/-
قمر طلعت	خان محبوب طرزی	۵/-
قزلباش	؍؍ ؍؍ ؍؍	۳/-
قاتل کی ڈائری	شانتی نرائن	۱/۲۵
قسمت	مضطر ہاشمی	۴/-
قفس	خورشید عالم زبیری	۴/-
کاشفہ	راشد قمر	۱۲/-
کھلی آنکھ کا سپنا	شاہد پرویز	۶/-
کھوئی ہوئی جنت	وسیم بانو	۱/۲۵
کلا (جکبست)	مرتبہ: طیبہ نشاط	۲/۵۰
کس کا شکوہ	رضیہ صلاح الدین	۴/-
کرن	زبیدہ خاتون بنت اے آر خاتون	۵/-
کالے دھبے گورا بدن	جمنا داس اختر	۴/-
کوئی درد آشنا بھی نہیں	صغرا مہدی	۱/۵۰
کابوس	مسعود جاوید	۱۲/-
کالی دنیا	سراج الانور	۵/۵۰
کواٹرمین کے کارنامے	مظہر الحق علوی	۹/-
کربلا	پریم چند	۴/۵۰
کاغذ کی ناؤ	کرشن چندر	۵/۲۵
کارنیوال	؍؍ ؍؍	۵/۵۰
کسک	عظمت رضا	۱۰/-
کینسر وارڈ اول	ترجمہ گوپال متل	۳/-
کینسر وارڈ دوم	ترجمہ گوپال متل	۳/-
کشمکش	سلمیٰ کنول	۵/-
گتھیا	شوکت تھانوی	۵/-
کونپل	مائل ملیح آبادی	۵/-
کنواری دنیا	قیصر سلطانہ ذکی	۳/۵۰
کھوکھلے انبار	ایم راجندر	۲/-
کٹی پتنگ	گلشن نندہ	۶/-
کارٹون	شوکت تھانوی	۳/۵۰
کٹی پتنگ	مشرن	۳/۵۰
گہرے کا چاند	ڈاکٹر محمد حسن	۳/-
کلیاں	عصمت چغتائی	۵/-
کارنیوال	کرشن چندر	۵/۵۰
کورا آنچل	ضیاء عظیم آبادی	۵/۵۰
کایا پلٹ	کشن چند زیبا	۲/۷۵
کامیاب استانیاں	رضیہ فرحت	۲/۵۰
کاجل	مائل ملیح آبادی	۳/۷۵
کھلاڑی	عظمت رضا	۸/-
کوکا بیلی	شوکت صدیقی	۳/۵۰
کارواں ہمارا	کوثر چاند پوری	۳/۴۰
کوئی شکایت نہیں	دت بھارتی	۸/-
کیپٹن لیلیٰ خالد	ندیم صہبائی	۴/-
کھلونے	مسعود مفتی	۳/-
گونگی چاہت	انیس مرزا	۶/۵۰
گل رخ	فریدہ انیس	۱۲/-
گونگا ہے بھگوان	کوثر چاند پوری	۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
گمنام	خدیجہ رحمٰن	۴/-
گردشِ ایام	مسرور جہاں	[illegible]/-
گوڈر کا لال	راشد الخیری	۱۲/۰
گمراہ	عارف مارہروی	۸/-
گلابی موت	اظہار اثر	۵/-
گنوار	تنویر زہرہ بخاری	۸/-
گناہِ آدم	مظہر الحق علوی	۷/-
گرد باد	" " "	۱۲/-
گنج سلیمان	" " "	۴/۵۰
گردش ایام	" " "	۹/-
گلشن گلشن ڈھونڈا تجھ کو	کرشن چندر	۳/۵۰
گناہ اور انجام	جوگندر پیرمی	۴/۰
گل و سنگ	سراج انور	۳/۵۰
گردش	فاطمہ مبین	۶/-
گرگٹ	شوکت تھانوی	۲/۰
گدھے کی واپسی	کرشن چندر	۴/۵۰
گورا	رابندر ناتھ ٹیگور	۴/۵۰
گونگے معمار	خورشید عادل رشید	۱/۰
گیت یہ میرے	حمیدہ جبیں	۶/۵۰
گیری بالڈی	لاجپت رائے	۱/-
گردشیں	جی لال سچدیو	۳/۵۰
گھروندہ	نسیم انہونوی	۵/-
گل ہارا	ثریا بانو	۷/-
گمراہ	مائل ملیح آبادی	۴/۵۰
گھروندہ	انیس مرزا	۵/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
گناہ	دت بھارتی	۲/۹۵
گھاٹ کا پتھر	گلشن نندہ	۵/۰
گیلارڈ	" "	۶/-
گھر کا بھیدی	مظہر الحق علوی	۲/۵۰
گیت اور آنسو	نریندر شرما	۳/۷۵
گھاؤ	" "	۳/۰
گنہگار	عظمت رعنا	۱۰/-
گناہ کی ٹھوکریں	حامد قریشی	۱/۵۰
گھٹائیں	ضیاء عظیم آبادی	۴/-
لال تاج	کرشن چندر	۲/۷۵
لغزش	رضیہ بٹ	۱۲/۵۰
لالۂ صحرا	مظہر الحق علوی	۹/-
لہو کے پھول (۵ جلد)	حیات اللہ انصاری	۷۰/-
لٹیرا	خان محبوب طرزی	۲/۷۵
لیلیٰ کے خطوط	قاضی عبدالغفار	۳/-
لہروں کی دوڑ	تاجور سامری	۵/-
لڑکی ایک دل کے ویرانے میں	رشیدہ رضویہ	۸/-
لالہ زار (سفرنامہ)	اطہر شبیر	۳/-
لاکھ بلائیں ایک نشیمن	عادل رشید	۵/-
لالہ رخ	ل احمد اکبرآبادی	۳/۵۰
لال چندری	نسیم مینائی	۲/۵۰
لوٹ	گوہر لدھیانوی	۵/-
لاش	نریندر شرما	۲/۷۵
لب و رخسار	منتظر سلیم	۴/۵۰

کتاب	مصنف	قیمت
تا	کیلاش راہی	۲/۵۰
ج	بلقیس صادق علی	۹/-
شوں کا شہر	مسز عبدالقادر	۳/-
تاغ درد	رضیہ فصیح احمد	۱۰/-
شو	زبیدہ سلطانہ	۱۲/۵۰
بت کی راہیں	عفت موہانی	۵/۵۰
۱۰۱	" "	۸/-
ہب عشق	کنہال چند لاہوری	۶/-
رے مہربان	احمد انجم	۱/-
ہ عرب	صادق سردھنوی	۶/-
ہکتے زخم	جمیل انجم	۵/۵۰
بری یادوں کے چنار	کرشن چندر	۸/-
اہ لقا	زبیدہ سلطانہ	۱۲/-
مقدس نیکلس (رائیڈر ہیگرڈ)	مترجم کاظم علی خاں	۹/-
ں گواہی دیتا ہوں	اناتولی مارچینکو	۴/-
ونا	زرینہ ضمیر	۶/۵۰
میلا آنچل	تنویر زہرہ بخاری	۸/-
سیحا	عظمت رضا	۸/-
ہکتی شام	عادل رشید	۶/۵۰
میڈم	شرف خانم اشرفی	۱۲/-
منتخب افسانے	مرتبہ میر محمود حسین	۲/۵۰
محسن	بیگم رقیہ سلیم	۷/-
ملہار	انیس مرزا	۸/-

کتاب	مصنف	قیمت
مقدس پھول	مظہر الحق علوی	[illegible]
محبت نام ہے غم کا	عفت موہانی	۵/۵۰
موت کے بعد	اظہار اثر	۲/۵۰
مار آستین	شمس انصاری	۲/۵۰
مجنوں کی ڈائری	قاضی عبدالغفار	۲/۷۵
مغربی دوشیزہ	لوئی بل	۳/-
میٹھا درد	شرت چندر	۲/۵۰
مٹی کے ادراک	جوگیندر پال	۳/-
موت کے سائے	جمنا داس اختر	۲/-
معرکۂ کربلا	صادق سردھنوی	۲/-
مرجانہ	بلقیس ظفر	۲/۵۰
معظم علی	نسیم حجازی	[illegible]
منجو	عبدالقیوم	۲/۵۰
مسیحا	عذرا جمال	۲/-
مس طلعت	نسیم انہونوی	۲/-
مہ پارا	" "	۲/-
مہتاب	"	۲/-
مشعل راہ	زہرہ جبیں	۱/-
میوۂ تلخ	عبدالحلیم شرر	۲/۵۰
مسافر نواز بہتیرے	ابراہیم علوی	۳/-
مٹی کے صنم	کرشن چندر	۲/۵۰
میں کیوں شرماؤں	حسن عسکری	۲/۷۵
منزل سے دور	نریندر شرما	۴/۸۰
مریم	رضیہ بٹ	۱۰/-
میرے بہترین افسانے	منشی پریم چند	۴/-

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
مرجھائی کلیاں	کوثر چاندپوری	۴/-	نادان	رئیس احمد جعفری	
معصوم تبسم	حسین فاطمہ	۵/-	نظارے	کرشن چندر	
مانجھی	ضیا عظیم آبادی	۳/۷۵	نیل کنٹھ	گلشن نندہ	
ماہِ رخ	زبیدہ سلطانہ	۸/۵۰	نغمے کی موت	مضطر ہاشمی	
مقدس لہو	خان محبوب طرزی	۳/-	نرملا	پریم چندر	
میر صاحب	عادل رشید	۳/۵۰	نشیمن	رضیہ بٹ	
ماہِ عجم	راشد الخیری	۲/-	نونین	بیگم رقیہ سلیم	
محبوبہ خداوند	" "	۱/۵۰	نادان	رئیس احمد جعفری	
معصوم گناہ	وسیم بانو قدوائی	۵/-	نوشابہ	" " "	
مہارانی	کرشن چندر	۶/-	نروان	جیلانی بانو	۵
منگنی	رمیش چندر جین	۶/۵۰	نادرہ	زبیدہ خاتون	
مہندی کا رنگ اداس	عذرا ستار	۶/-	نوید	جمیل الرحمٰن	
مفلسی میں آٹا گیلا	عبد المجیب سہالوی	۴/-	نواب صاحب	ڈاکٹر ریاض الحسن	
مصیبتیں	بھارت چند کھنہ	۱/۷۵	نادان	عارف مارہروی	۰
مسکراتے آنسو	" "	۱/۷۵	نزہت	اسماء اعجاز	
معصوم گناہ	مضطر ہاشمی	۲/-	نہ کلی نہ پھول	ریاض ارشد	۵
محمود غزنوی	عزیز حسن بقائی	۲/۵۰	نازو	رئیس احمد جعفری	
مشینوں کا شہر	کرشن چندر	۴/-	ندائے روح	مظہر الحق علوی	
ممی	رضیہ بٹ	۱۰/-	نیل کی ساحرہ	" "	
مہ لقا	عطیہ پروین	۶/-	نونگے	صالحہ عابد حسین	۵۰
ناظمہ	" "	۸/-	نجم السحر	نسیم انہونوی	
نوازش	سلمیٰ کنول	۷/-	نشاط	" "	
نایاب	فرزانہ نصرین	۷/-	نشاط	نیلوفر تیموری	۵۰
نفرت کی آندھی	وسیم بانو قدوائی	۵/-	نقشوں کا راز	کمار جالندھری	۰
نئی صبح	مسرور جہاں	۷/-	نرجس	الماس اعجاز	۰

کتاب	مصنف	قیمت
نیلی آنکھیں	پریم ناتھ در	۳/۵۰
نواب حید علی	ڈاکٹر عبدالوحید	۲/۲۵
ناجی کو	بدرالاسلام فضلی	۲/۰
نوڈرامے	احسان الحق	۴/۰
نشانہ	عارف مارہروی	۲/۰
نئے صنم نئے خواب	حمیدہ جبین	۲/۷۵
نہال	زبیدہ خاتون	۸/۰
نزہت آرا بیگم	زبیدہ خاتون صدیقی	۲/۵۰
نقاب پوش پیغمبر	صادق سردھنوی	۵/۰
نواب زادی	حمیدہ جبین	۸/۰
ناز	عنایت اللہ	۸/۰
نائلہ	رضیہ بٹ	۸/۰
ناہید	” ”	زیر طبع
نمو	” ”	۴/۵۰
ندرت	ابن حیات	۳/۷۵
نئی سرحدیں	راشف بوڈی	۱/۰
نگینے	مظفر حسین شمیم	۲/۰۵
نقش پائے صنم	کلیم سرفی	۲/۵۰
نذرانہ	زبیدہ سلطانہ	۲/۵۰
وفا	فرزانہ یاسمین	۸/۰
وارڈان	شرف خانم اشرفی	۶/۵۰
وفا	احمد کمال	۵/۲۵
ویران بہاریں	ستیش بترا	۳/۰
وہ بہاریں یہ خزائیں	حجاب امتیاز علی	۱۲/۰

کتاب	مصنف	قیمت
وقت گزر گیا	فاطمہ انیس	۳/۰
وہ لڑکی	شیام سندر پرویز	۲/۰
وحشی	رضیہ بٹ	۱۰/۰
وزیروں کا کلب	کرشن چندر	۲/۰
وجیہہ	حمیدہ جبین	۷/۰
وادیوں کی آہیں	سلمیٰ کنول	۸/۰
وادی قاف	مسز عبدالقادر	۳/۰
ویرانی نہیں جاتی	پروانہ رودولوی	۲/۵۰
وہ لوٹے گی	ڈاکٹر ست پرکاش سنگر	۲/۰
ہانچل	عارف مارہروی	۲/۰
ہم نشیں	مسرور جہاں	۵/۵۰
ہائے فریب	مترجم اثر لکھنوی	۲/۲۵
ہم جنم جنم کے ساتھی	عاتق شاہ	۳/۰
ہمارا گھر	کرشن چندر	۴/۰
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی	(زیر طبع)
ہچکولے	رئیس احمد جعفری	۳/۵۰
ہیرے کا جگر	زکی انور	۴/۵۰
ہماری سڑکیں	مترجم سید احتشام حسین	۵/۰
ہونولولو کا راجکمار	کرشن چندر	۴/۰
ہما	زبیدہ خاتون	۵/۰
ہلاکو خان	ایڈنس اختر	۱۰/۰
ہم کاری	صالحہ عابد حسین	۲/۰
واجد علی شاہ	رفیق عابد (ماہری)	۲/۲۵
یاسمین	اسماء اعجاز	۱۲/۰
یادوں کی دھول	عادل رشید	۴/۵۰
پوکیٹس کی ڈالی	کرشن چندر	۴/۰

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
یہ من بڑا چنچل ہے	ٹھاکر پونچھی	۲/۵۰	یہ بستی یہ لوگ	عمر مجید	۵۰
یاسمین شام	راشد الخیری	۲/۵۰	یاد کی گھنیری چھاؤں تلے	فاطمہ یزدانی	-
یلغار	نسیم حجازی	۱۵/-			

طنزیہ و مزاحیہ ادب

کتاب	مصنف	قیمت	کتاب	مصنف	قیمت
اکبر کے لطیفے	نادم سیتاپوری	۱/۵۰	چراغ تلے	مشتاق احمد یوسفی	/-
آوارہ گرد کی ڈائری	ابن انشاء	۸/-	حماقتیں	شفیق الرحمٰن	۱/۵۰
الکشنیات	عبدالمجید سہالوی	۲/-	خاکم بدہن	مشتاق احمد یوسفی	/۵۰
انتخاب فتنہ	نادم سیتاپوری	۳/۵۰	خنداں	رشید احمد صدیقی	/۲۵
آزاد غلام	ابراہیم جلیس	۲/-	دھوپ کی عینک	وجاہت علی سندیلوی	/-
اوپر شیروانی اندر پریشانی	" "	۴/-	داد کی بیداد	عبدالمجید سیالوی	/۲۵
اردو ادب میں طنز و مزاح	غلام احمد فرقت	۱۳/-	دلوار سے	یوسف ناظم	۳/-
بال و پر	کنہیا لال کپور	۳/-	زیر غور	" "	۵/-
بڑی حویلی	مرزا محمود بیگ	۲/-	زعفران زار	سید ابو تراب	۱/۵۰
بات کا بتنگڑ	وجاہت علی سندیلوی	۳/-	سانڈے سے چلیے	مسیح انجم	۲/۵۰
پرواز	شفیق الرحمٰن	۳/۵۰	ستم ایجاد	احمد جمال پاشا	۴/۵۰
پچھتاوے	" "	۳/۵۰	شگوفہ زار	خواجہ عبدالغفور	۱۶/-
پردے کے پیچھے	م۔ احمد	۵/-	شگوفے	شفیق الرحمٰن	۴/-
پروفیسر بدھو	فکر تونسوی	۲/۷۵	شوخیاں	شبیر حکیم	۴/۵۰
پطرس کے مضامین	پطرس بخاری	۲/۵۰	صید و ہدف	غلام احمد فرقت کاکوروی	۳/-
تیر نیم کش	بھارت چند کھنہ	۵/-	طنزیہ مزاحیہ نظمیں	بشریٰ ناہید	۲/۵۰
تکلف برطرف	مجتبیٰ حسین	۴/-	غالب کے اڑانے	شوکت تھانوی	۴/۵۰
تبسم و قہقہے	ایم اے۔ خان	۴/-	فٹ نوٹ	یوسف ناظم	۳/۵۰
چوپٹ راجہ	فکر تونسوی	۶			

نشتر	مجتبیٰ حسین	۵/-
دکم	یوسف ناظم	۳/-
،	شفیق الرحمٰن	۳/۵۰
رگِ نازک	رضا نقوی واہی	۴/-
گل فروش	غلام احمد فرقت	۳/-
؛	شفیق الرحمٰن	۳/۵۰
کتاب اچھی ہے	جاوید حبیب فونکی	۱/۵۰
ماقتیں	شفیق الرحمٰن	۴/۵
بزر	״ ״	۴/-
بلی فرحت اوّل	فرحت اللہ بیگ	۲/۷۵
مشاعرہ عالمِ ارواح	مرتضیٰ حسین موسوی	۴/۰
مضامینِ عابد	ڈاکٹر عابد حسین	۲/۰
مجاز کے لطیفے	مجاز لکھنوی	۲/۷۵
مضامین رشید	رشید احمد صدیقی	۹/-
مفلسی میں آٹا گیلا	عبد المجیب سہالوی	۳/-
نیکی کر تھانے جا	ابراہیم جلیس	۳/-
نوکِ نشتر	کنہیا لال کپور	۳/-
ہنسے اور پھنسے	ابراہیم جلیس	۴/۵-
یہ ایک تبسم	برق آشیانوی	۳/-

مکتبہ جامعہ کے دفاتر

صدر دفتر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

تار: (ACADEMY) ٹیلیفون: ۶۳۰۱۹۱

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار دہلی ۶-۱۱۰۰

ACADEMY ٹیلیفون: ۲۶۴۳۶۸

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۲

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نزد جے جے ہسپتال پرنسس بلڈنگ

بمبئی ۳-۴۰۰۰۰

تار: KITAREN ٹیلیفون ۳۳۳۸۵۷

شاخ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نزد ڈاک خانہ جامعہ نگر

نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

طابع: لبرٹی آرٹ پریس۔ ۱۵۲۸ پٹودی ہاؤس۔ دریا گنج دہلی ۶-۱۱۰۰

ٹیلیفون: ۲۷۶۰۱۸

لُغَات

انگلش اُردو ڈکشنری کلاں مولوی عبدالحق ۴۲/-
" " " مختصر " " ۱۶/-
" " " پاپولر " " ۶/۵۰
اُردو ہندی ڈکشنری انجمن ترقی اُردو ۲۰/-
اُردو ہندی لغت پاکٹ سائز } تسکین ۲/-
اُردو ادبی لغت نور محمد ۱۴/-
عربی اُردو ۱۵/-
اردو عربی ۱۳/-
القاموس الجدید وحیدالزماں
انوار اللغات ۴/-
اُردو انگلش ڈکشنری (پریکٹیکل) ۱۲/-
آکسفورڈ ڈکشنری ۴/۵۰
دکنی اُردو کی لغت ڈاکٹر مسعود حسین خاں ۱۲/-
دکنی لغات ضامن ۶/-
ڈکشنری مضامین القرآن شوکت علی فہمی ۴/۵۰
اردو ہندی لغت (مشورہ) ۲/-
فرہنگ عامرہ عبداللہ خویشگی ۱۰/-
بیان اللسان قاضی زین العابدین ۱۲/-
فیروز اللغات کلاں فیروز احمد ۴۲/
" " خورد " " ۷/۵۰
" " جیبی سائز " " ۴/۵۰
فرہنگ ادبیات فارسی (ایرانی ایڈیشن) ۷/-

کریم اللغات کریم الدین
لغات فیروزی فیروز احمد
لغات کشوری نول کشور
لغات القرآن محمد عبدالرشید
مختصر فرہنگ پدماوت محمد انصاراللہ
مصباح اللغات
تہذیب اللغات (حصہ اوّل) مہذب لکھنوی
" " (" دوم) " "
" " (" سوم) " "
" " (" چہارم) " "
" " (" پنجم) " "
" " (" ششم) " "
" " (" ہفتم) " "
" " (" ہشتم) " "
ہندوستانی انگریزی لغت } مرتبہ ڈنکن فاربس
(صدی ایڈیشن)
ہندی کی نئی ڈکشنری فیاض حسین

صفحہ ۷ پر

خانہ داری

۔۔ نازلی	عصمتی دسترخوان	۴/۵۰	شمیم آرا	بانو کشیدہ کاری	۸/۰
چمن	رضیہ کشیدہ کاری	۴/۵۰	رشیدہ خاتون	رشیدہ کشیدہ کاری	۷/۵۰
۔ہ حریم	حریمی دسترخوان	۶/۰	فاطمہ احمد عثمانی	خانہ دار بیگم	۱/۵۰
۔ت النور	دلہن کشیدہ کاری	۲/۵۰	کرشنا کماری	بیسویں صدی کشیدہ کاری	۴/۰
۔ سیہ	قدسیہ کشیدہ کاری	۶/۰	نسیم بک ڈپو	حریم کشیدہ کاری	۶/۰
	سعیدہ کشیدہ کاری	۶/۰	زینت کوثر	زینت کشیدہ کاری	۶/۵۰
	رضیہ کا شاہی دسترخوان	۳/۷۵	فرح نسرین	فرح کشیدہ کاری	۱۰/۰
بت النور	حسین کشید کاری	۳/۵۰			

تاریخ ــــ تذکرہ ــــ سوانح

۔لامی ہند کی ۔مت رفتہ	قاضی اطہر مبارکپوری	۹/۰	تاریخ سندھ	ابوظفر ندوی	۹/۰
۔لامی سوانح عمریاں	شرر	۲/۰	؍؍ گولکنڈہ	ڈاکٹر مومن محی الدین	۱۲/۰
۔لام اور آزادی	مولانا آزاد	۱/۵۰	؍؍ اسلام کے حیرت انگیز لمحات	عبداللہ عنان	۷/۰
۔باب بغاوت ہند	سرسید احمد خاں	۴/۰	تحریک آزادی	مولانا آزاد	۴/۰
۔لام	شبلی نعمانی	۵/۰	جوش ملسیانی شخصیت اور فن	مرتبہ مالک رام	۶/۰
۔رہ حضرت امام غزالی	اسلام الحق	۲/۰	جواہر لال نہرو	عبداللطیف اعظمی	۳/۷۵
؍ اولیائے ہند و پاک	مفتی ولی حسن	۳/۰	جارج برناڈ شا	ظ۔ انصاری	۳/۵۰
۔اریخ ملت غربی	حقی	۹/۰	حضرت نظام الدین اولیا	پروفیسر محمد حبیب	۴/۰
۔ذکرہ خسروی	خواجہ حسن ثانی	۱/۵۰	حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی	خلیق احمد نظامی	۶/۰
۔ریخ ہند پر نئی روشنی	خورشید احمد	۹/۵۰			
[illegible]	[illegible]		[illegible]	[illegible]	۵/۰

خواجہ معین الدین چشتی } سید صباح الدین عبد الرحمٰن ۱/-
خان بابا ترجمہ عتیق صدیقی ۱/۲۵
دلی کی یادگار ہستیاں امداد صابری ۱۵/-
ڈاکٹر ذاکر حسین صفدر حسین ۶/-
" سید محمود سید صباح الدین عبد الرحمٰن ۳/-
سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ ﷺ } مولانا محمد میاں ۲۰/-
سیرت سید احمد سعید ابوالحسن ندوی ۴/-
سو بڑے آدمی سالک ۵/-
سوانح مولانا عبد القادرؒ ابوالحسن ندوی ۵/-
۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ خلیق احمد نظامی ۷/۵۰
سوویٹ روس جواہر لال نہرو ۸/-
سوامی وویکانند رام کرشن مشن ۱/-
سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات } خلیق احمد نظامی ۱۶/-
شخصیتیں دور آفری ۳/-
شہید انسانیت مولانا سید علی نقی ۱۲/-
شیخ عبد اللہ کشمیر دوریم } عتیق احمد صدیقی ۹/-

عندلیب تواریخ مسعود حسن مسعود
غدر کے چند علماء انتظام اللہ شہابی
فردوس میں غارت گری کشمیر ریسرچ گروپ
قرنِ اوّل کا مدبّر خورشید احمد نظامی
گاندھی جی اور ان کے خیالات عبد اللطیف اعظمی
مصطفےٰ کمال اظہر کاکوروی
میو قوم اور میوات چودھری محمد اشرف
محمد علی جناح مترجم: شہاب الدین دسنوی
محمد علی کے ڈاکٹر احمد لاری
مصائب غدر مولوی نذیر احمد
مفتاح التواریخ گوردیال سنگھ
نیل سے فرات تک محمد اقبال
نواب حیدر علی ڈاکٹر عبد الوحید
نظر بند چھبیل داس
ہندوستان کا تہذیبی ورثہ } ڈاکٹر سید محمد ضیاء الدین
ہندوستان کی فیصلہ کن جنگیں } محمود بنگلوری
ابوالحسن ہجویری صباح الدین عبد الرحمٰن
مختصر تاریخ گورکھپور ڈاکٹر احمد لاری

عروض و قواعد

ابتدائی علم و العروض، سبحان انجم ۱/-
اردو صرف و نحو مولوی عبدالحق ۱/۹۵
روحِ بلاغت علامہ اخلاق دہلوی ۱/-
رہنمائے شاعری (دوم) انقر موہانی ۱/۷۵
علمِ قافیہ ممتاز امرتسری ۰/۳۱
علمِ بدیع رشید احمد ۰/۳۱
علاماتِ قرأت سرسید احمد خاں ۰/۴۵
فنِ شاعری علامہ اخلاق دہلوی ۲/-
اصنافِ سخن " ۰/۲۰
شمیم بلاغت اخلاق دہلوی "

اقتصیات، معاشیات، فلسفہ

ابوسالم روزگار شرح سود زر ۸/۵۰
ضیاء الحسن فاروقی سیاسی نظریے ۴/-
ظفر حسین انواعِ فلسفہ ۵/۵۰
مال و معیشت ۳/۲۵
ڈاکٹر ذاکر حسین معاشیات، مقصد و منہاج ۱/۵۰
عبدالمغنی منظر اصولِ معاشیات ۵/-
زر بینکاری اور مالیات عامہ ۶/-
عبدالباری ندوی فہم انسانی ۲/۵۰
نجم الدین کاروانِ معیشت ۶/۵۰
قواعدِ اردو مولوی عبدالحق ۸/-
مضمون نگاری علامہ اخلاق دہلوی ۳/-
میزانِ سخن " " ۱/-

مذہب اور تاریخ اسلام

- اسلام اور حقوقِ انسانی — سید محمد اجتبا ندوی — ۲/-
- اسلامی خطوط — رفیع الدین — ۲/۵۰
- اسلام اور اس کا آئینِ حکومت — غلام محمد — ۲/۵۰
- اسلام اور اس کا آئینِ جنگ — " " — ۶/-
- اسلام کا نظریۂ جنگ — مولانا آزاد — ۵/-
- اسلامی ہند کی عظمت رفتہ — قاضی اطہر مبارک پوری — ۹/-
- اسلام دوراہے پر — محمد اسد — ۲/-
- اسلام اور اشتراکیت — غلام محمد — ۱/۵۰
- اسلام میں عورتوں کا مقام — مولانا عبد العلی — ۲/-
- اسلام اور خلافت — محمد قاسم صدیقی — ۱/۲۵
- اچھی بیوی — وحید الزماں قاسمی — ۱/۲۵
- اچھا خاوند — " " " — ۱/۲۵
- ایمان کی باتیں — حضرت مولانا عبد الصمد رحمانی — ۱/۷۵
- اسلامی تاریخی کہانیاں — عبد المومن الفاروقی — ۲/-
- الہارون — عمر ابو النصر — ۵/۵۰
- آثارِ نبوت — مجاز الاعظمی — ۲/-
- اردو حدیث — مفتی شوکت علی فہمی — ۴/-
- اسلام اور اس کے عقائد — حضرت مولانا اشرف شہید — ۱/۲۵
- اسلام منزل بہ منزل — ڈاکٹر طٰہٰ حسین — ۹/-
- آثارِ رحمت — مولانا امداد صابری — ۲/-
- البرامکہ اور ان کا عروج و زوال — حبیب حسن — ۲/-
- انوارِ ہدایت — ابو مسعود اشرف — ۱/۵۰
- اسلامی اخلاق — مولانا مصطفےٰ حسین — ۱/-
- ایجادات کی حقیقت اور اس کی حیثیت — حضرت مولانا شاہ وصی اللہؒ — ۱/۵۰
- آخرت کے تذکروں کے پچاس قصے — مولانا محمد عاشق الٰہی — ۱/۴۰
- امام اعظم ابو حنیفہؒ — مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری — ۶/-
- اسلام کے جانباز صحابۂ کرام کی جانبازی — محمد عاشق الٰہی — /۵۰
- انسانیت کا پیغام — وحید الزماں قاسمی — ۱/۷۵
- آدابِ النبیؐ — مفتی محمد شفیع — ۱/۲۵
- اسلام کی باتیں — مولوی اخلاق حسین قاسمی — ۲/۲۵
- ارکانِ اسلام — مولانا مولوی محمد احتشام الحسن — ۲/-
- امتِ مسلمہ کی مائیں — مولانا عاشق الٰہی — ۲/۲۵
- اسلام کے نامور سپہ سالار — " زاہد القادری — ۵/۵۰
- اسلام ایک نظر میں — صدر الدین اصلاحی — ۲/۵۰
- الحسین — عمر ابو النصر — ۲/۲۵
- اسوۂ حسنہ — مولانا محمد ظفر الدین — ۳/-
- اسلام اور عربی تمدن — شاہ معین الدین احمد ندوی — ۴/۵۰
- الفوز الکبیر — حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی — ۲/-
- اسلام کا سیاسی نظام — محمد اسحاق سندیلوی — ۶/-
- اسلام کا نظامِ مساجد — محمد ظفر الدین پوروی بہاری — ۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
اسلام کا نظام عفت و عصمت	محمد ظفر الدین، پورٹ لونڈ بہاری	5/-
علم العلماء	عبدالرزاق ملیح آبادی	4/-
اشاعت اسلام	مولانا حبیب الرحمن	6/-
امام رازی	مرتبہ مولانا عبدالسلام ندوی	7/-
ارض القرآن	مولانا عبدالماجد دریابادی	1/50
اسلامی دنیا دسویں صدی عیسوی میں	خورشید احمد فاروقی	5/-
اسوۂ صحابہؓ اول دوم	مولانا عبدالسلام ندوی	14/50
بیماری اور اس کا روحانی علاج	ڈاکٹر میر ولی الدین	4/-
بلاغ المبین	شاہ ولی اللہؒ	4/-
بدعت کیا ہے	ماہر القادری	3/-
تاریخ اسلام	سید امیر علی	6/-
تزکیۂ نفس	مولانا امین احسلاحی	6/-
تنبیہ الغافلین	علامہ ابن حجر عسقلانی	3/-
تدبیر کیا ہے	مولانا الطاف حسین حالی	-/14
تعلیمات	سید ابوالاعلیٰ مودودی	1/75
تبلیغی باتیں	مفتی حفیظ الدین	2/50
تفسیر عام فہم اردو سورہ بنی اسرائیل	مولانا احمد سعید صاحب	2/-
ترجمان السنہ اول تا چہارم	محمد بدر عالم	50/-
تاریخ زدہ	خورشید احمد فاروقی	3/-
تاریخ اسلام پر ایک نظر	مولوی محمد رحمن خاں	4/50
تدوین قرآن	مولوی غلام ربانی	1/50
تصوف اسلام	مولانا عبدالماجد دریابادی	3/50
تفسیر مظہری عربی مکمل	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	120/-
" " اردو	" " "	160/-
تعلیم اسلام اول، دوم	عبدالسلام قدوائی	4/25
تاریخ علم فقہ	سید عمیم الاحسان	2/25
تذکرہ خانۂ کعبہ	مولانا عبدالصمد	2/50
توحید و شہادت	" آزاد	2/50
جمال صابر کلیری	وحید احمد صاحب مسعود	1/-
جنت کا راستہ	سید حفیظ الدین احمد حبیبی	1/-
حقیقت فنا و بقا	مولانا آزاد	2/50
حج بیت اللہ	الحاج مولانا عبدالحلیم ساحل	5/-
حیات المسلمین	مولانا اشرف علی تھانوی	2/25
حج کا سفر	محمد رضا انصاری	5/50
حیات صدیق اکبرؓ	ضیاء القادری بدایونی	3/50
حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط	خورشید احمد فاروقی	9/-
حضرت عبداللہؓ بن مسعود اور ان کا فقہ	ڈاکٹر حنیف رضی	7/-
حکمائے اسلام کامل اول دوم	مولانا عبدالسلام ندوی	16/-
حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی	خلیق احمد نظامی	8/-

حضرت ابوبکرؓ کے سرکاری خطوط — خورشید احمد فاروقی — ۵/-
حیاتِ دستگیرؒ — مسلم احمد نظامی ایم اے — ۳/-
حسین اور یزید — امام ابن تیمیہ — -/۷۵
حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط — ۵/-
خطباتِ ماجدی — عبدالماجد دریاآبادی — ۲/۷۵
خدا کا انعام — وحیدالزماں قاسم کیرانوی — ۱/۲۵
خواجہ بندہ نواز کا تصوف کا سلوک — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۴/-
خطباتِ مدراس — سید سلیمان ندوی — ۳/۵۰
خیرالمجالس — مولانا احمد علی — ۶/-
خلفائے راشدین — احتشام الحسن — ۱/۷۵
دربارِ رسالت کے فرمان — مولانا مصطفیٰ احسینی بدری — ۴/-
دس بڑے مسلمان — شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی — ۴/-
دنیا و آخرت — مولانا اشرف علی تھانوی — ۱۰/-
دعوتِ حق — مولانا آزاد — ۲/۵۰
درسِ قرآن — فروغ احمد لائلپوری — ۲/-
درسِ پیغمبر — سید شبیر احمد سعدی — ۴/-
روحِ توحید — ترجمہ سلیمان ندوی — -/۷۰
رسول کی باتیں — مولانا احمد سعید — ۲/-
رمضان کی باتیں — صادق علی بستوی — ۱/۵۰
رسولِ خداؐ کی غریبوں سے محبت — مولانا امداد صابری — ۱/-
" کا دشمنوں سے سلوک — " " — ۱/۵۰
رسول اللہؐ کی مقدس زندگی — الحاج مولانا زاہد القادری — ۲/۲۵
رہنمائے قرآن — میر ولی الدین — ۱/-
رسائل عمر بن الخطابؓ — خورشید احمد فاروقی — ۵/-

شیخ خلفائے راشدینؓ — عبدالشکور — ۱/۵۰
سرورِ عالمؐ — غلام رسول مہر — ۴/-
سیدہؓ کا لال — راشد الخیری — ۲/-
سیرتِ صحابہؓ — اسرار احمد آزاد — ۴/۲۵
سیرتِ طیبہ — قاضی زین العابدین — ۵/۵۰
۱۸۵۷ کا تاریخی روزنامچہ — مرتبہ خلیق احمد نظامی — ۵/-
سیرۃ النعمان — علامہ شبلی نعمانی — ۴/-
شہیدِ اسلام — مولانا صادق سردھنوی — ۴/-
صدیقِ اکبر — " " — ۹/-
ضرورتِ حدیث اور منکرینِ حدیث — مرتبہ مکتبہ تبلیغ الاسلام — ۳/-
طریقۂ حج — مولانا ابوالکلام آزاد — ۳/-
ظالموں کا انجام — مولانا اشرف علی تھانوی — ۱/۵۰
عربِ دنیا — مرتبہ محی الدین الوائی — ۲/-
عروج و زوالِ الٰہی نظام — مولانا محمد تقی امینی — ۳/-
عرفانیاتِ باقی — سید نظام الدین احمد — ۴/۵۰
غلامانِ اسلام — مولانا سعید احمد ایم اے — ۹/-
فضائل الایام والشہور — مولوی عمر احمد تھانوی — ۲/۲۵
فالنامہ نظامی — مسلم احمد نظامی ایم اے — ۱/۵۰
فلسفہ کیا ہے — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۲/-
قرآنی دعائیں — مفتی سید محمود شاہ — ۱/۲۵
قرآن اور عورت — انور دہلوی — ۱/۲۵
قرآن کی باتیں — محمد سعید — ۱/۵۰
قرآن اور تعمیرِ سیرت — ڈاکٹر میر ولی الدین — ۴/-
قصص القرآن کامل — مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی — ۱۲/-

قرن اول کا ایک مدبر — خورشید احمد فاروق — ۴/-
قرون وسطی کے مسلمان کی علمی خدمات — محمد عبد الرحمن خاں — ۷/-
قرآن اور تصوف — میر ولی الدین — ۴/-
کتاب حدیث — سید منت اللہ — ۱/۵۰
کتاب الطہارت مفتی — سید حفیظ الدین احمد — ۰/۶۲
کیا ہم مسلمان ہیں؟ — شمس نوید عثمانی — ۲/۲۵
لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر — مولانا محمد تقی امینی — ۵/-
مجموعہ سیرت رسول ؐ — محمد اسلم قاسمی — ۱۱/-
مکاتیب — مولانا مظہر الحق مجلس صدسالہ یادگار — ۳/۵
مناجات مقبول — عبد الماجد دریا بادی — ۱/۵۰
" " — حضرت تھانوی — ۳/۷۵
مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ — مولانا عاشق الٰہی — ۳/۷۵
میلاد النبی ؐ — مولانا اشرف علی تھانوی — ۱/۲۵
موت کا جھٹکا — مولانا احمد سعید — ۵/-
مدنی زندگی اور غزوات اسلام — عبد القیوم ندوی — ۱/۲۵
متحدہ قومیت اور اسلام — مولانا سید حسین احمد مدنی — ۱/-
مسلمان — قاضی اطہر مبارکپوری — ۱/۲۵
میاں بیوی کے حقوق — مولانا تھانوی رح — ۱/۵۰
مزارات اولیائے دہلی — مولوی محمد شاہ — ۲/۵۰
مسلم معاشرت — سید ظہور احمد شاہجہانپوری — ۵/۲۵
معارف السنہ — مولانا احتشام الحسن — ۲/۵۰
مکاتیب شیخ الاسلام — سید فرید الوحیدی — ۱/۷۵
مہاجرین کامل — مولانا معین الدین ندوی — ۱۵/۷۵
مال و معیشت — ظفر حسین خاں — ۲/۵۰

معارف الآثار — خواجہ عبد الرشید — ۳/-
مکتوبات شیخ الاسلام کامل — مرتبہ مولانا نجم الدین — ۱۶/۵۰
مسلمانوں کا نظم مملکت — مولوی علیم اللہ صدیقی — ۹/-
مسلمانوں کا عروج و زوال — مولانا سعید احمد — ۷/-
مکمل لغات القرآن — " " — ۴۶/-
معراج نما — نکہت شاہجہانپوری — ۵/-
ماہ رمضان — مولانا احمد سعید — ۲/-
مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں — محمد عرفان ندوی — ۲/۷۵
مسئلہ اجتہاد پر تحقیقی نظر — مولانا محمد تقی امینی — ۲/-
نعرہ حق — دھرمپال — ۲۴/-
نئے مشاہدات اور معجزہ شق القمر — معین الدین رہبر — ۴/-
نبی عربی ؐ — قاضی زین العابدین میرٹھی — ۲/۵۰
نفاق کیا ہے — فاران — ۰/۷۵
نصائح رسول کریم — عاشق الٰہی بلند شہری — ۰/۲۵
دین کامل — مفتی عزیز الرحمن — ۵/-
ترجمۃ الاخلاق — شاہ وصی اللہ رح — ۲/۲۵
واقعات الصالحین — سید زاہد رضوی — ۲/-
وحی الٰہی — مولانا سعید احمد — ۴/-
ہدایت نامہ مسلمان خاوند — مجاز الاعظمی — ۱/۲۵
ہم مسلمان کیسے بنیں؟ — مولانا محمد عارف شہید — ۱/۲۵
ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں — مولانا قاضی اطہر مبارکپوری — ۹/-
ہند و پاک کے اولیاء — شوکت علی فہمی — ۴/۵۰
ہماری عظمت — مولانا عبد الشکور — ۲/۲۵
ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت — ۱۰/-

ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

لسانی مطالعے
ڈاکٹر گیان چند

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے۔ اُردو
اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے۔ ابھی تک اُردو میں اس موضوع پر کوئی مکمل کتاب
، مضامین معتدبہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔ قیمت ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء
مرتبہ: پی، سی، جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء
انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے
ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی، جس نے عالمی جمہور حلقوں میں یک جہتی کے جذبات کو ابھارا۔
لی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ قیمت - ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفۂ سیاسیات
پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی، اس کے نظام اور اس کے تدریجی
نشو و نما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی،
نظری اور علمی۔ اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصہ ہے قیمت: ۱۸/-

تاریخ تعلیم ہند
از: سید نور اللہ اور جے، پی، نائک مترجم مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مجمل خاکہ پیش کرنا
ہے جو ۱۷۶۵ء سے شروع ہونے والے عہد جدید میں رونما ہوئیں۔
قیمت: ۲۰/-

"ناولستان" نئی دِلّی کے دلچسپ ناول

جلیس (ناول) انور کمال حسین

زمانہ بدل گیا، زندگی کی قدروں میں تبدیلی آگئی، لیکن آج بھی انسان بہت سے معاملات میں روایتوں کا شکار اور رسموں کا غلام ہے۔

آہوں، کراہوں اور تلخیوں میں ڈوبی ہوئی یہ داستان صرف جلیس نامی طوائف ہی کی نہیں بلکہ ایک پورے معاشرے کا آپریشن ہے۔ انسانی تہذیب کی عکاسی ہے۔

قیمت ۱/۵۰

اللہ میگھ دے (ناول) رضیہ سجاد ظہیر

قدیم و جدید نظریات کا ٹکراؤ۔ محبت کی کسک، قدیم روایتوں اور قدروں کا احترام، بے لوث خدمت کا جذبہ اور دوسری طرف خود غرض سیاست اور نااہل سیاسی مشنری کی حماقتیں اس ناول میں اس خوبی سے پیش کی گئی ہیں کہ اس کے ذریعے آج کے لکھنؤ کی قلمی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور بے ساختہ کلمۂ تحسین منہ پر آجاتا ہے۔ قیمت ۔ ۴/۵۰

اُلجھی ڈور (ناول) صالحہ عابد حسین

آج کی نوجوان لڑکیاں کن کن اُلجھنوں کا شکار ہیں۔ ان کے ذہنوں میں کس قسم کے خیالات پرورش پا رہے ہیں۔ وہ مستقبل کو کس زاویے سے دیکھتی ہیں؟ یہ ناول اسی کش مکش کو پیش کرتا ہے۔ قیمت ۔ ۴/۵۰

پا بہ جولاں (ناول) صغرا مہدی

یہ ناول نئے دور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل، اُن کی مشکلات اور ان کی ذہنی کیفیات کو پیش کرتا ہے۔ کردار نگاری اور جذبات کا بہترین شاہکار

قیمت ۶/-

رے کنارے تک (ناول) عزیز قیسی

یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے۔ جو ہندوستان کے کسی بھی کونے میں آپ کو مل سکتی ہے۔ ے اندھیرے میں بند، ماں باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی جس ھوں میں ایک نہیں ہزاروں افسانے ہیں۔ ہزاروں۔ لیکن پھر بھی زبان خاموش بالکل خاموش۔ قیمت ۳/۵۰

اپنی صلیب (ناول) صالحہ عابد حسین

دُنیا کی اس چہل پہل میں ہر انسان اپنے دکھ درد کا بوجھ، اپنی اپنی صلیب، کندھوں پر اُٹھائے چلا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر بے دردی ہنستا ہے۔ یا ہمدردی سے کڑھتا ہے۔ مگر کوئی کسی کا غم بانٹ نہیں سکتا۔ اسی کا نام ئی ہے اور اسی زندگی کی جیتی جاگتی۔ دل کش اور دل فریب تصویر صالحہ عابد حسین نے جادو نگار قلم سے اس خوبصورت ادب پارے میں کھینچی ہے۔ قیمت ۸/-

شہر گورے لوگ (ناول) احسان الحق

"کالا شہر گورے لوگ" ایک بین اقوامی ناول ہے جس کا میدانِ عمل ملکی سرحدوں ی دیواروں اور رنگ و نسل کی تفریق سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یہ آج کا ناول ہے! ستقبل کا ناول ہے۔ گذشتہ کل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ قیمت ۵/-

آواز" نئی دِلّی کی اہم مطبوعات

ہاں آرا رفعت سروش

شاہجہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا، حسن و حیا اور شرافت و محبت کا عجیب و غریب مرقع، تین بٹ کا روح پرور اوپیرا، رفعت سروش کے شاعرانہ تخیّل کی تخلیق، شہزادی کی اخلاقی شخصیت راوپیرا کی اہمیت پر ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا فکر انگیز مقدمہ۔ قیمت ۴/۵۰

ہائی ساگر سرحدی

ساگر سرحدی کے اس ڈرامے میں تین ایکٹ ہیں اور سات کردار۔ کہانی ویسے اپنی جگہ اثر انگیز لی ہے اور عبرت خیز بھی لیکن اس کو مناظر، مکالمات اور ڈرامائی انکشافات کے ذریعے پوری ابک دستی سے مزید نمایاں کیا گیا ہے۔ قیمت ۳/۷۵

فارم IV حسب قاعدہ ۸ بابت "کتاب نما" نئی د

(۱) مقام اشاعت: جامعہ نگر نئی دہلی

(۲) وقفہ اشاعت: ماہنامہ

(۳) پرنٹر کا نام: سیّد احمد ولی، قومیت، ہندوستانی، پتہ: جامعہ نگر۔ نئی دہلی

(۴) پبلشر کا نام: سیّد احمد ولی، قومیت، ہندوستانی، پتہ: جامعہ نگر۔ نئی دہلی

(۵) اڈیٹر کا نام: ولی شاہجہاں پوری، قومیت ہندوستانی، پتہ: جامعہ نگر، نئی دہلی

(۶) مالکان کے نام و پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی۔

چیرمین: پروفیسر محمد مجیب، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

ڈائرکٹرز: سیّد مجتبیٰ حسین زیدی جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

۲: ڈاکٹر عبدالعلیم ولسٹرن کورٹ نئی دہلی

۳: ہز ہائی نس نواب اقبال محمد خاں آف پالن پور کف پریڈ، کولابہ بمبئی

۴: کرنل بشیر حسین زیدی، جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۵: ضیاء الحسن فاروقی، پرنسپل جامعہ کالج، جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

۶: مالک رام لوہیہ۔ سی ۲۹۶۔ ڈیفنس کالونی نئی دہلی ۳

۷۔ کمپنی کے سرمایہ کے ایک فی صدی سے زیادہ کے حصہ دار

جامعہ ملیہ اسلامیہ، جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

اسلامی جیم خانہ، کنیڈی سی فیس بمبئی ۲

میں سیّد احمد ولی تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا اطلاعات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

دستخط

احمد ولی (پبلشر)

۲۸۔ فروری ۱۹۷۵ء

مینجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہاں پوری

کتاب نما

نئی دلی ۲۵
لائبریریوں کے لئے سالانہ
ایک روپیہ

اپریل ۱۹۷۴ء
جلد ۱۵ شمارہ ۴
سالانہ تین روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

اشاریہ

ہمیں یہ لکھتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ کاغذ کی اس ہوشربا گرانی کے باوجود بھی ہم اس مہینے میں بڑوں کے لیے پانچ اور بچوں کے لیئے آٹھ کتابیں شایع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ کاغذ کے حصول میں ہمیں کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑے، یہ نہ پوچھا جائے تو اچھا ہے۔ اس کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ کرنا ناگزیر تھا پھر بھی ہم نے اس کا حتی الوسع خیال رکھا ہے کہ اردو پڑھنے والوں پر زیادہ دبار نہ پڑے۔ ہمیں امید ہے کہ ان کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔ کتابیں ہیں:۔

مسرت سے بصیرت تک (پروفیسر آلِ احمد سرور) تعلیم، فلسفہ اور سماج (ڈاکٹر سلامت اللہ) وہ صورتیں الٰہی (مالک رام) دین الٰہی اور اس کا پس منظر (مولانا شہاب مالیرکوٹلوی) اور ہاتھ ہمارے قلم ہوئے (راجندر سنگھ بیدی)

نادلستان نے بھی سیفی پریمی صاحب کا ایک نیا ناول "منزلیں پیار کی" شایع کرنے کی ہمت کر ہی ڈالی۔

مکتبہ پیامِ تعلیم نے بھی بچوں کی دلچسپی قائم رکھنے کے لیے آٹھ کتابوں کا ایک سیٹ شایع کر ڈالا۔ ان میں سے تین کتابیں "انعامی مقابلہ"، "دعوت ملّا جی کی" اور "جیت کس کی" پیام تعلیم کے

اڈیٹر جناب حسین حسان کی ہیں اور چوتھی کتاب "انصاف کا تخت" ابرار محسن صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ عبدالواحد سندھی صاحب کی مندرجہ ذیل ہم کتابیں ہیں:۔ "پان کھا کر طبلہ بجا کر رام ناچا" مدورانا پردیس چلے" پکڑ دم کٹے کو اور ہیتو چیتو۔

اس مہینے کے اوائل میں بمبئی میں تصدیق سہاوری مالک ہلال پریس کے انتقال سے وہاں کے ادبی حلقوں کی رونق میں ایک اور کمی ہوگئی۔

تصدیق مرحوم، حافظ علی بہادر خاں کے خویش تھے۔ اور عرصے سے بمبئی میں مقیم تھے۔ بڑی خوبیوں کے آدمی تھے۔ احباب کے وسیع حلقے میں عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہتے تھے۔ خدا مرحوم کو اپنے سایۂ عاطفت میں جگہ دے۔ اور ان کے متعلقین کو توفیق صبر!

۲۰ر مارچ کو کرشن چندر کے بھائی، مہندر ناتھ نے بھی سفر آخرت اختیار کیا۔ مہندر ناتھ کے انتقال نے اردو افسانوی ادب میں ایک خلا پیدا کر دیا ہے۔ مہندر ناتھ ایک زندہ دل شخصیت کے مالک تھے اور اپنے احباب میں خاصے مقبول تھے۔ ہم اس سانحے پر ان کی بیوہ ان کے بھائی کرشن چندر، اوپی چوپڑا، ان کی ہمشیرہ سرلا دیوی، اور ریوتی سرن شرما کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحوم کے روح کی شانتی کے لیے دست بدعا ہیں۔

پچھلے دنوں دو المناک اموات نے جامعہ نگر کو سوگوار بنا دیا۔ محمد سلیم، شیخ الجامعہ کے ڈرائیور مختصر سی علالت کے بعد انتقال کر گئے۔

مرحوم بچپن ہی سے جامعہ میں آگئے تھے اور یہیں ساری عمر گزار دی۔ بہت مہذب، ملنسار اور اپنی ڈیوٹی کے پابند تھے۔

دوسرا حادثہ مدرسہ ابتدائی کے کارکن غفار میاں کی موت کی صورت رونما ہوا۔ ان کی لاش لاجپت نگر کے نیچے ریل کی پٹری کے قریب پائی گئی

مکتبہ جامعہ کی تازہ مطبوعات

وہ صورتیں الٰہی

مالک رام

اس مجموعے میں مندرجہ ذیل اصحاب

غالب، سائل دہلوی، صدر یار جنگ، سید سلیمان ندوی، برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی، یگانہ چنگیزی، جگر مرادآبادی، نیاز اور نیاز مند، نیاز فتحپوری، اور غلام رسول مہر کی زندگی کے وہ نقوش اور کردار کے وہ پہلو محفوظ کر دیے گئے ہیں جن تک ان کے سوانح نگار کی آسانی سے دسترس نہیں ہو سکتی۔ ان مضامین سے مندرجہ بالا اصحاب کے کردار کی تشکیل و تکمیل میں یقیناً بہت مدد ملے گی۔

قیمت: دس روپیے

حاصلِ مطالعہ

اسد حیدر

طفیل صاحب عام طور پر نقوش (لاہور) کے بھاری بھرکم نمبر نکالنے کی وجہ
اردو دنیا سے متعارف ہیں۔ ان میں کسی نمبر کی اگر دو تین کاپیوں کو اٹھانے کی
ش کیجائے تو ہاتھ جھول جائے۔ انھیں طفیل صاحب نے اس سے قبل
ب" اور صاحب" کے توسط سے اردو کے بعض ادیبوں اور شاعروں کے
ثل قلمی خاکے پیش کئے ہیں۔ "محترم" بیک وقت سفرنامہ ہے، قلمی خاکوں کا مجموعہ
۔ اور شاہ لطیف کے حالات اور شاعری پر تبصرہ اور تاریخ سندھ پر ایک مستند
تاویز بھی اسلوب بیان کی دل آویزی، نوکدار اور ترشے ہوئے جملوں کی سجاوٹ،
سیات اور واقعات پر لکھتے وقت قلم روک روک کران کا متوازن تجزیہ اس
ب کی بعض منفرد صفات ہیں۔ بظاہر تو یہ اس سفر کی روداد ہے جو طفیل صاحب
،شاہ عبداللطیف بھٹائی کے عرس میں شرکت کے لیے اختیار کیا تھا۔ اتفاق
، چند ادیب، شاعر اور صحافی بھی شریک سفر تھے۔ اس دوران میں زیادہ تر علمی
ہ ادبی تذکرے سفر گذارنے کا سامان رہے اور ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ بالکل غیر
می تھا۔ ان بڑے ادیبوں کی غیر ذمہ دارانہ موشگافیوں کا ذکر طفیل صاحب
ے بڑے مزے لے کر قلمبند کیا ہے۔ منزل پر پہونچ کر بنیادی مصروفیت شاہ
طیف کے مزار پر حاضری، وہاں کی تقریبات اور محفل سماع میں شرکت تھی لیکن
ن مصروفیتوں کے باوجود انھوں نے اپنی صحافیانہ ذمہ داریوں کا پورا خیال رکھا
ر نتیجے میں "محترم" ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ تاریخ سندھ سے لے کر
شاہ لطیف کی شاعری تک طفیل صاحب نے ساری ضروری چیزیں
س رپورتاژ میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔ گویا کوزے میں دریا کو بند کردیا
ہے۔ اس کتاب کا سب سے ہنگامہ خیز اور دلچسپ حصہ وہ ہے جب واپسی
ر انہوں نے چند روز کے لیے کراچی میں قیام فرمایا۔ ایک اہم جریدے کے

مُدیر کی آمد پر شہرت اور نام کے بھوکے ادیب و شاعر کس طرح اسے گھیر اور رجھاتے ہیں اس پر اپنا کھوکھلا خلوص نچھاور کر کے اور آسودہ ہیں تو پرتکلف دعوتیں کر کے زبان سے کچھ نہیں کہتے لیکن ہر چہرا پکار پکار کر کہتا ہے "ہمارا خیال رکھنا"

طفیل صاحب کے اسلوب میں بلا کا ٹھہراؤ۔ طنز کے تیر اور ایک سبھلی ہو کیفیت ہے۔ اور بہت سی "ان کہی باتیں" بھی ہیں جنکے اظہار سے انھوں نے اح کیا ہے۔ لیکن کہی ہوئی باتوں سے یہ ان کہی باتیں جیسے پھوٹی پڑ رہی ہیں یہ انداز نگاری میں غالباً سب سے پہلے رشید احمد صدّیقی نے اپنایا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صاحب نے رشید صاحب کے اسلوب کے چربے اتارے ہیں بلکہ حقیقت یہ کہ طفیل صاحب کی نثر میں رشید صاحب کے اسلوب کے علاوہ انکا اپنا رنگ پوری طرح جھلکتا ہے۔

جوشؔ صاحب طفیل صاحب کے لیے ایک محترم شخصیت ہیں لیک وہ چند جملے جو انہوں نے انکے بارے میں لکھے ہیں۔ جوشؔ کی شخصیت کو مجموعی طو پہچنوانے میں بڑی حد تک کامیاب ہیں۔

"جاگیردارانہ نظام کی پیداوار مگر خود اس نظام کے جانی دشمن، بھار بھرکم شخصیت، بھاری بھرکم کلام، ہلکا پھلکا مزاح، ہلکا پھلکا مذاق نہ اچھے دوست نہ اچھے دشمن شاعر اور صرف شاعر، آدمی اور صرف آدمی اس کے باوجود قابلِ احترام، قابلِ تعظیم۔ ایک موہنی شخصیت"

آموں کی بات ہو رہی تھی تو جوشؔ صاحب نے اپنے رنگ میں فرمایا "ملیح آباد تو سارے کا سارا باغی ہے (باغ کی رعایت سے باغی) لوگوں کی روٹیہ ٹہنیوں پر لٹکی رہتی ہیں آندھی آئی روٹیاں غائب"

صہبا لکھنوی (مدیر افکار کراچی) کا خاکہ یوں ہے

" یہ دوسری طرف منہہ کیے جا رہے ہوں تو دیکھنے والا کہے گا کہ جیسے کوئ بچہ اچکن پہنے بھاگ رہا ہو، سامنا ہو جائے تو ایسے چھا جائیں گے کہ بچہ تو بچہ بچے کا باپ بھی دم بخود رہ جائے گا۔ ادب کے سلسلہ میں اپنی خدمات کا وہ

ں گے۔ کہ مخاطب کو بھی رونا آجائے مگر ہڈیوں کے اس ڈھانچے سے
ہی رونق باقی ہے۔۔۔۔ لفظِ خلوص کی مالا جپتی یہ جیتے ہیں کوئی دوسرا
بتا،۔۔۔ انکی صحت کو دیکھ کر کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیسے جی رہے ہیں
اتیں کرتے ہیں تو مخاطب کے بارے میں سوچنا پڑتا ہے کہ وہ کیسے
ہے۔"

ار ناصری کے بارے میں لکھتے ہیں
"یہ ریڈیو" کے اتنے بڑے عہدے پر ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنا
یف آدمی یہاں تک کیسے پہونچ گیا"
قادری کے بارے میں ارشاد ہے
"میں ماہر صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب ان کے یہاں داڑھی
ب بھی ان کا کہنا ہے کہ یہ چیز ایسے ہی ہے اصل میں وہی ہوں جو کہ تھا۔۔۔
ولانا کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ صرف ظاہراً مولوی ہیں مگر "دل
رکھتے ہیں"

اسی طرح "محترم" کے قلمی خاکوں میں طفیل صاحب نے وہ تیرو نشتر
ئے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ بات یہ ہے کہ ادبی شخصیتیں تہ در تہ ہوتی ہیں۔
ں کو کھرچ کر ان کی بنیادی انسانی شخصیت نکالنے کا کام کوئی فنکار ہی کر
ہے۔ جیسا کہ طفیل صاحب کے لکھے ہوئے خاکوں سے ظاہر ہے

طفیل صاحب نے شاہ عبدالطیف کا سوانحی خاکہ پیش کرتے وقت اس
منظر کو صراحت کے ساتھ پیش کیا ہے جس کی شاہ عبدالطیف پیداوار تھے
رھ صوفیاء کا گہوارہ مانا جاتا ہے۔ اور شاہ کی حیثیت اس لحاظ سے ممتاز
کہ وہ فنکار بھی تھے انہوں نے اپنے رنگ کے ہر عہد کو اپنی فنکاری سے اجاگر
ہے۔ اور ان کے کلام میں ایسی دلکش تصویریں موجود ہیں کہ آج تک
ندھ کے پڑھے لکھے لوگ بھی شاہ کے کلام کو سننا عبادت میں شامل سمجھتے ہیں
ن کے کلام کو "ہست قرآں در زبان سندھوی" کی سند حاصل ہے۔

طفیل صاحب نے پاکستان میں اردو کے مسائل کے ذکر کے

سلسلے میں اپنے اس استفسار کو بھی نقل کیا ہے جو چند سال پہلے انہوں نے نقوش
میں شائع کیا تھا اور ہند و پاکستان کے ادیبوں نے اس پر گرما گرم بحثیں کی تھیں
بات دراصل یہ ہے کہ طفیل صاحب نے اردو کی بنیادی حیثیت (مثلاً گرامر) میں
ایسی تبدیلیوں کا مطالبہ کیا تھا جو اس زبان کے بنیادی مزاج سے میل نہیں کھاتیں
ہیں۔ مثال کے طور پر " میں نے جانا ہے" کو صحیح منوانے کے لیے وہ دلیل پیش کرتے
ہیں کہ اردو گرامر میں پہلے ہی جھول ہے اور اس لیے کیوں نہ اردو زبان کی وسعت
کی خاطر اور مقامی زبانوں کے قریب لانے کیلیے اردو میں اس قسم کی تبدیلیاں
قبول کر لی جائیں ان کی توجیہات کو نظر انداز اس بنا پر نہیں کیا جا سکتا کہ وہ پنجابی
ہیں کیونکہ پاکستانی اردو کی نئی سمت کا تعین اب پاکستان ہی کے لوگوں کے
ہاتھوں میں ہے گو ماہر علم لسان کا فیصلہ اس ضمن میں سب سے زیادہ اہم اور قابل
اعتبار ہونا چاہیے۔ طفیل صاحب بھی اردو والے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ ایسی کسی تبدیلی
کو پسند نہیں کریں گے جس سے اردو کی بنیاد پر کوئی ناگوار اثر پڑے۔ جہاں
تک ذخیرۂ الفاظ کا تعلق ہے اس کے سلسلہ میں ان کا مطالبہ حق بجانب ہے۔
پاکستان میں اردو کا وہاں کی مقامی زبانوں سے خلط ملط ناگزیر ہے۔ اور الفاظ
کے معیاری یا غیر معیاری ہونے کی سند اب دلی اور لکھنؤ والے نہیں دے سکتے۔
کیونکہ زبان کے مرکزوں کی حیثیت سے یہ دونوں تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔

طفیل صاحب کی کاروباری مصروفیتیں شاید اتنی زیادہ ہیں کہ وہ
بہت آسانی کیساتھ اس شغل کو جاری نہیں رکھ سکتے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اتنی فنی پختگی
اور انفرادی بانکپن پیدا کر لینے کے بعد کوئی فنکار قلم سے ناتا توڑ سکتا ہے۔

محترم۔ طفیل احمد، ادارہ فروغ اردو۔ لاہور۔

صالحہ عابد حسین

چہ دلاور است دزدے.....

نانے کا کچھ بوگس قسم کے پبلیشرز نے الگ بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ ہندوستان
رپاکستان میں ایک ملک کے ادیبوں کی تخلیقات دوسرے ملک میں بلااجازت
ڑے سے چھپتی ہیں اور کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ یہی نہیں، ناول کسی کا اور اس
مصنف کا کوئی فرضی نام ڈال کر چھاپ دیا جاتا ہے یا کسی گھٹیا ناول پر کسی
ہور مصنف اور ادیب کا نام دے کر اس کو بدنام کیا جاتا ہے یہ تو حال زندہ
یوں کے ساتھ ہے مگر اب تو ایسا لگتا ہے نہ زندہ نہ مردہ کوئی ادیب بھی ان
ضرات کی بیداد سے محفوظ نہ رہیں گے۔!

بہت زمانہ گذرا ایک مشہور ادیبہ نے ترکی کی معروف ادیبہ خالدہ خانم
کے ناول ہاجرہ بیگم کا چہرہ بگاڑ کر بغیر کسی حوالے کے شائع کیا تھا چونکہ ہاجرہ
بیگم کا عرصہ پہلے ترجمہ شائع ہوا تھا اور عام طور پر لوگ اس سے واقف نہ
ے۔ اس لیے یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوئی (میں نے یہ کتاب مولانا
الی کی لائبریری میں دس سال کی عمر میں پہلی مرتبہ پڑھی تھی۔ اور پھر بار بار
ڑھی) حال میں اس سے بھی زیادہ بہادری کے ساتھ ایک اور کارنامہ دیکھا
ک ناول خورشیدی بیگم ــــ مصنفہ انجم ممتاز" کا اشتہار نظر سے گذرا تو اسے
منگالیا! اور پڑھا۔

سینتالیس برس پہلے میں نے اپنی بھاوج بیگم عزیر سیدین کے پاس یہ
کتاب اسی نام سے دیکھی تھی۔ وہ غالباً اس کے ساتھ ــــ ستر برس پہلے شائع
ہوئی تھی کیونکہ ان کے نانا کی کتابوں کے ذخیرے میں سے انھیں ملی تھی۔ یہ بڑے
سائز کی موٹی سی کتاب تھی۔ چکنے سفید اور دبیز کاغذ پر نہایت عمدہ کتابت اور
طباعت کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔ کوئی آٹھ یا دس رنگین ہاتھ سے بنی تصویریں
بھی ہیرو ہیروئن، سائڈ ہیرو، ہیروئن اور خاندان والوں کی جگہ جگہ آرٹ
پیپر پر دی گئی تھیں۔ کتاب غالباً فسانۂ آزاد کے بعد اور اسی سے متاثر ہو کر
لکھی گئی تھی۔ مکالموں اور بعض جگہ قصے کے پلاٹ میں فسانۂ آزاد سے اڑایا
پر بہ صاف محسوس ہوجاتا ہے زبان وہی ذرا مشکل اور قدیم طرز
کی ہے اور اندازِ بیان بھی۔ فسانۂ آزاد کی سی ظرافت اور بے ساختگی تو نہیں

لیکن پلاٹ نسبتاً زیادہ گٹھا ہوا ہے اور وہی عشق و محبت، حسن و دوست کے کارنامے ہیں اور قدیم لکھنوی تہذیب کی چھاپ صاف نظر آتی ہے۔ چونکہ اس کتاب پر ہم لوگ بہت تنقید و تبصرہ کرتے رہتے تھے۔ کہ کہاں کہاں فسانۂ آرزو کا رنگ ہے۔ اور اس کی تصویروں کا مذاق اڑاتے رہتے تھے۔ اس لیے یہ ناول، اس کا نام، قصہ اور تصویریں بس ذہن میں باقی رہ گئیں۔ البتہ بچارے مصنف صاحب کا نام (جو یقیناً انجم ممتاز نہ تھا) ذہن سے محو ہو گیا۔۔۔ ۔۔۔۔ ان غریب کو کیا خبر تھی کہ انہوں نے فسانۂ آزاد سے اگر تھوڑا سا کچھ چرایا تھا تو انکا پورے ناول ہی کوئی اصلی یا فرضی صاحب یا صاحبہ انجم ممتاز ڈاکہ ڈال کر شائع کر دیں گے۔ ویسے میرا خیال یہ ہے کہ یہ نام بالکل فرضی ہے۔ اور اردو کے پڑھنے والوں کو اس دھوکے میں ڈالنے کے لیے کہ یہ کسی نوجوان ادیبہ کا ناول ہوگا۔ اس پر یہ نام ڈالا گیا ہے۔ باقی سوائے تصویروں کے، ایک ایک لفظ میرے ناول خورشیدی بیگم کا لیکر نیا ناول تخلیق کر لیا گیا ہے خریدنے والا دس روپے پچاس پیسے دے کر پرویز بک ڈپو کو دعائیں دیتا رہ جائیگا۔ حالانکہ پرویز بک ڈپو اصلی مصنف کے نام سے بھی اسے بلا تکلف شائع کر سکتے تھے کہ مصنف کی وفات کے پچاس برس بعد دینی نہیں پڑتی (یوں بھی خدا کے فضل سے بوگس ادارے کس کو رائلٹی دیتے ہیں؟) مگر وہاں تو پڑھنے والوں کو دھوکہ دینے کی اسکیم بھی شامل تھی!

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

یہ رواج روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور یہی حال رہا تو کوئی زندہ یا مرحوم ادیب اس "اسمگلنگ" سے بچ نہ سکے گا ـــــ کیا اردو کے مقتدر اور دیانت دار پبلشنگ ادارے اور خود اردو کے ادیب اور خیر خواہ اس طرف توجہ نہ فرمائیں گے۔ کم سے کم ایسی جرارتِ رندانہ کو منظرِ عام پر لا کر پڑھنے والے اور خریدنے والوں کو چونکا تو دیا جائے۔!!

خورشیدی بیگم۔ ناول نگار۔ انجم ممتاز، پرویز بکڈپو۔ قیمت۔ ۱۰/۵۰

محمود حسین قدوائی

علامہ خضر برنی شعراء کی اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں جو زندگی اور ادب کے باہمی رشتہ کو تسلیم کرتی ہے۔ دبستانِ دہلی کے دہلی کے نمائندہ شاعر داغ دہلوی کے شاگرد رشید، مدا گلاوٹھوی کے شاگرد ہیں اور سرزمین بلند شہر کی قابلِ فخر شخصیتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ تقسیم ہند سے پہلے ضلع بلند شہر اردو ادیبوں اور شاعروں کی صحبتوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس وقت خضر برنی، ڈاکٹر رام بابو سکسینہ سید حامد، ناطق گلاوٹھوی، قابل گلاوٹھوی، ماہر القادری، نخشب جارچوی شوخ بلند شہری وغیرہ کی وجہ سے بلند شہر میں ادبی و علمی سرگرمیوں کا عروج تھا۔

"عطرِ گل" خضر برنی کا تیسرا مجموعۂ کلام ہے۔ جس میں غزلیں اور نظمیں شامل ہیں۔ اس سے پہلے وہ "تذکرہ شعرائے بلند شہر"، "قوس و قزح" "میگھ دوت منظوم ترجمہ"، "تصویر حیات"، "تصویر کائنات"، "گل و سنگ"، "عکسِ جمال"، "حدیثِ عشق"، وغیرہ شائع کرا کے کافی شہرت حاصل کر چکے ہیں ریڈیو پر بھی اکثر موصوف کا کلام براڈ کاسٹ ہوتا رہتا ہے اور ملک کے موقر ادبی جرائد میں ان کے کلام کو نمایاں جگہ ملتی رہتی ہے۔

زیرِ نظر کتاب "عطرِ گل" کے بارے میں جموں کشمیر کے وزیرِ اعلیٰ سید میر قاسم کی رائے قابلِ ذکر ہے۔ لکھتے ہیں: "جناب خضر کا دم اردو کے لئے غنیمت ہے۔ کیونکہ آپ ان معدودے چند بزرگ شعراء میں سے ہیں جو زندگی اور ادب کا آپسی رشتہ تسلیم کرتے ہوئے ان صالح، صحتمند اور قوم پرور روایتوں اور قدروں کی آبیاری کرتے رہے ہیں"۔

کتاب کی ابتداء میں مصنف نے "تقریظ" کے تحت کشمیر کے قدرتی حسن اور دلفریب نظاروں کا تاریخی پسِ منظر بیان کیا ہے جو بہت دل نشیں اور خوبصورت نثر میں ہے۔ نیز جس سے مصنف کی نثری اسلوب پر دسترس کا بھی پتہ چلتا ہے۔

غزلوں میں روحانیت اور تقدیسِ حسن کے علاوہ "غمِ دوراں" بھی جلوہ گر ہے کلام کی شگفتگی اور بیان کی خوبصورتی کا اعتراف کرنا ہی پڑتا ہے۔

نمونۂ کلام حسبِ ذیل ہے:۔

شایۂ عشق تخیّل کو ہوا دیتا ہے
زلف کی چھاؤں گھنی ہو تو غزل ہوتی ہے

خدا کرے دنیا میں کوئی بھی ہم سا اک مظلوم نہ ہو
سہتے رہیں خود ظلم جہاں کے کسی کو بھی معلوم نہ ہو

سبزے کی لہک کلیوں کی مہک غنچوں کی ادا اٹھلاتی ہے۔
جب سامنے وہ آجاتے ہیں ہر شے پہ جوانی آتی ہے

صبح ہوتے ہی نظر آئی لرزتی ہوئی دھوپ
کون بدلے گا یہ حالات قیامت کے سوا

ساقی کی بس نظر میں وہی اہلِ ظرف ہے
پینے کے بعد رند جو گر کر سنبھل گیا۔

آپ کو ہرگز نہ ہوتا یوں محبت سے گریز
آپ بھی مجبور ہو جاتے اگر میری طرح

بقیہ اداریہ

غفار مرحوم بڑے فرض شناس، ہنس مکھ اور خوش اخلاق تھے، بیس پچیس سا[ل] تک جامعہ کی خدمت کی۔ اور بچوں، اساتذہ اور باہر سے آنے والے مہمانوں میں ہر د[ل]

ادارۂ کتاب نما مرحوم کے لئے دعائے خیر کرتا ہے اور انکے پس ماندگا[ن] کے غم میں شریک ہے۔

نئی مطبوعات

مسرت سے بصیرت تک	(تنقید)	آلِ احمد سرور	۱۲/-
تعلیم، فلسفہ اور سماج	(تعلیم)	ڈاکٹر سلامت اللہ	۱۲/۵۰
وہ صورتیں الٰہی		مالک رام	۱۰/-
دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر	(تنقید)	مولانا شہاب مالیر کوٹلوی	۴/-
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے۔	(افسانے)	راجندر سنگھ بیدی	۱۰/-
منزلیں پیار کی	(ناول)	ڈاکٹر سیفی پریمی	۸/۰
انعامی مقابلہ	(بچوں کے لئے) ←	حسین حسّان ندوی	.
دعوت ملّا جی کی	" ←	"	.
جیت کس کی	"	"	.
انصاف کا تخت	"	ابرار محسن	۷۵
پان کھاکر طبلہ بجاکر رام ناچا	(بچوں کے لیے)	عبدالواحد سندھی	-/۷۰
مدورا نا پردیس چلے	"	"	-/۷۰
پکڑ دم کتّے کو	"	"	-/۷۰
ہیتو چیتو	"	"	-/۷۰
نذرِ عابد	(ادب)	(مالک رام) انگریزی -/۲۵ اردو مجموعی	-/۲۵
عرفانِ غالب	"	شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی	۹/-
عکسِ غالب	"	" " "	۸/۰
بھارت کے نامور سائنس داں	(معلومات)	حامد حسین حامد	۲/۵۰
ہماری معدنیات	"	"	۲/۵۰
سمندر کی سیر	"	"	۲/۵۰
جکیم کی تجربہ گاہ	"	"	۲/۵۰
کڑوے بادام	(شعری مجموعہ)	نشتی منقّی	۵/۰
قدیم ادبی تنقید	(تنقید)	وہاب اشرفی	۴/۰
جمالِ مصطفےٰ	شعری مجموعہ	درد قریشی	۱/-

ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شایع کیں

لسانی مطالعے　　　　ڈاکٹر گیان چند

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے۔ اُردو میں اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے۔ ابھی تک اُردو میں اس موضوع پر کوئی مکمل کتاب نہیں۔ مضامین معتدبہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔ قیمت ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء　　　　مرتبہ: پی سی، جوشی

اِس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی۔ جس نے عالمی جمہور حلقوں میں یک جہتی کے جذبات کو ابھارا۔ ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ　　قیمت ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفہ سیاسیات　　　　پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی، اس کے نظام اور اس کے تدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی، نظری اور علمی، اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصّہ ہے　　قیمت ۱۸/-

تاریخ تعلیم ہند　از: سید نور اللہ اور جے پی نائک　　مترجم مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مجمل خاکہ پیش کر[illegible]

[illegible] قیمت ۲۰/-

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

بالپو (حصّہ اوّل دوم)　مصنفہ : الیف سی، فریٹاس　مترجم : صالحہ عابد حسین ۴/-

کشمیر　〃 : مالا سنگھ　تصاویر پرمانند 〃 : خدیجہ عظیم ۱/۵

پرندوں کی دنیا　〃 : جمال آرا　〃 : محمد شفیع الدین نیّر ۱/۵

ہماری ندیوں کی کہانی (حصّہ اول دوم) 〃 : لیلا مجمدار　〃 : رضیہ سجاد ظہیر ۴/-

جنّت کی سیر اور دوسری کہانیاں 〃 : لیلا وتی بھاگوت　〃 : 〃 〃 ۱/۵۰

رسیلی کہانیاں　〃 : منوج داس　〃 : صغرا

آزادی کی کہانی (اوّل دوم) 〃 : وشنو پربھاکر　〃 : انور کما

ہماری ریلیں　〃 : جگجیت سنگھ　〃 : عرش

ہندوستان میں غیر ملکی سیّاح　〃 : کے سی۔ کھنّہ　تصاویر : کرشن کھ

آؤ ناٹک کھیلیں　〃 : اوما نند　مترجم : رضیہ منظور الامین ۱/۵۰

بہت دن ہوئے (اوّل دوم) 〃 : ایم چوکسی و پی ایم جوشی　〃 : رضیہ سجاد ظہیر ۴/-

بہادروں کی کہانیاں　〃 : راجندر اوستھی　〃 : انور کمال حسینی ۱/۵۰

روہنت و نندیہ　〃 : کرشن چیتنیہ　〃 : 〃 〃 ۱/۵۰

سدا بہار کہانیاں　〃 : شانتا رنگا چاری　〃 : 〃 〃 ۱/۵۰

ابو خاں کی بکری　〃 : ڈاکٹر ذاکر حسین　۲/-

انوکھی دکان　〃 : قدسیہ زیدی　۲/۵۰

گلا بو چو ہیا　〃 : 〃 〃　۲/-

دنیا کے جانور　〃 : 〃 〃　۲/۵۰

ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اول دوم) 〃 : میر نجابت علی　〃 : سید احسان ۳/-

بڑا پانی　〃 : لیلا مجمدار　〃 : صالحہ عابد حسین ۱/۵۰

مورا　〃 : ملک راج آنند　〃 : انور کمال حسینی ۱/۵۰

ہاکی کا کھیل　〃 : سردار دوسا سنال　〃 : پریتم لال ۱/۸۰

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنف / مرتب	مترجم	قیمت
آبادی	مصنفہ: ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" : لارنس بنین	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو ڈگمبر	" : ڈی آر اٹھاوے	" : ش - قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" : ڈینس کنکیڈ	" : ڈاکٹر پرماتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذر السلام	" : بسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" : ایم کے درانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/-	مجلد ۲/-
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سبھا کمیٹی		۲/۲۵
گرونانک	مصنفہ: گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۳/۷۵
مٹتی بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	" : مپال رنگنا یکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ: می پال سوم، سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	مصنفہ: نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر گوپال سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگر سین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ: پنا لال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/-
پنجابی افسانہ	مرتبہ: ہربھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/-
رنجیت سنگھ	مصنفہ: ڈی۔ آر۔ سود	" : " "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بنگڑ واڈی	" : وینکٹیش ماڈگولکر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ ۔ دلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر — ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کرکے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دُنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری، اور بچپن کی ساتھی، لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت ۵/۷۵

چار دیواروں میں (ناول) ایم، ٹی، واسدیون نائر — ترجمہ: ظفر، ا

نائر کے ناولوں میں پُرانی کہانی کا عنصر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی یاسیت مندی کی تسکین آثار ہے۔ قیمت ۵/۷۵

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا — ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول قیمت ۶/۷۵

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹیش کیتکر — ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کیتکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصوّرات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کرکے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ملیالم افسانے مرتبہ: اوم چیری۔ این این پلّے — ترجمہ: جیلانی بانو

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دنیا کے کسی بھی ادب کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت ۸/۷۵

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی اہم مطبوعات

شاعر
مصنف: تارا شنکر بندوپادھیائے — ترجمہ: پریش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔ تارا شنکر بندوپادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنادیا۔ قیمت - ۸/۷۵

منتخب نظمیں
مرتبہ: علی سردار جعفری

پیشِ نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے۔ اس سے ان شاعروں کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہوسکے گا۔

یہ انتخاب ۳۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے۔ قیمت - ۴/-

آبِ حیات
مصنف: محمد حسین آزاد — تلخیص و ترتیب: پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس میں ہی اُلجھتے اور بحث کرتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے اور یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے، یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ ایک تاریخی دستاویز۔ قیمت ۶/۷۵

ترقی اردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبعیات (فزکس) دوم - حساب و الجبرا، اوّل، سوم - جیومٹری - اوّل - دوم سوم - گھریلو سائنس ششم - ہفتم - ہشتم - ہر کتاب کی قیمت: ۲/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شایع کیں

تاریخ فلسفۂ اسلام ٹ ۔ ج ۔ دو بوئر ترجمہ : ڈاکٹر سید عابد حسین

ہر مہذب قوم، زندگی اور کائنات کے عقدہ ہائے سربستہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے اس کوشش کا نتیجہ چند خیالات کا مجموعہ ہوتا ہے جو اس قوم کا فلسفہ کہلاتا ہے۔ یہ کتاب آپ کو فلسفۂ اسلام کے بارے میں پوری معلومات دے سکتی ہے۔ قیمت ۷/۵۰

تاریخ تمدن ہند پروفیسر محمد مجیب

قدیم ہندوستانی تہذیب کی یہ داستان اس امید پر لکھی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے اس کو اپنی تاریخ سمجھیں اور اس میں جو حالات بیان کیے گیے ہیں ان کو اپنی زندگی کے حالات جان کر غور کریں۔ قیمت : ۱۲/-

ہمارا قدیم سماج سید سخی حسن

سید سخی حسن کی یہ تصنیف طویل محنت اور صبر آزما کاوش کا نتیجہ ہے — انھوں نے ان تمام موضوعات پر اُن کے تقاضوں کے مطابق پُر وقار انداز میں قلم اٹھایا ہے جس میں نہ جانبداری ہے نہ تعصب۔ قیمت ۱۰/-

ترقی اُردو بورڈ کی بچوں کے لیے اہم کتابیں

چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۱/۵۰	پیسے کی کہانی	غلام حیدر	۳/-
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	۳/-	خط کی کہانی	" "	۳/۷۵

نقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵ ۔ دلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

"نادلستان" نئی دلّی کا نیا ناول

منزلیں پیار کی

(نفسیاتی ناول)
(ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں، کچھ دن بعد وہ نفسیاتی الجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جبر ہی انکی شرافت کا معیار رہ جاتا ہے۔ "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنے ناول "منزلیں پیار کی" میں نوعمری اور دولت کے جزیروں میں دو حسین لڑکیوں کی گرفتاری اور رہائی کی نفسیاتی داستان پیش ہے ہمیں اپنے سماج کا جائزہ لینے، جذبہ اور محبت کے فرق کو محسوس کرنے نیز نفسیاتی اور جنسیاتی نقطۂ نگاہ سے ازدواجی زندگی کو سمجھنے کے لئے یہ ناول ایک معتبر ذہنی رفیق ہے۔ قیمت:- ۸ روپئے۔

نیند ادھوری، بکھرے خواب

(افسانے)
شمس فرخ آبادی

سادگی اور پرکاری کا جو حسین سنگم آپ کو شمس فرخ آبادی کی نثر میں ملے گا اس کی مثالیں نایاب نہیں تو کم یاب ضرور ہیں۔
شمس کی بہترین کہانیوں کا حسین مجموعہ

قیمت۔ چار روپئے

جائزے

(تبصرہ کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

ہندوستانی مفسّرین اور انکی عربی تفسیریں

مصنف
ڈاکٹر محمد سالم قدوائی
سائز ۱۸×۲۲ - صفحات ۳۵۲ -
قیمت چودہ روپئے
ناشر:- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ - نئی دلی ۲۵

کتاب کے مولف ممتاز عالم دین مولانا عبدالسلام قدوائی کے فرزند ارجمند اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اسلامیات کے ہونہار لکچرر ہیں۔ یہ کتاب دراصل ان کا وہ مقالہ ہے۔ جس پر ان کو مسلم یونیورسٹی سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری ملی۔ تاہم کتاب کی شکل میں شائع کرنے کے لیے مولف نے اصل مقالہ میں تلخیص و ترمیم سے کام لیا ہے۔ چنانچہ "مشکل فنی مباحث خارج کر دیے ہیں۔ اور طویل اقتباسات حذف کر دیے ہیں۔ اور صرف اہم معلوماتی عبارتوں کے مختصر ترجمے پر اکتفا کی ہے" تاکہ کتاب عام قارئین کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ہو سکے۔

علوم اسلامی میں، علم تفسیر اہم و اشرف علم ہے۔ کیونکہ اس علم کا موضوع قرآن کریم، ہدایت ربانی کا وہ نور ہے جو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں جلوہ گستر ہوا، اور تا قیام قیامت جادۂ زندگی کے پیچ و خم میں قافلۂ انسانیت کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

تیسری صدی ہجری میں، تفسیر قرآنِ کریم کے موضوع پر تدوین و تالیف کا باقاعدہ آغاز ہوا، اس وقت سے اب تک ہر عہد اور ہر ملک میں جہاں مسلمانوں نے طرحِ اقامت ڈالی۔ علماءِ اسلام نے اس علم کو اپنی دماغی کاوشوں کا مرکز بنایا۔ اور اپنے اپنے ذوقِ طبع کے مطابق اس میدان میں وہ گل بوٹے کھلائے کہ اسے ایک چمنستان رنگارنگ بنا دیا۔ محدثین، فقہاء، متکلمین، صوفیاء، اربابِ بلاغت، ادباءِ لغویین اور نحویین سب نے اپنے اپنے رنگ میں تفسیریں لکھیں۔ اور نہ صرف قرآنِ کریم کے اعجازی پہلوؤں کو واضح کیا بلکہ اپنے ذوقِ فہم قرآن اور اپنی اعلیٰ دماغی صلاحیتوں کو بھی ظاہر کیا۔

قافلۂ اسلام جب ہندوستان کی سرزمین پر اترا تو انہوں نے دوسرے علوم و فنون کی طرح اس مقدس علم کو بھی اپنے قلم کی جولان گاہ بنایا۔ اور ہزاروں تفسیریں اپنے اپنے انداز میں مختلف زبانوں میں لکھیں۔ جن میں خاصی بڑی تعداد ان تفسیروں کی ہے۔ جو عربی زبان میں لکھی گئیں۔ مولف نے صرف عربی زبان کی تفاسیر، پر قلم اٹھا ہے۔ فارسی، اردو وغیرہ میں لکھی ہوئی تفسیروں سے انہوں نے اپنے اس مقالے میں تعرض نہیں کیا۔

مؤلف نے ہندوستان کے تقریباً تمام اہم کتب خانوں کو کھنگالا، غیر ملکی کتب خانوں کی فہرست کا بھی جائزہ لیا۔ تاریخی کتابوں، بزرگانِ دین اور علمائے اسلام کے تذکروں اور انکے ملفوظات کی بھی ورق گردانی کی، اس طرح ان کو ہندوستانی مصنفین کی لکھی ہوئی ۱۵۶ کتابوں کے نام مل سکے ان میں سے ۸۳ کتابیں ہندوستان کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دس انڈیا آفس لنڈن کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ باقی ۶۳ کتابوں کا انھیں پتہ نہ چل سکا تاہم انہوں نے ان کے مصنفین کا تذکرہ ایک مستقل باب میں کر دیا ہے۔

انکا یہ خیال صحیح ہے کہ ان کتابوں کے علاوہ یقیناً اور بھی سینکروں کتابیں ہوں گی جن کو انقلاباتِ زمانہ نے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا۔ اور بہت سی اپنے صاحبِ ذوق جامعین کے نااہل جانشینوں کی بے اعتنائی سے گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی کیڑوں کی غذا بن رہی ہونگی۔

مؤلف نے کتاب کو چار حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔" پہلے حصّہ میں ان تفسیروں کا ذکر ہے۔ جو مکمل ہوگئیں خواہ وہ مکمل ملتی ہوں یا ان کا کوئی حصّہ دوسرے حصّہ میں اجزائے قرآن کی تفسیریں ہیں یعنی مختلف سورتوں کی یا محض آیتوں کی، تیسرے حصّے میں قدماء کی تفسیروں کے حواشی اور شرح کا ذکر ہے۔ چوتھے حصّے میں متعلقاتِ قرآن مجید کا ذکر ہے۔ یعنی ان کتابوں کا جو قرآن مجید سے متعلق ہیں۔ مثلاً ناسخ و منسوخ، رسم خطِ قرآنی، تخریج آیات، مفردات قرآن، فضائلِ قرآن، احکامِ قرآن وغیرہ موضوعات پر۔۔ ان تمام کتابوں کو تلاش کرنا کوئی سہل کام نہیں۔ نوجوان مؤلف ہر طرح قابلِ ستائش اور اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ کہ بڑی حد تک اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔

تبصرہ کرتے ہوئے مؤلف نے احتیاط کا پہلو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ جن مفسّرین کے کام کے متعلق اختلاف رائے کا اندیشہ ہوسکتا تھا۔ ان پر قلم اٹھاتے ہوئے انہوں نے دوسرے اہل الرّائے بزرگوں کی رائے کو سپر بنایا ہے۔ مثلاً ابوالفیض فیضی (۱۰۰۴) جس نے قرآنِ کریم کی تفسیر بے نقط لکھ کر دنیائے اسلام میں شہرت حاصل کی۔ مگر دربار اکبری کے نورتنوں میں شامل ہونے کی وجہ سے دینی حلقوں میں اس کی ثقاہت مجروح ہوچکی ہے۔ اور حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی نے بھی جو اس کے ہم عصر تھے۔ اس کے متعلق لکھا ہے۔ کہ کفر و ضلالت کے غار میں گر جانے کی وجہ سے اسکی پیشانی روت و انکار و ادبار کے نقوش نمودار ہوگ

تھے۔ اس بنا پر اہلِ دین و ملت اور محبین نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اور اس کے متعلقین کا نام لینے میں عار سمجھتے ہیں"۔ اس کی تفسیر کے درمیان حد فاصل کھینچ دیا ہے۔

آیات قرآنیہ اور عربی عبارت میں بعض جگہ غلطیاں رہ گئی ہیں مثلاً و یوم نبعث فی کل امۃ شھید اعلیھم ص۲۴۲ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً ص۵۵ آیات ہیں۔

اس قسم کی معمولی فروگذاشتوں کی حیثیت اس کتاب کے حسن و جمال میں وہی ہے جو کسی حسین کے چہرہ پر خال کی۔ بہرحال کتاب بڑی محنت سے مرتب کی گئی ہے اور علوم دینیہ کے ہر صاحبِ ذوق کے پڑھنے کی چیز ہے امید ہے کہ یہ کتاب مولف کی آئندہ علمی کاوشوں اور تحقیقی کارناموں کا دیباچہ ثابت ہوگی۔

مؤلف کے علاوہ ناشر کتاب مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دتی بھی اہلِ علم کے شکریہ کا مستحق ہے کہ کتاب کو ظاہری اعتبار سے اس قدر دلکش بنا دیا ہے کہ پیکر جمیل در لباس حریر کا مصداق بن گئی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مکتبہ جامعہ ادب کے ساتھ ساتھ دین کی خدمت کا سلسلہ بھی جاری رکھے گا۔

(مولانا) قاضی زین العابدین

اکابر تعلیم

مصنف:- سعید انصاری

ناشر:- جامعہ ملیہ اسلامیہ

جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت بارہ روپئے

"اکابر تعلیم" ... [illegible]

افلاطون، مارٹن لوتھر، جان کوی مینس، جان لاک، پیستالوزی، فروئبل، جان ڈوئی، رابندر ناتھ ٹیگور اور مہاتما گاندھی۔ ہر ایک شخصیت کے بارے میں مناسب معلومات فراہم کی گئی ہیں اور تعلیم میں اس کا منصب اور حصہ واضح کیا گیا ہے۔ اس بات کی سعی کی گئی ہے کہ پس منظر پیش ہو جائے۔ اور مباحث کو اپنے سیاق وسباق میں بخوبی سمجھا جا سکے۔ تمام مواد اپنے موضوع سے متعلق مستند کتب سے فراہم کیا گیا ہے۔ اور دیانتداری کے ساتھ مربوط طور پر سامنے لایا گیا ہے۔

جناب سعید انصاری صاحب نے اپنی ساری زندگی میدان تعلیم میں بسر کی ہے اور تعلیمی ملازمت کی پوری مدت گذارنے کے بعد آج بھی تعلیمی مشاغل سے ان کا شغف بدستور قائم ہے۔ جامعہ میں "استادوں کا مدرسہ" ان کے ہاتھوں پروان چڑھا۔ اور ایک مدت تک اسکے سربراہ کی حیثیت سے اس کی آبیاری انہوں نے کی۔ ان کا تجربہ وسیع بھی ہے اور وقیع بھی۔ انھیں افکار تعلیم سے نہ صرف واقفیت ہے بلکہ وہ رفتار تعلیم سے بھی باخبر رہے ہیں۔ نیز اردو میں تعلیم کے مسائل اور مباحث پر برابر لکھتے رہے ہیں۔ اب سے تقریباً پچیس سال قبل انکی کتاب "تعلیم اور سماج" اس وقت شائع ہوئی تھی جبکہ ایسی باتوں کا ہمارے دیس میں چلن بھی نہ تھا۔ اور یہ سلسلہ کچھ نہ کچھ برابر جاری رہا ہے۔ لہذا اکابر تعلیم ایک واقف کار ذہن اور ہ کار قلم دونوں کا عطیہ ہے۔ اسکی عبارت اپنے موضوع کے مطابق ہے اس میں نہ زبان آرائی ہے نہ پیچیدہ انداز بلکہ دقائق کو جس قدر ممکن ہوسکا ہے۔ آسان بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

سعید صاحب نے اپنے پیش لفظ میں اس تصنیف کا مقصد یوں فرمایا ہے۔ "چنانچہ میں نے بجائے اس کے کہ بقید ترتیب سن و عہد تعلی[illegible] [illegible] ہے ایک حلقہ بڑے بڑے اکابر تعل[illegible]

گذرے ہیں، خواہ وہ تعلیم کے میدان سے تعلق رکھتے ہوں یا فلسفہ، مذہب، ادب اور سیاست سے، تعلیم سے متعلق ان کے خیالات و افکار کو لیا جائے کہ یہی تعلیمِ جدید کی تاریخ ہے"۔ انکے اس بیان کے پیشِ نظر ان کا انتخابِ اشخاص بجا معلوم ہوتا ہے۔ تاہم اکابر تعلیم کی محفل میں مارٹن لوتھر کی موجودگی کچھ موزوں نہیں معلوم ہوتی ہے۔ سعید صاحب نے ہر ایک شخصیت کے ساتھ ایک توصیفی جملہ لکھ کر اپنے باب کا عنوان قائم کیا ہے مثلاً "افلاطون" — قدیم یونان کا سب سے بڑا معلم"۔ اس طرح انہوں نے یہ بات واضح کردی ہے کہ وہ شخصیت کے کس پہلو پر زور دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے چوتھا باب" جان لاک — انگلستان کا معلم"، قرار دیا ہے۔ یہاں بقیدِ زماں واحد کا فیصلہ بے جا معلوم ہے۔ اور لفظِ معلم بھی محلِ نظر ہے۔ تاوقتیکہ معلمِ اخلاق جیسا کوئی مفہوم مراد نہ ہو۔ اس کتاب میں ٹیگور بحیثیت" ہندوستان کا شاعر اور معلم" شامل کئے گئے ہیں۔ اس باب میں ہندوستان کا شاعر' پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔ آخری باب میں گاندھی جی کو" ایک متلاشی حق اور معلم" کہہ کر پیش کیا گیا ہے۔ یہاں بھی" ایک متلاشیِ حق" کا پلّہ بہت بھاری ہو گیا ہے نیز گاندھی جی کو معلم کی حیثیت سے اجاگر کرنا اور وہ بھی ایسے اکابر کی معیّت میں، بظاہر مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ ہر باب میں مواد کو مختلف ذیلی عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ جس سے خاص خاص باتیں نمایاں ہوتی ہیں۔ لیکن بعض ذیلی عنوانات قائم کرنے میں انگریزی تحریر کا سا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ جیسے" اسکولوں میں ضبط کی تعلیم: انگلستان میں ۱۸۷۰ء یا ڈوی کا تعلق مدرسے کی تعلیم سے ۱۹۳۳ء" وغیرہ۔ یہ انداز ابھی اردو عبارت کو سازگار نہیں آیا ہے۔

"اکابر تعلیم" کی کتابت وطباعت صاف ستھری اور اچھی

کہلانے کی مستحق ہے۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کتابت سے قبل مسودے پر پوری نظر نہیں ڈالی گئی ہے یا کتابت کے بعد کا کام پورے انہماک سے نہیں کیا گیا ہے۔ کیونکہ بآسانی دور ہو جانے والی خامیاں نظر آتی ہیں مثلاً پیشِ لفظ سے جو جملے اوپر نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں ایک "میں نے" زائد ہے۔ اور پیشِ لفظ ہی کا ایک جملہ یوں ہے:۔ وہ صرف انگریزی عہدِ حکومت کی ایک فرسودہ یادگار ہے، جسے جتنی جلد بھلائی یا مٹائی جا سکے" یا اسی صفحہ پر "بہ حیثیت ماہرینِ تعلیم کے" آیا ہے۔ اس کتاب کی قیمت بارہ روپئے رکھی گئی ہے۔ جو کہ یوں بھی زائد معلوم ہوتی ہے اور ایک تعلیمی ادارے سے شائع ہونے والی کتاب کے لئے تو اور بھی زیادہ ہے مگر مواد اور کتابت کے ضمن میں جن باتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ بہت معمولی اور غیر اہم ہیں۔ اپنے گراں قدر مواد کے پیشِ نظر "اکابرِ تعلیم" ہماری پذیرائی کی مستحق ہے۔ اس کتاب کے آخر میں تشریحات اور کتابیات کی موجودگی بھی ایک مفید اور خوشگوار اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔

اردو میں علمی کتابوں کی کمی عام طور پر محسوس کی جاتی ہے۔ اور تعلیم سے متعلق کتب کا تو فقدان سا نظر آتا ہے۔ اگر کوئی کتاب ملتی بھی ہے تو پرانی یا پھر غیر معیاری ترجمہ۔ ان حالات میں اکابرِ تعلیم کی اشاعت بہر طور قابلِ ستائش ہے۔ جو کہ تعلیم کے طالبِ علم اور عام قاری دونوں کیلئے دلچسپ اور مفید نظر آتی ہے۔

عبداللہ ولی بخش قادری

صحیفۂ بشارت

مصنّف: مبشّر علی صدّیقی
سائز ۲۰ + ۳۰ / ۱۶ ۔ صفحات ۲۴۰
ناشر: سردار ہربھجن سنگھ تھاپر۔

رہنمائے تعلیم دریا گنج دہلی ۶۔ قیمت چار روپے

بشّر علی صدّیقی اردو کے جانے پہچانے ادیب ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب سے قبل انکی کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں" صحیفۂ بشارت" ان کی مطبوعہ کتابوں کے منتخب مضامین کا مجموعہ ہے۔ کتاب کا نام مصنف کے نام کی رعایت سے بہت اچھا ہے۔ مگر اس سے موضوع پر کوئی روشنی نہیں پڑتی تنقیدی کتابوں کے نام سے تنقید کے موضوع کی طرف رہنمائی ہونی ضرور ہے۔ اس کتاب میں سودا، حالی، اکبر، نذیر احمد، عبدالحلیم شرر، جگر، مجاز، نریش کمار شاد، سجاد حسین، وغیرہ پر مضامین ہیں اور "سب رس"، "خیال، تعلیم اور سماج، زبان، زندگی اور تعلیم، پیام ساوتری پر تبصرے ان کے علاوہ بدایون کے تین شاعر، اردو کی ابتداء، اردو نثر کا زریں دور، ہندوستان کی آزادی اور اردو شعراء اور اردو مزاح نگاری کی تاریخ پر بھی مضامین ہیں۔ کتاب کے ابتدائی صفحات میں فاضل نقاد نے "نگاہِ اوّلیں" کے تحت لکھا ہے۔ کہ

تینوں کتابوں (ادبی مقالات تنقیدی آئینے، ادبی تجزیے) کے مضامین کا بہت سختی سے انتخاب کیا اور جدید مواد کی روشنی میں ان پر نظرِ ثانی کی "

لیکن اسکے باوجود بعض مقامات نظرِ ثانی کے محتاج ہیں۔ مثلاً فاضل مصنف کا نریش کمار شاد کو اردو کا ترقی پسند شاعر کہنا ص ۱۱۴ آزاد نظم کو آزاد بحر کہنا ص ۱۱۷ نریش کمار شاد کے قطعات کو رباعی قرار دینا ص ۱۱۹ صحیح نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بعض مضامین میں تشنگی کا احساس ہوتا ہے۔ اور ایسی بنیادی باتیں بھی نہیں جو اب عام ہو چکی ہیں اور جنھیں اس موضوع کا سنگِ بنیاد کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

مبشر علی صدیقی اردو کے اچھے ادیب ہیں۔ انکی نثر صاف، سادہ اور
ا ہوتی ہے۔ انکی مضامین کی اہم خصوصیات میں انکا سادہ اندازِ بیان اور
ا مین کا اختصار ہیں۔ امید کہ طالبعلموں اور غیر اردو داں یا غیر ادبی
رات کے لئے یہ کتاب بہت مفید ثابت ہوگی۔

تنویر چشتی۔

موت کے بیوپاری

ناول نویس۔ کرنل رنجیت
ناشر: ہند پاکٹ بکس، جی، ٹی
روڈ۔ دہلی ۲۳
قیمت :۔ تین روپے۔

کرنل رنجیت کے آٹھ ناول اس سے پہلے چھپ چکے ہیں۔ یہ ناولسٹ
مقبول و پسندیدہ ہونے کا ثبوت ہے۔
"موت کے بیوپاری" سنسنی خیز جاسوسی ناول ہے۔ اسمیں
سرار و خوفناک مجرم کردار ہیں اور انکے مقابل حیرت انگیز سراغ رساں
! (
ن ہوتا ہے کہ ناول کی طرح ناولسٹ بھی ایک پراسرار شخصیت کا مالک ہے۔
اس ناول کا آغاز ایک حسینہ سونیا سے ہوتا ہے۔ جس کا میجر بلونت
درِ عشق کا رشتہ ہے۔ میجر بلونت اور جگل کشور بجارگو دونوں
نا میں سراغ رسانی کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ونود ملہوترا نہیں
وفادار دوست ہے۔ میجر بلونت سے اسکی گہری دوستی ہے۔ سراغ
نی کے کام میں دونوں کے تبادلۂ خیال سے معاملہ کی پیچیدگیاں دور
ہاتی ہیں۔
ناول میں جاسوسی کے ساتھ سماج کے ایک بدنما عنصر بلیک میل
تخریب کاری کو دکھایا گیا ہے۔ ستیہ وتی نے خوبصورت لڑکیوں کو

اپنی روزی کا ذریعہ بنانے کے لئے سبز باغ دکھائے ہیں۔ ان کو شیشہ میں اتارا ہے۔ اور ان کی زندگیوں کو ایسے حالات کے سپرد کر دیا ہے کہ وہ ایک کے بعد دوسرے جرم کے ارتکاب پر مجبور ہوتی گئی ہیں۔

سروجنی کا کردار ہمدردی طلب کرتا ہے۔ وہ حسین ہے۔ امنگوں بھرا دل رکھتی ہے۔ مگر ستیہ وتی کی گرفت میں ہے۔ راجندر ناتھ سے شادی کرنے پر بھی اس کی زندگی میں اطمینان کے لمحے میسر نہ آسکے۔ اس نے میجر بلونت سے محبت کی۔ اس کی جوانی نے میجر کے جسم میں لرزش پیدا کر دی۔ اس ربط کے بڑھنے پر سروجنی نے اپنے خاوند کو قتل کر دیا۔ دوسری طرف سروجنی کا تعلق ایک گینگ سے تھا۔ جس میں محمود، حمید، ڈرا کولا وغیرہ شامل تھے۔ ان کے خفیہ اڈے قائم تھے۔ ان کی عجیب و غریب سرگرمیاں ہیں۔ پولیس سے مستقل تصادم رہا۔ پراسرار واقعات میں سونیا کا اغوا، پھر سراغ رسانی کے تحت اس کی بازیابی ایک انوکھی داستان ہے۔

اس ناول کی خوبی یہ ہے کہ میجر بلونت کی سراغ رسانی کے پیشہ میں مظلوموں کی ہمدردی کا عنصر شامل ہے۔ سروجنی کی زندگی اس کا نمایاں ثبوت ہے۔ اور آخر میں سونیا نے میجر بلونت کے جذبۂ ہمدردی سے متاثر ہو کر اس کو اپنا پیار دیا ہے۔

ناول کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ سماج میں بدی کی شکست اس کا مقدر ہے۔ نیکی کی جیت یقینی ہے۔ ہم کو زندگی میں تماشائی نہیں بننا چاہیئے بلکہ جہاں تک ممکن ہو سماج میں برائی کو دور کرتے نیکی کو پھیلانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہ ذہن و عمل انسانیت کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہیں۔

ناول کی زبان ایک اچھے ادیب اور افسانہ نگار کی زبان ہے۔ اس سے ناول کی قدر بڑھتی ہے۔ ناشر اور ناول نگار دونوں کی

کارگزاری لائق ستائش ہے۔ ناول کا صوری حسن جاذبِ نظر ہے۔
——— (ودّیا ساگر دویدی)

زبانِ فارسی تازہ

مصنف:
ڈاکٹر خان محمد عاطف ملیح آبادی
ناشر:
انجمن ترقیٔ فارسی (ہند) لکھنؤ۔
قیمت:۔ دو روپے

فارسی پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ ہندوستان میں صدیوں سے جاری ہے۔ ایران و ہندوستان کے تعلقات عموماً ہر دور میں اچھے رہے ہیں۔ ہندوستانی عالموں، ادیبوں اور شاعروں کا فارسی زبان کی ترقی میں بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ موجودہ دور میں ہندوستان و ایران کے درمیان علمی، ادبی، ثقافتی اور تجارتی تعلقات کا سلسلہ جاری ہے۔ اس لیے جدید فارسی کی اہمیت مسلم ہے۔ اس ضرورت کے لئے خانہ فرہنگی ایران نئی دہلی نے اور بعض دوسرے اداروں نے زبان دانی کے لئے متعدد کتابیں شائع کی ہیں۔

خان عاطف صاحب دو سال ایران میں رہے ہیں۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ جدید فارسی زبان سکھانے کے لئے چھوٹی چھوٹی کتابوں کا ایک سلسلہ شروع کریں۔ یہ کتاب اس سلسلہ کی پہلی لڑی ہے۔

خان موصوف کی محنت قابلِ داد ہے۔ لیکن کسی قدر اور توجہ کی ضرورت تھی۔ طباعت کی غلطیاں ابتدائی تعلیم کی کتابوں میں بڑی مضرت رساں ہوتی ہیں۔ کتابت و طباعت کی طرف آئندہ خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ جدید فارسی سیکھنے والوں کے لئے یہ مفید کتاب ہے۔

امیر حسن نورانی

الدّین الحنیف

مؤلف ومترجم
(مولانا) حماد احمد صدّیقی نانوتوی
ناشر:- سنگم کتاب گھر، اردو بازار -
دہلی ملا قیمت پندرہ روپے

حضرت مولانا حمّاد احمد صدّیقی ایک ممتاز علمی و دینی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ موصوف کے والدِ محترم الحاج حضرت مولانا محمود احمد صدّیقی دنیائے اسلام میں ایک مقتدر شخصیت کے مالک ہیں" الدّین الحنیف" میں مولانا حمّاد احمد صدّیقی نے احادیث کے کثیر ذخیرہ سے ۱۲۳۳ احادیث انتخاب کرکے اور انھیں مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کرکے ترجمہ کے پیش کیا ہے۔ اس لئے یہ کتاب ایک طرف ان لوگوں کے لئے مفید ہے جو عربی کی وساطت سے اسلام اور اسکی نظریاتی و عملی حقیقت کو جاننا چاہتے ہیں اور دوسری طرف ان کے لئے بھی مفید اور سودمند ہے جو اردو کے ذریعہ اسلام کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ کتاب کے ابتدائی صفحات میں مفکرِ اسلام حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب، حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں ندوی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا عبدالرؤف صاحب عالی، مولانا عابد وجدی اور مولانا مفتی محمّد ظفیر الدّین صاحب کی تقاریظ شامل ہیں۔ ان تقاریظ میں رسمی کلمات درج نہیں ہیں۔ بلکہ کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اعتراف کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا قاری محمّد طیّب صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ترجمہ سلیس، عام فہم اور مطلب خیز ہے۔ کہیں کہیں حدیث کی مشکل لغات کا حل اور حسبِ ضرورت روایاتِ احکام کے دقیق یا مجمل حصّوں کی وضاحت بھی شامل ہے......

اس دورِ جہل و نادانی میں جبکہ عموماً لوگ علم سے دور اور مذہبی
معلومات سے خالی ہوتے جا رہے ہیں، اس عظیم علمی ذخیرہ کی
فراہمی اور پیشکش نہ صرف دینِ حنیف کی ایک اہم خدمت
ہے بلکہ وقت کے تقاضوں کی ایک قابلِ قدر تکمیل بھی ہے "
حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی کا ارشاد ہے کہ
"اس مستند مجموعے میں تعلیماتِ اسلامی کے تمام ضروری
عنوانات آ گئے ہیں۔ جن کو پڑھ کر بیک نظر اسلامی عقائد،
احکام اور اخلاقیات و آداب کا مکمل نقشہ سامنے آجاتا ہے
--- کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی
حدیثوں کا بڑا حصہ فقہی نقطۂ نظر سے حنفی مسلک کی تائید
کیلئے وقف ہے"

ان تقاریظ سے کتاب کی عظمت، اہمیت اور افادیت معلوم ہو جاتی ہے۔ کتاب
کی ترتیب یہ ہے کہ ابتدا میں اسلام کی حقیقت اور عقائد کا بیان ہے۔ یہ
حصہ اس سلسلے کی بہترین احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کے بعد مندرجہ ذیل
عنوانات کے تحت احادیث جمع کی گئی ہیں (۱) کتابُ الموت (۲) کتاب
الطہارت (۳) کتاب الزکوٰۃ (۴) کتابُ الحج (۵) کتاب الجہاد (۶) کتاب
الاذکار (۷) باب الخشیۃ (۸) کتاب الاطعمہ (۹) کتاب اللباس (۱۰) کتاب السلام
(۱۱) کتاب الدعوات۔ ان عنوانات سے بآسانی یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس میں
ایک طرف دین کے ہر پہلو سے متعلق احادیث ہیں اور دوسری طرف معاشرتی
نقطۂ نظر سے بھی اہم احادیث اور انکا ترجمہ موجود ہے۔

"اَلدِّیْنُ الْحَنِیْفُ" میں نہ صرف یہ کہ ۱۲۳۳ (بارہ سو تینتیس) کا ذخیرہ
اور ان کا ترجمہ ہے بلکہ ترجمہ سلیس، سادہ اور واضح ہے۔ بعض دینی کتابوں کے
تراجم بہت گنجلک ہیں انھیں لوگ عقیدتاً پڑھ لیتے ہیں مگر ان سے ادبی ذوق

کی تشفی نہیں ہوتی۔ زیرِ نظر کتاب میں یہ عیب نہیں ہے۔ بلکہ اسکے تراجم بہت دلکش ہیں اور ان میں زبان و بیان کی خوبیاں بھی ہیں۔ دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں اسلام کے ارکان و عقائد، فرائض و واجبات پر مستند احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے۔ جس سے ایک عام آدمی بھی دین کی اصل روح تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اور اسلامی عقائد، ضروریات دین اور اسلامی اصولوں سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اسمیں زندگی کے معاشرتی پہلو پر مستند احادیث پیش کی گئی ہیں۔ جس سے کھانے کے آداب، لباس کی حقیقت اور سلام کے فوائد تفصیل سے معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ حدیث

> حضرت ابو ہریرۃ رضہ بیان کرتے ہیں کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو، اس کو چاہیے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور جو شخص کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو اس کو چاہیے کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔ اور جو شخص کہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہو اس کو چاہیے کہ نیکی (بھلائی) کی بات کرے یا خاموش رہے۔ (ص۶۱۱)

پڑوسی اور مہمان کی عزت اور تکریم کے لئے ایک کھلا ہوا درس ہے۔ اس طرح اسلام کا معاشرتی پہلو سامنے آتا ہے اور عملی اخلاق کے نمونے معلوم ہوتے ہیں۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ کتابت و طباعت عمدہ ہے اور یہ کتاب ۷۴۰ صفحات پر مشتمل ہے جلد مضبوط اور خوبصورت ہے۔ ان چیزوں کے باوجود قیمت صرف پندرہ روپیہ ہے۔ جو آج کی گرانی کے دور میں بہت کم ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے میری اسلامی معلومات میں بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ میری رائے میں ہر دینی ذہن رکھنے والے شخص کے لئے اس کا مطالعہ

مفید اور ضروری ہے۔ اس مقدس اور مفید کتاب کی اشاعت پر خواجہ ذکی احمد صاحب پروپرائٹر سنگم کتاب گھر مبارکباد کے مستحق ہیں۔

عنوان چشتی

آوازوں کی صلیب

مصنفہ:۔ کوثر چاند پوری
قیمت:۔ بارہ روپے
ناشر:۔ حلقۂ فکر و شعور
۱۲۳۱ بلیماران دہلی ۶

کوثر چاند پوری ۔ اردو دنیا کے مشہور اور مقبول ادیب ہیں۔ ان کے ناول، افسانے، رپورتاژ، اور تاثراتی مضامین ہی نہیں بلکہ ادبی و تحقیقی کتابیں بھی مقبول ہوئی ہیں۔ وہ اردو کے انتھک ادیب ہیں۔ اپنی تمام تر منصبی مصروفیات کے باوجود بے تکان اور بے تکلف لکھتے ہیں۔ اور اپنی اصلوب اور انفرادیت کے ساتھ لکھتے ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب ان کے افسانوں کا مجموعہ ہے

کوثر چاند پوری ۱۹۳۱ء سے مسلسل افسانے لکھ رہے ہیں اور ہند و پاک کے معیاری رسالوں میں شائع ہو رہے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں ان کے افسانوں کا پہلا مجموعہ "شعلۂ سنگ" کے نام سے منظرِ عام آیا تھا۔ اور کافی مقبول ہوا تھا۔ "آوازوں کی صلیب" دوسرا مجموعہ ہے۔ جس میں ۲۸ افسانے ہیں۔ کتاب کا نام بھی انہوں نے اپنے ایک افسانے "آوازوں کی صلیب" سے لیا ہے۔ جو اسی مجموعے میں شامل ہے۔

کوثر چاند پوری اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ ہر ادیب بحیثیت فرد سماج کا جز ہے اور زبان و مکان کے کسی نہ کسی دائرہ میں سرگرم کار ہے، چونکہ ادیب سماج کا ایک ذہین اور حساس فرد ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے گرد و پیش

سے تاثرات قبول کرتا ہے۔ اور اپنے چاروں طرف بکھری ہوئی حقیقتوں کو چن کر ادب وفن کی لڑیوں میں پرو لیتا ہے۔ مگر ادیب کا یہ فعل انفعالی انداز کا نہیں ہوتا بلکہ متاثر اور فعّال شخصیت کا عمل ہوتا ہے۔ اسلئے ایک طرف وہ ماہ وسال کی زد پر آکر خود تبدیل ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف اپنے ماحول کو بھی بدلتا ہے یا کم از کم بدلنے کی خواہش کرتا ہے۔ فرد اور سماج کی یہی آویزش انکے افسانوں کی بُنیاد ہے۔ جس کی وجہ سے انکے افسانوں میں حقیقت پسندی، مشاہدہ کی گہرائی اور نفسیاتِ انسانی سے واقفیت کے عناصر شامل ہو گئے ہیں۔ ان کے افسانوں کے کردار زندگی کی بے رحم حقیقتوں کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتے۔ بلکہ ان سے نبرد آزما ہوتے ہیں، انکی نفسیات الجھی ہوئی، مریضانہ اور منفی نہیں بلکہ وہ ہمارے سماج کے جیتے جاگتے، زندہ انسانوں کی طرح ماحول کے جبر کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات بھی قبول کرتے ہیں مگر تبدیلی کی خواہش بھی کرتے ہیں اور بُری صورتِ حال میں خوب صورتی سے عمل کرتے ہیں یہی جوہر ان کے افسانوں کو قوت شفا عطا کرتا ہے۔

انکے افسانوں میں دو خوبیاں اور ہیں جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کسی بندھے ٹکے اصول کے تحت افسانے نہیں لکھتے بلکہ ان کے افسانوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے "پلاٹ" کہیں ڈھیلے ہیں اور کہیں سُست، کہیں ان میں ابتدا، ارتقا اور نقطۂ عروج کا احساس ہوتا ہے، اور کہیں محض ایک کردار کے گرد ہی سارا افسانہ گھومتا ہے۔ یہ عمل بظاہر خرابی ہے اور فن کی کمزوری معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور سے دیکھئے تو یہ ایک اجتہاد نظر آتا ہے، تخلیقی عمل کوئی مشینی عمل تو ہے نہیں جو محض چند خارجی اور بندھے ٹکے اصولوں کی پیروی پر یا کسی سانچے میں ڈھلنے پر اکتفا کرے، اس لئے طرزِ احساس، صورتِ حال اور تخئیلی عمل کے فطری تقاضے کے تحت موضوع مواد اور تاثر کو جس طرح ڈھلنا ہوتا ہے ڈھل

جاتا ہے۔ میری رائے میں کوثر صاحب کے وہی افسانے زیادہ کامیاب ہیں جو آزاد فضا اور آزاد ذہن کی تخلیق ہیں۔ ——— دوسری خوبی ان کا افسانوی اسلوب ہے جس میں حقیقت اور خواب کے امتزاج سے ایک نئی مگر شفاف فضا کا احساس ہوتا ہے۔ دودھ کی شیشی، سب کا بھلا، آوازوں کی صلیب، وادا خیریت، ذوق سزا، جوئے شیر، ید بیضا، بے زبان کا قتل بہت اہم افسانے ہیں۔ کتاب کے سرِورق پر نام کے نیچے "افسانوی مجموعہ" درج ہے۔ میری رائے میں "افسانوں کا مجموعہ" ہونا چاہیئے تھا۔ افسانوی مجموعہ اور افسانوں کے مجموعہ کا فرق بتانے کی ضرورت نہیں۔

کتاب کا سرورق بہت حسین ہے افسانوی ادب کے شائقین کے لئے ایک تحفہ ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

چوپٹ راجہ

مصنّف
فکر تونسوی
لاجپت رائے اینڈ سنز، اردو بازار دہلی قیمت: ۶ روپے

فکر تونسوی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس وقت اخبارات میں طنز و مزاح پیش کرنے والوں میں سب سے مقبول اور معروف ہیں۔ وہ بے دھڑک لکھتے ہیں، بہت لکھتے ہیں اور خوب لکھتے ہیں ان کی نظر حالات و افکار پر کڑی پڑتی ہے۔ اور عموماً وہ زور کی چٹکی لیتے ہیں، کنہیا لال کپور کے الفاظ میں: "چوپٹ راجہ ایک مسلسل سیاسی طنز ہے جس میں نہایت تیکھے انداز میں برسرِاقتدار طبقے کی قلعی کھولی گئی ہے۔ اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اگر اس کا ضمیر ریاکاری سے اٹھایا گیا نہ ہوتا تو ہندوستان جنت نشاں کی حالت اتنی قابلِ رحم نہ ہوتی"

"چوپٹ راجہ" کی ہر بات میں فکر تونسوی کی جھلک موجود ہے۔ مثلاً لکھا گیا ہے کہ "تعدادِ اشاعت سرکاری راز ہے۔ قیمت شرفاء کے لئے چھ روپئے، مفت خوروں کے لئے دعائے خیر" اور انتساب یوں ہے "اس بیوقوف کے نام جو میرے اندر ہے اور جسے موت نہیں آتی"

اس کتاب میں سرورق کے اندرونی حصے پر اپنے بارے میں وہ رقمطراز ہیں عبارت سے قبل انکی تصویر ہے ان کی یہ عبارت خود ایک حیثیت رکھتی ہے اس کے ابتدائی جملے یہ ہیں "یہ تصویر ایک بن مانس کی ہے جو ترقیٔ معکوس کرتے کرتے ایک انسان بن گیا۔ اور فکر تونسوی کہلایا، اس کے بعد اس کے ہاتھ میں قلم دے دیا گیا جس سے اس نے ہزاروں صفحے اور لاکھوں حماقتیں قلمبند کر ڈالیں جو لوگوں کو بے حد پسند آگئیں کیونکہ یہ لوگوں کی اپنی حماقتیں تھیں اور بھلا آپ کو کون پسند نہیں کرتا"

فکر تونسوی کی "اخبار پروری" کا اثر انکی تحریروں میں واضح ہے۔ انھیں "زود نویسی" سے بھی سابقہ ہے اور مذاقِ جمہور، سے بھی واسطہ تاہم وہ دل کو لگتی ہوئی کہتے ہیں اور اپنے انداز اور اپنی زبان میں کہتے ہیں "چوپٹ راجہ" میں ان کے مذاق و مزاح اور اسلوب و نگارش کی نمائندگی ہوتی ہے۔ اس میں لطف بھی موجود ہے نیز "کچھ اور گفتگو بھی"

کتاب صاف ستھری چھپی ہے اور گرد پوش پر چوپٹ راجہ براجمان ہیں۔

عبداللہ ربی بخش قادری

ارتعاش

شاعر:۔ سید شمیم گوہر

ناشر:۔ انجمن تہذیب نو، ۲۷۲ چک۔

قیمت: ۳ روپئے ۷۵ پیسے

سید شمیم گوہر ایک نئے شاعر ہیں۔ انہوں نے اپنی عمر شاعری محض ۴ سال بتائی ہے۔ اور "کچھ اپنی جانب سے" کے عنوان سے ان محرکات کی نشاندہی کی ہے جس سے انکے شوق کو نئے بال و پر ملے ہیں۔ ان سب چیزوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ گوہر صاحب نے بڑی محنت، لگن اور شوق سے تخلیق کی راہِ سفر طے کی ہے۔ اور محض ۴ سال کی مشق و مزاولت کے بھروسہ پر مجموعۂ کلام شائع کر کے بڑے حوصلے کا ثبوت دیا ہے۔

یہ ایک امر مسلمہ ہے کہ ہر شاعر اپنا تخلیقی سفر روایتی انداز سے شروع کرتا ہے۔ گوہر شمیم کی شاعری میں بھی روایت کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں۔ مگر اسی کے ساتھ ان کے یہاں انحراف و اختلاف کی جھلک بھی نظر آتی ہے اس انحراف کی بنیاد اگرچہ ان کے شعور پر ہے مگر ان کی عمر کی طرح ان کا شعور بھی دھوپ چھاؤں کی منزل سے گذر رہا ہے۔ اس لئے ایک طرف "ارتعاش" میں بعض اچھے شعر بھی ملتے ہیں جن میں کسی قدر عصری آگہی، تجربے کی شدت اور طرزِ احساس کی تازگی ملتی ہے۔ اور انھیں دیکھکر شاعر کے مستقبل سے اچھی امیدیں وابستہ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ مثلاً

بتی بجھی تو سائے اندھیرے مکان کے ÷ بیساختہ ہمارے بدن سے چمٹ گئے
شاید کسی خیال نے چونکا دیا اسے ÷ رستے کے موڑ پر وہ اچانک ٹھہر گیا

لیکن دوسری طرف انکے یہاں عروضی اغلاط، فنی کمزوریوں اور جدت کے نام پر بے ہنگم اشعار کی بہتات بھی

۱۔ اب ہوگا سب کو ہی احساس میرے مرنے کا۔ مصرع خارج از بحر ہے۔
۲۔ وگرنہ کون یہاں بات ضبط کرنے کا۔ غلط زبان لکھی ہے۔

اور اس طرح کے اشعار کی تو بہتات نظر آتی ہے۔

۱۔ چپکے چپکے ڈنڈی مارو آٹا اک دو مٹھی مارو
۲۔ اک دو سگرٹ سے کیا ہوگا انکی پوری ڈبی مارو

۴۔ دیر سے جب جاگو گی گوبر کیسے تھاپو گی۔

اگر سید شمیم گوہر جدیدیت کی منفی ہواؤں کی جگہ اس کی صالح فضاؤں میں سانس لیتے اور مجموعہ شائع کرنے سے قبل انتخاب اور سختی سے کرتے تو ان کے ناقدین کو اور خوشی ہوتی۔ پھر بھی یہ مجموعہ اس لائق ہے کہ ایک نوجوان کی حوصلہ افزائی کے لئے پڑھا جائے۔

تنویر چشتی

نیا افسانہ

مصنف۔ سید وقار عظیم
ناشر:۔ ایجوکیشنل بک ہاؤس علیگڑھ
قیمت:۔ چھ روپے

یوں تو ادبی حلقوں میں وقار عظیم کا نام محتاجِ تعارف نہیں اور خصوصًا افسانے کے فنی معیار کو پرکھنے اور اس کو تنقید کی سوئی پر چڑھانے کے معاملے میں انکا درجہ بہت بلند رہا ہے۔ اس کتاب سے قبل بھی ڈاکٹر ایک کتاب ۱۹۵۳ء میں ہمارے افسانہ نگار کے نام سے تحریر کر چکے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب دراصل اسی کتاب کا دوسرا حصہ کہی جا سکتی ہے۔ کیوں کہ اس کتاب میں انہوں نے جن افسانہ نگاروں کا تذکرہ کیا ہے انکے علاوہ اردو افسانے کی بہت سی قدآور شخصیات اس میں شامل نہیں ہیں اور یہ کمی ان دونوں کتابوں کو ملانے کے بعد بڑی حد تک دور ہو جاتی ہے۔

انہوں نے اس کتاب میں نئے اردو افسانہ کا تعارف، افسانہ پر مغرب کے اثرات اور زندگی کے پسِ منظر میں افسانے کی اہمیت اور نئے اردو افسانوں کی فنی قدروں نیز تنقیدی معیاروں سے بحث کی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ کہیں کہیں ان سے سخت غلطیاں ہو گئی ہیں۔ لیکن پھر بھی جو بات انہوں نے لکھنا چاہی ہے اس کو واضح طور پر سمجھانے میں کامیاب ہیں۔

یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ موجودہ دور میں اردو افسانہ بڑی حد تک ہماری زندگی کی بدلتی ہوئی قدروں کا عکاس ہے لیکن بھرپور طور پر جو عکاسی اس کو کرنا چاہیئے وہ نہیں ہو پا رہی ہے۔ اور اس کی بنیادی وجہ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ زندگی کی مشینی رفتار میں ادیب ایک پرزہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ پورے طور پر اپنے فن سے انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہے لیکن زندگی کے تقاضے اس کو اپنے فن سے شرطِ وفا استوار رکھنے میں کوئی تعاون نہیں کرتے۔ اس کے علاوہ افسانہ میں اعلیٰ جمالیاتی رجحان اور بین الاقوامی تصوّرات کا رونا بھی رویا جاتا ہے۔ لیکن اب اسکو کیا کیجیے کہ بدلتے ہوئے جمالیاتی رجحان اور بین الاقوامی تصوّرات بھی ہماری رفتارِ زندگی کا ساتھ نہیں نبھا پاتے۔

ان حالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے اگر افسانہ کے فن میں یا معیارِ تنقید میں کوئی جھول نظر آتا ہے تو ہمیں فن کو پرکھتے وقت ان عوامل کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہیئے۔

مذکورہ بالا چند مسائل کے علاوہ بھی چند باتوں کا عظیم صاحب نے تذکرہ کیا ہے۔ لیکن وہ چنداں اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہیں۔

اعلیٰ افسانہ نگار کے عنوان سے انہوں نے راجندر سنگھ بیدی، کرشن چندر، حیات اللہ انصاری، عصمت چغتائی، اختر انصاری، صادق الخیری، اوپندر ناتھ اشک، احمد علی، محمد حسن عسکری، سعادت حسن منٹو، احمد ندیم قاسمی، اختر اورینوی، سہیل عظیم آبادی، دیوندر ستیارتھی، اور چند اور افسانہ نگاروں کے عنوان سے غلام عباس، ممتاز مفتی، بلونت سنگھ، شفیق الرحمٰن، صدیقہ بیگم سیوہاروی اور قرۃ العین حیدر کے فن اور ان کے فنی پس منظر سے بحث کی ہے۔ انہوں نے فرداً فرداً ہر ایک کی افسانہ نگاری کا مکمل جائزہ لیا ہے۔ اس کے تمام عواقب اور عوامل نیز افسانوی ماحول کی

گہرائی میں جاتے ہوئے انہوں نے افسانہ نگار کی فنی حیثیت متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور جہاں تک انکی معلومات کا تعلق ہے انہوں نے پوری ایمانداری سے ہر ایک کے ساتھ انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے لیکن اب اس کو کیا کیجیے کہ وہ چند افسانہ نگاروں کے متعلق ایسی باتیں بھی لکھ گئے ہیں جو کسی طرح بھی اس افسانہ نگار کے یہاں موجود نہیں ہیں مثلاً دیوندر ستیارتھی کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ "جنس اور عورت کی غیر ضروری آمیزش سے قوس و قزح کے رنگوں میں ایک بھیانک کالی لکیر کھینچ رہی ہے۔ یہ کالی لکیر انکے فن کی چیز نہیں۔"

جہاں تک کالی لکیر کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بہت سی کالی لکیریں ان کی اس زیر نظر کتاب میں بھی مل جائیں گی لیکن سوال یہ ہے کہ کسی چیز کے تذکرہ کو کالی لکیر ہم اسوقت تک نہیں کہہ سکتے جب تک اس کا کوئی واضح ثبوت نہ فراہم کرلیں اور ایسی کوئی مثال عظیم صاحب نے نہیں دی ہے۔ اپنے افسانوں میں جہاں ستیارتھی نے جنس یا عورت کا ذکر کیا ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت اور حسین انداز میں کیا ہے اور ماحول نیز افسانوی تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ ستیارتھی نے جس مسائل کو بھی اپنے افسانوں میں جگہ دی ہے۔ ان میں بے حد فنکارانہ انداز ہیں۔ اسکے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح کی اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو انہوں نے کئی افسانہ نگاروں کے متعلق لکھی ہیں۔ بہر حال مجموعی طور پر وہ افسانہ نگار کے فن کا تجزیہ کرنے میں کامیاب ہیں اور یہ انکی بہت بڑی کامیابی ہے۔

انہوں نے "افسانہ تقسیم کے بعد" کے عنوان سے پاکستانی افسانہ نگاروں کا بھی مختصراً تذکرہ کیا ہے تاکہ اردو افسانہ کی تاریخ میں کوئی تشنگی نہ رہ جائے۔ لیکن یہاں پھر ان سے بھول ہوئی اور انہوں نے کئی اچھے نام فراموش کر دیئے۔

بہر حال پوری کتاب پڑھنے کے بعد وقار عظیم صاحب کی اس ۲۹۶ صفحات پر مشتمل ادبی کاوش کی داد نہ دینا یقیناً کور ذوقی ہوگی۔

افسانہ کی تاریخ، اس کا تنقیدی معیار اور موجودہ دور میں اردو افسانہ کی اہمیت ان سب مسائل پر انہوں نے اچھی بحث کی ہے۔ جو ایک ادب کے طالب علم کے لئے یقیناً کارآمد ہے۔ کتابت اور طباعت اگر اچھی نہیں تو بری بھی نہیں ہے۔ وقار عظیم کی یہ کتاب چھاپ کر ایجوکیشنل بک ہاؤس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اردو کے افسانوی لٹریچر میں یقیناً اضافہ کیا ہے۔ چھ روپیہ میں یہ کتاب نہ سستی ہے اور نہ مہنگی۔

سلمان رضوی

۱۔ روپ اور رس — کنول — قیمت: تین روپیہ

۲۔ سوندھی مٹی، بھینی خوشبو — خورشید افسر بسوانی

قیمت: دو روپیہ

اردو سماج پبلیکیشنز۔ لکھنؤ۔

اردو سماج پبلیکیشنز نے "روپ اور رس" سے اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا ہے۔ وہ جناب ڈی، این سنہا کنول کے کلام کا پہلا مجموعہ بھی ہے۔ اس مختصر مجموعے میں ۲۹ غزلیں، ۶ قطعات اور تین نظمیں شامل ہیں۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ کنول صاحب "تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل" میں سے ہیں، ان کا کلام ان کے شعری ذوق کی طرف سے توقعات پیدا کرتا ہے۔ ان کی طبیعت کا جھکاؤ غزل کی طرف نظر آتا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

ہزاروں انقلاب آئے ہیں لیکن محبت میں وہی سنجیدگی ہے

میرے ہمدم تیری یادوں کے نثار مسکرا اٹھیں میری تنہائیاں
کون ہوگا تیری زلفوں کا اسیر شہر میں اب کوئی دیوانہ نہیں

اس مجموعے میں کلام کو فارسی اور دیونا گری دونوں رسم الخط میں پیش کیا گیا ہے۔ اور ہر غزل کے صرف پانچ شعر درج ہیں

کنول صاحب کا اردو سے لگاؤ قابلِ ستائش ہے۔ اور اردو کے حق میں فالِ نیک کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہ اُن جیسے شعراء برابر اُبھر رہے ہیں۔

"سوندھی مٹی، بھینی خوشبو"، کے بارے میں سلمان عباسی صاحب" کنونیر اردو سماج کا کہنا ہے کہ" خورشید افسر صاحب کے اس مجموعہ موجودہ حالات کے پیشِ نظر صرف قومی نظموں کا انتخاب شامل ہے۔ یہ اردو کی دوسری پیش کش ہے۔ اس میں ۲۰ نظمیں شامل ہیں جس میں سے چند عنوانات یہ ہیں۔ بدری ناتھ کی سیر، محبانِ وطن سے خطاب، لہو کا اپدیش مہر وا در امن، گرو نانک، اندرا گاندھی، ابھی ہے منزل دور ساتھی،

اس طور انکے مخاطب، وطن، اہل وطن اور تقاضائے وطن ہیں۔ ان نظموں سے ان کے احساسِ قومی اور کشادگیٔ قلب و نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ بیشتر نظمیں اگرچہ ہنگامی حیثیت رکھتی ہیں۔ تاہم شاعر کے انداز ادراک کی حامل نظر آتی ہیں۔ اندرا گاندھی سے متعلق نظم کے ابتدائی چند اشعار جو کہ ان کا سراپا بیان کرتے ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو اچھا ہوتا۔ ان کی نظم "بدری ناتھ کی سیر" اپنی طرف متوجہ کرتی ہے۔ اس کے آخری دو شعر یہ ہیں :-

عقیدت رکھنے والوں کا محبت کرنے والوں کا
غرض یہ ایک مرکز ہے عبادت کرنے والوں کا
یہاں جو لوگ آتے ہیں مرادیں دل کی پاتے ہیں
یہاں صدیوں سے اربابِ عقیدت سر جھکاتے ہیں

اردو سماج کی یہ دونوں پیشکش، اس کے مقصد کی نشاندہی کرتی ہیں

اور اس کے خلوصِ کار کی آئینہ دار ہیں۔ یہ ادارہ اردو دوستوں کی پذیرائی کا مستحق ہے

عبداللہ ولی بخش قادری

اردو ڈراما

روایت اور تجربہ

مصنفہ
(ڈاکٹر) عطیہ نشاط
قیمت ۱۵ روپے
ناشر نصرت پبلشرز، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۔

اردو میں ڈراما، نئی چیز نہیں۔ مگر اعلیٰ درجہ کے ڈراموں کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ابھی تک ڈرامے کے مختلف پہلوؤں اور ادوار پر کام ہونا بھی باقی ہے۔ اس موضوع پر محمد عمر نورالٰہی کی کتاب "ناٹک ساگر"، بادشاہ حسین کی "اردو میں ڈراما نگاری" عبدالسلام خورشید کی "اردو ڈراما" ڈاکٹر صفدر آہ کی "ہندوستانی ڈراما" سید مسعود حسن رضوی ادیب کی "لکھنؤ کا شاہی اسٹیج" اور "لکھنؤ کا عوامی اسٹیج" عبدالعلیم نامی کی "اردو تھیئٹر" اسلم قریشی کی "ڈراما نگاری کا فن" اور عشرت رحمانی کی کتاب "اردو ڈرامے کا ارتقا شائع ہو چکی ہیں۔ مگر ابھی تک ڈرامے کے بعض پہلو، بعض ڈراما نگار اور بعض ادوار پر بہت کچھ لکھا جانا باقی ہے۔ ڈاکٹر عطیہ نشاط نے روایت سے ہٹ کر ڈرامے کا ایک مخصوص زاویۂ نگاہ سے مطالعہ کیا ہے اور اپنی کتاب میں ڈرامے کی روایت اور تجربے کی نوعیت نیز انحراف و انقطاع کی صورتوں کا جائزہ لیا ہے۔ اس اعتبار سے زیرِ نظر کتاب اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ فاضل مصنفہ نے کتاب کو سات ابواب اور انکے ذیلی عنوانات کے تحت تقسیم کیا ہے۔ ابتدائیہ کے علاوہ حسبِ ذیل

ابواب ہیں (۱) اردو ڈرامے کا پس منظر اور آغاز (۲) مغربی اثرات (۳) طالب بنارسی احسن اور آغا حشر وغیرہ (۴) اردو ڈرامے کا ادبی دور (۵) اردو ڈراما۔ روایت اور تجربہ (۶) جدید اردو ڈراما (۷) مجموعی تبصرہ

ڈاکٹر عطیہ نشاط نے اپنی تصنیف میں اردو ڈرامے کی تاریخ کو پیش نہیں کیا ہے" بلکہ ان اہم رجحانوں کو واضح کیا ہے جو اردو ڈرامے کے آغاز سے لیکر ابتک نمایاں ہوتے رہے ہیں اور ان رجحانوں کی مادّی بنیادوں اور ان کے اثرات کی نشاندہی کی ہے۔ اس کے علاوہ نے ڈرامے کی روایت کی چھان بین کرکے اس کی حدود کا تعین کرنے کی بھی کی ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے" اردو ڈرامے کا پس منظر او میں اپنے تصوّر روایت کو بیان کیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ" رو ان خیالات وعقائد اور رسوم کا نام ہے جو ہمارے آباؤ اجداد کے ذریعہ سے ہم تک پہونچے ہیں" ۔۔ اور ہر دور کے تجربوں میں جو تجربے قبولِ عام کی سند حاصل کر لیتے ہیں وہ روایت کا جز بن جاتے ہیں" دراصل روایت دو قسم کے عناصر پر مشتمل ہوتی ہے ۔یعنی ایک مردہ عناصر اور دوسرے زندہ عناصر ہوتے ہیں۔ مردہ عناصر خشک پتوں کی طرح ہوتے ہیں اور انکا اس کے علاوہ اور کوئی مصرف نہیں ہوتا کہ انھیں مسترد کر دیا جا جو لوگ ان عناصر سے کام لیتے ہیں وہ روایت پرست فنکار ہوتے ہیں زندہ عناصر وہ عناصر ہیں جو تخلیق کے تانے بانے میں اسی طرح شریک رہے ہیں جس طرح ہر بچے کی صورت اور سیرت میں اس کے اجداد کے نقوش اور خصوصیات مزاج شامل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ روایت کے خارجی عناصر بھی ہوتے ہیں جو ادب و شعر میں، شعری سانچوں ، ذریعۂ اظہار اور بعض بنیادی روایتوں کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ داخلی عناصر میں روایت کا وہ شعور اور مواد وہیئت کے وہ تخلیقی رشتے شامل ہیں جو

کسی تخلیق میں خون بنکر دوڑتے رہتے ہیں۔ ایلیٹ نے روایت کے اسی داخلی عنصر پر بہت زور دیا ہے۔ اور اس کو ماضی کی ماضیت اور اس کا عرفان کہا ہے۔ ڈاکٹر عطیہ نشاط بھی اس نقطہ سے آگاہ ہیں۔ انہوں نے واضح طور پر لکھا ہے کہ روایت سے

"کسی دور کے ڈرامائی اصول اور طرز مراد نہیں ہوتے بلکہ اس سے اصولوں کا وہ تسلسل مراد ہے جو ڈرامے کی روح میں جاری و ساری تھا"

انہوں نے زیرِ نظر تصنیف میں ڈرامے کے بنیادی اصولوں کے تسلسل کی نشاندہی کرکے روایت سے انحراف، انقطاع اور تبدیلیوں کی نشاندہی کی ہے۔ ڈرامے کے اصول کے تسلسل کا تعین کرنے کے لئے انہوں نے "ڈراما اور زندگی کے آئینے میں" عنوان کے تحت سنسکرت ڈرامے اور یونانی ڈرامے کے اصولوں اور خصوصیات پر دلکش بحث کی ہے۔ اس بحث سے جہاں انکے وسیع مطالعہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں انکی قوتِ نقد اور استنباطِ نتایج کی صلاحیت کا احساس بھی ہوتا ہے۔ انہوں نے ڈرامے کے فن پر بحث کرتے ہوئے (۱) قصہ (۲) کردار (۳) مرکزی خیال (۴) مکالمہ (۵) موسیقی (۶) سجاوٹ کو اس کے اجزائے ترکیبی قرار دیا ہے۔

ڈرامے میں جو عنصر سب سے زیادہ اہم ہے وہ تشویش اور تصادم کا عنصر ہے۔ جس کی وجہ سے ڈرامے میں ڈرامائیت پیدا ہوتی ہے اور وہ زندگی کے درد و داغ کی بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔ ڈاکٹر عطیہ نشاط نے اسٹیج کی ضرورتوں کے مدنظر اردو ڈراموں میں تجربوں کی نوعیت پر تجزیاتی انداز میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ عصرِ رواں کے ڈراموں کا جائزہ لے کر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ

"موجودہ دور میں سماجی مسائل ہمارے ڈرامانگاروں کا موضوع

بنے ہیں ۔ حبِ وطن ، انسان دوستی ، امن ، گھریلو الجھنیں ، اقتصادی نابرابری ، جنسی گھٹن ، بے روزگاری ، سرمایہ و محنت کی کشمکش ، سرمایہ داروں کی استحصال پسندی ، سرکاری عہدے سے غلط فائدہ اٹھانے کی کوشش ، قومی یکجہتی ، فرقہ واریت کے خلاف آواز وغیرہ کی گونج ان ڈراموں میں نظر آتی ہے ،، (ص ۳۰۲)

اور اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ

"۔ ماجی کوتاہیوں ، رکاوٹوں اور بے اعتنائیوں کے باوجود سو ، سوا سو سال میں اردو ڈرامے نے ایک روایت بھی بنائی اور پھر تجربوں کی آغوش میں اس روایت سے الگ ہو کر نئی سمتیں بھی تلاش کیں ،، (ص ۳۱۴)

اس مقالہ پر عطیہ نشاط صاحبہ کو پی ، ایچ ، ڈی کی ڈگری ملی ہے ۔ اور یہ مقالہ ڈاکٹر سید مسیح الزماں صاحب کی نگرانی میں لکھا گیا ہے ۔ ڈاکٹر مسیح الزماں صاحب اردو مرثیے اور ڈرامے پر بھرپور دسترس رکھتے ہیں انہوں نے سینکڑوں ڈرامے اسٹیج کرائے ہیں ۔ اور ڈرامے کے فن پر بہت لکھا ہے ۔ اس لئے یہ مقالہ اپنے اندر بڑی جامعیت اور بلاغت رکھتا ہے جس سے ڈاکٹر عطیہ نشاط کی ذہانت اور نگراں کی بصیرت صاف جھلکتی ہے ۔

کتاب تحقیق کے اصولوں کی روشنی میں لکھی گئی ہے ۔ حوالے میں بنیادی ماخذ کو ذیلی اور ثانوی ماخذ پر ترجیح دی گئی ہے آخر میں کتابیات بھی شامل ہے ۔ اگر اشاریہ بھی ہوتا تو کتاب اور مفید ہو جاتی ، اس کے علاوہ کہیں کہیں زبان و بیان پر نظر ثانی کی ضرورت کا احساس بھی ہوتا

ہے۔ کتاب کے آخر میں پروفیسر سید احتشام حسین، پروفیسر ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی، اور پروفیسر ڈاکٹر محمد حسن نیز ڈاکٹر سید مسیح الزماں کی رائیں درج ہیں۔ جنہوں نے اس مقالہ کو ڈراما کی تاریخ تنقید اور تحقیق میں بعض کمزوریوں کے باوجود اضافہ قرار دیا ہے۔

اس کتاب کی تیاری اور اشاعت پر نگرانِ مقالہ ڈاکٹر سید مسیح الزماں، مقالہ نگار ڈاکٹر عطیہ نشاط اور اس کے پبلیشر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ (ڈاکٹر) عنوان چشتی

ایک سو غزلیں

شاعر:۔ عتیق اللہ
قیمت ۸ روپیے
ناشر: ادارۂ پیکر۔ حمایت نگر حیدرآباد۔

عتیق اللہ ایک تعلیم یافتہ شاعر ہیں اور ان تمام اہم تبدیلیوں سے آگاہ ہیں جو ادب اور زندگی کے مختلف شعبوں میں نمودار ہو رہی ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے بعد جن شاعروں نے روایت سے شعوری طور پر انحراف کیا ہے۔ ان میں عتیق اللہ بھی شامل ہیں۔

یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ ایسی شاعری میں نہ صرف شاعر کے وجود کا احساس ہوتا ہے بلکہ اس کی آواز کا چہرہ بھی صاف طور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ان کی ایسی شاعری میں روایت سے انحراف کا عمل زبان اور مواد دونوں سطحوں پر دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس انحراف کی جڑیں روایت کے سرچشمہ تک چلی گئی ہیں۔ اس لئے اس میں روایت سے آگہی اور روشنی لینے کا احساس بھی کارفرما ہے۔ اور نئی فضاؤں کی تشکیل و تعمیر کا عرفان بھی ملتا ہے۔ مجموعی طور پر عتیق اللہ کی ایسی شاعری میں عصری آگہی، وجود کے کرب، زندگی کی برق رفتاری، احساسات کے کچلے جانے، قدروں کے زوال

خواب اور شکستِ خواب، نیز اس دور کے خوف کی نفسیات کے بہت سے عناصر یکجا ہو گئے ہیں۔ یہ یکجائی مشینی عمل کے ذریعہ نہیں بلکہ تخلیقی رنگ و آہنگ کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ وجود کے تجربے اور تخلیقی عمل کی اساس ہی انکی شاعری کو اچھی شاعری بناتی ہے۔

ہم زمینوں پہ نہیں زیرِ زمیں ہوں جیسے
ایک سناٹا رگ وپے میں اتر جاتا ہے

ہر ایک سمت ہی دیوارِ آب تھی اس کے
مگر وہ مجھ سے زیادہ مجھے پیاسا لگا

رگوں میں زہر بجھی سوئیوں کے ٹکڑے ہیں
یہ کس نے چھوڑ دیا ہے گلے لگا کے مجھے

مجھ میں خود میری عدم موجودگی شامل رہی
ورنہ اس ماحول میں جینا بڑا دشوار تھا۔

ان اشعار میں روایت کے حسن کے ساتھ، تجربے کی تازگی، نئی زبان اور طرزِ احساس کی انفرادیت کا احساس ہوتا ہے

لیکن ان کے یہاں ایسے اشعار کی بھی کمی نہیں ہے جن میں "جدتِ بے روایت" کی کرشمہ سازیاں ہیں۔ یہ کرشمہ سازیاں مواد اور ہیئت دونوں سطحوں پر نمودار ہیں، مواد کے سطح پر جنسی ربودگی، زندگی سے مایوسی، اور شکست خوردگی کا منفی احساس اور خیالی بھول بھلیوں کی صورت میں نمایاں ہیں ہیئت کی سطح پر غیر تخلیقی زبان، عروضی اور فنی خامیوں نیز زبان وبیان کی کمزوریوں کی شکل میں نمودار ہوئی ہیں۔ محض چند شعروں پر اکتفا کرتا ہوں۔

۱-	ہر ایک آدمی کچھ زہرناک ہوتا ہے	آدمی کی یٰ ساقط
۲-	میں خود کلامی سے جب اپنی باز آیا ہوں	کلامی کی یٰ ساقط
۳	اس سے ملے کچھ اس طرح حد سے گذر گئے	طرح کی حؔ ساقط

۴۔ سڑک سڑک پہ آدمی سر کے بل کھڑے ملے ۔ یہ مصرع اس بحر میں نہیں جس میں پوری غزلیں ہیں ۔

۵۔ لفظ اور معنی میں رشتہ بھی نہیں ہے کوئی معنی کی یٰ ساقط

اور اس قسم کے اشعار کی بھرمار ہے ۔ آپ بھی دیکھئے

۱۔ چھپکلی نے اپنے منہ میں داب رکھا ہے مجھے
اور میں کیڑے مکوڑوں کی طرح لاچار ہوں

۲۔ منحنی گردن میں پاؤں ڈال کر
کینچوؤں کی بھیڑ میں ، میں بھی تو تھا

اگر علیق اللہ اپنے کلام کا سختی سے انتخاب کرتے تو اپنی انفرادیت کو جلد منوا سکتے تھے ۔ امید کہ دوسرے مجموعے میں وہ زبان و بیان پر بھی توجّہ دیں گے ۔ اور اپنی شاعری کو مصنوعی جدیدیت سے بچائیں گے ۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

یادوں کے گلاب

شعری مجموعہ

سلمان عباسی

یہ مجموعہ لکھنؤ کے نوجوان شاعر سلمان عباسی کے ادبی سفر کا پہلا قدم ہے ۔ ان کے کلام میں ادبی روایات کا ایک تسلسل ملتا ہے ۔ وہ آج کی بھی ہیں اور آنے والے کل کی آواز بھی ۔

قیمت ۔ دس روپیے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب، تنقید، انشاء

نظر اور نظریے	آل احمد سرور	۶/۵۰
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی	۹/-
اشخاص و افکار	ضیاء الحسن فاروقی	۶/۵۰
تجزیے	ڈاکٹر گیان چند	۱۱/-
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمود الٰہی	۱۲/۵۰
خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں	صالحہ عابد حسین	۱۲/-
حسرت کی شاعری	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	۲/-
کاروانِ فکر	" "	۳/۷۵
اردو اسٹیج	سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰
اردو مرثیہ	سید سفارش حسین	۶/-
بکھرے ورق	سوینتی کمار چٹرجی	۳/-
پردیسی کے خطوط	مجنوں گورکھپوری	۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟	آل احمد سرور	۵/۷۵
غزل سرا (اردو)	مجنوں گورکھپوری	۶/-
نقدِ اقبال	میکش اکبرآبادی	۹/۷۵
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ	سید ضمیر حسن دہلوی	۳/-

تذکرے، سیرت و شخصیت

ہمارے ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی	۸/-
اکابرِ تعلیم	سعید انصاری	۱۲/-
تذکرۂ معاصرین	مالک رام	۱۵/-

ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں	ڈاکٹر سالم قدوائی	۱۴/-
پریم چند کے خطوط	مدن گوپال	۶/۵۰
تذکرۂ جگر	محمود علی خاں	۴/-
قلم کا مزدور	مدن گوپال	۴/-
گنجہائے گرانمایہ	رشید احمد صدیقی	۶/-
خنداں	"	(زیر طبع)
ڈاکٹر ذاکر حسین	عبداللطیف اعظمی	۵/۵۰
داستان اشک و خوں	خواجہ غلام السیدین	۱/۲۰
شرابِ کہنہ	رشید نعمانی	۳/۲۵
شہر آشوب	ڈاکٹر نعیم احمد	۷/۲۵

تاریخ۔ سیاسیات۔ روداد

مسلمان اور سیکولر ہندوستان	ڈاکٹر مشیر الحق	۴/۲۰
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد	عبدالسلام قدوائی	مجلد ۳/۷۵ غیر مجلد ۲/۷۵
اسلامی عقائد و مسائل مذہب	جلال الدین اعظمی	۴/-
مسلمان اور عصری مسائل	ڈاکٹر عابد حسین	۵/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے	مولانا جلال الدین اعظمی	۲/۲۵
تعلیمات اسلام اول۔ دوم	مولانا عبدالسلام قدوائی	۴/-
شگفتہ بیانی میری	رشید احمد صدیقی	۴/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	امام غزالی	۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان	ڈاکٹر مشیر الحق	۲/-

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ — طاہر محمود — ۴/-
کتاب کی کہانی — سید احمد حسن نقوی — ۱/۵۰
امن کا راستہ — عبدالغفار مدھولی — ۳/-
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات — سری پرکاش — ۴/-
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت — اے اے فیضی — /۵۰
تاریخ الامت (اول) — مولانا اسلم جیراجپوری — ۲/۵
" (دوم) " " ۴/-
" (سوم) " " ۲/۷۵
" (چہارم) " " ۳/۲۵
" (پنجم) " " ۳/۲۵
" (ششم) " " ۳/۲۵
" (ہفتم) " " ۲/-
" (ہشتم) " " ۳/۲۵
کچھ پرانے خط (دوم) — پنڈت جواہر لال نہرو — ۸/-
یادگار شخصیتیں " " ۵/۵۰
کشمیر پر حملہ — کرشنا مہتہ — ۲/-

سفرنامے

گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں — پیارے لال — ۵/-
عروس نیل — سلطانہ آصف فیضی — ۳/۲۵

تعلیم و تربیت

بنیادی استاد کے لیے — ڈاکٹر سلامت اللہ (زیر طبع)
جامعہ کا طریقہ — عبدالغفار مدھولی — ۲/۵۰
چند پروجیکٹ " " ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل — عبداللہ ولی بخش قادری — ۲/۵
ہم کیسے پڑھائیں — ڈاکٹر سلامت اللہ (زیر طبع)
تعلیمی خطبات — ڈاکٹر ذاکر حسین (" ")
کھیل کے ذریعے تعلیم (اول دوم) — عبدالغفار مدھولی — ۴/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " ۲/-
جامعہ کی کہانی " " ۶/-

ناول، افسانے اور خاکے

جلیس — انور کمال حسینی — ۴/۵۰
کالا شہر گورے لوگ — احسان الحق — ۵/-
اللہ میگھ دے — رضیہ سجاد ظہیر — ۶/۵۰
دلدل — ترجمہ " " ۴/۵۰
سات سال " " ۵/۲۵
اپنی اپنی صلیب — صالحہ عابد حسین — ۸/-
الجھی ڈور " " ۴/۵۰
پابہ جولاں — صغرا مہدی — ۶/-
دوسرے کنارے تک — عزیز قیسی — ۳/۵۰
زندگی کی لہر — ساؤمنگ — ۳/-
آدمی کا مقدر — ترجمہ قرۃ العین حیدر — ۱/-
آپس کے گیت " " ۲/۷۵
خیالی پلاؤ " " ۱/-
ڈنگو " " ۲/۲۵
ماں کی کھیتی " " ۲/-
یودوکیہ " " ۱/۷۵
پت جھڑ کی آواز " " ۶/-
ایک تھی انیتا — امرتا پریتم — ۳/۲۵

ب بیٹے ترجمہ انور عظیم ۵/-
غ و بہار مرتب رشید حسن خاں ۲/۷۵
یوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
ُدان " " " ۱۱/-
یدانِ عمل " " " ۸/۵۰
اردات " " " ۴/۵۰
یار کا موسم مہندر ناتھ ۳/۵۰
بنار کا پتّا سلطان آصف فیضی ۴/۲۵
شکستِ ناتمام ترجمہ زہرہ سیدین ۲/-
لّی کی شام " بلقیس جہاں ۷/۵۰
راہ عمل صالحہ عابد حسین ۷/۵۰
لاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۳/۷۵
پنے دکھ مجھے دیدو۔ راجندر سنگھ بیدی ۶/-

فسانے اور خاکے

پرندے اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۱/۵۰
بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/-
چٹانوں کا سفر رام لعل ۴/-
خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۳/۷۵
کالے صاحب اوپندر ناتھ اشک ۲/۵۰
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/-
نروان جیلانی بانو ۲/۷۵
نئی بیاری مہندر ناتھ ۲/۵۰

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۳/۷۵
جہاں آرا (اوپیرا) رفعت سروش ۴/۵۰

آنوز کا خواب قدسیہ زیدی ۴/-
جان ہار " " ۱/۳۷
آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۱/۷۵
خانہ جنگی " " ۱/۷۵
انجام " " ۱/۲۵
کھیتی " " ۱/۲۵
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دگل ۴/-
آئینۂ ایام ترجمہ خلیق احمد ۳/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۱/۷۵
کیا خوب آدمی تھا " " ۲/-
دروازے کھول دو کرشن چندر ۲/۵۰
سراج الدولہ ترجمہ اشفاق حسین ۱/۵۰
موت پر فتح جیالال ساز ۱/۲۵
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۱/۷۵

نظم

نئی نظم کا سفر مرتبہ خلیل الرحمن اعظمی ۱۰/۵۰
آتشِ گل جگر مرادآبادی ۶/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۷/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۷/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۱/۵۰
مثنوی سحرالبیان مرتب: رشید حسن خاں ۱/۷۵

بچوں کی کتابیں - مذہب

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۵۰
عقائدِ اسلام " " " -/۵۰
رسولِ پاک عبدالواحد سندھی ۱/۸۰

چار یار — الیاس احمد مجیبی — ۲/۵۰
اسی حضرتؐ — " — اردو — -/۶۵
" — " — (ہندی) — -/۶۰
پاک کہانیاں دو حصوں میں — مقبول احمد سیوہاروی — ۲/۲۵
خلفائے اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۲۵
نبیوں کے قصے — " — ۱/۲۵
مسلمان بیبیاں — اعجاز الحق قدوسی — -/۷۵
ہمارے رسولؐ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/-
ہمارے نبیؐ — سید نواب علی رضوی (اردو) — -/۷۵
" — " — (ہندی) — -/۴۰
سرکار دو عالمؐ — محمد حسین حسان — ۲/۷۵
سبیل الرشاد — " — ۱/-

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد — ۱/۷۵
دنیا کے بچے — محمد حسین حسان — ۱/-
انوکھا عجائب خانہ (دو حصے) — " — ۱/۸۰
بجلی کی کہانی — علی احمد خاں — -/۵۰
بڑا دادا کی کہانی — محمد عبدالغفار — -/۵۶
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم — ۳/۵۰
" — پنجم — ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی — -/۴۴
خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین — -/۸۵

تاریخ ہند کی کہانیاں (اول) — خجستہ سلطان — ۱/۸۰
" (دوم) — ضیاء الرحمٰن — ۱/-
" (سوم) — مشتاق احمد اعظمی — -/۸۰
" (چہارم) — " — -/۹۵
رابندر ناتھ ٹیگور — صفدر حسین — ۱/۲۵
سماجی زندگی (اول) — محمد خلیل، غلام ابرار — ۱/-
" (دوم) — " — ۱/۲۵
" (سوم) — " — ۱/۴۰
" (چہارم) — " — ۱/۲۵
سمندر کے کنارے — سلطانہ آصف فیضی — ۱/۲۰
" نیچے — " — ۲/-
قدرت کے کرشمے — ادارہ — -/۴۲
ہماری پارلیمنٹ — کیلاش چندر — ۱/۵۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ — محمد حسین حسان ندوی — ۱/-
دعوت ملا جی کی — " — -/۶۰
جیت کس کی — " — ۱/-
انصاف کا تخت — " — -/۷۵
چینی کی گڑیا — " — -/۵۰
بہادر سیاح — " — -/۶۵
چچا غالب — مرتبہ " — ۱/۷۵
تانبیل خاں — " — -/۳۰
شیر خاں — ترجمہ قرۃ العین حیدر — -/۵۰
بھیڑیے کے بچے — " — -/۵۰

…ڈھینچو کے بچے ترجمہ: قرۃ العین حیدر -/۵۰
…ری کے بچے 〃 〃 〃 -/۵۰
…در 〃 〃 〃 -/۷۵
…نے کا پنجرہ احسان الحق -/۴۵
…یب شہزادی ابرار محسن ۱/-
…ں کا سودا 〃 〃 ۱/۷۰
…ں مار خاں 〃 〃 -/۹۰
…ل کا راجہ 〃 〃 ۱/-
…نسن عبدالرحمن و چھتے ایل لاگن ۲/-
…رہ شہزادہ ناک سے بن گیا کوثر بانو -/۳۰
…ری کی عادت عبدالغفار مدھولی -/۵۰
…وٹا لڑکا 〃 〃 -/۵۰
…سمہ دار لڑکا 〃 〃 -/۵۰
…نوں کی کہانی محمد امین ۱/۷۵
…ندر کا گھر خضر برنی -/۴۵
…لی دور ہے مجیب احمد خاں -/۵۰
…ے دادا ترجمہ 〃 〃 ۱/۷۵

جیب اوراب آصف مجیب ۱/۷۵
تین کوڑیاں اقبال امروہوی ۱/۲۰
پریم کی جیت اسداللہ کاظمی -/۳۷
ترکوں کی کہانیاں مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ -/۵۵
مزہ چکھائیں گے 〃 〃 〃 -/۳۵
چھوٹی لالٹین مشتاق احمد -/۳۱
تین اناڑی عصمت چغتائی ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق -/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے ایم ندیم ۱/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر محمد معین -/۳۵
ستاروں کی سیر کرشن چندر ۱/۷۵
ڈاکو کی گرفتاری ایم ندیم -/۵۰
لال مرغی عبدالواحد سندھی -/۵۰
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں -/۶۵
ننھا ٹٹو خورشید سلطان -/۴۰
چنبیلی محمد حسین حسان -/۵۰
شیدا پروفیسر محمد مجیب -/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیشے

…معی مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
…رخاں دکان دار 〃 〃 〃 -/۳۱
…تی 〃 〃 〃 -/۳۱
…جان درزی 〃 〃 〃 -/۳۱

تانگے والا مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
حفیظ خانساماں 〃 〃 〃 -/۳۱
کلو حلوائی 〃 〃 〃 -/۳۱
عبدالرحمن راج 〃 〃 〃 -/۳۱
مرغی پالیے 〃 〃 〃 -/۵۰

نصیب خاں حجام مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱

تمدن و معاشیات

چناؤ کے بھید " " " -/۳۱
سرکاری ٹیکسوں کا راز " " -/۳۱
ضلع کی سرکار " " " -/۳۱
کارخانوں کے قانون " " -/۳۱

جھلکیاں

احمد علی " " " -/۳۱
سید سلیمان " " " -/۳۱
احمد ندیم " " " " -/۳۱
اکبر الہ آبادی " " " -/۳۱
حیات اللہ انصاری " " -/۳۱
سہیل عظیم آبادی " " -/۳۱
عبدالحق " " " " -/۳۱
میر امن " " " " -/۳۱
نذیر احمد " " " " -/۳۱

حفظان صحت

دق اور اس کا علاج " " " -/۳۱
زچہ بچہ " " " " -/۳۱
طاعون اور چیچک " " " " -/۳۱
فوری علاج (دم گھٹنا) " " " -/۳۱
" " (حادثہ) " " " -/۳۱
" " (ہڈی ٹوٹنا) " " " -/۳۱

ڈراما اور سوانح

استری دھن " " " -/۳۱
ٹھیک بات چیت کی ہے مرتبہ ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
اجمیری خواجہ " " " " -/۳۱
امیر خسرو " " " " -/۳۱
سوامی دیانند " " " " -/۳۱
غوث پاک " " " " -/۳۱
گاندھی جی (اول) " " " -/۳۱
" " (دوم) " " " " -/۳۱
گرونانک " " " " -/۳۱
مصطفےٰ کمال (دوم) " " " " -/۳۱
نظام الدین اولیاء " " " " -/۳۱
کرشن کنہیا " " " " -/۳۱

کہانیاں

کہانیاں (اول) " " " " -/۳۱
" (دوم) " " " " -/۳۱
پنچ تنتر (۱) " " " " -/۳۱
" (سوم) " " " " -/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے " " " " -/۳۷
اپنی کھیتی کو ایک چک کرو " " " " -/۳۱
پپیتے کے باغ لگائیے " " " -/۳۱
پھلوں کی کھیتی " " " -/۳۱
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " -/۳۱
جانور بھلا چنگا رہے " " " " -/۳۱
ساگ سبزی اگائیے " " " -/۳۱
کوآپریٹو فارمنگ " " " -/۳۱

کھاد بنائیے کھاد ڈالیے مرتبہ: ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۳۱/-
ہیمو، اتارہ بیر ،، ،، ،، ۳۱/-
مقدمے کی مار ،، ،، ،، ۳۱/-
تھود دھوان ہوگیا ،، ،، ،، ۳۱/-

مذھب

ابوداؤد شریف ،، ،، ،، ۳۱/-
ابن ماجہ شریف ،، ،، ،، ۳۱/-
نسائی شریف ،، ،، ،، ۳۱/-
کفن دفن ،، ،، ،، ۳۱/-

معلومات

چاند تارے ،، ،، ،، ۳۱/-
دن رات (اوّل) ،، ،، ،، ۳۱/-
،، ،، (دوم) ،، ،، ،، ۳۱/-
ہوائی جہاز (حصہ دوم) ،، ،، ۳۱/-
فٹ بال ،، ،، ،، ۳۱/-
ہلکے پھلکے کھیل ،، ،، ،، ۳۱/-

متفرق

پنجابی لوک گیت ،، ،، ،، ۳۱/-

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسّان ۵۰/-
الٹی دوا ،، ،، ۵۰/-
برف کا گھر ،، ،، ۵۰/-
ماؤ کے اپدیش ،، ،، ،، ۵۰/-
چاند ،، ،، ،، ۷۵/-
دیمک ،، ،، ،، ۸۲/-

کتنی زمین محمد حسین حسّان ۶۲/-
بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ ۵۰/-
بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر پی راج موگا ۵۰/-
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں ،، ،، ،، ۵۰/-
بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی ۵۰/-
تین سوال عبداللطیف اعظمی ۵۰/-
چونٹی کی چوٹ معین الدین ۷۵/-
چیچک مشتاق احمد ۶۲/-
موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین ۸۷/-

ھماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ ۳۵/-
،، ،، رنگین ۴۰/-
اردو کی پہلی کتاب ۵۰/-
،، ،، دوسری کتاب ۹۰/-
،، ،، تیسری کتاب ۱/۳۵
،، ،، چوتھی کتاب ۱/۵۰
،، ،، پانچویں ،، ۱/۶۷
،، ،، چھٹی ،، ۱/۷۵
،، ،، ساتویں ،، ۱/۸۲
،، ،، آٹھویں ،، ۱/۸۲

ھندی

سرل ہندی پرائمر ۲۵/-
،، ،، (اوّل) ۴۸/-
،، ،، (دوم) ۱/-

بال پریم (اوّل) -/۸۷
" " (دوم) ۱/۱۲
" " (سوم) ۱/۲۵
" " (چہارم) ۱/۲۵
نو پرچیات ۱/۶۲

حساب

جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ یاور حسین ۱/۶۵
" " (" سوم) " محمد یونس ۱/۸۰
" " (" چہارم) " ملکہ بیگم قزلباش ۲/۲۵
" " (" پنجم) " محمد یونس ۲/۲۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ محمود شرش ۲/۲۵
" " (" چہارم) " " ۲/۲۵
" " (" پنجم) " دیبا تاتھ گرد ۲/۹۰

خط کتابت اُردو کورس

پہلی کتاب -/۱
دوسری " ۱/۵۰
تیسری " -/۲

قاعدہ یَسَّرْنَا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسّرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شایع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمد للہ والدین اور معلّمین دونوں نے بہت پسند کیا۔ اظہارِ پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے بھی نوازا۔

ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ یسّرنا القرآن کا دوسرا ایڈیشن شایع ہوکر آگیا ہے
(سائز ۲۲×۲۹/۸ سفید گلیز کاغذ، آفسیٹ کی چھپائی)

بورڈ آف اسٹڈیز ان اُردو، بمبئی یونیورسٹی سے منظور شدہ

(حصّہ نثر و نظم) مرتبہ: ڈاکٹر سیدہ جعفر رعنا

آئینۂ ادب

فرسٹ ایئر آرٹس، سائنس اور کامرس کے لیے ...

(حصّہ نثر و نظم) مرتبہ: پروفیسر فصیح احمد صدیقی

انوارِ ادب

انٹر میڈیٹ آرٹس، سائنس اور کامرس کے

مینجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دِلّی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ
ایک روپیہ

مئی ۱۹۷۴ع
جلد ۱۵ شمارہ ۵
سالانہ
تین روپے
فی پرچہ
۳۰ پیسے

اشاریہ

یکم مارچ کو ڈاکٹر سید عابد حسین قبلہ کی خدمت میں اُن کی ۸۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ملک کے نامور ادیبوں، علماء اور دانش وروں نے ایک حسین اور معیاری مجموعۂ مضامین پیش کر کے موصوف کی پچاس سالہ علمی اور ادبی خدمات کا اعتراف کیا۔ علم و ادب کی دنیا میں عابد صاحب کا جو مقام ہے اس کا اندازہ مجلسِ ندرِ عابد کے ارکان سے لگایا جا سکتا ہے جس میں کرنل بشیر حسین زیدی، پروفیسر آل احمد سرور، حکیم عبدالحمید، پروفیسر رشید احمد صدیقی پروفیسر مسعود حسین خاں، پروفیسر محمد مجیب، ڈاکٹر رفیق ذکریا، مالک رام وغیرہ کے دانشوروں کے ساتھ ڈاکٹر سنیتی کمار چٹرجی، ڈاکٹر ہزاری پرشاد دویدی، پربھاکر ماچوے، ڈاکٹر سروپ سنگھ، شری خوشونت سنگھ۔ جیسے غیر زبانوں کے ادیب بھی شامل ہیں۔

...یب کی صدارت، ساہتیہ اکادمی کے صدر ڈاکٹر سونیتی کمار چٹرجی نے ...ت زور دار الفاظ میں عابد صاحب کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے ...کہا کہ عمر کی اس منزل پر بھی عابد صاحب خاموش نہیں ہوئے اور ...ر شغف کے ساتھ علمی و ادبی خدمت میں مصروف ہیں۔

نذرِ عابد کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک کے چوٹی کے ادیبوں کی تخلیقات کا یہ حسین گلدستہ بلاشبہ عابد صاحب کے شایانِ شایان ہے اور اس کی ترتیب و تدوین میں مالک رام صاحب نے ایسی ہی دلسوزی سے کام لیا ہے جیسی کہ ان سے توقع تھی۔ وہ ہماری مبارکباد کے بہرحال مستحق ہیں۔

امسال اتر پردیش اُردو اکادمی نے ۱۹۷۳ء میں شایع ہونے والی ۹۱ کتابوں پر ان کے مصنفین کو انعامات عطا کیے۔ ہم ان تمام حضرات کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ جنھیں انعام سے نوازا گیا ہے۔ خصوصیت سے ان حضرات کو جن کی کتابیں مکتبہ جامعہ سے شایع یا طبع ہوئیں۔ ان میں پروفیسر آل احمد سرور (نظر اور نظریے)۔ رفعت سروش (جہاں آرا) رضیہ سجاد ظہیر (اللہ میگھ دے) صالحہ عابد حسین (خواتین کربلا، کلام انیس کے آئینے میں) ضیاء احمد فاروقی (اشخاص و افکار) ڈاکٹر مشیر الحق (مسلمان اور سیکولر ہندوستان) ڈاکٹر سالم قدوائی (ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں) اور محمد حسین حسان (ایڈیٹر پیام تعلیم (انعامی مقابلے)۔ یہ کتابیں مکتبہ جامعہ کی مطبوعہ ہیں۔ ان کے علاوہ ڈاکٹر گیان چند (لسانی مطالعے)، پیسے کی کہانی (غلام اور فاطمہ کی بکری (اطہر پرویز) ترقی اردو بورڈ اور نیشنل بک ٹرسٹ نے مکتبہ جامعہ کے توسط سے شایع کیں۔

اسلام کی اخلاقی تعلیمات (رشید الوحیدی) کے ناشر ڈاکٹر ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ، جامعہ ملیہ اور اکابرِ تعلیم (سعید انصاری) جامعہ ملیہ اسلامیہ کی مطبوعات ہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ اربابِ اکاڈمی نے ہمارے اس مشورے کو قابلِ قبول سمجھا کہ ناشرین کی ہمت افزائی بھی کی جانی چاہیے۔ چنانچہ اس بار دو ناشرین کو بھی نوازا گیا ہے۔ مزید خوشی اس کی ہے کہ دو انعاموں میں سے دو ہزار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی تازہ مطبوعات

وہ صورتیں الٰہی

مالک رام

اس مجموعے میں مندرجہ ذیل اصحاب:
غالب، سائل دہلوی، صدر یار جنگ، سید سلیمان ندوی، برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی، یگانہ چنگیزی، جگر مراد آبادی، نیاز اور نیاز مند، نیاز فتحپوری، اور غلام رسول مہر کی زندگی کے وہ نقوش اور کردار کے وہ پہلو محفوظ کر دیے گئے ہیں جن تک ان کے سوانح نگار کی آسانی سے دسترس نہیں ہو سکتی۔ ان مضامین سے مندرجہ بالا اصحاب کے کردار کی تشکیل و تکمیل میں یقیناً بہت مدد ملے گی۔

قیمت: دس روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور اہم کتاب

مسرّت سے بصیرت تک

آل احمد سرور

شاعری کی مُسرت اور اس کے نتیجے میں بصیرت، بڑا مرتب ذہن، بڑی غایر نظر اور بڑا احساس مزاج چاہتی ہے۔ ناداں لوگ کلیوں پر قناعت کر لیتے ہیں۔ حالانکہ "گلشن میں تنگیٔ داماں" کا علاج بھی ہے۔

اگر ہم اپنے پورے شعری سرمایے پر غور سے نظر ڈالیں تو تمھیں اس کے رنگا رنگ حسن، اس گہرائی، اور اس کے بدلتے رہنے کے باوجود اپنے منصب سے وفادار رہنے کا احساس ہو جائے گا اور یہ ہمیشہ مسرت بھی رہے گا۔ اور بصیرت بھی۔

یہ مجموعۂ مضامین اسی مسرت اور بصیرت کی طرف متوجہ کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔

قیمت: بارہ روپے پچاس پیسے

جامعہ کے آخری مجاہد کی وفات

۸- اپریل ۷۴ء ۱۹ کو ہولی فیملی اسپتال دہلی میں رات کے تین بجے جامعہ ملیہ کے آخری مجاہد، الحاج مولوی ارشاد الحق نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ صبح ہوتے ہوتے یہ خبر جامعہ کے گھر گھر میں پہنچ گئی اور ساری فضا سوگوار نظر آنے لگی۔ دوپہر کو ڈاکٹر انصاری مرحوم کے مقبرے کے قریب اُن کے دوستوں، رفیقوں، عزیزوں، شاگردوں اور عقیدتمندوں نے جو عمر، منصب، تعلق کے فرق کے باوجود احساسِ غم میں یکساں طور پر شریک نظر آتے تھے، انھیں سپردِ خاک کیا۔

ارشاد صاحب مرحوم نے جامعہ سے ایسا عہدِ وفا باندھا کہ اپنی نوجوانی، جوانی، بڑھاپا سب کچھ اُس پر نثار کر دیا۔ وفاداری اور وضع داری کی ایسی مثالیں شاذ ہی ملتی ہیں۔ ۱۹۲۰ء کی بات ہے کہ علی گڑھ کالج کے چند طلبہ نے مرادآباد کے ایک جلسے میں شریک ہو کر اپنے ساتھیوں کی طرف سے خلافت اور کانگریس کے رہنماؤں کو علی گڑھ تشریف لانے اور اپنے خیالات سے مستفید فرمانے کی درخواست کی۔ یہ عدم تعاون کی تحریک کا زمانہ تھا۔ اس وقت ہندوستان کی روحِ حریت بیدار ہو رہی تھی اور سیاسی زندگی میں ہلچل شروع ہو چکی تھی۔ ان چند مدعو کرنے والے طلبا میں سے ایک ارشاد صاحب بھی تھے۔ وہ اُس وقت قانون کے طالب علم تھے۔ اس دعوت کے نتیجے میں مولانا محمد علی اور گاندھی جی جیسے اکابرینِ ملت و قوم علی گڑھ پہنچے اور انجامِ کار ۲۹۔ اکتوبر ۲۰ء ۱۹ کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کا قیام عمل میں آیا اور وہ اس طرح کہ علی گڑھ کالج کے چند طلبہ اور اساتذہ نے مولانا محمد علیؒ کی قیادت میں علی گڑھ کالج کو خیرباد کہہ کر ایک قومی تعلیمی ادارے کی تشکیل کی۔ اس مختصر مگر مقتدر تارکاتِ علی گڑھ کالج اور بانیانِ جامعہ کے کارواں میں ارشاد صاحب

بھی شامل تھے۔ انھوں نے جامعہ کے طالب علم بننے کی سعادت بھی حاصل کی۔ اور انھیں ایک اُستاد بننے کا بھی شرف نصیب ہوا۔ پانچ سال بعد جامعہ کو علی گڑھ سے دہلی منتقل کرنا پڑا۔ اس وقت چند ہی ایسے گرفتارانِ محبت نکلے جو اسیرانِ زلفِ جامعہ کی حیثیت سے دہلی آئے ہوں۔ لیکن ان بلاکشانِ محبت میں ایک ارشاد صاحب بھی تھے۔ اہلِ جامعہ کے لیے دہلی میں آغازِ قیام، بڑا صبر آزما مرحلہ تھا۔ لہٰذا چارو ناچار مشورہ ہونے لگا کہ جامعہ کو بند کر دیا جائے۔ مگر چند اساتذہ اس فیصلے پر مانع آئے اور انھوں نے اپنے رفیق و ہمدم ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب مرحوم کو بھی صورتِ حال سے مطلع کیا۔ جو اس وقت جرمنی میں مقیم تھے۔ ذاکر صاحب نے اپنے آنے کی فوراً ہی اطلاع دی اور اپنی واپسی تک جامعہ کو بند نہ کرنے کی درخواست بھی کی۔ بہت کم لوگوں کو اس کا علم ہوگا کہ یہ کارروائی کرنے والوں میں ارشاد صاحب پیش پیش تھے۔ ذاکر صاحب تو تارکانِ علی گڑھ اور بانیانِ جامعہ میں سے ہی تھے لیکن وہ اپنے ہمراہ جامعہ کے دو نئے شیدائی پروفیسر محمد مجیب اور ڈاکٹر سیّد عابد حسین بھی لائے ان تینوں صاحبان اور ارشاد صاحب جیسے اساتذہ نے مل کر جامعہ کا احیا کیا اور حیاتی آراکین کی انجمن بنائی جس نے جامعہ چلانے کی ذمہ داری قبول کی۔

جامعہ کے دہلی آنے کے بعد ارشاد صاحب کے ذمے جامعہ کے دارالاقامہ خاکسار منزل، کی اتالیقی اور مدرسہ ثانوی کی معلمی آئی اس زمانے کا یہ دارالاقامہ جامعہ کی مختصر سی بساط پر بڑی اہمیت رکھتا تھا اور ارشاد صاحب اپنی نفاست، یگانگت، خدمت اور مشغولیت کی بدولت ایک منفرد شخصیت کے مالک قرار پا گئے تھے۔ رفتہ رفتہ جامعہ کے کاموں میں وسعت پیدا ہونا شروع ہوئی اور اس کا مستقر قرول باغ سے اوکھلا قرار پاگیا اور جامعہ نگر کے نام سے اس کی اپنی بستی بسنی شروع ہوگئی ارشاد صاحب نے اس نئی بستی کی ضرورتوں اور اپنی طبیعت کے تقاضوں کے پیش نظر رہائش بلدہ کے امور میں دلچسپی لینی شروع کی ۱۹۴۲ء میں انھیں اس نئے شعبے رہائش بلدہ کا ناظم مقرر کیا گیا۔ وہ اپنے تربیتی، تدریسی، مشاغل کے

ساتھ اس تنظیمی ذمہ داری کو بھی نبھانے لگے۔ دو سال بعد انھیں جامعہ کا مسجّل بھی مقرر کر دیا گیا۔ دو ایک سال بعد دوسری ذمہ داریاں ترک کر کے کلیتاً مسجّل کے فرائض کی ادائیگی میں منہمک ہو گئے اور ۱۹۶۲ء میں ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ کر اس عہدے سے سبک دوشی حاصل کی۔

اور اس طرح وہ عملی اور باضابطہ خدمت جامعہ سے عہدہ برآ ہوئے۔ اس زمانے میں انھوں نے نہ صرف دفتر مسجّل کے اوراقِ پریشان کی شیرازہ بندی کی بلکہ اسے ایک اعلیٰ تعلیمی ادارے کی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے قابل بھی بنایا۔ اپنی خدمت کے آخری بیس سال انھوں نے نہایت خاموشی مگر مستعدی کے ساتھ گزارے اس زمانے میں جامعہ کے اندر بڑی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں اور زمانے کے آداب بدلے مگر ارشاد صاحب کی روش میں کوئی فرق نہ آیا۔ اور انھیں ایک کم آمیز اور کم گو مگر خلیق و شفیق بزرگ کی حیثیت سے سب کی تعظیم برابر حاصل رہی۔

ارشاد صاحب نے اپنے عہدے کی ذمہ داریوں کو نہایت خوش اسلوبی اور خلوصِ کار کے ساتھ نبھایا مگر اس کی اہمیت اور حیثیت کو نہ کبھی جتایا اور نہ اسے اپنا طرۂ امتیاز بنایا۔ ان کے یہاں انکساری اور قناعت تھی۔ مقصد کی حرارت تھی اور خلوصِ کار تھا۔ ان کے اندر دینداری کی پائیداری پائی جاتی تھی اور وطن پرستی کی سرشاری۔ جامعہ کی افق پر جو پہلی کہکشاں جگمگائی تھی۔ اس کے آخری ستارے مولوی ارشاد الحق تھے اب نہ اس کا کوئی تاسیسی فرزند باقی ہے اور نہ تاسیسی استاد۔

یوں تو ارشاد صاحب کی وفات، تمام اہلِ جامعہ کا مشترک غم ہے تاہم اُن کے فرزندان اور دختران اور دیگر اعزا کو جو صدمہ قدرتی طور پر پہنچا ہے وہ سب سے بڑھ کر ہے۔ ادارہ کتاب نما سب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور خدا سے دست بدعا ہے کہ سب کو صبر عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

ارشاد صاحب کی یاد اہلِ جامعہ کو برابر آتی رہے گی اور جب کبھی ایثار و قربانی، خاموش خدمت اور لگن کی بات آئے گی اُن کی یاد اور زیادہ ستائے گی۔ خدا اُن کے تمام عقیدت مندوں کو توفیق عطا فرمائے کہ جامعہ کی خدمت میں اُن کی زندگی کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں۔ (ادارہ)

بقیہ اشاریہ صہ ۷ سے

پہلے انعام کا مستحق مکتبہ جامعہ کو قرار دیا گیا اور ایک ہزار کا دوسرا انعام نسیم بکڈپو لکھنؤ کو عطا ہوا۔

ہم اس فیصلہ پر اُردو اکادمی کی خدمت میں ہدیہ تشکر اور نسیم بکڈپو کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ پچھلے نومبر میں حکومت ہند کے انعامی مقابلے میں بچوں کی بہترین کتاب کے طابع ہونے کی حیثیت سے مکتبہ جامعہ کو دوسرا نیشنل ایوارڈ مل چکا ہے۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ سرکاری سطح پر مکتبہ جامعہ کی پچاس سالہ اشاعتی کارکردگی کا اعتراف کیا گیا ہے۔ مکتبہ جامعہ نے فیصلہ کیا ہے کہ انعام کی یہ رقم کارکنان مکتبہ بشمول کاتبان و پریس میں تقسیم کر دی جائے۔

مکتبہ جامعہ لمٹیڈ کی ایک اور نئی کتاب

دینِ الٰہی اور اُس کا پس منظر

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

اس مقالے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے استاد تاریخ پروفیسر محمد اسلم کی کتاب "دین الٰہی" پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بدایونی کے بیانات، اکبر، شیخ مبارک، فیضی اور ابوالفضل کے بعض خیالات اور حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے موقف پر بڑی صراحت سے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اس لحاظ سے بھی قابلِ مطالعہ ہے کہ اس میں جدید تحقیقی خصوصیت کے ساتھ اس سچّے مذہبی رجحان کی ترجمانی ہے جس سے زندگی میں معنویت اور مقصدیت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی خدمت در حقیقت خدا کی عبادت ہے۔

قیمت: چار روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نہایت اہم کتاب

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

راجندر سنگھ بیدی

اس مجموعے میں بیدی صاحب کے مندرجۂ ذیل بہترین افسانے شامل ہیں۔ ہاتھ ہمارے قلم ہوئے "صرف ایک سگریٹ"، کلیانی، مِتھن، باری کا بخار، سونفیا، وہ بڈھا، جنازہ کہاں ہے؟ تعطّل اور آئینے کے سامنے،

افسانوی ادب میں ایک اہم اضافہ۔

قیمت: دس روپے

حاصلِ مطالعہ

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

"ہندوستانی مفسرین اور انکی عربی تفسیریں" جسے مکتبہ جامعہ دہلی
نے شائع کیا ہے۔ ہمارے محترم دوست الحاج مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی
ابق ناظم دینیات جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے فرزند رشید ڈاکٹر محمد سالم
روائی ندوی، جامعی اور علیگ کی تھیسیس ہے۔ جو عزیز موصوف نے ڈاکٹر
بد العلیم سابق استاذ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کی نگرانی میں تالیف کی، اور
سلم یونیورسٹی سے پی ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی، ڈاکٹر سالم قدوائی ہماری
ن علمی بارگاہوں کے فیضیافتہ ہیں یعنی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ جامعہ
لیہ اسلامیہ دہلی اور مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ یہ اور ایسی چیزیں دیکھکر خوشی
وتی ہے کہ الحمد ہمارے نوجوان علم وفن کی وادیوں میں آگے بڑھ رہے
یں اور علمی دنیا میں امتیاز حاصل کر رہے ہیں۔ گو سب کے نتائج، فکر وتلاش
یکسے نہیں اور ہو بھی نہیں سکتے۔ کچھ لوگ اردو شعر وشاعری کے متعلقات
یں مصروفیت ہی کو کمالِ علم وفن خیال کرتے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو
علم وادب کی اور سنگلاخ وادیوں میں جادہ پائی میں سرگرم سفر ہیں۔ کچھ ایسے
بھی ہیں جو دوسری راہیں تلاش کر رہے ہیں۔ محنت طلب اور صبر آزما علمی عقدہ
کشائیوں میں سرگرم نوجوانوں میں ہمارے نوجوان فاضل ڈاکٹر محمد سالم قدوائی
بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنے ملک ہندوستان میں گذشتہ آٹھ دس صدیوں میں
معلوم ونامعلوم عربی زبان میں لکھی گئی قرآنِ حکیم کی تفسیروں کا کھوج لگایا
ان پر تبصرہ کیا۔ اور مختصراً ان علماء سے روشناس کرایا جن کی شہرت کا چہرہ
صدیوں کی دبیز نقاب کے نیچے چھپا ہوا تھا۔

ھندوستانی مفسرین کی عربی تفسیرات قرآنی کی فہرست دیکھکر ہماری روح ہندوستانیت ایک خاص قسم کا سرور اور فخر محسوس کرتی ہے۔ کہ الحمدللہ ہمارے ملک کے اہل علم وفضل اور اہل دل علماء نے نہ صرف اپنی زبان میں اپنے اہل وطن کو خدا کا پیغام پہونچایا۔ بلکہ خدا کے فضل سے قرآن حکیم کی زبان عربی میں اہل زبان عربوں اور غیر عرب عربی دانوں تک اسمانی بشارت پہونچانے کی مسلسل کوششیں جاری رکھیں۔ کتاب کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ خدمت قرآن میں اہل گجرات کا حصہ نمایاں ہے۔ اور ڈاکٹر سالم نے معلوم تفاسیر کے محاسن ونصائص کے تعارف میں نہ بخل سے کام لیا ہے نہ مبالغہ سے۔

نوجوان ڈاکٹر نے کتاب کے پیش لفظ میں تفسیروں، مفسروں اور محولہ کتابوں کی فہرستوں کے علاوہ اصل کتاب کو ذیل کے پانچ بابوں پر ترتیب دیا ہے

پہلا باب:۔ مکمل تفسیریں جن کی تعداد سولہ[۱۶] ہے دوسرا باب:۔ اجزاء قرآن کی تفسیریں، ایلیس[۱۹] تیسرا باب:۔ تفسیروں کے حواشی اور شرحیں سولہ[۱۶]۔ چوتھا باب: وہ کتابیں جن میں متعلقات قرآن مجید سے بحث ہے بتلیس[۳۳]۔ پانچویں باب میں ان دس کتابوں کا تذکرہ ہے جن کے نسخے انڈیا آفس لندن میں موجود ہیں اور ایسے ترپن[۵۳] علماء اور بزرگوں کے حالات اور ان کی کتابوں کا ذکر کتابوں میں تو آیا ہے مگر ان کے نسخے نایاب ہیں

ڈاکٹر سالم نے بعض ایسی تفسیروں کا بھی پتہ لگایا ہے جن کے متعلق ابھی تک یہی مشہور تھا کہ وہ نایاب ہیں اور اسی سلسلہ میں اپنے سے پہلے ہندوستان میں عربی ادب پر کام کرنے والے ایک آدھ عالم و محقق کی فراہم کردہ اطلاعات کی تصحیح بھی کی ہے چنانچہ اس ضمن میں دو ایک جگہ ڈاکٹر زبیر احمد صاحب کا نام آگیا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ جہاں ... [illegible]

دیکھ بھال کر کی ہے۔ بعض کتابوں کے بعض اندراجات سے آپکو اختلاف
ہے۔ اس اختلاف کو خوبصورتی سے ظاہر تو کیا ہے مگر نہ اس طرح کہ اختلاف
علمی جنگ اور رد وقدح کا میدان بن جائے۔ پیشِ نظر کتاب کی خوبیوں کے
بیان میں بخل سے کام نہیں لیا۔ مصنف کسی خیال کا بھی ہو۔ اس کی جو بات قابلِ
داد ہے اس کی واجبی داد ضروری ہے۔ اسی کے ساتھ علماء کسی مسلک کے
ہوں انکے تعارف میں انہی الفاظ سے یاد کیا ہے (جن سے عموماً وہ مشہور ہیں)
تا کہ گذشتہ صدی ؁ کے آخر اور قرنِ حاضر کے ابتدائی دور کے ہندوستانی مسلم
علماء ہی نہیں بلکہ بحیثیتِ مجموعی عالمِ اسلام کے سب سے بڑے اہلِ قلم اور قاسمِ
علوم و معارف علامۂ دوراں جن کی عربی تفسیر اور متعدد متعلقاتِ قرآن عربی
کتابوں کا زیرِ تبصرہ کتاب میں بحسن و خوبی تذکرہ آیا ہے ان کا جہاں بھی ذکر آیا ہے
تو صرف "نواب" کے سابقہ کے ساتھ ہی آیا ہے۔ یعنی حضرت علامہ صدیق بن
حسن بن علی قنوجی ثم بھوپالی مرحوم و مغفور۔ حالانکہ انگریزوں کے دیئے ہوئے
خطابِ نوابی و والاجاہی سے ان کی ذاتِ بلند کو کوئی شرف حاصل نہ ہوا تھا بلکہ خود
ان خطابوں کا شرف تھا کہ صدیق حسن کے نام سے انہیں شرفِ نسبت حاصل ہو گیا
تھا۔ ڈاکٹر سالم نے بعض خادمانِ قرآنِ حکیم پر بے خبروں یا عداوت پیشہ معاصروں
کے لگائے ہوئے الزامات سے انہیں بری ثابت کیا ہے۔ مثلاً حکیم ابوالفیض فیضی اور
انکے والد ماجد حضرت ملا مبارک کے متعلق ملا عبدالقادر بدایونی نے کیا کچھ بدگمانیاں
اور غلط بیانیاں نہیں پھیلائی تھیں۔ ڈاکٹر سالم نے باپ بیٹے ؓ کی تفسیروں پر دل
کھول کر گفتگو کی ہے اور انصاف سے کام لیا ہے۔ اور مظلوم فیضی کی روحانی جراحتوں
پر انصاف کا پھایا رکھا ہے۔ اور اپنے مشاہدہ اور مطالعہ کے نتائج کی تائید میں علامہ
شبلی رحمۃ اللہ علیہ اور مناظر احسن گیلانی مرحوم کے بیانات کو پیش کیا ہے اور
بتایا ہے کہ بعض حیثیتوں سے فیضی کا مقام کس قدر بلند ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب میں
فیضی مرحوم کے تذکرہ میں مرحوم ملا بدیونی کا معاندانہ بیان نقل ہونے میں ایک
لفظ غلط چھپ گیا ہے یعنی اس کتاب کے ص۱۶۱ پر جو لفظ "خباثت" چھپا ہے درست
نہیں، بدایونی مرحوم کے محولہ کتاب میں یہ لفظ "خباثت" ہے اور معنوں کا فرق ظاہر ہے

حکیم فیضی مرحوم کے والد بزرگوار علامہ شیخ مبارک بن خضر ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر کے متعلق عام طور پر برمشہور رہے کہ گم ہے لیکن ہمارے نوجوان سال فاضل ڈاکٹر سالم نے اس کا کھوج لگا کر بتایا کہ شیخ مبارک مرحوم کی تفسیر "منبع عیون المعانی و مطلع شموس المثانی" پانچ ضخیم جلدوں میں سید نقی صاحب مرحوم (لکھنؤ) کے کتب خانہ میں موجود ہے (صـ۵۳) اور اسی صفحہ کے حاشیہ میں لکھا کہ

> "غالباً اس کی چھ جلدیں تھیں اس لئے کہ موجودہ چوتھی جلد سورۂ کہف پر ختم ہوئی ہے۔ اور پانچویں سورۂ یٰسین سے شروع ہوتی ہے یعنی سورۂ مریم سے سورۂ یٰسین تک سورتوں کی تفسیر کا پتہ نہیں چلتا، ممکن ہے ضائع ہوگئی ہو۔"

تفسیر کا یہ نسخہ جو شیخ مبارک کی طرف منسوب ہے اس کا حال اوپر مذکور ہوا۔ مگر ملا عبدالقادر بدایونی مرحوم نے اپنی کتاب منتخب التواریخ کی جلد ۳ صـ۷۳ پر تفسیر مبارک کی تصریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ چار جلدوں میں تھی۔ اور ہمارے لیئے دونوں نسخے شنید ہیں دید نہیں۔ حقیقت خدا جانے۔ دورانِ تحقیق و مطالعہ میں ڈاکٹر سالم کو قرآنِ حکیم کی ہندوستانی اہل فضل کی عربی تفسیروں کے مطلوبہ و غیر مطلوبہ نسخے جو بھی ملے ہیں۔ جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا۔ ان کے مشمولات پر جہاں بھی ضرورت محسوس کی مناسب طور پر اظہارِ خیال ضرور کیا ہے۔ کہیں مفصّل کہیں مختصر۔ چونکہ کتاب اردو میں ہے اور اردو دانوں کے لیئے ہے اس خیال کے پیشِ نظر دورانِ بحث میں کتابِ مذکورہ کی جب بھی اصل عبارت نقل کی ہے (اِلّا ماشاء اللہ) تو اس کا ترجمہ بھی دیا ہے اور افادہ کی یہی صورت مناسب بھی ہے۔ اس کے برخلاف عموماً ہمارے علمائے کرام میں اکثر و بیشتر یہ رواج عام ہے کہ کتاب تو اردو میں لکھتے ہیں اور کسی مبحث میں اپنی بات واضح کرنے یا منوانے کے لیئے کسی عربی کتاب کا حوالہ دے کر اس کی متعلقہ عبارت بلا ترجمہ نقل کر دیتے ہیں۔ یہ طریق غریب اردو داں کے لیے چیستاں سے کم نہیں ہوتا حالانکہ اگر عربی عبارت کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی ہو تو پڑھنے والے کو مضمون کے سمجھنے میں یقیناً آسانی ہوتی ہے اور

ہی واضح ہوجاتا ہے کہ مصنف کا مدعا کہاں تک اس سے ثابت ہوا۔ بعض اوقات عربی عبارتِ منقولہ کا بالمقابل ترجمہ سامنے آنے سے شاذ و عربی دانوں یا عربی کی شد بُد رکھنے والوں کو ایسا بھی محسوس ہوا ہے کہ اصل عبارت کے ترجمہ میں کسی قدر کمی بیشی ہوگئی ہے

میں نے کہا کہ ڈاکٹر سالم نے بعض تفسیروں کے بیانات پر لبساط کتاب، کو دیکھتے ہوئے خاصی مفصل گفتگو کی ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی رح کی تفسیر "نظام القرآن وتاویل الفرقان" ص۱۴۲ (جو مکمل نہ ہوسکی) کا اصل مسودہ سرائے میر میں غیر مطبوعہ موجود ہے۔ البتہ چند چھوٹی چھوٹی سورتوں کی تفسیر الگ الگ شکل میں شایع بھی ہوچکی ہے۔ ڈاکٹر سالم نے اس کتاب کی خوبیوں پر خاصی لمبی بحث کی ہے۔ اسی طرح مولانا عماد الدین عبد النبی اکبر آبادی (متوفی سنہ ۱۰۲۱ھ) کی تفسیر "دستور المفسرین" کے متعلق ص۲۱۷ سے ص۲۲۵ تک بحث کو پھیلایا ہے۔ مصنف علام نے قرآنِ حکیم میں ناسخ ومنسوخ کے موضوع سے خاص اعتنا کیا ہے۔ علامہ اکبر آبادی نے اپنی تفسیر میں نسخ کی چار قسمیں بتائی ہیں یعنی:۔ اوّل کتاب کا نسخ، کتاب سے۔ دوم کتاب کا نسخ سنت سے۔ سوم سنت کا نسخ سنت سے۔ چہارم سنت کا نسخ کتاب سے۔ یہ چاروں نسخ معلوم و مشہور ہیں۔ تبصرہ نگار چاروں قسم کے نسخوں میں سے دوسری قسم کے نسخوں پر حیران ہے۔ ظاہر ہے کہ کتاب خدا کا کلام ہے اور خدا کے رسول کی طرف کوئی منسوب عمل یا سنت خدا کے کلام کی ضد یا اس کا ناسخ نہیں ہوسکتا۔ خدا کے کلام پر ایمان دیقین ہے۔ اس لیے کہ وہ قطعی ویقینی ہے اور خدا کے رسول کی طرف منسوب کسی "فعل" یا "سنت" میں راویوں کا ایک لمبا سلسلہ حائل ہے جس پر کئی طریقوں سے بحث ہوسکتی ہے۔ اس لیے کسی ایسے ظنی علم یا خبر کی بنا پر کسی یقینی علم کو منسوخ نہیں سمجھا جاسکتا۔

بہرحال ڈاکٹر سالم مفسروں کے خیالات دبیانات نقل کررہے ہیں۔ ان مسائل کی صحت وعدم صحت سے بحث انکے مقصد تالیف کو دخل نہیں۔ مسائل مختلفہ پر بحث ان کا کام ہے جو ان مسائل ومباحث سے دوچار ہوتے ہیں۔

"ڈاکٹر سالم سلمہٗ نے حضرت علامہ" نواب" سید محمد صدیق حسن خاں قنوجی ثم بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصّل تفسیر" فتح البیان فی مقاصد القرآن" (جو نہایت ضخیم دس جلدوں پر مشتمل ہے) اور دوسری کتاب متعلقاتِ قرآن کے سلسلہ میں "نیل المرام من آیات الاحکام" کی اہمیت اور افادیت کا اچھی طرح ذکر کیا ہے۔ میرے علم و یقین کے مطابق حضرت علامہ سید صدیق حسن خاں مرحوم کی ہستی ہندوستان میں ذخائرِ علم و معارفِ اسلامی کی جمع آوری وسیع پیمانے پر اشاعت کی مسلسل متنوع کوششوں کے باعث آیۃ" من آیات اللہ تھی۔ علیا حضرت نواب شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال مرحومہ مغفورہ سے سلسلۂ مناکحت میں منسلک ہونے اور خطابات نوابی و والاجاہی وغیرہ سے مخاطب ہونے سے بہت پہلے حضرت علامہ سید صدیق حسن نے حضرت امام ابن حجر عسقلانی کی مرتبہ و مولفہ کتاب" بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام" کی مفصل شرح فارسی زبان میں" مسک الختام" کے نام سے ۱۲۷۶ھ میں لکھی۔ جس کا شاہ جہانی پریس بھوپال کا مطبوعہ نسخہ اس وقت میرے سامنے ہے۔ اور جس کی ضخامت کم و بیش ڈیڑھ ہزار صفحات ہے اور جس کے صفحے میں ۲۲ سطریں اور ہر سطر میں کم و بیش ۱۹ لفظ ہیں۔ ذاتی صرف سے جذبۂ خدمتِ دین سے شایع کی تھی۔ مسک الختام کہنے کو حدیث کی ایک مختصر سی مفصّل شرح ہے لیکن اگر بہ ادنی توجہ دیکھا جائے تو بے شائبۂ مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ گویا علومِ شرعیہ و حدیثیہ کا پورا کتب خانہ ہے۔ جو اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے اور والیہ بھوپال شاہ جہاں بیگم رشتۂ مزاوجت کے بعد تو یہ ظہور میں آیا کہ علومِ قرآنی و حدیث و فقہ الحدیث اور احسان و عرفان و ادب کے کارناموں کی اشاعت سے سابق" دارالاقبال" بھوپال کا نام علمی دنیا میں گونجنے لگا اور ہندوستان میں تنہا بھوپال علومِ اسلامی کا علمبردار نظر آنے لگا تھا۔ اور دنیا نے دیکھا کہ ہندوستان کے دینی اداروں سے سالہا سال کی متفقہ و متحد کوشش سے بھی اشاعتِ علومِ دین کا کام نہ ہو سکا تھا تنہا حضرت علامہ سید صدیق حسن خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کر دکھایا۔ پھر تھوڑے دنوں بعد یہ دور بھی آیا کہ بھوپال

نے صدیق اور ان کے علمی فتوحات پر فراموشی کی چادر ڈال دینی چاہی جس میں وہاں کے اربابِ اقتدار کو شاید کچھ کامیابی بھی ہوئی ہو گی مگر وسیع و عریض ہندوستان اور ہندوستان کے باہر تمام عالمِ اسلام اور خصوصاً عرب ملکوں نے نہ صدیق کو فراموش کیا نہ ان کے علمی کارناموں کو گوشۂ گمنامی میں پڑا رہنے دیا۔ مخالفانہ کوششوں کے برخلاف ہوا یہ کہ ان کی جامعیت اور افادیت کے پیشِ نظر پہلے سے زیادہ حسن و خوبی کے ساتھ عالمِ علم و خبر میں پھیلانے میں روحانی مسرت اور علمی قدرشناسی سے سربلند ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ایسی چند کتابیں راقم الحروف کے بھی پیشِ نظر ہیں۔ علمی معرفت یہ ہے کہ انسان اس نکتہ کو بھی پہچانے کہ جس چیز کا میں عاشق ہوں اسی چیز کو دوسرے لوگ بھی اس سے مختلف زاویۂ نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ میں محبوب کے حسن و جمال کو اپنے نقطۂ نگاہ سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ اور ہیں جو میرے محبوب کو کسی اور نظر سے اہمیت دے رہے ہیں۔ اس لیے میرا محبوب میرا ہی محبوب نہیں بلکہ ایک عالم ہے جو اس کا پروانہ ہے۔ دوسروں نے کسی اور پہلو سے اس کے حسن و جمال کو دیکھا اور پہچانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف الخیال علماء کی قرآنی تفسیروں، تشریحوں اور تاویلوں کی لمبی فہرست ہے جو قاری کے سامنے آتی ہے۔ اس فہرست کو دیکھتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ اجزائے قرآن کی تفسیروں میں دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کا بھی حق تھا کہ اس کتاب میں ان کو بھی جگہ دی جاتی۔ ان میں سے پہلی کتاب علامہ شیخ ابوالفضل مرحوم کی تفسیر آیۃ الکرسی جسے شیخ موصوف نے دربارِ اکبری میں پہلی باریابی پر اکبر شاہ کے حضور بطور نذر یا ہدیہ پیش کیا تھا۔ اس کا ذکر منتخب التواریخ میں موجود ہے اور اس وقت کتاب مذکورہ نظر سے اوجھل ہے اور یہ یاد نہیں کہ عربی تفسیر میں تھی یا فارسی میں۔ قیاس یہ ہے کہ جس مصنف کے باپ اور بڑے بھائی نے قرآنِ حکیم کی عربی زبان میں لاجواب تفسیریں لکھی ہوں وہ ترقی پسند بلند ہمت نوجوان علامہ باوجود علم و فضل کے اولین نذر شاہ کے لیے آیۃ الکرسی کی فارسی تفسیر پر ہی قناعت کر بیٹھا ہو۔ اس بارے میں جو عرض کیا گیا وہ اسی مفروضہ کی بنا پر عرض کیا گیا۔

بہر حال یہ تحقیق طلب ہے۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی مرحوم نے
ی سورۂ فاتحہ کی عربی زبان میں ایک تفسیر لکھی تھی اور اس کا نام اعجاز المسیح رکھا تھا۔
ن السطور میں فارسی ترجمہ تھا۔ یہ تفسیر موجودہ عیسوی صدی کے آغاز میں لکھی گئی تھی
اقم الحروف کے اساتذہ میں سے ایک محترم استاذ علامہ حافظ روشن علی مرحوم
گویا ازبر تھی۔ علامہ موصوف حضرت علامہ مولانا حاجی حافظ حکیم نورالدین بھیروی
م قادیانی کے ارشدِ تلامذہ میں سے تھے۔

متعلقاتِ قرآن کی بحث میں ص۲۴۳ پر "مرآۃ التفسیر" کے عنوان سے جس
تاب کا ذکر ہے اس کے مصنف کا نام "ذوالفقار احمدی نقوی بھوپالی بتایا گیا ہے
ں نام کی تکرار ص۳۴۳ پر بھی ہوئی ہے۔ دونوں جگہ "ذوالفقار" نام کا دوسرا جزوی
رف "احمد" ہے "احمدی" نہیں۔ مولانا سید ذوالفقار احمد نقوی بھوپالی جید
لم تھے۔ اور آپ اپنی تالیفات میں عموماً خود کو حضرت علامہ سید صدیق حسن
اں مرحوم کا شاگرد بتایا کرتے تھے۔ ندوہ کے سابق ادیب استاذ اور آزادیٔ
ند کے بلند پایہ مجاہد مرحوم مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی بھوپالی حضرت علامہ
قوی کے شاگرد تھے۔ علامہ سید صدیق حسن نے عربی تفسیر کے بعد اردو میں
رجمان القرآن" کے نام سے قرآن کی مفصل تفسیر لکھنی شروع کی۔ جو موصوف کی
ے عربی تفسیر سے زیادہ ضخیم تھی۔ اور موصوف ابھی اس تفسیر کو مکمل نہیں کر پائے
تھے کہ سفرِ آخرت پیش آگیا۔ آپ کی رحلت کے بعد صدیق کی "ترجمان القرآن"
کی تکمیل علامہ حضرت نواب شاہ بیگم کی خواہش پر حضرت علامہ ذوالفقار احمد
نقوی ہی نے کی۔ اللہ ان سب بزرگ ہستیوں کو اپنے مقامِ قرب میں جگہ دیں
آمین یا ربّ العالمین ۔

ھندوستانی مفسّرین اور انکی عربی تفسیریں ۔ ڈاکٹر محمد سالم قدوائی ۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ قیمت ۱۴/-

احتشام اختر

"خرابہ"، من موہن تلخؔ کا تیسرا شعری مجموعہ ہے۔ تلخؔ نے اپنے پچھلے دو مجموعوں میں جس منزل کی تلاش میں اپنا سفر شروع کیا تھا، وہ منزل اس مجموعہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ پا لی ہے۔ لیکن اس منزلِ عشق پر تلخؔ تنہا پہنچے ہیں اور کوئی تمنا ان کے ساتھ نہیں ہے۔ اسی لیے انہوں نے اپنی منزل کا نام "خرابہ" رکھا ہے — یہ "خرابہ" ان کی نظموں اور غزلوں میں اس طرح جذب ہوا ہے کہ ان کے فن کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تلخؔ اندر سے اپنے آپ کو بہت ہی ٹوٹا ہوا اور بکھرا ہوا محسوس کرتے ہیں۔ یہ ٹوٹن اور بے ربطی ان کے دل کی گداختگی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے اور شاعری کی اوّلین شرط بھی یہی ہے کہ ؎

پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

تلخؔ کے نہاں خانۂ دل میں فکر و تجسّس کی ایسی آگ روشن ہے جو گھنے بنوں کی آگ کی طرح ہمیشہ سلگتی رہتی ہے۔ فکر کے اس سوز نے ان کے فن کو نکھارا ہے۔ اور انہیں وہ نظر عطا کی ہے جو ان کے بہت کم ہم عصروں کے پاس ہے۔ دورِ حاضر کی لاسمتیت، سبعیت، بے معنویت اور کھردرے پن کو تلخؔ ایک منفرد انداز سے دیکھتے ہیں اور آج کے culture pop کے "غلغلہ ہائے الاماں" کو اپنے شعلۂ نوا میں اس طرح شامل کر لیتے ہیں کہ دورِ حاضر کا کرب خود ان کا کرب معلوم ہوتا ہے۔ اسی لیے ان کے کرب اور دورِ حاضر کے کرب کو الگ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس تعمیم و اشتراک میں ایک طرح کی انفرادیت بھی ہے۔ اسی لیے تلخؔ کا لب و لہجہ دوسروں سے مختلف نظر آتا ہے۔ آواز کی یہ انفرادیت ان کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر ان کے لہجہ کی یہ انفرادیت جس طرح غزلوں میں نمایاں ہوئی ہے اسی طرح ان کی نظموں میں بھی نمایاں ہوتی —— شاید اس راہ میں مختصر اور جامع الفاظ مو رکھ کر ... [illegible] ... ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نظمیں غزلوں کے مقابلہ

ہت کمزور اور سپاٹ میں ہیں۔ آخر میں ایک طویل نظم میں تلخ نے جو بحروں
کا تجربہ کیا ہے۔ وہ اس قدر عام اور بے اثر ہو گیا ہے کہ تلخ کی اس سلسلے میں
ڈلیت اور انفرادیت کسی طرح ظاہر نہیں ہوتی ــــ ساحر لدھیانوی نے
ہت پہلے "پرچھائیوں" میں اس قسم کا تجربہ کیا تھا اور اس کے بعد بہت سے
شعراء نے بھی اس قسم کے تجربے کیے ــــ دراصل تلخ کی شاعری کی
نوعیت تجرباتی نہیں بلکہ احتساسی ہے ــ اس حقیقت سے شاید تلخ خود
واقف نہیں ہیں۔

خرابہ۔ من موہن تلخ ۔پی کے پبلی کیشنز دہلی۔ قیمت -/۱۵

ڈاکٹر زرینہ ثانی

اچھے اور سنجیدہ ناول نگار نہ ہی اپنے قارئین کی طرف امید بھری آنکھیں لگائے
رکھتے اور نہ تاجرادیوں کی طرح ہوا کا رخ دیکھکر چلتے ہیں۔ بلکہ وہ متانت اور
سنجیدگی سے قارئین کو زندگی اور اس کے متعلق اپنے نکتہ نظر پر سوچنے کی دعوت
دیتے ہیں۔ وہ خود حقائق زندگی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہیں اور اپنے
قارئین سے بھی یہی مطالبہ کرتے ہیں۔ ایسے لکھنے والوں میں صالحہ عابد حسین کا بھی
شمار ہوتا ہے۔ ان کا حالیہ ناول "الجھی ڈور" ہے۔ اس ناول میں مصنفہ کے
تجربے کی پختگی پائی جاتی ہے۔ انکے نظریات اور انھیں پیش کرنے کا ڈھنگ، ان
کی سنجیدگی ومتانت بصیرت اور بصارت کا ثبوت دیتے ہیں۔ کتاب کا انتساب
ہی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ ناول میں عورت کی زندگی کے نشیب وفراز، کرب و
الم، مصائب وخطرات کو پیش کیا گیا ہے۔ عورت زندگی کے ان مراحل سے
گذرتے ہوئے اپنی عفت وعظمت، خودداری وبلندی، وقار وسنجیدگی کی حفا
کرتی ہے۔ اور اپنی محبت کو دین وایمان سمجھتی ہے۔ ناول مذکورہ کی ہیر
[illegible]

سے ناول کی ابتدا ہی میں متعارف ہو جاتے ہیں ۔ وہ اسکول میں سروس کرتی ہے واپس آتے ہوئے گھر کے لیے ضروری سامان خرید کر لاتی ہے ۔ تھکی تھکی سی ، نڈھال نڈھال سی، جو اپنی بچی کا کرب سہتے ہوئے زندگی کا بوجھ دوشِ نازک پر اٹھائے ہوئے ہے ۔ اور ہماری تمام تر ہمدردی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے ۔ احسن اس کا شوہر اسے اس حال میں بھی جلی کٹی سنا کر دل کا غبار نکالتا ہے تو ہمدردی کی نہیں دبیز ہو جاتی ہیں اور اس کے شوہر کے شدید طنز کی کاٹ ہمارے دل پر محسوس ہوتی ہے ۔ مصنفہ کی تحریر کا یہ تاثر حیرت انگیز ہے !

مصنفہ نے اپنے سابقہ ناولوں کی طرح اس میں بھی کہیں کہیں فلیش بیک سے کام لیا ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے حالیہ غم سے فرار سے حاصل کرنے کے لیے ماضی کے دریچے کھول دیتا ہے ۔ جس سے چند لمحات کے لیے ہی سہی، مگر خنک اور تر و تازہ ہوائیں آکر زخموں پر مرہم و شبنم رکھ دیتی ہیں ۔ سیدھا سا احسن شادی کے بعد عجیب و غریب کش مکش کا شکار ہو جاتا ہے ۔ مصنفہ دونوں کرداروں کی نفسیاتی کیفیات کو مختلف خوبصورت اور متاثر کن جملوں سے واضح کرتی ہے ۔ ملاحظہ ہو

"کون جان سکتا ہے کس آدمی کے اندر کتنے اور انسان اور شیطان چھپے ہیں ——
سیاہ سفید یا سفید سیاہ یہ کون جانے"

"کیسے اُس نے اپنے پر قابو پایا ۔ کیسے اُس کے گلے میں باہیں ڈالیں اور کس طرح الٹی
اس کی دلداری کی نہیں جانتی ۔ نہیں جانتی کہ کیسا بے حیا رشتہ ہے"

"یہ خود ساختہ بت ہیں ۔ عورت بھی انسان ہے ۔ اسے بھی جینے کا حق ہے ۔
عزت کرنے کا حق ہے ۔ محبت کی طلب ہے ..... ایسی زندگی سے موت بھلی"

آسیہ محبت کو اپنا جزوِ ایمان سمجھتی ہے ۔ مگر وہ بدزبانی اور بدگمانی کی قطعی روادار نہیں ۔ احسن اس پر شک و شبہ کرتا ہے ۔ یہ ایک نفسیاتی کشمکش کا اظہار ہے ۔ ویسے احسن بھی اسے خود کچھ کے لگاتا ہے اور آسیہ بھی احسن سے قطع تعلق نہیں کر سکتی ۔ وہ [illegible] ائی سازی کی اس تحریک کو رد کر دیتی ہے ۔ خود آسیہ کی بہن اس کے لیے کہتی ہے [illegible] کھو ہیں بھی اپنے میاں سے نرالا عشق " .... آخر میں احسن اور نازلی کے تعلقات

بچی کا علاج کرانے سوئزرلینڈ لے جاتا ہے ۔ اسوقت احسن کو اپنی زیادتی کا
احساس ہوتا ہے اور وہ آسیہ کی طرف دکھ اور درد کی گہری لکیریں لے
واپس آتا ہے ۔ یہاں قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ دل سخت کر لینے کے باوجود آ
کے دل کا کوئی نہ کوئی گوشہ احسن کے لیے پگھل رہا ہے اور یہ دلیل ہے آ
کی محبت کی ۔ اس کرب و درد کے توسط سے عورت کی فطری محبت ، عظمت
وقار کا اظہار کیا گیا ہے اور مشرقی عورت کے جذبے کی بہترین نمائندگی کی گئی ہ
مصنفہ کی نظریں معاشرے کے بعض نقائص اور رجحانات پر گہری او
ناقدانہ پڑتی ہیں ۔ ایسے مسئلوں اور نقائص کو انہوں نے اس ناول میں پیش ک
ہے "ہپی ازم" آجکل فیشن بنا ہوا ہے ۔ اس موضوع پر ناول لکھے جارہے ہیں
اور فلمیں بھی بن رہی ہیں ۔ اس وبا نے اچھے خاصے گھرانے کے باصلاحیت نوجو
کو ملیامیٹ کر رکھا ہے ۔ اسی لیے مصنفہ نے اس مسئلے پر بھی دعوتِ فکر دی ہے ۔ طرفی
کی دلیلوں کو پیش کر کے صحیح نظریات کی نشان دہی کی کوشش کی ہے ۔ بعض
بچے ایسے ہیں جو ماں باپ کی توجہ کے مستحق ہوتے ہیں توجہ نہ پا کر بگڑ جاتے ہیں
دوسرے ممالک میں ہپی ازم عیش و عشرت کی فراوانی کا ردِّ عمل ہے ۔ اور
ہمارے یہاں ذات ، بے زاری اور زندگی سے فرار کی خاطر اس افیون کو
نگلا جارہا ہے ۔ حقیقی دنیا کی تلخیوں سے پناہ لینے کے لیے تخئیلی دنیا بسائی ج
ہے ۔ ناول کا یہ حصہ ہمارے سماج پر گہرا طنز ہے ۔ پنو ہپی ازم کی طرف جھک
ہے اس کی وجہ وہی ہے جس کا ذکر کیا جا چکا ۔ مگر مسلسل جذباتی اور ذہ

اسے راہِ راست پر لے آتے ہیں
ستارہ اور ڈاکٹر کنھیا کا تعلق بھی ہمارے موجودہ معاشرے
مسئلہ ہے اور ساتھ ہی ساتھ المیہ بھی ۔ ایسا لگتا ہے کہ مصنفہ اسے
سے نہیں دیکھتی ہیں ۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ساز کی اور آسیہ ، ستا
کو ملا جا کر ...

نرسنگ ہوم میں سروس کر کے اپنا کیریکٹر برباد کر رہی ہے۔ آسیہ کھلم کھلا کہہ دیتی ہے "ستارہ ارفو کی مثال تمہارے سامنے ہے ذرا بچ کر رہنا۔ اب کوئی وار اکو نہ سہار سکیں گے"۔ اس کے بعد ببو سازی سے شکایت کرتا ہے کہ ستارہ غلط راستے پر چل رہی ہے یہ وہی ببو ہے جو ہپی بنا ہوا ہے مگر لگتا ہے اس کے دل کے مختلف گوشوں میں اس کی اپنی تہذیب، معاشرت، روایت کی کرنیں چمک رہی ہیں دونوں (ستارہ اور کنھیا) کی سول میرج کی خبر سنکر ببو میاں (ستارہ کے والد) کا ہارٹ فیل ہو جانا بھی میری بات کا ثبوت ہے۔ گویا ہمارے معاشرے کے اس قسم کے مسائل کا یہ حل دانشمندانہ نہیں۔ یہ تو صرف وقتی حل ہے۔ اس کے بعد بے شمار مسائل سر اٹھائیں گے۔ جس کا حل تلاش کرتے کرتے الجھے ہوئے لوگوں کی زندگی کا وقت بھی ختم ہو جائیگا۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ناول کے بعض کردار اور ان کے مکالمے غیر فطری لگتے ہیں۔ جیسے رفو میک اپ کر کے باہر نکلتی ہے تو اس کی والدہ کہتی ہیں "کس کے قتل کی تیاری ہے جان"! کیا واقعی ہمارا معاشرہ اس نہج پر پہونچ گیا ہے کہ شریف باپ کی بیٹی کے لیے اس کی ماں ایسے جملے کہے اور غیر مرد کے ساتھ گھومنے پھرنے کی اجازت دے دے۔ بیٹی کے رنگ کو تو نئے رجحان کی علامت کہہ سکتے ہیں۔ مگر ماں بیٹی کی گفتگو غیر فطری ہے۔ تہذیب و شائستگی سے دور۔ ایسا لگتا ہے کہ مشرقی شرم و حیا، عظمت و عفت کا جنازہ پیٹا جا رہا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصنفہ نے نئی تہذیب کا پردہ فاش کرنے کے لیے مبالغہ سے کام لینا ضروری سمجھا ہو۔ کلب، ڈانس، سیر سپاٹے ڈنر۔ پارٹیاں۔ ان تمام چیزوں نے مشرقی وضعداری، رکھ رکھاؤ، تہذیب و شائستگی جنازہ ہی نکال دیا ہے۔ اس ماڈرن سوسائٹی میں اخلاق و اعتماد کی کوئی قدر و قیمت ہی نہ رہی۔ ایسی صورت میں وہی ہوا جو ان حالات کا مقدر رہے۔ اس سلسلے میں یہ جملہ بڑا چبھتا ہوا ہے۔ "صاحبزادی تباہ ہونا تم خود چاہتی تھیں ورنہ باعصمت عورت کو دنیا کا کوئی مرد تباہ نہیں کر سکتا۔ وہ دھوکے میں

نہیں آتی"

سعدیؔ ناول میں تھوڑی دیر کے لیے آتا ہے۔ مگر اس کے کردار کی بلندی دلوں کو چھو لیتی ہے۔ وہ ایک خاموش پجاری ہے اس لیے ماموں کی عزت بچانے کے لیے رفو سے شادی کر لیتا ہے اس کی محبت کی معراج یہی ہے آسیہ خوش رہے۔

ناول نگار نے معاشرے کے بعض ایسے پہلوؤں کو پیش کیا ہے۔ جو تابناک ہیں اور ایسے مسائل کا احاطہ بھی کیا ہے جو اپنا سر اٹھائے دعوتِ فکر دے رہے ہیں۔

زبان و بیان دخوب صورت تاثرکن، اسلوب سنجیدہ اور متین، ناول کی مقبولیت میں کسی کا فرادب کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔

الجھی ڈور۔ صالحہ عابد حسین۔ ناشر ناولستان نئی دلی ۲۵ قیمت ۴/۵۰

خالدہ بیگم

امیر اللہ خاں شاہین صاحب کی جدید اردو لسانیات نظر سے گذری۔ اس سے پہلے اگست ۱۹۷۳ء کے کتاب نما میں اس پر انور کمال حسینی کی رائے پڑھ چکی تھی۔ موازنے سے اندازہ ہوا کہ بعض اوقات تبصرہ نگار بہت ہی رواداری سے کام لیتا ہے۔ تبصرہ نگار کی رائے میں اس کتاب میں شامل مضامین دراصل وہ نوٹس ہیں جو امتحانی ضرورتوں کے پیش نظر تیار کیے گئے ہوں گے۔ میرا بھی خیال یہی ہے کہ یہ نوٹس ہی ہیں مگر صرف مصنف کے اپنے تیار کردہ ہیں۔ بلکہ میں زیادہ تر مضامین کی بنیاد امتحانی ضرورتوں میں رہبری کرنے والے وہ نوٹس ہیں جو اساتذہ عموماً اپنے فلولوجی کے طلبا کو فراہم کرتے ہیں۔ اتفاق سے میں بھی یونیورسٹی کی طالبہ رہی ہوں۔ اس لیے یہ نوٹس میرے لیے نئے نہیں ہیں۔ میرے خیال میں ان جماعتی نوٹس کا آپریشن کر کے مصنف نے بقولِ خود

تدریسی ضرورتوں کی تکمیل کی ہے۔ جیساکہ مصنّف نے کہا ہے کہ "یہ کتاب لسانیات کے ان اساتذہ کے لیے بھی مفید ہوگی جنھوں نے لسانیات کا باقاعدہ علم حاصل نہیں کیا ہے مگر انھیں ایم، اے اردو کے طلبار کو لسانیات کا ایک پرچہ پڑھانا پڑتا ہے۔"

مجھے یہ کہنے دیجیے کہ شاہین صاحب کی ایڈیٹنگ نے کلاس کے ان اہم نوٹس کو بالکل ضایع کر دیا۔ ان کی افادیت ختم کر دی۔ اور میرا خیال ہے کہ اپنی موجودہ حالت میں وہ اساتذہ کے لیے تو کیا مفید ہوں گے۔ طلبا کی بھی امتحانی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتے۔ اگر موصوف خود کو اردو میں ماہر لسانیات کی حیثیت دینا ہی چاہتے تھے تو بہتر ہوتا کہ وہ اپنے زمانۂ طالب علمی کے ان نوٹس کو بجنسہٖ شایع کرا دیتے۔ مقدمے میں استاد گرامی، اساتذۂ کرام کا شکریہ ادا کرتے اور بجائے تخلیقی نعرہ لگانے کے اسے اپنی طالب علمانہ کوشش بتاتے۔ ایڈیٹنگ کے بغیر اپنی پہلی حالت میں یہ مضامین یقیناً فلولوجی کے طلبار کے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوتے۔ لیکن اپنی موجودہ حالت میں تو بلاشبہہ گمراہ کن ہی ہیں۔ مجھے یہ کہنے کی بھی اجازت دیجیے کہ جدید اردو لسانیات، جدید تو کیا قدیم لسانیات کی بھی عکاسی نہیں کرتی اور اسی لیے اس بات کا اظہار رہے کہ زبان کے متعلق فاضل مصنّف کا مطالعہ وسیع تو کجا، قابلِ اطمینان بھی نہیں ہے۔

لسانیات جیسے موضوع پر مصنّف کی نگاہ بہت محدود ہے اور جو کچھ انھوں نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے وہ مواد نہ صرف کمزور بلکہ زیادہ تر گمراہ کن ہے جو طلبا کے لیے سودمند ثابت نہیں ہو سکتا۔

جدید اُردو لسانیات	امیر اللہ خاں شاہین	۵/۵۰
داستان سے افسانے تک	وقار عظیم	۱۰/-
فنِ سوانح نگاری	امیر اللہ خاں شاہین	۴/۷۵

نئی مطبوعات

کتاب	صنف	مصنف	قیمت
دو تاریخی ڈرامے	(ڈراما)	فضل الرحمٰن	۷/۵۰
مسائل تصوف	(شاعری)	میکش اکبرآبادی	۹/۰
جگر بریلوی ایک تعارف	(تعارف)	(ڈاکٹر) سید لطیف الرحمٰن	۴/۵۰
شیشے	(نظم)	ارشاد کاشف	۳/-
روشنی کے دریچے	(شعری مجموعہ)	احتشام حسین	۱۰/-
تلخیاں ترمیم و اضافہ (ڈیلکس ایڈیشن)	" "	ساحر لدھیانوی	۱۲/-
گاتا جائے بنجارا	" "	" "	۱۲/-
نگیٹو	" "	صلاح الدین پرویز	۵/-
اردو و ہندو شعراء جلد دوم	(" ")	جگدیش مہتہ	۲۰/-
جدوجہد آزادی میں مرکزی مجلس قانون ساز کا رول	(تاریخ)	مترجم غلام ربانی تاباں	۹/۵۰
دلستیں	(ناول)	مشرف تمیز	۱۶/-
طرز ستم	(ناول)	مینا ناز	۱۲/-
انتظار کا موسم	(ناول)	دیبا خانم	۱۰/-
شہیدان آزادی	(تاریخ آزادی ہند)	ڈاکٹر پی این چوپڑا	۲۴/-
اردو املا		مرتبہ: رشید حسن خاں	۳۵/-
نام بہ نام	(شعری مجموعہ)	رضا نقوی واہی	۶/-
پاجا سراغ زندگی	(مضامین)	مولانا سید ابوالحسن ندوی	۴/-
سائنس اور ہندوستان	(سائنسی معلومات)	اندرجیت لال	۶/-
پیسے کی کہانی	(معلومات)	غلام حیدر	

رقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارتِ تعلیم حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شایع کیں

ریخ فلسفۂ اسلام ٹ - ج - دوبوئر ترجمہ: ڈاکٹر سیّد عابد حسین

ہر مہذب قوم، زندگی اور کائنات کے عقدہ ہائے سربستہ کو حاصل کرنے کی کوشش نی ہے۔ اس کوشش کا نتیجہ چند خیالات کا مجموعہ ہوتا ہے جو اس قوم کا فلسفہ کہلاتا ہے۔ یہ کتاب پ کو فلسفۂ اسلام کے بارے میں پوری معلومات دے سکتی ہے۔ قیمت: -/۷/۵۰

اریخ تمدّنِ ہند پروفیسر محمد مجیب

قدیم ہندوستانی تہذیب کی یہ داستان اس امید پر لکھی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے ن کو اپنی تاریخ سمجھیں اور اس میں جو حالات بیان کیے گیے ہیں ان کو اپنی زندگی کے حالات بان کر غور کریں۔ قیمت: -/۱۲

ہمارا قدیم سماج سیّد سخی حسن

سیّد سخی حسن کی یہ تصنیف طویل محنت اور صبر آزما کاوش کا نتیجہ ہے۔ انھوں نے ان تمام موضوعات پر اُن کے تقاضوں کے مطابق پروقار انداز میں قلم اٹھایا ہے جس میں نہ جانبداری ہے نہ تعصب۔ قیمت: -/۱۰

ترقی اُردو بورڈ کی بچّوں کے لیے اہم کتابیں

چراغ کا سفر	سیّد محمد ٹونکی	۱/۵۰	پیسے کی کہانی	غلام حیدر	-/۳
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	-/۳	خط کی کہانی	〃 〃	۳/۷۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دِلّی ۲۵ دِلّی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر — ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کرکے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دُنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری، اور بچپن کی ساتھی، لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت: ۵/۷۵

چار دیواروں میں (ناول) ایم، ٹی، واسدیون نائر — ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پُرانی کہانی کا غطر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی یاسیت مندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔

قیمت: ۷/۷۵

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا — ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت ۶/۷۵

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹیش کیتکر — ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کیتکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظرثانی کرنے کے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا۔

قیمت ۷/۰

ملیالم افسانے مرتبہ: ادم چیری - این این پلّے — ترجمہ: جیلانی بانو

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دُنیا کے کسی بھی ادب کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت: ۸/۷۵

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

ناگن مصنف: تاراشنکر بندوپادھیائے ترجمہ: پریش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔ تاراشنکر بندوپادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی ایک ایسی صلاحیت تھی جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا۔ قیمت: ۸/۷۵

منتخب نظمیں مرتبہ: علی سردار جعفری

پیش نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے۔ اس سے ان شاعروں کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

یہ انتخاب ۳۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے۔ قیمت: -/۴

آب حیات مصنف: محمد حسین آزاد تلخیص و ترتیب: پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس میں ہی الجھتے اور بحث کرتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے اور یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے، یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ ایک تاریخی دستاویز۔ قیمت ۶/۷۵

ترقی اردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبیعیات (فزکس) دوم۔ حساب و الجبرا، اوّل، سوم۔ جیومیٹری۔ اوّل دوم سوم۔ گھریلو سائنس ششم۔ ہفتم۔ ہشتم۔ ہر کتاب کی قیمت: -/۲

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵

دلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنف / مرتب	مترجم	قیمت
آبادی	مصنفہ: ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" : لارنس بینین	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو ڈگمبر	" : ڈی آر اٹھاوے	" : ش قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" : ڈیس کنکیڈ	" : ڈاکٹر پرماتما سرن	۶/۲۵
قاضی نذر السلام	" : بیسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" : ایم کے دُرّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین بلا جلد -/۱ مجلد		۲/-
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرو نانک	مصنفہ: گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۳/۲۵
عشق بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	" : میال رنگنایکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ: می پال سوم اسندرم	" : حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	مصنفہ: نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر گوپال سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگرسین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ: پنالال پٹیل	" : کشور سلطان	۱۰/-
پنجابی افسانے	مرتبہ: ہربنس سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/-
رنجیت سنگھ	مصنفہ: ڈی۔ آر۔ سود	" : "	۲/۷۵
جد و جہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
سنگرش واڈی	" : ڈنکیشن ماڈگولگر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵

تقسیم عام

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵

دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

تذکرہ

مولانا ابوالکلام آزاد

مرتبہ

مالک رام

"تذکرہ" الہلالی دَور کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی وہی بات سے بات پیدا کرنے کا رجحان، جولانیِ طبع، خطابت اور دعوت و تبلیغ کا انداز ملتا ہے۔ جو الہلال اور البلاغ کا طرۂ افتخار تھا۔ بلکہ یہاں وہ مئے دو آتشہ ہو گئی ہے۔

قیمت: پندرہ روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

"نذرِ عرشی" "نذرِ ذاکر"

کے بعد

نذرِ عابد

مرتبہ

مالک رام

مجموعۂ مضامین جو ڈاکٹر سید عابد حسین کی خدمت میں ان کی ۷۸ ویں سالگرہ پر پیش کیا گیا۔

اردو پچیس ۲۵ روپے۔ انگریزی ۲۵ روپے

تقسیم کار:۔ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

۶۱۹۷۲ء

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

ہندوستانی مفسرین اور اُن کی عربی تفسیریں

مصنف: ڈاکٹر سالم قدوائی
قیمت: ۱۴ روپے
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

فن تفسیر نگاری کی ابتدا خود آنحضرت رسول اللہ صلعم کی زندگی ہی میں ہو گئی تھی۔ صحابۂ کرام قرآن شریف کی تفسیر بیان کرنے کے لیے آنحضرتؐ کے ارشادات کا سہارا لیتے تھے۔ بقول ڈاکٹر قدوائی حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عمر ابن خطاب، حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ کی تفسیریں تحریری شکل اختیار کرنے لگی تھیں۔ اس وقت سے لے کر اب تک دُنیا کی مختلف زبانوں میں بے شمار تفسیریں لکھی گئی ہیں خود ہندوستان میں عربی کے علاوہ فارسی اور اردو میں لکھی جانے والی تفسیروں کی تعداد غیر معمولی ہے۔

تفسیر قرآن کا ایک بنیادی مقصد تو یہ رہا ہے کہ نئے حالات کے مطابق قرآن شریف سے ہدایات اخذ کی جائیں۔ لیکن بعض اوقات اپنے نظریات اور عقائد کی تائید کے لیے قرآن شریف کی تفسیریں لکھی گئیں۔ ایسا بعض صوفیائے کرام نے کیا ہے۔ علمی تبحر کے اظہار کے لیے بھی تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ اس کی بہترین مثال ابوالفیض فیضی کی "سواطع الالہام" ہے۔ جو غیر منقوط عبارت میں لکھی گئی تھی۔ بعض مفسرین نے پورے قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے۔ جبکہ بعض نے صرف چند سورتوں تک خود کو محدود رکھا ہے۔ اور کچھ مفسرین نے تو صرف چند آیتوں کی تفسیر بیان کی ہے۔

مسلمانوں کے دورِ عروج میں عربی بین الاقوامی زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ دنیا کے تمام مسلم عالم کسی بھی موضوع پر اظہار کے لیے عربی ہی کو ترجیح دیتے تھے۔ بعض ممالک ایسے بھی تھے جہاں عربی کے ساتھ فارسی بھی علم کی زبان تھی۔ جن میں ہندوستان بھی شامل تھا۔ یہاں دونوں ہی زبانوں میں عقلی اور نقلی علوم کی کتابیں لکھی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے مفسرین نے عربی میں خاصی تعداد میں تفسیریں لکھیں۔ ڈاکٹر سالم قدوائی نے انھیں مفسرین کی تفسیروں پر پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے پروفیسر عبدالعلیم کی زیرِ نگرانی یہ مقالہ لکھا ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق ابتک کی دستیاب شدہ تفسیروں میں پہلی تفسیر محمد ابن احمد ستھا نیسری کی "کاشف الحقائق وقاموس الدقائق" ہے۔ ۸۲۰ھ میں لکھی گئی اور آخری تفسیر مولانا ثناء اللہ امرتسری کی "تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن" ہے جس کا سنِ تصنیف ۱۹۴۸ء ہے۔ قدوائی صاحب نے اس دوران میں لکھی جانے والی تفسیروں کا مختصر مگر انتہائی جامع تعارف کرایا ہے۔ ان میں بڑی تعداد قلمی تفسیروں کی بھی ہے۔ جس کے لیے انھیں دہلی، حیدرآباد، کلکتہ، پٹنہ، لکھنؤ اور رام پور کی لائبریریوں کی خاک چھاننی پڑی۔ مفسرین کے مختصر حالات بھی درج کیے ہیں۔ جس محنت لگن اور جانفشانی سے کام لیا گیا ہے۔ اس کی داد دینی پڑتی ہے۔ اسلامیات میں یقیناً یہ ایک اہم اضافہ ہے۔

مکتبہ جامعہ ایسی خوبصورت چھپائی اور دیدہ زیب ٹائیٹل کے لیے لائقِ مبارکباد ہے۔ یہ کتاب ہندوستان کی کسی بھی زبان کی معیاری چھپی ہوئی کتاب کے ساتھ رکھی جا سکتی ہے۔

(ڈاکٹر) خلیق انجم

مقدمہ شعر و شاعری
(حالی)

مرتبہ: ڈاکٹر محمد علی زیدی۔ صدر شعبۂ اردو، راجستھان یونیورسٹی، جے پور

طابع و ناشر: رام نرائن لال، بینی مادھو، کٹرہ روڈ الہ آباد۔

قیمت: تین روپے پچاس پیسے

حالی کی معرکتہ الآرا تصنیف "مقدمہ شعر و شاعری" کی افادیت کے پیشِ نظر سعد

حضرات نے اپنے اپنے طور پر مرتب کیا ہے۔ زیر تبصرہ نسخے کو ڈاکٹر محمد علی زیدی، صدر شعبۂ اُردو، راجستھان یونی ورسٹی، جے پور نے مرتب کیا ہے۔ موصوف نے ابتدا میں ایک مختصر مگر جامع مقدمہ سپردِ قلم کیا ہے جو کافی تحقیقی اور معلوماتی مواد فراہم کرتا ہے اختصار کے ساتھ "مقدمہ شعر و شاعری" کے بنیادی مقاصد اور اس کی خامیوں کی طرف ذہن کو متوجہ کیا ہے۔

فاضل مرتب نے مقدمہ میں حالیؔ کی اس تنقیدی تصنیف تعمیری اور تخریبی دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ کیوں کہ یہ تصنیف جہاں ایک طرف تنقیدی نظریات کے ربط و تسلسل کو قائم کرتی ہے وہاں اُردو شاعری کے صرف ایک رُخ کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس کے مرتب نے "مقدمہ شعر و شاعری" سے خاطر خواہ استفادہ کرنے کے لیے پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیبؔ کی تصنیف "ہماری شاعری" کا مطالعہ بھی ناگزیر بتلایا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

> "مقدمہ شعر و شاعری" اُردو شاعری کی ایک رخی تصویر ہے جو لوگ صرف اسی کتاب کو پڑھتے ہیں اُنھیں یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ اُردو شاعری کا سرمایہ غیر فطری جذبات اور بیکار کی علامتیں مثلاً قفس و بلبل، تیر و سنان، نیزہ و خنجر، شمع و پروانہ، آہ و فغاں، کُلاہ و دستار اور صیّاد و گلچیں وغیرہ اور بے کیف مبالغہ آرائی ہے ......
> ("ہماری شاعری" (مصنفہ پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی ادیبؔ) میں تصویر کا دوسرا رُخ جو مولانا حالی نے عمداً چھوڑ دیا تھا پیش کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے اُردو شاعری کے متعلق صحیح رائے قائم کر سکیں اور اس طرح یہ کتاب مقدّمۂ حالیؔ کا تتمہ یا تکملہ ہے۔ ہماری شاعری میں مصنف کا نقطۂ نظر تمام تر ادبی ہے جب کہ حالیؔ کا نقطۂ نظر تمام تر اخلاقی تھا"
> (مقدمہ مرتب، ص ۳ و ص ۱۱)

کتاب کے آخر میں ایک فرہنگ بھی دی گئی ہے جس سے طلبا مشکل الفاظ اور محاوروں کے معنی اور مفہوم سے خاطر خواہ استفادہ کر سکتے۔ کتابت اور طباعت

معیاری ہے۔ (ڈاکٹر) فضل امام

ہمارے ذاکر صاحب

مصنف: رشید احمد صدیقی
پبلشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنس بلڈنگ،
نزد جے جے ہسپتال بمبئی ۴۰۰۰۰۳
قیمت: آٹھ روپے

قریباً دو سو صفحوں کی یہ خوبصورت کتاب ہماری زبان کے مشہور ادیب اور مسلم استاد فاضل محترم پروفیسر رشید احمد صدیقی کے مندرجہ ذیل چار مطبوعہ مضمونوں کا مجموعہ ہے :- (۱) ذاکر صاحب (۲) مرشد (۳) موجۂ گل سے چراغاں ہے گزرگاہِ خیال (۴) ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

پروفیسر رشید احمد صدیقی۔ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم کے ممتاز ترین دوستوں میں تنہا ایک ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے مرحوم ذاکر صاحب کی ابتدائی زندگی سے ان کے وصال تک کے تین دوروں میں مرحوم کو قریب سے دیکھا اور پہچانا تھا۔ پہلا دور علی گڑھ کالج کے طالب علمی کا دور تھا جس میں رشید صاحب اور مرحوم ذاکر صاحب ہم درس اور گویا شریک خانہ اور شریک آب ودانہ رہے۔ دوسرا دور وہ تھا جس میں جامعہ ملیہ اسلامیہ نے جنم لیا اور اس کے آغاز سے اس کی سلور جبلی تک جو ۱۹۴۶ء میں انتہائی سیاسی بحران کی حالت میں منائی گئی اس دور میں جامعہ کی کشتی کی پتوار ذاکر صاحب کے ہاتھ میں تھی۔ یہی وہ دور تھا جس میں ذاکر صاحب مرحوم نے قومی تعلیم کے ایک خیالی پیکر کو عملاً تعلیمی دنیا کا قابل رشک مرکز توجہ بنادیا تھا۔

ذاکر صاحب کی زندگی کا تیسرا دور وہ تھا جو ۱۹۴۷ء کے انقلاب اور تقسیم ہند کے بعد شروع ہوا۔ جب آپ جامعہ سے رخصت ہوکر علی گڑھ پہنچے۔ اس وقت مسلم یونیورسٹی ایک گرداب بلا میں گھری ہوئی تھی۔ آپ نے اسے آفات کے نرغے سے نکالا اور پھر خود وہاں سے فارغ ہوکر بہار کی گورنری اور نائب صدارت ہوتے

اور وہاں سے بامتیاز منتخب ہو کر زینت بخش کرسیٔ صدارت جمہوریہ ہند ہوئے اور کرسی صدارت سے پہلی تقریر ہی میں تمام بھارت واسیوں کے دلوں کو اپنے خلوص بھرے جذبات سے یہ کہہ کر جیت لیا کہ "سارا بھارت میرا گھر ہے اور سارے بھارتی میرا خاندان اور کنبہ ہے"

یہ دور بہت مختصر تھا۔ اتنا مختصر کہ ابھی اہلِ ملک کی نظر پر شوق و احترام ان کے محاسن و کمالات کو جی بھر کر دیکھنے اور محسوس کرنے بھی نہ پائی تھی کہ اچانک وقت موعود آگیا اور آپ عالم بالا کو سدھار گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

اس کتاب کے پہلے تین مضمون ذاکر صاحب کی عظیم شخصیت کے طلوع و عروج و غروب کی اجمالی داستان ہیں اور چوتھا مضمون جو ذاکر صاحب کی وفات کے بعد لکھا گیا۔ مرحوم کی پوری زندگی پر صاحب نظر مبصر کا تبصرہ ہے جو رشید صاحب کی مسلمہ روش نگارش سے الگ ایک سنجیدہ بیان ہے۔ اگرچہ وہ بھی آپ کے پیرایہ اظہار خیال کی جھلک سے خالی نہیں۔

خلاصہ یہ کہ چاروں مضمون مرحوم ذاکر صاحب کی رواں دواں میٹھاس بھری مسکراہٹ بشاشت بکھیرتی حوصلہ بڑھاتی ایک دلکش قلمی تصویر ہے۔ جسے پروفیسر رشید احمد صاحب کا قلم ہی صورت بخش سکتا تھا۔ اور انہی نے دل و جان کے پرخلوص جذبات کے زیر اثر انسانیت دوست جوہر شناسوں کی مجلس میں پیش کرتے ہوئے چوتھے مقالے کا عنوان مصرعہ ذیل تجویز کیا ہے۔

ع "ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے"

یہ چاروں مضمون پہلے بھی پڑھے تھے۔ اب کتابی صورت میں بھی انھیں دوبارہ پڑھا ہے۔ حضرت رشید نے نظر ثانی میں کچھ کمی بیشی بھی کی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر صاحب مرحوم کے متعلق اس کتاب اور دوسرے متفرق مضمونوں کے علاوہ موصوف کی دو سوانح عمریاں بھی نظر سے گزر چکی ہیں۔ جن میں سے ایک مرحوم کے جامعہ کے قدیم رفیق طبلق محترم پروفیسر محمد مجیب کی تصنیف ہے۔ ان تالیفات کے مطالعہ کے دوران میں بالخصوص ذاکر صاحب مرحوم ذات و صفات اور حیات و کردار

روح افزا اور دلکش مناظر کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی جھلکیاں بھی فکر و نظر کے سامنے
ہیں۔ جن سے بھانت بھانت کے خیالات و تصورات دل و دماغ میں ابھرتے ہیں۔ ایسے
ترات و خیالات کبھی ہماری کم فہمیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ کبھی کم نظریوں اور کج نگاہیوں
ول بھی ہوتا ہے کہ واقعہ تو صحیح ہوتا ہے مگر راوی کا حسنِ فہم یا قصورِ فہم یا پیرایۂ بیان یا
از فکر اسے کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے چاہے اس میں راوی کی نیت کو دخل بھی نہو۔ مگر
حقیقت کی روح اور منشاء روی کے مطابق نہیں ہوتا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ صاحب
یح وسوانح کی زندگی میں کسی وقتی تاثر کے زیر اثر ایک لہر اٹھتی ہے یا کمزوری ظاہر
تی جو دیکھنے والے کو نظر آئی اور محسوس بھی ہوئی ہے۔ مگر صاحب سوانح کے حوادث
ت کی لڑی یا زنجیر میں ایسی کمزوری کو کوئی خاص یا مستقل مقام حاصل نہیں ہوتا تاہم
ے تاثر کی روایت سامع و قاری کے دل میں کچھ اور ہی کیفیت پیدا کر سکتی ہے مثلاً پروفیسر
یب صاحب کی تالیف سوانح ذاکرؔ کا بیان کہ مولانا آزاد اور ذاکر صاحب میں اختلاف
ا۔ ضرور ہو گا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ اختلاف شدید تھا۔ درست نہ ہو گا۔ اس
یے کہ ذاکر صاحب کی وہ تقریر جو موصوف نے مولانا آزاد کی وفات پر ہزاروں کے مجمع میں
رمائی تھی۔ ثابت کر دیتی ہے کہ دونوں محترم بزرگوں کے باہمی تعلقات میں کسی غلط فہمی کی
جہ سے یونہی سا غبار کدورت ضرور آیا ہو گا جو ہوا کے ساتھ آیا اور ہوا ہو گیا۔ اس
ی کیفیت کو باہمی تعلقات میں کوئی خاص دخل یا اہم مقام حاصل نہ تھا۔

یا ذاکر صاحب کی پوری زندگی کا مرقع ہمارے سامنے ہے آپ چھوٹوں
سے چھوٹے یا سادہ سے سادہ لوگوں سے ملنا اور ان سے ان کی سطح پر رہ کر بات کرتا
ور اُن کی دل شکنی سے بچنا اور خود کو ان کی سطح سے اونچا نہ دکھانا۔ مرحوم ذاکر صاحب
ے کردار کا ایک خاص انداز تھا۔ اس سے یہ گمان کرنا کہ وہ کسی کو بناتے تھے درست
نہو گا۔ زیادہ سے زیادہ حسب روایت رشید صاحب فطرت انسانی کے مطالعہ
ے سلسلہ میں "معلومات حاصل" کرنے کی ایک صورت تھی۔ یا صوفیوں کی اصطلاح
یں "اخفا" حال ان کی روشِ خاص تھی اور اس روش پر وہ شدت سے قائم تھے

اور انہوں نے اپنی علمی تبحر پر ایک دبیز پردہ ڈال رکھا تھا کہ اور تو اور مسٹر ج
اننا ہی سمجھ سکے کہ بھارت کے تیسرے پریذیڈنٹ ڈاکٹر ذاکر حسین اُردو کے سکا
اور شیکسپیر کے کسی ڈرامے کے مترجم تھے۔

حضرت رشید اپنے فن میں ایک منفرد مقام پر فائز ہیں ان کا "جام جہاں ن
علی گڑھ ہے۔ ان کی تحریر کا یہی حسن ہے اور یہی کمال۔ مجھے معذور سمجھا جائے اُ
عرض کروں کہ اسی سے آپ کی تحریر میں بعض تلمیحات و اشارات وسعت بیان کی بجا
رموز و اسرار کے دائرہ میں آکر کچھ چیستان سے بن جاتے ہیں۔ میرا یہ بیان اپنی نارسا
کا اعتراف ہے نہ کہ کوئی اعتراض۔

بہر حال ماشاء اللہ کتاب "ہمارے ذاکر صاحب" کتاب اور موضوع کا
کے لحاظ سے خاص چیز ہے۔ کیا معنوی لحاظ سے اور کیا ظاہری بناؤ کے لحاظ سے کاغ
پروف، ریڈنگ بھی اگر کسی قدر توجہ سے کی جاتی تو کتاب بالکل بے داغ ہوتی۔

(مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی

از: ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ

آزادی کے بعد مغربی بنگال میں اُردو

قیمت: چار روپے

ملنے کا پتا: ۲/۱، ای اشوک نگر، کلکتہ ۴۰

اُردو کے فروغ و اشاعت میں دہلی، لکھنؤ، حیدر آباد اور لاہور،
بیشک مشہور و مخصوص رہ چکے ہیں لیکن اس کو ترقی اور وسعت دینے میں اور بھی متعدد
ریاستوں اور علاقوں کا نام شامل کرنا نہ تو خلاف واقعہ ہے اور نہ قرین انصاف۔ ثبوت
کے طور پر مغربی بنگال کی مثال موجود ہے۔ اور اُس کے فراہم کرنے والے ہیں اسی
زبان کے ایک مخلص اور شیدائی ڈاکٹر بھٹاچاریہ۔

پیشِ نظر تالیف میں انھوں نے خاصی لگن، تلاش اور چھان بین کے ساتھ
پچھلی چوتھائی صدی میں صرف مغربی بنگال سے اُردو کی جتنی بھی، علمی، ادبی، تحقیقی،
تنقیدی، کتابیں، مکاتیب، افسانے، ناول، شعری مجموعے، سوانحی اور مذہبی

ادب غرض جو بھی مطبوعہ شکل میں سامنے آیا ہے ان سب کا ضروری تشریح یا مختصر تعارف کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب موصوف نے "صحافت" کے ضمن میں، روزانہ، ہفتہ وار، پندرہ روزہ اخبارات اور ماہانہ رسالوں کے نہ صرف نام بلکہ ان کا مقام اشاعت نوعیت، ادارت اور جاری رہنے یا بند ہو جانے کا سبب اور مدت بھی تحریر کر دی ہے اسی سلسلے میں رسائل اور جریدوں کے جو خصوصی نمبر اور اہم تقریبوں کے سوونیر نکلے ہیں ان کے بارے میں بھی معلومات بہم پہنچا دی ہے۔

کتاب کا آخری باب ہے "بنگلہ زبان میں اُردو ادب کا تذکرہ" جس میں بتایا گیا ہے کہ بنگلہ زبان کا، ادیب ہو یا افسانہ نویس، شاعر ہو خواہ نقاد وہ اُردو زبان و ادب کی قدیم و جدید تصانیف اور تخلیقات سے برابر باخبر رہا کرتا ہے اسی طرح بنگالی زبان کے شہ پاروں سے اُردو دانوں کو آگاہ کرتے رہنے کا پرانا اور مفید سلسلہ آج بھی باقی ہے۔

اس طرح کے کاموں سے اُردو کی ترقی کی رفتار اور اس کی مقبولیت کا آسانی کے ساتھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے

اُردو زبان اپنی وطن اور گہواروں میں کتنی ہی ناقدری اور بیگانہ وشی کا شکار ہو مگر یہ نہ بھولنا چاہیے کہ اس کی قدردانی اور قدرشناسی نہ محدود رہ سکی اور نہ مسدود۔

جو لوگ خرید کر کتاب پڑھتے ہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ 'دام زیادہ ہیں'

(رشید نعمانی)

پھول مسکرائے

ناول نگار: نیلوفر تیموری
ناشر: ناز کتاب گھر دہلی (۶)
قیمت: بارہ روپے

"پھول مسکرائے"، ایک معاشرتی ناول ہے اس کے تمام کردار متوسط طبقے سے لیے گئے ہیں ناول میں مسلم کلچر، مسلم تہذیب و تمدن۔ رسم و رواج اور اقتصادی

حالات کو پیش کیا ہے۔

ناول میں مقامات بدلتے رہتے ہیں بلکہ ملک بھی بدل جاتے ہیں اس طرح ناو
میں ہندوستان اور پاکستان کے سیاسی مسائل اور ان کی پیچیدگیوں کا اثر نمایاں ہے
اسی کے ساتھ دونوں ملکوں کے بڑے بڑے شہروں کی صنعتی زندگی نے عوامی زندگ
جس طرح بدلا ہے اور قدیم اقدار کی جگہ نئی اقدار کو جنم دیا ہے ناول میں اس ک
تصویریں بھی ملتی ہیں۔

چوں کہ یہ ناول ضخیم ہے اس لیے کردار بھی کافی تعداد میں ہیں۔
لیکن اہم کرداروں میں شمس الحسن، ابن حسن، ضیا، جبران، الماس اور شفق وغیر
نام لیا جاسکتا ہے ان کرداروں کی حد بندی کر لیجیے تو اُن میں مرکزی کردار شفق کا ہے اس
شمع حسن اور روشنیٔ مزاج کے گرد ضیا جیسے لوگ پروانوں کی مانند گردش کرتے ہیں۔
الماس کا رول ایک ہمدرد سہیلی کا ہے جبران ایک عجیب وغریب کردار ہے دل میں خیر طلبی
اور ذہن میں ظرافت کا عنصر غالب ہے اُن خصوصیات نے کہانی کو بڑھانے میں مدد
کی ہے۔ دلچسپی پیدا کی ہے اور ناول میں جگہ جگہ مناسب موڑ پیدا کر کے اس کو پراسرا
اور رجائی بنادیا ہے۔

ناول کے مکالمے عام طور پر دلچسپ ہیں۔ ناول نگار کو عورتوں کے لباس، زیور،
طور وطریق اور شادی سے مختلف رسموں سے واقفیت ہے۔ اس لیے ناول کے بعض
حصے واقعیت کے عکاس ہیں۔

"شفق" دوشیزہ ہے، منگیتر ہے اس کو دلھن کے روپ میں یوں دکھایا
گیا ہے:

ص ۔ ۲۶ ۔ " شفق گلابی ریشم کا جوڑا پہن کے توشہ خانہ سے سر جھکائے
کمرہ میں آئی تو فردوس جہاں اس کی صورت دیکھتی رہ گئیں رونے سے اس
کا چہرہ اور بھی سرخ ہو رہا تھا۔ جھکی جھکی اداس نظریں، سرخ وسفید
رنگ، سنہرے بال اس کے شانوں پر بکھرے ہوئے گلابی غزارہ

جس پر کامداتی کی چھڑیاں۔ جمپر پر کامداتی کے چنبیلی کے پھول بکھرے ہوئے
چھوٹی بوٹی کا گھنا کامداتی کا گلابی دوپٹہ، روپہلی لچکا۔ اس کے چہرے
کے گرد ہالہ کیے ہوئے ایک مشرقی حُسن خداداد تھا جو نظروں میں
کھپا جاتا تھا۔"

ناول میں ہیروئین شفق کی کیفیت کلوپیٹرا کی نہیں ہے جو ہیرو کو مسخر کرنے کے
...د حکمراں بھی بن سکتی ہے۔ بلکہ محبت میں اس نے صدمے اُٹھائے ہیں۔ وہ بیہوش ہوئی
...ہ اسپتال میں زیرِ علاج رہی ہے۔ خاندانی روایت کے مطابق بزرگوں کے فیصلے
...ے اس کی منگنی ضیا کے علاوہ دوسرے نوجوانوں سے ہوتی رہی ہے۔ حریفانہ معرکے
...ی ہوئے ہیں آخر میں ضیا کا نکاح بدرجہاں بیگم بنت قمرالحسن سے ہوتا ہے۔ ضیا کمرہ
...ں داخل ہوتا ہے۔ میز پر گلدان میں تازہ گلاب دیکھ کر اس کو محبت کی رات یاد
...یاتی ہے۔ یہی گلاب محبت کی یادگار تھا۔ حیرت کی فضا میں وہ اپنی عروسِ نو کو دیکھتا
...ہ۔ تو اس کے سامنے شفق حسنِ مجسم بن کر نگاہیں جھکائے خاموش کھڑی تھی۔
گلاب کی پنکھڑیوں پر آہستہ آہستہ انگلیاں پھیر رہی تھی اور ضیا اس کے حسنِ
...راداد میں محو تھا۔

شادی کے موقع پر ضیا اور شفق کو ایک دوسرے کے ناموں سے بے علم
...عنا جرات کی جدت طرازی تھی اس کو پلاٹ کی کمزوری بھی کہا جا سکتا ہے اور مقام
...رت پیدا کرنے کی فن کاری بھی!

ناول کی چھپائی اچھی ہے۔ سرورق کی تصویر دل آویز ہے۔

(ودیا ساگر دویدی)

میر انیس کی سحر نگاری

مؤلفہ: نورالحسن

قیمت: ۵۰ پیسے

حضرت خضر

ملنے کا پتا: نیشنل بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد

میر انیس نے اپنی فرطِ عقیدت اور اعجاز بیانی کی بدولت معرکۂ کربلا کے شہدائے

کرام اور جاں نثاران امام علیہ السلام کو انتہائی احترام و عقیدت سے یاد کیا ہے اور ان کا ذکر اپنے مرثیوں میں کیا ہے اُن میں سے حُر بن یزید الریاحی تمیمی بھی تھے۔ اُن کی سیرت، کردار، خلوص، سوز مندی اور فرض شناسی کو ہر جگہ اور ہر موقع پر بہتر سے بہتر الفاظ و انداز میں سامنے لائے ہیں۔ اور پھر جس جس طرح امام عالی مقام اور اُن کے متعلقین نے اپنے اس جاں باز کی رفاقتوں۔ وفاداریوں اور اخلاص شعاریوں کا اقرار، اعتراف اور اظہار کیا ہے اس کی بھی لاجواب ترجمانی کی ہے، کا سی کا کوئی پہلو اور کوئی نکتہ نظرانداز نہیں ہونے دیا۔ غرض "خادم" "مخدوم" دونوں کے صدقرلاتہ جذبۂ ایثار و وفا اور اُس کے حسن و قبول کے نہائت موثر مرقع ایکے بادیگرے نگاہوں سے گزر کر دل میں اترتے جاتے ہیں۔

اس مختصر سے رسالے میں حضرت حُر کا مختصر اور ضروری تعارف، سرداری کا منصب، فنِ سپہ گری میں اُن کی مہارت، کس مقصد سے وہ کربلا کی جنگ میں بھیجے گئے تھے۔ دشمن ان سے کیا کام لینا چاہتے تھے مگر قدرت نے ان سے کیا کام لیا۔ ان تمام واقعات کو بھی جامع انداز سے بتادیا گیا ہے جس کو پڑھ کر حضرت حُر کی سیرت شجاعت اور وہ فضلِ خداوندی جوان کو عطا ہوا وہ سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

اُنس و عقیدت کا جذبہ ہی کیا کم قابلِ تعظیم و تکریم ہے پھر اس پر میر انیس کی سحر طرازی کہیں مختصر اور کہیں مفصل مگر ہر مصرع، ہر شعر اور ہر بند اپنی جگہ پر دلکش، دل پذیر اور دل دوز۔ میر انیس نے جہاں جہاں اپنے عظیم و ضخیم دفتروں میں اپنی اس نیک سرشت اور جنتی نوا سردار کا ذکر کیا ہے ان سب کو لائق مولف نے ایک لڑی میں پرو دیا ہے اور اس اہتمام اور بصیرت کے ساتھ کہ ایک بھی گہر تاب دار نظر سے مخفی نہ رہنے پائے کتابچے کے آخر چار صفحوں میں "انیس کے چند لاثانی اشعار" کے عنوان سے کوئی ۸۷ منتخب شعر ہیں جن میں سے بیشتر، میر صاحب کی نغز گوئی، فکرِ رسا اور قدرتِ سخن کی بین دلیل ہیں

(رشید نعمانی)

پیاسے لفظ

مصنف: راہی پرتاب گڈھی
زیر اہتمام: آل انڈیا اُردو سوسائٹی لکھنؤ
قیمت: تین روپے

راہی پرتاپ گڈھی نے اپنے ابتدائیہ کا آغاز یوں کیا ہے " احقر کا نام محمد مسعود احمد
صدیقی ہے اور تخلص راہی میری پیدائش ۲۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ہوئی والد محترم کا نام
حاجی محمد عثمان بن لعل محمد اور آبائی وطن موضع لکھا پور تحصیل و ضلع پرتاب گڑھ (اودھ)
ہے" وہ ایک درد آشنا دل اور حساس طبیعت کے مالک نوجوان شاعر ہیں " پیاسے لفظ"
ان کے متنوع کلام کا مجموعہ ہے اس میں مذہبی، عشقیہ، حکائی اور بیانیہ نظمیں بھی ہیں، غزلیں
بھی ہیں اور قطعات بھی انھوں نے اکثر اپنے تجربات اور مشاہدات کو شعری قالب میں ڈھال
دیا ہے ان کی کئی نظمیں خود اپنی ذات سے تعلق رکھتی ہیں جن میں جذبات کی صداقت اور
اظہار کی قدرت دونوں متاثر کیے بغیر نہیں رہتی۔ اُن کے کلام میں درد کی نے اچھی خاصی
تیز ہے۔ اس مجموعے میں ایک منظوم افسانہ "ضربِ عشق" بھی شامل ہے جسے کسی حد تک
مثنوی زہرِ عشق، اور مثنوی " عالم خیال " کا " عطرِ مجموعہ " قرار دیا جا سکتا ہے۔ چند
اشعار ملاحظہ ہوں:

مجھ کو الفت پر تمھاری ناز ہے	زیست کا میری یہی اک راز ہے
دل میں رہتا ہے تمھارا ہی خیال	کیا بتاؤں تم سے کیا ہے میرا حال
کاش تم آجاؤ ایک دن میرے پاس	پیاسی آنکھوں کی بجھا دو آکے پیاس
تم جو آجاؤ تو آ جائے بہار	ختم ہو جائے یہ دورِ انتظار
عشق کے دیوانے آپس میں ملیں	دل کی کمھلائی ہوئی کلیاں کھلیں

بہر حال راہی کے یہاں نہ صلاحیت کی کمی معلوم ہوتی ہے اور نہ احساس کی فی الحال
ایسا لگتا ہے کہ جو دل پر گذری ہے یا نظر سے گذری ہے اُسے رقم کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔
گویا کہ وہ اپنے ہر تیز رو جذبے کے ساتھ چل پڑے ہیں اور ابھی " راہ بر " کی پہچان
باقی ہے۔ امید ہے کہ وہ جلد اس مقام پر پہنچ جائیں گے اور اپنا رنگ قائم کرنے میں

کامیاب ہوں گے۔

اس مختصر مجموعے میں ہر مذاق کے لیے کچھ نہ کچھ سامانِ لطف موجود ہے۔

عبداللہ ولی بخش قادری

سائیڈ سے چلیے

مصنف: مسیح انجم
ناشر: مینا بک ڈپو۔ چارکمان حیدرآباد ۲
قیمت: دو روپے پچاس پیسے

اس کتاب کے عنوان پر نہ جایئے۔ یہ راستے کے آداب نہیں بتاتی ہے بلکہ مزاحیہ مضامین پر مشتمل ہے۔ اس میں ۱۷ مضامین شامل ہیں۔ ابتدا میں "عرضِ حالِ ناتمام" کے زیرِ عنوان مصنف نے اپنا کچھ حال سنایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "میں ۶۔ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو تعلقہ سدی پیٹھ ضلع میدک کے ایک چھوٹے سے گاؤں ویلکٹور میں پیدا ہوا.... میری عملی زندگی کا آغاز شہر حیدرآباد سے ہوتا ہے یہیں میں نے محکمہ تعلیمات میں ملازمت اختیار کی یہیں میں نے عثمانیہ یونیورسٹی سے خانگی امیدوار کے طور پر بی۔ اے اور بی ایڈ کے امتحانات کامیاب کیے۔ یہیں میں نے مزاح نگاری کی ابتدا کی..... یوں تو میرا نام مسیح الدین ہے۔ لیکن مسیح انجم کے نام سے مزاح نگاری کرتا ہوں" اس کتاب میں مجتبیٰ حسین صاحب کا مقدمہ بھی شامل ہے جو کہ خود ایک مزاح نگار کی حیثیت سے ممتاز ہیں۔ اُن کی رائے میں "مسیح انجم بات کو سلیقے سے کہنے کا فن خوب جانتے ہیں" ان مضامین کے پڑھنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس رائے کا تعلق "غالب کی طرف داری" سے نہیں ہے بلکہ "سخن فہمی" کے مصداق ہے۔ ان مضامین میں ہلکی پھلکی زبان سے کام لیا گیا ہے اور مواد کو روزانہ زندگی کی بے اعتدالیوں سے حاصل کیا ہے۔ بسا اوقات وہ خود اپنا ہدف ہیں۔ لیکن اس عمل میں تلخ نوائی سے بچ کر خوش دلی سے کام لیا گیا ہے۔ ان مضامین کی ایک خوبی یہ اور نظر آتی ہے کہ وہ اپنے اندر مثبت رویے کی تائید رکھتے ہیں اُن کا ایک اصلاحی جذبہ کارفرما نظر آتا ہے مثلوں تو اُن کے مضامین "زبانی سیلاب" اور "سائیڈ سے چلیے" واضح مثالیں ہیں لیکن مجموعے کے سب ہی مضامین کا محرک و

انتہائی میلانِ طبع ہے۔ اُن کے مزاج کی بنیاد، واقعات اور واردات کے پہلو پر ہوتی ہے۔ اس معاملے میں نہ نگاہ چوکتی دکھائی دیتی ہے اور نہ قلم۔

یہ اُن کی پہلی کاوش ہے۔ اس وقت "زندہ دلانِ حیدرآباد" کی محفل گرم ہے۔ کئی نام ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ امید ہے کہ مسیح انجم کا اضافہ مزید زندہ دلی لائے گا۔ اور وہ جلد اس مقام کو حاصل کرلیں گے جس کی توقع اس مجموعہ مضامین سے قائم ہوتی ہے۔

ضیاءاللہ ولی بخش قادری

نامے جو میرے نام آئے

مرتبہ: ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ
قیمت: تین روپے
ملنے کا پتہ: ۱/۲ اشوک نگر کلکتہ ۱۰

ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ کوئی غیر معروف آدمی نہیں ان کے مداح اور معترف ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہ مل جائیں گے اور کیوں نہ ہوں، اُردو سے اُن کا لگاؤ، اس زبان کی طرح طرح سے خدمت، اپنے بس بھر اُسی کے سرمائے میں دن رات لگے رہ کر اضافہ کرتے رہنے کی خواہشیں اور کوششیں ضرور اس قابل ہیں کہ وہ تسلیم کی جائیں۔

خطوں کا یہ چھوٹا سا مجموعہ (جس کا نام رکھنے میں بھی حسن اور شعریت سے کام لیا گیا ہے) دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلے حصے میں اُن مرحوم اور لائق احترام شخصیتوں کے خطوط ہیں جن کے نام اور کام ہماری زبان کی سربلندی اور استحکام کی شاہد و ضامن ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر ذاکر حسین، علامہ نیاز فتح پوری، سید احتشام حسین اور پرویز شاہدی وغیرہ۔

دوسرے حصے میں "چند پاکستانی ساتھیوں" کے خط ہیں۔ اس فہرست میں بھی کئی مکتوب نگار ایسے ہیں جو اپنی علمی ادبی حیثیت میں خاصے مشہور و ممتاز ہیں جیسے ڈاکٹر وحید قریشی، مشفق خواجہ اور اختر انصاری وغیرہ۔

خطوں کی نوعیت اور انداز تحریر کہیں سرسری ہے کہیں بجی اور کہیں دوستانہ اور مشفقانہ مگر جو چیز کم و بیش ہر خط سے ظاہر ہوتی ہے وہ ہے ہر لکھنے والے کا

قلم سے بھٹا چاریہ جی کی مسلسل خدمت ادب کا اعتراف اور ان کی واجب ہمت افزائیاں۔

گرانیاں ضرور بڑھ رہی ہیں مگر قیمت مقرر کرتے وقت عام خریداروں کی حالت کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔　　(رشید نعمانی)

مصنف : مہندر ناتھ (مرحوم)

رُوپا　　ایشیا پبلشرز: ۵ کھاری گولین بیس ہزار دلّی

(ناول)　　قیمت: ۷ روپے

شہر سے باہر اس دھاریوں کا پڑاؤ تھا۔ شہر کے رئیس ٹھاکر امراؤ سنگھ کے نوجوان لڑکے گوپال نے غلطی سے اُن کی پالتو ہرنی پر بندوق چلا کر اُسے زخمی کر دیا اور پھر شکار کی تلاش میں اُس کی مڈبھیڑ ہرنی پالنے والی سے ہو گئی۔ اس کا نام رُوپا تھا۔ ناول نگار کے الفاظ میں: یہ لڑکی اَن پڑھ تھی۔ غیر مہذب تھی۔ بات کرنے کی تمیز نہ تھی۔ لیکن اُس کے خالق نے اُسے حسن و ورشباب کی بے پناہ دولت بخشی تھی۔ گوپال پہلی ہی نظر میں رُوپا کے تیرِ نظر کا شکار ہو چکا تھا " رُوپا اِن راس دھاریوں کی نورِ نظر تھی اور قوّت بازو بھی وہ ناچتی تھی اور سب کا پیٹ اس کی کمائی سے بھرتا تھا۔ لیکن وہ بے باک، نڈر، باعصمت اور سمجھدار تھی۔ اس نے گوپال کے اظہارِ محبت پر کہا تھا "ہم عزت بیچ کر پیٹ بھرتے ہیں۔ غریب جو ٹھہرے نا۔ تم تو امیر ہو۔ کیا مانگنے آئے ہو" لیکن پھر دونوں گرفتارِ محبت ہو گئے۔

مہندر ناتھ نے قصباتی زندگی رقابت اور ذات پات کی عصبیت کو ملحوظ رکھ کر یہ ناول ترتیب دیا ہے انھوں نے دکھایا ہے کہ شرافت اور نجابت در اصل عظمتِ کردار میں ہے اور خون یا دولت میں نہیں۔ روپا کا کردار بڑا جاندار ہے اور اپنی بلندی کو تسلیم کرا لیتا ہے۔ مہندر ناتھ ہمارے ایک معروف ادیب ہیں۔ انھوں نے معاشرے کی ایک بنیادی کمزوری پر چوٹ کی ہے۔ ناول کی زبان رواں دواں ہے اور اطمینان کی بات ہے کہ عریانی کے عیب سے پاک بھی ہے اور ان دنوں یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

ناول کے پڑھنے میں دلچسپی قائم رہتی ہے گوپال اور روپا ایک دوسرے کے ہوگئے اور سماج سے لڑ بھی لیے لیکن حالات کی ستم ظریفی نے انھیں پھر جدا کر ڈالا۔ لیکن وہ پھر مل گئے اور اس بار اس طرح ملے کہ لوگوں کی آنکھوں سے پردے بھی اٹھ گئے یہ سب کیوں اور کیسے ہوا ؟ یہ ناول پڑھنے سے پتہ چلے گا۔

یہ ناول ایسا نہیں ہے کہ پڑھنے میں بوجھل معلوم ہو اور ایک مسافر کے لیے 'رفیقِ سفر' کا حق بخوبی ادا کر سکتا ہے۔

عبداللہ ولی بخش قادری

خونِ تمنا کی بہار

مصنف: محمد سلیمان تنویر

پبلشر: صنم کدہ پبلیکیشنز ہاؤس ۲۴۹۸ پھاٹک حبش خاں دہلی

قیمت: سات روپے

اس ناول میں تین لڑکوں اور تین لڑکیوں کی داستانِ محبت بیان کی گئی ہے۔ جنھیں محبت راس نہیں آئی وہ سرشارِ محبت ہوتے ہوئے بھی ناکام محبت رہے۔ اُن کی زندگیوں میں مسرت کی گھڑی آئی لیکن "فروغِ شعلۂ حسن" کی مانند انھیں اپنی لغزشوں کی سزا بھگتنی پڑی۔ ان کی لغزشوں کی نوعیت میں فرق تھا لیکن سزا ایک ہی ملی اور وہ بھی اپنے ہی ہاتھوں یا اپنوں کے ہاتھوں۔ وہ سزا تھی، سزائے موت! کیا واقعی وہ اِس سزا کے سزاوار تھے؟ کیا پاداش میں تخفیف ممکن نہ تھی؟ کیا انھیں اپنی اصلاح یا تلافی کا موقع نہیں ملنا چاہیئے تھا؟ لیکن اگر ایسا ہوتا تو 'خونِ تمنا کی بہار' کیسے آتی!

یہ نوجوانوں کا ناول ہے۔ بقول ناول نگار" اس میں ایک ساتھ تین رومانی کہانیاں پیش کی گئی ہیں" یہ تینوں کہانیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ ان میں ایک ہی زمانے میں اور ایک ہی ادارے میں تعلیم حاصل کرنے والوں کا تذکرہ ہے ناول کے اندر جہاں کہیں کالج کے ماحول اور آپس کی چھیڑ چھاڑ کا ذکر کیا گیا ہے، وہ

بڑا حقیقی اور جاندار ہے۔ لیکن یہ ذکر بالکل ضمنی ہے ادارے کی طرف سے ایک طالب علم کو نام خارج کرنے کی سزا ملتی ہے جس کے نتیجے میں دو کی جان جاتی ہے۔ اس طرح سطحی انصاف اور رسمی طریقۂ کار کی نارسائی کا المیہ سامنے آتا ہے اور تعلیمی اداروں میں نوجوانوں کے کردار و افکار کو نفسیاتی شعور کی ژرف بینی کے ساتھ سمجھنے اور ان کی الجھنوں کو دور کرنے کی ضرورت پر روشنی پڑتی ہے۔ لیکن پوری ناول میں کالج سے متعلق یہ صرف ایک واقعہ بیان ہوا ہے کیونکہ ناول نگار نے تعلیمی اداروں کے حالات کو موضوع نہیں بنایا ہے بلکہ افراد اور نجی معاملات پر نظر رکھی ہے اگر ایسا کیا جاتا تو غالباً ناول میں معنویت کا عنصر بڑھ جاتا۔

اس ناول میں مرکزی کردار کا تعین دشوار ہے لیکن مرکزی خیال کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ شاید ناول نگار نوجوان کو تنبیہ کرنا چاہتا ہے اور تازیانۂ عبرت سے کام لے رہا ہے۔ یوں تو سارا ناول اٹھتی جوانیوں کے جوشِ طبیعت کا آئینہ دار ہے لیکن روح فرسا حادثات کے بیان میں جذبات کی عکاسی کرتے وقت تاثر کی آنچ اور تیز ہوگئی ہے جنھوں نے محمد سلیمان تنویر کا پہلا ناول "ہم بھی انسان ہیں" پڑھا ہے وہ اب کہہ سکیں گے کہ اس نوجوان ناول نگار سے جو توقعات پیدا ہوئی تھیں وہ بے جا نہیں تھیں اُن کے اس ناول میں زبان کی صفائی، صحت اور روانی نمایاں ہے۔ انھیں نوجوانوں کے مزاج سے نہ صرف آشنائی ہے بلکہ اس کے اظہار پر قدرت بھی حاصل ہے۔ اس ناول کے کردار اپنے اندر حقیقت کا پرتَو رکھتے ہیں اور اُن کے مسائل و مصائب کو بیکہ خیالی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ ایک بات اور قابلِ ذکر ہے۔ اگرچہ اس ناول کے کردار نوجوان لڑکے لڑکیاں ہیں اور وہ بھی گرفتارِ محبت تاہم ناول اخلاقی کثافت اور پستی سے بچا ہوا ہے۔

معمولی کتابت و طباعت کے ساتھ یہ ناول مجلّد ہے اور گرد و پوش سے مزیّن

عبداللہ ولی بخش قادری

مصنف: عمران انصاری
ناشر: مکتبہ فردوس ادب لکھنو
قیمت: بارہ روپے پچاس پیسے

"عمر انصاری کے کلام میں وہ انسان دوستی نظر آتی ہے جو ہندوستانیت کے ساتھ آفاقیت پر بھی نظر رکھتی ہے۔"

یہ ہیں وہ الفاظ جو پروفیسر آلِ احمد سرور نے عمر انصاری کے تازہ مجموعۂ کلام "صنم کدہ" پر رائے دیتے وقت کہے۔ انہی الفاظ کے دائرے میں اگر ہم عمر انصاری کی شاعری کا جائزہ لیں تو یہ بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی شاعری میں وطن پرستی کے ساتھ ساتھ انسان دوستی کا آفاقی تصور بھی شامل ہے جو ان کی شاعرانہ عظمت کی دلیل ہے۔ یوں بھی عمر انصاری اردو شاعروں کی اس نسل سے تعلق رکھتے ہیں کہ جو فن کے معاملہ میں سخت ریاض اور محنت پر یقین رکھتی ہے۔ فن کے سلسلہ میں سہل پسندی ان کو کسی طرح گوارا نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی اس محنت اور جد و جہد کے بعد آج ایک ایسے مقام پر کھڑے ہیں جو جائز طور پر ان کا حق ہے۔

انسانی خود اعتمادی کے سلسلے میں ایک جگہ کہتے ہیں۔

بشر ہے گر تو رکھ شانِ بشر بھی
بھروسہ کر کچھ اپنے آپ پر بھی

اپنی ذات پر بھروسہ اور اعتماد کے بارے میں جن سادہ سے الفاظ میں عمر انصاری صاحب نے یہ بات کہی ہے وہ بقول غالب سادگی و پرکاری کی زندہ مثال ہے اور یہی دو چیزیں ہیں جو شاعری کو رفعت و عظمت سے ہمکنار کرتی ہے

جدید روحانی تصورات کی بھی انصاری کے یہاں کمی نہیں حسن اور عشق حالانکہ پرانے موضوع ہیں لیکن ان میں ندرتِ خیال اور جدید اسلوب پیدا کر کے حسن و عشق

کی فرسودہ بات کو آج کی واردات بنادینے کا فن بھی انصاری کو خوب آتا ہے۔
کہتے ہیں۔

سوچا تھا ان سے مل کے ہو شاید سکوں مگر
ان سے ملے تو اور بھی کچھ غم سوا ہوا

یا

یہ جنگ حسن و عشق بھی ہے کیا عجیب جنگ
صدیاں گذر گئیں نہ کوئی فیصلہ ہوا

حسن و عشق کے روایتی جھگڑوں سے لے کر جدید روحانی تصورات تک کا جو سفر عمر انصاری نے اپنی شاعری میں طے کیا ہے ان کی چند غزلیں دیکھ کر تو جی چاہتا ہے کہ ان پر جدیدیت کا الزام لگا دیا جائے لیکن چونکہ ابہام یا ترسیل کی ناکامی کا مسئلہ ان کی شاعری میں سر نہیں اٹھاتا اس لیے ان پر یہ الزام بھی نہیں لگایا جا سکتا ایک غزل کے چند اشعار دیکھیے:۔

کب کہاں ہوں گا سوچتا ہوں میں
ایک صدائے گریز پا ہوں میں

یوں زمانے کو دیکھتا ہوں میں
سو کے جیسے ابھی اٹھا ہوں میں

بھیڑ میں اپنی آرزوؤں کی
ڈھونڈتا خود کو پھر رہا ہوں میں

بہر حال ان کے سارے مجموعہ کے مطالعہ کے بعد ایسا لگتا ہے کہ انھوں نے اپنے ذہنی سفر میں قابل رشک ترقی کی ہے اور بقول آل احمد سرور "عمر کے ساتھ ان کے کلام میں پختگی آ گئی ہے مگر کیفیت اور شعریت میں کمی نہیں آئی بلکہ اضافہ ہوا ہے":

۵۰۴ صفحات کے اس مجموعے میں ۴۲۲ غزلیں اور ۲۹ متفرق اشعار ہیں۔

اتر پردیش اردو اکیڈمی کے مالی تعاون سے شائع شدہ موصوف کا یہ مجموعہ کافی حد تک خوبصورت ہے ایسے وقت میں جبکہ کاغذ کا بحران بڑھتا جا رہا ہے اس کتاب کی قیمت ۱۲/۵۰ روپے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

مکتبہ فردوس ادب، امین آباد پارک لکھنؤ نے یہ کتاب شائع کر کے عمر انصاری کے پرستاروں پر ایک احسان کیا ہے۔

سلمان رضوی

★

روشنی کے دریچے

مصنف : سید احتشام حسین

مرتب : جعفر عسکری

پبلشرز : احتشام اکیڈمی (الہ آباد)

قیمت : دس روپے

"شاعری کبھی فن بنتی ہے کبھی مختصر صنعت گری کی منزل میں رہ جاتی ہے۔ پہلے انداز کی شاعری شاعر کے وارداتِ قلب و نظر کا نتیجہ ہوتی ہے۔ دوسری موزونیِ طبع کا۔"
یہ ہیں مشہور و معروف تنقید نگار پروفیسر احتشام حسین کے وہ الفاظ جو ان کے مجموعۂ کلام کے صفحہ سات پر درج ہیں۔

اس مجموعہ میں رباعیاں، قطعات، غزلیں، نظمیں وغیرہ شامل ہیں جو آج بنورِ ازل کے فرضی نام سے رسائل میں شائع ہو چکی ہیں۔

احتشام صاحب کی ادبی حیثیت کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے لیکن ان کے پرستار مجھے معاف کریں تنقید اور شاعری دو بالکل متضاد چیزیں ہیں تنقید میں احتشام صاحب کا درجہ بے حد بلند سہی لیکن اپنی شاعری کے آئینہ میں ایک اوسط درجے کے شاعر نظر آتے ہیں۔ ان کی تنقید جتنی معیاری بھرکم اور جاندار ہوتی ہے ان کی شاعری اتنی ہی پھیکی، اثر اور بدمزہ ہے۔ صرف وہ نظمیں جو اس مجموعہ کی اشاعت سے قبل شایع ہو چکی ہیں، کتنی حد تک دعوتِ فکر و نظر دیتی ہیں اور ان نظموں میں احتشام صاحب کا وہ ادبی نظریہ بھی سامنے آجاتا ہے جس کو وہ اپنی تحریروں میں زندگی بھر پیش کرتے رہے۔ مثلاً اپنی ایک نظم "فرد" میں انھوں نے ذات کی تنہائی کے مسئلہ کو بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے وہ کہتے ہیں۔

دورِ خزاں ہر پیڑ نے جھیلا
لطفِ بہار ہر اک نے اٹھایا
سر جوڑے سب پاس کھڑے ہیں
لیکن پھر بھی اکیلے ہیں

کیا انسان کبھی بیڑ ہی ہیں ؟
اس نظم کے علاوہ ان کی دوسری شایع شدہ نظمیں پڑھنے کے بعد لگتا ہے کہ وہ شاعری میں جدید ترین رجحانات اور روایت شکنی کے علم بردار تھے۔

یہ ایک بڑی عجیب بات ہے کہ ترقی پسند تحریک کے دو نامور رہنماؤں ، (سجاد ظہیر اور احتشام حسین) نے زندگی بھر اپنی نثر کے ذریعہ تو انسان دوستی اور اشتراکیت کا پرچار کیا لیکن ان کا یہ رجحان ان کی شاعری میں اکثر دم توڑتا محسوس ہوتا ہے۔ سجاد ظہیر کے مجموعہ کلام "پگھلا نیلم" کی نظمیں بھی کچھ ایسے ہی رجحانات کی حامل ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس مجموعہ میں شایع شدہ غزلوں میں چند شعر ایسے مل جائیں جو فن کی کسوٹی پر پورے نہ اترتے ہوں۔ لیکن بہرحال ان کی وجدانی کیفیت اور ان کا روایتی رُوحانی ماحول یقیناً آپ کی تفریح طبع کا سامان مہیا کرے گا۔

اس مجموعہ میں سب سے زیادہ قابل ذکر ان کی وہی نظمیں ہیں جو شایع ہو چکی ہیں اور جس میں زندگی اور اس کے مختلف مسائل کو خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔

کیڑے ، ریاکاری ، رداخرد ، اور سایا اور سورج ان کی خوبصورت ترین نظمیں کہلائی جا سکتی ہیں۔

سید احتشام حسین مرحوم کا یہ مجموعہ ان کے صاحبزادے جعفر عسکری نے ترتیب دیا ہے اور اس کو احتشام اکیڈمی ۔ ۱۔ نور اللہ روڈ الہ آباد نے اتر پردیش اردو اکیڈیمی کے مالی اشتراک سے شایع کیا ہے۔

احتشام صاحب سے عقیدت رکھنے والوں کے لیے دس روپے میں یہ کتاب بہت سستی ہے۔ کتابت اور طباعت کے اہتمام کے لیے ناشرین قابل مبارک باد ہیں۔

(سلمان رضوی)

★

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب، تنقید، انشاء

کتاب	مصنف	قیمت
نظر اور نظریے	آل احمد سرور	۱۰/۵۰
طنزیات و مضحکات	رشید احمد صدیقی	۹/-
اشخاص و افکار	ضیاء الحسن فاروقی	۶/۵۰
تجزیے	ڈاکٹر گیان چند	۱۱/-
اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ	ڈاکٹر محمود الٰہی	۱۲/۵۰
خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں	صالحہ عابد حسین	۱۲/-
حسرت کی شاعری	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	۲/-
روانِ فکر	" " "	۳/-
اردو اسٹیج	سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰
اردو مرثیہ	سید سفارش حسین	۶/-
بکھرے ورق	سونیتی کمار چٹرجی	۳/-
پردیسی کے خطوط	مجنوں گورکھپوری	۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟	آل احمد سرور	۵/۷۵
غزل سرا (اردو)	مجنوں گورکھپوری	۶/-
نقد اقبال	میکش اکبر آبادی	۴/۲۵
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ	سید ضمیر حسن دہلوی	۳/-

تذکرے، سیرت و شخصیت

کتاب	مصنف	قیمت
ہمارے ذاکر صاحب	رشید احمد صدیقی	۸/-
اکابر تعلیم	سعید انصاری	۱۲/-
تذکرۂ معاصرین	مالک رام	۱۵/-

کتاب	مصنف	قیمت
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں	ڈاکٹر سالم قدوائی	۱۴/-
پریم چند کے خطوط	مدن گوپال	۶/۵۰
تذکرۂ جگر	محمود علی خاں	۳/-
قلم کا مزدور	مدن گوپال	۴/-
گنجہائے گراں مایہ	رشید احمد صدیقی	۶/-
خنداں	" "	(زیر طبع)
ڈاکٹر ذاکر حسین	عبداللطیف اعظمی	۵/۵۰
داستانِ اشک و خوں	خواجہ غلام السیدین	۱/۲۰
شرابِ کہنہ	رشید نعمانی	۳/۲۵
شہر آشوب	ڈاکٹر نعیم احمد	۶/۲۵

تاریخ، سیاسیات، مذہب

کتاب	مصنف	قیمت
مسلمان اور سیکولر ہندوستان	ڈاکٹر مشیر الحق	۴/۲۰
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد	عبدالسلام قدوائی	جلد اول ۳/۲۵، جلد دوم ۲/۷۵
اسلام عقائد و مسائل مذاہب	جمال الدین اعظمی	۴/-
مسلمان اور عصری مسائل	ڈاکٹر عابد حسین	۵/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے	مولانا جمال الدین اعظمی	۲/۲۵
تعلیمات اسلام (اوّل، دوم)	مولانا عبدالسلام قدوائی	۴/-
آشفتہ بیانی میری	رشید احمد صدیقی	۴/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات	امام غزالی	۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان	ڈاکٹر مشیر الحق	۲/-

مسلم پرسنل لاکے تحفظ کا مسئلہ طاہر محمود ۴/۰
کتاب کی کہانی سید احمد حسن نقوی ۱/۵۰
امن کا راستہ عبدالغفار مدھولی ۳/۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات سری پرکاش ۴/۰
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت اے اے فیضی ۵۰/۰
تاریخ الامت (اوّل) مولانا اسلم جیراجپوری ۲/۵۰
" " (دوم) " " ۴/۰
" " (سوم) " " ۲/۷۵
" " (چہارم) " " ۳/۲۵
" " (پنجم) " " ۳/۲۵
" " (ششم) " " ۳/۲۵
" " (ہفتم) " " ۲/۰
" " (ہشتم) " " ۳/۲۵
کچھ پرانے خط (دوم) پنڈت جواہر لال نہرو ۸/۰
یادگار شخصیتیں " " ۵/۵۰
کشمیر پر حملہ کرشنا مہتہ ۲/۰

مسقر نامے

گاندھی جی بادشاہ خاں کے دیس میں پیارے لال ۵/۰
عروس نیل سلطانہ آصف فیضی ۳/۲۵

تعلیم و تربیت

بنیادی استاد کے لیے ڈاکٹر سلامت اللہ (زیر طبع)
جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/۵۰
چند پروجیکٹ " " ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ (ز
تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین (
کھیل کے ذریعے تعلیم (اوّل دوم) عبدالغفار
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " "
جامعہ کی کہانی " "

ناول، افسانے اور خاکے

جلیس انور کمال حسینی ۵۰
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۵۰
دلدل ترجمہ " " ۵۰
سات سال " " " ۲۵
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین
ان کہی ڈور " " ۵۰
پابہ جولاں صغرا مہدی
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۵۰
زندگی کی لہر ساؤمنگ
آدمی کا مقدّر ترجمہ: قرۃ العین حیدر
ایلپس کے گیت " " " "
خیالی پلاؤ " " " "
ٹونگو " " " "
ماں کی کھیتی " " " "
لودوکیہ " " " "
پت جھڑ کی آواز " " "
ایک تھی انیتا امریتا پریتم

باپ بیٹے ترجمہ: انور عظیم ۵/-

باغ و بہار مرتب: رشید حسن خاں ۲/۷۵

میوہ منشی پریم چند (زیر طبع)

گئودان " " " ۱۱/-

میدانِ عمل " " " ۸/۵۰

واردات " " " ۴/۵۰

پیار کا موسم مہندر ناتھ ۳/۵۰

چنار کا پتّا سلطان آصف فیضی ۲/۲۵

شکستِ ناتمام ترجمہ: زہرہ سیدین ۲/-

دلّی کی شام " : بلقیس جہاں ۴/۵۰

راہِ عمل صالحہ عابد حسین ۷/۵۰

صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۳/۷۵

اپنے دکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی ۹/-

افسانے اور خاکے

پرندے اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۱/۵۰

بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/-

چراغوں کا سفر رام لعل ۴/-

خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۳/۷۵

کالے صاحب اوپندر ناتھ اشک ۲/۵۰

کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/-

نروان جیلانی بانو ۴/۷۵

نئی بیماری مہندر ناتھ ۲/۵۰

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۳/۷۵

جہاں آرا (اوپیرا) رفعت سروش ۴/۵۰

آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۴/-

جان نثار " " ۱/۳۷

آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۱/۷۵

خانہ جنگی " " " ۱/۷۵

انجام " " " ۱/۲۵

کھیتی " " " ۱/۲۵

اوپر کی منزل کرتار سنگھ دگل ۴/-

آئینۂ ایام ترجمہ: خلیق احمد ۳/۵۰

پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۱/۷۵

کیا خوب آدمی تھا " " " ۲/-

دروازے کھول دو کرشن چندر ۲/۵۰

سراج الدولہ ترجمہ: اشفاق حسین ۱/۵۰

موت پر فتح جیالال ساز ۱/۲۵

نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۱/۷۵

نظم

نئی نظم کا سفر مرتبہ: خلیل الرحمٰن اعظمی ۱۰/۵۰

آتشِ گل جگر مرادآبادی ۶/-

پچھلی رات فراق گورکھپوری ۷/-

نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۷/-

غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۴/۵۰

مثنوی سحرالبیان مرتب: رشید حسن خاں ۱/۷۵

بچوں کی کتابیں (مذہب)

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۵۰

عقائدِ اسلام " " " -/۵۰

رسولِ پاک عبدالواحد سندھی ۱/۸۰

چار یار — الیاس احمد مجیبی — ۲/۵۰
آں حضرتؐ — " " (اردو) — -/۶۵
" " " (ہندی) — -/۶۰
پاک کہانیاں دو حصوں میں — مقبول احمد سیوہاروی — ۲/۲۵
خلفائے اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۲۵
نبیوں کے قصے — " " " — ۱/۲۵
مسلمان بیبیاں — اعجاز الحق قدوسی — -/۷۵
ہمارے رسولؐ — خواجہ عبدالحی فاروقی — -/۲
ہمارے نبیؐ — سید نواب علی رضوی (اردو) — -/۷۵
" " " " (ہندی) — -/۸۰
سرکار دو عالمؐ — محمد حسین حسان — ۲/۷۵
سبیل الرشاد — خواجہ عبدالحی — -/۱

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد — ۱/۷۵
دنیا کے بچے — محمد حسین حسان — ۱/۰
انوکھا عجائب خانہ (دو حصے) — " " — ۱/۸۰
بجلی کی کہانی — علی احمد خاں — -/۵۰
پڑ دادا کی کہانی — محمد عبدالغفار — -/۵۶
مفید معلومات — دوم۔ سوم۔ چہارم۔ — ۲/۵۰
" " — پنجم — ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی — -/۴۴
خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین — -/۸۵
دہلی — ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی — ۱/۵۰

تاریخ ہند کی کہانیاں (اول) — خجستہ سلطانہ — -/۸۰
" " " (دوم) — ضیاء الرحمٰن — -/۱
" " " (سوم) — مشتاق احمد اعظمی — -/۸۰
" " " (چہارم) — " " — -/۹۵
رابندر ناتھ ٹیگور — صفدر حسین — ۱/۲۵
سماجی زندگی (اول) — احمد شبلی، غلام ابرار — -/۱
" " (دوم) — " " " — ۱/۲۵
" " (سوم) — " " " — ۱/۴۰
" " (چہارم) — " " " — ۱/۲۵
سمندر کے کنارے — سلطانہ آصف فیضی — ۱/۳۰
" " بچے — " " — ۲/-
قدرت کے کرشمے — ادارہ — -/۶۲
ہماری پارلیمنٹ — کیلاش چندر — ۱/۵۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ — محمد حسین حسان ندوی — -/۱
دعوت طلائی کی — " " " — -/۶۰
جیت کس کی — " " " — -/۱
انصاف کا تخت — " " " — -/۷۵
چینی کی گڑیا — " " " — -/۵۰
بہادر سیاح — " " " — ۱/۶۵
چچا غالب مرتبہ — " " " — ۱/۷۵
تانبیل خاں — " " " — -/۳۰
شیر خاں — ترجمہ: قرۃ العین حیدر — -/۵۰
بھیڑیے کے بچے — " " " — -/۵۰
ہرن کے بچے — " " " — -/۵۰

کتاب	مصنف / مرتب	قیمت
میاں ڈھینچو کے بچے	ترجمہ: قرۃ العین حیدر	۱/۵۰
لومڑی کے بچے	" : " "	-/۵۰
بہادر	" " "	-/۷۵
سونے کا پنجرہ	احسان الحق	-/۶۵
بدنصیب شہزادی	ابرار محسن	۱/-
عقل کا سودا	" "	۱/۷۰
تیس مار خاں	" "	-/۹۰
جنگل کا راجہ	" "	۱/-
جن حسن عبدالرحمن (دو حصے)	ایل لاگن	۴/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا	کوثر بانو	-/۳۰
چوری کی عادت	عبدالغفار مدھولی	۱/۵۰
چھوٹا لڑکا	" "	-/۵۰
غیر ذمہ دار لڑکا	" "	-/۵۰
چٹانوں کی کہانی	محمد امین	۱/۷۵
بندر کا گھر	خضر برنی	-/۴۵
دلی دور ہے	مجیب احمد خاں	-/۵۰
کوے دادا	ترجمہ: " "	۱/۷۵
جب اور اب	آصفہ مجیب	۱/۷۵
تین کوڑیاں	اقبال امروہوی	۱/۲۰
پریم کی جیت	اسد اللہ کاظمی	-/۳۷
ترکوں کی کہانیاں	مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	-/۵۵
مزہ چکھائیں گے	" " "	-/۳۵
چھوٹی لالٹین	مشتاق احمد	-/۳۱
تین اناڑی	عصمت چغتائی	۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا	برکت علی فراق	-/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے	ایم ندیم	۱/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر	محمد معین	-/۴۵
ستاروں کی سیر	کرشن چندر	۱/۷۵
ڈاکو کی گرفتاری	ایم ندیم	-/۵۰
لال مرغی	عبدالواحد سندھی	-/۵۰
مزید پہیلیاں	محمود علی خاں	-/۶۵
ننھا ٹٹو	خورشید سلطان	-/۳۰
چنبیلی	محمد حسین حسان	-/۵۰
شیدا	پروفیسر محمد مجیب	-/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیشے

کتاب	مرتب	قیمت
بڑھئی	مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	-/۳۱
احمد خاں دکاندار	" " "	-/۳۱
بہشتی	" " "	-/۳۱
پیارے جان رفوگر	" " "	-/۳۱
تانگے والا	مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	-/۳۱
حفیظ خانساماں	" " "	-/۳۱
کلو حلوائی	" " "	-/۳۱
عبدالرحمن راج	" " "	-/۳۱
مرغی پالیے	" " "	-/۵۰

نصیب خاں حجام مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱

تمدن معاشیات

چناؤ کے بھید " " " ۱/۳۱
سرکاری ٹیکسوں کا راز " " " ۱/۳۱
ضلع کی سرکار " " " ۱/۳۱
کارخانوں کے قانون " " " ۱/۳۱

جھلکیاں

احمد علی " " " ۱/۳۱
سید سلیمان " " " ۱/۳۱
احمد ندیم " " " ۱/۳۱
اکبر الہ آبادی " " " ۱/۳۱
حیات اللہ انصاری " " ۱/۳۱
سہیل عظیم آبادی " " " ۱/۳۱
عبدالحق " " " ۱/۳۱
میر امن " " " ۳۱
نذیر احمد " " " ۱/۳۱

حفظانِ صحت

دق اور اس کا علاج " " " ۱/۳۱
زچہ بچہ " " " ۱/۳۱
طاعون اور چیچک " " " ۱/۳۱
فوری علاج (دم گھٹنا) " " " ۱/۳۱
" " (حادثہ) " " " ۱/۳۱
" " (ہڈی کا ٹوٹنا) " " " ۱/۳۱

ڈراما اور سوانح

استری دھن " " " ۱/۳۱
ٹھیک بات چیت کی ہے مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱
اجمیری خواجہؒ " " " ۱/۳۱
امیر خسروؒ " " " ۱/۳۱
سوامی دیانند " " " ۱/۳۱
غوث پاک " " " ۱/۳۱
گاندھی جی (اول) " " " ۱/۳۱
" " (دوم) " " " ۱/۳۱
گرونانک " " " ۱/۳۱
مصطفیٰ کمال (دوم) " " " ۱/۳۱
نظام الدین اولیاؒ " " " ۱/۳۱
کرشن کنہیا " " " ۱/۳۱

کہانیاں

کہانیاں (اول) " " " ۱/۳۱
" (دوم) " " " ۱/۳۱
پنچ تنتر (") " " " ۱/۳۱
" " (سوم) " " " ۱/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے " " " ۱/۳۷
اپنی کھیتی کا ایک چک کرو " " " ۱/۳۱
پپیتے کا باغ لگائیے " " " ۱/۳۱
پھلوں کی کھیتی " " " ۱/۳۱
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " ۱/۳۱
جانور بھلا چنگا رہے " " " ۱/۳۱
ساگ سبزی اگائیے " " " ۱/۳۱
کوآپریٹو فارمنگ " " " ۱/۳۱

بنائے کھاد لائیے مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱

انار، بیر " " " " -/۳۱

ے کی مار " " " " -/۳۱

دھوان ہو گیا " " " " -/۳۱

ذھب

اؤد شریف " " " " -/۳۱

ماجہ شریف " " " " -/۳۱

ئی شریف " " " " -/۳۱

دفن " " " " -/۳۱

لومات

ستارے " " " " -/۳۱

رات (اوّل) " " " " -/۳۱

" (دوم) " " " " -/۳۱

ائی جہاز (حصہ دوم) " " " -/۳۱

ٹ بال " " " " -/۳۱

پھلکے کھیل " " " " -/۳۱

فرق

بائی لوک گیت " " " " -/۳۱

لیم یا لغات کے سلسلے کی نئی کتابیں

تین کا سانپ محمد حسین حسان -/۵۰

لٹی دوا " " " -/۵۰

رف کا گھر " " " -/۵۰

ڈ کے اُپدیش " " " " -/۵۰

ند " " " -/۷۵

یک " " " -/۶۲

کتنی زمین محمد حسین حسان -/۶۲

بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ -/۵۰

بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر پی راج موگا -/۵۰

بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں " " -/۵۰

بے گناہ مجرم شفیق الرحمن قدوائی -/۵۰

تین سوال عبداللطیف اعظمی -/۵۰

چیونٹی کی چوٹ معین الدین -/۷۵

چیچک مشتاق احمد -/۶۲

موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین -/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اُردو

اُردو قاعدہ -/۵۰

" " رنگین -/۶۵

اُردو کی پہلی کتاب -/۶۵

" " دوسری کتاب ۱/۳۵

" " تیسری کتاب ۲/۰

" " چوتھی " ۲/۲۵

" " پانچویں " ۲/۵۰

" " چھٹی " ۲/۶۰

" " ساتویں " ۲/۷۰

" " آٹھویں " ۲/۷۰

اُردو کی دوسری برائے دہلی ۱/۶۵

" تیسری " ۲/۲۰

" چوتھی " ۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر -/۲۵

" " (اوّل) -/۴۸

بال پریم (اوّل)	/۸۷
" " (دوم)	۱/۸۲
" " (سوم)	۱/۲۵
" " (چہارم)	۱/۲۵
نوبہر کھات	۱/۶۲

حساب

جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ: یاور حسین	۲/۲۵
" " (" سوم) " محمد یونس	۲/۰۰
" " (" چہارم) " ملکہ بیگم قزلباش	۲/۵۰
" " (" پنجم) " : محمد یونس	۳/۳۰

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ: محمود سروش	۳/-
" " (" چہارم) " : " "	۳/۴۰
" " (" پنجم) " : دینا ناتھ گردھر	۳/۵۰

خط کتابت اُردو کورس

پہلی کتاب	۱/-
دوسری "	۱/۵۰
تیسری "	۲/-

قَاعدہ یَسَّرْنَا القرآن

مکتبۂ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے قاعدہ یسّرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شایع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمد للّٰہ والدین اور معلّمین دونوں نے بہت پسند کیا۔ اظہار پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے بھی نوازا۔

ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ یسّرنا القرآن کا دوسرا اڈیشن شایع ہو کر آ گیا ہے۔

(سائز ۲۲×۲۹/۸ سفید گلیز کاغذ، آفسیٹ کی چھپائی) قیمت: ۱/-

بورڈ آف اسٹڈیز اِن اُردو، بمبئی یونیورسٹی سے منظور شدہ

آینۂ ادب

(حصّہ نثر و نظم) مرتبین: ڈاکٹر سیّد مہدی رضا۔ ڈاکٹر آدم شیخ

فرسٹ ایر آرٹس، سائنس اور کامرس کے لیے ہائر لیول قیمت ۵/۵۰

انوارِ ادب

(حصّہ نثر و نظم) مرتبین: پروفیسر [illegible] احمد صدیقی۔ ڈاکٹر مجاہد حسین حسینی

(انٹرمیڈیٹ آرٹس، سائنس اور کامرس کے لیے) قیمت ۴/-

پرنٹر پبلشر سید احمد وَلی نے جمال پرنٹنگ پریس دِلّی میں چھپوا کر جامعہ نگر، نئی دِلّی ۲۵ سے شایع کیا۔

مینجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ثلّی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵

لائبریریوں کے لیے سالانہ
ایک روپیہ

جون ۱۹۷۴ء
جلد ۱۵ - شمارہ ۶
سالانہ
تین روپے
فی پرچہ
۳۰ پیسے

اشاریہ

ہمارے قارئین وقتاً فوقتاً یہ مطالبہ کرتے رہے کہ کتاب نما کو محض تبصروں اور اشتہارات کا پرچہ نہ بنایا جائے۔ ان کا اصرار ہے کہ رسالہ ادبی اقدار کا حامل ہو اور تبصروں کے ساتھ تخلیقی ادب کو بھی اس میں جگہ دی جائے تاکہ اس کے پڑھنے والوں کا حلقہ وسیع ہو۔ فرداً فرداً ہم جواب میں انھیں اپنے خیالات سے آگاہ کرتے رہے۔ کتاب نما میں اس کا ذکر ضروری نہیں سمجھا۔ یہ ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ ہم نے ان مشوروں پر عمل کرنے کا ارادہ اس وقت کیا جب کاغذ کی قلت کے سبب کتنے رسالوں اور اخباروں نے دم توڑ دیے۔ یہ اقدام نتیجہ ہے مطالبوں کی شدّت کے ساتھ احباب کے اس تیقن کا کہ وہ ہر طرح ہماری ہمّت افزائی کریں گے۔ چنانچہ زیرِ نظر شمارے سے ہم نے اس کی ابتدا کر دی ہے۔

سرِ دست " حاصلِ مطالعہ " کو ختم کرکے ہم نے ایسے مضامین کے لیے جگہ نکالی ہے۔ تبصرے ضرور شامل رہیں گے۔ مگر تبصرہ نگار حضرات سے ہم یہ توقع کریں گے کہ ہماری تنگ دامانی کا خیال رکھ کر حتی الوسع اختصار کو اپنا شعار بنائیں۔ یہی توقع ان احباب سے بھی ہے جو اپنی تخلیقات کے ذریعہ کتاب نما کو بہتر بنانے کی کوششوں میں ہمارا ہاتھ بٹانا چاہیں گے۔

یہ فیصلہ یکایک ہی کر لیا گیا اور ہمیں خوشی ہے کہ کرم فرماؤں میں پروفیسر قمر رئیس، جناب غلام ربانی تاباں، ڈاکٹر اجمل اجملی، جناب انور صدیقی، جناب تقی حیدر، ڈاکٹر سیفی پریمی اور ڈاکٹر عنوان چشتی نے سب سے پہلے ہماری آواز پر لبیک کہا۔ اللہ بشر

حضرات نے اپنی تخلیقات سے بھی نوازا ۔ ہم ان کا شکریہ ادا کرنے کے ساتھ یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ یہ عنایات جاری رہیں گی اور یہ تعاون برابر ملتا رہے گا۔

نئے مضامین کے ساتھ ایک ۲۵ سالہ پرانی نظم بھی شریک اشاعت ہے۔ — احمد ندیم قاسمی نے اُس وقت جو سوال کیا تھا۔ وہ آج بھی اسی طرح موجود ہے اور جواب کا طالب۔

مرکزی حکومت کے ماہنامے "آجکل" کی طرح اتر پردیش سے سرکاری سطح پر اردو ماہ نامے شایع ہوتا ہے۔ یو پی کا "نیا دور" ہر اعتبار سے اس صوبے کی روایت کا حامل ہے اور بجا طور پر مرکز کے "آج کل" کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔

"آندھرا پردیش" بھی خاصا پرچا ہے صوری اور معنوی۔ دونوں حیثیتوں سے ماہ نامہ اپنی ریاست کی صحیح نمائندگی کرتا ہے۔

ادھر مہاراشٹر نے بھی "قومی راج" کے نام سے ایک پندرہ روزہ جریدہ نکالنا شروع کیا ہے۔ اب تک اس کے ۱۰ شمارے سامنے آ چکے۔ شاید ان کی دیکھا دیکھی راجدھانی میں دلّی انتظامیہ کو غیرت آئی اور اس نے بھی "دِلّی" نام کا رسالہ شایع کر ڈالا۔ فروری ۱۹۸۲ء کے پہلے شمارے پر جب ہماری نظر پڑی تو بڑی خوشی ہوئی۔ مگر اس سے کہیں زیادہ کوفت۔ خوشی اس کی کہ دہلی انتظامیہ نے اس درمیان میں اُردو زبان کی خدمت کے لیے چوڑے دعوے کیے تھے۔ ان پر عمل بھی شروع کر دیا۔ مگر کوفت اس وقت ہوئی جب پہلا ورق الٹا۔ اس کے بعد پورے پرچے کے صفحات پر نظر ڈالی۔ کس قدر ناقص کتابت اور طباعت ہے کہ الاماں! اسے پڑھنے کی ہمّت کس میں تھی؟

یہاں مجھے قومی راج سے مقابلہ کرنا ہے۔ مہاراشٹر کی ریاست ہندوستان کی واحد ریاست ہے۔ جس نے اُردو کی سب سے زیادہ پذیرائی کی اور جہاں یہ زبان سب سے زیادہ پھل پھول رہی ہے۔ اتر پردیش اور دہلی سے بھی زیادہ۔ مہاراشٹر نے کبھی یہ دعوے نہیں کیے کہ اردو اس ریاست کی زبان ہے، اس کو اس کا جائز مقام ملنا چاہیے وغیرہ۔ مگر عملاً وہ سب کچھ کیا اور کر رہی ہے جس سے اردو نہ صرف یہ کہ زندہ ہے بلکہ ترقی بھی کر رہی ہے۔ اور دہلی۔ جہاں ہر روز کسی نہ کسی بڑے نیتا کی زبان اُردو کی ہمدردی کے لیے کھلتی رہتی ہے۔ وہاں اُردو کے ساتھ جو کچھ اور جیسا کچھ سلوک ہو رہا ہے وہ اس رسالہ کی اشاعت کے بعد سامنے ہے جو یہ سلسلہ کیے رہا

باقی صفحہ پر

پروفیسر قیصر زیدی

آشفتہ سری کا تحفہ

پھر وہی ہے وہی گھنگھور گھٹاؤں کی فضاء
روشنی ہے نہ ہوا
زلفِ ژولیدۂ افکار کی مسموم مہک
سانس لیتے ہوئے دم گھٹتا ہے

کوئی جذبہ نہیں پیراہنِ لفظی کا رہین
چشم و ابرو کی زبانیں خاموش
شکن آلود جبینِ جاں ہے

کوئی نادان سا، موہوم سا، مبہم جملہ
ربط و آہنگ سے بیگانہ روش
حسنِ تہذیب کو آشفتہ سری کا تحفہ

روزنِ در سے ہوا
نکہتِ گل سے معطر آغوش

جناب تقی حیدر

ترسیل کا مسئلہ

اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے سلسلے میں کوئی سوال پیدا کہاں سے ہوتا ہے؟ آخر ہم اپنی روزمرہ زندگی میں سارے وقت دوسروں کی باتیں سمجھنے اور اپنی باتیں دوسروں کو سمجھاتے رہتے ہیں اور کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ سماجی سطح پر ہمیں اپنی بات دوسرے یا دوسروں تک پہنچانے میں کوئی دقت محسوس ہوتی ہو۔ اگر قدم قدم پر کسی طرح کی دقت کا سامنا کرنا پڑتا تو جینا دوبھر ہو جاتا، زندگی اجیرن ہو جاتی، اس لئے کہ زبان ہی تو سماجی بیوہار کا سادھن ہے، زبان ہی وہ وسیلہ ہے جس سے ہم سماجی تعاون خود حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کی سماجی زندگی میں معاون ہوتے ہیں اور اسی لیے شاید یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اگر ہم ایک نظر ان اصولوں پر ڈال لیں جو زبان کے روزمرہ استعمال میں، سماجی استعمال میں کارفرما ہوتے ہیں تو پھر یہ سمجھنے میں بھی زیادہ مشکل نہ ہوگی کہ ان اصولوں سے ہر زبان کے SDECIA -LISED) استعمال میں کس طرح کام لے سکتے ہیں۔

سب سے پہلے تو اس بات کو لیجیے کہ اپنی زبان کے، اور ان زبانوں کے جو ہم نے کافی کامیابی کے ساتھ سیکھ لی ہوں۔ اگر پورے کے پورے نہ سہی تو کافی بڑے خزانے پر ہمارا تصرف ہوتا ہے۔ لیکن جب ہم کسی خاص وقت میں زبان کا استعمال کرتے ہیں تو اس بڑے خزانے کے صرف ایک بہت معمولی سے حصے کو استعمال کرتے ہیں۔ اُس خاص وقت میں ہم اسی ایک حصے کو استعمال کرتے ہیں۔ اُس خاص وقت میں ہم اسی ایک حصے کا انتخاب کیوں کرتے ہیں؟ اور کون سی چیزیں ہیں جن سے یہ انتخاب طے ہوتا ہے؟ یہ انتخاب جن چیزوں سے طے ہوتا ہے ان میں سب سے پہلی اہمیت اس چیز کی ہوتی ہے کہ زبان کو استعمال کرنے والا کون ہے۔ پھر یہ کہ وہ کس سے اپنی بات کہہ رہا ہے یعنی اس کا مخاطب کون ہے، پھر یہ کہ کس چیز کے بارے میں کہہ رہا ہے۔ کیا کہہ رہا ہے

اور س (CULTURAL CONTEXT) میں کہہ رہا ہے اور آخر میں یہ کہ زبان کو استعمال کرنے والا کیا نتیجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر اسی وقت کی بات کو لیجئے۔ میں اردو کے ادیب کی حیثیت سے بات کر رہا ہوں اور مجھے یہ بھی دعویٰ ہے چیزوں کو دیکھنے اور ان کے بارے میں سوچنے اور انھیں سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں، میرا تعلق شہری متوسط طبقے سے ہے اور میری تعلیم و تربیت بھی اسی حساب سے ہوئی ہے۔ یہ ساری چیز تو ان میں بھی موجود ہیں جن سے میں اپنی بات کہہ رہا ہوں لیکن ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ میں جن لوگوں سے اس وقت مخاطب ہوں ان میں ہندی اور پنجابی کے ادیب بھی ہیں اور اس کا کم سے کم اتنا اثر بھی نمایاں ہے کہ میں اردو تنقید کی زبان اور اس کی (TERMINOLOGY) نہیں استعمال کر رہا ہوں اور جو کچھ میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں اس سے نتیجہ یہ حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اس سوال پر ایک خاص طرح سے سوچیں، کچھ خاص پہلوؤں پر نظر ڈالیں ـــــ اس لیے میں جس زبان کا استعمال کر رہا ہوں اس میں سبق پڑھانے کا انداز، نصیحت کرنے کا لہجہ ہو ہی نہیں سکتا اور نہ میں کوئی بات ایسی کہہ سکتا ہوں جس سے آپ کو غصہ آجائے یا جن کی وجہ سے آپ اس ساری بحث سے ہی بیزار ہو جائیں۔

یہی صورتِ حال روزمرہ زندگی میں ہوتی ہے۔ اور زبان کا استعمال کرنے والا یہ سب کچھ عادتاً کرتا ہے، اس کے لیے اُسے سوچنا اور غور کرنا نہیں پڑتا، زندگی میں اتنی مہلت ہی نہیں ہوتی۔

ادب میں بھی زبان کے استعمال کے یہی اصول کام کرتے ہیں لیکن فرق یہ ہوتا ہے کہ ادیب یا شاعر جن لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے ان کا حلقہ بہت بڑا ہوتا ہے اس میں پورے سماج کے، دوسرے ملکوں کے، آنے والے زمانوں کے لوگ بھی ہو سکتے ہیں اور اسے اپنی زبان کا انتخاب اس لحاظ سے کرنا ہوتا ہے اور اسی طرح ادب کی زبان بنتی ہے ـــــ ادب کی زبان ایسی زبان ہوتی ہے جو اس زبان کو بولنے والے سارے علاقوں سارے طبقوں اور سارے حلقوں کے لوگوں کی سمجھ میں آسکے۔

اس حد تک ادب میں اپنی بات دوسروں تک پہنچانے میں کوئی مشکل ہونی چاہیے۔

نہ ہوتی ہے مشکل وہیں سے پیدا ہوتی ہے جہاں سے ادیب یا شاعر ان اصولوں میں سے کسی کو جان بوجھ کر یا انجانے میں نظر انداز کر دیتا ہے زور اگر کہیں اس نے اپنی اس غلطی یا بھول کا فلسفہ بنانا شروع کر دیا تو پھر بات مشکل سے بڑھ کر (CONFUSION) اور بد دیانتی تک پہنچ جاتی ہے۔

کبھی کبھی کسی ادیب کو یا ادیبوں کے ایک پورے گروہ کو یہ خوش فہمی ہو جاتی ہے کہ زبان استعمال کرنے والا کون ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا مخاطب کون ہے، وہ بات کس سے کر رہا ہے اور جب یہ دو چیزیں خلط ملط ہو گئیں تو پھر اس کا شعور رہ جاتا ہے کہ وہ کہہ کیا رہا ہے اور نہ یہ تمیز رہ جاتی ہے کہ اس سے وہ نتیجہ کیا چاہتا ہے۔

اور اس ساری بنیادی گڑبڑ کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایسا ادیب یا شاعر اس معمولی سی حقیقت کو نظر انداز کر جاتا ہے کہ ادب کی تخلیق بھی، ساری انسانی سرگرمیوں کی طرح، ایک سماجی فعل ہے، اس کا ایک مقصد ہوتا ہے۔

اب اگر آپ نے اسی بنیادی حقیقت سے انکار کر دیا کہ ادب کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، ادیب پر کوئی سماجی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تو پھر باقی ساری بحث بے معنی ہو جاتی ہے اس لئے کہ آپ نے تو یہ قید ہی اٹھا دی کہ ادیب کسی خاص مقاصد کو ذہن میں رکھ کر، یعنی جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا۔ ایک خاطر خواہ نتیجہ حاصل کرنے کے لیے، کسی سے مخاطب ہو اور اس سلسلے میں ایسی زبان کا استعمال کرے جو سننے والے کی سمجھ میں آ جائے۔

ایک خاص طرح کے ادیبوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی سے مخاطب نہیں ہیں، وہ صرف اپنے لئے لکھتے ہیں اور دوسرے طرح کے ادیب بڑے فخر کے ساتھ اپنے آپ کو ادیبوں کا ادیب اور شاعروں کا شاعر کہتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ادیب یا شاعر صرف اپنے لئے لکھتا ہے تو پھر تو کسی اور تک بات پہنچانے کا سوال ہی نہ ہونا چاہیے۔ اپنے آپ سے باتیں کرنے کو اگر دوسرا کوئی نہیں سمجھتا یا سرے سے ادھر توجہ

ہی نہیں کرتا تو یہ (CRISES OF COMMUNICATION) تو نہیں ہوا اسی
طرح اگر کسی نے یہ طے کر لیا ہے کہ وہ (POET'S POET) ہے اور رہے گا تو پھر یہ شکا
نہ ہونی چاہیے کہ اسے کون سنتا ہے اور کون سمجھتا ہے۔

کبھی کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ آج کی زندگی اتنی پیچیدہ اور اتنی الجھی ہوئی ہے کہ
جس ادب میں اس کی تصویر پیش کی جائے گی اس کا پیچیدہ اور الجھا ہوا ہونا یقینی
اس بات پر پہلا خیال تو یہ ہوتا ہے کہ یہ ادیب اور شاعر اپنی تخلیقات میں آسمان، زمی
اور سمندر کی تصویر کیسے پیش کرتے ہوں گے، کیا ان کو اسی لمبائی چوڑائی اور اونچ
کی گہرائی کے حساب سے لفظ اور جملے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ اور اس طرح
ادیبوں سے پوچھنے کا یہ جی چاہتا ہے کہ آپ یہ زندگی کی تصویر کشی کرتے کس مقصد سے
ہیں؟ ادب کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ زندگی کو سمجھنے میں اور اسے اپنی اور اپنے سماج کی
ضرورتوں کے مطابق ترتیب دینے میں عام انسانوں کی مدد کرے اور اس کے لئے زندگی
کی پیچیدگیوں کو ویسے کا ویسا ہی پیش کر دینا کافی نہیں ہے بلکہ انھیں سمجھنے کی ضر
ہے۔ ان اصولوں اور قانونوں کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو زندگی میں، قدرت میں
فرما ہیں، ان کے ہر MANIFESTATION کو سمجھنے کی ضرورت ہے، ا
ایک حقیقت کو جاننے کی، ہر ایک حقیقت کا رشتہ زندگی اور وجود کی ساری حقیقتوں
سے قائم کر کے الجھے منطقی نتیجے اخذ کرنے کی ضرورت ہے اور پھر اس زبان کا انتخاب
کرنے کی ضرورت ہے جو ان (LOGICAL CONCLUSIONS) کو
(REASON AND ARGUMENTS) کی سطح سے بلند کر کے احساس و جذبات
کی سطح پر پہنچا سکے۔ ادیب اور شاعر کو دوسروں تک (IDEAS) نہیں پہنچانے ہوتے
(QUALITY AND CONTOUR OF IDEAS) پہنچانے ہوتے ہیں۔ زندگی
کی تصویر پیش کرنا مقصد نہیں ہوتا، زندگی کو سمجھانا مقصد ہوتا ہے۔

اور اس لئے میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ ادب میں دوسروں
تک اپنی بات پہنچانے کا مسئلہ بعد کو پیدا ہوتا ہے۔ پہلا سوال یہ ہوتا ہے

ہم تنہا کیا چاہتے ہیں کس سے کہنا چاہتے ہیں اور اس سے کیا نتیجہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔
اور زبان کا استعمال بھی اسقدر سماجی فعل ہے کہ اپنے آپ سے باتیں کرتے
ہیں مخاطب کوئی نہیں ہوتا لیکن اس کا کچھ نہ کچھ نتیجہ ضرور نکلتا ہے — کبھی اپنے لیے،
کبھی دوسروں کے لیئے اور ادب چونکہ خود کلامی نہیں ہے — ورنہ تو اسے شایع
کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئے — اس لیے ہم اس بات کو تسلیم کریں یا نہ کریں
اس کا ایک نتیجہ نکلتا ہے، چاہے وہ خاطر خواہ ہو یا نہ ہو اور اس نتیجے کو کوئی نہ کوئی
اپناتا ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ چونکہ یہ نتیجہ ان لوگوں کے لیے، جو
بورژوائی نظام کے APOLOGIST ہیں بڑے فائدے کا ہے اس نے وہی اپنی
پروپیگنڈہ مشین کا سارا زور لگا کر یہ گمراہ کرنے والے خیالات پھیلاتے رہتے
ہیں کہ ادب کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، ادیب کسی کے سامنے جواب دہ نہیں تا اس
کی کوئی سماجی ذمہ داری نہیں ہوتی اور بیچ بیچ میں یہ آوازیں بھی سنائی جاتی
رہتی ہیں کہ ادیب اور فنکار بالکل تنہا رہ گیا ہے، (COMMUNICATIONS) کا بریک
ڈاؤن ہو گیا ہے، اس سماج میں ہر انسان (ALIENATED) ہے لیکن ادیب کا
(ALIENATION) سب سے زیادہ دردناک ہے۔

اور اس طرح ایک بہت ہی دلچسپ صورت حال پیدا ہو گئی ہے بورژوازی کی یہی پروپیگنڈہ
مشین ایک طرف تو ادب کو (COMMUNICATIONS) سے بے نیاز ابری، بتاتی ہے
دوسری طرف اس دور میں (COMMUNICATION) کی مشکلوں کو بڑھا چڑھا کر پیش
کرتی ہے اور اس کے لئے (ALIENATION) یہ کہہ کر GENERATION GAP تک
ان گنت ٹوٹے مروڑے ہوئے ادھ کچرے (CONCEPTS) کا سہارا لیتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ
اپنی (PRODUCTS) کو بیچنے کے لئے (COMMUNICATION) پر ریسرچ بھی کرتی ہے اور جس
قسم کا ادب اس کی (PRODUCTS) میں آتا ہے وہ اس ریسرچ کے نتیجے میں خوب (کسی
COMMUNICATE) کرتا ہے اور اسی سے آپ کا شہر بہت سے فٹ پاتھ اور کتابوں کی ساری
دکانیں پٹی پڑی ہیں۔ (یہ مختصر مقالہ ۵ مئی ۱۹۷۲ء کو، ترقی پسند ادیبوں کے جلسہ
منعقدہ غالب اکیڈمی میں پڑھا گیا)۔

جناب غلام ربّانی تاباں

غزل

جرمِ احساس کی فطرت نے سزا دی ہے مجھے
ہونٹ جل جاتے ہیں جس سے وہ لو دی ہے مجھے

میں تو سمجھا تھا کہ سب ٹوٹ چکے ہیں ناتے
میرے ماضی نے کئی بار صدا دی ہے مجھے

اور پیغامِ جہانِ گزراں کچھ بھی نہیں
وقت نے خود مری روداد سنا دی ہے مجھے

ناامیدی سے جھلکتا رہے امید کا رنگ
کون تھا جس نے یہ دلچسپ سزا دی ہے مجھے

کتنی سنسان تھی، ویران تھی مجھ سے پہلے
وادیٔ شوق نے کیا کیا نہ دعا دی ہے مجھے

تن چھپانے کے لیے اور تو کیا تھا تاباں
میرے ماحول نے زخموں کی قبا دی ہے مجھے

ڈاکٹر سیفی پریمی

دبستانِ دہلی اور علامہ احسن مارہروی

بلبلِ ہندوستان، جہاں استاد، دبیرالدولہ، ناظم یار جنگ، نواب فصیح الملک بہادر
مرزا داغ دہلوی نے غزلیات، مکتوبات اور فصیح اللغات کے ذریعے ایک طرف زبانِ اردو
کی ترویج کی اور دوسری طرف دبستانِ دہلی کی خصوصیات کو اجاگر کیا۔ اس ضمن میں مکتوبِ داغ
بنام بیخود دہلوی (مورخہ ۲۵۔ ستمبر ۱۸۹۳ء) ایک اشاریہ ہے۔

" مکرر۔ گلدستہ زبانِ اُردو جو راسخ نے نکالا ہے اس کو رونق
کلام سے دو کہ زبانِ دہلی ختم ہوئی جاتی ہے "

اب دبستانِ دہلی کے بعض معانی و محاورات پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) پیری : کے معنی اہلِ زبانِ دہلی میں شیخی و تعلّی کے ہیں۔

(۲) تار نکالنا: عین محاورہ حضراتِ دہلی ہے۔ اس بات کا تار نکالا یعنی اصل ماہیت
دریافت کی۔

(۳) مرزا داغ نے ایک خط ناطق گلاٹھوی کے نام ۴ جولائی ۱۹۰۴ء کو حیدرآباد سے لکھا تھا
" لفظ جوبن کے متعلق میں پھر یہی کہتا ہوں کہ اس کا استعمال بمعنی پستان اہلِ
لکھنؤ کا اختراع ہے دہلی والے اس معنی میں نہیں بولتے مگر اس طرح

عجب جوبن برستا ہے کسی سے جب وہ لڑتے ہیں
ادائیں بھی بلائیں لیتی ہیں جس دم بگڑتے ہیں

مرزا داغ کے اس مشن کو اُن کے بعض تلامذہ نے اپنایا۔ علامہ احسن مارہروی کو
اس باب میں ایک امتیازی مقام حاصل ہے۔ ان کا اصلی نام سید علی احسن، عرف شاہ میاں تھا۔
قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ (یو پی) میں ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۶ء میں مرزا داغ
کے شاگرد ہوئے۔ لاہور میں ملازمت کی ابتدا ہوئی۔ انھوں نے لالہ سری رام کے تذکرہ خمخانۂ

جاوید" (۱۹۰۵ء) کی پہلی جلد مرتب کی۔ اُسی زمانے میں مرزا داغ کا آخری دیوان "یادگارِ داغ" لاہور سے شایع کرایا۔ وہاں سے واپسی پر کچھ مدت اپنی جائداد کا انتظام کیا اسی ساتھ ادبی رسائل نکالے لیکن ناکامی کے باعث بے روزگاری کا منھ دیکھنا پڑا۔ آخر کار ۱۹۲۱ میں علی گڑھ یونیورسٹی میں اردو لیکچرر کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا۔

۱۹۳۸ء کو ریٹائر ہوئے اور کاربنکل کے مرض میں دو برس بعد وفات پائی۔ ا

اُس زمانے میں پروفیسر رشید احمد صدیقی شعبۂ اُردو کے چیرمین تھے انھوں نے علی گڑھ میگزین "احسن نمبر" کے لیے ایک مفصل مضمون لکھا۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ مولانا کہا کرتے تھے:

"دو چوریاں جائز ہیں۔ ایک دل کی اور دوسری کتاب کی،،

حقیقت یہ ہے کہ مولانا مارہروی کا وجود شعبۂ اُردو کے لیے مایۂ افتخار تھا۔ انھوں نے انجمن "حدیقۃ الشعر" قائم کی۔ یادگار مشاعرہ رام پور کی تمثیل پیش کی۔ اُن کی کوشش سے مولوی سبحان اللہ خاں رئیس گورکھپور کا نایاب کتب خانہ (مشرقی علوم) لیٹن لائبریری یونیورسٹی علی گڑھ کو دستیاب ہوا مولانا احسن نے اپنا بہترین کتب خانہ بھی یونیورسٹی کو سونپ دیا تھا۔ یونیورسٹی کے سالانہ آل انڈیا مشاعرہ نے ملک میں ایک معیار قائم کر دیا تھا علی گڑھ نمایش کے مشاعرہ کا اہتمام بھی اُن کے سپرد تھا اور یہ مشاعرہ بھی ایک صحت مند روایت بن گیا تھا۔

ابتدا میں مرزا داغ سے اُن کی صورت شناسی تصویر کے ذریعے ہوئی۔ مولانا احسن نے آگرہ میں اپنے ایک عزیز شوکت بلگرامی کے ساتھ کفنیں کے سوٹ میں اپنی تصویر کھنچوائی تھی فوٹو کی ایک کاپی اُستاد کو بھیجی جو ایک ہفتے کے بعد اس ریمارک کے ساتھ واپس ملی۔

"ایک سید اور حافظ و حاجی کو میں اس شکل میں دیکھنا نہیں چاہتا۔،،

بعد میں مولانا مارہروی اپنے چچا مولوی افتخار عالم مارہروی کے ساتھ حیدر آباد پہنچے۔ آغازِ ملاقات میں مرزا داغ نے کہا:

" اب تو آپ مسلمانوں کی صورت نظر آتے ہیں۔"

۱۵۔اگست ۱۸۹۸ء سے ۱۵۔جون ۲-۱۹ء تک حیدرآباد میں اُستاد داغ کی خدمت میں رہے اس عرصے میں مرزا داغ کے معمولات اور روزمرّہ کے واقعات اور ادبی سرگرمی کی رپورٹ دونوں حضرات مرتب کرتے رہے انہی یادداشتوں کی بنیاد پر مولانا احسن نے "بزمِ داغ" مرتب کی تھی۔

مرزا داغ کو "طوائف اور حقہ" دونوں سے عشق تھا اور مولانا احسن کو ان دونوں شغلوں سے کوفت ہوتی تھی۔اس دور کے دو دلچسپ واقعے ملاحظہ فرمایئے:

مرزا داغ نے ایک رباعی میں کہا تھا:۔

احسن جلتے ہیں میرے حقّے سے بہت لگتی ہے انھیں آگ، آگ دیکھے سے بہت
روزے کے عوض توڑتے ہیں دل میرا لیتے ہیں گناہ دل توڑے سے بہت

مرزا داغ کے یہاں حیدرآباد میں آگرہ کی طوائف صائب جان ملازم تھی۔ خوبصورت کم مگر گانے میں ماہر تھی۔اور حاضر جواب بلا کی تھی۔ایک دن مولا احسن کی غزل پر مرزا داغ اصلاح دے رہے تھے ایک شعر پر اُستاد رُکے۔صائب جان کو متوجہ کیا اور شعر کو دوبارہ پڑھوایا۔شعر یہ تھا۔

کسی دن جا پڑے تھے بیخودی میں اُن کے سینے پر
بس اتنی سی خطا پر ہاتھ کچلے میرے پتھر سے

صائب جان نے بیساختہ کہا۔احسن صاحب بیخودی میں بھی دونوں ہاتھوں سے کام لیتے ہیں۔مولانا کے چہرہ کا رنگ سرخ ہوگیا مگر استاد کے احترام سے خاموش رہے۔اس کے بعد اُستاد نے اصلاح کر دی:

کسی دن جا پڑا تھا بیخودی میں ان کے سینے پر
بس اتنی سی خطا پر ہاتھ کچلا میرا پتھر سے

مولانا احسن نے حیدرآباد ہی میں "فصیح اللغات" کا کام شروع کیا "جلوۂ داغ" سب سے پہلی سوانح عمری بھی اسی دور کی یادگار ہے۔وہ چند اہم محاورے روزانہ

پیش کرتے تھے اور مرزا داغ سند کے لیے شعر موزوں کر دیتے تھے اس طرح فصیح اللغات کا کام ہو رہا تھا۔ مگر مولانا کی عدم موجودگی کے باعث احباپ وطن کو رنگ محفل پھیکا نظر آنے لگا تھا۔ خطوط میں واپسی پر اصرار ہونے لگا۔ علی برادران (مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی) کے بڑے بھائی ذوالفقار علی خاں گوہر ضلع ایٹہ میں ملازم تھے۔ مولانا احسن سے خصوصی تعلقات تھے۔ حیدر آباد میں اتنے طویل قیام سے گوہر کو بے لطفی محسوس ہونے لگی۔ اُن کا ایک شعر اُس جذبہ کا غماز ہے۔

حیدر آباد اپنا دشمن ہے   یہ چھڑاتا ہے ہم کو احسن سے

مرزا داغ کو فصیح اللغات کی تکمیل کا بڑا اشتیاق تھا۔ مولانا احسن کے چلے جانے سے یہ کام رک گیا اور مرزا داغ کو خلش محسوس ہوئی چناں چہ انھوں نے مولانا احسن کو حیدر آباد بلانے پر اصرار کیا۔

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ کام تمھارے سوا میرے شاگردوں میں دوسرا نہیں کر سکتا اور یہی وجہ ہے کہ تمھارے آنے میں تساہل اور لغت کا کام رک جانے سے مجھے بہت تکلیف پہنچی اور شاید افسوس مرتے دم تک رہے۔

فصیح الملک داغ دہلوی

۸۔ دسمبر ۱۹۰۴ء۔ حیدر آباد

فصیح اللغات کی اہمیت مرزا داغ کی نظر میں کسقدر تھی اس کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ انھوں نے مولوی افتخار عالم مارہروی کو ایک خط میں لکھا تھا۔

"آپ سید احسن کو یہاں سمجھا کر بھیجیے۔ مارہرہ قصبہ ہی تو ہے وہاں رہ کر زبان کی کیا خدمت ہو سکتی ہے۔ انھوں نے رسالہ نکالا کیا فائدہ اور فروغ ہوا۔ جائداد کھی قرضے میں پھنس گئی جو زندگی کی کفیل ہوتی وہ اُنھوں نے ایسے شوق کی نذر کر دی جس میں زیاں ہی زیاں ہے"

مگر مولانا احسن کے ناسازگار حالات نے تعمیل ارشاد سے باز رکھا اور فصیح اللغات کی تکمیل نہ ہو سکی۔ مولانا نے رسالہ فصیح الملک میں اس کے بعض اجزا شایع کردیئے تھے انھوں نے استاد کی زندگی میں "ریاض سخن اور "ریاض خلیل"، رسالے نکالے۔ ان میں بھی دبستانِ دہلی کی خصوصیات کو اجاگر کرنے کا جذبہ شامل تھا ۱۹۲۹ء میں مرزا داغ کے چاروں دیوانوں کا انتخاب "منتخب داغ"، کے نام سے شایع کیا۔ ۱۹۴۰ء میں ایک سو چالیس خطوط کو "انشائے داغ"، کے نام سے ترتیب دیا اس کو انجمن ترقی اردو نے مولانا کی وفات کے بعد ۱۹۴۱ء میں شایع کیا۔

مولانا احسن کی پوری زندگی۔ اردو کی خدمت میں گزری۔ ملک کے اہم مشاعروں میں ان کی شرکت ناگزیر تھی۔ شاگردوں کے کلام پر اصلاح، لیکچرر کے فرائض اس پر تصنیف و تالیف کی باقاعدہ مہم۔ وہ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہنے پر قادر تھے۔ ان کی مطبوعہ تصانیف میں مجمع البرکات، اردو لشکر، تحفۂ احسن، تخمیس، دیوانِ دٔ. کارنامۂ غم، خطوطِ غالب چند منظوم، احسن الادب، اور شاہکارِ عثمانی شامل ہیں۔

غیر مطبوعات: (۱) تواریخ حزن و لکا ہے۔ اس میں وہ تاریخی قطعات ہیں جو مولانا نے ۱۷ یا ۱۸ برس کی عمر میں اپنے والد کی وفات پر فارسی زبان میں کہے تھے۔

(۲) مشاہیر شعرا و ادبا کے خطوط

(۳) داغ کے نجی حالات (بزم داغ میں کچھ ابواب شایع ہو چکے ہیں)

(۴) فصیح اللغات کے بعض اجزا۔

(۵) دو ڈائریاں ہیں جن میں مولانا احسن نے اپنے روزمرّہ کے اہم حالات اور معمولات کو ۱۹۲۲ء سے اگست ۱۹۴۰ء تک باقاعدگی سے لکھا ہے۔

مولانا احسن مارہروی کا شمار مشاہیر شعرا میں کیا جاتا ہے وہ داغ اسکول کے نمائندہ شاعر تھے ان کے تلامذہ میں مولانا ابراحسنی گنوری اور پروفیسر غلام

مصطفیٰ خاں نے دبستانِ دہلی کی اہم روایت کو جاری رکھا۔

مولانا مارہروی کے چند اشعار سے ان کی نکھری ذہنی فضا اور رچے ہوئے اسلوب کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

زباں کاٹ کر حکمِ آہ و فغاں ہے — نئے ممتحن ہیں، نیا امتحاں ہے

کہہ کر غلط مجاز و حقیقت کی داستاں — بندوں نے کر دیا ہے بتوں کو خدا سے دور

ہم رند تو پھر رند ہیں زاہد کو ہوا کیا — حوروں کا طلبگار ہے معلوم نہیں کیوں

کچھ اور بھی کیا حق کے سوا اس نے کہا ہے — منصور سر دار ہے معلوم نہیں کیوں۔

صلاح کار بنایا ہے مصلحت سے اسے — دگرنہ ناصحِ ناداں کی دوستی کیا ہے

نہ کہے کوئی کچھ یہ بات ہے اور — ورنہ کس دل میں کیا نہیں ہوتا

دیوانہ ہوں مگر ہوں قناعت پسند بھی — وہ گوشہ چاہتا ہوں کہ صحرا کہیں جسے

ہو ذکرِ غم کسی کا میں یہ سمجھ رہا ہوں — دنیا مجھی سے میرا افسانہ کہہ رہی ہے

وہاں یہ حضرتِ دل بے بلائے . تے ہیں — جہاں بلائے ہوئے بھی اٹھائے جاتے ہیں

خدا دندانِ الفت کا بھی الٹا کارخانہ ہے — کہ خود دل مانگتے ہیں اور ہمیں سائل سمجھتے ہیں

نہ صنم کدے میں یہ شاد ہے نہ حرم کی آب و ہوا سے خوش

وہ ہے خود پسند یہ آدمی نہ بتوں سے خوش نہ خدا سے خوش

شیخ کے سب مرید ہوتے ہیں — احسنِ بے ریا نہیں ہوتا

مولانا احسن مارہروی کا عظیم کارنامہ "تاریخ نثر اردو" ہے جس کی ترتیب میں ماخذ کی تلاش، ریاض، علمی تبحر، نکتہ رسی کی وہ شان نظر آتی ہے جو علامہ شبلی اور علامہ نیاز فتحپوری کے بعد کسی کے یہاں نظر نہیں آتی۔ افسوس ہے کہ اس کا حصہ اول ہی مرتب ہو سکا۔ اس کا تاریخی نام "نمونۂ منشورات" ہے اس کو یونیورسٹی پریس علی گڑھ نے محمد مقتدیٰ خاں شیروانی کی نگرانی میں ۱۹۳۰ء میں شایع کیا تھا۔ سرورق کی تحریر سے بحث کی وسعت کا اندازہ ہو گا۔

"جس میں تاریخی حالات مقید کے سوا، اردو نثر کے مذہبی،

اخلاقی، طبی، سیاسی، قانونی، دفتری، مکتوبی، اخباری، تقریری، اشتہاری، غرض وہ تمام نمونے جو ایک علمی اور زندہ زبان کو وقیع بناسکتے ہیں ۸۰۱ ہجری (۱۳۹۸ء) سے عصر حاضر تک اصلی تصنیفات و تحریرات سے نقل کیے گئے ہیں جن کے مطالعے سے ایک معمولی طالب علم بھی اپنی مادری زبان کی تدریجی ترقی کو بخوبی اور بآسانی سمجھ سکتا ہے۔''

یہ تاریخ نثر اُردو (حصۂ اوّل) چھ سو دس صفحات پر مشتمل ہے ۱۳۹۸ء سے ۱۹۲۹ء تک یعنی ساڑھے پانسو برس کے ادبی سرمایہ کو چھ ادوار میں منقسم کر کے پیش کیا گیا ہے ہر ایک دور پر مولانا احسن مارہروی نے تحقیقی نقطہ نظر سے "کیفیت و تبصرہ" کے تحت بحث کر کے معائب و محاسن کی نشاندہی کی ہے۔ ان کا مقدمہ پرمغز اور بصیرت افروز ہے۔ چند مقامات سے اردو نثر کی تاریخی تحقیق اور زبان کے چلن کا پتا چلتا ہے۔

مقدمہ۔ ص ۲۱۔ پہلا مرقع کتابی محمد حسین آزاد نے فضلی کے ترجمہ دہ مجلس کو سمجھا ہے۔ یہ محمد شاہ کے عہد کی نہیں بلکہ تین سو برس پہلے سلطان فیروز شاہ (دکنی) معاصر امیر تیمور ۸۰۱ھ ۱۳۹۸ء کے زمانے کی یادگار ہے۔''

ص ۲۳۔ "فضلی سے بیس پچیس برس پہلے اورنگ زیب عالمگیر کے عہد آخر میں نارنول ضلع کرنال کے سید جعفر (زٹلی) نے بھی چند خاکے اردو نثر کے دکھائے ہیں جو حدِ تہذیب سے باہر ہیں۔"

ص ۳۰۔ "اردو کے جامہ زیب جسم پر بھاری بھاری لفظوں کا بار ڈالنا اس کی اصل اور فطری صورت کو بگاڑ دیتا ہے۔"

نمونۂ منشورات میں فارسی عربی الفاظ کے غلط تلفظ اور صحت، اردو تراجم میں انگریزی ساخت کے اسالیب بیان، املا، صاحب طرز، غلط العام فصیح، تقریظ، نقد و تبصرہ وغیرہ امور کی تشریح

ملتی ہے۔ اس میں خطوط کا سرمایہ نہایت اہم ہے۔ چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

ڈاکٹر اقبال بنام حبیب الرحمٰن خاں شروانی۔

" نظر ثانی کے وقت آپ کی تنقیدوں سے فائدہ اٹھاؤں گا اگر میری ہر نظم کے متعلق آپ اس قسم کا ایک خط لکھ دیا کریں تو میں آپ کا نہایت ممنون ہوں گا۔"

والسلام

آپ کا اقبال از برٹش بلوچستان

۲۵۔ مئی ۱۹۰۳ء

مولوی عبدالحق بنام مولانا احسن مارہروی۔

" آپ جو خدمت اردو زبان کی فرمارہے ہیں وہ آپ ہی کا حق ہے۔ اور ہر طرح قابلِ قدر اور قابلِ شکریہ ہے ....

آپ کو یاد ہوگا کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب نے آپ سے عربی مجموعے کی تذکیر و تانیث کے متعلق رائے طلب کی تھی وہ خط انھوں نے میری ہی تحریک سے لکھا تھا .....

غرض اس لکھنے سے یہ ہے کہ آپ کی قدر میرے دل میں پہلے سے اس قدر ہے کہ میں نے آپ کی رائے طلب کی گو وہ دوسرے کے واسطے سے تھی۔ اس کا شکریہ میں اب ادا کرتا ہوں۔"

بندہ عبدالحق، حیدر آباد دکن

۱۶۔ مئی ۱۹۱۰ء

علامہ شبلی نعمانی بنام مولانا احسن مارہروی

" ہوس پرستانِ اردو پر ہنسی آتی ہے۔ اصلاح و معیار، اور کیا، اور کیا، یہ لوگ اس قدر نہیں سمجھتے کہ کیا کام ہے اور کس کے کرنے کا ہے۔ غزل اور غزل نما نثر کی دو چار سطروں کے لکھنے کو یہ زبان کی

بادشاہی سمجھتے ہیں لیکن کیا کیا جائے۔ خر بازاری ہے جو شخص جو چاہتا ہے کہتا ہے کون کس کی زبان کو روکے ۔۔۔۔۔

بدستِ کودکاں افتادہ است''

شبلی ۔ ۲۷۔ جنوری ۱۹۱۰ء

منشی امیر اللہ تسلیم بنام مولانا حسرت موہانی

۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء ۔ نوکری سے بسبب کمال پیرانہ سالی اور عدم سماعت و ضعفِ بصارت کے برخاست کر دیا گیا۔ پندرہ رُپے ماہوار بطور پنشن کے ملتے ہیں۔ شکر ہے اگر یہ بھی نہ ہوتے تو ایسی حالت میں باقی حیاتِ مستعار کا بسر ہونا بڑی خواری سے ہوتا''

مقدمہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر مولانا احسن مارہروی کے وسیع مطالعہ اور نظر تحقیق نے تاریخ اردو ادب کو ایک صحت مند معیار عطا کیا ہے ۔ مثلاً

" شعر الہند'' جلد دوم (مولوی سید عبدالسلام ندوی) ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء پر تحقیقی نقطۂ نظر سے تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے :

بعض شعرا کے حالات پر کافی غور و تامل نہیں کیا ہے اور ایسے واقعات لکھ گئے ہیں جو تاریخی حیثیت سے قابلِ گرفت ہیں۔ مثلاً جلد دوم میں لکھتے ہیں :

" انشاء اور جراءت نے تو کوئی مثنوی ہی نہیں لکھی ۔۔۔۔۔ اور لکھنؤ میں ناسخ و آتش نے تو مثنوی کو ہاتھ ہی نہیں لگایا''

(شعر الہند، جلد دوم ، صفحہ ۱۶۶)

مولانا احسن مارہروی :

" حال آں کہ انشا کے مجموعۂ کلام میں اسّی اور نوّے نوّے اشعار کی متعدد مثنویاں موجود ہیں ۔

سب سے زیادہ تعجب اس جراءت پر ہوتا ہے کہ مثنوی حسن و عشق : حسن جس میں شیخ قلندر بخش جراءت نے حسن اور بخشی کے واقعات لکھے ہیں اور جو

۔۔۔ تعداد ایک ہزار سے کم ہیں اس کے شائع ہو جانے کے باوجود یہ کہنا کہ جرات نے کوئی مثنوی ہی نہیں لکھی !! کس قسم کی تحقیقات ہے۔ اسی طرح شیخ ناسخ نے بھی ایک مبسوط مثنوی لکھی ہے جس میں چار ہزار اشعار ہیں اور نظم سراج نام ہے۔"

غرض مولانا احسن مارہروی کی "تاریخ نثر اردو" نہایت مستند اور جامع تالیف ہے۔ چالیس برس کا عرصہ گذرتے پر اس میں ترمیم و اضافہ کی گنجائش ہے پھر بھی اس کی مدد سے کئی موضوعات پر مستقل کتابیں مرتب کی جا سکتی ہیں۔ افسوس ہے کہ اس کی اشاعت کا دوبارہ اہتمام کوئی نہ کرسکا۔

ان صفحات میں علاّمہ احسن مارہروی کی پہلو دار شخصیت پر اشارات ہی پیش کیے جا سکے ہیں لیکن ان سے صاف مترشح ہے کہ وہ شاعر، عروضی، تبصرہ نگار، محقق اور دبستانِ دہلی کے عاشق و سرخیل تھے۔

اردو کے نامور پبلشرز اور ترقیٔ اردو بورڈ کو ان کی نایاب و فیض رساں تالیفات و تصنیفات پر جبر کرنی چاہیے۔

نئی مطبوعات

کتاب		مصنف / مرتب	قیمت
انوارِ ادب		مرتبہ: پروفیسر فصیح احمد صدیقی	۷/۵۰
بیسویں صدی میں اردو ناول	(ادب)	ڈاکٹر یوسف سرمست	۱۵/-
غالب شناسی	(انتخاب اردو فارسی)	ظ۔ انصاری	۲۰/-
شاخِ گل	(مجموعہ کلام)	کالیداس گپتا رضاؔ	۶/۰
صبحِ فاراں	(" ")	شمیم کرہانی	۳/-
اردو املا	(املا)	رشید حسن خاں	۳۷/۰
آنچل	(ناول)	احمد ندیم قاسمی	۷/-
اردو کیسے پڑھائیں	(دوسرا ایڈیشن)	مولوی عبداللہ	۵/-
شیخ الہند مولانا محمود حسن حیات اور علمی کارنامے (سوانح)		اقبال حسن خان	۳۶/-
لالہ زار	طنز و مزاح	خواجہ عبدالغفور	۹/-
[illegible]	(دوسرا ایڈیشن)	ڈاکٹر غلام عمر خاں	۶/-

جناب احمد ندیم قاسمی

آخر کیوں؟

شہر کے روشن بازاروں میں کھوئے کھوئے چلنے والے
گرما کی دوپہر میں جیسے دھندے سائے ڈھلنے والے
اونچے اونچے ایوانوں کے مرجھائے کملائے باسی
لب سوکھے، آنکھیں اندھیاری، چہرے فق، چالوں میں اداسی
بڑی بڑی تنخواہوں والے، سچے اطمینان سے عاری
اُن کے جسم امراض کے مخزن، گو ملبوس ہیں بھاری بھاری
سیٹھ ہوں یا دفتر کے بابو، فرزانے ہوں یا دیوانے
سب کی روحیں میلی چیکٹ، چیتھڑے جیسے پھٹے پُرانے
شہروں کی البیلی پریاں یا گاؤں کی دوشیزائیں
سب کے من میں کھوٹ بھرا ہے اوپر سے چاہے مُسکائیں
لمبے ناموں والے لیڈر، ملک کی ناؤ کھینے والے
سب کے سب ہیں زر کے بندے یہ آزادی دینے والے
کالج کی دیوار کے پیچھے، ذبح ہوئی عزت کی دیوی
رقصاں ہے تہذیب کے پردے میں عریاں وحشت کی دیوی
چمٹا ہوا ہے دھرتی سے آکاش سے باتیں کرنے والا
راہ کے تنکے چنتا ہے آزادی کا دم بھرنے والا
یہ سب کیا ہے؟ یہ سب کیوں ہے؟ اے بندوں کے سننے والے
فرش پہ کیوں غمگین و حزیں ہیں عرش سے تارے چننے والے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور نئی کتاب

دینِ الٰہی اور اُس کا پس منظر

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی

اس مقالے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے اُستاد تاریخ پروفیسر محمد اسلم کی کتاب "دینِ الٰہی" پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بدایونی کے بیانات، اکبر، شیخ مبارک، فیضی اور ابوالفضل کے بعض خیالات اور حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمتہ کے موقف پر بڑی صراحت سے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اس لحاظ سے بھی قابلِ مطالعہ ہے کہ اس میں جدید تحقیقی خصوصیت کے ساتھ اس سچے" مذہبی رجحان کی ترجمانی ہے جس سے زندگی میں معنویت اور مقصدیت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی خدمت درحقیقت خدا کی عبادت ہے۔

قیمت: چار روپے

ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارتِ تعلیم، حکومتِ ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

لسانی مطالعے
ڈاکٹر گیان چند

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے اُردو میں اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے ابھی تک اُردو میں اس موضوع پر کوئی مکمل کتاب نہیں۔ مضامین معتدبہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔ قیمت ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء
مرتبہ: پی سی جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی۔ جس نے عالمی جمہوری حلقوں میں یک جہتی کے جذبات کو اُبھارا۔ ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ۔
قیمت: ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفۂ سیاسیات
پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی، اس کے نظام اور اس کے تدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی، نظری اور عملی، اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصّہ ہے۔
قیمت: ۱۸/۰

تاریخ تعلیم ہند
از: سیّد نوراللہ اور جے پی نائک — مترجم: مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مجمل خاکہ پیش کرنا ہے جو ۱۷۶۵ء سے شروع ہونے والے عہدِ جدید میں رونما ہوئیں۔ قیمت ۲۰/۰

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

شاعر
مصنف : تارا شنکر بندو پادھیائے　　ترجمہ : پرمیش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شایع ہوا تھا اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔ تارا شنکر بندو پادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا۔ قیمت ۸/۷۵

منتخب نظمیں
مرتبہ: علی سردار جعفری

پیش نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے اس سے ان شاعروں کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا۔
یہ انتخاب ۴۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے　قیمت : -/۴

آب حیات
مصنف : محمد حسین آزاد　　تلخیص و ترتیب : پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس میں ہی اُلجھتے اور بحث کرتے ہیں مگر اُس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے۔ یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے اور یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ۔ ایک تاریخی دستاویز۔ قیمت ۶/۷۵

ترقی اُردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبعیات (فزکس) دوم۔ حساب و الجبرا، اوّل دوم سوم۔ جیومٹری۔ اوّل دوم۔ سوم۔ جنرل سائنس ششم۔ ہفتم۔ ہشتم۔　ہر کتاب کی قیمت : ۲/۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

نئی دہلی ۲۵　دہلی ۶　بمبئی ۳　اور علی گڑھ ۲

ڈاکٹر عنوان چشتی

شاعری میں استعارے کا عمل

زبان اظہارِ خیال کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ ذریعہ محدود اور زندگی کے تجربات لامحدود ہیں۔
اس لئے بعض اوقات لغوی زبان، فنکار کے نازک، نادر، نایاب اور لطیف تجربوں کو ادا
کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ جہاں یہ صورتِ حال پیش آتی ہے وہاں زبان کی مجازی شکلیں دست
گیری کرتی ہیں زبان کی مجازی شکلیں مطلق اور معین نہیں ہوتیں، بلکہ یہ ایسی لچکدار، اور
غیر معین شکلیں ہوتی ہیں جو مزاج، مقصد اور اپنے ماحول کے نقطہ نظر سے لغوی شکلوں سے
مختلف ہوتی ہیں اور جو حقیقی معانی میں نہیں بلکہ مرادی اور مجازی معانی میں برتی جاتی
ہیں۔ مجازی زبان، لغوی زبان کی نئی ترتیب سے وجود میں آتی ہے اور نئے مفاہیم
کا ترسیل کرتی ہے۔ یہ مفہوم وہی ہوتا ہے۔ لغوی زبان جس کو ادا کرنے سے قاصر رہتی
ہے۔ استعارہ بھی مجازی زبان کی ایک شکل کا نام ہے۔

استعارے کی تخلیق کے بارے میں بہت سی باتیں کہی گئی ہیں۔ ہنیز ورنر
(WERNER) کا خیال ہے کہ استعارہ "ممنوعاتِ ذہنی" کے دباؤ سے ذہن
میں پیدا ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ مخرب اخلاق مواد کا اظہار مہذب یا کم از کم قابلِ
قبول صورتوں میں ہوتا ہے اس نظریے کی حدیں ایک طرف فرائڈ کے نقطہ نظر سے ملتی
ہیں جس نے ادب کو انسان کی بنیادی جبلتوں کی رقص گاہ قرار دیا ہے اور دوسری طرف
ینگ کے نسلی یا اجتماعی شعور کے نظریے سے ملتی ہیں جس نے ادب کو اجتماعی لاشعور
کے نقوش کا فنی اظہار قرار دیا ہے۔ اس تصور میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ استعارہ شعوری
نہیں بلکہ لاشعوری ہوتا ہے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ استعارہ ہر زبان کے خمیر میں داخل
ہے۔ یہ دنیا کی مہذب اور ترقی یافتہ زبانوں میں بھی نہیں ملتا بلکہ قبائلی اور پسماندہ

ترین زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگرچہ استعارہ کی تشکیل الفاظ کرتے ہیں مگر ہر لفظ اسـ
نہیں ہوتا۔ استعارہ کوئی متعین صورت نہیں رکھتا اس لئے ہر زبان میں استعارے
موجودگی کے یہ معنی نہیں کہ یہ اپنی مطلق اور مجرد صورت میں موجود ہوتا ہے۔ بلکہ یہ
ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں استعارے تخلیق کرنے اور ان کے حامل ہونے کی صلا
ہوتی ہے۔ اور اس کا وجود ہر زبان کے ابتدائی دور سے ہی ملتا ہے۔ مگر یہ نکتہ قا
ہے کہ ہر ترقی یافتہ زبان کے استعارے زیادہ پیچیدہ اور بلیغ ہوتے ہیں جبکہ غیر
یافتہ زبانوں کے استعارے اکہرے اور سادہ اور سطحی ہوتے ہیں۔ ایک تیسرا خیال ی
کہ استعارہ جذباتی ہیجان کے موقع پر ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ عام تجربہ ہے کہ لوگ
نفرت، قہر یا آرزومندی کے وقت استعاراتی زبان بولتے ہیں اور جذباتی لمحوں
زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ استعاروں کا بھیس بدل کر نکلتا ہے اس لئے بعض لوگ
کے اس خیال سے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ استعارہ محض عالم خوف کی پیداوار ہے۔
استعارہ کی تخلیق کے بارے میں چوتھا خیال یہ بھی ہے کہ یہ ذہن کا ایک فطری عمل ہـ
جس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک معمولی اور سادہ اور دوسری غیر معمولی اور پیچیدہ۔ اسـ
کا تعلق ذہن کے دوسرے عمل سے ہے۔ انسان زمان و مکان کے کسی نہ کسی دائرہ
سرگرم کار ہے اور وہ ہر لمحہ شعوری اور غیر شعوری طور پر تجربے کرتا رہتا ہے۔ یہ تجربـ
بعض مجرد علامتوں کی صورت میں محفوظ رہتے ہیں اور بوقت ضرورت استعاروں کی صور
میں ظاہر ہوتے ہیں۔ سوسین لینگر نے استعارہ کی تخلیق اور مزاج پر بحث کرتے
ہوئے لکھا ہے کہ۔

"استعارہ تجریدی مشاہدہ کا بہترین ثبوت ہے۔ استعارہ
ذہن انسانی کے پاس تمثیلی علامتوں کو استعمال کرنے کی زبردست قوت
ہے۔ ہر نیا تجربہ یا اشیا کے متعلق کوئی نیا تصور سب سے پہلے استعاروں
کی شکل اختیار کرتا ہے۔ جب ہم اس تصور سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ تو یہ
استعاری شکل زرا مرجھا کر لغوی حیثیت اختیار کرلیتی ہے اور اس کا

تعلق پہلے سے زیادہ عمومی ہو جاتا ہے۔ شعوری تجربہ کی پہلی کوششیں، اس ابتدائی تمثیلی حالت میں رونما ہوتی ہیں۔ ان کو ہم زبان کی تشبیہات میں محفوظ کر لیتے ہیں۔ یہ واقعہ کہ الفاظ کی کمی، تاکید لفظی کی ضرورت یا طولِ کلام کے باعث ہم فوراً استعارہ استعمال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ مشترکہ صورت کا ادراک بالکل فطری امر ہے۔ اور ایک ہی تصوّر ایسے الفاظ کے ذریعہ بڑی آسانی سے ظاہر کیا جا سکتا ہے جو کئی قسم کے تصوّرات کو ظاہر کرتے ہیں۔ استعارہ کا استعمال کوئی شعوری عمل نہیں۔ جس کے باعث ذخیرۂ الفاظ کی قلّت کے باوجود ہم لاکھوں چیزوں کو زبان کے ذریعہ قابو میں لا سکتے ہیں۔ کئی نئے مفاہیم جنم لیتے ہیں اور قیاسی و تمثیلی مفہوم آہستہ آہستہ لغوی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔" ۵

سوسین لینگر نے استعارہ کی تخلیق کے سلسلے میں بعض اہم سوالوں کو اٹھایا ہے۔ طرف انھوں نے استعارہ کو ذہن کا فطری عمل کہا ہے اور دوسری طرف استعارہ کی نت اور جامعیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے زندہ اور مردہ استعاروں رمیان امتیاز بھی کیا ہے۔ سوسین لینگر کی یہ بات بالکل بجا ہے کہ استعارہ کے مفہوم کا ن پہلے سے نہیں ہوتا جبکہ لغوی الفاظ کے مفاہیم کا تعین ہوتا ہے۔ بعض استعارے جو ۔ استعمال سے اپنی صورت کا تعین کر لیتے اور اپنے مفاہیم کو مقرر کر لیتے ہیں۔ اپنی تازگی، ائی اور لچک کھو دیتے ہیں۔ اردو میں بعض استعارہ نما محاوروں کی یہی صورت ہے جس کو ین لینگر نے استعاری شکلوں کا مرجھا کر لغوی حیثیت اختیار کرنا کہا ہے۔
ستعارہ اگرچہ تخلیقی اور غیر تخلیقی دونوں قسم کے ادبوں میں برتا جاتا ہے۔ لیکن اس اص تعلق تخلیقی ادب ہی سے ہے اعلیٰ ادب یا شاعری میں محرکاتی عناصر غائب ہو جاتے

---

۵ سوسین لینگر: فلسفے کا نیا آہنگ مترجم بشیر احمد ڈار (۱۹۶۲) لاہور ص ۲۲۴

ہیں۔ اور ان کی جگہ ادراکی عنصر لے لیتا ہے۔ ادراکی عناصر، جذباتی عناصر سے مل
تخئیل کو مہمیز کرتے ہیں۔ تخئیل ادراکی اور جذباتی عناصر کو نئی نئی صورت میں ترتیب د
ہے۔ اور ان کے نئے امکانات کو بروئے کار لاتی ہے۔ یہ نئی صورتیں استعاروں
شکل میں نمودار ہوتی ہیں۔ اس لئے یہ کہنا مناسب ہے کہ استعارہ سازی کا عمل انسا
کے ذہن کا فطری عمل ہے۔ جو خاص طور پر لغوی زبان کی تنگ دامانی کے موقع پر وجو
میں آتا ہے۔

استعارے کے سلسلے میں بعض دوسرے نکتے اور نظریے بھی قابل توجہ ہیں۔ جن
سے استعارے کا مزاج مقصد اور عمل روشنی میں آتا ہے۔ استعارہ کا ایک تصور روا
پسندوں اور ادب برائے ادب کے علمبرداروں میں مقبول ہے، ان کے خیال میں، استعا
ایک "صنعت" ہے اور اس کا مقصد محض آرائش کلام یا زیادہ سے زیادہ حسن آفرینی
ہے۔ ارسطو نے اسی معنی میں استعارہ کو "شاعری کا بہترین تحفہ" قرار دیا تھا۔ مگر
تصور بہت قدیم، فرسودہ اور روایتی ہے۔ شاعری میں استعارہ کا بنیادی عمل کسی
نادر و نایاب، تجربے کی ترسیل پہلے اور آرائش نیز حسن آفرینی بعد میں ہے۔ اگر پیچید
خیال یا جذبے کی ترسیل کے ساتھ حسن کاری بھی ہو تو یہ سونے پر سہاگہ ہے۔ استعارہ کا
دوسرا مقصد قواعد دانوں میں مقبول ہے۔ جس میں استعاری عناصر کی ہم آہنگی اور موزونیت
پر زور دیا گیا ہے۔ قواعد داں مشبّہ اور مشبّہ بہ کے جلی رشتے پر زور دیتے ہیں۔ اس
لیے وہ شفاف اور واضح استعارہ کو پسند کرتے۔ مبہم اور پیچیدہ استعارہ کو ناپسند
کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں استعاری عناصر کے عدم توازن سے معانی میں حذف و اضافہ
ہی نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی معانی بالکل متضاد ہو جاتے ہیں۔ مگر استعارے کو قاعدوں کا
اتنا پابند بنانا کہ وہ میکانکی ہو جائے استعارے کے بنیادی مقصد کے خلاف ہے۔
استعارہ کا بہت زیادہ واضح ہونا بھی اس کی منشا و مزاج کے برعکس ہے۔ فلسفی
روایت پرستوں اور قواعد دانوں سے زیادہ سخت گیر ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ استعارے

سے بنیادی خیال میں ترمیم ہو جاتی ہے اور اصل نکتہ سے زور ہٹ کر دوسری جگہ پہنچ جاتا ہے۔ ان کے نزدیک استعاراتی اندازِ بیان منطقی اندازِ بیان کے منافی ہے —— ان تینوں تصورات میں استعارہ سے زیادہ اس کے مقصد اور مزاج پر روشنی پڑتی ہے۔ مقصد کے اعتبار سے استعاروں کو دو بڑے حصّوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ نثری استعارہ اور شعری استعارہ۔ نثری استعارہ، تقابل تشریح اور تفسیر کا کام کرتا ہے جب کہ شعری استعارہ پیچیدہ تجربات کے اظہار کا وسیلہ ہے۔ چونکہ استعارہ کی جڑیں شعری تجربے کے ذریعہ ذہن میں پیوست ہوتی ہیں۔ اس لیے استعارہ غیر مرتب شعری عناصر کو یکجا کرتا ہے۔

رچرڈز نے استعارے کے دو عناصر: یعنی خیال اور پیکر کا ذکر کیا ہے یہ دونوں مل کر ایک تصویر بناتے ہیں۔ دونوں کا عمل اور ردِ عمل معانی کی تشکیل کرنا اور تلازمات کے امکانات کی طرف ذہن کو منتقل کرتا ہے۔ استعارہ کی اسی خصوصیت کی بنا پر الف۔ ڈبلیو۔ بیٹسن نے اس کو "مختصر ترین نظم" کہا ہے۔

استعارہ اور تشبیہ میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے۔ استعارہ کی مُفصّل صورت کا نام تشبیہ اور تشبیہ کی مجمل صورت کا نام استعارہ ہے۔ تشبیہ واضح اور استعارہ مقابلتاً مبہم ہوتا ہے۔ استعارہ میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ مشبہ اور مشبہ بہ۔ استعارہ میں مشبہ کو بعینہٖ مشبہ بہ ٹھہرا لیتے ہیں بلاغت کے دائرہ میں استعارہ پر تفصیل سے اظہارِ خیال کیا گیا ہے اور اس کی سینکڑوں قسموں کا ذکر موجود ہے۔ استعارہ کے حسن کی بنیاد" وجہ شبہ" پر ہوتی ہے" وجہ شبہ" مشبہ اور مشبہ بہ دونوں میں شامل ہونا چاہیے۔ اور اس کا دلکش فکر انگیز اور اثر آفریں بھی ہونا بھی ضروری ہے۔ استعارہ کی غایت یہ ہے کہ مشبہ بہ کی جنس میں مشبہ کو شامل کیا جائے۔ اس لیے وجہ شبہ جلی ہونی چاہیے۔ وجہ شبہ جلی نہ ہونے کی صورت میں استعارہ گنجلک ہو جاتا ہے۔ استعارہ کے لئے جہملیت جتنی بری چیز ہے۔ غیر ضروری وضاحت اس سے زیادہ بری شے ہے۔ وضاحت سے استعارہ کا حسن مجروح ہو جاتا ہے اور وہ تشبیہ کے دائرہ میں پہنچ جاتا ہے —— یہاں یہ

نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ استعارہ کی بنیاد محض مشابہت پر ہی نہیں ہوتی اور بہت سے رشتوں پر بھی ہوتی ہے۔ یہ رشتے موازنہ، تضاد، اور تناؤ کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ استعاری رشتے ایک چیز کو دوسری چیز کے پہلو بہ پہلو رکھنے اور ایک چیز کو دوسری چیز میں شناخت کرنے سے نمایاں ہوتے ہیں۔ استعاری رشتوں کی شناخت ایک دلکش مگر مشکل تجزیہ ہے جس کے لیے ادبی ذوق، فنی بصیرت اور تخلیقی عمل اور اس کے پورے پروسس (PROCESS) سے واقفیت ضروری ہے۔

استعارہ کی درجہ بندی یا تقسیم در تقسیم مختلف نظریوں کے تحت کی گئی ہے۔ عام طور پر استعارہ کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک لسانیاتی استعارہ اور دوسرے جمالیاتی استعارہ۔ لسانیاتی استعارہ، زبان کی وضع، ساخت اور تشکیل سے وابستہ ہے اور صرف و نحو نیز قواعد اور لسانیات کے اصولوں کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔ جمالیاتی استعارہ اپنے تاثر کی ہمہ گیری اور جمالیاتی معنویت کی خصوصیت سے پہچانا جاتا ہے۔

رچرڈز نے ایچ کون راڈ کے حوالے سے لکھا ہے کہ لسانیاتی استعارہ کسی چیز کی محض نمایاں صفت کو ظاہر کرتا ہے۔ جب کہ جمالیاتی استعارہ خود کو نئے ماحول کی روح سے ہم آہنگ کر کے ایک نیا تاثر دیتا ہے[۲۵]۔ اووِن بارفیلڈ نے اس بات کو تھوڑی سی تبدیلی سے پیش کیا ہے اس نے استعارہ کی دو صورتوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک کو بنیادی استعارہ (RADICAL METAPHOR) اور دوسرے کو شعری استعارہ (POETIC METAPHOR) کا نام دیا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ بنیادی استعارہ مثلاً "صبح کی روشنی"، یا "خیالوں کی چمک" کسی چیز کی صفت کی طرف اشارہ کر کے ان کا نام تجویز کرتے ہیں[۲۶] جب کہ شعری استعارے اپنے جمالیاتی تاثر اور شعری مزاج

---

۲۵ آئی۔ اے۔ رچرڈز: فلاسفی آف ریٹورکس (۱۹۴۰) لندن ص ۱۰۷

۲۶ اووِن بارفیلڈ: پوئٹیک ڈکشن (۱۹۵۲) لندن ص ۷۷

مقصد سے پہچانا جاتا ہے۔ مثلاً

مری جلی ہوئی آنکھوں میں رقص کرتے ہیں
وہ خواب جن سے تمنائے خواب پیدا ہو (قیصر زیدی)

یا

میں اپنی لوٹتی آواز کے حصار میں تھا
وہ لمحہ جب تری آواز نے چھوا مجھ کو (انور صدیقی)

"جلی ہوئی آنکھیں"، اور "لوٹتی آواز کا حصار"، دونوں شعری اور جمالیاتی استعارے ہیں۔ اور جمالیاتی تجربے کی شدید معنویت کے مظہر ہیں۔ یہ اپنے مزاج اور مقصد کے اعتبار سے لسانیاتی یا بنیادی یا نثری استعاروں سے مختلف ہیں۔ اب نظم کا ٹکڑا پڑھیے۔

بانس کے جھنڈ میں
چاندنی جب دبے پاؤں داخل ہوئی
پتیوں کے لفافوں میں دبکی ہوئی سو رہی تھی ہوا
جاگ اٹھی (راہی معصوم رضا)

اس میں شک نہیں کہ "پتیوں کے لفافوں میں دبکی ہوئی ہوا کا سونا" ایک ایسا استعارہ ہے جو ایک مخصوص منظر اور اس کی فضا کی تشکیل کرتا ہے۔ مگر اس میں بڑی حد تک صراحت اور قطعیت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ خصوصیت اس کو لسانیاتی یا بنیادی استعارے سے قریب کرتی ہے۔ اس کے برعکس حسب ذیل ٹکڑے میں۔

ہم کہ رمز محبت کی تجسیم تھے۔
منقسم ہو گئے
بوڑھی اقدار کے
کالے بازار میں
لرزش بوسۂ اولیں بک گئی (ساجدہ زیدی)

"بوڑھی اقدار کے کالے بازار میں لرزشِ بوسۂ اوّلیں کا بکنا"، ایک مخصوص شعری استعارہ ہے۔ بلکہ استعارہ در استعارہ ہے۔ استعاروں کا یہ سلسلہ کبھی وضاحت لیے ہوئے ہے مگر اس میں قطعیت کا جبر شامل نہیں۔ اس لیے یہ ذہن کو مخصوص مفہوم کے دائرہ سے باہر تلازمات کی آزاد فضا میں پہنچا دیتا ہے اور نگاہ کے سامنے سے معانی کا جلوس گزرتا ہے۔ اور شہریار کی یہ نظم "اپنی یاد میں"، شعری استعارہ کا دلکش گہوارہ ہے۔

میں اپنے گھاؤ گن رہا ہوں
دُور تتلیوں کے ریشمی پروں کے نیلے پیلے رنگ
اڑ رہے ہیں ہر طرف
فرشتے آسمان سے اتر رہے ہیں صف بہ صف

میں اپنے گھاؤ گن رہا ہوں
آنسوؤں کی اوس میں نہا کے بھولے بسرے خواب آگئے
خون کا دباؤ اور کم ہوا
نحیف جسم پر کسی کے ناخنوں کے آڑے ترچھے نقش
جگمگا اٹھے
لبوں پہ گنتیوں کی برف جم گئی
طویل ہچکیوں کا ایک سلسلہ
فضا میں ہے
لہو کی بو ہولیں ہے

اس نظم کے تمام استعارے شعری اور جمالیاتی ہیں اور ان میں مخصوص فاصلے کے باوجود باطنی تسلسل کی خصوصیت بھی رکھتے ہیں۔

استعاروں کی اور بھی بہت سی قسمیں ہیں مثلاً سادہ استعارہ، مرکب استعارہ،

پیچیدہ استعارہ اور مخلوط استعارہ۔ سادہ استعارے میں مشابہت کا حصہ ا
نقطہ ہوتا ہے۔ اور یہی نقطہ تصویر کی جان ہوتا ہے اور یہ نقطہ خیال اور پیکر کے در
واقع ہوتا ہے۔ مرکب استعارہ ذہن کو مشابہت کے مختلف نقطوں سے متاثر کرتا ہے
نقطے نظم میں اس طرح بکھرے ہوئے ہوتے ہیں جیسے آسمان پر ستارے۔ پیچیدہ ا
ایک شناخت میں دوسری شناخت کی اور دوسری شناخت میں تیسری شناخت کی جھلک
پیدا کرتا ہے۔ یہ سلسلہ ذہن میں رنگ برنگی روشنیوں کی طرح جاری و ساری رہتا
پیچیدہ استعارہ کی معنویت کی جلوہ گری کئی سمتوں اور کئی سطحوں پر ہوتی ہے
کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ ذہن کو بعض ایسی چیزوں کی طرف مائل کرتا۔
حقیقتاً استعارہ یا تصویر میں نہیں ہوتیں مخلوط استعارہ ذہن کو ایک نئی شناخت
طرف مائل کرتا ہے اور یہ نئی شناخت پہلی شناخت سے بالکل مختلف ہوتی۔
کبھی اس کو پہچاننے اور اس کا تجزیہ کرنے میں دقت ہوتی ہے اور شعری تخلیق ابہ
شکار نظر آنے لگتی ہے۔ استعارہ کی یہ تمام قسمیں اپنے سادہ اور پیچیدہ عمل ک
پہ ہیں اور مجازی معانی اور ان کے تلازمات کا جادو جگا کر اپنی سحر کاری دکھ
ہیں۔ مثلاً

(الف) برگ و بر پہ بام و در پہ برف برف
کوئی نگری، کوئی نگری، برف برف
زرد سورج، سیمگوں میدان، روپہلی سیڑھیاں
سیڑھیوں کی موج اندر موج، ڈھلوانوں پہ چہرے چتر چتر
سیڑھیوں پر سو قمر قوس آئینوں کی اوٹ اوٹ
منتظر نظروں کی دنیا عکس عکس

(مجید امجد)

(ب) فضا کے آئینوں میں جتنے عکس روشن تھے سب بجھتے جاتے ہ
اجالوں کو تھکا مارا ہے دن بھر کی مسافت نے

تھکن سورج کے چہرے پر سیاہی ملتی جاتی ہے
پرندے خستگی کا زخم کھا کر......
شام کی اندھی گپھا میں گرتے جاتے ہیں۔

―――――― (محمود سعیدی)

ان دونوں ٹکڑوں کے استعاروں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استعارے محض آرائش یا کسی متعین مفہوم کے ادا کرنے کے لیے نہیں برتے گئے ہیں۔ بلکہ جدید ذہن کو اُس نئی مگر پیچیدہ فضا کی عکاسی کرتے ہیں جو اس دور کے مخصوص حالات کے نتیجہ میں آئی ہے۔ ان استعاروں میں سادہ، مرکب، پیچیدہ اور مخلوط استعاروں کی ایک زنجیر سی بن گئی ہے جو ذہن کو مخصوص شعری تجربے سے روشناس ہی نہیں کرتی بلکہ ذہن کو تلازمات کی وسیع دنیا میں بھی پہنچاتی ہے اور ایک جلوہ میں کئی جلووں کا نظارہ کراتی ہے۔

اس مختصر سی گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ استعارہ سازی کا عمل ذہن کا فطری عمل ہے۔ استعارہ خالص شعری، جمالیاتی یا مجازی طرزِ اظہار ہے۔ استعاروں کی بہت سی قسمیں ہیں جو بلاغت کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ شعری استعارہ اپنے مزاج مقصد اور ماحول سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ مخصوص، نادر، نایاب اور لطیف شعری تجربوں کی صورت گری کرتا ہے اور قاری کے ذہن پر معانی کی کئی تہیں کھولتا ہے اور لازمات کی ایک طلسمی فضا کی تشکیل کرتا ہے۔ دنیا کے تمام اعلیٰ درجہ کی شاعری میں استعاروں کے عمل کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اُردو کے جدید شاعروں نے نئے استعاروں کو تخلیقی انداز سے برتنے کی کوشش کی ہے۔

★★

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر — ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کر کے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری، اور بچپن کی ساتھی، لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت: 5/75

چار دیواروں میں (ناول) ایم، ٹی، واسدیون نائر — ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پرانی کہانی کا خطرہ ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی یاسیت مندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔ قیمت 7/75

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا — ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت 6/75

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹیش کتیکر — ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کتیکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کر کے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ قیمت -/7

ملیالم افسانے مرتبہ: اوم چیری - این این پلے — ترجمہ: جیلانی بانو

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دنیا کے کسی بھی ادب کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت: 8/75

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

کتاب	مصنف	مترجم	قیمت
بابو (حصہ اوّل دوم)	مصنفہ: ایف سی، فریٹاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/۰
کشمیر	" : مالا سنگھ تصاویر: پریا نند	" : خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	" : جمال آرا	" : محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی (حصہ اوّل دوم)	" : لیلا مجمدار	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۰
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	" : لیلا وتی بھاگوت	" " " "	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	" : منوج داس	" : صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانی (اوّل دوم)	" : وشنو پربھاکر	" : انور کمال حسینی	۳/۰
ہماری ریلیں	" : جگجیت سنگھ	" : عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	" : کے سی ۔ کھنہ	تصاویر: کرشن کھنہ	۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	" : اوما نند	" : رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اوّل دوم)	" : ایم چوکسی و پی ایم جوشی	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/
بہادروں کی کہانیاں	" : راجندر اوستھی	" : انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیہ	" : کرشن چیتنیہ	" : " " "	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	" : شانتا رنگا چاری	" : " " "	۱/۵۰
ابو خاں کی بکری	" : ڈاکٹر ذاکر حسین		۲/-
انوکھی دکان	" : قدسیہ زیدی		۲/۵۰
گلابو چھو ہیا اور پری زاد	" : " "		۲/۰
دنیا کے جانور	" : " "		۲/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم)	" : میر نجابت علی	" : سید احسان	۳/۰
بڑا پانی	" : لیلا مجمدار	" : صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
مورا	" : ملک راج آنند	" : انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	" : سردیپ دوسانیال	" : پریتم لال	۱/۵۰
خالہ بلی کا خاندان	" منوہر داس چترویدی	" : محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

قومی راج

(پندرہ روزہ)

مدیر: خواجہ عبدالغفور آئی۔ اے۔ ایس

ناشر: انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز ڈائرکٹریٹ

مہاراشٹر۔ بمبئی ۴۰۰۰۳۲

چندہ سالانہ: ۵ روپے

فی پرچہ: ۲۵ پیسے

حکومت مہاراشٹر کا پندرہ روزہ اردو رسالہ "قومی راج" جو ۲۶۔ جنوری ۱۹۷۴ء سے حکومت مہاراشٹر کے قابلِ احترام معتمد اور اردو کے مشہور اہلِ قلم جناب خواجہ عبدالغفور صاحب۔ آئی۔ اے۔ ایس کی نگرانی میں شایع ہونے لگا ہے جس کے اب یکم مئی ۱۹۷۴ء تک آٹھ نمبر شایع ہو چکے ہیں۔ اور ساتواں اور آٹھواں نمبر "مہاراشٹر نمبر" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

خواجہ اپنے اہم سرکاری فرائض کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ بمبئی میں مقیم اہلِ قلم حضرات سے معاصرانہ خوشگوار تعلقات رکھتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ بمبئی والے اردو کے ادیب و شاعر اپنے اپنے رنگ میں نثری و شعری مقولات سے "قومی راج" کے صفحات کو زینت دے رہے ہیں۔ جب مضامین کی نوعیت کو دیکھا جائے تو تین عنوان نمایاں نظر آتے ہیں۔

(۱) نثری مقالات (۲) شعری تخیلات (۳) حکومت مہاراشٹر کی کارگزاریوں کی تفصیلات۔

نثر میں ہلکے پھلکے مضمون بھی ہوتے ہیں اور سنجیدہ مسائل پر دلکش انداز میں

... ... م ... کے ... قدیم نمونے بھی ہوتے ہیں۔ جدید بھی۔ ان میں گہری باتیں بھی ہوتی ہیں اور شگفتگیِ خاطر کا سامان بھی۔ نثر میں سرکاری اطلاعات کا حصہ بڑا بھی ہوتا ہے اور حکومت و عوام کے تعلقات کے پیشِ نظر معلوماتی اور بھاری بھرکم بھی۔ جسے پڑھ کر یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ اب تک صوبۂ مہاراشٹر کی حکومت نے کیا کیا کیا ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے اور اس کے کیا کیا نیک اور اونچے ارادے ہیں۔ اور کھل جاتا ہے کہ ہمارے عوام سرکاری کارناموں سے کیونکر مستفید اور مستفیض ہو سکتے ہیں۔ سرکاری اطلاعات حصہ میں لکھنے والوں کا نام نہیں ہوتا۔ مگر انگریزی یا مراٹھی کی اصلی عبارتوں کا نہایت صاف، شستہ، رواں دواں اور سلجھی ہوئی زبان میں سلجھا ہوا قابلِ مطالعہ اصل نما ترجمہ ہوتا ہے۔

" قومی راج " کا افتتاح صوبہ کے گورنر جناب علی یاور جنگ کے " نامۂ مسرت " کے عکس سے ہوا ہے۔ جو جناب موصوف نے " قومی راج " کی اشاعت پر خوبصورت زبان اور خوبصورت خط میں سپردِ قلم کیا ہے۔

رسالہ " قومی راج " کے نگران خواجہ عبدالغفور صاحب خود اُردو میں مزاحیہ انداز میں حقائق نگاروں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ اس لئے " قومی راج " کے پہلے نمبر ہی میں آپ نے " گاندھی جی کی خوش مذاقی " کے چند دلچسپ نمونے پیش کیے ہیں۔

حق تو یہ تھا کہ " قومی راج " کے آٹھوں نمبروں میں شائع شدہ نثر و نظم کے تمام اندراجات پر گفتگو کی جاتی مگر یہ کام بڑا اور فرصت طلب ہے۔ اس لیے مختصراً اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ سب نمبروں کی سرخیوں کا تذکرہ کر دیا جائے۔

خواجہ عبدالغفور صاحب کے ذاتی ادبیانہ تعلقات کی وجہ سے اس رسالے کے پہلے نمبر ہی میں بعض مشہور لکھنے والوں کے نتائجِ فکر نظر آرہے ہیں۔ مثلاً قدیم ور جدید مرہٹی شاعری کے چند پہلو " جناب عبدالحمید لوبیرے کے قلم سے۔ مہاراشٹر بن صنعت و حرفت " از جناب سید شہاب الدین دسنوی۔ اور ہندوستان میں اردو مستقبل " از جناب ڈاکٹر رفیق زکریا۔ اور " پونا کی یادیں " از مسٹر کرشن چندر اور ارا سٹر میں سیر و سیاحت " از مسز کا کلیان راؤ پاٹل اہم مضمون ہیں۔

اور حصۂ نظم میں حضرت سکندر علی وجد کی غزل جس کا مطلع ہے ؎

حسن، اک پھول کھلا ہو جیسے — عشق، خاموش چتا ہو جیسے

اور اسی غزل کے دو شعر ؎

آگہی اپنی خطا ہو جیسے — بے بسی اس کی سزا ہو جیسے

ظلم پر ظلم سہو کچھ نہ کہو — یہی آئینِ وفا ہو جیسے

داد سے مستغنی شعر ہیں۔ اور حضرت اعجاز صدیقی کی نظم "ہم امن چاہتے ہیں" ہر دل کی آواز ہے۔ اور حضرت ساحر بھوپالی تو عموماً "قومی راج" میں اپنی غزلوں کے ساتھ سحر جگاتے ہی رہتے ہیں۔ دوسرے نمبر میں جناب معین الدین حارث کے قلم سے "بمبئی کی روایاتِ اردو" اور "بات اک پرانی سی" از محترمہ سلمیٰ صدیقی۔ اور "ہنومان ٹیکری — ایک مثالی پروجیکٹ" از پروفیسر جی۔ ایل۔ ابھیانکر اور "افسر اور ماتحت کا رشتہ" از خواجہ عبدالغفور صاحب قابلِ توجہ مضمون ہے۔

قومی راج (یکم مارچ) تیسری اشاعت میں قہقہہ زار سے ماخوذ "حاضر جوابی حاضر دماغی" اور "راجہ کیلکر میوزیم" از منظر ریاض احمد خان۔ ذاتی محنت اور شخصی لگن کا حاصل ایک علمی و نوادراتی مخزن قابلِ دید اور لائقِ داد۔ میوزیم بھی۔ مضمون بھی۔

چوتھی اشاعت (۱۶۔ مارچ) "زہر کے سوداگر" از احمد جمال پاشا اور "سراج اردو ادب" کشوری منچندہ اور "شیخ چلی" از خواجہ عبدالغفور صاحب اور معلوماتی مضمون بعنوان "کوڑھ" (تصویری فیچر) از ڈاکٹر تارو بکر غور سے پڑھے جانے کی چیز ہے۔

اور یکم اپریل کے "قومی راج" میں افسانہ "انگلیوں کی کھوک" "ٹھاکر لونجی" اور "جیت" از انجم عثمانی۔ جسمانی اور اخلاقی فتح سبق آموز افسانے اور شری شیوراج کے قلم سے قدیم تاریخ اور جدید جغرافیہ اچھی دلچسپ تحریر ہے۔ ۱۶۔ اپریل کی اشاعت میں عبدالوحید خاں صاحب کا مضمون "بمبئی کی چالیاں" زبان۔ بیان اور وقتِ نظر اور چالوں میں رہنے والوں کی سماجی حالت اور ان کے دکھ سکھ کا موثر مرقع ہے — اور ریاض احمد خاں صاحب کا مضمون "مہاراشٹر سیاحوں کی جنت"

ایک خوشگوار مطالعہ ہے۔

"قومی راج" کی ساتویں۔آٹھویں یکجائی اشاعت کا مختصر تعارف جسے "مہاراشٹر نمبر" کے عنوان سے معنون کیا گیا ہے۔ یہ ہے کہ اس میں جناب بدیع الزمان صاحب خاور کا "ترانہ مہاراشٹر" خاور کی مہارت فن اور دلکش شگفتگی کا آئینہ ہے۔ مہاراشٹر کالج بمبئی کے اردو استاد جناب یونس اگاسکر کا عالمانہ مقالہ "سنت گیانیشور اور گیانیشوری" کے دو انگریزی ترجمے تبصرہ نگار "لغات کہتر بقیمت بہتر" کا مصداق ہے۔ گیانیشوری کی نظر سے گزر چکے ہیں پہلا ترجمہ مسٹر منوصوبیدار بیرسٹر مرحوم کا تھا اور دوسرا ایک سرکاری ریٹائرڈ افسر مسٹر کھاگوت کا متوصوبیدار نے کتاب میں اعلان کیا تھا کہ ایک آدھ مقام جو ان کی سمجھ میں نہیں آیا۔ انھوں نے اس کا ترجمہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور دوسرا ترجمہ اپنی جگہ مکمل ہے اس کی داد انگریزی اور قدیم مراٹھی زبان کے ادیب ہی دے سکتے ہیں۔

جناب قیصر سرت کا مضمون "مراٹھی کے اسماعیل میرٹھی" اور ادارۂ قومی راج کا بیان درباره ریاستی بورڈ برائے ادب و ثقافت" اور مسٹر ریاض احمد خاں صاحب کا نثری مدحیہ: "مہاراشٹر۔ ہندوستان کی ایک مثالی ریاست" اس مضمون کی اور باتوں پر چاہے گفتگو ہو سکتی ہو۔ مگر مہاراشٹر میں ترقی و ترویج اردو کے لیے جو کچھ ہو رہا ہے اسے دیکھتے ہوئے مقالہ نگار کی تائید کے بغیر چارہ نہیں۔ اسی نمبر میں مسٹر شیام کشن نگم کا مضمون "دستکاری اور روزگار" بر وقت اور نوجوانوں کی توجہ کا مستحق مضمون ہے "ایک شریف انسان" کے عنوان سے مسٹر حیدر خاں پٹھان ایڈوکیٹ کا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خان مرحوم کی کہانیوں کی روشنی میں خود ڈاکٹر ذاکر حسین کے کردار اور سیرت و شخصیت کا مطالعہ اچھوتا خیالی اور دلکش انداز نگارش ہے۔ کاش حیدر خاں صاحب اس سلسلہ کو جاری رکھیں۔ مسٹر اقبال مجید اللہ کا "ہماری زرعی جامعات کا ایک جائزہ" ایک بصیرت افزا مطالعہ ہے۔ اوپر جو کچھ عرض ہوا وہ "مشتے نمونہ از خروارے" کا مصداق ہے۔ ورنہ قومی راج کا مہاراشٹر نمبر نظم نثر کے اسی قسم کے اور پھولوں سے سجا ہوا دلکش گلدستہ ہے۔

ماب۔
رسالہ ظاہری رنگ ڈھنگ اور روپ رنگھا۔ کاغذ۔ کتابت طباعت ۔
تصاویر۔ مضامین نظم و نثر۔ اور مفید معلومات کے لحاظ سے قیمتی چیز ہے ۔ اتنی
خوبیوں پر قیمت صرف ۵ روپے سالانہ ۔ ملنے کے پتے دو ہیں ۔
(۱) ڈائرکٹر جنرل انفارمیشن اینڈ پبلک ریلیشنز۔ حکومت مہارا شٹر،
سچیوالہ۔ بمبئی ۳۲۔۔۔۔۴
(۲) مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ نزد جے۔ جے۔ اسپتال۔ بمبئی ۳
مولانا حبیر محمد خان شہاب مالیر کوٹلوی ۔
مصنف: ڈاکٹر احمد لاری

حسرت موہانی: حیات اور کارنامے ناشر: ادبستان۔ نظام پور، گورکھپور (یو۔ پی)
قیمت: بیس روپے

حسرت موہانی: حیات اور کارنامے" ڈاکٹر احمد لاری کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر
موصوف کو گورکھپور یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری تفویض ہوئی ہے ۔ اس کتاب
سے قبل ڈاکٹر لاری کی اور کتابیں مثلاً تذکرۂ شعرائے حسرت موہانی ۔ نیز مختصر تاریخ گورکھپور
طبع ہو کر ارباب فکر و فن کو متوجہ کر چکی ہیں
زیر نظر کتاب موصوف کی ایک بھرپور علمی و تحقیقی کاوش ہے ۔ جو حرف آغاز ،
کتابیات اور ضمیمے کے علاوہ آٹھ ابواب میں منقسم ہے ۔ جن کی ترتیب اس طرح ہے ۔
باب اول عہد اور ماحول ، باب دوم سوانح حیات باب سوم شخصیت اور کردار ۔
باب چہارم شاعری ، باب پنجم صحافت ، باب ششم تذکرہ نگاری ، باب ہفتم تنقید،
باب ہشتم متفرق کتابیں اور آخر میں خلاصہ بحث کے طور پر حرف آخر شامل ہے ۔
پہلے باب میں حسرت کے عہد اور ماحول سے بحث کی گئی ہے ۔ اس باب کے
مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسرت کی شخصیت کی تعمیر میں کن عناصر کا ہاتھ رہا ہے۔
دوسرے باب میں حسرت کے حالات زندگی بیان کئے گئے ہیں۔ حسرت کے بارے
میں جو روایتیں مشہور ہیں ان کو درایت کی کسوٹی پر پرکھا اور ان نقوش کو نمایاں
کیا ہے جو حسرت کی زندگی میں کلیدی اہمیت رکھتے ہیں تیسرے باب میں حسرت کی
شخصیت [illegible] کی [illegible] اشاعت کیا گیا ہے کہ ان کے افکار و اعمال

میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ وہ رومانیت کے پروردہ تھے اور ان کی ہر ادا رومانی
مگر ان کی رومانیت ایک خاص تہذیب اور وضع داری کی حامل تھی، یہ باب بہت
اور معنی آفریں ہے۔ چوتھے باب میں حسرت کی شاعری کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ ا
نقادوں کا یہ خیال تھا کہ حسرت محض حسن و عشق کے شاعر ہیں مگر ڈاکٹر لاری نے حسرت کی
اور شاعری کے تعلق کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان کے نظموں کے سرمایہ کا
بھی لیا ہے اور ان کی غنائی نظموں کی نشاندہی کی ہے۔ ڈاکٹر لاری نے بڑی فنکارانہ
کے ساتھ حسرت کی شاعری کو پانچ ادوار میں تقسیم کیا ہے اور ہر دور کی خوبیوں کا تعین
ہے۔ انھوں نے حسرت کی شاعری کے اہم ماخذ کی نشاندہی کر کے ان محرکات کو روشنی
لانے کی کوشش کی ہے جن سے حسرت نے تاثرات قبول کئے ہیں نیز ان کی شاعری کے
موضوعات کا تجزیہ بھی کیا ہے۔ جن میں تغزل، تصوف اور سیاست کو خصوصی اہمیت
شامل ہے اس کے علاوہ جدید تنقیدی اصولوں کی روشنی میں حسرت کے کلام کے تخلیقی عنصر
یعنی ترنم، پیکر تراشی اور جمالیاتی کیفیت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ پانچویں باب میں حسرت کی صحافت
کو زیر بحث لا کر ان کی خدمات کو سراہا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ ادبی صحافت پر کوئی کام اس
وقت تک مستند نہیں سمجھا جا سکتا جب تک حسرت کی صحافتی کوششوں کا اعتراف نہ کیا جائے
چھٹے باب میں حسرت کی تذکرہ نگاری اور ان کے تذکرہ نگاری کے اصولوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔
اگرچہ حسرت کی تذکرہ نگاری قدیم نہج سے بہت زیادہ مختلف نہیں تھی مگر اس سے ان کے
اصولِ انتخاب اور فنِ تذکرہ نگاری کے اہم اصولوں کا پتہ چلتا ہے اور خاندانِ نسیم کو سمجھنے
میں مدد ملتی ہے۔ ساتویں باب میں ان کے تنقیدی اصولوں سے بحث کی گئی ہے اس
سلسلے میں ان کے غیر مطبوعہ مقالے اور ان کی مطبوعہ کتاب نکاتِ سخن نیز تنقیدی مضامین
سے بحث کرکے نتائج نکالے گئے ہیں۔ آخر میں حسرت کی دوسری کتابوں کا جائزہ لیا گیا ہے
اس طرح زیرِ نظر کتاب حسرت کے عہد، حیات اور کارناموں کی سچی قدر و قیمت کو روشنی
میں لاتی ہے۔

ڈاکٹر لاری نے ساتویں باب تنقید میں بہت سی اختلافی باتیں لکھی ہیں۔ مثلاً ان کا یہ ارشاد

نظریاتی تنقید کے نقطۂ نظر سے شعر العجم مقدمۂ شعر و شاعری کے درجے تک نہیں پہنچ سکی۔
ال تک شعر و شاعری کے بنیادی مسائل کا تعلق ہے شبلی کے یہاں بصیرت اور بصارت
ون کی کمی ہے" یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ ترقی پسند نقادوں نے شبلی پر حالی کی برتری کا جو
پیگنڈہ کیا تھا یہ اُس کا اثر معلوم ہوتا ہے ورنہ ادب و تنقید کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ
ت سے تنقیدی افکار شبلی کے یہاں زیادہ واضح اور جدید تحقیقات سے قریب تر ہیں۔ جن
تخیل اور شاعری کی تخلیقی بنیادوں کے بارے میں شبلی کے افکار خاص طور سے شامل ہیں۔
لی نے لفظ و معنی کے رشتے اور عضوی ہیئت کے تصور کو بھی حالی سے زیادہ بہتر طور پر پیش
ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض مقامات پر حالی شبلی سے آگے ہیں مگر یہ بات ہرگز تسلیم
ہ کیا جا سکتی کہ شبلی کے یہاں بصارت اور بصیرت دونوں کی کمی ہے۔

ڈاکٹر لاری نے حروفِ علّت کے دبنے اور ہندی فارسی الفاظ کے ساتھ اضافت
اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حسرت نے فارسی الفاظ میں حروفِ علّت کے سقوط
اص طور سے معائب میں شمار کیا ہے اور ہندی الفاظ کے حروفِ علّت کے سقوط کو
ز کیا ہے۔ اردو شاعری میں یہ صورت حال شروع سے آج تک باقی ہے اور تمام ثقہ
تذۂ شاعری نے اسی کو تسلیم کیا ہے۔ اسی لیے اس کے برخلاف رائے کو منوانے کے لئے
بسوط دلیلیں اور جمہور اساتذہ کا فتویٰ چاہیئے۔ ڈاکٹر لاری نے ہندی الفاظ کے
تھ اضافت کو بھی جائز قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک اختلافی مسئلہ ہے۔

ڈاکٹر احمد لاری نے لکھا ہے کہ:

> "حسرت نے معائب کے سلسلے میں ایک نئی اصلاح "شکستِ
> ناروا" وضع کی ہے۔ قاضی عبدالودود صاحب کے الفاظ میں
> عروضی اس سے ناواقف ہیں"

اگرچہ انھوں نے اس سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں کہی مگر موصوف کی خاموشی سے
ا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی قاضی صاحب سے متفق ہیں اور دلیل یہ ہے کہ اساتذۂ
ردو ایران کے نزدیک یہ عیب نہیں ہے۔ شکست ناروا کے سلسلے میں تعلیم نہیں کی گئی ہے

دراصل "شکستِ ناروا" کا عیب قدیم اساتذۂ ہند وایران کے یہاں نہیں ہے مگر دور کے تمام اساتذہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔ یہ عیب ہندی میں پہلے سے موجود تھا اس کا نام "یتی بھنگ دوش" ہے۔ وہ مصرع جو ارکان کے نقطۂ نظر سے دو برابر حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ اس میں شکستِ ناروا کا عیب مانا جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب تحقیق کے جدید ترین اصولوں کے مطابق لکھی گئی ہے۔ استخراج نتائج میں احتیاط اور بالغ نظری سے کام لیا ہے زبان صاف ستھری اور غیر جذباتی ہے۔ کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ حسرت کا وہ کلام شامل کر دیا گیا ہے جو ان کے دواوین میں نہیں ملتا۔ یہ کتاب ادب و تحقیق اور تنقید کے ذخیرہ میں ایک اضافہ ہے۔ ہر صاحب ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

(ڈاکٹر عنوان چشتی)

منزلیں پیار کی

(ناول)

مصنف: ڈاکٹر سیفی پریمی
پبلشر: ناولستان - جامعہ نگر نئی دلی ۵
قیمت:

'منزلیں پیار کی'، ڈاکٹر سیفی پریمی کا ناول ہے۔ جس کی بنیاد اس مصرع پر ہے 'زندگی ہے مسلسل نیا تجربہ' ڈاکٹر سیفی نے اس ناول میں رومان خیز ماحول کی طلسمی فضا کی تخلیق کی ہے۔ اگرچہ اس میں بہت سے کردار ہیں جو آج کی زندگی اور اس کے الجھے ہوئے مسائل کی نمائندگی کرتے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر انتخاب اور فروزاں اس ناول کے اہم کردار ہیں۔ اس ناول میں ایک غلط فیصلے کی بنیاد پر دو شخصیتوں کی نفسیاتی الجھنوں کو پیش کیا ہے۔ پلاٹ اس طرح ہے کہ فروزاں اگرچہ ایک حسین لڑکی ہے۔ مگر وہ اپنے سے کم عمر لڑکے انتخاب کا انتخاب کر کے اس سے شادی کر لیتی ہے۔ فروزاں کے ایک بچہ پیدا ہونے کے بعد، اس کے حسن کا سایہ ڈھل جاتا ہے اور انتخاب کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ:

"انتخاب کو اب اپنی عمر اور فروزاں کی عمر میں فاصلہ نظر آنے لگا اسی نفسیاتی الجھن نے دونوں کی ازدواجی زندگی کو تباہ کر دیا"
ص ۲۴۶

مگر یہ ناول محض ان دو کرداروں کی بے رنگ یا نیرس کہانی نہیں ہے بلکہ ناول جنسی اور جذباتی انداز سے بہت دلکش ہے اس میں لمس و لذت کا بے پناہ حسن ہے۔ ڈاکٹر سیفی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ:

"انتخاب نے داؤدی کو جھپٹ کر اس طرح آغوش میں لے لیا جیسے عقاب کی اپنے شکار پر گرفت۔ داؤدی نے اس کے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی مگر گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ داؤدی کے ٹروپ کلس پر انتخاب کی کلائیوں کا دباؤ پڑنے سے اس کے بدن میں لذت یابی کا نشہ رسنے لگا۔"

یہی نہیں بلکہ رومان خیز ذیلی واقعوں اور وارداتوں نے اس ناول کو نوجوانوں کی نفسیات کا گہوارہ بنا دیا ہے۔

'منزلیں پیار کی' میں جو زبان برتی گئی ہے وہ اپنے اندر تخلیقی شادابی رکھتی ہے مصنف نے حسب موقع اشعار بھی استعمال کئے ہیں جن سے دلکشی میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ اپنی تمام تر رومانی جنسی اور جذباتی فضا کے باوجود 'منزلیں پیار کی' میں فکری عنصر کی کمی بھی نہیں ہے۔ اس ناول کے کرداروں میں قدیم و جدید، مشرق و مغرب اور نئی سیاسی و سماجی صورت حال پر گفتگو کے دوران ذہن کو بصیرت بھی حاصل ہوتی ہے۔ زیر تبصرہ ناول حسرت سے بصیرت کی ترسیل کرتا ہے۔ یہی اس کا حسن ہے۔ یہ ناول نئے ناولوں میں ایک کامیاب اور دلکش اضافہ ہے۔

ڈاکٹر عنوان چشتی

وہ صورتیں الٰہی

از : مالک رام
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت : دس روپے

پیش نظر کتاب میں ہماری زبان کے دس مشہور اہلِ قلم اور صاحبان سخن کی زندگی کے نقوش و کردار اس انداز اور حسنِ عقیدت کے ساتھ تحریر کئے گئے ہیں، جن کو پڑھ کا

"وہ صورتیں" آنکھوں کے آگے پھرنے لگتی ہیں اور ان کے محاسن و اقدار دل میں گھر کرنے لگتے ہیں۔

شخصیات کے ضمن میں ذاتی مشاہدے، تجربے معلومات اور تاثرات کے خاکے اور مرقعے فاضل سیرت نگار کے قلم سے اکثر و بیشتر سامنے آتے رہے ہیں۔ اس اہم اور کارآمد فریضے کو جس خوش اسلوبی، انہماک اور خلوص کے ساتھ انھوں نے انجام دیا ہے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔

دو برس ہوئے کوئی سہ مرحوم ادیبوں، شاعروں نقادوں، معلّموں اور صحافیوں کے حالات، ادبی خدمات اور دوسری قابلِ لحاظ کارگزاریوں سے وہ ہم کو آگاہ و آشنا کرا چکے ہیں۔ وہی احسان کیا کم تھا کہ اسی سلسلے کی ایک اور مفید اور دلچسپ کتاب سے استفادے اور لطف کا موقع بہم پہنچا دیا۔

سب جانتے ہیں کہ غالب سے مالک رام صاحب کو کب سے اور کیسا تعلق ہے اور ان پر کتنا دقیع اور تحقیقی کام وہ کر چکے ہیں۔ پسندیدگی، شغف اور ذہنی قربت کی بنا پر مرزا ان کے خیالوں اور نگاہوں میں پوری طرح رچ بس گئے ہیں چنانچہ ۱۸۵۰-۵۱ء سے لے کر آخری دم تک کے حالات، مشاغل کا معمولات، خصائل و عادات و گھریلو باتیں اتنی صحت اور واقف کاری سے بیان کی ہیں جیسے سچ مچ وہ زمانہ انھوں نے مرزا کے ساتھ گزارا ہو، ان کے ساتھ رہے سہے ہوں اور اٹھے بیٹھے ہوں۔

جانی بوجھی باتوں کو ایک مشاہد اور ناظر کی طرح لکھنے میں نہ صرف لکھنے والے کو لطف آیا ہوگا بلکہ پڑھنے والے کو لطف آیا ہوگا بلکہ پڑھنے والے کو بھی یہی محسوس ہوتا ہے گویا وہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور کانوں سے سن رہا ہے۔

سائل دہلوی اور صدر یار جنگ پر جو تاثرات اور ان بزرگوں کے خلق و کرم سے وہ جس جس طرح مستفیض اور متحظ ہوئے۔ اس کا ذکر رسالہ نقوش لاہور کے شخصیات نمبر ۲ (اکتوبر ۱۹۶۲ء) میں بھی آچکا ہے

سید سلیمان ندوی کے تذکرے میں ان کی علمی فضیلت اور تاریخی بصیرت واضح کرنے کے علاوہ مولانا امداد صابری سے ایک مناقشہ اور اس کو مخلصانہ طور پر خاموشی اور خوش اسلوبی کے ساتھ رفع دفع کرنے کی نیک خواہش اور اس کے لئے تگ و دو بالآخر خاطر خواہ کامیابی "عورت اور اسلامی تعلیم" پر سید صاحب مرحوم کی ہمت افزائی اور زبان سے تعریف۔

پنڈت کیفی کا وہ اعتماد جس کے تحت انھوں نے مالک رام صاحب کو اپنے کچھ غیر مطبوعہ علمی خزانے کا امین بنانا چاہا تھا۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا اس پر افسوس اور مجبوریاں کا اظہار۔ یگانہ، مآل اندیشی اور مروت سے کیوں بے گانہ ہو کر رہ گئے؟ اس کے وجوہ و اسباب اور ان کا تجزیہ۔ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

جگر کی روش خاص اور افتاد طبع تو بہتوں کے علم و نظر میں ہوگی مگر ان سے منسوب دار الکہلا، بھوپال کا مفصل اور دلچسپ احوال "تذکرۂ جگر" (مولفہ محمود علی خاں جامعی مطبوعہ مکتبہ جامعہ سنہ ۱۹۶۲ء) کے بعد پھر اسی کتاب میں ملے گا۔

"نیاز اور نیاز مند"، اس کے بعد "نیاز فتح پوری" ان دونوں مضمونوں کو دیکھنے سے صاف اندازہ ہو جاتا ہے کہ نیاز کتنے منفرد، ذی حوصلہ، جرأت مند اور سحر بار قلم کار تھے مصلحت بینی اور دور اندیشی کے علاوہ استقلال اور خود اعتماد بھی ان کے یہاں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ "نگار" کے ذریعے انھوں نے اردو ادب کے لیے ایک بیش بہا سرمایہ فراہم کر دیا ہے۔ ان کی بت شکنی اور بت گری اگر دس کو ان سے بیزار کیا تو بیس ان کے قائل اور حلقہ بگوش بھی ہو گئے۔ پڑھے لکھے اور ذی شعور لوگوں کی اس فہرست میں خود مالک رام بھی شامل ہیں۔

دسواں اور آخری عنوان ہے "غلام رسول مہر"، تذکرہ معاصرین ان کا ذکر ہے، لیکن اس کتاب میں ایک خاص اضافہ ہے اور وہ ہے "حزب اللہ"، کا عبدنامہ عربی متن میں اور اس کا اردو ترجمہ۔

سوانحی خاکے سمجھ لیجیے یا مضامین کہہ لیجیے۔ نئے ہوں خواہ پرانے،

بھی غلط نہیں ۔
اس طرح کی چیزیں بہت لکھی گئی ہیں اور لکھی جائیں گی لیکن یہ تسلیم کرنا چاہیے
وں کی صورت، سیرت، خوبی اور خصائل کی قلم بندیوں میں رغ ....
اسے انداز بیاں اور ۔
اسی مفید اور کارآمد اور کتاب کی اشاعت پر مکتبہ جامعہ بھی تعریف وتوصیف
ہے ۔ (رشید نعمانی)

یہ اشاریہ صد ۳ سے
۔ غ دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
اس کے گھر میں اس کے چاہنے کا دعویٰ کرنے والے کیا سلوک کرتے ہیں، اس کا
رہ "دِلّی" کے دیدار سے ہو سکتا ہے ۔
ایک ریاست مغربی بنگال بھی ہے ۔ اسی نام کا ایک چھوٹا سا رسالہ کلکتہ سے
ہوتا ہے ۔ کتابت اور طباعت جیسی بھی ہوتی ہے ۔ مگر "دِلّی" کے مقابلے میں
بہتر ہے ۔ اگر "دِلّی" جیسا رسالہ کسی اور ریاست سے نکلتا تو ہمیں شکایت
، لیکن دہلی سے اس قسم کے پرچے کی اشاعت صحیح معنی میں یہاں کی تہذیب اور نفاست کے
پر ایک طمانچہ ہے جو کارکنان "دہلی" نے لگایا ہے ۔
کاش پرچے کی اشاعت سے قبل یہ خیال کر لیا جاتا کہ دِلّی اردو کا گھر ہے ۔ میر
، غالب و ذوق جیسے باکمالوں کی عظمتِ رفتہ کی نشانی ہے اس کی نمائندگی
ہونے اور بھدّے طریقے پر نہ کی جانی چاہیے جیسی غیر اردو ریاستوں
ہی نہیں کی ۔

★

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی مصنف: ڈاکٹر ایس اگروال ترجمہ: مخمور جالندھری ۲/۲۵
اکبر " : لارنس بینئن " : رضیہ سجاد ظہیر ۲/۵۰
پنڈت وشنو ڈگمبر " : ڈی آر اٹھاوِلے " : ش قدوائی ۲/۲۵
عظیم باغی " : ڈینس کنکیڈ " : ڈاکٹر پرپاتاسرن ۲/۲۵
قاضی نذر الاسلام " : بسودھا چکرورتی " : عرش ملسیانی ۲/۲۵
کبیر " : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری " : ایم کے درانی ۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش " : ڈاکٹر ذاکر حسین بلا جلد ۱/- مجلد ۲/-
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت مرتبہ: نیشنل گاندھی صدی سب کمیٹی ۲/۲۵
گرونانک مصنف: گوپال سنگھ ترجمہ: مخمور جالندھری ۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں " : بھگوتی چرن ورما " : رضیہ سجاد ظہیر ۵/-
تاش کے محل (ناول) " : مپال رنگنا یکما " : زینت ساجدہ ۵/۵۰
تامل افسانے مرتبہ: می پال سوم، سندرم " : حسرت سہروردی ۸/-
سفید خون (ناول) مصنف: نانک سنگھ " : رتن سنگھ ۸/-
گرو گوبند سنگھ " : ڈاکٹر گوپال سنگھ " : مخمور جالندھری ۳/-
سندھی: افسانے مرتبہ: ڈاکٹر ناسور سنگھ " : اگر سین نارنگ ۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول) مصنف: پنا لال پٹیل " : کشور سلطانہ ۱۰/-
پنجابی افسانے مرتبہ: ہر بھجن سنگھ " : مخمور جالندھری ۷/-
رنجیت سنگھ مصنف: ڈی آر۔ سود " " : " ۲/۷۵
جدوجہد آزادی " : بپن چندر " : غلام ربانی تاباں ۵/۵۰
بنگڑ واڈی " : ڈنکیٹش ماڈگولکر " : عرش ملسیانی ۵/۲۵

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ دلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

تذکرہ   مولانا ابوالکلام آزاد   مرتبہ   مالک رام

"تذکرہ" الہلالی دور کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی وہی بات سے بات پیدا کرنے کا رجحان، جولانیِ طبع، خطابت اور دعوت و تبلیغ کا انداز ملتا ہے۔ جو الہلال اور البلاغ کا طرۂ امتیاز تھا۔ بلکہ یہاں وہ مے دو آتشہ ہوگئی ہے۔   قیمت: پندرہ روپے

ارمغانِ مالک

مالک رام صاحب ملک کے ممتاز محقق۔ بلند پایہ ماہر غالبیات اور ماہر اسلامیات میں ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر مجلس ارمغانِ مالک کی طرف سے ان کی پینسٹھویں سالگرہ پر صدر جمہوریۂ ہند نے تین جلدوں پر مشتمل علمی صحیفہ ان کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ ان میں مالک رام صاحب کے سوانح شخصیت اور خدمات پر سیر حاصل مضامین کے علاوہ ہندوستان، پاکستان اور یورپ کے مقتدر عالموں، دانش وروں اور محققوں کے ۶۴ گراں قدر مقالات ہیں۔ جن میں غالب، اقبال۔ اسلامیات، تصوف، فلسفہ، ادبیات اور لسانیات کے بعض اہم اور بنیادی مسائل سے بحث کی گئی ہے۔ ہر کتب خانہ میں اس علمی صحیفہ کا ہونا ضروری ہے۔

ارمغانِ مالک   اردو جلد اول دوم   مرتبہ: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ   قیمت -/۹۰

ارمغانِ مالک   انگریزی   مرتبہ: جناب علی جواد زیدی   "   -/۳۰

نذرِ عابد   مرتبہ: مالک رام

مجموعۂ مضامین جو ڈاکٹر سید عابد حسین کی خدمت میں ان کی ۷۸ ویں سالگرہ پر پیش کیا گیا۔

"نادلستان" نئی دلّی کا نیا ناول

منزلیں پیار کی

(نفسیاتی ناول)

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں، جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں کچھ دن بعد وہ نفسیاتی اُلجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جبر ہی اُن کی شرافت کا معیار رہ جاتا ہے "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنے ناول "منزلیں پیار کی" میں نوعمری اور دولت کے جزیروں میں دو حسین لڑکیوں کی گرفتاری اور رہائی کی نفسیاتی داستان پیش کی ہے۔ ہمیں اپنے سماج کا جائزہ لینے، جذبہ اور محبت کے فرق کو محسوس کرنے نیز نفسیاتی اور جنسیاتی نقطہ نگاہ سے ازدواجی زندگی کو سمجھنے کے لیے یہ ناول ایک معتبر ذہنی رفیق ہے۔

قیمت آٹھ روپے

یادوں کے گلاب

شعری مجموعہ

سلمان عباسی

یہ مجموعہ لکھنؤ کے نوجوان شاعر سلمان عباسی کے ادبی سفر کا پہلا قدم ہے۔ ان کے کلام میں ادبی روایات کا ایک تسلسل ملتا ہے۔ وہ آج کی بھی ہیں اور آنے والے کل کی آواز بھی۔

قیمت: دس روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دیگر مطبوعات

ادب، تنقید، انشاء

- نظر اور نظریے — آل احمد سرور — ۱۰/۵۰
- طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۹/-
- اشخاص و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — ۶/۵۰
- تجزیے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۱/-
- اُردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۱۲/۵۰
- خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین — ۱۲/-
- حسرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۲/-
- کاروانِ فکر — " " " — ۳/-
- اُردو اسٹیج — سید ظہیر الدین مدنی — ۴/۵۰
- اُردو مرثیہ — سید سفارش حسین — ۶/-
- بکھرے ورق — سونیتی کمار چٹرجی — ۳/-
- پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۱۲/۷۵
- تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۵/۷۵
- غزل سرا (اردو) — مجنوں گورکھپوری (زیر طبع)
- نقد اقبال — میکش اکبرآبادی — ۴/۲۵
- فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن دہلوی — ۳/-

تذکرے، سیرت و شخصیت

- ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — ۴/-
- اکابر تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/-

- ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — ڈاکٹر سالم قدوائی — ۱۴/-
- پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۶/۵۰
- تذکرۂ جگر — محمود علی خاں (زیر طبع)
- قلم کا مزدور — مدن گوپال — ۴/-
- گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۶/-
- خنداں — " " " (زیر طبع)
- ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی — ۵/۵۰
- داستانِ اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — ۱/۲۰
- شرابِ کہنہ — رشید نعمانی — ۳/۲۵
- شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۷/۲۵

تاریخ، سیاسیات، روداد

- مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۶/۵۰
- دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبدالسلام قدوائی — مجلد ۳/۲۵، غیر مجلد ۲/۵۰
- اسلام عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی — ۴/-
- مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۵/۵۰
- کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — ۲/۲۵
- تعلیمات اسلام اوّل، دوم — مولانا عبدالسلام قدوائی — ۴/-
- آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۴/-
- اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰

باپ بیٹے ترجمہ: انور عظیم ۵/-
باغ و بہار مرتب: رشید حسن خاں ۲/۷۵
بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
گئودان " " " ۱۱/-
میدانِ عمل " " " ۸/۵۰
واردات " " " ۴/۵۰
پیار کا موسم مہندر ناتھ ۳/۵۰
چنار کا پتّا سلطان آصف فیضی ۲/۲۵
شکستِ ناتمام ترجمہ: ہرہ سیدین
دلّی کی شام " بلقیس جہاں -/۵۰
راہِ عمل " عابد حسین
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۳/۷۵
اپنے دکھ مجھے دے دو راجندر سنگھ بیدی ۶/-

افسانے اور خاکے

پرندے اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۱/۵۰
بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/-
چراغوں کا سفر رام لعل ۴/-
خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۳/۷۵
کالے صاحب اوپندر ناتھ اشک ۲/۵۰
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/-
نروان جیلانی بانو ۴/۷۵
نئی بیماری مہندر ناتھ ۲/۵۰

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۳/۷۵
[illegible]

آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۴/-
جانِ بہار " " ۱/۳۷
آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۱/۷۵
خانہ جنگی " " " ۱/۷۵
انجام " " " ۱/۲۵
کھیتی " " " ۱/۲۵
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دگل ۴/-
آئینۂ ایّام ترجمہ: خلیق احمد ۳/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۱/۷۵
کیا خوب آدمی تھا " " ۲/-
دروازے کھول دو کرشن چندر ۲/۵
سراج الدولہ: ترجمہ: اشفاق حسین ۱/۵۰
موت پر فتح جیا لال ساز ۱/۲۵
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۱/۷۵

نظم

نئی نظم کا سفر مرتبہ خلیل الرحمٰن اعظمی ۱۰/۵۰
آتشِ گل جگر مرادآبادی ۶/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۷/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۷/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۲/۵۰
مثنوی سحر البیان مرتب: رشید حسن خاں ۱/۷۵

بچوں کی کتابیں (مذہب)

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری -/۵۰
عقائدِ اسلام " " " -/۵۰
[illegible] عبدالواحد سندھی ۱/۸۰

پیارے یار	الیاس احمد مجیبی	۲/۵۰
ن حضرتؐ	" " (اردو)	۶۵/-
" "	" " (ہندی)	۶۰/-
پاک کہانیاں دو حصوں میں	مقبول احمد سیوہاروی	۲/۲۵
ندا و اربعہ	خواجہ عبدالحی فاروقی	۲/۲۵
یوں کے قصے	" "	۱/۲۵
مسلمان بیبیاں	اعجاز الحق قدوسی	۷۵/-
ہمارے رسولؐ	خواجہ عبدالحی فاروقی	۲/۰
ہمارے نبیؐ	سید نواب علی صفوی (اردو)	۷۵/-
" "	" " (ہندی)	۴۰/-
سرکار دو عالمؐ	محمد حسین حسان	۲/۰۰
سبیل الرشاد	خواجہ عبدالحی	۱/۰

معلومات

دمی کی کہانی	مشتاق احمد	۱/۰۵
نیا کے بچے	محمد حسین حسان	۱/۰
دکھا عجائب خانہ (دو حصے)	" "	۱/۸۰
بجلی کی کہانی	علی احمد خاں	۵۰/-
ردادا کی کہانی	محمد عبدالغفار	۵۶/-
مفید معلومات (دوم، سوم، چہارم)		۲/۵۰
" " پنجم		۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی		۴۴/-
خبر رسانی کے طریقے	رفیعہ منظور الامین	۸۵/-
دہلی	ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی	۱/۵۰

تاریخ ہند کی کہانیاں (اوّل)	خجستہ سلطانہ	۸۰/-
" " " (دوم)	ضیاء الرحمن	۱/۰
" " " (سوم)	مشتاق احمد اعظمی	۸۰/-
" " " (چہارم)	" "	۹۵/-
رابندر ناتھ ٹیگور	صفدر حسین	۱/۲۵
سماجی زندگی (اوّل)	احمد شکیل، غلام ابرار	۱/۰
" " (دوم)	" "	۱/۲۵
" " (سوم)	" "	۱/۴۰
" " (چہارم)	" "	۱/۲۵
سمندر کے کنارے	سلطانہ آصف فیضی	۱/۳۰
" " نیچے	" "	۲/۰
قدرت کے کرشمے	ادارہ	۶۲/-
ہماری پارلیمنٹ	کیلاش چندر	۱/۵۰

کہانیاں، ناولیں، ڈرامے

انعامی مقابلہ	محمد حسین حسان ندوی	۱/۰
دعوت ملاجی کی	" "	۶۰/-
جیت کس کی	" "	۱/۰
انصاف کا تخت	" "	۷۵/-
چینی کی گڑیا	" "	۵۰/-
بہادر سیاح	" "	۶۵/-
چچا غالب مرتبہ	" "	۱/۷۵
تانبیل خاں	" "	۴۰/-
شیر خاں	ترجمہ: قرۃ العین حیدر	۵۰/-
بھیڑیے کے بچے	" "	۵۰/-
"	" "	۵۰/-

میاں ڈھینچو کے بچے — مترجمہ: قرۃ العین حیدر — ۶۵/-
لومڑی کے بچے — " : " " " — ۵۰/-
بہادر — " : " " " — ۵۵/-
سونے کا پنجرہ — احسان الحق — ۶۵/-
بدنصیب شہزادی — ابرار محسن — ۱/-
عقل کا سودا — " " — ۱/۷۰
تیس مار خاں — " " — ۹۰/-
جنگل کا راجہ — " " — ۱/-
جن حسن عبدالرحمٰن دو حصے — ایل لاگن — ۲/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا — کوثر بانو — ۳۰/-
چوری کی عادت — عبدالغفار مدھولی — ۵۰/-
چھوٹا لڑکا — " " — ۵۰/-
غیر ذمہ دار لڑکا — " " — ۵۰/-
چٹانوں کی کہانی — محمد امین — ۱/۷۵
بندر کا گھر — خضر برنی — ۴۵/-
دلی دور ہے — مجیب احمد خاں — ۵۰/-
کوے دادا — ترجمہ: " " — ۱/۷۵

جیب الراب — اسعد جیب — ۱/۷۵
تین کوڑیاں — اقبال امروہوی — ۱/۲۰
پریم کی جیت — اسد اللہ کاظمی — ۴۷/-
ترکوں کی کہانیاں — مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ — ۵۵/-
مزہ چکھائیں گے — " : " " — ۳۵/-
چھوٹی لالٹین — مشتاق احمد — ۳۱/-
تین اناڑی — عصمت چغتائی — ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا — برکت علی فراق — ۴۰/-
تیس مار خاں کے کارنامے — ایم ندیم — ۱/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر — محمد معین — ۳۵/-
ڈاکو کی گرفتاری — ایم ندیم — ۵۰/-
ستاروں کی سیر — کرشن چندر — ۱/۷۵
لال مرغی — عبدالواحد سندھی — ۵۰/-
ننھا ٹٹو — خورشید سلطان — ۳۰/-
مزیدار پہیلیاں — محمود علی خاں — ۶۵/-
چنبیلی — محمد حسین حسان — ۵۰/-
شیدا — پروفیسر محمد مجیب — ۵۰/-

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیسے
بڑھئی — مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ — ۳۱/-
احمد خاں دکان دار — " " " — ۳۱/-
بہشتی — " " " — ۳۱/-
پیارے جان درزی — " " " — ۳۱/-
تانگے والا — " " " — ۳۱/-

حفیظ خانساماں — مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ — ۳۱/-
کلو حلوائی — " " " — ۳۱/-
عبدالرحمٰن راج — " " " — ۳۱/-
مرغی پالیے — " " " — ۵۰/-
نصیب خاں حجام — " " " — ۳۱/-
تمدن معاشیات

سرکاری ٹیکسوں کا راز 〃 〃 〃 ۱/۳۱

ضلع کی سرکار 〃 〃 〃 ۱/۳۱

کارخانوں کے قانون 〃 〃 〃 ۱/۳۱

جھلکیاں

احمد علی 〃 〃 〃 ۱/۳۱

سید سلیمان 〃 〃 〃 ۱/۳۱

احمد ندیم 〃 〃 〃 ۱/۳۱

اکبر الہ آبادی 〃 〃 〃 ۱/۳۱

حیات اللہ انصاری 〃 〃 〃 ۱/۳۱

سہیل عظیم آبادی 〃 〃 〃 ۱/۳۱

عبد الحق 〃 〃 〃 ۱/۳۱

میر امن 〃 〃 〃 ۱/۳۱

نذیر احمد 〃 〃 〃 ۱/۳۱

حفظان صحت

دق اور اس کا علاج 〃 〃 〃 ۱/۳۱

زچہ بچہ 〃 〃 〃 ۱/۳۱

طاعون اور چیچک 〃 〃 〃 ۱/۳۱

فوری علاج (دم گھٹنا) 〃 〃 ۱/۳۱

〃 〃 (حادثہ) 〃 〃 ۱/۳۱

〃 〃 ہڈی ٹوٹنا 〃 〃 ۱/۳۱

ڈرامااور سوانح

استری دھن 〃 〃 〃 ۱/۳۱

ٹھیک بات چیت کیجئے 〃 〃 〃 ۱/۳۱

اجمیری خواجہ 〃 〃 〃 ۱/۳۱

سوامی دیانند 〃 〃 〃 〃 ۱/۳۱

غوث پاکؒ 〃 〃 〃 ۱/۳۱

گاندھی جی (اول) 〃 〃 〃 ۱/۳۱

〃 〃 (دوم) 〃 〃 〃 ۱/۳۱

گرونانک 〃 〃 〃 ۱/۳۱

مصطفیٰ کمال (دوم) 〃 〃 〃 〃 ۱/۳۱

نظام الدین اولیاؒ 〃 〃 〃 ۱/۳۱

کرشن کنہیا 〃 〃 〃 ۱/۳۱

کہانیاں

کہانیاں (اول) 〃 〃 〃 ۱/۳۱

〃 (دوم) 〃 〃 〃 ۱/۳۱

پنچ تنتر (〃) 〃 〃 〃 ۱/۳۱

〃 〃 (〃) 〃 〃 〃 ۱/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے 〃 〃 〃 ۱/۳۲

اپنی کھیتی کا ایک چک کرو 〃 〃 〃 ۱/۳۱

پپیتے کا باغ لگائیے 〃 〃 〃 ۱/۳۱

پھلوں کی کھیتی 〃 〃 〃 ۱/۳۱

پیڑوں کی کانٹ چھانٹ 〃 〃 〃 ۱/۳۱

جانور کیلا چنگا رہے 〃 〃 〃 ۱/۳۱

ساگ سبزی اگائیے 〃 〃 〃 ۱/۳۱

کوآپریٹو فارمنگ 〃 〃 〃 ۱/۳۱

کھاد بنائیے کھاد ڈالئے 〃 〃 〃 ۱/۳۱

لیموں، انار، بیر 〃 〃 〃 ۱/۳۱

ننھو دھواں ہوگیا " " " ۔/۳۱

مذہب

ابو داؤد شریف " " " " ۔/۳۱

ابن ماجہ شریف " " " " ۔/۳۱

نسائی شریف " " " " ۔/۳۱

کفن دفن " " " " ۔/۳۱

معلومات

چاند تارے " " " " ۔/۳۱

دن رات (اوّل) " " " " ۔/۳۱

" " (دوم) " " " " ۔/۳۱

ہوائی جہاز (حصّہ دوم) " " ۔/۳۱

فٹ بال " " " " ۔/۳۱

ہلکے پھلکے کھیل " " " " ۔/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت " " " " ۔/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسان ۔/۵۰

الٹی دوا " " ۔/۵۰

برف کا گھر " " ۔/۵۰

تاؤ کے اُپدیش " " ۔/۵۰

چاند " " ۔/۷۵

دیمک " " ۔/۸۲

کتنی زمین " " ۔/۶۲

بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ ۔/۵۰

بچے کی بُری عادتیں ڈاکٹر پی راج موہنا ۔/۵۰

بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی ۔/۵۰

تین سوال عبداللطیف اعظمی ۔/۵۰

چیونٹی کی چوٹ معین الدین ۔/۷۵

چیچک مشتاق احمد ۔/۶۲

موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین ۔/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اُردو

اُردو قاعدہ ۔/۵۰

" " رنگین ۔/۶۵

اُردو کی پہلی کتاب ۔/۶۵

" " دوسری " ۱/۲۵

" " تیسری " ۲/۔

" " چوتھی " ۲/۲۵

" " پانچویں " ۲/۵۰

" " چھٹی " ۲/۶۰

" " ساتویں " ۲/۷۰

" " آٹھویں " ۲/۷۰

اُردو کی دوسری برائے دہلی ۱/۶۵

" " تیسری " " ۲/۲۰

" " چوتھی ۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی بھراکشر ۔/۲۵

" " (اوّل) ۔/۴۸

" " (دوم) ۱/۔

پریم بال (اوّل) ۔/۸۷

...	...	۱/۲۱	...
گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ: محمود سرورؒ		۱/۲۵	" " (سوم)
" " (" چہارم) " : " "		۱/۲۵	" " (چہارم)
" " (" پنجم) " : دینا ناتھ گرم		۱/۶۲	نو پرچاجات

حساب

جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ: یاورحسین ۲/۲۵

" " (" سوم) " : محمد یونس ۲/۷۰

" " (" چہارم) " : ملک بیگم نیز لبابک ۲/۷۵

" " (" پنجم) " : محمد یونس ۳/۲۰

خط کتابت اردو کورس

پہلی کتاب -

دوسری " ۵۰

تیسری " -

قاعدہ لیسرنا القرآن

مکتبہ جامعہ نے تعلیمی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قاعدہ لیسرنا القرآن کو نئی ترتیب، آسان و عام فہم ہدایتوں کے ساتھ شایع کیا تھا۔ اس قاعدہ کو بحمداللہ والدین، معلمین دونوں نے بہت پسند کیا۔ اظہار پسندیدگی کے ساتھ ہی ہمارے بعض کرم فرماؤں نے قاعدہ کو اور بہتر بنانے کے سلسلے میں اپنی گراں قدر تجویزوں سے بھی نوازا۔

ان تجویزوں کی روشنی میں قاعدہ لیسرنا القرآن کا دوسرا اڈیشن شایع ہو کر آگیا ہے۔

سائز ۲۲x۲۹/۸ سفید گلیز کاغذ، آفسیٹ کی چھپائی۔ قیمت: ۱/-

بورڈ آف اسٹڈیز اِن اردو، بمبئی یونیورسٹی سے منظور شدہ

آئینہ ادب (حصہ نثر و نظم) مرتبین: ڈاکٹر سید محی رضا۔ ڈاکٹر آدم شیخ

فرسٹ ایر آرٹس، سائنس اور کامرس کے لیے ہائر لیول قیمت: ۵/۵۰

انوار ادب (حصہ نثر و نظم) مرتبین: پروفیسر فصیح احمد صدیقی۔ ڈاکٹر مجاہد حسین حسینی

انٹرمیڈیٹ آرٹس، سائنس اور کامرس کے لیے۔ قیمت ۴/-

پرنٹر پبلشر سید احمد مکی نے جمال پرنٹنگ پریس دلی میں چھپوا کر جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵ سے شایع کیا۔

سبجکٹ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
وَلی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ

جولائی ۱۹۷۴ء
جلد ۱۵
شمارہ ۷
سالانہ ۵ روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

پچھلا شمارہ ذرا دیر میں پوسٹ کیا جاسکا تھا۔ شاید اسی لیے قارئین کا ردِ عمل ان تبدیلیوں کے سلسلے میں اچھی طرح نہیں معلوم ہوسکا۔ دو چار خط جو اس سلسلے میں آئے۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تبدیلی خوشگوار سمجھی جارہی ہے۔ ہمیں اس سے قدرے اطمینان ہوا۔ بعض احباب نے کتاب نما کی "ادبی پالیسی" دریافت کی ہے۔ شاید اور احباب بھی یہ سوال ضرور کریں گے۔ اس لیے کہ زمانے نے ہمیں "ازموں" کا عادی بنا ڈالا ہے۔ ہم ہر چیز کو اسی نظر سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ لیکن جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم ادب میں اسے ضروری نہیں سمجھتے۔ ہمارا خیال ہے کہ ادب کو صرف ادب رہنے دیا جائے تو مناسب ہوگا۔ "ادب برائے ادب" میں ہی ہمارے نزدیک صالح اور صحت مند ادب پیدا کرنے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ ادیب ان صلاحیتوں کو تلاش کریں اور انھیں بروئے کار لائیں بس جبھی ہر ادب "ادب برائے زندگی" بن سکتا ہے۔

جہاں تک کتاب نما کی پالیسی کا تعلق ہے اس کے صفحات ہر مکتبِ فکر و خیال کے لیے موجود ہیں اس میں داغ و امیر مینائی پر بھی مضامین لکھے جاسکتے ہیں اور ن م راشد اور میراجی پر۔ حالی و نذیر احمد پر بھی لکھا جاسکتا ہے اور سعادت حسن منٹو اور راجندر سنگھ بیدی پر بھی بشرط بس اتنی اور صرف اتنی ہے کہ ان مضامین کے ذریعہ کسی پر کیچڑ نہ پھینکی جائے، کسی کی پگڑی نہ اچھالی جائے۔ اور اخلاقی مسائل پر استدلال کے ساتھ بحث کی جائے۔ ہمارا مقصد ادب کی خدمت ہے ہم صالح اور صحت مند ادب کے فروغ میں اپنا کردار نہایت سنجیدگی کے ساتھ نبھانا چاہتے ہیں اور بس۔ ہمیں امید ہے کہ احباب اس اقدام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔

[illegible]

بھی غالب پر قلم اٹھایا ، ان کے احباب کا ذکر کسی نہ کسی نہج سے ضرور کیا۔ غالب کے معاصرین میں مفتی صدرالدین آزردہ جیسی باکمال ہستی بھی تھی جن کا ذکر ذکر مجملاً پروانہ صاحب قلم نے غالب کے ذکر کے ساتھ کیا ہے لیکن ایسی بلند پایہ شخصیت کا بھرپور تعارف شاید کسی نے آج تک نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ بمبئی کے مجلہ "ہندوستانی زبان" میں مفتی آزردہ پر عبدالرحمٰن صاحب پرواز اصلاحی کا مقالہ ہماری نظر سے گزرا تو ہم نے کتاب نما کے ذریعہ اسے شمالی ہند خصوصاً اہلِ دہلی کی خدمت میں پیش کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ مضمون چونکہ تفصیلی ہے اس لیے طویل بھی جسے ہم بالاقساط شائع کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اہلِ قلم حضرات مفتی صاحب کے متعلق مزید تفصیلات فراہم کرکے ایسی جامع شخصیت کو اس کے منصب کے مطابق خراجِ عقیدت پیش کریں۔

گرانی کا رونا روتے روتے آنکھیں خشک ہوگئیں۔ نایابی پر فریاد و فغاں کرتے گلے سوکھ گئے۔ ہر شے کی طرح کاغذ کی گرانی ہمارے لیے سب سے اہم اور تکلیف دہ مسئلہ بن کر رہ گئی ہے کوئی دن نہیں جاتا کہ ایک روپیہ کلوگرام کا اضافہ کاغذ کی قیمتوں میں نہ ہوجاتا ہو۔ حد تو یہ ہے کہ صبح اور شام کے چند گھنٹوں کے وقفہ میں قیمت چڑھ جاتی ہے غیر درسی کتب کی اشاعت تو نہیں کے برابر آگئی ہے۔ درسی کتب کی قیمتیں بھی اتنی بڑھ گئی کہ بعض افراد نے امسال بچوں کے نام بھی اسکول میں نہ لکھانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

ان حالات میں ہم بہت افسوس کے ساتھ یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ کتاب نما کے سالانہ چندے میں دو روپے کا اضافہ کرکے اسی تین کی بجائے پانچ روپے کردیا گیا ہے نئی شرح جولائی سے نافذ سمجھی جائے گی۔ یعنی جولائی ۷۸ء سے نئے خریداروں میں ان سے جن کی میعاد جون ۷۸ء کو ختم ہوتی ہے۔ پانچ روپے چندہ لیا جائے گا۔ ہمیں یہ بھی افسوس ہے کہ لائبریریوں کے لیے جو رعایت ہم نے رکھی تھی اسے بھی جزوی طور پر واپس لینے پر مجبور ہیں۔ اب لائبریریوں سے دو روپے لئے جائیں گے۔ ان ہی حالات سے مجبور ہوکر ہم کو کتاب نما کی اعزازی فہرست پر نظرِ ثانی کرنی پڑی اور نتیجے میں تقریباً ۴۰ فیصد ناموں کو قلم زد کرنا پڑا۔ اس کا ہمیں افسوس ہے یقین ہے کہ احباب ہماری مجبوریوں کا خیال کرکے ان مشکل حالات میں ہم سے تعاون کرتے اور کتاب نما کے خریدار پیدا کرنے میں ہماری مدد کرتے رہیں گے۔

ہمیں یہ سن کر افسوس ہوا کہ کتابستان بمبئی کے مالک محمد عبدالعزیز صاحب سورتی جو شہر میں ... مشہور اور بڑے تاجر تھے پچھلے مہینے قلب کے دورے کا شکار ہوگئے خدا مرحوم

عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی

مفتی صدرالدّین خاں آزردہ

مرنے سے پہلے بیمار سنبھالا لیا کرتا ہے۔ مشرقی علوم و فنون کی ترقی ہو یا تہذیب و تمدن کا ارتقا۔ اخلاق و کردار کی جلوہ گری ہو یا شعر و سخن کی ہنگامہ آرائی۔ مغلیہ سلطنت کا آخری دور دہلی کا سنبھالا تھا۔ بادشاہت تو برائے نام رہ گئی تھی لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس دورِ نامسعود میں بھی دہلی کے اندر ہر فن کے کاملین کا ایک جھمگھٹا ہو گیا۔ جس کی نظیر ہندوستان تو ہندوستان دنیا کے کسی خطے میں بھی ملنی دشوار ہے۔

فضائل کی جامعیت اور محاسن کی فراوانی کے لحاظ سے حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فرزندانِ نامدار حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز۔ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی یکتائے عصر ہی نہیں بلکہ گم شدگانِ راہِ حقیقت کے لیے بحرِ ظلمات میں روشنی کا مینار تھے۔

تبحرِ علمی اور عبقریت میں حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید، مولانا عبدالحی برہانوی، مولانا فضل امام خیرآبادی۔ ان کے فرزند مولوی فضلِ حق خیرآبادی نادرۂ روزگار تھے۔ تو علم و فضل، زہد و اتقا میں مولانا شاہ محمد اسحٰق، مولانا مخصوص اللہ، مولانا نصیر الدین، مولانا عبدالخالق، مولانا مملوک علی، مولانا رشید الدین، مولانا محمد یعقوب، میاں صاحب سید نذیر حسین جیسی یگانۂ عار و صاحبِ ہستیاں تھیں۔ جن کے دریائے فیض سے تشنگانِ علم دور دراز گوشوں سے آ آکر سیراب ہوتے تھے۔

نواب مصطفٰی خاں شیفتہ، نواب قطب الدین خاں جیسے جامع کمالات بزرگ تھے جن میں ریاست و امارت کے ساتھ علم و فن سے دلچسپی، زہد و ریاضت، فقر و درویشی کی صفات حمیدہ جمع تھیں۔

غلام علی خاں وحشت جیسے چمنِ معانی کے بلند پرواز طوطی اور گلشنِ شیوا بیانی کے بلبلانِ نغمہ سنج تھے۔

اسی دورِ زوال میں مفتی صدر الدین خاں آزردہ جیسے صاحبِ فضل و کمال پیدا ہوئے۔ اُن کی شخصیت مجموعۂ اوصاف ہی نہیں، گوناگوں محاسن کا پیش خیمہ تھی۔ عالم باعمل ہی نہیں بلکہ فقیہ بے مثل تھے۔ صرف و نحو، منطق و فلسفہ، ریاضیات و اقلیدس، معانی و بیان، ادب و انشاء، فقہ و حدیث، تفسیر و اصول میں فردِ فرید اور نادرۂ عصر تھے، علماء کی مجلس میں صدر نشین، شعراء کے جمگھٹے میں میرِ مجلس، حکام کے جلسوں میں موقر و ممتاز، حکام رس و ذی اقتدار ہی نہیں بلکہ بے کسوں اور محتاجوں کے ملجا و ماویٰ، طالبانِ علم و فن کے استاد ہی نہیں بلکہ سرپرست و مربی بھی تھے۔ اس دور میں کسی مکتبِ خیال کے لوگ ہوں ان کی ہمہ گیر شخصیت سے متاثر نظر آتے ہیں۔ کوئی نہیں جو ان کے اوصافِ حمیدہ و خصائلِ پسندیدہ کا معترف اور ان کے علمی و ادبی ذوق کی بلندیوں کا مداح نہ ہو۔ زمانے نے جہاں بہت سے اربابِ کمال کو طاقِ نسیاں کے حوالے کر دیا وہاں ایک صدی کے بعد ان کی شخصیت بھی اوجھل ہوتی جا رہی ہے۔ ذیل میں مفتی صاحب کے حالات، کارنامے، ان کی علمی و ادبی زندگی کے پہلو، ان کے کلام پر تبصرہ کرنے کے لیے اُردو کے بے شمار تذکروں اور کتابوں سے مواد اکٹھا کر کے تفصیلی مقالہ پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ شاید یہ کوشش کامیاب ہو۔

ولادت اور خاندان:- مفتی صاحب کے جدِ اعلیٰ خواجہ بہاء الدین خوارزمی فاروقی شہنشاہ اکبر کے زمانے میں دہلی آئے اور بادشاہ کے ندماء میں شامل ہو گئے۔ شہنشاہ اورنگ زیب کے وقت تک یہ خاندان تجارت پیشہ رہا۔ مولوی خیر الدین ابو الخیر وہ بزرگ ہیں جنھوں نے آبائی پیشہ چھوڑ دیا۔ علم و عرفان کی طرف مائل ہوئے اور سرچشمۂ شریعت و طریقت ہوئے۔ فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ عالمگیری مرتب کرنے والوں میں موصوف ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ وہ درگاہِ حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی میں مدفون ہیں۔ ان کے فرزند مولانا معزّ الدین امان اللہ شہید نے پدرِ بزرگوار سے بھی زیادہ عزت و شہرت حاصل کی۔ اپنے زمانے کے شیخ الاسلام تھے۔ چنانچہ "شیخ الاسلام" سے ان کی تاریخِ وفات کا حساب لگایا جاتا ہے۔

شاہ و محمد شاہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ مفتی صدر الدین آزردہ انھیں کے بھائی مولوی لطف اللہ کشمیری کے فرزند ارجمند ہیں۔

اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا کہ ۱۲۰۴ھ میں دہلی کے اندر مفتی صاحب پیدا ہوئے۔ تاریخ ولادت "چراغ" سے نکلتی ہے۔ مفتی صاحب کے والد نجابت و شرافت ہی کے لحاظ سے ممتاز نہ تھے بلکہ ذی علم اور ذی حیثیت بھی تھے۔ دہلی کے شرفاء اور اپنے زمانے کے سربرآوردہ لوگوں میں اُن کا شمار تھا۔

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز کے ایک مکتوب سے بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دادا دہلی کے فضلائے معتبر میں سے اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مخلص احباب اور شاگردوں میں سے تھے۔ چنانچہ مفتی صاحب جب حضرت شاہ عبد العزیز کے مدرسہ سے فارغ التحصیل ہونے اور بسلسلۂ ملازمت کلکتہ جانے کا ارادہ کیا تو حضرت شاہ صاحب نے ازراہِ شفقت مدرسہ کے مہتمم مولانا امین الدین[۱] کو مندرجہ ذیل تعارفی مکتوب تحریر فرمایا۔

"درین ولاء مولوی صدر الدین صاحب کہ از فضلائے نامدار این بلد ما ہو لہ اند"

---

[۱] مولانا محمد امین کے متعلق "تذکرہ روز روشن" میں لکھا ہے کہ علمائے عالی مقام اور فضلائے ذی احترام میں سے تھے۔ سرکاری مدرسۂ عالیہ کلکتہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ مختصرات انھوں نے مولوی جمال الدین بہاری اور مطولات مولوی محمد قائم الٰہ آبادی سے پڑھیں۔ تفسیر و حدیث کی تعلیم حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی سے حاصل کی۔ ان کی زندگی زیادہ تر درس و تدریس کے مشغلے اور طاعت و عبادت میں گزری۔ میر زاہد پر حاشیہ لکھا۔ مسلم الثبوت کی شرح لکھنے کا آغاز کیا تھا کہ پیام اجل آ پہنچا۔ فارسی میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ حضور سرور کائنات (ص) کی نعت مبارک میں اُن کا قصیدہ بلاغت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ جس کا مندرجہ بالا شعر تو اکثر ارباب علم کی زبانوں پر جاری ہے۔ ؎

مخدرات سراپردہ ہائے قرآنی چہ دلبرند کہ دل می برند پنہانی

روز روشن مصنفہ مظفر حسین ص ۶ ۷ و ۷۷، مطبع شاہجہانی بھوپال ۱۲۹۷ء

در اکثر فنون عقلی و نقلی از عربیت و ادب و اصول فقہ و کلام و ہم فنون فارسی مہارت دارند و اکثر مراجعت تحقیقات نفیسہ علوم در فقیر خانہ نمودہ اند و معہذا نسبت ارادت و اتحاد با فقیر موروثی دارند جد امجد ایشان از فضلائے معتبر و مخلص اصحاب و تلامذہ در جناب حضرت والد ماجد فقیر بودند۔ نظم۔

القوم اخوان صدق بینہم سبب من المودۃ لم یعدل بہ نسب

عازم دار الامارۃ کلکتہ بتقریبات چند در چندا ند۔ انشاء اللہ ملاقات سامی خواہند نمود۔ مراعات مہمات مذکورہ در حسن تعلق و اعزاز و اکرام ایشان مہما امکن مد نظر سامی باشد۔ والسلام[۵۱]۔

نواب مصطفےٰ خان شیفتہ نے بھی آپ کی خاندانی شرافت کا ان الفاظ کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔

"فی الجملہ مولانا از دودۂ بزرگ است۔ بزرگانش از علم و اعتبار بودہ اند۔ مولد و منشائے وے ہمین بعثۂ مبارک است[۵۲]"

دہلی کے مشہور عالم اور مناظر مولانا رشید الدین دہلوی کا تعلق بھی اسی خانوادے سے تھا۔ مولوی سید شدید الدین اور مولوی قوام الدین جیسے ارباب علم بھی اسی خاندان سے نسبت رکھتے تھے۔ ہر دور میں علم و فن اور وجاہت و ثروت ساتھ ساتھ اس خاندان میں قائم رہی۔ بزرگوں سے عقیدت و احترام، علماء و فضلا کی قدر دانی اس خاندان کی مخصوص صفت تھی۔ ذہانت و فطانت اور علوم سے دلچسپی، فیاضی و سخاوت اور تہذیب و شائستگی کے اوصاف مفتی صاحب کو بڑی حد تک ورثے میں ملے تھے۔ پھر خاندان ولی اللّٰہی کے فیضان نظر نے مزید چار چاند لگا دیے۔

<u>تعلیم و تربیت</u>:۔ ہر دور کا تعلیمی نظام اپنے عہد کی سماجی و اقتصادی ضرورتوں کے مطابق ترتیب پاتا ہے۔ نصاب تعلیم اور اس کے مختلف مدارج و مراحل اسی کے لحاظ سے مقرر کیے جاتے ہیں۔ معاشی کفالت کے ساتھ مناصب اور عہدے، خوش حالی و فارغ البالی، ہم چشموں میں عزت و مرتبہ

---

۵۱ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین مصنفہ نواب صدیق حسن ص ۲۶۱ مطبع نظامی سنہ ۱۲۸۸ھ

۵۲ گلشن بےخار ص ۱۲

حاصل کرنے کی فکر ہر دور میں موجود رہی ہے لیکن یہ خصوصیت صرف مسلمانوں ہی کی رہی ہے کہ ان کا تعلیمی نظریہ دنیا کی تمام قوموں سے الگ اور جداگانہ رہا ہے۔ ان کے نزدیک علم کا سب سے بڑا مقصد دین کا حصول رہا ہے۔ اس کے بعد رہے دنیاوی مفادات تو اس کا درجہ ثانوی رہا ہے۔ اس زمانے میں بھی تمام تعلیمی تصورات میں اخلاقی و مذہبی رجحان کا غلبہ رہا۔ دنیاوی معاملات و ضروریات ہوں یا سماجی و معاشرتی تعلقات تمام اقتدار کا محور دین ہی رہا۔ تعلیم سے لے کر سیاست و معیشت تک سب اسی کے دائرے میں تھے۔ اس لیے جو لوگ باقاعدہ علوم و فنون حاصل کرنا چاہتے تھے یا فقیہ و محدّث اور عالم بننا چاہتے تھے ان کے لیے ملک کے ہر گوشے میں ایسے تعلیمی مراکز موجود تھے۔ پھر دہلی تو گویا گہوارۂ علم تھی۔ معقولات ہوں یا منقولات دونوں کے مراکز دہلی میں پائے جاتے تھے۔ جہاں اس دور میں دلّی کے اندر شاہ غلام علی کی خانقاہ کا مدرسہ۔ بازار خانم کا مدرسہ۔ اجمیری دروازے کا مدرسہ۔ غازی الدّین خان کے مدرسے تھے۔ وہاں خاندان ولی اللّٰہی کی سب سے بڑی درس گاہ یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز کا سرچشمۂ علم بھی جاری تھا۔ مفتی صاحب نے ہوش سنبھالا تو ولی اللّٰہی مسندِ علمی پر حضرت شاہ عبدالعزیز اور اُن کے بھائی حضرت شاہ رفیع الدین۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی کو متمکن پایا۔ منقولات میں ان اصحاب ثلاثہ کا ڈنکا بج رہا تھا تو معقولات میں حضرت مولانا فضل امام خیرآبادی کا سکّہ چل رہا تھا۔

مفتی صاحب[۱] نے ابتدائی تعلیم تو اپنے والد ماجد مولانا لطف اللّٰہ کشمیری سے حاصل کی۔ علومِ اسلامیہ میں عربی ادب، معانی و بیان، فقہ و اصول، کلام و تفسیر کے لیے حضرت شاہ عبدالعزیز کے سامنے زانوئے تلمّذ تہہ کیا۔ حدیث و اصولِ حدیث، رجال و سیر وغیرہ کی کتابیں حضرت شاہ عبدالقادر اور حضرت شاہ رفیع الدّین سے پڑھیں۔ کچھ دنوں حضرت شاہ محمد اسحاق سے بھی استفادہ کیا۔ منطق و فلسفہ، ریاضیات و اقلیدس وغیرہ کی تعلیم حضرت

---

[۱] تذکرہ علمائے ہند رحمان علی صفحہ ۹۳۔ و اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہا المتقین صفحہ ۴۰۶ مطبع نظامی ۱۲۸۸ھ و ابجد العلوم الجزء الثالث ۹۱۷ مطبع صدیقیہ بھوپال۔

مولانا فضل امام خیرآبادی سے حاصل کی۔ حقیقت میں اس دور کے یہی وہ اساتذۂ علم وفن تھے جو نہ صرف اپنے فنون میں دستگاہِ کامل رکھتے تھے بلکہ پورے ہندوستان میں انھیں درجۂ استناد حاصل تھا۔ ملک کے گوشے گوشے سے شیدائیانِ علم والہانہ طور پر انھیں کے آستانۂ علمی پر آکر حاضری دیتے اور انھیں کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے تھے۔ مفتی صدرالدین خاں آزردہ اور مولانا فضل حق خیرآبادی دونوں ہم سبق اور دوست تھے منقولات کا درس خاندان ولی اللّٰہی کے بزرگوں سے لیتے۔ اور معقولات مولانا فضل امام خیرآبادی سے پڑھتے۔ [1]

مولانا فضل امام اُس زمانے میں صدر الصدور تھے۔ فرائض منصبی کے علاوہ بقیہ اوقات میں طلبہ کو پڑھاتے۔ مکان کے علاوہ دربار آتے جاتے مولانا فضل حق اور مفتی صدرالدین خاں آزردہ ہاتھی یا پالکی میں ساتھ جاتے اور اسباق بھی ساتھ ہی پڑھتے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ علم کی عظمت سکھائی جاتی تھی۔ استاد کی وقعت کے طریقے بتائے جاتے تھے۔ مولوی اکرام اللہ بروایت مفتی انعام اللہ گوپامئوی مولانا احمد علی بروایت مولانا ماجد علی اور مولانا بدرالدین علوی بروایت استاد العلماء مولانا لطف اللہ علی گڈھی۔ اس کے راوی ہیں کہ ایک روز علامہ فضل حق خیرآبادی اور مفتی صدرالدین خاں یہ باتیں کرتے آرہے تھے کہ اس خاندان کے لوگ علوم دینیہ، حدیث، فقہ وغیرہ خوب جانتے ہیں مگر معقولات نہیں جانتے۔ یہ دونوں شاہ صاحب تک پہنچے بھی نہ تھے کہ شاہ صاحب نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر صحن میں ڈال دو۔ اور ایک مسجد کے اندر بچھا دو۔ اور جب فضل حق اور صدرالدین آئیں تو اُن کو وہیں بٹھا دینا۔ اِن کے آنے پر شاہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں آج سبق پڑھانے کو جی نہیں چاہتا۔ البتہ یہ جی چاہتا ہے کہ کچھ معقولیوں کی خرافات پر گفتگو ہو۔

یہ دونوں اِس میدان کے مرد تھے ہی فوراً بولے۔ "جیسی حضرت کی خوشی، شاہ صاحب!

---

[1] الثقافۃ الہندیہ یعنی باغی ہندوستان صفحہ ۹۴ مرتبہ عبدالشاہد خاں شروانی

نے کہا کہ کوئی مسئلہ لو، قوی پہلو تم اختیار کرو اور کمزور مجھے دو۔ چنانچہ "حصول الاشیاء بانفسہا وباشباحہا" پر گفتگو شروع ہوئی۔ شاہ صاحب نے دلائل سے "باشباحہا" کے قول کو ثابت کر دکھایا۔ بالآخر دونوں کو اعتراف کرنا پڑا کہ شکست تو کھا گئے لیکن یہ شکست روحانیت سے کھائی ہے۔ علمیت سے نہیں۔ لاجواب تو ہو گئے لیکن بات وہی ٹھیک ہے جو ہم کہتے ہیں۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ "تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول نہیں آتی ہے۔ ہم نے اس کو ناقص اور واہیات سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ مگر اس نے ہمیں اب تک نہ چھوڑا۔ وہ ابھی تک ہماری قدم بوسی کیے جاتی ہے۔

مولانا فضل حق اور مفتی صاحب دونوں مولانا فضل امام سے منطق و فلسفہ کا درس لے رہے تھے۔ ایک بنگالی طالب علم بھی وہاں آ گیا۔ اور مولانا سے بولا۔ آپ کا نام سن کر دور سے آ رہا ہوں۔ آپ نے ایک جانب بیٹھنے کو کہا۔ جب پڑھا چکے۔ مخاطب ہوئے۔ طالب علم بولا۔ آپ سے مجسطی بطلیموس پڑھنا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا۔ میری رائے میں مولانا عبدالقادر کے درس میں جا بیٹھو، وہاں تمہاری مراد پوری ہو جائے گی۔ طالب علم یہ سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ سر جھکا کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ دوپہر کا کھانا محل سرا سے آیا۔ شام ہوئی۔ مولانا صدر الصدوری کا کام انجام دے کر گھر آئے۔ فواکہات کا شغل کیا۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر محل سرا سے باہر آئے۔ مفتی صدر الدین خاں اور مولانا فضل حق آن بیٹھے۔ سبق ہونے لگا۔ حسن اتفاق سے درس میں مجسطی ہی کا سبق تھا۔ ادھر ملنے جلنے والے آ گئے۔ بنگالی اپنی جگہ سے اٹھا۔ درس میں آ بیٹھا۔ اور یہ رنگ دیکھتا رہا۔ احباب بات چیت کر کے سدھارے۔ مولانا سے آنکھوں میں آنسو لا کے بولا۔ حضور! مجھ سے ایسی کیا خطا ہوئی کہ مجھ کو ٹالا جا رہا ہے۔ حضور مجسطی پڑھا رہے تھے۔ مجھے حکم ہے شاہ صاحب کے پاس جاؤں۔ مولانا مسکرا دیئے۔ کہنے لگے میاں مجسطی ہر کوئی پڑھا سکتا ہے۔ مگر شاہ صاحب اس طرح پڑھاتے ہیں جیسے حکیم بطلیموس صاحب مجسطی پڑھاتا۔ تمہاری خوشی ہے، مجھ سے ہی پڑھ لیا کرو۔[1]

(باقی آئندہ)

---

[1] مشاہیر جنگ آزادی صفحہ ۹۳ از مفتی انتظام اللہ شہابی۔

محمود سروش

انچھر

گت بجی
گت بجی گھنگرو ناچے
اور طبلے پہ تھاپ پڑی
ہاتھ جوڑ کر رقاصہ نے کن پیچھے ان جانے ایشور کو پرنام کیا
ٹانگیں پھیلیں
ایڑی اور انگوٹھے نے چو راہی کو جھنجھوڑ دیا
رگ رگ جنباں
پٹھے لرزاں
بھنویں تنیں اور پلکیں پھڑکیں
گونجے بول مدرائیں جاگیں

چولی کی چڑیا نے اپنے پر تولے
آنچل نے آفاق کی وسعت کو ناپا
لہنگا بند ش ہوا پر پھیلا
چہرہ، گیسو، زلفیں، ابرو، پیشانی، پلکیں اور آنکھیں
ساعد، بازو، پہونچے، پنجے، سینے، کولھے رانیں پنڈلیاں
غرض سبھی نے مل جل کر
اک انچھر سا پھونک دیا

دیکھنے والی ساری آنکھیں چمک رہی ہیں
جل بھی رہی ہیں
ٹھنڈی سانسیں لو کی مانند گرم ہوئی ہیں
اعضا میں ہے ایک تشنج

رویاں رویاں
(جیسے اک مدت کا پیاسا)
کامنا بن کر کھنک رہا ہے
سارے تن میں کام مان سے نکلی اگنی دوڑ رہی ہے
شوکھے چشمے ابل رہے ہیں
گیان دھیان کی ساری باتیں ان کی اپنی چنچلتا میں
ڈھلنے لگی ہیں

شلوک تقدس تو ہیں لیکن
رادھا بن کر ناچنے والی اس کلکا نے
مینکا بن کر وشوامتر کو تن کے رس میں ڈبو دیا ہے
سارے منتر اب لایعنی ہیں
صرف روپ کا ان کہا ان سنا
ایسا انچھر بول رہا ہے
جس کی گہری تہوں میں ڈوبی
ناز اشیدہ بچے کے رونے کی صدا ہے

ترقی اردو بورڈ کی نئی کتاب

املا نامہ

مرتبہ

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

ان سفارشات میں بنیادی اصولوں کی وضاحت صاف اور سلیس طور پر کم سے کم لفظوں میں اس انداز سے کی گئی ہے کہ کسی کو ان امور کے سمجھنے میں دقّت نہ ہو، اور عالم و عامی سبھی استفادہ کر سکیں۔

قیمت

ایک روپیہ

ناشر

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ

نئی دہلی ۲۵

جناب یوگیش کمار

کالے سایے

رات کا آخری پہر تھا۔ دن بھر برف گرتی رہی تھی۔ سڑک پر چلنا دشوار ہو گیا تھا۔ اس چھوٹے سے یونیورسٹی ٹاؤن کی آبادی بہت کم ہے۔ اکثر لوگوں کے پاس کاریں وغیرہ ہیں جن کے پاس نہیں، وہ خراب موسم میں شاذ ہی گھروں سے باہر نکلتے تھے۔

وہ عجیب آدمی تھا۔ اس نے زردی مائل ریشمی جیکٹ پہن رکھی تھی۔ گلا کھلا تھا۔ نیچے کے دو بٹن زائد استعمال سے ٹوٹ چکے تھے۔ نیلی پتلون بھی شوتی تھی اور جوتوں کے تلوے ربڑ کی بجائے چمڑے کے تھے جو برفانی راستوں کے لیے مناسب نہیں۔ لگتا تھا کہ وہ مغربی ساحل سے بھٹکتا ہوا شمال مشرق کی برفانی وادیوں میں پہنچ گیا تھا اور اسے علم نہیں تھا کہ یہاں کی آب و ہوا کے مطابق کیسی پوشاکیں پہنی چاہییے۔ وہ کالر اٹھائے، سر جھکائے خاموش پٹری پر چل رہا تھا۔ چمڑے کے جوتے اسے زمین پر گرانے کی متواتر کوشش کر رہے تھے۔ سڑک ویران ہو چلی تھی۔ یہ جگہ شہر کا باہری علاقہ تھا جہاں سے کچھ دوری پر یونیورسٹی کی عمارتیں شروع ہو جاتی تھیں۔ اور اس کے بعد سڑک کھیتوں جنگلوں وغیرہ میں مدغم ہونے لگتی۔

ایک موٹر پانی کی بوچھار گراتی اس کے نزدیک سے گذر گئی۔ ایک مغلظ گالی کھڑک سے کود کر اس کی جانب لپکی تھی گاڑی چلانے والے رات کے وقت پیدل سواروں کو مشتبہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر وہ کوئی مجرم نہیں تھا یہ مسئلہ دوسری کاؤں کے سامنے بھی تھا۔ کار کے ماتھے پر بجتا ہوا سائرن کانوں میں پڑا تو اس کے جسم پر کانٹے اگنے لگے۔ یہ اس کی بڑی کمزوری تھی اور جسم شل کرنے والی سردی میں وہ محسوس کر رہا تھا کہ کپڑوں کے بغیر وہ پسینے سے تربتر ہو گیا ہے۔ کار کی چھت پر گھومتی سرخ بتی کی روشنی

اس کی آنکھوں میں داخل ہوئی تو وہ سوچنے لگا کہ دنیا کتنی بے رنگ جگہ ہے۔

"شناخت کے کاغذات پیش کرو"

پولیس افسر نے گستاخ لہجوں میں حکم دیا۔ وہ رک گیا تھا اور ایک لمحہ کے لیے اس کی نگاہیں کار سے پلٹ کر پولیس آفیسر کے گھٹنوں تک آئے لمبے بوٹوں پر جم کر رہ گئیں۔ معاً اسے نازی ظلم کا وہ منظر یاد آیا جہاں ہٹلر کے سپاہی یہودیوں کو بوٹ کی نوکوں سے پیٹتے تھے۔ مگر یہ تو امریکہ ہے اس نے سوچا۔

"یہ ناممکن ہے"

"ناممکن کیسے ہے۔ ہر ایک شخص کے پاس شناختی کارڈ ہوتا ہے" پولیس افسر نے تنک کر کہا۔

اس نے ان جانے میں اپنی سوچ کو آواز عطا کر دی تھی۔ حالانکہ اس کا مدعا یہ نہیں تھا۔ لیکن کچھ دنوں سے وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ بات اس کے قابو میں نہ رہی تھی۔ اکثر وہ بولتے بولتے سوچنے لگتا تھا اور سوچتے سوچتے بولنا شروع کر دیتا۔ اس نے بمشکل جواب دیا۔

"میری شناخت کا میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں"

پولیس آفیسر اس جواب پر مطمئن تھا۔ اس کے ذہن میں ایک موٹے شکار کا تصور پیدا ہو گیا جسے وہ ذبح کرنے کی تیاریاں کرنے لگا تھا۔ اس نے کمر میں اٹکی ہتھکڑی کو انگلیوں سے چھوا اور لاشعوری طور پر ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے سے کھیلنے لگا۔ اس نے پوچھا۔

"تو پھر تم کون ہو"

یہ بہت پیچیدہ سوال تھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اسے اپنا نام بتائے یوم پیدائش اور گاؤں وغیرہ کی تفصیل دے۔ بھائی بہنوں کے ساتھ گزارے ہوئے مسرت سے پُر لمحات کا ذکر کرے۔ اس مضمون کا حوالہ دے جو اس نے اوائل جوانی میں قلمبند کیا تھا۔ اور ایک ایڈیٹر نے "DOO RADICAL" کہہ کر لوٹا دیا تھا۔

اس کے دل میں بچکانہ سی خواہش مچلی کہ وہ پولیس افسر کو اپنی محبوبہ کا بھی نام بتلائے اس کے دلکش چہرے کا بیان دے کہ وہ کس قدر نازک، شفاف، معصوم و حسین تلبع تھی مگر کیا ان معلومات سے اس کی شناخت ہو جائے گی۔ وہ لایقینی کے سمندر میں غوطے لگانے لگا اور بے کسی کی حالت میں بولا۔

"میری کوئی شناخت نہیں ہے۔"

پولیس افسر کو شکار زمین میں دھنستا دکھائی دیا۔ وہ ایک پیشہ ور پولیس مین تھا اور اس کی دلی خواہش تھی کہ یہ شخص تھوڑی بہت مزاحمت کرے مگر وہ بلا احتجاج خود کو اس کے حوالے کر رہا تھا۔ اس کو سخت مایوسی ہو رہی تھی۔ اس نے اسے ایک اور موقع دیا۔

"رہتے کہاں ہو۔ کوئی گھر ہے تمہارا؟"

اس پر وہ چونک اٹھا۔ اس کے منہ سے غیر دانستہ طور پر "گھر" کا لفظ نکل گیا۔

"ہاں یہی پوچھا۔"

مگر اسے پولیس افسر کے سوال سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ یہ بات اس نے فقط اپنے لیے دہرائی تھی۔ یہ لفظ اس کے لیے بہت دلچسپ و بامعنی تھا اس اکیلے لفظ سے اس کا ذہن ماضی کی یادوں سے لبالب بھر گیا۔ اور وہ بھول گیا کہ وہ ایک چھوٹے سے شہر کی برف زدہ سڑک پر ایک گستاخ پولیس مین کے روبرو کھڑا ہے جس کی کمر میں ہتھکڑی اٹکی ہے اور جو ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے کو بلاوجہ ہوا میں جھلا رہا ہے۔

ان سنگین حقائق سے جدا ہو کر وہ سان فرانسیسکو شہر کے ایک گنجان آباد محلے میں پرواز کر گیا۔ جہاں اس کے ماں باپ رہا کرتے تھے جہاں وہ سات بہن بھائیوں کے درمیان پل کر بڑا ہوا تھا۔ اسے اپنا مکان یاد آیا جو پرانا ہونے کے باوجود اچھا تھا۔ دو سونے کے کمرے ایک بیٹھک اور بس۔ مگر مکان کی خستہ

چھت سرخ رنگ کی تھی۔ جسے وہ گرمیوں کی تعطیلات میں خود پالش کیا کرتا تھا
بیٹھک کے سامنے پرتگیزی اسٹائل کا برآمدہ تھا۔ اور سڑک کے پار ایک وسیع میدان
جہاں لڑکے بیس بال وغیرہ کھیلا کرتے تھے۔ اس کا باپ وہیل چیئر پر بیٹھا کھیل سے
لطف اندوز ہوا کرتا تھا۔ جب کوئی لڑکا کھیلتے ہوئے گر پڑتا اور "دوڑ" مکمل نہیں
کر پاتا تھا تو اُسے سخت مایوسی ہوا کرتی تھی اور جھنجھلاہٹ میں وہ ہدایت جاری کرنے
لگتا۔ حالانکہ اس کی آواز اس قدر نحیف ہو چکی تھی کہ میدان تو کیا برآمدے کے باہر بھی سنائی
نہیں دیتی تھی۔ مگر وہ اپنی لاچاری سے بے خبر تھا۔

وہ جہاز بنانے کی فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ ان دنوں وہ تگڑے ڈیل ڈول کا تھا۔ ادھیڑ
عمر پار کر لینے پر بھی اس کی پیشانی صاف تھی۔ جبڑوں کی ہڈیاں کسی ہوئی تھیں گردن پر
نسیں سانپ کی طرح دمکتی تھیں۔ جب وہ ہنستا تھا تو چہرے پر دانت بجلی کی طرح کوند
جاتے تھے۔ لیکن ایک رات کو کرین کی زنجیر ٹوٹ گئی تھی اور پورے کا پورا کیس اس پر
آن گرا۔ اس حادثے میں اس کی دونوں ٹانگیں پچک گئیں اور وہ اپاہج ہو گیا۔ کمپنی کی طرف
سے ایک رقم بطور معاوضہ دی گئی اور اسے نوکری سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ وہیل چیئر پر
بیٹھے جب کبھی وہ اداس ہو جاتا تو اونچی آواز میں ٹھیگرٹروں کے روحانی گیت گایا کرتا۔ اُسے
ناز تھا کہ اپاہج ہونے پر بھی اماں نے اُس سے طلاق نہیں لی تھی۔ اماں پہلے پورے بلیہ
کے امیروں کے بنگلوں میں کام کیا کرتی تھی۔ لیکن جب نئی مصیبت ٹوٹی تو اس نے ایک
اور ملازمت طے کر لی۔ رات کو سیکلے کالج کے اسٹوڈنٹ ہوسٹل میں کمروں کی صفا
کرتی جب گھر لوٹتی تو صبح کے چار بج رہے ہوتے۔ وہ بمشکل دو گھنٹے آرام کرتی
اور تھوڑا ناشتہ لینے کے بعد دوسرے کام پر چلی جاتی تھی۔

سنیچر کو ویک اینڈ شروع ہوتا تو شام کو لذیذ ڈنر کا اہتمام کیا جاتا۔ میز
لال شراب رکھی ملتی مرغابی کے گوشت سے کوفتے تیار کیے جاتے۔ میٹھا کھانے
بعد گرم کافی ملا کرتی۔ کافی ہمیشہ برآمدے میں بیٹھ کر نوش کی جاتی۔ خوب گپ شپ
ہوا کرتی۔ گیارٹو ہم سب سے کم عمر تھا۔ اس کا ذہن انجینئرنگ کی طرف مائل تھا

مستینوں وغیرہ سے اس کی خوب بنتی تھی۔ گھر کا کوئی ٹوٹا ہوا یا بگڑا ہوا پرزہ وہ
ہمیشہ درست کر لیا کرتا۔ چھوٹا ہونے کی وجہ سے سب کو عزیز تھا۔

ان دنوں اماں ایک پرانا ٹی وی سیٹ خرید کر لائی جو ہفتے دو ہفتے ٹھیک
چلتا رہا تھا۔ مگر بعد میں تھوڑے تھوڑے وقفوں بعد تصویر دھندلی ہو جاتی یا بالکل
غائب ہو جاتی تھی۔ چونکہ سنیچر کا دن گھر میں ایک خاص مقام رکھتا تھا۔ گارتو کی کوشش
رہتی کہ کافی کے وقت سامنے ٹی وی بھی چل رہا ہو۔ اس لیے وہ دوپہر سے ہی
اس کی مرمت میں جٹ جاتا۔ عموماً اس کی کوششیں بیکار جاتیں مگر جب کبھی وہ
کامیاب ہو جاتا تو اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہتا۔

وہ پڑوس میں واقع ایک گروسری سٹور پر بھی جایا کرتا تھا۔ شام کو جب
سفید عورتیں سودا سلف خریدنے آتیں تو سامان اٹھا کر ان کے گھروں تک چھوڑ آتا
تھا۔ اس خدمت کے عوض اسے بیس تیس سینٹ مل جاتے تھے۔ جب اس کے پاس
ایک اچھا خاصا الرجمع ہو جاتے تو وہ کوئی (HORRER MOVIE) دیکھنے چلا جاتا یا
ایڈونچر کامکس کی کتابیں خرید لیتا تھا۔ حسب معمول وہ ایک عورت کے گھر سبزی وغیرہ
چھوڑنے گیا تو لان میں پڑی اسے ایک سائیکل دکھائی دی۔ اس کے ننھے سے دل میں
سائیکل کی سواری کرنے کی تمنا مچل گئی اور بنا سوچے سمجھے وہ سائیکل لے کر گلی میں
گیا تھا۔ جب پولیس والے اسے پکڑ کر لائے تھے تو وہ متواتر روتا رہا تھا اور یہ بتلانے
کی بے سود کوشش کرتا رہا کہ اس نے سائیکل چوری کی نیت سے نہیں اٹھائی تھی
سواری کے بعد وہ لوٹا دینا چاہتا تھا۔ مگر کسی نے اس پر یقین نہیں کیا۔ الٹا ایک
نے بولا تھا "سور کے بچے نیگرو پیدا ہوتے ہی چوری کرنے لگتے ہیں"

ہم نے گارتو کو چھڑانے کی بے انتہا کوششیں کی تھیں مگر شنوائی نہیں ہوئی اور
زبردستی چلڈرن ریفارمیٹری میں بھیج دیا گیا تھا۔ پروبیشن کی میعاد کے بعد ہم اسے
ریفارمیٹری سے لینے گئے تھے۔ مگر وہ نہیں ملا۔ معلوم ہوا کہ رہائی کے فوراً بعد
اطلاع دیئے بغیر چلا گیا تھا۔ میرے بھائی بہنوں کا خیال تھا کہ وہ شرم کے

سمندر میں ڈوب مرا ہے۔ لیکن میرے والد کہتے تھے کہ وہ بحری جہاز پر سوار ہوکر افریقہ چلا گیا ہے۔ جہاں سے صدیوں پہلے ہمارے آباؤ اجداد لائے گئے تھے۔

"تم سو رہے ہو کیا؟"

اس نے کندھے پر بھاری بھرکم ہاتھ کا لمس محسوس کیا۔ وہ اس لمس سے بخوبی واقف تھا اور ان ہاتھوں کی کھردری جلد کی سختی کا احساس اس کے ذہن میں رچ بس چکا تھا۔ یہ ہاتھ اس نے نیویارک کے ہارلم میں رسید کیے تھے۔ یہ ہاتھ واشنگٹن شہر کی پارک سٹریٹ میں اٹھے تھے۔ ڈاج سٹی ڈیٹ رائٹ اور لاس انجلیز میں لہرائے تھے مگر یہاں فرانسسکو میں یہ ہاتھ کیوں آئے تھے۔ یہ تو میرا وطن تھا۔ سمندری ساحل پر بسا پر فضا مسکن جہاں کی آب و ہوا خوشگوار تھی، میدان وسیع، گلی کوچے شفاف اور کلیسا نغموں سے لہلہاتے تھے۔ یکایک اُسے غصہ آ گیا اس کا جی چاہا کہ وہ کندھے پر رکھے بھاری بھرکم ہاتھ کو جھٹک دے مگر دوسرے لمحے ہی اس کی قوت سلب ہو گئی اور وہ سوچنے لگا۔ ان ہاتھوں کو میری پیٹھ پر رہنے دو۔ ان کا میرا پرانا رشتہ ہے۔ یہ ہاتھ میرے جسم کا ناسور ہیں۔

"میں نے تم سے تمہارا پتہ پوچھا ہے"

پولیس افسر کا یہ سوال گم نام فرشتے کی طرح ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ اس نے زبان کو حرکت میں لانے کی بے سود کوشش کی مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔ وہ خاموش تھا مگر وہ کہنا چاہتا تھا۔ میں تمہارے سوال کی نوعیت سے آگاہ ہوں میں جواب دینا چاہتا ہوں۔ تم مجھے تھوڑی مہلت دو۔ آج کل میرا دماغ کند ہوتا جا رہا ہے۔ تیز سوچنے کی عادت نہیں مجھے۔ میری گفتگو بیکار ہے۔ کیوں کہ میری سوچ الفاظ سے منقطع ہو گئی ہے مگر میرا یقین ہے کہ میرا گھر تھا۔

اس کی متواتر خاموشی نے پولیس افسر میں اضطرابی کیفیت پیدا کر دی۔ بے چینی اور تناؤ کی وجہ سے وہ زمین پر بوٹ پٹخنے لگا۔ اور ایڑیوں پر ڈنڈے رسید کرنے لگا تھا۔

بوٹوں کی پھنکار اور ڈنڈوں کی پٹخ سن کر اس کا ذہن کریٹ سے بر کر بیدار ہو گیا
اس کے دماغ میں البرٹ کا جیتا جاگتا عکس ابھر آیا۔ البرٹ بھی اس کا بھائی تھا۔ اور
بہت حد تک اس کا کردار گارنٹو سے ملتا جلتا تھا۔ اٹھارہ سال کا نوعمر لڑکا بہت
انا والا ہوتا ہے وہ صدیوں سے رائج ظلم و ستم پر کھڑے سماج کے قانون سمجھنے کی اہلیت
نہیں رکھتا۔ اس کا تندرست و توانا جسم اس کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ خارجی دنیا
کے غلیظ حقائق کو تسلیم کرے۔ وہ ہوائی جہاز کی طرح پرواز کرتا ہے سکر فون اور ڈرم
کی بے معنی دھنوں پر رقص کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پورا وجود نمائش کا آلہ ہوتا ہے اور
وہ بلا معاوضہ اسے دوسروں کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے۔ مگر البرٹ کی یہ غلطی
تھی۔

اپنی محبوبہ کے ہمراہ وہ ڈراؤن ٹھیٹر جا رہا تھا۔ تھیٹر کی تاریکی میں وہ ایک
دوسرے کو چومنا چاہتے تھے۔ عہد و پیمان کرتے۔ پاپ کارن کھاتے اور جب ان
کے جیبوں کی نقدی ختم ہو جاتی تو وہ واپس گھروں کو لوٹتے۔ البرٹ کی محبوبہ کبھی سفید
نہیں۔ مگر اس کی رنگت زردی کی طرف مائل تھی اور نقوش بھی سفاماتا یار یک تھے
رات کے اندھیرے میں سفیدی اور زردی کا امتیاز ذرا مشکل سے ہوتا ہے۔ مگر البرٹ
کو ان سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ اسے جولیا نہ سے والہانہ عشق تھا۔

لیکن پٹرول مین ولکنز کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جنہیں نفرت کی بجائے
محبت زیادہ ابھارا کرتی ہے۔ اس کی ماں گلیوں میں آوارہ گھومنے والی طوائف تھی
اور وہ خود ایک یتیم خانہ میں پرورش پا کر بڑا ہوا تھا۔ وہ بھی البرٹ کی طرح تیز گاڑی
چلانے کا شوقین تھا۔ لیکن اس وقت وہ ڈیوٹی پر تھا۔ سنیچر کی شام کو جب اکثر لوگ دن
کڑی محنت کے بعد ہوٹلوں میں بیٹھ کر شراب پیتے ہیں یا پارکوں ساحلوں پر پیار کر رہے
ہوتے ہیں اسی شام پٹرول مین ولکینز کو وردی پہننا ہوتی۔ وہی وردی جو اسے ایک
عام شہری سے جدا کر دیتی تھی۔ پولیس مین کی یہ بہت بڑی مجبوری ہے۔ وہ ریستوران
میں بیٹھ کر شراب نہیں پی سکتا۔ لوگوں سے آزادانہ گفتگو نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی

دیٹرس کی دعوت پر اس کے گال چوم سکتا ہے۔
ولکینز پریشان تھا اور اس کی پریشانی غصہ میں مل کر ایک شدید نفرت کی شکل ا
کر چکی تھی۔ عاشقوں سے لبالب بھری سڑکوں پر اُسے موٹر چلاتے ہوئے کوفت ہ
تھی اُس کے ذہن میں ایک وحشی خواہش پنپ رہی تھی کہ وہ بلا وجہ کسی آدم
کار کے نیچے تبلڈ دے اور پھر اسے البرٹ کی کار دکھائی دی تھی۔
ولکینز نے البرٹ کے سیاہ چہرے کو دیکھ لیا تھا اور اس کے پہلو میں :
ہوئی زردی مائل جولیانہ کو بھی انہیں فلم کے لیے دیر ہو رہی تھی وہ تیز کار چلا ر
مگر پٹرول مین ولکینز کی جلد بازی بھی کم نہ تھی اس نے پوری رفتار سے ان کا
شروع کر دیا تھا۔ وہ جب ان تک پہنچا تو البرٹ نے بریک لگا دی تھی اس و
وہ گھر سے بمشکل دو بلاک کی دوری پر تھے۔ ولکینز کی تیکھی نظریں جولیانہ
خوف زدہ چہرے پر جم گئیں۔ نہ جانے وہ اُسے سفید فام لڑکی سمجھ بیٹ
اس نے بے ساختہ گالی دی۔
"YOU WHITE -TQASH ...... "تمھیں شرم نہیں آتی
جولیانہ وائٹ ٹریش کے مفہوم سے واقف تھی۔ وہ ایک نیگرو لڑکی تھ
گالیاں وہ اکثر سنتی آ رہی تھی۔ اس لیے احتجاج کی بجائے غلط فہمی کا ازالہ کرنا
بٹوے سے شناختی کارڈ نکال کر اس نے پٹرول مین ولکینز کو پیش کیا کہ البر
اس کا رشتہ کسی طرح ناجائز نہیں ہے مگر پٹرول مین ولکینز یہ ماننے پر ت
نہیں ہوا۔ اس کا بھاری بھرکم جسم وردی کی نیشش میں ابل رہا تھا گھٹن
تک آئے لمبے بوٹ اسے بیڑیاں لگائے ہوئے تھے۔ اس نے جول
کارڈ دیکھے بغیر پھاڑ دیا اور چلا کر کہا۔
YOU ARE A BASTARD ... "تم جھوٹ بول رہی ہو
یہ اس کی مخصوص گالی تھی۔ یہ گالی وہ یتیم خانے کی چار دیواری
لوگوں کے منہ سے سن چکا تھا۔ جس وقت اسکول میں داخل ہوا تھا تو ا

ہم جماعت ہی اسے [illegible]
محبت تھی اتنی خوبصورت شام کو وہ اس قسم کی بدمزگی کی قطعاً امید نہیں کرتا تھا اس نے۔
جواباً گالی دی " YOU ARE BIGGER BASTARD-MAN
البرٹ کی گالی سن کر پیٹرول مین ولکینز جیسے اپنے لیے لوٹوں میں منجمد ہو گیا تھا۔
آنکھوں کے سامنے اس کی جوان ماں کا چہرہ رقص کرنے لگا تھا۔ جو ایک تاریک رات کو اسے ٹوکری میں چھپائے یتیم خانے کی سیڑھیوں پر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ دفعتاً اسے وہ پادری یاد آگیا جس کے روبرو وہ اپنے باپ کا نام نہیں بتا سکا تھا اسے اس افسر کا بھی خیال آیا جس نے اسے پولیس کے محکمے میں نوکری دلوائی تھی اور کچھ فارم پُر کرنے کو دیئے تھے ان میں سے ایک خانہ "والد کے نام" کا تھا اور اس نے اسے خالی چھوڑ دیا تھا مگر اس شخص نے اسے واپس بلا کر یہ خانہ پر کرنے کی تلقین کی تھی ان چند لمحوں میں ولکینز کو محسوس ہوا تھا کہ جیسے اس کے ہاتھ کا قلم پتھر بن چکا ہو اور اس کے ذہن سے خیال گزرا تھا کہ اگر یہ قلم کسی غیر قدرتی عمل کی بدولت چاقو میں ڈھل جائے تو وہ بلا سوچے اس کے سینے میں گھونپ دیتا پیٹرول مین ولکینز نے البرٹ کے جبڑے پر ایک اچھلتا ہوا گھونسہ رسید کیا اور کہا تھا۔
"میں تمھیں شراب پی کر گاڑی چلانے کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں۔"
اس نے وائرلیس پر ہدایات بھیج دی تھیں اور دیکھتے دیکھتے پولیس کی گاڑیوں نے انھیں گھیر لیا تھا۔ معاملہ کی تفصیل بتانے کے بعد ولکینز نے جیب سے وسکی کی ایک ننھی بوتل نکال لی اور کھول کر اسے البرٹ کے چہرے پر انڈیل دی تھی۔ البرٹ نے مارے غصے کے اس کے منہ پر تھوک دیا تھا۔ اس عمل پر وہ مشتعل ہو گئے تھے اور انھوں نے مل کر البرٹ کو اپنے شکاری پنجوں میں جکڑ لیا تھا اور دھڑا دھڑ پیٹنے لگے تھے۔ اس وقت جولیا چپکے سے کار سے نکل بھاگی تھی اور گھر پہنچ کر ہمیں خبردار کر دیا تھا۔
اماں سب سے پہلے موقعہ واردات پر پہنچی تھی۔ لوگوں کی بھیڑ جمع ہو گئی

تھی ۔ بہت سے تماشائی آلبرٹ پر پھبتیاں کس رہے تھے اسے کتیا کے بچّے کی گالی دے رہے تھے۔ اس کی طرف بیئر کے خالی ڈبے اچھال رہے تھے۔ منہ سے خون نکلتا دیکھ کر چیونگم کھانے کا مشورہ دے رہے تھے اور البرٹ کی یہ حالت تھی کہ جیسے کوئی جنگلی ریچھ کتوں کے غول میں گھر گیا ہو۔

اماں البرٹ سے بہت پیار کرتی تھی۔ وہ ہم سب بھائیوں سے زیادہ طاقتور اور قدآور تھا اپاہج باپ کی موجودگی میں البرٹ اس کے لیے ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جس کی حفاظت میں وہ زندہ تھی اس نے پولیس والوں سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کے بیٹے کو چھوڑ دیں مگر جب اُس نے البرٹ کے ماتھے سے خون بہتا دیکھا تو وہ باؤلی ہو گئی اور خونخوار شیرنی کی طرح ایک سپاہی کی پیٹھ پر جھپٹا پڑی تھی اور اس کی وردی کو پھاڑ دیا تھا دوسرے سپاہی نے اماں کو پکڑ لیا تھا اور اسے اپنی ٹانگوں میں دبا کر کھڑا ہو گیا۔ اماں کے منہ کے پاس اپنے ہونٹ لاکر بولا تھا۔

حرامزادی اگر تم جوان ہوتی تو میں اسی وقت تمہارا سکرٹ پھاڑ دیتا۔

کرائسٹ کی خیر مناؤ کہ تم ایک بڈھی کھوسٹ ہو۔ اور اماں کو ہوا میں اچھال دیا تھا۔

ہمارا باپ بھی وھیل چیئر پر لڑھکتا وہاں پہنچ گیا تھا اور بمشکل وہ اماں کو سنبھال پایا تھا۔ معمولی سی وھیل چیئر دو آدمیوں کا بوجھ سنبھالنے کے قابل نہیں تھی۔ دہ دونوں لڑھک کر زمین پر آ رہے تھے۔ اماں بیہوش ہو چکی تھی اور البرٹ کے خون کا فوارہ سرعت سے ابل رہا تھا۔ وہ خون بہتا رہتا تو بہتر تھا۔ مگر خون تھم گیا اور البرٹ کی موت واقع ہو گئی۔ ہم اس کی لاش گھر پر نہیں لا سکتے تھے اس سے پہلے غنڈوں نے حملہ کر دیا تھا اور ہمارا گھر جلا کر خس و خاک کر دیا تھا۔

"میرا کوئی گھر نہیں ہے"

اتنی دیر کے انتظار کے بعد پولیس آفیسر کو یہ جواب سن کر سخت مایوسی ہوئی اسے محسوس ہوا کہ اس کمزور وفادار شخص نے اسے مفلوج کر دیا ہے۔ رات کے

[illegible]
ہوئی گلاب کی شاخ بن گئی تھی اور اس کی انگلیوں میں چبھ رہی تھی [illegible]
پودے میں ڈھلتا دکھائی دیا خود کو وہ ایک عام آدمی تصور کر رہا تھا جو جیب کترنے کے
کسی دوسرے آدمی سے ٹکرا گیا تھا۔ گھبراہٹ کا شکار اس کی توجہ [illegible]
میں آتی ہوئی ہدایات پر مبذول ہو گئی۔ کار کی چھت پر استادہ سرخ بتی نے [illegible] تیز تر
کر دیا اور وہ خم کھا کر تن کر سیدھا ہو گیا اور بارعب آواز میں کہا۔
"میں تجھے گرفتار کرتا ہوں۔"
پولیس آفیسر کے جملے کا مفہوم سمجھے تو وہ کار کی طرف بڑھنے لگا۔ شاید اس [illegible]
وہ کافی دیر سے آگاہ تھا۔ لگتا تھا کہ وہ اس سے مطمئن بھی تھا۔ ایک لمبی مسافت طے کر کے
وہ یہاں پہنچا تھا اور چاہتا تھا کہ گھڑی دو گھڑی بیٹھ کر وہ اپنی تھکاوٹ دور کرے۔ [illegible]
کی کار کی طرف بھی وہ اسی ارادے سے بڑھ رہا تھا اور اس خواہش سے بے نیاز تھا کہ یہ
تیز رفتار گاڑی اسے تاریک کوٹھڑی کی طرف لے جائے گی۔
کار میں داخل ہوتے ہی پولیس افسر نے دروازہ چٹاخ سے بند کر دیا اور اس
کے ذہن میں بم پھٹنے لگے۔ جانے یہ کب تک بم پھٹتے رہیں گے۔ کہاں کہاں پھٹیں گے۔ [illegible]
بم پھٹنے کا ذکر ایک دفعہ مارٹن لوتھر کنگ نے بھی کیا تھا اسے یاد آیا۔ وہ [illegible]
میں ہوئے فسادات کے دورے کے بعد سان فرانسسکو آئے تھے اور وہاں سے [illegible]
کی طرف جا رہے تھے۔
پہلے پہل اسے وہ کوئی عظیم ہستی دکھائی نہیں دیئے تھے۔ سیدھے سادے
سوٹ میں ملبوس دیہاتیوں کی طرح بولتے تھے۔ مگر ان کا انداز گفتگو قدرتی تھا۔ آواز
میں ایک ٹھہراؤ اور دھیما پن تھا۔ جس سے ان کی شخصیت میں شان و شرافت کا پتہ چلتا تھا
پانچ فٹ آٹھ انچ پر مشتمل ان کا وجود جرأت اور حوصلہ مندی کی مثال تھا وہ ان سے
بہت متاثر ہوا تھا۔ وہ ان کی کہی باتیں بھولا نہیں تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ اس
بدنصیب ملک میں امن قائم نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہاں کے ہر ایک شہری کو شہری

حقوق نہیں مل جاتے ۔ انقلاب کی آندھیاں ہماری قوم کی بنیادوں کو ٹھیس پہنچا کر زلزلہ پیدا کرتی رہیں گی ۔ ان کی تقریر میں رکاوٹ نام کی کوئی شے نہ تھی ۔ وہ لوگوں کی جم بھیڑ کو ایک خواب سنا رہے تھے جس کی تعبیر پر انھیں پورا اعتماد تھا ۔ وہ کہہ رہے تھے ۔

" کل رات میں نے خواب دیکھا ہے ۔ میرے کانوں میں آواز گونجی تھی کہ غفلت کی نیند سوئی مری قوم ایک دن بیدار ہوگی اور اپنے بنائے اصول کی خاطر جنگ کرے گا کہ دنیا میں بسنے والے تمام انسان برابر ہیں ان سے یکساں سلوک ہو ۔"

" میں نے خواب دیکھا ہے کہ مسسی پی کی سرخ زمین جہاں مدت دراز سے بے انصافی کا دہکتا خون بہایا جا رہا ہے اور مجبور و مظلوم کو نیست و نابود کرنے کی قاتلانہ سازش رچی جا رہی ہے آزادی و انصاف روی کے لہلہاتے ہوئے نخلستانوں میں بدل گئی ہے ۔"

" میں نے خواب دیکھا ہے کہ وہ خوش نصیب وقت قریب ہے جب میرے چار معصوم بچوں کا کردار ان کے آبنوسی جسم کی بجائے قابلیت و صلاحیتوں کے کسوٹی پر پرکھا جائے گا ۔"

" یہ میرا خواب ہے جس کے ہمراہ میں یہاں آیا ہوں ۔ یہی میرا اعتقاد ہے جس کے ساتھ میں جنوب کی طرف جاؤں گا ۔"

سوچتے سوچتے ایک دفعہ پھر اس کی سوچ گفتگو میں بدل گئی اور اس کے منہ سے نکلا ۔

"کیا ہم تم جنوب کی طرف جا رہے ہیں ۔"

اس جملے پر پولیس افسر ہڑبڑا گیا ۔ اُسے یقین ہو چلا تھا کہ یہ شخص خبطی ہے ایک مجرم کو بلا رعایت زدوکوب کیا جا سکتا ہے ۔ مگر ایک خبطی سے کیا سلوک ہو ۔ یہ سمجھنا اس کی ذہنی تربیت کے باہر تھا ۔

اس نے کار روک دی اور حکم دیا ۔

--- ----

"نیچے اترو۔"

وہ ایک صاف ستھری جگہ تھی۔ اندر گھسنے سے پہلے ایک باغیچہ تھا۔ تاریکی میں وہ کچھ دیکھ تو نہ سکا مگر خوشبو کے متعدد جھونکے اس کی ناک سے ٹکرائے اور اسے یقین ہوا تھا کہ آس پاس پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ باغیچہ کے بعد ایک وسیع برآمدہ تھا جو ٹیوب لائٹ کی روشنی میں جگمگا رہا تھا۔ کرسیاں وغیرہ سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں اور اگر اسے دھوکا نہیں ہوا تھا تو کشادہ دیوار پر اس نے ایک تصویر بھی دیکھی تھی جو کسی مصور کا مشہور شاہکار تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ ایسی شاداب جگہ پولیس اسٹیشن کیوں ہے یہاں پر تو کسی کا گھر ہونا چاہیے تھا استقبالیہ میز کے پیچھے ایک ناٹے قد کی گوری لڑکی کھڑی تھی جو ٹیلیفون پر جھکی ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی۔ اس کے چوڑے مگر چمکدار دانت سیاہ رسیور سے ٹکرا کر ایک حسین امتزاج پیدا کر رہے تھے اور اسے اپنی بہن یاد آ گئی لنڈا کی کبھی یہی عمر تھی گھر ہوتا تو آج وہ بھی کسی سے اس کی طرح ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہوتی۔ نہ جانے سان فرانسسکو کی کسی اندھیری گلی میں وہ سستے سے سیاہ موزے پہنے بیگ لٹکائے آوارہ گھوم رہی ہوگی۔

وہ لڑکی اسے دیکھ کر ٹھٹک گئی اور تھوڑی دیر کے لیے اس نے ٹیلیفون سے کان اٹھا لیے تھے۔ پولیس افسر نے اس کی طرف گھورا اور شرارتاً آنکھ بھی مچکائی اس کے گالوں میں گڑھے پڑ گئے تھے۔ اس نے ایک نظر قیدی کی طرف دیکھا اور فون پر دوبارہ مصروف ہوگئی وہ بتا رہی تھی۔

"SORRY, DARLING- A NIGGER HAS JUST STEPPED IN"

اسے انسپکٹر ونسٹس کے روبرو پیش کیا گیا۔ وہ میز پر ٹانگیں پسارے سگرٹ پی رہے تھے۔ ان کی گود میں پلے بوائے میگزین کا درمیانی پوسٹر کھلا رکھا تھا اور وہ ننگی عورت کی تصویر پر سگرٹ سے اس کے پستان جلا رہے تھے۔ انہوں نے ایک اچٹتی نگاہ آنے والوں پر ڈالی اور کہا۔

پولیس افسر نے اُسے حکم دیا۔

"آگے بڑھو"

"آگے بڑھو کا کلمہ سن کر وہ بیدار ہو گیا۔ اس کے ذہن میں سورج کی کرنیں دوڑنے لگیں۔ اس نے یہ رنگین نعرہ اس سے پیشتر بھی سن رکھا تھا۔ اس نے پولیس اسٹیشن کی اندرونی فضا پر نظر دوڑائی تو محسوس ہوا کہ ایک بڑا سا چاند زمین پر اتر آیا ہے۔ جس سے زندگی کی غلاظتوں پر پڑا پردہ چاک ہو گیا ہے۔ اور ہر ایک شے قدرتی لباس میں عیاں ہو گئی ہے ---------------- اور پھر اُس کا ماضی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ایلیا وتا کی سنہری دھوپ میں سرپٹ دوڑنے لگا۔ جہاں مارٹن لوتھر کنگ کے بلاوے پر وہ کتنے میل پیدل چلتا چلا گیا تھا۔ تاکہ وہ ہر قیمت سول نافرمانی کی مارچ میں حصہ لے سکے جنھوں نے جمیز پریڈ کو زخمی کر دیا تھا۔ وہ ایلیا وتا نیگرو کیلنگ کے متعلق دیے گئے عدالتی فیصلے کے خلاف احتجاج کر رہا تھا کہ اچانک شہر کی حدود سے ایک کار لپک کر اُس کے سامنے آ گئی تھی۔ اور دیکھتے دیکھتے تین آدمیوں نے جمز پریڈ تو کا راستہ روک لیا تھا ان کے ہاتھوں میں آٹومیٹک پستولیں تھی اور انھیں اُس کے چہرے پر خالی کر دیا تھا۔ وہ گر پڑا تھا۔ مگر گرتے گرتے اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا۔ "آگے بڑھو"

اُس نے دیوار سے لگی بند وقیں دیکھیں اور اس کا جسم کسمسانے لگا۔ اُسے شدت محسوس ہوا کہ گولیاں اڑ کر اُس کے جسم کے پار ہوئی جاتی ہیں۔ میز پر ٹانگیں مار کر بیٹھا انسپکٹر ولسٹن اُسے ایک زخم خوردہ لاش دکھائی دینے لگا۔

"تمھارا نام کیا ہے" انسپکٹر ولسٹن نے پوچھا۔

"جمیز پریڈ تھو"

اسی کے بے ساختہ نکل گیا۔ مگر یہ تو اس کا نام نہیں۔

تو پھر کیوں .... ؟ اسے کچھ سوجھ نہیں رہا تھا۔ اس جواب پر

اس جواب پر انسپکٹر وستسن تمسخرانہ ہنسی ہنسنے لگے۔ اور کہا۔
"وہ بیچارہ تو اسپتال میں پڑا ہے۔ اُس کی ناک کے اندر سے گولی چیرتی ہوئی نکل گئی ہے۔ اخبار میں لکھا تھا کہ وہ تمام عمر سن بھی نہیں سکے گا۔ ممکن ہے کہ مر بھی جائے۔"
ہم نہیں مریں گے۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اپنی سوچ بلند آواز میں بدل دے۔
ہم جنوری کی سخت سردی میں سیلمہ شہر کی حدود سے باہر آئیں گے اور براؤن چرچ کے بازو سے مارچ کرتے ہوئے عدالت کے بند دروازوں پر جا کر دم لیں گے۔ مشیرف کلارک کے سفاک سپاہی ہمیں تتر بتر ہونے کا حکم دیں گے۔ ہم گیت گاتے دعائیں پڑھتے آگے بڑھتے جائیں گے۔ ہماری مسز ڈولی کا جیمی میکس سینہ سپر ہو کر کھڑا ہو جائے گا۔ اور بلند آواز میں گا۔

پولیس کی بکتر بند گاڑیاں برلن کی دیواریں ہیں
سیلمہ میں الباما میں برلن کی دیواریں ہیں
برلن کی دیواروں کو ہم توڑ گرائیں گے۔
برلن کی دیواریں ہیں۔

"کیا تم اپنی بے گناہی کا ثبوت فراہم کر سکتے ہو؟"
انسپکٹر وستسن کے مطالبے پر وہ برہم ہو گیا۔ اُس سے کیا گناہ سرزد ہوا تھا وہ آدھی رات گئے برفباری میں یونیورسٹی کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں کچھ عرصہ پہلے اس نے انجینیرنگ کی تعلیم کے لیے داخلہ لیا تھا۔ اور نہ جانے کب وہ ظلم کے خلاف ہوئی 'مارچ' میں شامل ہو گیا تھا۔ اسے مارا پیٹا گیا تھا اور جب اُسے ہوش آیا تھا تو پتہ چلا کہ وہ کچھ مہینوں کے لیے نظر بند کر دیا گیا تھا۔ سزا کے دن پورے کرنے کے بعد اس کی رہائی ہوئی تو سوچنے لگا کہ وہ کدھر جائے اور پھر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ یونیورسٹی لوٹ جائے جہاں زندگی کے تاریک حادثوں نے اس کے مقصد کے دھارے کا رُخ موڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس ارادے کے پیشِ نظر

پہنچا تھا اور ایک پولیس افسر نے بلاوجہ اس کا راستہ روک لیا اور یہاں لے آیا تھا۔

یکایک اسے خوف محسوس ہوا اور وہ سلامتی کی کوئی تجویز سوچنے لگا۔
بے تحاشا اُس کے منہ سے نکلا۔

"میں تعلیم یافتہ ہوں۔"

مگر یہ کہنے کے بعد وہ محسوس کرنے لگا۔ اُسے لگا کہ اُس نے ایک مہمل بات کہہ دی تھی جس کا اس کی حفاظت اور انسپکٹر ونسٹن کے سوال سے دور کا تعلق بھی نہ تھا۔ وہ اپنے آپ کو کوسنے لگا مجھے کیا ہو گیا ہے۔

انسپکٹر ونسٹن ہنسنے لگا۔ ان کی ہنسی میں ایک لایقینی تبسم تھی۔ بولے
"تمہارے پاس سرٹیفکیٹ ہے۔"

وہ کوئی جواب نہ دے پایا۔ بے اعتمادی کے بوجھ تلے دب کر وہ ٹوٹ چکا تھا۔ اور مایوسی کے عالم میں اُس کی نگاہیں کمرے کی پشت پر ٹک کر رہ گئیں جہاں جیل خانہ تھا اور جس میں ایک قیدی بند تھا۔ وہ نشے میں گا رہا تھا۔

We have walked on Mendering Highways
Glory oh God
We have rested our body on Rocky Byway
Glory oh God
Glory Hellahgolia : Glory oh God.

"او۔ شٹ اپ"

انسپکٹر ونسٹن سے قیدی کو پھٹکار دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔ مگر وہ نشے میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ درخواست کرنے لگا۔ "مجھے شراب دو"

"ڈالر میں" ساتھ کھڑے سپاہی نے پوچھا۔

"او" قیدی نے مایوسی میں گالی دی۔

انسپکٹر ونسٹن نے قلم اٹھایا اور ایک کاغذ پر لکھتے ہوئے ہدایت دی
"جانسن اسے بھی حوالات میں بند کردو۔ جب وہ جیل کی کوٹھڑی میں داخل ہوا تو
تھوڑی دیر کے لیے اسے محسوس ہوا کہ اسے منزل سے جھٹکا کر اندھیری غار
میں دھکیل دیا گیا ہو۔ مگر اس شرابی قیدی نے اس کے گلے میں بازو حمائل کر دیے تھے
اور اونچی آواز میں گانے لگا۔

We ar fighting on
Glory Oh God
The Truth is Marthing on
Glory Oh God
We shall over come
Glory Hellahgohia
We Truth is marthing on
Glory Oh God

اور آہنی سلاخوں کے پیچھے بند وہ محسوس کرنے لگا کہ جیسے وہ ایک لمبی سڑک
پر مارچ کرتا جا رہا ہے۔

تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد مرتبہ : مالک رام

"تذکرہ" الہلالی دور کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی وہی بات سے بات
پیدا کرنے کا رجحان، جولانیِ طبع، خطابت اور دعوت و تبلیغ کا انداز ملتا ہے
جو الہلال اور البلاغ کا طرۂ افتخار تھا۔ بلکہ یہاں وہ مۓ دو آتشہ ہوگئی ہے
قیمت : پندرہ روپے

چند معیاری کتابیں:

"مجموعہ نغز" اور "شہیدانِ آزادی" جیسی اہم اور ضخیم کتابوں کے بعد
نیشنل اکاڈمی کی قابلِ فخر پیش کش

اُردو اِملا

رشید حسن خاں

اُردو میں قواعدِ زبان کے جن اہم مسائل کی طرف کم توجّہ کی گئی ہے،
اُن میں اِملا کے مسائل کو فہرست میں سب سے اُوپر رکھا جا سکتا ہے۔
جس طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم جس لفظ کو بول رہے ہیں اُس کا مفہوم
کیا ہے۔ اسی طرح یہ جاننا لازمی ہے کہ اُس کا املا کیا ہے۔
یہ کتاب یونیورسٹیوں۔ علمی انجمنوں مصنفوں، مترجموں اور استادوں
کے حلقوں میں یقیناً پسند کی جائے گی۔

قیمت ۳۷/- روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵ ۔ دلی ۶ ۔ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر ترجمہ : اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکر کی وسعت پیدا کر کے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا۔ دنیا کے بھید بھاؤ کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری، اور بچپن کی ساتھی، لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت : 5/75

چار دیواروں میں (ناول) ایم۔ ٹی۔ واسودیون نائر ترجمہ : لطف ادیب

نائر کے ناولوں میں دیہاتی کہانی کا خطہ ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ پیدا کرنے والی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ ہے۔ اسی لیے اس کی یاسیت منفرد لہجہ میں ملتی ہوئی نظر آتی ہے۔ قیمت : 6/75

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا ترجمہ : رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے رنج اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت : 6/75

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹیش کیتکر ترجمہ : اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کیتکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کر کے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا ہے۔ قیمت : 7/-

ملیالم افسانے مرتبہ : اوم چیری۔ این این پلّے ترجمہ : جیلانی بانو

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دنیا کے کسی

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لئے انتہائی خوبصورت کتابیں

بالو (حصہ اوّل دوم) مصنفہ: ایف سی، فرشیاس مترجم: صالحہ عابد حسین 3/-

کشمیر " : مالا سنگھ تصاویر پرمانند " : خدیجہ عظیم 1/50

پرندوں کی دنیا " : جہاں آرا " : محمد شفیع الدین نیر 1/50

ہماری ندیوں کی کہانی (حصہ اوّل دوم) " : لیلا مجمدار " : رضیہ سجاد ظہیر -/-

جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں " : لیلاوتی بھاگوت " : " " " " 1/50

رسیلی کہانیاں " : منوج داس " : صغرا مہدی 1/50

آزادی کی کہانی (اوّل دوم) " : وشنو پربھاکر " : انور کمال حسینی 1/0

ہماری ریلیں " : جگجیت سنگھ " : عرش ملسیانی /50

ہندوستان میں غیر ملکی سیاح " : کے۔ سی۔ کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ /50

آؤ ناٹک کھیلیں " : اوما آنند مترجم: رفیعہ منظور الامین 50

بہت دن ہوئے (اوّل دوم) " : ایم چوکسی : پی ایم جوشی " : رضیہ سجاد ظہیر 10

بہادروں کی کہانیاں " : راجندر اوستھی " : انور کمال حسینی 50

ر: ہنت و تنا یہ " : کرشن چیتنیہ " : " " " " 10

سدا بہار کہانیاں " : شانتا رنگاچاری " : " " " " 50

ابو خاں کی بکری " : ڈاکٹر ذاکر حسین .

انوکھی دکان " : قدسیہ زیدی 50

گلا بوجھ پہیلی " : " " .

دنیا کے جانور " : " " 10

ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم) " : میر نجابت علی " : سید احسان

پیارا پانی " : لیلا مجمدار " : صالحہ عابد حسین .

منو رما " : ملک راج آنند " : انور کمال حسینی .

ہاکی کا کھیل " : سردیپ دوسانیال : پریتم لال .

[illegible] : محمد شفیع الدین نیر

جناب پروفیسر تنویر چشتی

غزل

جب ایک حسنِ مجسّم سے روشناس ہوئے
رہی نہ اپنی خبر ایسے بدحواس ہوئے

جو لفظ ہونٹوں پہ آیا وہ بن گیا چھالا
معانی کیا ہوئے تشنہ دلوں کی پیاس ہوئے

وہ لمحہ مجھ کو تبسّم پہ کر گیا مجبور
جب آپ میری خموشی پہ کچھ اداس ہوئے

کہو کہو مجھے کچھ اور بے وفا یارو
تمہارے طنز مرے درد کی مٹھاس ہوئے

حیاتِ عشق کے تنویر سب حسین لمحات
غبار بن کے اُٹھے درد کی اساس ہوئے

غزل

غمِ حیات تھا تحریر جس پہ وہ آنسو
ہماری آنکھ سے ٹپکا تو اک کتاب بنا

یہ آئینہ تو نہ تھا صرف ایک پتھر تھا
تمہارے سامنے آیا تو عکسِ خواب بنا

کچھ ایسے نقش بھی چھوڑے ہیں عہدِ ماضی نے
ہمارا حال بھی یادوں کی اک کتاب بنا

ترے خیال کی تصویر نے دیے دھوکے
ترے جمال کا پرتو بھی اک سراب بنا

نظر سے چھو لیا جس میں تمہاری نظروں کو
وہ ایک لمحہ میری حیات کا شباب بنا

جناب یوسف ناظم

شیرو کا خط جھبّو کے نام

بمبئی

۱۷ فروری ۷۴ء

جھبّو ڈارلنگ

تمہارا خط مجھے مل گیا۔حسب معمول اس میں کام کی کوئی بات نہ تھی۔تم نے یہاں کی سردی کا حال پوچھا ہے۔ آفریں ہے تمہاری یادداشت پر۔کچھ نہیں تو میں کم سے کم پچاس مرتبہ تمہیں لکھ چکا ہوں کہ بمبئی میں اب سردی نہیں ہوا کرتی (اگر کبھی سردی لگتی ہے تو اُسے سردی کی لہر کہا جاتا ہے) بمبئی میں عرصہ سے صرف دو موسم ہوا کرتے ہیں۔ایک گرمی کا دوسرا سرگرمی کا۔پہلے تمہیں گرمی کے موسم کی تفصیل سمجھاؤں۔یہاں دو قسم کی گرمیاں رائج ہیں۔ایک تو ہے شدید گرمی۔اور دوسری ہے بے حد شدید گرمی۔شدید گرمی کے موسم کا فائدہ یہ ہے کہ اگر نہا لیا جائے تو اس کے بعد پانچ منٹ تک پسینہ بہنا شروع نہیں ہو سکتا۔یہ معمولی فائدہ نہیں۔البتہ بے حد شدید گرمی میں نہاتے وقت بھی پسینہ بہہ سکتا ہے۔اس موسم میں لوگ خاص طور پر اجنبی لوگ ایک دوسرے سے بڑی گرم جوشی کے ساتھ ملتے ہیں اور بڑی مشکل سے ٹھنڈے کیے جاتے ہیں۔میں نے خود اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھا لیکن کسی سے سُنا ضرور ہے کہ بے حد شدید گرمی کے موسم میں سگریٹ سلگانے کے لیے دیا سلائی جلانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔کسی بھی چیز پر سگریٹ کو رکھ کر کش لیا جائے تو سگریٹ کسی حاسد کے دل کی طرح جل اٹھتی ہے لیکن تم اس بات پر یقین نہ کر لینا۔میرا خیال ہے کہ اس اطلاع میں تھوڑا سا مبالغہ شامل ہے کسی نے تو مجھے یہ خبر سنائی تھی کہ اس موسم میں لوگ پیٹ پر برف کی سل باندھ لیتے ہیں۔یہ خبر بھی مجھے یوں ہی سی معلوم ہوتی ہے۔ہاں یہ میں ضرور کہوں گا کہ اس موسم میں لوگوں کے پاؤں زمین پر ٹکتے نہیں۔لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بمبئی میں کتنے لوگ ایسے ہیں جن کے پاؤں زمین پر

کبھی نہیں ملکتے۔ دو چار لوگ تو ایسے ہیں جو مستقل طور پر آسمان ہی پر رہتے ہیں۔ یہ تو ہوئی گرمی کے موسم کی تفصیل۔ اب سرگرمی کی تفصیل سنو۔ بمبئی میں ہر قسم کی سرگرمی پسند کی جاتی ہے۔

خاموشی کو یہاں بہت برا مانا جاتا ہے۔ ہوائی جہاز بھی یہاں شور مچا کر ہی لینڈ کرتے ہیں۔ یا لیٹ سمجھا جاتا ہے کہ یہ یقیناً بمبئی شہر ہوگا۔ یہاں کی سرگرمیوں میں ادبی کلچرل اور فلمی سرگرمیوں کو زیادہ مستحسن نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ اسپورٹس اور گیمس کی سرگرمیاں بھی بہت مقبول ہیں۔ کو برج پر جا کر فٹ بال میچ دیکھنا، اور اسٹیڈیم کو آگ لگانا بھی سرگرمی کی ایک شکل ہے۔ فلمی سرگرمی یہاں شباب پر ہے۔ جب تم یہاں تھے تو لوگوں کی قسمت کے ستارے عقرب، سنبل، اسد، میزان، وغیرہ ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اب یہاں ذہین نوجوانوں کی قسمت کے ستارے کھنہ، سنہا اور کپاڈیہ وغیرہ ہیں۔ اسی میں بہادری ہے۔ نظام شمسی میں یہ تبدیلی سائنس کی ترقی کا نتیجہ ہے یوں بھی آدمی کی قسمت اگر ایک ہی ستارے سے جڑی ہے تو روزانہ کے کاموں میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اپنے اپنے ستارے کی ایک پاسپورٹ سائز کی تصویر اپنے ریلوے پاس کور میں یا منی پرس میں رکھنا بھی فلمی سرگرمیوں کی ایک شاخ ہے۔ پہلے ہمارے یہاں فلمیں بھی گنتی کی بنتی تھیں اور ایک فلم کے بننے میں بھی اتنا ہی عرصہ لگتا تھا جتنا کہ کسی شریف آدمی کے مستقبل کے بننے میں لگتا ہے (یعنی فلم مکمل ہی نہیں ہوتی تھی) لیکن اب فلمیں بھی افواہوں کی طرح ہونے لگی ہیں۔ یعنی آج ایک ہے تو کل دوسری۔ لیکن ایک بات ضرور ہے اس میدان میں جتنی ہم آہنگی ہے کسی اور میدان میں اس کا دسواں حصہ بھی نہیں۔ اب تو فلموں کے ڈائیلاگ بھی ایک سے ہو گئے ہیں۔ فلموں کے پوسٹر میں البتہ غیر معمولی تبدیلی آئی ہے۔ اب ان پوسٹروں میں لوگ لیٹے رہتے ہیں۔ ہیرو اور ہیروئنوں کے بیٹھنے اور کھڑے رہنے کا زمانہ گزر گیا۔ جو لوگ پبلک کے ساتھ بیٹھ کر ایسی ویسی فلمیں دیکھنا پسند نہیں کرتے ان لوگوں نے اپنے لیے بلو فلموں کا انتظام کر رکھا ہے۔ بلو فلمیں دیکھنے سے بینائی کمزور نہیں ہوتی۔ چند دنوں تک تو ایسی فلمیں باہر سے درآمد کی جاتی رہیں۔ لیکن اب اس معاملے میں ہم لوگ خود مکتفی ہوتے جا رہے ہیں۔ آخر کب تک چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے باہر والوں کا منہ تکتے رہتے۔ فلمی سرگرمی کی یہ شاخ خوب پھول پھل رہی ہے۔ بلو فلموں کو اگر کبھی سرٹیفکیٹ دینے کا طریقہ شروع ہوا تو یہ سرٹیفکیٹ اے۔ ٹو زیڈ کا ہوگا۔

ہاں خوب یاد آیا۔ پچھلے مہینے میرے ایک دوست یہاں سے لندن گئے۔ جاتے وقت د

زیادہ مہنگی ملتی ہے۔ درآمد کیے ہوئے مال کو برآمد کرنا بھی سمجھو ایک سرگرمی ہے۔

تمہارے لئے چلغوزے بھیجنے کی فکر میں ہوں لیکن پہلے انھیں درآمد تو کر والوں۔ برآمد کی بات بعد میں۔

جب بھی دنیا بھر کے زن مریدوں کی بائیوگرافی تیار ہوگی اُس میں تمہارا نام میرے نام سے پہلے ہوگا۔

فقط تمہارا شیرو

بمبئی

۱۰ر جون ۷۳ء

جگجیتو پیارے! حد ہوگئی تمہارے ظلم و ستم کی۔ تمہارا نہ ختم ہونے والا خط مجھے ایک ہفتہ پہلے ملا۔ پورا ہفتہ اس کے پڑھنے میں گزرا۔ اِس زمانے میں جب کہ کاغذ کی کمی اعلیٰ کی کمی کا مقابلہ کر رہی ہے تم اِس بے دردی سے اسے استعمال کر رہے ہو۔ لیکن تم تو شروع ہی سے بے موقع کام کرنے کے عادی ہو اور اِس عمر میں پہنچ کر تم سے اپنی عادتیں بدلنے کی فرمائش کرنا ایسا ہی ہے جیسا ہاتھی کے آگے ہارمونیم بجانا۔ (دیکھو کیا ہوا جب بھینس کے آگے بین بجانے کا محاورہ رائج ہو سکتا ہے تو ہاتھی کے آگے ہارمونیم بجانے کی بات پر تمہیں کیا اعتراض ہے) - تم نے شمشیر علی خاں کے بارے میں دریافت کیا ہے۔ شمشیر علی خاں عمر کی اُس منزل میں ہیں جب جھوٹ کہنے اور لکھنے پر آدمی شرمندہ نہیں ہوا کرتا۔ شمشیر علی خاں کو اپنے حافظے پر بڑا ناز ہے۔ ناز تو یوں انھیں اپنی ہر چیز پر ہی ہے لیکن پچھلے چند برسوں سے وہ اپنے حافظے پر ناز کر رہے ہیں۔ ٹھیک بھی ہے۔ جب آدمی کے دوسرے سارے اعضائے جسمانی صاف جواب دے دیتے ہیں تو آدمی صرف حافظے کے بل بوتے اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ میرا تو خیال ہے آدمی کو حیوانِ ظریف کہنے کی وجہ بھی یہ ہے کہ اُسے حافظے سے نوازا گیا ہے۔ یوں تمہارا خیال بھی ٹھیک ہے کہ گھوڑے کا حافظہ بھی بہت اچھا ہوتا ہے بلکہ اِس طرح کے اور کئی جانور ہیں جو بہت سی باتیں نہیں بھولتے لیکن آدمی کے حافظے کی بات اور ہے۔ اِس حافظے میں کوئی سچی بات محفوظ نہیں رہتی۔ شمشیر علی خاں اِسی لیے ایک کتاب تصنیف فرما رہے ہیں جس کا نام انھوں نے "یادوں کی پریڈ" رکھا ہے۔ پرانی باتیں بیان کرنے اور لکھنے کا فائدہ یہی ہے کہ ان میں کوئی بات سچ نہ ہو اور اگر ہو تو صرف وہ بات جو دوسروں کو نقصان پہنچائے۔

[illegible]

یہ بتاتا ہے کہ حافظہ صرف رات کے وقت "بروئے کار" آتا ہے۔ (دن بھر سوتے رہنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آدمی بیوی بچوں سے بخوبی غافل رہ سکتا ہے۔ اور تم جانتے ہو کہ شمشیر علی خاں کے لیے غافل رہنا کتنا ضروری ہے۔ ان کے بیوی بچوں کی مردم شماری کے لیے ہمیشہ سے ایک علیحدہ عملہ مقرر کیا جاتا ہے) شمشیر علی خاں اِن دونوں بڑے گہرے نکات پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ (یہ امر دیگر بات ہے کہ اِن کی ڈالی ہوئی روشنی سے تاریکی بڑھتی ہے)۔ ایک دن فرما رہے تھے کہ حافظہ اور یادداشت دو علیحدہ اصناف سخن ہیں۔ ایک کی وضاحت انھوں نے اِس طرح فرمائی کہ یادداشت گھریلو کاموں کے سلسلے میں استعمال کی جاتی ہے جب کہ حافظہ ادبی اور سیاسی امور میں استعمال ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اُن کی کتاب "یادوں کی برات" یادگار کتاب ثابت ہوگی کیوں کہ شمشیر علی خاں کو طبعاً سچ سے نفرت ہے۔ اور اِس کے علاوہ وہ اپنی تصنیف کے لیے رات کا وقت مقرر کر چکے ہیں اور رات کی خاموشی میں جو جھوٹ لکھا جاتا ہے دن کے اُجالے میں وہ سچ ہی نظر آتا ہے۔ شمشیر علی خاں جب بھی اپنا مسودہ پڑھتے ہیں یہ سمجھ کر پڑھتے ہیں کہ انھوں نے جو کچھ لکھا ہے سب سچ ہے۔ نیپال، سنگاپور، کوالالمپور اور ملیشیا میں ہر جگہ اُن کی محبوبائیں اب بھی موجود ہیں۔ سوکارنو سے اُن کا یارانہ تھا۔ اور میڈم چیانگ کائی شیک نے دلّی میں اُنھیں چائے پر بلایا تھا۔ اور رات کے کھانے کے بعد رخصت کیا تھا۔ کرنل ناصر نے اُنھیں مصر آنے کی دعوت دی تھی جو انھوں نے بڑی حقارت کے ساتھ رد کر دی تھی —— معلوم نہیں تمھیں یکایک کیوں شمشیر علی خاں کی یاد آ گئی۔ اگر کبھی اتفاق سے میں نے اُنھیں یہ بتا دیا کہ تم نے اُنھیں پوچھا ہے تو مجھے یقین ہے کہ اُن کا حافظہ حرکت میں آ جائے گا اور کم سے کم دو صفحے تمھاری مذمت میں لکھ ہی دیں گے اور احسان تمھارے ہی سر رہے گا کہ اتنی اہم کتاب میں تمھارا نام آیا۔

یہاں کے "حالاتِ حاضرہ" حسبِ دستور ہیں۔ ہاں نہ ملنے والی چیزوں میں صابن کا اضافہ ہو گیا ہے۔ افراطِ زر کی تو ساری دُنیا ہی میں ہے۔ اور ہونا بھی چاہیے۔ کاغذ جب اِس فیاضی کے ساتھ سکّے کے طور پر استعمال ہوگا تو دوسرے کاموں کے لیے بچے گا کیسے؟۔ (اور مغربی تہذیب میں تو کاغذ، پانی کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ اب تو خدا کے لیے پانی استعمال کرو)۔ کینیڈا آنے کو جی ضرور چاہتا ہے لیکن جب تک تم وہاں موجود کوئی شریف آدمی وہاں آنا پسند نہیں کرے گا۔ بھابی کو آداب کہو اور ڈالی کو دُعائیں۔ فقط

تمھارا شفیرو

۔ ۔ ۔ ہم صوت سے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شایع کیں

لسانی مطالعے
ڈاکٹر گیان چند

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے اُردو میں اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے ابھی تک اُردو میں اس موضوع پر کوئی مکمل کتاب نہیں مضامین معتدبہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاص حد تک پورا کرتی ہے۔ قیمت = ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء
مرتبہ: پی سی جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی جس نے عالمی جمہوری حلقوں میں یکجہتی کے جذبات کو ابھارا ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ۔ قیمت : ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفۂ سیاسیات
پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی، اس کے نظام اور اس کے تدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی، نظری، اور عملی۔ اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصّہ ہے۔

قیمت ۱۸/-

تاریخ تعلیم ہند
از: سید نور اللہ اور جے، پی نائک
مترجم مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مجمل خاکہ پیش کرنا ہے۔ جو ۱۷۶۵ء سے شروع ہونے والے عہد جدید میں رونما ہوئیں۔

قیمت ۲۰/-

انور خان

شکستگی

(افسانہ)

جس گھر میں میں رہتا ہوں اُس میں دو طرف کھڑکیاں ہیں اور کھڑکیوں کے سامنے ہیں مکانات۔ ان مکانوں میں رہنے والوں کو ہمارے گھر کی ایک ایک چیز دکھائی دیتی ہے۔ وہ ہماری ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے ہیں۔ یہاں آئے ہوئے ہمیں یعنی مجھے اور میرے بیوی بچوں کو۔ صرف چار ہی مہینے ہوئے ہیں۔ لیکن اِس مختصر مُدت ہی میں ہم بے زار ہو گئے ہیں۔

لوگ یہاں ہر وقت کھڑکیوں میں ٹنگے نظر آتے ہیں اور ہر شخص متجسس ہے کہ دوسرے کے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ جب ہم شروع شروع میں رہنے آئے تھے، ہمارے حلق سے پانی کا گھونٹ بھی بمشکل اُتر پاتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے سے کام جیسے کپڑے تبدیل کرنا، بالوں میں کنگھی کرنا، یوگا ورزشیں یہاں تک کہ اپنی بیوی کے پاس دو منٹ کے لیے بیٹھنا بھی عجیب سا معلوم ہوتا تھا۔ چار مہینے ہو گئے ہیں لیکن اب تک اپنی بیوی کو رات میں بتی بُجھانے کے بعد بھی پیار نہیں کر پاتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے تمام نگاہیں کھڑکیوں کے بند شیشوں کو چیرتے ہوئے اندر آ رہی ہیں۔

آج اتوار ہے۔ ہم لوگ کھانا کھا چکے ہیں، بیوی اور بچے تو کھانا کھا کر لیٹ گئے ہیں اور میں ٹائمس ویکلی کی ورق گردانی میں مصروف۔ لیٹتے یا سوتے وقت کئی کھڑکیاں بند کرنی پڑتی ہیں جس سے کافی اندھیرا ہو جاتا ہے اور حبس بھی۔ میں ویکلی کو دوبارہ تپائی پر رکھ دیتا ہوں۔ دراصل میرا جی وِوِدھ بھارتی سے فلمی گانے سُننے کو چاہ رہا ہے۔ لیکن اگر میں ریڈیو بجاؤں تو دوسروں کے آرام میں خلل ہوگا۔ میں پھر ویکلی اُٹھا لیتا ہوں۔ اب میں بظاہر ویکلی ضرور دیکھ رہا ہوں لیکن میری نگاہیں حروف پر جمتی نہیں اُچٹ اُچٹ جاتی ہیں۔ یہ حبس ناقابلِ برداشت ہے۔ میں پھر ویکلی رکھ دیتا ہوں۔ اور کھڑکی کے قریب چلا جاتا ہوں لیکن میرے ہاتھ چٹخنی سے کھیلتے رہ جاتے ہیں۔ میری بیوی لیٹی ہے اور باہر لوگ ٹنگے ہیں اور وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ میرے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔

[illegible] باہر سے [illegible] اندر جانے
کے خواہش مند۔ یہ بڑا عجیب سا جذبہ ہے۔ اور اب تو میں یہ محسوس کرنے لگا ہوں کہ گھر پر ہی نہیں باہر بھی لوگ مجھے ننگا کرنا چاہتے ہیں۔ میں اپنے کسی دوست سے ملتا ہوں۔ کہاں سے آ رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟ کیا کرنے کا ارادہ ہے؟ کیا سوچ رہے ہو؟ کیا دیکھ رہے ہو؟ کیا پڑھ رہے ہو؟ میں جانتا ہوں کہ ایٹی کیٹ (Etiquette) کے خلاف نہ ہو تو وہ مجھ سے یہ بھی پوچھے کہ میں نے صبح ناشتہ کیا کیا تھا اور دوپہر کے کھانے میں کیا کھایا ہے۔ میری جنسی زندگی کیسی ہے۔ اگر بس چلے تو وہ میرے کپڑے اُتار کر ایک ایک عضو کو ٹھوک بجا کر، چیر پھاڑ کر دیکھے، میری کھوپڑی کھول کر رکھ دے کہ اِن میں محبت، نفرت، حسد، انتقام، ہمدردی، گناہ کے کون سے جذبات پل رہے ہیں۔ ماضی کی کون سی یادیں ان میں اونگھ رہی ہیں۔ اور مستقبل کی کون سی اُمنگیں پروان چڑھ رہی ہیں۔

لیکن ــــــ میں بھی اب محتاط ہو گیا ہوں۔ میں کیوں دوسروں کو اپنی شخصیت ریزہ ریزہ چھکنے دوں؟ میں نے اپنی شخصیت کو خول در خول سمیٹ لیا ہے۔ اب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے۔ کہاں جا رہے ہو؟ میں کہتا ہوں گھر، جب کہ مجھے سینما جانا ہوتا ہے۔ آج کل کیا پڑھ رہے ہو؟ میں کسی جاسوسی ناول کا نام لے دیتا ہوں، اگرچہ قاضی سلیم کی نظمیں پڑھ رہا ہوتا ہوں۔ میری بیوی پوچھتی ہے۔ آپ کیا کھائیں گے؟ میں کہتا ہوں گوشت۔ حالانکہ سبزی کھانے کو جی چاہ رہا ہوتا ہے۔ آپ آج کون سی پتلون پہنیں گے؟ وہ سلیٹی دھاریوں والی جب کہ میں گہرے سبز رنگ کی پتلون پہننا چاہتا ہوں۔ مجھ تک کوئی نہیں پہنچتا۔ میرا جسم شیشے کا سہی۔ لیکن آپ جانتے ہیں آج کل ناقابل شکست شیشے بھی تو بننے لگے ہیں۔ میں لوگوں سے بڑی سنجیدگی سے گفتگو کر رہا ہوتا ہوں۔ لیکن اندر ہی اندر مجھے ہنسی آتی رہتی ہے۔ میں جانتا ہوں اب کسی کے لئے مجھ تک پہنچنا ممکن نہیں رہا۔ اب میں محتاط ہو گیا ہوں۔ آفس ہو یا گھر۔ دوست احباب یا کسی محفل میں مل جانے والے ملاقاتی، سب مجھ پر حملہ آور ہوتے ہیں اور نراش کوٹتے ہیں۔ لوگ آخر مجھے اُلٹ پلٹ کر دیکھنا ہی کیوں چاہتے ہیں؟

میری بیوی اُٹھ گئی ہے اور چولھے پر چائے کا پانی چڑھا رہی ہے۔ کچھ دیر بعد وہ میرے پاس

نہیں حالانکہ میں چاہ رہا ہوں کہ چائے کے ساتھ نمکین بسکٹ بھی ہوں۔ آج آپ باہر جائیں گے؟
میں کہوں گا نہیں اور تھوڑی دیر کپڑے تبدیل کر کے گھر کے باہر آجاؤں گا۔
انجانے میں مَیں نے کھڑکی کھول دی ہے۔ اور سامنے ایک لڑکی کھڑکی سے تقریباً آدھا دھڑ لٹکائے میری طرف دیکھ رہی ہے۔ میں کھڑکی بند کر دیتا ہوں۔ لڑکی خوب صورت ہے اور پُرکشش۔ میں پھر کھڑکی کھولنا چاہتا ہوں مگر اب یہ ممکن نہیں۔ میں کھڑکی کے پاس سے ہٹ جاتا ہوں۔
میں آئینے کے سامنے کھڑا ہوں۔ بنیان اور دھاریوں والے پاجامے میں پھنسا بے ڈول جسم، گول گول چہرہ اور اس پر آدھا گنجا سر۔ اسے بھی چھپانا چاہئے۔ مگر ممکن نہیں۔ بہرحال یہ صندوق ہے، گوشت پوست کا۔ اس میں بہت سارا کباڑا بھرا پڑا ہے۔ کچھ اچھی کچھ گندی خواہشات، کچھ دل چسپ اور بے رنگ لمحات، چند تلخ اور شیریں حادثات۔ کچھ لاشیں، یہ لاشیں کن لوگوں کی ہیں یہ میں بتا نہیں سکتا بلکہ اِن کے چہرے اب خود میں بھی پہچان نہیں سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے مجھے اذیت پہنچی ہے۔ اپنے جسموں سمیت یہ لوگ باہر گھومتے ہوئے آپ کو نظر آتے ہیں۔ لیکن انھیں تو میں نے قتل کر کے اپنے دماغ کی کوٹھری میں ڈال رکھا ہے۔
دراصل میں جھوٹ بول رہا ہوں۔ اِس گوشت پوست کے صندوق میں اب کچھ بھی تو نہیں۔ میں اندر سے بالکل خالی ہوں، جی ہاں بالکل خالی، تبھی تو اپنے آپ کو چھپانا چاہتا ہوں۔ پھر یہ عکس کس کا ہے؟ یہ عکس میرا نہیں۔ اسے مٹ جانا چاہئے۔ میں ہاتھ اٹھاتا ہوں۔ اب ایک ٹوٹا ہوا عکس میری آنکھوں میں دیکھ رہا ہے۔ بہرحال عکس مٹتا نہیں۔ میں ہاتھ گرا دیتا ہوں۔
میں سوچ رہا ہوں اب کھڑکیاں کھول دینی چاہئے۔

"لالہ زار"

خواجہ عبد الغفور

"قہقہہ زار" اور "شگوفہ زار" کے بعد "لالہ زار" خواجہ عبد الغفور کی
تازہ تصنیف ہے۔ اس مجموعے میں خواجہ صاحب کے وہ طنزیہ و مزاحیہ مضامین
اور ریڈیائی تقاریر شامل ہیں جو ملک کے مقتدر رسائل میں شائع
ہوئی ہیں اور جنھیں ادبی ذوق رکھنے والوں نے
بے حد پسند کیا ہے

قیمت : پانچ روپے

جناب شکیل اختر

سرسیّد احمد خاں اور ان کی معنویت موجودہ دور میں

یہ کتاب اس شخص کے تعلیمی، تہذیبی اور مذہبی خیالات وافکار پر غور کرنے کی غرض سے مرتب کی گئی ہے جو ہماری بیشتر قومی تحریکوں اور اصلاحوں کا محرک اور بانی تھا یعنی سرسیّد احمد خان علیہ الرحمۃ اگرچہ اس کتاب کے تمام مضامین رسالہ جامعہ کے ایک خاص نمبر میں شایع ہو چکے ہیں لیکن کچھ ترمیم و اضافے کے ساتھ انھیں دوبارہ کتابی صورت میں شایع کیا گیا ہے تاکہ دورِ حاضر میں سرسید کی معنویت کو سمجھا جائے اور موجودہ دور کے مسائل کو حل کرنے میں ان سے خاطر خواہ رہنمائی حاصل کی جائے۔

پروفیسر آلِ احمد سرور کو شکوہ تھا کہ "ہندوستان ابھی تک ہیرو پرستی، ماضی پرستی اور جذباتیت سے آزاد نہیں ہو سکا ہے۔ ہمارے یہاں طرفدار زیادہ ہیں اور سخن فہم کم" (علی گڑھ تحریک)

پیشِ نظر کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہیرو پرستی، ماضی پرستی اور جذباتیت سے خواہ ہندوستان کلیتاً آزاد نہ ہوا ہو لیکن دورِ حاضر میں معنویت پر غور شروع ہو گیا ہے اور طرفداروں کی تعداد میں کمی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو سخن فہموں کی فہرست میں اضافہ ہو رہا ہے۔

سرسیّد نے انتہائی نازک دور میں مسلمانوں کی رہنمائی کی، انھیں سوتے سے جگایا ان کے فرسودہ خیالات اور باطل عقائد کی اصلاح کی اور ان کی مجموعی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کی انھوں نے کتابوں، مضامین اور تقریروں کا ایسا بیش بہا ذخیرہ چھوڑا ہے، جن کا اگر غور اور توجہ سے مطالعہ کیا جائے تو وہ اب بھی رہنمائی اور اصلاح کا فرض انجام دے سکتے ہیں۔ اس لیے سرسید سے ہندوستانی مسلمانوں کو جو گہری

عقیدت ہے اس میں وہ حق بجانب ہیں۔

پیشِ نظر کتاب میں سرسید کے افکار و خیالات پر مختلف اہلِ قلم حضرات نے اظہارِ خیال کیا ہے۔ جن کی رائے معتبر اور جن کے خیالات مستند ہیں۔ موجودہ دور میں سرسید کی معنویت کے موضوع پر پروفیسر محمد مجیب، پروفیسر آل احمد سرور اور پروفیسر عالم خوندمیری کے مضامین اور ضیاالحسن فاروقی اور پروفیسر محمد عمرالدین مرحوم کے مضامین سرسید کے مذہبی خیالات و افکار کو سمجھنے میں خصوصاً بہت اہم ہیں۔ پروفیسر محمد مجیب کا مضمون بہت مختصر مگر بڑا جامع ہے۔ انھوں نے سرسید کی معنویت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ سرسید کے خیالات کی روشنی میں مجیب صاحب کا اندازِ فکر ہمیں بھی دعوتِ فکر و عمل دیتا ہے۔

پروفیسر آل احمد سرور کا مضمون "سرسید کا تہذیبی تصور اور موجودہ دور میں اس کی معنویت" بھی ابتدائی نوعیت کا ہے۔ مضمون خاصا مبسوط ہے۔ سرور صاحب نے تفصیلی طور پر دلیلوں کے ساتھ یہ بتلانے کی کوشش کی ہے کہ سرسید اپنی تحریک کے ذریعے جو انقلاب لانا چاہتے تھے وہ دراصل مذہبی یا سیاسی انقلاب نہ تھا بلکہ تہذیبی انقلاب تھا۔" سرسید کے یہاں مذہبی اصلاح اور سیاسی طریقۂ کار دونوں ضمنی ہیں، بنیادی چیز ان کا تہذیبی تصور ہے۔"

خوندمیری نے سرسید کی معنویت پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ ان کا مضمون بڑا پرمغز ہے اور اس میں فکر و نظر، اصابتِ رائے اور خلوص و ہمدردی بیک وقت نظر آتی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔" جو چیز سرسید کے پاس اہم ہے۔ وہ ان کے نتائجِ فکر نہیں ہیں بلکہ ان کا اندازِ فکر یا طرزِ فکر ہے۔ ان کے جوابات اتنے اہم نہیں جتنے اہم ان کے سوالات ہیں۔ سرسید کی عظمت کا راز یہ ہے کہ انھوں نے مناسب اور موزوں سوالات سوچے اور وہی سوالات سوچے جو زمانے کے ذہنی تقاضوں سے ہم آہنگ تھے۔ یہی زمانے سے ان کی [illegible]

ضیاء الحسن فاروقی اور پروفیسر محمد عمر الدین مرحوم کے مضامین ہیں (مسائل مذہبی) میں سرسید کی دلچسپی بدرجۂ مجبوری ہی سہی مگر سرسری نہیں بہت گہری ہے۔ انھوں نے مذہب کا عمیق مطالعہ کیا اور انھیں محسوس ہوا کہ مذہب کا مروجہ تصور صحیح نہیں ہے اس لیے انھوں نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ اپنی اصلاحی تحریک میں مذہبی اصلاح کا مشکل، پیچیدہ مگر اہم کام شامل کیا جائے۔ سرسید کے دینی اور مذہبی خیالات سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ان کی نیک نیتی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔

پروفیسر محمد عمر الدین کا مضمون "سرسید کا نیا مذہبی طرز فکر" جس کی تلخیص خود مرتب کی ہے — اس سے پہلے علی گڑھ تحریک اور اس کے بعد رسالہ جامعہ کے خاص نمبر میں شائع ہو چکا ہے۔ اس مضمون میں ذیلی عنوانات کے تحت سرسید کے مذہبی طرز فکر کے بارے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے ان لوگوں کو خاص طور سے ہدایت ملے گی جو مذہب کے صحیح مفہوم کو سمجھنا چاہتے ہیں۔

سرسید نے تقلیدی مذہب کی مخالفت کی اور صاف کہا کہ "اگر آپ لوگ تقلید کو نہیں چھوڑیں گے اور خاص اس روشنی کو جو قرآن و حدیث سے حاصل ہوتی ہے، نہ تلاش کریں گے اور حال کے علوم سے مذہب کا مقابلہ نہ کریں گے تو مذہب اسلام ہندوستان سے معدوم ہو جائے گا۔"

پروفیسر محمد عمر الدین کے مضمون کی تلخیص سے "ان باتوں پر روشنی پڑتی ہے جن کی موجودہ حالات میں خاص طور سے اہمیت ہے (مرتب) لیکن مضمون نگار کا اصل مقالہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے جو سرسید اور ان کے مذہبی افکار کو تفصیل کے کے ساتھ سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے اور مذہب کا کسی قدر صحیح تصور ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

جناب رفیع الدین احمد کا مضمون "سرسید کے تعلیمی افکار و خیالات" بھی مختلف ذیلی عنوانات کے تحت حوالوں اور دلیلوں کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ان مضمون کے مطالعہ

طرف رجحانات سے بھی وہ اپنا دامن نہیں بچا سکے۔

ان مقالات کے علاوہ دو مضامین اور ہیں۔ ایک پنڈت جواہر لال کا مضمون "سرسید"، اور دوسرا شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی کا مضمون "سرسید احمد خاں"۔ آخر میں مرتب کی طرف سے سرسید کی اہم تاریخیں پیش کی گئی ہیں۔ جواہر لال نہرو اور شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی کے مضامین کتاب کے اصل موضوع سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ان مضامین سے موجودہ دور میں سرسید کی معنویت کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ جواہر لال نہرو کے مضمون سے یہ تو اندازہ ہوتا ہے کہ سرسید ایک پرزور اور چھا جانے والی شخصیت کے مالک تھے اور انھوں نے مسلمانوں کے دلوں پر اپنا سکہ جما دیا لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ "جو سکہ کسی زمانے میں رائج تھا اس کی آج کل کیا قیمت ہے"

شیخ محمد اسمٰعیل پانی پتی کے مضمون میں سرسید کی ظاہری شکل و صورت، قد و قامت، عادات و اطوار، گھریلو زندگی اور وضع داری کا ذکر ہے (یہ سارا نقشہ وہ ہے جو "مولوی عنایت اللہ کے سحر طراز قلم نے نہایت خوبی سے کھینچا ہے" سرسید کی طرز معاشرت کے اس نقشے کے بعد محمد اسمٰعیل پانی پتی نے اس عظیم الشان شخصیت سے متعارف کرایا ہے۔ طرز معاشرت کا ذکر پانچ صفحات پر پھیلا ہوا ہے اور تعارف دو صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ تعارف تشنہ ہے۔ اور اس کتاب میں ان کا مضمون شامل کرنا غیر ضروری نظر آتا ہے۔

سب سے آخر میں (مرتب کتاب) اعظمی صاحب نے ایک اہم فریضہ سرسید کی زندگی کی اہم تاریخیں لکھ کر ادا کیا ہے۔ اس طرح کے کام موصوف اکثر کیا کرتے ہیں۔ اور اس کام کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کبھی کبھی معمولی کوششوں سے بعض مفید چیزیں سامنے آجاتی ہیں پیش نظر کتاب اس کا بہتر ثبوت ہے کتاب غالباً ان لوگوں کے لیے زیادہ مفید ثابت نہ ہو جن کے پاس رسالہ جامعہ کا خاص نمبر موجود ہے جو لوگ ماہنامہ جامعہ کے اس خاص نمبر کا مطالعہ نہ کر سکے ہوں ان کے لیے یہ کتاب نہایت مفید اور کارآمد ہوگی۔

٭٭

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

اکابرِ تعلیم

مصنّف:۔ سعید انصاری
ناشر:۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ نئی دلی
تقسیم کار:۔ مکتبہ جامعہ لمٹیڈ۔ نئی دلی ۲۵
دلی ۶۔ بمبئی ۳۔ اور علی گڑھ ۲
قیمت:۔ بارہ روپے

پچھلے چند روز جناب پروفیسر سعید انصاری سلمہ اللہ تعالیٰ کی معنوی معیت میں ایک عجیب ذہنی و روحانی سرور و شعور کے عالم میں بسر ہوئے۔ گزشتہ ڈھائی تین ہزار سال کی علم و دانش کی بزم آرائیوں اور روحانی و اخلاقی شمع افروزیوں کے عجیب و غریب مناظر سامنے آئے۔ موصوف نے "اکابرِ تعلیم" کے نام سے جو کتاب برسوں کے مطالعہ اور ذاتی غور و فکر اور تجربے کے بعد تصنیف فرمائی ہے۔ اُس کے مطالعے میں جو وقت صرف ہوا۔ وہ اِس بڑھاپے میں بھی حاصلِ حیات کہلانے کا مستحق ہے۔ انصاف یہ ہے کہ موصوف اس کتاب کی تصنیف اور مکتبہ جامعہ دہلی کے جنرل منیجر شاہد علی خان سلمہٗ اپنی جوہر شناسی اور علمی خوش مذاقی کے لیے جو مفید علمی کتابوں کی اشاعت سے ظاہر ہے، مستحقِ مبارکباد ہیں۔ میری عمر پڑھنے پڑھانے ہی میں گزری ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آج تک اپنی زبان میں یک جائی طور پر ایسے معلمانِ سلف کے خیالات مرتب و منضبط نظر سے نہیں گزرے۔ تو اسے میری بے خبری اور محرومی کے سوا اور کیا کہا جائے گا۔ مگر واقعہ یہی ہے۔ اور وہ بھی اس طرح کہ ادق مضامین کے بیان و تفصیل میں کہیں اُلجھن نہیں، گم شدگیٔ معانی نہیں، معمّہ گوئی اور بجھارت سے کام نہیں لیا گیا۔

اس کتاب میں یورپ و امریکہ اور بھارت کے فلسفیوں اور اخلاقی مفکروں اور معلموں کے مختصر سوانح حیات اور مفصّل اُن کے تعلیمی فلسفہ کی نقاشی کی گئی ہے۔ ان دس علماء میں سے آٹھ یورپ کے علماء و حکماء ہیں۔ جیسے افلاطون، مارٹن لوتھر، جان کومینس۔ جان لاک۔

روسو، پیسٹالوزی۔ فروبیل۔ جان ڈوئی (امریکی) ربندرناتھ ٹیگور اور مہاتما گاندھی۔ آخرالذکر تینوں بزرگ ہمارے ہم عصر ہیں۔ یعنی ہم نے اُن کا زمانہ پایا ہے۔ اور باقی قدما ہیں۔ ہم عصروں میں سے جان ڈوئی کو گو بعد مکانی کی وجہ سے دیکھا نہیں تاہم کسی حد تک پڑھا ضرور ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے دونوں بھارتیوں کو دیکھا بھی ہے اور پڑھا بھی۔ اِن دونوں میں سے گاندھی جی کی محبوب شخصیت زندگی میں بھی محبوب تھی اور شہادت کے بعد سے اب تک بھی محبوب ہے اور انشاء اللہ محبوب ہی رہے گی۔ واہ کیا انسان تھا۔ اور کیا کر کے دکھا گیا۔ اور کس شان سے نعرۂ حق بلند کرتا ہوا جامِ شہادت پی گیا۔

مذکورہ بالا "اکابرِ تعلیم" کی عبقریت اور اُن کے فلسفیانہ نظریات کی گوناگونی کی گلکاریاں بجائے خود ایک مختصر خیال نہیں مختصر خیالات ہیں۔ نہ ان کی بڑائی میں شک ہے نہ اِن کے فلسفہ کی ندرت میں اشتباہ۔ سب نے اپنے اپنے رنگ میں نوعِ انسان کی علمی و ذہنی و روحانی تعلیم و تربیت کی بہترین صورت تجویز کی اور اس کے حصول کا طریقہ بتایا۔ لیکن دیکھ لیجیے دسوں بزرگوار گو مقصد میں متفق ہوں مگر طریقِ کار میں مختلف الخیال۔ کلی طور پر یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے خیالات میں اختلاف کے سوا اتفاق کی کرن ہے ہی نہیں۔ اتفاق ہے مگر اتفاق سے زیادہ اختلاف ہے۔ ہر ایک مفکر ایک ماحول چاہتا ہے جو موجود نہیں۔ ہر ایک کا طریقۂ کار ایک مختصر نمونہ بنا سکتا ہے یا چند افراد۔ مگر ساری سوسائٹی کو ایک رنگ میں نہیں رنگ سکتا۔ ان کی تدبیروں اور طریقوں کو دیکھیے۔ کیا ایک ہیں یا ایک سے زیادہ اور ایک دوسرے متضاد و متقابل۔ ایسا بھی نہیں۔ کیا انسانی ذہن اور دماغ ایک ہیں۔ انسانی خواہشیں اور ان کے مطالبے ایک ہیں۔ اجمالاً ایک ہو سکتے اور ہوتے ہیں مجملاً ہوں بھی تفصیلاً بالکل نہیں۔ کیا سب افراد کا طریقِ تربیت و تعلیم ایک ہو سکتا ہے۔ یہ بھی ناقابلِ قبول اور ناقابلِ عمل ہے۔ اگر ایک لاٹھی کے زور سے سب کو ہانکا جائے گا تو خاطر خواہ نتیجۂ تعلیم و تعلّم معلوم۔ واقعہ یہ ہے کہ قرنہا قرن کے بلند پرواز انسان اپنے اپنے دور میں بلند پروازیاں دکھا گئے۔ اور ممکن ہوا تو برائے نام کچھ نمونے بھی پیش کر گئے۔ لیکن تاریخ کے کسی دور میں ایسا نہیں ہوا کہ کسی فلسفی کے مسلّمہ طریقِ تعلیم کو قبولیتِ عامّہ میسّر

آئی ہو۔ اور اسی طریقِ تربیت نے اس فلسفی کے خاطر خواہ نتائج بھی پیدا کیے ہوں یا ہوئے ہوں۔

کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عالمِ انسانیت کے بڑے بڑے نمایندوں نے اپنے اپنے دور میں خوابِ شیریں یا عالمِ واقعہ میں حسین و دل کش مناظر دیکھے اور عالمِ بیداری میں عمر بھر ان خوابوں کو اپنے لفظوں میں سناتے رہے۔ مگر ان کے خوابوں کی تعبیر کبھی راحتِ عام، رافتِ عام، منظور و مقبولِ عام اور مطلوبِ عوام نہ ہوئی ہے نہ ہو سکتی ہے۔

ہاں اتنا حق ہے کہ عالَم آراؤں نے اپنی پاک فطرتی، بلند نظری سے اپنے اپنے ماحول یا سماج کا بھلا چاہا۔ اسے انسان یا کام کا انسان بنانا چاہا۔ مگر اُن کے ماحول یا اُن کے سماج نے کبھی ان کی کوششوں کو کلیتہً عملاً نہ قبول کیا اور نہ اُن کی راہ حیات کو اپنی راہِ حیات بنایا۔ اگرچہ اُن کے سماج نے بظاہر جھنڈا ان ہی کے نام کا اونچا رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان اکابر کی پُرسوز آواز بے اثر بھی نہیں رہی۔ کچھ نہ کچھ اپنا رنگ ڈھنگ یا نمونہ بھی دکھا گئی جس سے ظاہر ہے کہ معقول مخلصانہ کوشش کسی نہ کسی حد تک چھوٹا موٹا نمونہ یا ماڈل تو تیار کر سکتی ہے۔ مگر پوری سماج کو دوسری سماجوں کے لیے نمونہ نہیں بنا سکتی۔ دیکھ لیجیے آج ملکوں اور قوموں کا حال اور ان کے نامہ ہائے اعمال اور نتیجۂ اعمال جنوب و شمال اور مشرق و مغرب آئینہ کی طرح آپ کے سامنے ہیں۔ کسی نئے نقشہ کے مطابق کہاں عمل ہو رہا ہے اور کیسا ہو رہا ہے اور اس سے نتیجہ کیا برآمد ہوا ہے۔ وقت پر آواز کسی کی نہیں سنی گئی۔ وقت گزر جانے پر نقالوں اور نقالیوں کا طوفان ہر طرف بپا ہو کر، ماحول کی زندگی دو بھر نظر آنے لگتی ہے۔

تو کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ ان حکماء و فلاسفہ کی حکمت و فلسفہ غلط اور ان کے تربیت کے طریقے بے کار تھے۔ ایسا بھی نہیں۔ عام سماج ان کی حکیمانہ باتوں کو بھلے اپنے لیے بے کار خیال کرتی رہے۔ مگر سماج کے ذی ہوش ان کی آواز پر کان دھرتے ہیں۔ ہر حکیم کا پُرحکمت خطاب حکیم ہی سے ہوتا ہے۔ اور سارا

سماج حکیم نہیں ہوجاتا۔ ہر شخص کو افلاطون، لوتھر۔ ڈوری ما ٹیگور اور گاندھی نہیں بنایا جاسکتا۔ اور تو اور اُٹھتے بیٹھتے بڑوں کے نام کی مالا جپنے والے بھی ان کے طریقوں پر عمل نہیں کرتے۔ اس لیے کہ ان کو صرف مالا جپنے پر یقین ہوتا ہے عمل پر یقین نہیں ہوتا۔ بتائیے کس نے کس کے طریقے کو پورے طور پر اپنایا اور اُس کے عالم گیر یا سماج گیر نتائج پیدا ہوئے ہوں۔ اپنی اپنی جگہ یہ سب طریقے قابلِ عمل ہیں۔ مگر ایک حد تک۔ یہ طریقے کام کے ہیں۔ مگر محدود طور پر اور وہ بھی اُسی وقت جب اُن کے لیے مطلوبہ ماحول میسر ہو، اور وسیع پیمانے پر یہ چیز ناممکن ہے۔ کیا عوام و خواص کو بالکل ایک سطح پر لایا جاسکتا ہے۔ ہاں ایک حد تک۔ گاندھی جی کے دور کو دیکھو۔ ٹیگور کے شانتی نکیتن کو سامنے لاؤ۔ اسی طرح تمام معلوم مصلحینِ عالم کے نتائجِ عمل پر نظر ڈالو۔ کیا ہر طرح بے رنگی رنگ ہی نہیں دکھائی دیتا رہا۔ "اپنوں" کی نظر میں اور مدِ مقابل کی نگاہ میں اور۔

سعدی نے گلستاں میں ایک حکایت لکھی ہے کہ کسی "بادشاہ" نے اپنے بیٹے کو اپنے زمانے کے ایک "افلاطون" کے سپرد کیا کہ اسے اپنا بیٹا سمجھو اور اس کی تربیت کرو۔ "افلاطونِ عہد" نے "شاہِ وقت" کا فرمان بسر و چشم قبول کیا۔ شاہزادہ اور استاد زادہ ہم سبق تھے۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے دونوں کا امتحان لیا۔ دیکھا کہ شاہزادہ ابھی بسم اللہ کے گنبد سے برآمد بھی نہیں ہوا۔ اور استاد زادہ علم و ہنر کی منزلیں طے کر چکا ہے۔ بادشاہ نے استاد سے شکوہ کیا۔ "شرطِ وفا بجا نیاوردی"۔ استاد نے جواب دیا۔ "شاہا! طریقِ تربیت تو ایک ہی تھا۔ مگر قدرتی استعداد کا میں کیا کروں۔" سہ

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست — در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

سماج میں بھونڈی نقالی ہمیشہ عام رہی ہے۔ اور تحقیق و تدقیق کے قدرداں یا اُس کی راہ میں جان کھپانے والے خال خال ہی ہوا کرتے ہیں اور یہ تماشا عام ہے۔ میں بمبئی کی حد تک تو عینی شاہد ہوں۔

نوجوانوں میں نت نئے فیشنوں اور بڑوں میں انگریزی پڑھانے کی وبا عام ہے۔

کوئی نہیں سوچتا کہ تتلانے اور ہکلانے والے صاحبزادے برک، میکالے اور شاستری بننے سے رہے۔ انگریزی کو چھوڑیئے کہ یہ دو سو سال کی طاؤسی جلوہ نمائیوں کا بقیہ ہے۔ ملک و قوم کے تمام بچے اور بچیوں کو بغیر ان کی استعداد پرکھے کسی بھی زبان کا عالم کامل بنا کر کیا کیجئے گا۔ نتیجہ ظاہر کہ "مستند" لوگوں کی کمی نہیں۔ کام کے آدمیوں کا کال ہے۔ مدرسے عام ہیں۔ مگر "مدرس"؟ جی ہاں "مدرس" نایاب۔ اکثر پڑھنے والوں کو منزل کا علم نہیں۔ اور بہت سے پڑھانے والے کو پڑھانے کا موضوع معلوم نہیں۔ اپنے مضمون سے دلچسپی نہیں۔ محض روزی کمانے کا ایک حیلہ ہے۔ الّا ماشاء اللہ۔

اگر خدا توفیق دے۔ مطلوبہ ماحول میسّر ہو اور ایسے لوگ موجود ہوں جو بچوں کو مطلوبہ معیار کے مطابق تعلیم و تربیت دلانا چاہتے ہوں اور خود متعلّم نوخیزوں کی قدرتی بناوٹ بھی ایسی ہو کہ کسی مقصدِ عظیم کے حصول کی طرف پوری دلچسپی سے کام کر سکتے ہوں تو منتشر اور منفصلہ بالا سارے طریقے آج بھی نتیجہ خیز اور ثمر آمیز ہو سکتے ہیں۔ ورنہ اوپر کے تمام طریقے خواب سے ہیں اور اگر کہیں کسی حد تک کامیابی ہوئی بھی ہے تو اس کی کیفیت خواب کے سے نظارے کی رہی ہے۔ اور سماج میں نقالیاں ہر جگہ۔ ہر زمانہ میں ہر رنگ میں ہوتی رہی ہیں۔ جن میں اصلیّت برائے نام اور ایکٹروں کے دھوم دھڑکے کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔

سوال یہ ہے کہ پھر کیا کیا جائے۔ اس بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ گو علمی و فنّی و اخلاقی ماؤنٹ ایورسٹ کو پیشِ نظر یا مطمحِ نظر رکھنے میں عیب نہیں۔ لیکن خصوصیت سے توجہ اس طرف چاہیئے کہ سماج کو کن کن چیزوں اور کیسے کیسے کارکنوں کی ضرورت ہے۔ وہ سب کام قابلِ تعلیم ہیں اور ایسے سب لوگ قابلِ تربیت، اس کام کو بحسن و خوبی انجام دے سکیں۔ نااہلوں کو آسمان پر چڑھانے کی بجائے اہلوں کی مناسب مدد سے کبھی غافل نہیں ہونا چاہیئے۔

"اکابرِ تعلیم" میں اکابر جامعہ ملیہ کے حضرت مجیب کے نام کے سوا یہ کتاب انہی کے نام معنون ہے۔ باقی پچاس سالہ دور میں قابلِ ذکر اور کوئی شخص نظر ہی نہیں آیا حتیٰ کہ ذاکر حسین صاحب بھی۔ اور کیا عرض کیا جائے۔

اُردو کی نعتیہ شاعری

مصنف: ڈاکٹر طلحہ رضوی برقؔ
ملنے کا پتہ: دانش اکیڈمی جنگی محلہ (آرہ)
قیمت: ۵ روپے

اُردو میں نعتیہ شاعری کی روایت بے حد پرانی ہے بلکہ اگر تحقیق کی جائے تو یہ پتہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اُردو کی ابتدا ہی نعتیہ شاعری سے ہوئی ہے۔ اُردو کی نعتیہ شاعری کے سلسلہ میں جناب طلحہ رضوی برقؔ کی زیر نظر کتاب بقول ان کے ایک مضمون کے طور پر شروع کی گئی تھی بعد میں دوستوں کے اصرار پر اس کو کتابی شکل دیدی گئی انھوں نے جس رسالہ "جام نور" کا حوالہ دیا ہے وہ مذہبی طور پر کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں ہے۔

رضوی صاحب کی یہ کتاب اُردو میں نعتیہ شاعری کا ایک اجمالی خاکہ کہی جا سکتی ہے۔ جس کو انھوں نے سرسری طور پر تحریر کر دیا ہے۔ حضرت امیر خسروؒ سے لے کر عمیق حنفی تک انھوں نے سارے شاعروں کے نام گنوانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا ہے، آخر میں انھوں نے جو امدادی کتابوں کی فہرست دی ہے اس میں بہت سی کتابیں ایسی ہیں جو انھوں نے عام قارئین کے ذہن کو متاثر کرنے کے لیے لکھی ہیں ان کتابوں کا ان کے موضوع سے بالکل تعلق نہیں ہے۔ انھوں نے جس موضوع کو ہاتھ لگایا تھا وہ بے حد اہم اور انتہائی نازک تھا۔ لیکن انھوں نے اس کو عام مضامین کی طرح ہی لکھ ڈالا۔ بہر حال برقؔ صاحب نے ایک اچھا قدم اٹھایا ہے۔ جس پر ان کو مبارکباد نہ دینا ناانصافی ہوگی۔ آخر میں اپنی نعت شائع کر کے انھوں نے خود کو بھی نعت گویوں کی صف میں شامل کر لیا ہے۔

کتاب میں زبان و بیان نیز گرامر کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ کتابت نہ بہت اچھی ہے اور نہ بہت خراب بس آپ پڑھ ضرور سکتے ہیں۔ کتاب کی قیمت بہت زیادہ ہے اگر کچھ کم ہوتی تو عام مسلمانوں کو خریداری میں آسانی ہوتی۔

ے فراہم کرتی ہے اور میرے خیال میں یہی اس کی سب سے بڑی خصوصیت ہے اس کو دانش اکیڈمی ملکی محلہ ضلع آرہ (بہار) نے شائع کیا ہے۔

سلمان رضوی

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

مصنف: راجندر سنگھ بیدی
قیمت: دس روپے
ناشر: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵

"ہاتھ ہمارے قلم ہوئے" راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں کا مجموعہ ہے جس میں، ہاتھ ہمارے قلم ہوئے ہر ایک سگریٹ، کلیانی، مِتھن، باری کا بخار، سونفیا، وہ بُڈھا، جنازہ کہاں ہے۔ تعطل اور آئینے کے سامنے دس افسانے شامل ہیں۔

راجندر سنگھ بیدی اُردو کے ممتاز ادیب ہیں انھوں نے زندگی کا جو شعور حاصل کیا ہے اس کو فن میں منتقل کر دیا ہے۔ اس لیے ان کی تخلیقی تحریروں میں ایک طرف وہ جمالیاتی کیفیت ہے جو فن کو حسین اور دلکش بناتی ہے اور دوسری طرف معنویت ہے جو اس کو عظمت اور افادیت سے ہمکنار کرتی ہے۔ زیر نظر افسانوں کے مجموعہ میں ہر ایک افسانہ ان دونوں خصوصیات کا حامل ہے۔ جہاں تک فن کا سوال ہے۔ بیدی کسی فیشن اور فارمولے کے پابند نہیں وہ اپنے ذاتی تجربوں کو سماجی پس منظر میں سجا کر پیش کرتے ہیں اس لیے ان کی کہانیوں میں افسانہ کی وہ ٹکنیک نظر نہیں آئے گی جو روایتی ہے بلکہ ہر افسانہ کی اپنی مخصوص ہیئت ٹکنک اور زبان ہے جو اس میں بیان کیے ہوئے تجربے کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے۔ بیدی نے "ہاتھ ہمارے قلم ہوئے" میں بالواسطہ طور پر افسانہ کے مرکزی کردار گناہگار جاہن سے اپنے افسانوں کی ٹکنیک کے بارے میں ہلکا سا اشارہ ان الفاظ میں کرایا ہے۔

> "پہلے میں بہت بے ضرر قسم کی کہانیاں لکھتا تھا۔ جن کا تعلق محض سطح سے تھا۔ اب جب کہ میں نے انسان کے تحت الشعور میں جانے کی کوشش کی ہے تو پہلے ہی نقادوں نے کہنا شروع کر دیا کہ تم جنس

دراصل بیدی کے زیرِنظر افسانوں میں تجربے کی ندرت اور تکنیک کے تجربوں کا احساس ہوتا ہے، ہاتھ ہمارے قلم ہوئے بظاہر ایک گناہگار جاہن کی کہانی ہے جس میں وہ فادر روزاریو کے سامنے اعترافِ گناہ کرتا ہے۔ مگر اس کنفیشن میں وہ اس دور کے ایک بالغ نظر، حساس اور باشعور انسان کی طرح ابھرتا ہے۔ اس کے ہر جملہ میں سماجی معنویت کا پرتو ملتا ہے۔ اس کی تکنیک پر "شعور کی رو"، کا اثر بھی ہے "آیئنے کے سامنے" بھی ایک ایسی کہانی ہے جس میں بیدی کی شخصیت اور شخصی تجربوں کی جھلک ملتی ہے۔ اسی طرح بارتا کا بخار، کلیانی اور وہ بڈھا ایسے افسانے ہیں جن میں خود کلامی اور داخلی خود کلامی کی تکنیک برتی گئی ہے۔ ان افسانوں کی بہت اہم خوبی یہ ہے کہ ان کی یہ تکنیک اگرچہ نئی ہے مگر وہ فنی تجربے کی ترسیل کا موثر ذریعہ بھی ہے۔ اس دور کی بہت سی ایسی کہانیاں ہیں جو مہمل ہو گئی ہیں۔ بیدی نے اپنی فنکارانہ مہارت سے کہانیوں کی مہملیت سے بچایا ہے ان میں وہ ابہام ہے جو تخلیقی فن کا حسن ہے۔

جہاں تک بیدی کی کہانیوں کی زبان کا تعلق ہے۔ وہ خالص بول چال کی زبان ہے۔ اس پر ادبیت کا رنگ غالب نہیں۔ بول چال کی زبان میں ترسیلی عناصر کی فراوانی ہوتی ہے اور ہر بات کو اس کی تازگی اور خالصیت کے ساتھ دوسروں تک منتقل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ بیدی اس نکتہ سے آگاہ ہیں اس لئے انہوں نے جملوں کی ساخت سے لے کر منفرد لفظوں تک بول چال کی زبان کے امکانات سے کام لیا ہے۔ ان کی زبان میں ہندی اور پنجابی زبان کے عناصر بھی شامل ہیں جو ان لوگوں کے لیے نامانوس اور اجنبی نیز ناقابلِ فہم ہیں جو افسانوں میں بھی ادبی اور روایتی زبان پڑھنے کے عادی ہیں میری رائے میں بیدی نے ہندی پنجابی اور مقامی بولیوں کے ذخیرہ الفاظ کو اپنے افسانوں میں سمو کر اردو کی بڑی خدمت کی ہے اور اس کے ذخیرہ الفاظ اور انداز و اسالیب کو وسعت دی ہے۔

میں نے سطورِ بالا میں بیدی کے افسانوں میں سماجی معنویت کا مذکرہ کیا تھا، اگرچہ

ہر فن اور اس کی ہر حیثیت کا تعلق زندگی سے ہوتا ہے مگر اہم بات یہ ہے کہ اس تعلق کی نوعیت کیا ہے۔ منفی ہے یا مثبت، سطحی ہے یا شدید اور گہرا، بیدی نے اپنی کہانیوں میں اس دور کی سفاک حقیقتوں کے تاثر کو اس خوش اسلوبی سے پیش کیا ہے کہ ایک طرف اس میں خارجیت کا رنگ نظر آتا ہے اور دوسری طرف داخلیت کا، اور یہ دونوں رنگ مل کر ایک ایسی معنوی وحدت بن جاتے ہیں جس میں بصیرت اور مسرت دونوں شامل ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنی کہانیوں میں فرقہ وارانہ فسادات مسئلہ کشمیر، ادیبوں کے مسائل، انسان کی داخلی اور خارجی زندگی کی کشمکش، صنعتی زندگی کے قہر، روحانی قدروں کے زوال، جنسی ریلودگی، اقتصادی بد حالی نسل وفوقیت کے جنون اور اس دور کی دوسری اہم تبدیلیوں اور اثرات کو بڑی خوش اسلوبی سے کبھی براہ راست کبھی طنزیہ اور کبھی بالواسطہ انداز میں پیش کیا ہے بعض میں ایک آرٹسٹ کی مجبوریاں اور آرٹ کے بیوپاری کا جبر اور دونوں کی نفسیاتی کشمکش اقتصادیات کے رشتوں میں ابھرتی ہے " وہ بڈھا" میں ایک نوجوان لڑکی کی نفسیاتی کشمکش خود کلامی کے انداز میں ابھرتی ہے۔ تعطل میں ایک خوفزدہ نوجوان کی داخلی کشمکش کو پیش کیا ہے۔ البتہ بعض کہانیوں میں وہ حصے گراں گزرتے ہیں جہاں بیدی ڈپٹی نذیر احمد کی طرح حالات پر وعظ کہنے لگتے ہیں اور یہ حصے پورے افسانوی کینوس پر غیر مربوط اور الگ تھلگ لگتے ہیں۔

میری رائے میں اس دور کے افسانوں پر کوئی کام اس وقت مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کتاب کے افسانوں کو اس میں شامل نہ کر لیا جائے۔

کتابت طباعت عمدہ ہے زیر نظر کتاب ۱۸×۲۲/۸ سائز پر مکتبہ جامعہ نے عمدہ ٹائٹل کے ساتھ شایع کی ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

نئی مطبوعات

کتاب	مصنف	قیمت
املا نامہ	ڈاکٹر گوپی چند نارنگ	۱/-
ماہیں	رابعہ خاتون	۱۸/۰
دال داغ داغ	فریدہ انیس	۱۳/۵۰
زرد پھول	قیصر شاہین	۹/-
شاخ گل	کالیداس گپتا رضا	۶/۰
سوویت وسط ایشیا کی جمہوریتیں	سلامت علی مہدی	۴/-
سوویت یونین میں مسلمان اور اسلام	" " "	۱/۵۰
یہ قربتیں یہ دوریاں	خلش دہلوی	۱۰/-
اقبال اور انسان	اشفاق حسین	۸/-
آنچل	احمد ندیم قاسمی	۷/-
صبح کا سورج	فیض الحسن خیال	۲/۵۰
سحر ہونے تک	فرید عشرتی	۴/-
زخم صدا	اعزاز افضل	۷/۵۰
نیا جزیرہ	اسلم عمادی	۷/-
کڑوی خوشبو	سلیمان ادیب	۳/۵۰
صبح فاران	شمیم کرہانی	۳/۵۰
شش جہت	ساحل مانگپوری	۳/-
معاون آر، ایم، پی	یوسف ندیم نیازی	۱/۵۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور نئی کتاب

دینِ الٰہی اور اس کا پس منظر مولانا محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

اس مقالے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے استاد تاریخ پروفیسر محمد اسلم کی کتاب "دینِ الٰہی" پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں بدایونی کے بیانات اکبر، شیخ مبارک، فیضی اور ابو الفضل کے بعض خیالات اور حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمتہ کے موقف پر بڑی صراحت سے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اس لحاظ سے بھی قابلِ مطالعہ ہے کہ اس میں جدید تحقیقی خصوصیت کے ساتھ اس سچے "مذہبی رجحان کی ترجمانی ہے جس سے زندگی میں معنویت اور مقصدیت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی خدمت در حقیقت خدا کی عبادت ہے۔

قیمت :- چار روپے

"ناولستان" نئی دلی کے دلچسپ ناول

منزلیں پیار کی

"ناولستان" نئی دلی کا نیا ناول

منزلیں پیار کی (نفسیاتی ناول) (ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ دنوں بعد وہ نفسیاتی اُلجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جبر ہی اُن کی شرافت کا معیار رہ جاتا ہے "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنے ناول "منزلیں پیار کی" میں نوعمری اور دولت کے جزیروں میں دو حسین لڑکیوں کی گرفتاری اور رہائی کی نفسیاتی داستان پیش کی ہے۔ ہمیں اپنے سماج کا جائزہ لینے، جذبہ اور محبت کے فرق کو محسوس کرنے نیز نفسیاتی اور جنسیاتی نقطۂ نگاہ سے ازدواجی زندگی کو سمجھنے کے لیے یہ ناول ایک معتبر و ہمکار رفیق ہے۔ قیمت: آٹھ روپے

جلیس (ناول) انور کمال حسینی

زمانہ بدل گیا، زندگی کی قدروں میں تبدیلی آگئی، لیکن آج بھی انسان بہت سے معاملات میں روایتوں کا شکار اور رسموں کا غلام ہے۔ آہوں کراہوں اور تلخیوں میں ڈوبی ہوئی یہ داستان صرف جلیس نامی طوائف ہی کی نہیں بلکہ ایک پورے معاشرے کا آپریشن ہے۔ انسانی تہذیب کی عکاسی ہے۔ قیمت: ۴/۵۰

اللہ میگھ دے (ناول) رضیہ سجاد ظہیر

قدیم وجدید نظریات کا ٹکراؤ۔ محبت کی کسک، قدیم روایتوں اور قدروں کا احترام، بے لوث خدمت کا جذبہ اور دوسری طرف خود غرض سیاست اور ناکارہ سیاسی مشینری کی حقیقتیں اس ناول میں اس خوبی سے پیش کی گئی ہیں کہ اس کے ذریعے آج کے لکھنؤ کی قلمی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اور بے ساختہ کلمۂ تحسین منہ پر آ جاتا ہے۔ قیمت: ۴/۵۰

اُلجھی ڈور (ناول) صالحہ عابد حسین

آج کی نوجوان لڑکیاں کن کن اُلجھنوں کا شکار ہیں۔ اِن کے ذہنوں میں کس قسم کے خیالات پرورش پا رہے ہیں۔ وہ مستقبل کو کس زاویے سے دیکھتی ہیں؟ یہ ناول اسی کشمکش کو پیش کرتا ہے۔ قیمت: ۴/۵۰

کتاب کا

جولائی ۱۹۷۴ء

پا بہ جولاں (ناول)

صغرا مہدی

یہ ناول نئے دور کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے مسائل، اُن کی مشکلات اور اُن کی ذہنی کیفیت کو پیش کرتا ہے۔ کردار نگاری اور جذبات کا بہترین شاہ کار۔

قیمت: ۹/۰

دوسرے کنارے تک (ناول)

عزیز قیسی

یہ کہانی ایک لڑکی کی ہے جو ہندوستان کے کسی بھی کونے میں آپ کو مل سکتی ہے۔ گھر کے اندھیرے میں بند، ماں باپ سے کھنچی کھنچی، اپنے آپ سے گھبرائی ہوئی لڑکی جس کی آنکھوں میں ایک نہیں ہزاروں افسانے ہیں۔ ہزاروں لیکن پھر بھی زبان خاموش ہے بالکل خاموش۔

قیمت: ۴/۵۰

اپنی اپنی صلیب (ناول)

صالحہ عابد حسین

دُنیا کی اِس چہل پہل میں ہر انسان اپنے دُکھ درد کا بوجھ، اپنی اپنی صلیب، اپنے کندھوں پر اُٹھائے چلا جا رہا ہے۔ ایک دوسرے کی تکلیفوں اور مصیبتوں پر بے دردی سے ہنستا ہے یا ہمدردی سے کڑھتا ہے۔ مگر کوئی کسی کا غم بانٹ نہیں سکتا۔ اسی کا نام زندگی ہے۔ اور اسی زندگی کی جیتی جاگتی، دل کش اور دل فریب تصویر صالحہ عابد حسین نے اپنے جادو نگار قلم سے اس خوب صورت ادب پارے میں کھینچی ہے۔

قیمت: ۸/۰

کالا شہر گورے لوگ (ناول)

احسان الحق

"کالا شہر گورے لوگ" ایک بین الاقوامی ناول ہے۔ جس کا میدانِ عمل ملکی سرحدوں، مذہبی دیواروں اور رنگ و نسل کی تفریق سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یہ آج کا ناول ہے۔ مستقبل کا ناول ہے، گزشتہ کل سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

قیمت: ۵/۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ ۲

پرنٹر پبلشر سید احمد رفیقی نے جمال پرنٹنگ پریس دلی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دلی ۲۵ سے شائع کیا۔

مینجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵

لائبریریوں کے لیے سالانہ
دو روپے

اگست ۱۹۷۴ء
جلد ۱۵ شمارہ ۸
سالانہ
پانچ روپے
فی پرچہ
۵۰ — پیسے

آہ حسین حسّان ندوی

اس مہینے آسمانِ ادب کا ایک اور درخشندہ ستارہ ڈوب گیا۔ ہماری مراد ماہنامہ پیام تعلیم کے مدیرِ شہیر جناب حسین حسان ندوی، جامعی سے ہے جو ایک مختصر علالت کے بعد ۱۳ - جولائی ۱۹۷۴ء کی صبح کو اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے۔

حسین حسان صاحب ابتداءً ۱۹۳۱ء میں مکتبہ جامعہ سے وابستہ ہوئے۔ اسی وقت سے پیام تعلیم کی ادارت ان کے سپرد ہوئی۔ پیام تعلیم دراصل قبلہ ذاکر صاحب کی خواہش کے مطابق عوام کو جامعہ ملیہ اسلامیہ سے روشناس کرانے اور اس کی تعلیمی سرگرمیوں سے باخبر رکھنے کے لیے نکالا گیا تھا جس کی ادارت سعید انصاری اور ڈاکٹر سید عابد حسین فرما چکے تھے۔

حسین حسان صاحب کو بچوں کے ادب سے خاص لگاؤ تھا ان کے اس رجحان اور لگن کو دیکھتے ہوئے ذاکر صاحب قبلہ نے انھیں اجازت دیدی کہ پیام تعلیم کو بچوں کا رسالہ بنا دیا جائے۔ چناں چہ سنہ ۱۹۳۱ء سے ۱۹۴۷ء تک مرحوم نے اس

اس شمارے میں

خوش اسلوبی سے اس کی ادارت کی بہت جلد پیام تعلیم نے بچوں کے رسالوں میں بہت
بلند مقام حاصل کرلیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ اس کے قلمی معاونین میں ذاکر صاحب قبلہ
پروفیسر محمد مجیب۔ ڈاکٹر سید عابد حسین، پروفیسر رشید احمد صدیقی، پروفیسر آل احمد سرور
اور سید ابو تمیم فریدآبادی جیسی شخصیتیں شامل تھیں۔

۱۹۴۷ء کے ہنگاموں میں مکتبہ جامعہ کا تمام اثاثہ راکھ کے ڈھیر میں منتقل کردیا گیا
تو پیام تعلیم کی زندگی کا چراغ بھی گل ہوگیا۔ ۱۹۴۹ء میں حسین صاحب مرحوم کی خدمات جامعہ
ملیہ اسلامیہ کے شعبۂ تعلیم و ترقی نے حاصل کرلیں جہاں کم پڑھے لکھے بالغوں کے لیے مرحوم
نے بیسیوں کتابیں لکھیں جو مقبول ہوئیں۔ اس عرصے میں پیام تعلیم کا دوبارہ اجرا ہوا۔ مگر
اس کی ادارت اطہر پرویز صاحب (حال شعبۂ اردو، مسلم یونیورسٹی) کے سپرد ہوئی۔
کچھ دن بند رہنے کے بعد ۱۹۶۴ء سے پیام تعلیم کے تیسرے دور کی ادارت آخری دم تک
حسین حسان مرحوم فرماتے رہے۔

مرحوم حسین حسان، ندوۃ العلماء سے فارغ ہوکر جامعہ ملیہ میں تعلیم کی غرض سے آئے
تھے کہ ۱۹۳۰-۳۱ء کی سیاسی تحریک نے زور پکڑا اور مرحوم نے اس میں سرگرم حصہ لیا۔ اس جرم
میں قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھائیں۔ اتنی کہ ان کی صحت پر اس کا اثر پڑا۔ مستقل مزاجی کا
یہ عالم تھا کہ انگریزوں کی پولیس کے ہر تشدد کے باوجود مرحوم نے وہ راز منکشف نہ ہونے
دیا جس کے وہ امین تھے۔ جن لوگوں نے اس زمانے کی پولیس کی زیادتیاں برداشت کی
ہیں جانتے ہیں کہ کیا کیا ہتھکنڈے استعمال کیے گئے ہوں گے۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے انسان تھے، وضع داری، رکھ رکھاؤ، چھوٹوں بڑوں
اور برابر والوں سے ملتے وقت ان کے مراتب کا لحاظ، بات چیت میں شائستگی، بیچ
بیچ میں لطیفے اور چٹکلے، اور ہنسی ہنسی میں پتے کی بات کہہ جانا ان کا طرۂ امتیاز تھا
ان کے انتقال سے حلقۂ احباب میں پژمردگی چھاگئی۔

۱۳ر جولائی کو بعد نماز ظہر مرحوم کے جسدِ خاکی کو جامعہ ملیہ اسلامیہ کے قبرستان میں
سپرد خاک کیا گیا۔ ۱۵ر جولائی کو جامعہ ملیہ کی مسجد میں قرآن خوانی کے بعد شیخ الجامعہ پروفیسر
مسعود حسین خاں کی صدارت میں تعزیتی جلسہ ہوا جس میں شمس الرحمٰن محسنی اور ڈاکٹر
سید عابد حسین نے وقت کی کمی کے باعث مختصر تقریریں کیں
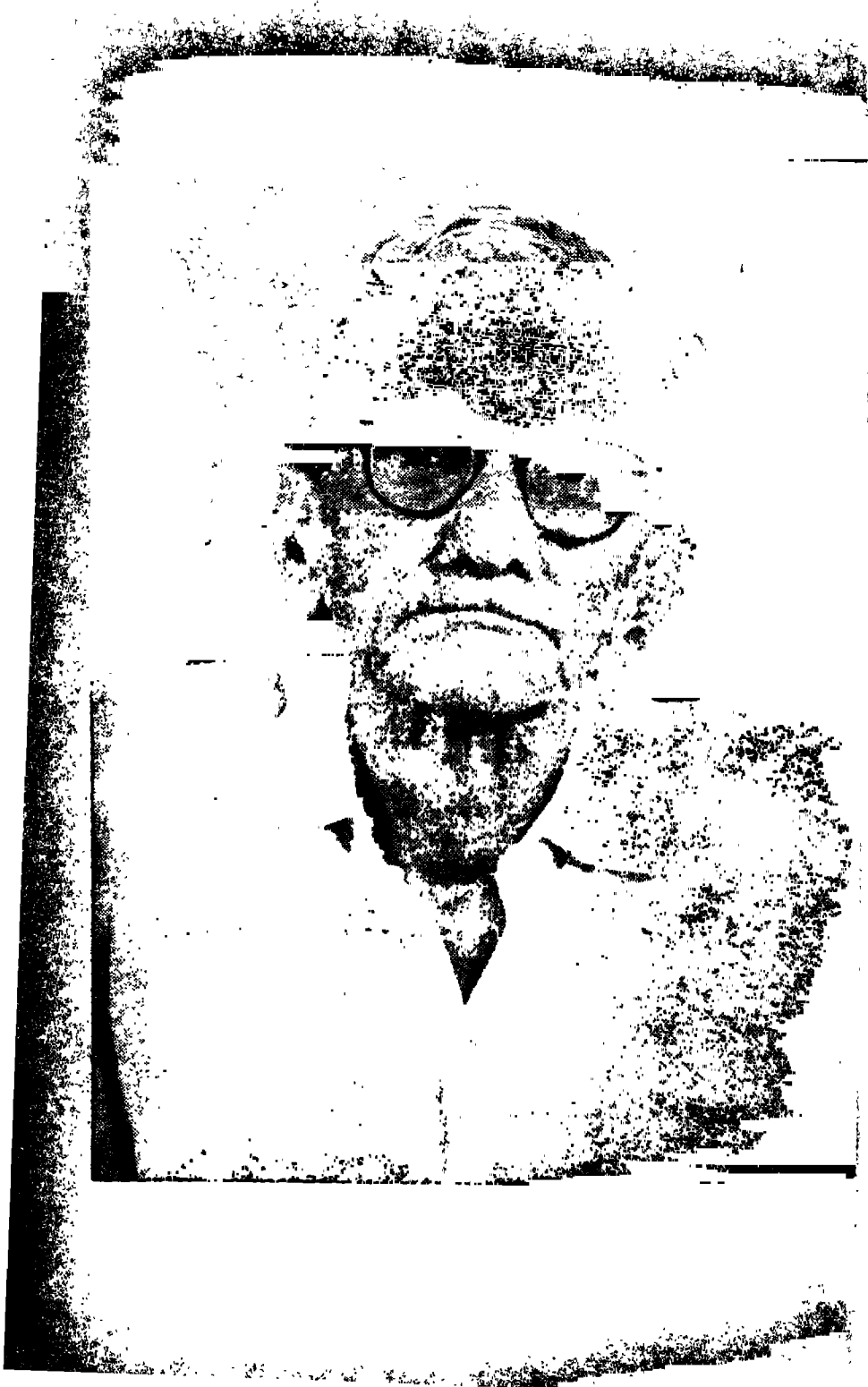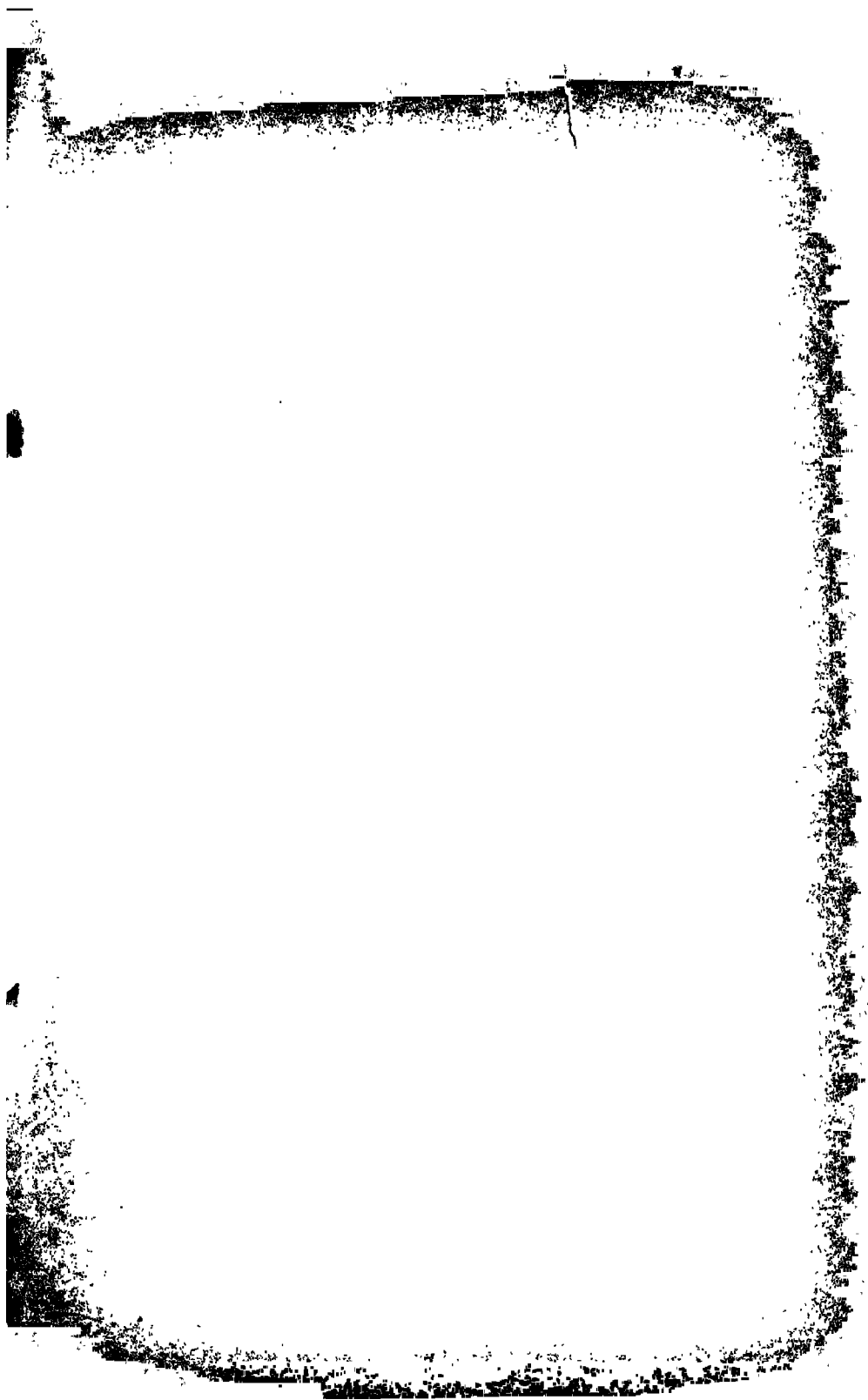
ہو کر حسب ذیل تعزیتی قرارداد منظور کی۔

" جامعہ ملیہ اسلامیہ کے استادوں اور مکتبہ جامعہ کے کارکنوں کا یہ جلسہ، جامعہ کے قدیم طالب علم، بچوں کے مشہور ادیب اور پیام تعلیم کے اڈیٹر جناب محمد حسین حسان صاحب کے انتقال پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ ان کے انتقال سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو آسانی سے پُر نہیں کیا جا سکتا۔

مرحوم نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد جامعہ ملیہ میں داخلہ لیا، آگے چل کر وہ جامعہ پریس میں، جو اُن دنوں صدر بازار میں تھا، کام کرنے لگے، اسی زمانے میں انھوں نے جنگِ آزادی میں حصہ لیا۔ جس کی بنا پر جیل گئے اور رہائی کے بعد مکتبہ جامعہ میں بچوں کے مشہور رسالہ پیام تعلیم کے اڈیٹر مقرر ہوئے، جس نے موصوف کی ادارت میں بڑی ترقی کی اور ملک کے ممتاز ترین رسالوں میں شمار ہونے لگا۔ اس فرض کو اپنی زندگی کے آخری سانس تک کمال خوبی اور ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے رہے، اس کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے متعدد کتابیں لکھیں۔ بیچ میں کچھ عرصے کے لیے مرحوم کی خدمات ادارہ ادارۂ تعلیم و ترقی میں منتقل ہو گئی تھیں، جہاں انھوں نے نوخواندہ بالغوں کے لیے بھی کتابیں لکھیں، مرحوم کی یہ کتابیں جو بچوں اور نوخواندہ بالغوں کے لیے لکھی گئی تھیں، ملک میں بہت مقبول ہوئیں اور ان سے بچوں اور اَن پڑھ بالغوں کے ادب میں مفید اضافہ اضافہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ آمین!"

عبد العزیز خالد

حالی

(اتوار ۵ رمئی کو سینٹ ہال لاہور میں یومِ حالی کی تقریب میں پڑھی گئی)

کیا کروں وصف و ثنائے حالیِ جادو بیاں
جس نے بخشا سوزِ پنہاں کو فروغِ جاوداں

پیشرو اقبال کا، راہِ ادب کا رہنما
جس کی لَے میں ہے بم و زیر درائے کارواں

وہ نوائے شاعرِ فردا کہ جس کے لب پہ ہے
نغمۂ عصرِ رواں کے ساتھ ذکرِ رفتگاں

پیرویِ مغربی کا مشورہ جس نے دیا
خوب و ناخوبِ اُمم کا راز جس پر تھا عیاں

خامۂ مژگاں سے لکھا جس نے حرفِ دردِ دل
بن گئی رزقِ تمنا جس کی جانِ ناتواں

شبلی و آزاد کے حلقے کا وہ رکنِ رکیں
شیفتہ کے فیض نے جس کو بنایا نکتہ داں

پیر سرسید تھا جس کا، جس کا عبد الحق مرید
جس پہ غالب کو بھی ہوتا ہے رقابت کا گماں

نظم میں بھی، نثر میں بھی اپنی طرزِ جدید
ہے وہ ذوالقرنین یا سکندرِ صاحب قِراں؟

ہے طبیعت منفرد اس کی، بضاعت منتخب
اس نے کھولی شہر میں سب سے الگ اپنی دکاں

شعر جس کا قیدِ بندِ وقت سے آزاد ہے
جس کے گلشن کی بہاروں کو نہیں بیمِ خزاں

کہنہ لفظوں میں جہانِ فکرِ نو آباد ہے
بات معنی خیز لیکن سہل و سادہ ہے زباں

ہم صفیر و ہم نوائے پردہ سنجانِ چمن
پیچ کر حرفوں میں پرکھا ئیت کا دکھلائے سماں

فاختہ کا جذب ہے سوزِ فغانِ عندلیب
ہم سخنور ہیں سمجھتے ہیں پرندوں کی زباں

جس نے بیوہ کی مناجاتِ حزیں اس سے سنی
اس سے پوچھو کیا اثر رکھتی ہے تاثیرِ زباں

کون دے سکتا ہے ایسے خوشنوا کی چپ کی داد؟
کون پڑھ سکتا ہے اس پیارے کو بے آہ و فغاں

شاہدِ معنی ہے صورت گر لباسِ نظم میں
سادہ پُرکاری میں جھلکیں سینکڑوں رعنائیاں

نکتہ چینو! کیوں نہیں لکھتے مسدس کا جواب؟
دیکھ کر سورج کو سکچاتی ہیں کوکا بیلیاں

وہ تو نباضِ یگانہ ہے فنونِ شعر کا
نکتہ سنج ایسا زمانے میں پھر آئے گا کہاں؟

اِک نیا اسلوب و پیرایہ سوانح کا دیا
سعدی و سرسید و غالب کی لکھ کر داستاں

جس نے شعر و شاعری کی ایسی بوطیقا لکھی
سینہ کوبی میں مجالِ نغمہ جس نے صرف کی
فقر و عسرت میں کٹی عمرِ عزیز اس کی مگر
فن نے کی تھی اس کو دولت بے نیازی کی عطا
اِنَّ لِلْھِجْرِ رِجَالًا وَرِجَالًا لِلْوِصَال
جھوٹ لکھتا ہے اگر شاعر تو وہ شاعر نہیں
رہ گئے ہیں بس یہی دے کے موضوعِ سخن
وہ بھی شاعر تھا بڑا شاعر پر ایسا شخص تھا
عالموں کا شمس تھا وہ شاعروں کا افتخار
پیکرِ سنجیدگی تھا وہ مجسم سادگی
لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ پر اس کا عمل
اس کے غصے میں بھی تھی دلسوزی ملامت میں لگاؤ
اعتدال اس کی طبیعت میں تھا اس انداز کا
پاک تھا آلائشوں سے بندشوں میں بے لگاؤ
دلگدازی کے وہ منظر دلنوازی کے وہ رنگ
تھا بلا تفریقِ ذات و قوم سب کا خیر خواہ
جس نے پانی پت کے میداں کو بنایا گلزمیں
جس نے بتلایا پرستارِ متاعِ غیر کو
دم میں جب تک دم رہا قوم و وطن کا غم رہا
ہر قدم جو شعر و انشا کا ترقی خواہ تھا
کتنے رُخ ہیں اس کی شخصیت کے کتنے زاویے
ہے وصی غالب کا، پُرکھا ہے وہ اقبال کا
شاعروں کے ہیں سب اندازِ سخن دیکھے ہوئے
اے مرقع ساز! یہ خالی ہنرمندی نہیں
حالی و اقبال و غالب کو میں کرتا ہوں سلام

اک جہانِ معنی کا جس کے نکتے نکتے میں نہاں
جو زیاں کرتا ہے اپنا بہرِ نفعِ دیگراں
زندگی بھر وہ رہا یا قوتِ بارِ دُرفشاں
سامنے گنجِ ہنر کے کیا ہے گنجِ شایگاں؟
کس نے تقسیمِ معیشت کی ہے ان کے درمیاں؟
ہے ریاضِ اس کا ہُنر اس کی ودیعت رائیگاں
ذکر و فکرِ این و آں، حرف و حکایاتِ بتاں؟
جس سے ہوتی ہے دو چنداں آبروئے دودماں
تھا خصوصی اس پہ گویا لطفِ خلّاقِ جہاں
نرم گفتاری میں تھی کیفیتِ آبِ رواں
معترف اس کے اویسی خلق کے پیر و جواں
مہربانی یوں کرے جیسے کہ ہوتا مہرباں
غم میں رہتا تھا شگفتہ نا خوشی میں شادماں
سب سے رہتا تھا الگ دنیا میں سب کے درمیاں
تھا نشیمن امن و عافیت کا اس کا آستاں
تھا وجود اس کا عزیزوں کے لیے حرزِ اماں
کوچۂ انصار جس کے دم سے تھا رشکِ آسماں
مٹی اپنے دیس کی ہے رشکِ مشک و زعفراں
زندگی اس کے لیے تھی اک مسلسل امتحاں
ہر روش جس نے جگایا جادوئے حسنِ بیاں
کس قدر دشوار ہے الطافِ حالی کا بیاں
شوق سے جس نے اٹھایا شعر کا بارِ گراں
ہے الگ سب سے مگر ان دردمندوں کا بیاں
یہ خداوندی ہے توفیقِ خدائے مستعاں
میں کہ ہوں اردو زباں کا شاعرِ آخر زماں!

عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی

مفتی صدر الدین خاں آزردہ

(۲)

__سلسلۂ تلمذ:__- مفتی صدرالدین آزردہ کا سلسلۂ تلمذ یوں ہے۔

منقولات میں۔ ۱- مفتی صدرالدین آزردہ۔ ۲- حضرت شاہ عبدالعزیز و حضرت شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر۔ ۳- حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ ۴- شیخ ابوطاہر مدنی ۵- شیخ ابراہیم کردی۔ ۶- احمد قشاشی۔ ۷- الشمس محمد بن احمد الرملی۔ ۸- الزین زکریا الانصاری۔ ۹- حافظ ابن حجر عسقلانی۔ ۱۰- ابراہیم بن احمد التنوخی المعروف بابرہان الشافعی۔ ۱۱- الشیخ احمد بن ابی طالب الحجاج۔ ۱۲- ابوعبداللہ الحسین بن مبارک الزبیدی البغدادی ۱۳- ابوالوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب بن اسحٰق السجزی الصوفی الہروی۔ ۱۴- جمال الاسلام ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد الداؤدی۔ ۱۵- ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ البصرخسی ۱۶- ابوعبداللہ محمد بن یوسف مطر الفربری۔ ۱۷- ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم البخاری۔

معقولات میں: ۱- مفتی صدرالدین خاں آزردہ۔ ۲- مولانا فضل امام خیرآبادی۔ ۳- مولانا عبدالواحد کرمانی خیرآبادی۔ ۴- ملا محمد اعلم سندیلوی۔ ۵- مولانا کمال الدین سہالوی ۶- ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی۔ ۶- ملا قطب الدین سہالوی شہید و ملا امان اللہ بنارسی۔ ۷- مولانا دانیال جوراسی۔ ۸- مولانا عبدالسلام دیوی ۹- مولانا عبدالسلام لاہوری۔ ۱۰- امیر فتح اللہ شیرازی۔

مولانا دانیال جوراسی کا سلسلۂ تلمذ علامہ جلال الدین محقق دوانی اور اُن سے سید شریف ابوالحسین جرجانی اور پھر علامہ جرجانی سے شیخ الرئیس بوعلی سینا المتوفی ۴۲۸ھ تک پہنچتا ہے[1]

[1] الثورۃ الہندیہ: ۹۱ و ۹۲

صدرالصدوری کا منصب :- یہ عہدہ تنخواہ اور منصب کے لحاظ سے انگریزی دور کے جج کے برابر تھا۔ لیکن معزز ترین عہدہ شمار کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کا عمل دخل بڑھا تو انگریزوں کو اس بات کی فکر ہوئی کہ مسلمانوں کے علماء۔ خاندانی شرفاء، ارباب ذی علم و ذی وجاہت، افتاء و صدارت کے مناصب قبول کریں۔ اس لیے اس دور کے اکثر اکابر و فاضل کو اس عہدے پر سرفراز کیا گیا۔

چوں کہ دہلی پایۂ تخت تھا۔ اور وہ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کا مرکز۔ اس لیے یہاں کی صدارت کے لیے ایسے ارباب علم و فضل کو انتخاب کیا جاتا جو اس کے لیے زیادہ سے زیادہ موزوں ثابت ہوں۔ علامہ فضل حق خیر آبادی کے والد ماجد مولانا فضل امام خیر آبادی صدر الصدور بنائے گئے۔ ان کے بعد ان کے شاگرد رشید مفتی صدرالدین آزردہ کو اس عہدے پر سرفراز کیا گیا۔ اس سلسلے میں ان کے متعلق انگریزی ریزیڈنٹ نے اکبر شاہ ثانی بادشاہ سے بھی مشورہ کر لیا تھا۔

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں۔

> مفتی صاحب کو انگریزی حکومت نے ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۷ء کے قریب صدرالصدور اور مفتی دہلی مقرر کیا اور اس حیثیت سے وہ مغربی بلکہ مشرقی و شمالی دہلی میں فتویٰ دیتے تھے اور امتحان مدارس و صدارت حکومت دیوانی بھی ان کے سپرد تھی۔ تینتیس سال تک وہ اس عہدے پر فائز رہے۔[۵]

یہ منصب مفتی صاحب نے جس فرض شناسی، ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ انجام دیا، اس کی داد نہ صرف انگریزی حکومت کے اعلیٰ افسروں نے دی بلکہ عوام و خواص رعایا میں بھی اس کے چرچے رہے۔ انصاف و عدل گستری کے لیے مثال دی جاتی تو مفتی صاحب کے فیصلوں کی۔

بشیرالدین احمد کہتے ہیں۔

> "عدل و انصاف، فریاد رسی عبادا فضل عبادات ہے۔ منصب صدارت کو اپنے ذمے لیا اور بلا رُو رعایت اور لگاؤ کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کرتے

---

[۴] صدرالصدور یا صدر کے عہدے کے لیے اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ (۱۱-۱۷) میں تفصیلات دیکھی جائیں۔

[۵] اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہا المحدثین ص ۲۶۲

رہے۔ لوگوں کے دلوں پر معدلت، راست بازی، حق پژوہی، دیانت و امانت کا نہ مٹنے والا سکہ بٹھا گئے۔ دلِ رنجور کے لیے مرہم کا فور، ظالموں اور اشرار کے لیے تادیب دہی میں مشہور، دبدبہ و شوکت ظاہری سے ان کے دربار میں بولنا محال۔ کوئی زبان کھول سکے، کیا مجال، باوجود مراتب بلند و مناصب ارجمند کے اخلاقِ محمدی سے متصف، افادۂ علوم و افاضت مسائلِ دینی کے وقت ہر ادنیٰ و اعلیٰ کو عام آزادی ہے، نہ روک ہے اور ٹوک۔　　(ا۔ گلشن بے خار صفحہ ۱۲)

جس زمانے میں مفتی صاحب عدالت کیا کرتے تھے۔ دلی کی عدالتیں مشن کالج کشمیری گیٹ پر تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی میز پر ایک لمبا بانس رکھا رہتا تھا۔ جب عدالت میں زیادہ شور و غل ہوتا تھا تو بانس بجا دیا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں ایک ناخوشگوار واقعہ بھی پیش آیا۔ آپ مغلوں کی گلی میں مرزا محمد علی بیگ خلف مرزا خدا بخش خان قزلباش رسالدار میجر کے لڑکے کو گرفتار کرنے گئے تو مغل بچے مفتی صاحب سے بُری طرح پیش آئے۔ یہاں تک کہ مفتی صاحب اس کو گرفتار نہ کر سکے۔ آپ کی عمر میں یہ پہلا واقعہ تھا جو سخت تکلیف دہ گزرا۔[1]

ایک دفعہ آپ کے دوست مرزا غالب بہت مقروض ہو گئے۔ قرض خواہوں نے ان پر مقدمہ دائر کر دیا۔ مفتی صاحب کی عدالت تھی۔ جس وقت پیش ہوئے تو یہ شعر پڑھا۔

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں　　رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

یہ سنتے ہی مفتی صاحب مسکرا دیے اور اپنے پاس سے اُن کے قرضے کا روپیہ ادا کر دیا۔[2] مفتی صاحب کی انصاف پسندی کی دھوم صرف عوام ہی تک نہ تھی بلکہ بادشاہ اور گورنر تک کو اس کا اعتراف تھا۔ بہادر شاہ کے روزنامچے میں ہے کہ۔

"۱۹ر دسمبر ۱۸۵۵ء مولوی صدرالدین صاحب بہادر کے نذرانہ پیش کرتے وقت نواب گورنر جنرل بہادر کے سکریٹری نے کہا آپ لوگوں کی دیانت داری اور انصاف پسندی، نیک نامی اور علم فراست سے بہت مسرور اور رضامند ہیں۔"[3]

۱؎ قران گزٹ دہلی ۸ مارچ ۱۸۶۳ء　　۲؎ خمخانۂ جاوید حصۂ اول صفحہ ۵

۳۔ بہادر شاہ کا روزنامچہ صفحہ [illegible]

مغلیہ حکومت کے چل چلاؤ کے دن تھے۔ اس بات کو ہر دور اندیش نے محسوس کر لیا تھا۔ مفتی صاحب کو مغلیہ خاندان سے دیرینہ تعلق تھا۔ اس لیے بادشاہ کی جانب سے جو کچھ ملتا تھا اسے بہت عزیز رکھتے تھے اور بطور تبرک کے اس کی قدر کرتے تھے۔ ناصر نذیر فراق لکھتے ہیں۔

"صدر الصدور مفتی صدر الدین صاحب کو صدر الصدوری کی تنخواہ کے سرکار کمپنی سو روپے دیتی تھی۔ اور بادشاہ سلامت کے خزانے سے مفتی کے منصب کے دو روپے آٹھ آنے ملتے تھے۔ وہ بھی محبوب علی خواجہ سرا نے وزیر ہو کر بند کرا دیے۔ مفتی صاحب نے بادشاہ سلامت کے ہاں ڈھائی روپے کا مقدمہ دائر کر دیا۔ اور باقاعدہ مقدمہ لڑ کر روپے جاری کرائے۔ صاحب کمشنر دہلی نے مفتی صاحب سے کہا۔ آپ کو ہماری سرکار ہزار روپے سے اوپر دیتی ہے۔ آپ نے ڈھائی روپے کے لیے اتنی کھکھیڑ کیوں اٹھائی؟ مفتی صاحب نے کہا کہ آپ کے ہزار بارہ سو روپے پر ڈھائی بھاری ہیں۔ یہ تبرک ہے۔ اس پر ہمیں فخر ہے۔[1]"

اس وقت علمائے دین اور مشائخ کا ایک طبقہ انگریزوں کی ملازمت کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتا تھا۔ انگریزی حکومت کو غاصبانہ اور ظالمانہ حکومت خیال کرتا تھا۔ شاہ عبدالعزیز نے بھی فتویٰ دیا تھا کہ انگریزی حکومت سے تعاون جائز نہیں۔ اسی بنا پر حضرت شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنی بھی انھیں بزرگوں کی طرح مفتی صاحب کی صدر الصدوری کو خلافِ تقویٰ سمجھتے تھے۔ حالانکہ مفتی صاحب کو آپ کی ذات والا صفات سے بڑی عقیدت تھی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالغنی کے یہاں کئی دن فاقہ ہوا۔ اس کا تذکرہ ان کی ماں نے کہیں کر دیا۔ اس کی خبر کسی ذریعے سے مفتی صدر الدین خاں صاحب کو بھی ہو گئی۔ مفتی صاحب نے تین سو روپیہ شاہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیے۔ شاہ صاحب نے وہ روپے واپس کر دیے۔ اس پر مفتی صاحب وہ روپے لے کر خود حاضر ہوئے اور تخلیہ میں

---

[1] لال قلعہ کی ایک جھلک صفحہ ۲۷

پیش کیے۔ اور فرمایا کہ شاید حضور کو خیال ہو کہ صدر الصدور رشوت لیتا ہوگا۔ اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ میں رشوت نہیں لیتا بلکہ یہ روپے میری تنخواہ کے ہیں۔ آپ ان کو قبول فرمائیے۔
شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو یہ وسوسہ بھی نہیں گزرا کہ تم رشوت لیتے ہوگے۔ میں البتہ تمہاری نوکری کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اس لیے میں ان کے لینے سے معذور ہوں۔[1]

<u>تدریسی خدمات</u>:- مفتی صاحب کا تدریسی لحاظ سے بھی دلی کے سربرآوردہ علماء میں شمار تھا۔

معقولات و منقولات میں اعلیٰ درجہ کی دستگاہ رکھتے تھے۔ علمی و ادبی ذوق کے علاوہ آپ کو جس کام سے سب سے زیادہ دلچسپی تھی وہ درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ فرائض منصبی کی ادائیگی کے بعد اوپچے درجے کے طلباء کو اپنے گھر پر پڑھاتے۔ علمائے سلف کے طریقے پر بلا معاوضہ اور بلا اجرت درس دیتے۔ آپ کی آمدنی کا بڑا حصہ طلباء کی کفالت پر خرچ ہوتا۔ طلبہ کا ماہانہ وظیفہ مقرر تھا۔ اور لباس تک آپ ہی دیتے تھے۔ جمعہ کو جو تعطیل ہوتی اُس میں تمام طلبہ کو اپنے ہمراہ لے کر باغ جاتے۔ طرح طرح کے میوے اور لذیذ کھانے کھلا کر خوش ہوتے۔[2] آپ کی فیاضی، علم پروری اور طلبہ کے ساتھ حسنِ سلوک کی شہرت ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچی ہوئی تھی۔ دور دور سے طلبہ آتے۔ معقولات و منقولات کی تحصیل کرتے۔ بہت سے استفادہ کرتے۔ کچھ بطور تبرک یا محض آپ سے نسبت تلمذ کے لیے چند اسباق فاتحہ فراغ پڑھ کر سند حاصل کرتے اور زمرۂ فضلاء میں شمار ہوتے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

"و فضلائے عصر بہ تلمذِ ایشان سر بلند دارند۔ خلق کثیر فاتحہ فراغ در حلقۂ درس ایشان خواندہ اند۔ مردم بلاد دور دست بعد تحصیل و تکمیل علوم متداولہ و فنون رسمیہ بخدمت ایشان رسیدہ یک دو سبق یا مختصرے در علم خواندہ فراغ حاصل می نمودند و در محصلین و اہلِ فضیلت معدود می شدند"[3]

اُس زمانے میں اسکولوں یا کالجوں یا موجودہ دور کے بعض عربی مدارس کے طریقے پر جماعت

---

[1] امیر الروایات صفحہ ۱۴۱
[2] ایضاً صفحہ ۳۲۷　　[3] اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین صفحہ ۲۶۳

بندی یا کلاس سسٹم نہ تھا۔ طلبہ کو اپنی دماغی صلاحیتوں کے اعتبار سے پوری آزادی کے ساتھ آگے بڑھنے کا موقع مل جاتا تھا۔ نواب صدیق حسن خاں مفتی صاحب سے دلی میں پڑھتے تھے۔ مفتی صاحب نے ان کی خاص دماغی حالت کو دیکھ کر ان کے لیے الگ اسباق کا انتظام کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ بیان تقریباً نواب صاحب کے اپنے قلم کا قلمبند کیا ہوا ہے[۵۱]

"ایک سال آٹھ ماہ کی مدت میں کتب دانش مندی کو سبقاً سبقاً حاصل کیا۔ تحصیل کی سند حاصل کی۔ کتب متداولہ علوم رسمیہ جن کو اس مدت میں حاصل کیا یہ ہیں:۔

۱۔ مختصر معانی تا آخر۔ ۲۔ عبادات شرح وقایہ۔ ۳۔ معاملات ہدایہ۔ ۴۔ اوائل توضیح۔ ۵۔ و تلویح اصول فقہ میں۔ ۶۔ مسلم۔ ۷۔ مع ملا حسن۔ ۸۔ و حمد اللہ ۹۔ و قاضی مبارک منطق میں۔ ۱۰۔ میبذی تمام۔ ۱۱۔ و قدرے شمس بازغہ۔ ۱۲۔ و صدرا ما یعم الاجسام تک۔ ۱۳۔ میر زاہد ملا جلال تا بحث دلالت۔ ۱۴۔ میر زاہد شرح مواقف تا بحث وجود۔ ۱۵۔ میر زاہد رسالہ تا مذہب منصور۔ ۱۶۔ صحیح بخاری کے تین جز سماعاً۔ ۱۷۔ اوّل تفسیر بیضاوی قرأۃً۔ ۱۸۔ دیوان متنبی نصف اوّل۔ ۱۹۔ بعض دیوان الحماسہ۔ ۲۰۔ سبعہ معلقہ۔ ۲۱۔ رسالہ اقلیدس۔ ۲۲۔ قطبی مع میر۔ ۲۳۔ شرح عقائد نسفی تمام۔ ۲۴۔ حاشیہ بحر العلوم بر میر زاہد۔ ۲۵۔ مقامات حریری و ہمدانی۔ ۲۶۔ و چند مقالات شرح مطالع سماعاً صفحہ ۲۴۶"

اس پر مولانا گیلانی لکھتے ہیں:۔

"ایک سال آٹھ مہینے کی مدت کا خیال کیجیے اور چھبیس کتابوں کے اس فہرست کو ملاحظہ کیجیے۔ آج کوئی باور کر سکتا ہے کہ نصاب نظامیہ کی یہ اعلیٰ سخت دشوار کتابیں ایک شخص نے ڈیڑھ سال دو مہینے میں پوری کر لیں۔ بلاشبہ جماعت کی پابندیوں کے ساتھ اس کا تصور دشوار ہی نہیں ناممکن ہے۔ لیکن جس قسم کی

---

۵۱ کتب درسیہ کی مکمل فہرست نواب صدیق حسن خاں نے خود اپنے تذکرہ اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین میں صفحہ ۲۶۳ پر دی ہے (مطبع نظامی ۱۲۸۸ھ)

آزادی مفتی صاحب نے نواب صاحب کو عطا کی تھی اور خدا نے جیسی طبیعت ان کو ارزانی فرمائی تھی، آپ دیکھ رہے ہیں جو بات سوچی نہیں جا سکتی ہے وقوع پذیر ہوتی تھی۔ [۱]

نواب صدیق حسن صاحب خود اپنی خود نوشت سوانح عمری "ابقاء المنن بالقاء المحن" میں بھی رقم طراز ہیں:-

"مفتی صاحب مرحوم سے علوم الہیہ ادب و منطق و حکمت و تفسیر و فقہ وغیرہ کو حاصل کیا۔ مفتی صاحب بعد ختم تحصیل بطاقۂ سند مرحمت فرمایا۔ سلسلۃ العسجد میں وہ سند منقول ہے۔" [۲]

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"میں یتیم پیدا ہوا۔ کوئی مرد گھر میں نہیں تھا جو مجھ کو تعلیم و تربیت کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے شوق کتاب بینی اور علم کا دیا۔ سوا ورق گردانی اور ہر کتاب کے مطالعہ کے کوئی شغل لہو و لعب مجھ کو نہ تھا۔ نہ کسی کھیل تماشے کا شوق و ذوق ہوا۔ یہاں تک کہ جب ذرا شُدبُد ہو گئی تو علم صرف و نحو پڑھ کر واسطے طلب علم کے دہلی گیا اور وہاں کتب درسیہ کو مفتی صدر الدین خاں مرحوم پر دو برس میں عرض کر کے فارغ ہوا۔" [۳]

نواب صاحب نے مفتی صاحب کے بطاقۂ سند کو اپنی کتاب "اتحاف النبلاء" میں بھی نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"فقیر وقتی کہ در سنہ احدی و سبعین و مائتین والف از خدمتِ الیشان جدا شدہ بطاقۂ سند بہ ثبت مہر باین عبارت لطف فرمودند۔"

"مولوی صدیق حسن صاحب ذہن سلیم و قوت حافظہ و فہم درست و مناسبت تمام با کتاب و مطالعۂ صحیح و استعداد تمام دارند۔ جملہ کتب معقول رسمیہ از منطق و حکمت

---

[۱] ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت صفحہ ۱۲ حصہ دوم۔
[۲] ابقاء المنن صفحہ ۸۹ [۳] ابقاء المنن بالقاء المحن صفحہ ۷، مطبع شاہجہانی بھوپال

واز علم دین اکثر از بخاری وچیزی از تفسیر بیضاوی و فقہ و اصول عقائد و کلام وعربیت از فقیر اکتساب نمودند و مستعدانہ و فہمیدہ خواندند و باوجود آن بسعادت و رشد و صلاح و نیک نہادی و صفائی طینت و رغبت و اہلیت و شرم و حیا در اقران و اماثل خود ممتاز اندے[1]

مفتی صاحب قابل اور ہونہار شاگردوں کی تربیت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اُن کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق اُن سے برتاؤ کرتے۔ ہمیشہ اُن کی دل جوئی کرتے۔ کثرت مشاغل کی بنا پر کبھی درس میں تاخیر ہو جاتی یا ناغہ ہو جاتا تو بہت افسوس کرتے۔

حکیم مولوی عبدالمجید خاں رام پوری مفتی صاحب سے پڑھتے تھے۔ مفتی صاحب بجا لیت طالب علمی ان کے کھانے کے کفیل تھے۔ سبق کے وقت کوئی صاحب مفتی صاحب سے ملنے آئے اس روز سبق ناغہ ہو گیا۔ دوسرے دن حکیم عبدالمجید خاں سبق کے وقت حاضر نہیں ہوئے۔ مولوی مراد آبادی اور نواب قطب الدین خاں ہم سبق تھے۔ مفتی صاحب نے دونوں کو بھیجا کہ دیکھو عبدالمجید خاں کا کیا حال ہے۔ جب دونوں صاحب ملے تو حکیم صاحب نے کہا کہ اب ارادہ پڑھنے کا نہیں ہے۔ مفتی صاحب کو ان کی ذہانت کی وجہ سے بے حد خیال تھا۔ آیندہ کے لیے مفتی صاحب نے وعدہ کر لیا کہ سبق کے وقت کوئی اور کام نہ ہوگا۔ چنانچہ ولی عہد بھی تدریس کے وقت آ جاتے تھے مگر مفتی صاحب جوابِ سلام کے سوا کوئی بات نہیں کرتے تھے[2]

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مفتی صاحب محکمۂ نزول کے کام میں اتنے مشغول ہوئے کہ درس کے لیے کوئی وقت نہ نکال سکے۔ کئی دن تک درس بند رہا۔ طلباء سخت پریشان ہوئے۔ آخر ایک من چلے شاگرد نے جرأت کر کے ایک نظم لکھی۔ جس کے اس شعر سے اس واقعہ کی تاریخ برآمد ہوتی ہے۔

ہاتف بدست چپ سر بینی فشردہ گفت — بیماری نزول بہ صدر الصدور شد

اس نظم کا یہ اثر ہوا کہ مفتی صاحب نے درس کا سلسلہ شروع کر دیا[2]

---

[1] اتحاف النبلاء صفحہ ۲۶۳

[2] تذکرہ کاملان رام پور مولفہ حافظ احمد علی خاں شوق صفحہ ۲۲۴

<u>مدرسہ دارالبقا کا قیام</u> :- عہد شاہجہانی کا مشہور مدرسہ دارالبقاء کی عمارت شکستہ ہو گئی تھی۔ یہ مفتی صاحب کا بڑا کارنامہ ہے کہ انھوں نے اسے از سرِ نو تعمیر کرایا اور اُس میں تعلیم و تعلّم کا دوبارہ نظم و نسق قائم کیا۔ چنانچہ سر سیّد احمد خاں آثار الصنادید میں لکھتے ہیں اور آپ کی علم نوازی کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"(جامع مسجد کے جنوبی دروازہ کی طرف) مدرسہ دارالبقا ہے۔ اگلے زمانے میں اس میں طالب علم رہا کرتے تھے۔ اور معقول اور منقول پڑھا کرتے تھے۔ یہ مدرسہ بالکل خراب اور برباد ہو گیا تھا۔ اور بالکل ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ زمانہ اہل اللہ سے خالی نہیں اور ہر وقت میں کوئی نہ کوئی صاحب ہمّتِ عالی اور فطرتِ بلند ہوتا ہے۔ اور یہ ہمت اور دل اور داد و سخا سوائے اس کے جس پر اللہ کا سایۂ رحمت ہو اور کسی کو میسّر نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جناب مولانا مولوی محمد صدرالدین خان بہادر صدر الصدور شاہجہان آباد کو ہمّتِ بلند اور فطرت ارجمند عنایت کی ہے۔ شاید اگلے زمانے میں کسی کو نہیں ہو گی۔ جناب ممدوح نے اپنی عالی ہمّتی سے اس دارالبقا کو زرِ خطیر صرف کرا کر از سرِ نو مرتب کرایا ہے۔ اور شاہجہانی طور پر جو حجرے اس کے ٹوٹ گئے تھے ان کو نئے سرے سے بنایا ہے اور مدرس نوکر ہیں۔ اور طالب علم پڑھتے ہیں۔ ان کی خبر گیری نان و پارچہ کی اُن کی سرکار سے ہوتی ہے سبحان اللہ غور کرو کہ یہ چشمۂ فیض ہے کہ اُن کی ذاتِ فیض آیات سے جاری ہے اور شجر ہائے پُربار دین کو پانی دیتا ہے۔ دنیا میں بجز نیک نامی کے کچھ نہیں رہتا ہے۔ اور عقبیٰ میں بجز اعمال کے اور کچھ نہیں جاتا ہے۔ یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ نے انھیں کے لیے پیدا کی ہیں۔"[1]

اس مدرسہ میں طلبہ کے جملہ اخراجات کے علاوہ مدرسین کی تقرری اور اُن کی تنخواہوں

---

[1] آثار الصنادید مطبوعہ نول کشور لکھنؤ سنہ ... تیسرا باب صفحہ ۱۲۷۔ اس کتاب کے ہر باب کے لئے الگ الگ ٹائٹل ہے اور یہ قدیم نسخہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

[2] نزہۃ الخواطر صفحہ ...

کی ذمہ داری بھی مفتی صاحب نے اپنے سر لے رکھی تھی۔ اس مدرسہ کے مدرسین کے سلسلہ میں دو کے متعلق سرسید لکھتے ہیں ۔

۱۔" حاجی محمد صاحب ساکن ہیں نواحِ جون پور کے اور بعد ادائے حج بیت اللہ کے شہر شاہجہان آباد میں وارد ہوئے۔ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب سے کتب حدیث کو تحصیل کیا۔ اگرچہ اور فنون سے بھی آگاہ ہیں۔ لیکن فن حدیث کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ ورع و تقویٰ میں مستثنیٰ ہیں۔ راقم نے جناب مستطاب مولانا مخدومنا مولوی محمد صدر الدین خان بہادر کی خدمت میں حاضر ہوتے دیکھا اور ان کے جوہر سے مطلع ہوا۔ اس واسطے کہ حاجی صاحب مولانا موصوف کی طرف سے مدرسہ دار البقا میں مدرّس ہیں۔"[۱]

۲۔ مُلّا سرفراز۔" یہ بھی بڑے مستعد شخص ہیں۔ کتب معقول و منقول و حکمت و ہندسہ و ہیئت بہت تحقیق سے پڑھاتے ہیں۔ حدیث و تفسیر جناب مولوی صدر الدین خان بہادر سے پڑھی ہے۔ اور اب جناب ممدوح کی طرف سے مدرسہ دار البقا میں مدرّس ہیں۔"[۲]

مرحوم دہلی کالج سے تعلق ۔ ہندوستان میں پہلی درس گاہ جس میں بلا لحاظ مذہب و ملت تعلیم کا مشترکہ نظم قائم کیا گیا وہ مرحوم دہلی کالج ہے۔ پہلے یہ غازی الدین کا مدرسہ کہلاتا تھا۔ ۱۸۲۵ء میں یہ مدرسہ دہلی کالج میں تبدیل ہوگیا۔ اس کالج کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی اور انگریزی کے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ اور ہر مضمون کے لیے اُس زمانے کے جیّد اور با صلاحیت اساتذہ تعلیم دیتے تھے اس کے نامور اساتذہ میں مولانا مملوک علی نانوتوی، مولوی سبحان بخش، ماسٹر وزیر علی، ماسٹر امیر علی، مولانا امام بخش صہبائی، ماسٹر رام چندر، پنڈت رام کشن، مولوی احمد علی، میر اشرف

۱۔ آثار الصنادید۔ چوتھا باب صفحہ ۷۲

۲۔ آثار الصنادید۔ چوتھا باب صفحہ ۷۲

علی، ماسٹر حسینی، مولوی حسن علی وغیرہ تھے۔

اس کالج کو اگرچہ انگریزوں نے قائم کیا۔ مگر اس سے وسیع النظری اور رواداری کی فضا قائم ہوئی۔ ہندو مسلم اتحاد و یگانگت کے جذبات پروان چڑھے۔ تحقیق و ریسرچ کا ذوق پیدا ہوا۔ علمی و ادبی بیداری پیدا ہوئی۔ اُردو کے صاحب طرز ادیب و نقاد۔ اور چوٹی کے مصنف اور بلند پایہ شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ شمس العلماء محمد حسین آزاد، ڈپٹی نذیر احمد مولوی ذکاء اللہ، مولوی کریم الدین، ماسٹر پیارے لال اور ماسٹر رام چندر وغیرہ اسی کے تعلیم یافتہ تھے۔

مفتی صدرالدین آزردہ اس کالج کے ایک اہم ممبر اور ممتحن تھے۔ اس کے تعلیمی مشوروں اور کالج کی ترقی کے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں۔

" کالج کے انتظام کے لیے ایک مقامی مجلس تھی جو لوکل کمیٹی کہلاتی تھی۔ اس کا فرض تھا کہ وہ کالج کے تمام معاملات کی نگرانی کرے اور اس کی بہبودی پر نظر رکھے لیکن اس کے اختیارات بہت محدود تھے۔ ہر انتظامی اور تعلیمی امر کے لیے گورنمنٹ یعنی لفٹنٹ گورنر کی منظوری درکار ہوتی تھی۔ لیکن مجلس کی رائے کی کالج کے معاملات میں گورنمنٹ وقعت کرتی تھی۔ اکثر معاملات میں اُس کی تجویز کے مطابق منظوری دی جاتی۔ کیوں کہ اس کے رُکن معتبر اور قابل لوگ ہوتے تھے۔ اور دلی اور دلی والوں اور دلی کالج سے بہت زیادہ واقف تھے۔ اور سکریٹری تو کالج کا پرنسپل ہوتا تھا۔ مقامی مجلس کا میر مجلس کوئی سرکاری عہدہ دار ہوتا تھا۔ شروع شروع میں اس کے صدر دہلی کے ریزیڈنٹ کمشنر مسٹر سر۔ ٹی مٹکاف تھے اور ارکان مسٹر کالون جائنٹ مجسٹریٹ اور ڈاکٹر راس سول سرجن تھے۔ مجلس کے ارکان میں نواب حامد علی خاں شریک کئے گئے۔ مسٹر ٹیلر مجلس کے سکریٹری اور کالج کے سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ "

۱۸۴۲ء میں علاوہ مذکورہ بالا صاحبوں کے مسٹر سی۔ گرانٹ۔ نواب حسام الدین (جو دہلی کے امراء میں سے تھے) اور مولوی صدرالدین صدر امین اعلیٰ بھی مجلس کے

ارکان مقرر کیئے گئے۔[1]

مفتی صاحب عربی اور فارسی کے امتحانات بھی لیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ۱۸۴۶ء میں امتحان ہوا تو ریاضیات اور تاریخ کے پرچے گورنمنٹ نے مرتب کرا کے بھیجے۔ باقی پرچے کالج کے مدرسین نے تیار کیے۔ باقی جماعتوں کا امتحان اُردو کے مولوی مملوک علی نے اور انگریزی کا قائم مقام پرنسپل نے لیا۔ مسعودی، تاریخ یمینی، قدوری، میر قطبی، حماسہ، حسینی کے پرچے گورنمنٹ نے بھیجے اور سنی اور شیعہ طلباء کی اعلیٰ جماعتوں کو دیئے گئے۔ ان کے تحریری جواب مفتی صدرالدین صاحب نے معائنہ کیئے۔ عربی کی باقی جماعتوں کا امتحان بھی مفتی صاحب ہی نے لیا۔ عربی جماعتوں کے پرچے ڈاکٹر اسپرنگر نے بھی دیکھے۔ فارسی جماعتوں کا امتحان بھی مفتی صاحب نے لیا۔ ان کی رائے میں ان جماعتوں کے طلباء کی قابلیت بہت عمدہ تھی۔[2]

مفتی صاحب نہ صرف طلبہ کے امتحانات لیتے بلکہ انعامات و تمغے دے کر ان کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔ مٹکاف صاحب مر گئے تھے۔ اس لیے کالج فنڈ سے ہر سال بیس روپے کا تمغہ تیار کرایا جاتا تھا۔ اور انگریزی میں سب سے بہتر مضمون لکھنے والے کو ملتا تھا۔ اس سال یہ تمغہ بھگوان داس کو ملا۔ مفتی صدرالدین کا تمغہ اُردو زبان میں بہترین مضمون لکھنے والے کو دیا جاتا تھا۔ وہ خواجہ ضیاءالدین کو ملا۔ مضمون کا عنوان تھا: "شاہی اور مخلوط قسم کی حکومت میں کون سی بہتر ہے اور اس کی فضیلت کی کیا وجہ ہے؟"[3]

مفتی صاحب کے فیاضانہ سلوک اور طلبہ کی حوصلہ افزائی پر دہلی اُردو اخبار نے اُن کی تعریف کی ہے۔ لکھتا ہے۔

"ہم نہایت درست اپنی تحقیق سے لکھتے ہیں کہ حقیقت میں ہمارے صدرالصدور صاحب کی ذات مجمع الصفات بھی نہایت اَرفع ہے۔ یکتائے روزگار ہے۔ اس حکومت اور ریاست و عظمت فضل اللہ دل پر یہ حسن اخلاق اور پاس لغت و قدر علمیت جو کہ نتیجہ کمال علم کا ہے۔ اس زمانے میں بہت کم

---

[1] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۵۰ (مصنفہ مولوی عبدالحق شائع کردہ انجمن ترقی اردو۔ کراچی (پاکستان)

[2] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۵۲ و ۵۳

[3] مرحوم دہلی کالج صفحہ ۵۳

ہے۔ ہمارے ہندوستانی صاحبوں میں ایسا جامع کمالات مفقود پایا جاتا ہے۔[٩٠]
کالج میں طلباء کو وظائف بھی دیئے جاتے تھے۔ اس میں مقابلہ ہوتا اور کامیاب طلبہ وظیفہ کے مستحق گردانے جاتے۔ اس سلسلہ میں مفتی صاحب سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں۔

۱۸۴۹ء شعبۂ مشرقی (عربی) میں سال گزشتہ کے وظیفہ خواروں کے علاوہ چار اعلیٰ وظیفے پانے والے تھے۔ جن میں ایک طالب علم نذیر احمد بھی تھا۔ (یعنی دلی کے مولوی نذیر احمد) ان کے سوا ۱۷ طلباء کو چار چار روپے وظیفے دیے جاتے تھے۔ شعبۂ فارسی میں چار ادنیٰ وظیفہ پانے والے تھے۔ جن میں ایک ذکاء اللہ بھی تھے۔ سنسکرت شعبے میں ایک اعلیٰ وظیفہ پاتا تھا۔ اور سات کو چار چار روپے کا وظیفہ ملتا تھا۔ اس سال ۶۲ بیرونی طلباء عربی و فارسی کے وظیفے کے مقابلے کے لیے شریک امتحان ہوئے۔ مفتی صدرالدین صاحب نے امتحان لیا۔ ان میں سے ۶ وظیفے کے قابل نکلے۔[٩٢]

اساتذہ کی تقرری میں بھی مفتی صاحب کا مشورہ شامل رہتا۔ چنانچہ دلی کالج میں مولانا امام بخش صہبائی کی تقرری کا عجیب واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ جس کا حالی نے بھی "یادگار غالب" میں ذکر کیا ہے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں۔

"۱۸۴۲ء میں جب آنریبل مسٹر ٹامسن لفٹنٹ گورنر مدرسے کے معائنے کے لیے آئے تو انھوں نے یہ تجویز کی کہ ایک مستند فارسی مدرس کا تقرر ہونا چاہیے۔ مفتی صدرالدین خاں صدرالصدور نے عرض کی کہ ہمارے شہر میں فارسی کے استاد صرف تین شخص ہیں۔ ایک مرزا نوشہ، دوسرے حکیم مومن خاں، تیسرے امام بخش صہبائی۔ لفٹنٹ گورنر بہادر نے تینوں کو بلوایا۔ مرزا نوشہ بھلا یہ روگ کیوں پالنے لگے تھے۔ انھوں نے تو انکار کر دیا۔ مومن خاں نے یہ شرط پیش کی کہ سو روپے ماہانہ سے کم کی خدمت قبول نہ کروں گا۔ مولوی امام بخش کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا۔ انھوں نے یہ خدمت چالیس روپے ماہانہ کی قبول کر لی۔ بعد میں پچاس ہو گئے۔"[٩٣]

سیاسی فہم پر:۔ انگریز ریزیڈنٹ آپ کی سیاسی سوجھ بوجھ اور معاملہ فہمی کے بڑے معترف تھے۔ ڈیوڈ اکٹرلونی

---

٩١ دہلی کا بج اُردو اخبار ۲۶ر دسمبر ۱۸۵۳ء
٩٢ مرحوم دہلی کالج صفحہ ۱۶۱۔ ٩٣ علم و ادب یعنی وقائع عبدالقادر خانی صفحہ ۲۷۴ شائع کردہ اکیڈمی آف [illegible]

جو ۱۸۱۹ء سے ۱۸۲۵ء تک دہلی کے ریزیڈنٹ رہے جب آپ افغانستان کی سیاسی مہم پر جانے لگے تو مفتی صدرالدین آزردہ جنرل ڈاکٹرلونی کے ساتھ اجمیر، نیمچ اور جے پور کے سفر میں اُن کے ساتھ رہے۔ جنرل اور اس کے داماد کی کلید دانش رہے۔ چار سو روپے تنخواہ ملتی تھی۔ صاحب ممدوح نے ان کی تعریف میں دفتر کے دفتر صدر کو لکھ مارے۔ اور اس قدران پر اعتماد کیا، ریاست سرسال اور راجہ جے پور کی والدہ کے درمیان تکرار کے قضیہ میں مفتی صدرالدین کو پولیٹیکل ایجنٹ پرامین مقرر کیا۔ فاضل زود فہم، خوش تقریر، دوست نواز اور دشمن گداز رہے۔[۱]

(باقی آئندہ)

۱۔ مرحوم دہلی کالج ص ۱۱۱

"نئی آواز" نئی دلی کی اہم مطبوعات

جہاں آرا

شاہ جہاں کی چہیتی بیٹی جہاں آرا، حسن، حیا اور شرافت نجابت کا عجیب وغریب مرقع تین ایکٹ کا روح پرور اوپیرا، رفعت سروش کے شاعرانہ تخیل کی تخلیق، شہزادی کی اخلاقی شخصیت اور اوپیرا کی اہمیت پر گوپی چند نارنگ کا فکر انگیز مقدمہ۔

قیمت: ۴/۵۰

تنہائی

ساگر سرحدی

ساگر سرحدی کے اس ڈرامے میں تین ایکٹ ہیں
اور سات کردار۔ کہانی ویسے اپنی جگہ اثر انگیز
بھی ہے اور عبرت خیز بھی لیکن اس کو مناظر، مکالمات اور ڈرامائی انکشافات
کے ذریعے پوری چابکدستی سے
مزید نمایاں کیا گیا ہے

قیمت: ۲/۷۵

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

لسانی مطالعے

ڈاکٹر گیان چند

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے۔ اردو میں اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے ابھی تک اردو میں اس موضوع پر کوئی مکمل کتاب نہیں۔ مضامین معتدبہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔ قیمت : ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء

مرتبہ : پی۔ سی۔ جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی جس نے عالمی جمہوری تحریک میں یک جہتی کے جذبات کو ابھارا تھا۔ ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار مجموعہ۔

قیمت : ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفۂ سیاسیات

پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی اس کے نظام اور اس کے ارتقائی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی، نظری اور عملی۔ اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصہ ہے۔

قیمت : ۱۸/-

تاریخ تعلیم ہند

از : سید نوراللہ اور جے۔ پی۔ نائک مترجم : مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مکمل خاکہ پیش کرنا ہے جو ۱۹۶۵ء سے شروع ہونے والے عہد جدید میں رونما ہوئیں۔

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنف	ترجمہ	قیمت
آبادی	مصنف: ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۵/
اکبر	": لارنس بینس	": رضیہ سجاد ظہیر	۵۰
پنڈت وشنو ڈگمبر	": ڈی آر اٹھاوے	": ش - قدوائی	۲۵
عظیم بائی	": ڈگنکیڈ	": ڈاکٹر سپریا تما سرت	۲۵
قاضی نذر السلام	": یسودھا چکرورتی	": عرش ملسیانی	۲۵
کبیر	": ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	": ایم کے دُرّانی	۵۰
کچھوا اور خرگوش	": ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد - ۱/ مجلد	۱/-
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی سب کمیٹی		۲۵
گرو نانک	مصنف: گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	": بھگوتی چرن ورما	": رضیہ سجاد ظہیر	۱/-
تاش کے محل (ناول)	": مپال رنگنا یکما	": زینت ساجدہ	۵۰
تامل افسانے	مرتبہ: می پال سوم، سندرم	": عشرت سہروردی	۱/-
سفید خون (ناول)	مصنف: نانک سنگھ	": رتن سنگھ	۱/-
گرو گوبند سنگھ	": ڈاکٹر گوپال سنگھ	": مخمور جالندھری	۱/-
ہندی افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ	": اگر سین نارنگ	-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ: پنا لال پٹیل	": کشور سلطانہ	۱/-
پنجابی افسانے	مرتبہ: آر. بھیکن سنگھ	": مخمور جالندھری	۱/-
رنجیت سنگھ	مصنف: ڈی آر - سود	": " "	۷۵
جد و جہد آزادی	": بپن چندر	": غلام ربانی تاباں	۵۰
بنگڑ واڈی	": ڈنکٹیش مادگولکر	": عرش ملسیانی	۲۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ - بمبئی ۳ - اور علی گڑھ ۲

ندا فاضلی
پالی ۸۔ سولھواں راستہ
باندرہ۔ بمبئی

دو غزلیں

سارا غرور پاؤں میں آکر ٹھٹک گیا
دیکھا جو آنکھ بھر کے سراپا لچک گیا
ہم تم وہی ہیں آج بھی موسم کی بات تھی
کچھ دن تو سارا شہر ہی پھولوں سے ڈھک گیا
بادل گرج رہے ہیں تو دامن پسار دے
اس دبلی پتلی شاخ کا ہر آم پک گیا
ہر شہر میں کہیں نہ کہیں یاد آئے تم
آنکھیں جھک اٹھیں کہیں ماتھا چمک گیا

○

کبھی بادل، کبھی کشتی، کبھی گرداب لگے
وہ بدن جب بھی کھلے کوئی نیا خواب لگے
ایک خاموش سی لڑکی، نہ کہانی نہ غزل
یاد آئے جو کبھی ریشم و کمخواب لگے
گھر کے آنگن میں کھٹکتی ہوئی دن بھر کی تھکن
رات ڈھلتے ہی پکے کھیت سی شاداب لگے
ابھی بے سایہ ہے دیوار کہیں لوچ نہ خم
کوئی کھڑکی کہیں نکلے، کہیں محراب لگے

○

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر — ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کرکے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دُنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈھ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی، لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت ۵/۷۵

چار دیواروں میں (ناول) ایم، ٹی، واسدیون نائر — ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پرانی کہانی کا عطر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی یاسیت مندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔ قیمت: ۷/۷۵

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا — ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر ایک نوجوانوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت ۶/۷۵

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکیٹس کیتکر — ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کیتکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کرکے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ قیمت ۷/۰

ملیالم افسانے مرتبہ: اوم چیری۔ این این پلّے — ترجمہ: جیلانی بانو

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دنیا کے کسی بھی ادب کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت: ۸/۷۵

ڈاکٹر عنوان چشتی

کچھ ترجمے کے بارے میں

ترجمہ ۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں "انتقالِ خیال" کا عمل ہے یہ کام اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ آئے دن کا تجربہ ہے، ہم افہام و تفہیم کی مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں، کبھی بات کہنے اور کبھی دوسروں کی بات سمجھنے میں دقت محسوس کرتے ہیں۔ یہ بھی تجربہ ہے کہ بعض اوقات کہا کچھ اور جاتا ہے اور سمجھا کچھ اور ——— چونکہ ترجمہ میں ایک زبان سے دوسری زبان میں انتقالِ خیال کیا جاتا ہے۔ اس لیے مادری زبان کے مقابلہ میں افہام و تفہیم کی مشکلات کچھ اور بڑھ جاتی ہیں ——— مگر ان مشکلات کے باوجود ترجمہ کا عمل عہدِ قدیم سے جاری ہے اور جاری رہے گا۔ علم و فن کسی زبان میں ہو وہ تمام انسانوں کی مشترکہ دولت ہے۔ اسے وسیع ہونا ہے اور اس کی نشر و اشاعت کا بہتر اور مصدقہ طریقہ ترجمہ ہے ——— ترجمہ ایک ملکی زبان سے دوسری ملکی زبان میں ہو۔ یا غیر ملکی زبان سے مادری زبان میں، کلاسیکی فن پارہ کا ہو یا ہمعصر ادیب کی تخلیق کا ادبی ہو یا غیر ادبی نثری ہو یا شعری مترجم کو مخصوص مسائل سے دوچار کرتا ہے اور ان کو حل کرنے کے لیے مخصوص وسائل سے کام لینے پر مجبور کرتا ہے، ترجمہ کے مسائل اور وسائل میں ترجمہ کا مکمل عمل پوشیدہ ہے۔

ترجمہ کا عمل ایک تہ در تہ اور پیچیدہ عمل ہے اور اس کے تمام مدارج اور ہیں ایک دوسرے سے علیحدہ بھی ہیں اور ایک دوسرے سے وابستہ بھی اور اس سے آگے بڑھ کر ایک دوسرے کا لازمی اور منطقی نتیجہ بھی، اس لیے "ترجمہ" کی حقیقت سمجھنے کے لیے اس کے پورے عمل کا جائزہ لینا ضروری ہے اور اس کے مسائل و وسائل شناخت اور ان کی نشان دہی ضروری ہے۔ ترجمہ کے عمل کا آغاز "انتخاب متن"

سے ہوتا ہے، پھر اس منتخبہ متن کے مطالعہ اور ابلاغ کی باری آتی ہے۔
ابلاغ کے بعد منتخبہ متن، کے اصل مفہوم کی دوسری زبان میں منتقلی یعنی ترسیل کی منزل آتی ہے۔ ان تینوں منزلوں سے گزر کر جو نئی مگر پرانی تخلیق ہمارے سامنے آتی ہے اس کا نام ترجمہ ہے۔

کسی فن پارے کے انتخاب سے پیشتر مترجم آزاد ہوتا ہے اور وہ اپنے ذوق اور شعور کی روشنی میں، موضوع، مواد، زبان، اسلوب اور تکنیک کے نقطۂ نظر سے کسی بھی فن پارے کا انتخاب کر سکتا ہے۔ مگر انتخاب کے بعد وہ اس فن پارے کا پابند ہو جاتا ہے۔ یہ پابندی مترجم سے دہری "وفاداری" کا مطالبہ کرتی ہے۔ ایک خود اس فن پارے کے مطالعے سے ہوتی ہے۔ دوسری اس کے ترجمہ سے۔ اس طرح مترجم کے فرائض میں ابلاغ و ترسیل، کے تمام مسائل شامل ہو جاتے ہیں اور یہ مسائل مترجم کی دیانت ذہانت اور محنت کا مطالبہ کرتے ہیں ——— انتخاب کرتے وقت، قاری کی حیثیت سے، مترجم کی اولین ذمہ داری اس فن پارہ کی موضوعاتی ——— ادبی، فنی، سماجی اور جمالیاتی قدر و قیمت کا تعین ہے۔ فن پارہ کی قدر و قیمت کا عرفان، مترجم میں احساسِ ذمہ داری، خلوص، دیانت اور ریاضت کا جوہر پیدا کرتا ہے۔ ان اوصاف کے بغیر ترجمہ کے عمل سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہوتا ہے۔

انتخاب متن کے بعد فن پارے کے مطالعہ اور اس کے ابلاغ کی منزل آتی ہے۔ ابلاغ کا نقطۂ آغاز وہ لمحہ ہے جب مترجم قاری کی حیثیت سے اس کا مطالعہ شروع کرتا ہے اور اس عمل کا مرحلۂ آخر وہ لمحہ ہے جب قاری زیرِ مطالعہ فن پارہ کے مفہوم یا مفاہیم کو پوری طرح سمجھ کر مطمئن ہو جاتا ہے۔ مصنف یا مخاطب کی مجرد آگہی، خیال، فکر یا نقطۂ نظر کو الفاظ کی وساطت سے قاری یا سامع کے ذہن میں علیحدہ گر ہونے کو ابلاغ کہتے ہیں۔ مختصراً مصنف کے مرکزی خیال کا مترجم کے ذہن میں انکشاف "ابلاغ" کہلاتا ہے۔ اس طرح یہ وہ عمل ہے جو کسی فن پارہ کو پڑھ کر یا سن کر قاری یا سامع کے ذہن میں واقع ہوتا ہے۔ اسی عمل میں مکمل وحدت ہونے کے

باوجود، اس کی دو سطحیں نمایاں طور پر محسوس ہوتی ہیں۔ پہلی سطح نفسیاتی اور دوسری لسانی ہے۔ نفسیاتی سطح وہ سطح ہے جس پر شعور، تحت الشعور اور لاشعور کی قوتیں سرگرم کار ہوتی ہیں اور ایک دوسرے سے پراسرار طور پر اشتراکِ عمل کرتی ہیں۔ لسانی سطح، وہ سطح ہے جس پر الفاظ اپنی گرہیں کھولتے، ور معانی کا انکشاف کرتے ہیں۔ خیال مجرد ہوتا ہے اور لفظ غیر مجرد، یہ ایک معمہ ہے کہ ایک غیر مجرد چیز کس طرح مجرد بن جاتی ہے۔ اس سوال کے متعدد جوابات نفسیات اور جمالیات میں دیے گئے ہیں۔ جنھیں چھیڑنا نہیں چاہتا بہر حال ابلاغ کا عمل ایک فطری عمل ہے۔ اور دونوں سطحوں کے بیچ تال میل اور حقیقی اشتراکِ عمل سے جاری رہتا ہے۔ اس لیے ان دونوں سطحوں میں تضاد نہیں تعلق ہے۔ یہ تعلق ہی اس کی وحدت کا امین ہے۔

ابلاغ کیفیت وکمیت (QUALITY & QUANTITY) کے اعتبار سے یکساں نہیں ہوتی یہ ناقص بھی ہوتی ہے اور کامل بھی۔ یہ معمولی بھی ہوتی ہے اور غیر معمولی بھی، مدارج کے اعتبار سے اعلیٰ، اوسط اور ادنیٰ بھی ہوتی ہے۔ اس کا انحصار ایک طرف عمر، تعلیم اور تجربہ پر ہے۔ دوسری طرف ذہانت، محنت اور توجہ پر۔۔۔ چونکہ انسان کا ذہن ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتا۔ اس لیے ایک ہی فن پارہ کا مختلف لوگوں کو مختلف ابلاغ ہوتا ہے۔ ابلاغ زمان ومکان کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتا ہے اور افراد کے اعتبار سے بھی، یہی وجہ ہے کہ غالبؔ کے مختلف اشعار کا مفہوم اپنے تمام قارئین کے ذہن میں ایک نہیں ہے۔ اور شکسپیر کے فن پاروں کا مفہوم بھی اپنے تمام پڑھنے والوں کے ذہن میں الگ الگ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک کتاب کے مختلف ترجموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ صورتِ حال شاعری کے ترجموں میں اور زیادہ نازک ہو جاتی ہے۔

ابلاغ کی بعض ضرورتوں کو پورا کیے بغیر مکمل ابلاغ نہیں ہو سکتا۔ پہلی ضرورت مصنف کے بارے میں باخبری ہے۔ مترجم کے لیے مصنف کا فلسفۂ حیات، طرزِ احساس، علمی لیاقت، اور فنی طریقۂ کار سے بھرپور واقفیت ضروری ہے۔ کیونکہ ہر مصنف

اپنے موضوع اور مواد کو، اپنے علم و تجربہ اور اپنے نقطۂ نظر کی روشنی میں اپنے انداز سے برتنے کا عادی ہوتا ہے۔ اس لیے اصل متن کے الفاظ، تراکیب، محاورات، استعارات، پیکر، علامتوں اور دیو مالائی اشاروں کو خود مصنف کے فکر و فن کی روشنی میں سمجھنا ضروری ہے —— دوسری ضرورت اس عہد کا اندازہ ہوتا ہے جس عہد میں اس فن پارہ کی تخلیق ہوتی ہے۔ ہر تخلیق اپنے عہد کے معاشی، معاشرتی تہذیبی اور فنی روایات کا آئینہ ہوتی ہے اور اس میں اس عہد کی روح بھی کارفرما ہوتی ہے۔ اس لیے مصنف کے ساتھ اس عہد کی تحریکات، روایات، اقدار اور معیاروں سے آگاہی بھی ضروری ہے —— تیسری ضرورت اس زبان کی تاریخ سے واقفیت ہے جس سے ترجمہ کرنا ہے۔ زبان ایک سماجی آلہ ہے۔ جو زمانہ کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ ہر لفظ کی اپنی تاریخ ہوتی ہے۔ اس کا املا، تلفظ اور محلِ استعمال زندگی اور زمانہ کے ساتھ ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ اس لیے ان تمام تبدیلیوں سے آگاہی ضروری ہے جو زبان کی تاریخ سے وابستہ ہوتی ہیں —— چوتھی ضرورت مترجم کے ذہنی افق کا وسیع ہونا ہے۔ مترجم کے لیے لازمی ہے کہ وہ جس کتاب کا ترجمہ کرنا چاہتا ہے اس کے موضوع پر حاوی ہو وضوع سے متعلق ثانوی چیزوں کا علم رکھتا ہو۔ ان ضرورتوں کو پورا کیے بغیر مصنف کے ما فی الضمیر تک مترجم کی رسائی ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔

ان بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد اصل فن پارہ کی زبان، تکنیک اور اسلوب ہیئت کا مسئلہ سامنے آتا ہے۔ ابلاغ کا باقاعدہ عمل زبان شناسی کے لمحۂ اولین ے شروع ہوتا ہے۔ مترجم کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فن پارہ کی زبان پر قدرت ھتا ہو، اس کے مزاج و منہاج سے واقف، اس کی قواعد، ساخت اور صوتیات ے آگاہ ہو، اس زبان کی عہد بہ عہد تبدیلیوں سے روشناس ہو، اس زبان کی تلف تکنیکوں، اسالیب اور ہیئتوں کا شعور رکھتا ہو۔ مختصراً یہ کہ اس زبان کے حدود ر امکانات پر گہری نگاہ رکھتا ہو اور ان تمام اسرار و رموز سے آگاہ ہو جن کا تعلق س زبان کے ارتقا اور استعمال سے ہوتا ہے۔

ابلاغ کا نقطۂ عروج وہ منزل ہے جب قاری پر ایک سے زیادہ معانی کا انکشاف ہوتا ہے اور اس کو ایک شعر یا نثر کے بارے میں کئی جہانِ معنی نظر آتے ہیں یہ صورت حال زیادہ تر شعری ترجموں کے موقعوں پر پیش آتی ہے مثلاً غالب کے بہت سے اشعار مفہوم کے اعتبار سے ایک سے زیادہ امکانات رکھتے ہیں۔ یہ تمام مفاہیم نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں بلکہ متضاد بھی ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر مترجم معانی کے ہجوم سے کسی ایک کو انتخاب کرتا اور باقی کو مسترد کر دیتا ہے۔ کیوں کہ معانی کے تمام امکانات کو قلم بند کرنا مترجم کا نہیں تشریح نگار کا کام ہے اس لیے مترجم اپنے تنقیدی شعور کی روشنی میں ایک مفہوم کو منتخب کرتا ہے۔ انتخاب و اجتناب کا یہ عمل مصنف کے فلسفۂ زندگی، انداز نگارش، موضوع کی مناسبت اور عبارت کے سیاق و سباق کی روشنی میں ہوتا ہے۔ اس انتخاب کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ وہ کل مفہوم کے ایک جزو کی حیثیت سے کل سے کتنا قریب ہے گویا وہ انتخاب کل کی روشنی میں کل کا لازمی، منطقی اور فطری حصہ ہوتا ہے۔ دراصل ابلاغ کا مسئلہ کلیتاً مترجم پر منحصر کرتا ہے کہ وہ آئینہ کو کس رخ سے پکڑتا اور اس میں شاہد معنی کا کونسا جلوہ دیکھتا ہے۔ داخلی اور خارجی خصوصیات کی بنا پر ترجمے کئی طرح کے ہوتے ہیں۔

(الف) بعض مترجم لفظی ترجمہ کو پسند کرتے ہیں۔ لغت کی مدد سے لفظوں، جملوں اور اقتباسوں کا ترجمہ کرتے ہیں۔ الفاظ کا محض لغوی استعمال ہی نہیں ہوتا اس کی مجازی دلالتیں بھی ہوتی ہیں اور محل استعمال سے دوسرے معانی بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح کے ترجموں میں ان سب امکانات کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ یہ ادنیٰ قسم کے تراجم ہوتے ہیں۔

(ب) بعض مترجم فن پارے کی خارجی خصوصیات مثلاً الفاظ کی موسیقی، لب و لہجہ کے زیر و بم، اور بحر و وزن کی نغمگی کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اوّل تو ایک زبان یا تخلیق کی خارجی یا ہئیتی خصوصیات کو دوسری زبان میں منتقل کرنا ترجمہ نہیں کہلاتا، دوسرے ان خصوصیات کو منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ ترجمہ میں خارجی یا ہئیتی خصوصیات ثانوی حیثیت

رکھتی ہیں مقصود بالذات مصنف کی مجرد آگہی یا فن پارہ کا مفہوم ہوتا ہے جو لفظوں، پیکروں، استعاروں اور علامتوں میں پنہاں ہوتا ہے اس طرح کی کوشش بھی زیادہ سودمند نہیں ہوتی۔

(ج) بعض مترجم کسی مصنف کے اندازِ بیان سے مرعوب ہو جاتے ہیں، یا کسی تخلیق کی خارجی و ہیئتی خصوصیات کے ساتھ اپنے ذہن کو مشروط کر لیتے ہیں اور اپنے ذہن کے گرد ایک ایسا ہالہ بنا لیتے ہیں جو اصل مفہوم کی روشنی کو ذہن میں آزادی کے ساتھ داخل ہونے سے روکتا ہے اس کا نتیجہ دو صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ (۱) اس فن پارے سے مترجم کی دلچسپی کم ہو جاتی ہے۔ جس کا ترجمہ کرنا ہے۔ (۲) مترجم زیر مطالعہ فن پارہ کا مطالعہ انھیں خصوصیات کی روشنی میں کرتا ہے جس سے کئی طرح کی اُلجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

(د) بعض مترجم کسی فن پارہ کی تلخیص یا تشریح کو ترجمہ کا نام دیتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں مصنف کے اصل مفہوم میں حذف و اضافہ ہو جاتا ہے۔ جو کبھی اصل متن کو نہ سمجھنے، کبھی بد دیانتی، اور کبھی محض تن آسانی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسباب کچھ بھی ہوں یا دو سرے، ترجمہ حذف و اضافہ کے عمل کو برداشت نہیں کر سکتا، البتہ ایسی صورت میں اس کی گنجائش نکل آتی ہے جہاں مصنف ژولیدہ بیانی یا اطناب کا شکار ہو۔ تلخیص میں مفہوم کی بعض کڑیاں غائب ہو جاتی ہیں جس سے ابہام پیدا ہو جاتا ہے۔ وحدت تاثر میں کمی آ جاتی ہے۔ بے ربطی پیدا ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ عدم جاذبیت کی صورت میں نکلتا ہے۔ ایسی صورت میں قارئین تک مصنف کا کل مفہوم نہیں پہنچ پاتا، تشریح میں اس کے برعکس غیر ضروری چیزیں شامل ہو جاتی ہیں۔ اطناب کا عیب پیدا ہونے کا خطرہ اور اصل حقیقت سے توجہ ہٹنے اور فروعات میں اُلجھنے کا امکان ہوتا ہے۔

(ہ) آخری قسم کے ترجمے وہ ہیں جو مصنف کے بنیادی خیال کو بے کم و کاست پیش کرتے ہیں۔ اس میں مفہوم کے تمام امکانات میں سے کسی ایک مفہوم کا انتخاب

کیا جاتا ہے۔ فن پارہ کی خارجی خصوصیات کو ثانوی اہمیت دی جاتی ہے اور بنیادی اہمیت فن پارہ کے استعاروں اور پیکروں کے پیچیدہ نظام کو دی جاتی ہے جن میں مصنف کا خیال، جذبہ یا تجربہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ نیز ان بلیغ اشاروں، حکیمانہ نکتوں اور فلسفیانہ خیالات کو فوقیت دی جاتی ہے۔ جن پر کل مفہوم کا تانا بانا مشتمل ہوتا ہے۔ اس طرح کے ترجمے مفہوم کی حد تک اچھے اور سچے ترجمے ہوتے ہیں۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابلاغ کے طریقہ کار پر ترجمہ کا طریقہ کار منحصر ہے۔ اس طریقۂ کار کی تبدیلیوں سے ترجمہ کے رنگ و آہنگ اور اس کی قدر و قیمت کی تبدیلیاں وابستہ ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر ترجمہ کو اصل فن پارہ کا ہو بہو نعم البدل نہیں سمجھا جا سکتا۔ مگر اس کو اصل کا بالکل غیر خیال کرنا بھی درست نہیں۔ بعض ترجمے اصل اور ترجمہ کے درمیان کی کڑی بھی ہوتے ہیں۔ دراصل ترجمہ کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اصل سے کتنا قریب ہے۔

مترجم ابلاغ کے مسائل سے اس وقت دوچار ہوتا ہے جب وہ مصنف کے کسی نازک، نایاب اور نادر خیال، نیم محسوس حقیقت، خالی خیال آرائی، ذاتی اور اور اچھوتے تجربے۔ دور س افکار اور وجدانی کیفیتوں کو ذہن نشین کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بعض اوقات شاعری میں ایسے نازک مقامات آجاتے ہیں۔ جہاں اصل خیال سطور میں نہیں بین السطور یا ماورائے سطور ہوتا ہے اور الفاظ محض ایک ایسے اسٹیج کا کام کرتے ہیں جہاں سے معانی کی ہلکی سی جھلک نظر آتی ہے۔ شعری ترجموں کی انھیں دقتوں کے پیش نظر انگریزی کے رومانوی شعرا نے نعرہ لگایا تھا کہ " شاعری کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا" اس دور کے نا اہل مترجموں کے ناقص ترجموں نے اس نعرہ پر مہر تصدیق ثبت کی تھی، ایذرا پاؤنڈ (Ezra Pound) نے انھیں دقتوں کے پیش نظر شاعری کو ترجمہ کے نقطۂ نظر سے ۳ حصّوں میں تقسیم کیا تھا۔

(۱) فونا پوٹیا (PHONA POEIA) وہ شاعری جس کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔

(۲) میلو پوٹیا (MELOPOEIA) وہ شاعری جس کا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا

(۳) لوگوپوئیا (LOGOPOEIA) وہ شاعری جس کا ترجمہ تو نہیں کیا جا سکتا مگر مصنف کے اصل خیال کی جھلک اس کے رجحان اور لب و لہجہ کی مدد سے ترجمہ میں منتقل کی جاتی ہے۔

افہام و تفہیم کے بعد ترسیل (COMMUNICATION) کی منزل آتی ہے۔ ترسیل کا لمحۂ اوّل وہ ہے جب مترجم فن پارہ کے مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کے لیے قلم اٹھاتا ہے۔ اور آخری مرحلہ وہ ہے جب حتمی طور پر وہ ترجمہ کو پڑھنے والوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ اس طرح ترسیل وہ عمل ہے جس میں مترجم مصنف کی مجرد آگہی یا فن پارہ کے مفہوم کو قابلِ فہم علامتوں یعنی الفاظ کے ذریعہ قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ منزل گزشتہ دونوں منزلوں سے زیادہ کٹھن ہے۔ کیونکہ ترجمہ کے قارئین کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کہ اصل تصنیف میں کیا تھا یا اس کا اندازِ بیان کیسا تھا۔ وہ تو صرف ترجمہ کو ہی ایک مکمل تخلیق سمجھ کر پڑھتے ہیں اس میں جو کچھ ہوتا ہے۔ وہی ان کے لیے سب کچھ ہوتا ہے ترجمہ سے اصل کی تمام داخلی اور خارجی خصوصیات کی توقع کی جاتی ہے۔

ترسیل کے عمل کے دو مدارج ہیں۔ پہلا وہ جہاں ذہن کے آئینہ خانہ میں لفظ اور خیال ایک دوسرے میں تحلیل ہوتے ہیں یہ الفاظ دیگر مترجم کی ذہنی مجرد آگہی الفاظ کا مرئی پیکر اختیار کرتی ہے۔ ابلاغ کا یہ عمل غیر مجرد سے مجرد کی طرف ہوتا ہے اور ترسیل کے عمل میں مجرد سے غیر مجرد کی طرف، اس لیے ترسیل کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ مترجم نے مصنف کی مجرد آگہی کو (جو اس کے ذہن کا حصہ بن چکی ہے) کس حد تک ترجمہ میں سمو دیا ہے۔ دوسری منزل وہ ہے جب مترجم مصنف کی مجرد آگہی کو ایک نئی زبان میں قارئین کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ منزل جوئے شیر لانے سے کم نہیں، یہ آگ میں پھول کھلانے کا مطالبہ بھی کرتی ہے اور مترجم کی تخلیقی صلاحیت کی آزمایش کراتی ہے اس منزل سے یہ سلامت روی گزرنے کے لیے ضروری ہے کہ مترجم کے پاس کافی ذخیرۂ الفاظ ہو اور وہ مترادفات کے نازک اور مہین فرق پر نظر رکھتا ہو، الفاظ کو لغوی مجازی اور تخلیقی طور پر برت سکتا ہو۔ اگر موقع کی مناسبت سے کوئی لفظ نہ مل سکے تو اس میں نیا لفظ وضع کرنے کی صلاحیت ہو۔ یہ

صلاحیت اصطلاحات اور تراکیب وضع کرنے میں بہت مدد کرتی ہے، وہ حسب موقع استعاروں، پیکروں اور علامتوں کو تخلیق کر سکتا ہو اور انھیں برتنے کا فن بھی جانتا ہو۔ خیال کو پیکر عطا کرنے کا فن خالص فنی تخلیقی اور ادبی عمل ہے۔ اس لیے دوسری زبانوں سے اُردو ترجمہ کرتے ہوئے علم بیان و معانی و بدیع پر نظر رکھنا ضروری ہے۔ شعری ترجموں کے لیے عروض، علم قوافی اور معائب و محاسن سخن کا عرفان بھی لازمی ہے محض ان چیزوں کا جاننا ہی کافی نہیں انھیں برتنے کا سلیقہ بھی ضروری ہے ـــــ اور ان سب کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مترجم اپنی ذہنی اور فنی صلاحیتوں کو مصنف کی ذہنی و ادبی صلاحیتوں کے مقام پر لیجائے۔

اس ادبی عمل سے گزر کر مترجم جو کچھ پیش کرتا ہے اس کو بحیثیت ہیئت پیش کرتا ہے جو مصرعوں یا جملوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس لیے ترجمہ قاری کے سامنے سب سے پہلے بحیثیت زبان آتا ہے اور زبان کا اس کے سوائے اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ ترسیل خیال کا بہترین ذریعہ ہے اس لیے یہ زبان پوری طرح قابل فہم ہونی چاہیے اور قاری کو اس سے وہی ابلاغ ہو جو مصنف کا اصل منشا تھا، خیال کو زبان میں پیش کرنے کا عمل اچھی طرح کیا گیا ہو یا بری طرح ـــــ مگر یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ خیال یا ذہنی پیکروں (IMAGES) کو ہمیشہ ہیئت کے ذریعہ اور ہیئت کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔

ترجمہ کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ جس چیز کو پیش کرنا چاہتا ہے اس کو کتنی کامیابی سے پیش کر سکتا ہے پیشکش کی کامیابی یا ناکامیابی سے ہیئت حسین یا کریہہ ہو سکتی ہے اور اس کے اثرات و نتائج بھی اسی کی نسبت سے کم و بیش اچھے اور بُرے ہو سکتے ہیں۔ اس کی عمدہ مثال قصہ چہار درویش کے دو ترجمے ہیں۔ پہلا عطا حسین خاں تحسین کا نوطرز مرصع اور دوسرا میر امن کا باغ و بہار، پہلے کی زبان اور انداز بیان پر تکلف غیر حقیقی اور دلچسپ ہے، دوسرے کی زبان اور اسلوب طرز، دلکش اور حسب حال ہے۔ اس لیے نوطرز مرصع ادبی عجائب خانہ کی زینت بن گئی اور باغ و بہار شرف قبولیت کی سند حاصل کر چکا ہے ـــــ مثنوی میں ترجمان،

یک اور انداز بیان تینوں چیزیں شامل ہیں اس لیے مترجم کا فرض ہے کہ وہ مثلث کو
یے فکر و فن کا آئینہ خانہ بنادے۔ اس بحث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ترجمہ
کامیابی یا ناکامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ:۔

(۱) وہ مصنف کے خیال، فکر یا نقطۂ نظر کو کس حد تک ترجمہ میں سمو سکا ہے؟

(۲) ترجمہ کی زبان، تکنیک اور انداز بیان کس حد تک موضوع اور مفہوم سے مناسبت رکھتا ہے اور معانی کی ترسیل کرتا ہے۔

(۳) مترجم نے کس حد تک نئی زبان وضع کی ہے اور ادبی سرمایہ میں کس حد تک اضافہ کیا ہے۔

(۴) ترجمہ کس حد تک قاری کی دلچسپی کا مرکز بن سکا ہے۔

اس طرح ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں "انتقالِ خیال" کا سادہ عمل
رتے ہوئے بھی ایک پیچیدہ عمل ہے۔ یہ عمل خالص، فنی ادبی اور کسی قدر تخلیقی
بنیت کا ہے، ترجمہ کرتے وقت مترجم ابلاغ اور ترسیل کے مسائل سے دوچار ہوتا
ہے۔ اس لیے ترجمہ کے عمل کے لیے تحقیقی ریاضت، تنقیدی بصیرت اور تخلیقی صلاحیت
ضرورت ہے اس مثلث کا ہر زاویہ اور ہر خط اپنی جگہ موزوں اور متوازن ہونا بھی
روری ہے۔ اگر مترجم مجنوں شیر لانے، آگ میں پھول کھلانے اور دودھ کا دودھ
ر پانی کا پانی کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ تو الیا، ایسے مترجم اٹلی کی کہاوت
ے مطابق مترجم مجرم (TRASLATION TRAITOR) ہوتے ہیں۔

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

تاریخ فلسفۂ اسلام

ٹ۔ ج۔ دو بوئر — ترجمہ: ڈاکٹر سید عابد حسین

ہر مہذب قوم، زندگی اور کائنات کے عقدہ ہائے سربستہ کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کوشش کا نتیجہ چند خیالات کا مجموعہ ہوتا ہے جو اس قوم کا فلسفہ کہلاتا ہے یہ کتاب آپ کو فلسفۂ اسلام کے بارے میں پوری معلومات دے سکتی ہے۔ قیمت: ۷/۵۰

تاریخ تمدن ہند

پروفیسر محمد مجیب

قدیم ہندوستانی تہذیب کی یہ داستان اس امید پر لکھی گئی ہے کہ اس کے پڑھنے والے اس کو اپنی تاریخ سمجھیں اور اس میں جو حالات بیان کیے گئے ہیں ان کو اپنی زندگی کے حالات جان کر غور کریں قیمت: ۱۲/-

ہمارا قدیم سماج

سید سخی حسین

سید سخی حسن کی یہ تصنیف طویل محنت اور صبر آزما کاوش کا نتیجہ ہے انھوں نے ان تمام موضوعات پر ان کے تقاضوں کے پُر وقار انداز میں قلم اٹھایا ہے جس میں نہ جانبداری ہے نہ تعصب قیمت: ۱۰/-

ترقی اردو بورڈ کی بچوں کے لیے اہم کتابیں

چراغ کا سفر	سید محمد ٹونکی	۱/۵۰	پیسے کی کہانی	غلام حیدر	۳/-
چڑیاں	سلطانہ آصف فیضی	۳/-	خط کی کہانی	"	۳/۷۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵

دلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

باپو (حصّہ اوّل دوم) مصنفہ: ایف سی فریٹاس مترجم: صالحہ عابد حسین -/۳
کشمیر " : مالا سنگھ تصاویر: پریا نند " : خدیجہ عظیم ۱/۵۰
پرندوں کی دُنیا " : جمال آرا " : محمد شفیع الدین نیّر ۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی (حصّہ اوّل دوم) " : لیلا مجمدار " : رضیہ سجاد ظہیر -/۳
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں " : لیلا وتی بھاگوت " : " " " ۱/۵۰
رسیلی کہانیاں " : منوج داس " : صغرا مہدی ۱/۵۰
آزادی کی کہانی (اوّل دوم) " : وشنو پربھاکر " : انور کمال حسینی -/۳
ہماری ریلیں " : جگجیت سنگھ " : عرش ملسیانی ۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیّاح " : کے سی۔ کھنّہ تصاویر: کرشن کھنّہ ۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں " : اوما نند مترجم: رفیعہ منظور الامین ۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اوّل دوم) " : ایم چوکسی و پی ایم جوشی " : رضیہ سجاد ظہیر -/۳
بہادروں کی کہانیاں " : راجندر راوستھی " : انور کمال حسینی ۱/۵۰
روہنت وننديہ " : کرشن چیتنیہ " " " " ۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں " : شانتا رنگاچاری " " " " ۱/۵۰
ابو خاں کی بکری " : ڈاکٹر ذاکر حسین -/۲
انوکھی دُکان " : قدسیہ زیدی ۲/۵۰
گلابو چھیا اور پری زاد " : " " -/۲
دنیا کے جانور " : " " ۲/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم) " : میر نجابت علی مترجم: سیّد احسان -/۳
بڑا پانی " : لیلا مجمدار " : صالحہ عابد حسین ۱/۵۰
مورا " : ملک راج آنند " : انور کمال حسینی ۱/۵۰
ہاکی کا کھیل " : سردید و سانیال " : پریتم لال ۱/۵۰
خار پتی کا خاندان " : منوہر داس چترویدی " : محمد شفیع الدین نیّر ۱/۵۰

نئی مطبوعات

کتاب	نوعیت	مصنف	قیمت
ہندوستان کا وسطی دور	(تاریخی) مترجم	کبیر کوثر	۴/۵۰
طبعیات حصہ سوم	(فزکس) مترجم	اے آر۔ انصاری	۵/-
پکڑ دم کتے کو	(کہانی)	عبدالواحد سندھی	-/۶۰
ہپو چیپو	(")	" " "	-/۶۰
مدورا تا پردیس چلے	(")	" " "	-/۶۰
پان کھا کر طبلہ بجا کر رام ناچا	(")	" " "	-/۴۱
لیلیٰ خالد	(تاریخی ناول)	ناصر ادیب	۶/-
بادہ عرفان	(شعری مجموعہ)	حفیظ بنارسی	۵/-
بیسویں صدی میں اردو ناول	(تنقید)	ڈاکٹر یوسف سرمست	۱۵/۰
دبستانِ عشق کی مرثیہ گوئی		ڈاکٹر جعفر رضا	۲۰/۰
سحر ہونے تک	(ناول)	ریحانہ عبداللہ	۲۵/۰
دل پارہ پارہ	(")	دیبا خانم	۱۰/-
دور افق پر	(")	ذکیہ نازلی	۱۲/-
دیدارِ غالب	(غالب پر مضامین)	عرش ملسیانی	۵/-
ولی گجراتی	(ترمیم شدہ اڈیشن)	ظہیر الدین مدنی	۱۰/-
خاکِ دل	(شعری مجموعہ)	جاں نثار اختر	۲۰/-
لکیریں	(ناول)	سلمیٰ کنول	۱۸/-
فرسٹ	(")	راشدہ ناز	۱۰/-
اچانک	(")	مسرور جہاں	۱۰/-
کاغذ کے پھول	(")	مرتضیٰ زیدی	۸/-
راکی		عظمت رضا	۱۰/-

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

مطالعہ

امیر نظام الدین ممنوں دہلوی اثر: ڈاکٹر منشاء الرحمٰن خاں منشاء
حیات، شخصیت اور شاعری پتا: ۱۱۱، استار کی ٹاؤن ناگ پور
قیمت: تین روپے

میر نظام الدین ممنوں کا بھی وہی زمانہ ہے جب لکھنؤ میں آتش و ناسخ کا طوطی بول رہا تھا اور دہلی میں ذوق، غالب اور مومن شاعری کا پرچم بلند کیے ہوئے تھے۔ ممنوں نے اپنا واسطہ دونوں جگہ سے رکھا، دونوں جگہ انھوں نے عزت، نام وری اور درباروں میں رسائی اور رسوخ حاصل کیا۔

ارضِ دکن، سرزمینِ بنگال اور کوہستانِ اجمیر میں بھی رہ کر کشتِ سخن کی آبیاری کرتے رہے مصحفی سے لے کر دورِ حاضر کے متعدد فارسی اردو کے تذکرے اُن کی تعریف و توصیف سے خالی نہیں مگر، بقول ڈاکٹر منشاء الرحمان "زبان و ادب کے ادا شناس ہونے اور سخن سنجی میں درجۂ کمال رکھنے کے باوجود انھیں شہرت نہ حاصل ہو سکی" اور "ان کے کلام اور شخصیت سے جدید نسل کے لوگ بہت کم واقف ہیں"

واقعی یہ ایک ایسی کمی تھی جس کا پورا کرنا ضروری تھا، اس نیک کام کی توفیق بلکہ سعادت ڈاکٹر منشاء نے حاصل کر لی۔

ہمارے پرانے شاعروں میں سے بہتوں کا سن وفات معلوم کرنا بڑا مشکل کام ہے، مورخ اور سوانح نگار کو سب سے زیادہ دردِ سری، چھان بین اور حساب کتاب جو کرنا پڑتا ہے وہ ہے سال پیدائش اور اس کا تعین۔ منشاء الرحمٰن صاحب نے میر ممنون کے بارے میں حتی الوسع اس سلسلے کی کوشش کی ہے مگر صحت اور قطعیت مشکوک اور غیر متعین

ہی رہی۔

ایک جگہ (ص ۱۰) ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں "ممنون کی ولادت سنہ ۱۱۷۶ھ (مطابق سنہ ۱۷۶۲ء) اور سنہ ۱۱۸۴ھ (مطابق ۱۷۷۰ء) کے مابین قرار پائے گی" چار سال کی کمی بیشی کا فیصلہ کون کرے؟

مقالے کی ایک قابل لحاظ خوبی یہ ہے کہ اس میں بے جا طوالت، بے لطف مباحث، غیر ضروری تاریخی اور سماجی منظر اور پس منظر، بلا وجہ کے مناقشے اور مدح و ذم کے معاملے میں فرسودہ خامہ فرسائی کی رسم و روایات سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ضروری اور کام کی باتوں کو چھوٹے چھوٹے عنوانوں کے تحت صاف اور سادہ طریقے سے تحریر کر دیا گیا ہے۔

پیش رو یا مابعد کے ناقدوں یا مداحوں کے طویل اقتباسات کے بجائے مشہور تذکرہ نگاروں کے اقوال اور ان کی رائیں مختصر کر کے درج کر دی گئی ہیں اس سے پڑھنے والے کا جی بھی نہیں گھبراتا اور کم وقت میں زیادہ معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ اور مقالہ نگار کا جو مقصد ہے وہ پورا ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر منشاء میر ممنون کی عظمت و مرتبت کے بہت قائل ہیں شروع ہی میں انھوں نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ اپنے اس جذبۂ عقیدت کے اثبات و جواز میں انھوں نے زمین آسمان کے قلابے نہیں ملائے ہیں۔

ممنون نے جس سادگی اور سہولت کے ساتھ اپنے مذہبی عقائد میں تبدیلی کر لی تھی، اس کو بھی صحت اور غیر جانب داری کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

اکبر شاہ ثانی کی سرپرستی اور شاہ عالم کی قدر افزائیاں" نیز "فخر الشعراء" کے خطاب سے سرفرازی کے علاوہ وقت کے بہت سے خوش فکر شعرا کی استادی کا شرف بھی ان کو حاصل تھا۔

گلشن بے خار، سخن شعرا اور جلوۂ خضر کے حوالوں سے ممنون کے کوئی اٹھائیس شاگردوں کے نام اور نمونۂ کلام، اس مقالے کا ایک پر لطف باب ہے۔

اپنے ہم عصروں کی طرح ہر صنفِ سخن میں ممنونؔ نے طبع آزمائی کی ہے، لیکن ان کی استادی اور مشاقی غزلوں ہی میں نمایاں ہے۔

میرؔ، سوداؔ، انشاءؔ، ذوقؔ، مومنؔ اور غالبؔ کی جن زمینوں اور طرحوں میں ممنونؔ نے کاوشِ سخن کی ہے اس سے ان کے حوصلوں اور ہمت کے سوا کسی دوسرے وصف وکمال کا اندازہ نہیں ہوتا۔ "تقابلی مقابلے" سے کہیں بہتر تھا اگر ممنونؔ کے دیوان سے چند منتخب غزلیں اور متفرق اشعار کا انتخاب دے دیا جاتا۔

بہر حال ڈاکٹر منشاؔ نے اپنی پسند کا ایک مفید کام، خاصی محنت، لگن اور سنجیدگی سے انجام دیا ہے۔ ان کے اس تحقیقی مقالے نے سابقہ فرد گزاشتوں کی تلافی کی ہے۔ ان پر مزید توجہ کی تحریک پیدا کی ہے۔ اس کے لیے اردو ادب کے متعلم اور معلم دونوں کو ان کا شکر گزار ہونا چاہیے اب ضرورت اس کی ہے کہ ممنونؔ کا وہ شعری سرمایہ جو مخطوطات کی صورت میں چند کتب خانوں تک محدود ہے۔ اسے مطبوعہ شکل میں منظرِ عام پر لایا جائے۔

اس مقالے پر منشاء الرحمٰن خاں صاحب کو ناگ پور یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملی ہے۔ اور اسے یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کی مالی امداد سے شایع کیا گیا ہے۔

(رشید نعمانی)

ہندوستانی مفسرین اور اُن کی عربی تفسیریں

مصنف: (ڈاکٹر) سالم قدوائی
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی
قیمت: چودہ روپے

اس مقالہ پر فاضل مقالہ نگار کو علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی نے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی ہے۔ جیسا کہ موضوع سے ظاہر ہے۔ اس میں قرآن مجید کے ہندوستانی مفسرین کے حالات بیان کیے ہیں اور ان کی تفسیروں کا تعارف اور جائزہ پیش کیا ہے پیش لفظ، تفسیروں کی فہرست، مفسرین کی فہرست اور حوالے کی کتابوں کے علاوہ اصل مقالہ ۵ ابواب پر مشتمل ہے (۱) مکمل تفسیریں (۲) اجزائے قرآن کی تفسیریں (۳) تفسیر

کی شرحیں اور حواشی (۴) متعلقات قرآن مجید (۵) ان لوگوں کے حالات جن کی تفسیریں نہیں ملتی ہیں۔

یہ خیال عام تھا کہ ہندوستانی علماء نے محض گنتی کی چند تفسیریں لکھی ہیں۔ ڈاکٹر زبید احمد نے کتب خانوں کی فہرستوں کی جانچ کے بعد کل ۴۷ کتابوں کے نام اپنی کتاب "کنٹری بیوشن آف انڈیا ٹو عربک لٹریچر" میں دیئے ہیں۔ مگر ڈاکٹر سالم قدوائی نے (۱۵۶) کتابوں کی نشاندہی کی ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے اس موضوع پر کتنی محنت کی ہے انھوں نے ان کتابوں کو چار حصوں میں منقسم کر کے ان کا جائزہ لیا ہے۔ بقول مصنف

> پہلے حصے میں ان تفسیروں کا ذکر ہے جو مکمل ہو گئیں خواہ وہ مکمل ملتی ہوں یا ان کا کوئی حصہ۔ دوسرے حصے میں اجزائے قرآن کی تفسیریں ہیں۔ یعنی مختلف صورتوں کی یا آیتوں کی تیسرے حصے میں قدما کی تفسیروں کے حواشی اور شرحوں کا ذکر ہے چوتھے حصے میں متعلقات قرآن مجید کا ذکر ہے یعنی ان کتابوں کا جو قرآن مجید سے متعلق ہیں۔ (ص ۱۳)

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستانی علماء و صوفیا نے نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کی تفسیریں لکھیں بلکہ الگ الگ نقطۂ نظر سے لکھیں، کسی نے تصوف کے اسرار و رموز کو بیان کیا، کسی نے روایات سلف بیان کرنے پر زور دیا کسی نے شرعی احکام کے استنباط کا خیال رکھا اور کسی نے ادبی پہلوؤں کو اجاگر کیا، اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قدما کا دائرہ فکر و نظر بہت وسیع تھا اور وہ قرآن کو تفسیروں میں تجدد اور توسیع معانی کو روا رکھتے تھے، سید محمد گیسو دراز مشہور صوفی کی تفسیر میں ہر سورت کا تعارف اور اس کے نام کی توجیہ کے ساتھ بسم اللہ کی نئی نئی تفسیروں کا علم ہوتا ہے فیضی کی تفسیر بے نقط صنعت میں ہے۔ حاجی عبدالوہاب بخاری نے اپنی تفسیر میں تمام آیات کو رسول صلعم کی منقبت قرار دیا ہے دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس مقالہ میں شیعہ علماء کی تفسیروں کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ جس سے کتاب کی افادیت اور دائرہ علم میں توسیع ہو گئی ہے ۔ تیسری خصوصیت یہ ہے کہ فاضل مصنف نے تفسیروں کی شرحوں اور حواشی پر اظہار

یال کر کے قرآن کریم سے متعلق بہت سے نکتوں کی وضاحت کر دی ہے ان حواشی
، بہت سے اختلافات کا علم بھی ہوتا ہے اور ان سے نئی راہوں کا پتہ بھی چلتا
،۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب سے رسم خط، تجوید قرآت، تخریجِ آیات
۔ احکامِ قرآنی کا واضح اور بھرپور عرفان بھی ہوتا ہے۔ پانچویں خصوصیت یہ ہے
تمام کتاب مربوط، مدلّل اور جامع ہے۔ اندازِ بیان عام فہم اور دلکش ہے۔
ڈاکٹر سالم قدوائی نے ہر تفسیر کا مختصر مگر جامع تعارف کرا دیا ہے۔ جس
، پتہ چلتا ہے کہ وہ تفسیر کس کتب خانے میں موجود ہے کس کی تصنیف ہے۔ کاتب
م کیا ہے اور سن تصنیف کیا ہے۔ حواشی کی نوعیت کیا ہے۔ متن کی تحریر کا کیا رنگ و
لُ ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر کی بنیادی خصوصیات مع ثبوت بیان کی گئی ہیں۔ ترقیم
ر دوسرے اہم شواہد کو پیش کیا گیا ہے۔ اور حسب موقع مختصراً تنقید بھی کی گئی
یشہور صوفی بزرگ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کی تفسیر ملتقط، پر اظہارِ خیال
تے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" یہ صوفیانہ انداز کی تفسیر ہے جس میں سیدھی سادھی باتوں
کے ساتھ صوفیانہ نکات بھی بیان کیے گیے ہیں جو ایسے لوگوں کے لیے
مفید ہیں جنھیں زبان سے دلچسپی اور مسائل سے شغف ہے اس میں
تفسیری انداز کم ہے، جس کی وجہ سے اس کے مطالعہ سے قرآن مجید
کے سمجھنے میں کچھ زیادہ آسانی نہیں ہوتی۔ البتہ ان کا انداز جس میں
انھوں نے تشبیہات استعمال کی ہیں۔ اچھا ہے اور مفہوم کو پوری طرح
واضح کرتا ہے۔" (ص ۳۵)

ڈاکٹر سالم قدوائی حضرت مولانا عبدالسلام قدوائی سابق صدر شعبہ دینیات کے
نب زادے ہیں۔ علمی و دینی ذوق ورثہ میں ملا ہے اس لیے انھوں نے متانت، بصیر
ِنت کے ساتھ اپنے موضوع سے انصاف کیا ہے۔ کتاب طباعت و کتابت کے نقطۂ
سے بھی خوبصورت ہے۔ اس کا مطالعہ ہر صاحبِ ایمان و اہلِ ذوق کے لیے بصیرت

مسرت فراہم کرے گا اس لیے ڈاکٹر سالم قدوائی اس کی تصنیف پر اور مکتبۂ جامعہ اس کی اشاعت پر ہمارے شکریے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔
(ڈاکٹر عنوان چشتی)

طوطیانِ ہند

مصنف: ڈاکٹر نظام الدین ایس گوریکر
ناشر: رائٹرس امپوریم۔ سر فیروز شاہ مہتہ روڈ بمبئی
قیمت:- ۲۵/- روپے (قسم اوّل)
" : ۱۵/- روپے (قسم دوم)

"گلمپسیز آف اُردو لٹریچر"، "انڈو ایران ریلیشنز" اور "اردو مراٹھی شبدکوش" جیسی دستاویزی اہمیت کی حامل کتابوں کے مصنف، ڈاکٹر نظام الدین ایس گوریکر صاحب کی شخصیت علمی اور ادبی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ علم و ادب کی دنیا میں اُن کی خدمات بڑی طویل، اور ناقابل فراموش ہیں۔ ہم اگر اس بات کو اپنی خوش نصیبی تصور کریں تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ موصوف کی ایک اور اہم اور وقیع کتاب "طوطیانِ ہند" کے نام سے طبع ہو کر ہمارے سامنے آئی ہے۔ یہ کتاب فارسی کے تین شہرۂ آفاق ہندوستانی شعراء، خسروؔ۔ فیضیؔ اور غالبؔ کے تذکرے اور منتخب فارسی کلام پر مشتمل ہے۔ گوریکر صاحب کا اپنا لکھا ہوا ایک مبسوط دیباچہ بھی اس کتاب میں شامل ہے۔ اس دیباچے میں انہوں نے ہندوستان میں فارسی شاعری کے آغاز اور فروغ کا جائزہ لیتے ہوئے "طوطیانِ ہند" کی تالیف کے محرکات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا ہے۔

"حیات و فن" کے عنوان سے گوریکر صاحب نے امیر خسروؔ۔ حکیم فیضیؔ اور مرزا غالبؔ کے حالات زندگی اور فنی اور ادبی کمالات کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کا یہ حصّہ جو کم و بیش ساٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، اس بات کی دلیل پیش کرتا ہے کہ گوریکر صاحب حقیقی معنوں میں ایک بہترین تذکرہ نویس ہیں۔

اس حصّے کو پڑھتے وقت کہیں بھی گراں باری کا احساس نہیں ہوتا اور میرے

خیال میں یہ گوریکر صاحب کی بہت بڑی قابل ذکر خوبی ہے ۔ انھوں نے تینوں شعرا کے بارے میں ضروری اور مفید معلومات پورے تجسس اور تحقیق کے ساتھ فراہم کی ہیں ۔

کتاب میں "انتخاب کلام" کے عنوان سے خسرو، فیضی اور غالب کا منتخب فارسی کلام پیش کیا گیا ہے ۔ اس انتخاب میں غزلیں بھی شامل ہیں اور رباعیات بھی قصیدے بھی ہیں اور مثنویاں بھی ۔ گوریکر صاحب نے یہ حصہ بڑی کاوش اور عرق ریزی سے مرتب کیا ہے ۔ متن کی صحت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس حصے کی ترتیب میں متعدد نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور موصوف "درِ جستجو" کافی "گرم" رہے ہیں ۔ اس انتخاب میں ہندوستانی عناصر کو اس خوبی اور اس انداز سے اُجاگر کیا گیا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کا یہ انتخاب، قومی یکجہتی کا ایک خوبصورت مرقع بن کر رہ گیا ہے ۔ اس حصے کے مطالعے سے، ہمارے فارسی شعرا کی ہندوستانیت اور حب الوطنی کے کئی روشن اور تابناک پہلو سامنے آجاتے ہیں ۔ اور قاری پر ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری ہونے لگتی ہے ۔

کتاب اچھے کاغذ پر فوٹو آفسیٹ کی طباعت کے ساتھ منظر عام پر آئی ہے شروع میں خانۂ فرہنگ ایران بمبئی کے رئیس ڈاکٹر سید مہدی غروی کا پیش لفظ اور پروفیسر دستگیر شہاب کا تعارف بھی شامل ہے، اور ان دونوں چیزوں سے کتاب کی اہمیت واضح ہوتی ہے ۔

گوریکر صاحب کی یہ تالیف اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہندوستانی مزاج کے عین مطابق ہے اور نہ صرف دانش گاہوں کے لیے مفید اور کارآمد ہے بلکہ نقد و تبصرہ، اور تذکرہ نگاری، نیز تحقیق کے معیار کے لحاظ سے بھی ایک شاندار اضافے کی حیثیت رکھتی ہے میں گوریکر صاحب کو اس منفرد اور یادگار پیش کش پر دلی مبارکباد دیتا ہوں ۔ ڈاکٹر رفیق زکریا کی اس رائے سے اتفاق کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے

کہ کہ

مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کا ہر طرح سے شایانِ شان خیر مقدم کیا جائے گا اور یہ کتاب نہ صرف علمی اور ادبی لحاظ سے بلکہ تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے بھی یادگار ثابت ہوگی۔

بدیع الزماں خاور

انیس نما

مرتب: عبدالقوی دسنوی
پتا: علمی مجلس دہلی ۶
قیمت: دو روپے

اشاریہ سازی نئے زمانہ کی دین ہے، لیکن بے حد ضروری اور نہایت کارآمد۔ اُردو میں غالب اور اقبال دو ہی ایسے خوش نصیب شاعر ہیں جن پر یہ کام ہوا ہے۔ انیس کا مرتبہ اور مقبولیت بھی اس کی متقاضی تھی۔ خوشی کی بات ہے کہ جناب عبدالقوی دسنوی صاحب جن کو ایسے دشوار گزار کاموں کو انجام دینے کا شوق، سلیقہ اور تجربہ ہے۔ غالبیات کے بعد "انیس نما" کی تیاری کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ اور لوگوں نے بھی اس سلسلے کا تھوڑا بہت کام کیا ہے۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے فاضل مرتب کا کہنا ہے کہ ان کے مقابلے میں یہ "ترتیب بہت بہتر اور زیادہ حوالوں کے ساتھ پیش" کی گئی ہے اور ابھی اس کام کو جاری رکھتے ہوئے، آئندہ اُسے اور بہتر اور مفید بنانے کا ارادہ اور وعدہ کیا گیا ہے۔ تمہید کے بعد اُن مقالوں کا ذکر ہے جو ۱۹۰۸ء سے ۱۹۷۳ء تک ہندوستان پاکستان کے سیکڑوں رسالوں میں شایع ہوئے۔ ان مقالات میں جرائد کے خصوصی نمبران کے اداریے۔ تنقید، تبصرے، خوبیاں اور خامیاں، مختلف انداز کے سوال، اعتراض اور ان کے جواب، غرض سیرت، شخصیت، فن اور شاعری سے متعلق شاید ہی کوئی ایسا عنوان یا موضوع رہ گیا ہو جس پر قلم نہ اٹھایا گیا ہو۔

دوسرا عنوان ہے "تصانیف" اس میں دونوں طرح کی کتابوں کی فہرست ہے۔ ایک وہ جو خاص طور سے میر انیس پر لکھی گئیں دوسری وہ کتابیں (جن میں ادبی تاریخیں اور شعرا کے تذکرے شامل ہیں)، اور شاعروں کے ساتھ میر انیس کا ذکر مجمل یا مفصل

طور پر پایا جاتا ہے۔

اس عنوان کے تحت چند تصانیف ایسی ہیں جو اپنی نوعیت یا خصوصیت کی بنا پر کئی بار طبع ہوئیں اور آج ان کی دستیابی دشوار نہیں لیکن بعض رسالے اور کتابیں ایسی ہیں جن کے نام بھی کم ہی لوگوں کو یاد ہوں گے اور ان کو چھپے ہوئے بھی اتنی مدت گزر چکی ہے کہ اب ان کا ملنا اور دیکھنا آسان نہیں۔ مثلاً "انتخاب نقص"، از عبدالغفور نساخ (اس میں نساخ نے میر انیس اور مرزا دبیر کے اغلاط یک جا کیے ہیں) سال اشاعت ۱۸۷۷ء اور پھر اس کا جواب "تطہیر الاوساخ"، مصنفہ محمد رضا معجز، سال اشاعت ۱۸۷۹ء۔ اور "سنان دل خراش"، مرتبہ منیر شکوہ آبادی، سن طباعت ۱۸۷۹ء۔ اور "الموازنہ"، مصنفہ میر افضل علی ضو، مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۰۸ء نیز چودھری سید نظیر الحسن فوق کی "المیزان" (جس میں مولانا شبلی کی انیس کے بارے میں افراط و تفریط پر بحث کی گئی ہے اور مرزا دبیر کے کمالات واضح کیے گئے ہیں)

انیس نما کے آخری سترہ صفحوں میں 'مقالات'، 'تصنیفات' کو "موضوع" کے لحاظ سے منقسم اور مرتب کر دیا گیا ہے۔ اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انیس اور انیسیات کے ضمن میں اردو اور دوسری زبانوں میں، کیا کام ہوا ہے، کس نے کیا ہے کب کیا ہے ؟؟؟

مختصر یہ کہ گذشتہ پچانوے سال پر محیط ایک بیش بہا ادبی سرمایہ، اور اس کی نشان دہی، موضوع اور عنوان، مضمون نگاری اور مصنفوں کے نام ان کے ساتھ باقاعدہ سن طباعت و اشاعت اور مطابع کا حوالہ، اس مشکل اور مفید کام کو بڑی ہی کاوش اور تلاش و جستجو سے ترتیب دے کر دسنوی صاحب نے نہ صرف تحقیق کرنے والوں بلکہ انیس کے بارے میں جو کبھی جو کچھ معلوم کرنا چاہے اس کے لیے آسانیاں بہم پہنچادی ہیں۔

رشید نعمانی

نیا جزیرہ

مصنف: اسلم عمادی
پتا: شالیمار پبلیکیشنز۔ نیا ملک پیٹ
حیدرآباد
قیمت: سات روپے

گذشتہ چند سالوں میں جو چند نوجوان اور صحت مند روایتوں کے حامل شاعروں کے نام ابھر کر سامنے آئے ہیں ان میں اسلم عمادی کا نام بھی ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یوں تو وہ ادب میں "غالب و مومن کے دن لد گئے" والے نظریہ کے قائل ہیں۔ لیکن ان کی غزلوں کو پڑھنے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ شاعر مندرجہ بالا نظریہ کو اپنائے ہوئے ہیں۔ ان کی غزلوں میں جہاں جدید تصورات کے شعر ملتے ہیں وہاں چند ایسے شعر بھی ملتے ہیں جو اگر اسلم کے یہاں نہ ہوتے تو زیادہ بہتر تھا بہرحال مجموعی طور پر ان کی غزلیں جدید غزل کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔ اور ان سے توقع کی جا سکتی ہے کہ ان کا فکری معیار یوں ہی قائم رہا تو وہ یقیناً جدید غزل کے آسمان پر ایک تابندہ ستارہ بن کر چمکیں گے۔ لہجے کی گھلاوٹ اور الفاظ کی مٹھاس ان کی غزلوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ اگر وہ غزلوں میں زبان و بیان کی خامیوں پر بھی نظر رکھیں تو زیادہ بہتر ہے۔ ان کے زیرِ نظر مجموعۂ کلام میں کہیں کہیں گرامر کی غلطیاں بھی ملتی ہیں اور عروض کی خامیاں بھی۔

غزل کے ساتھ ساتھ ان کی جدید نظمیں بھی کافی توجہ طلب ہیں۔ موضوع سے انصاف اسلم کی خصوصیت ہے جو قاری کو یقیناً اپنی طرف متوجہ کرے گی، چاہے ان کی نظم زندگی کے کسی مسئلہ کی اہمیت کی وضاحت کرتی ہو یا کسی آفاقی تصور کی۔ جدید انداز میں اپنی بات کو بڑی خوبصورتی سے وہ الفاظ کا پیکر عطا کرتے ہیں، وہ ایسی علامتوں کا استعمال نہیں کرتے جو قاری کے لیے الجھن کا سبب بنتی ہوں حالانکہ ان کی ساری شاعری علامتی ہے لیکن ان کی علامتیں زندگی سے بے حد قریب ہوتی ہیں اور وہ علامتیں چننے کے معاملہ میں انتہائی محتاط رویہ اپناتے ہیں ان کے چند

خوبصورت شعر دیکھیے۔

پھر وہ پتھریلے جزیروں کا سفر ختم ہوا
پھر وہ ہنگامۂ ارباب نظر ختم ہوا

تم اپنی آنکھوں کی شمعیں کو گل نہ کر دیتا
تمام رات فضاؤں کو لڑکھڑانے دو

ڈوبتے ڈوبتے ہم آ گئے اپنے اندر
اور اندر بھی بپا لاکھوں فسادات ملے

زندگی کے کھوکھلے پن پر اسلم کا یہ شعر کس قدر جاندار اور خوبصورت ہے۔

جھوٹے جھوٹے قہقہے ہوتے رہیں یونہی بلند
ہوٹلوں، تفریح گاہوں کو چمکنے دیجیے

بہر حال اسلم کی غزلوں نیز نظموں کا خوبصورت اور حسین ماحول قاری کو تصورات اور حقائق کی ایک ایسی دنیا میں لے جاتا ہے جہاں سچ کی کڑواہٹ اور حقائق کی تلخی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس کی شاعری کی سب سے بڑی کامیابی یہی ہے کہ وہ سچ کو جھوٹ بنا کر نہیں بلکہ سچ بنا کر پیش کرتا ہے۔ آج کے دور میں جب کہ جدیدیت کے نام پر ہر گمراہی کو قیادت کا نام دیا جاتا ہے اسلم کا یہ مجموعہ جدید شاعری کے صحرا میں ایک نخلستان کی حیثیت رکھتا ہے۔

شالیمار پبلیکیشنز نے یہ مجموعہ چھاپ کر یقیناً اردو ادب کی ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔ طباعت اور کتابت بھی خوبصورت ہے۔ ہاں قیمت کافی زیادہ ہے۔ اگر کچھ کم ہوتی زیادہ اچھا تھا۔

سلمان رضوی

نازک خیالیاں

از : کنھیا لال کپور
ناشر: ہند پاکٹ بکس ڈ پرائیوٹ لمیٹڈ دہلی ۳۲
قیمت: دو روپے پچاس پیسے

ادب کی وہ صنف جس کا نام طنز و مزاح ہے اس کی ضرورت سب کے لیے ہے مگر اس کی حس اور اس سے کام لینے کی صلاحیت سب میں نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ ہمارے یہاں شاعر، ادیب نقاد اور افسانہ نویس تو بے شمار ہیں مگر مزاح نگاروں کی تعداد ہر زمانے میں کم اور بہت کم رہی۔ ہاں اس کی کمی پورا کرنے کے لیے واعظ، ناصح، بھانڈ اور سطحی قسم کے مسخرے البتہ پیدا ہوتے رہے جن سے نہ شعر و ادب کو کوئی فائدہ پہنچا اور نہ معاشرے کو۔

اس صنف کو جنھوں نے با مقصد طور طریقے سے اپنانے کی کوشش کی ان میں کنھیا لال کپور بھی ہیں۔ موصوف یک گیر و محکم گیر کے قائل ہیں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے طرح طرح کے اصنافِ شعر و ادب میں سے ایک کا انتخاب کر لیا اور اس پر یک سوئی۔ استقلال اور انہماک کے ساتھ قائم ہیں اور اس میدان میں آج وہ منفرد اور یکتا نہ سہی ممتاز اور مقبول ضرور ہیں۔

"نازک خیالیاں" ان کے چھوٹے بڑے ۲۶ طنزیہ مزاحیہ مضامین، سیاسی تبصروں دلچسپ خاکوں اور ظریفانہ انشائیوں کا ایک خوبصورت مجموعہ ہے۔ غالبؔ سے ان کا پرانا یارانہ ہے وہ ان کے مزاج شناس اور رمز آشنا ہیں لہٰذا ان کے سلسلے میں جب بھی قلم اٹھاتے ہیں لطف و انبساط کا سامان بہم پہنچا دیتے ہیں۔

ادب میں بے ادبیاں، سیاسیات کے پیچھے شرارت اور رذالت۔ ذہانت کے زعم میں حماقت، کج روی، خود فریبی، مغالطے، انفرادی ہوں خواہ اجتماعی ان سب پر حسبِ ضرورت طنز آمیز سرخیاں، ظریفانہ جملے، چبھتے ہوئے فقرے اور برجستہ اشعار جن سے طنز نگاری کا مقصد اور واضح ہو جاتا ہے۔ ان کی تحریر کی عام خوبیوں میں سے ہیں ان چیزوں کو پڑھ کر لطف آتا ہے اور اگر کوئی غیرت مند ہو تو اپنی اصلاح بھی کر سکتا ہے مصنف کا انداز نگارش تو قابلِ تحسین ہے ہی۔

ناشر (ہند پاکٹ بکس) کا بھی شکر گزار ہونا چاہیے جس کی معرفت اس طرح کی مفید اور دلچسپ کتابیں سامنے آتی رہتی ہیں۔

رشید نعمانی

املا نامہ

(سفارشات املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ)

مرتب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی ۲۵۔ دہلی ۶۔ بمبئی ۳
اور علی گڑھ ۲

قیمت: ایک روپیا

ترقی اُردو بورڈ کی مہر تصدیق کے ساتھ ایک صاف ستھرا کتابچہ 'املا نامہ' اس وقت میرے سامنے ہے۔ یہ سفارشات ہیں املا کمیٹی کی۔ ہماری زبان کا املا آج سے نہیں ایک مدت سے قابلِ اصلاح اور توجہ طلب ہے تعجب ہوتا ہے کہ اس کارِ خیر میں بورڈ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ یہ ہر حال اچھا کام جب بھی ہو جائے 'اچھا' رہتا ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ اس فریضے کی انجام دہی کے لیے تین ایسے حضرات کی خدمات حاصل کی گئیں جو ہر لحاظ سے اس کے اہل ہیں۔ اس نوعیت کے کاموں کے لیے جس علمیت، بصیرت اور بصارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ ڈاکٹر سید عابد حسین، رشید حسن خاں صاحب اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ میں موجود ہیں۔

مولانا احسن مارہروی۔ انجمن ترقی اُردو اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تمام سابقہ کوششوں کا ایک جامع اور قابلِ قدر ماحصل پیش کر دیا گیا ہے ساتھ ہی اور جو تجویزیں، سفارشیں یا اضافے کیے گئے ہیں وہ بھی اپنی ضرورت اور افادیت کی بنا پر کچھ کم اہم نہیں۔

اس بنیادی اور تعمیری کارگزاری سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا تو اس کی اپنی بھول اور زبان نیز اس کے طرزِ املا کے ساتھ ناانصافی اور بے اعتنائی کہلائے گی۔

فاضل مرتب اپنے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ "زیرِ نظر سفارشات اتنی ماہرین اور محققین کے لیے نہیں جتنی عام لکھنے پڑھنے والوں کے لیے ہیں" اور ان میں سب سے پہلے انھوں نے 'طالب علم' کو شامل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی دو گروہ یا طبقے ایسے ہیں جو زبان کو زندہ اور پائندہ رکھ سکتے ہیں۔ بس ایک شرط یہ ہے کہ جہاں 'دبے دبے'، 'بیچ بیچ کے'، اختیار تمیزی پر چھوڑ کے۔ یہ بھی صحیح وہ بھی صحیح، اس طرح کے فقروں، سے کام لیا گیا ہے اس کی جگہ بات کھُل کر کہنا چاہیے تاکہ دو رنگی دور ہو اور مقصد حاصل ہو۔

اپنی بات کو چند مثالوں سے واضح کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۳۲، ۳۴،

عیسیٰ، موسیٰ: "اصولاً ان کو بھی ایسے اور الفاظ کی طرح سے لکھنا چاہیے۔ لیکن خاص نام ہونے کی بنا پر اگر ان کو قدیم چلن کی پیروی میں ی سے لکھا جائے تو اس کو بھی صحیح سمجھنا چاہیے" مثال:۔

"محمد مصطفیٰ، علی مرتضیٰ، یحییٰ" وغیرہ ص ۴۵ "..... ایسے سب لفظوں کو الف کے ساتھ لکھا جائے" مثال:۔ رحمان، اسماعیل" وغیرہ ایک عام آدمی اور طالب علم کی حیثیت سے پوچھنا چاہتا ہوں کیا یہ 'خاص، نام نہیں؟ بات اتنی زیادہ متضاد نہ ہوتی اگر یہ صراحت کر دی جاتی کہ جن خاص ناموں کے آخر میں 'ی' آتی ہے ان کو 'ی' ہی کے ساتھ لکھ کر اوپر الف لگا دیا جائے ویسے رشید حسن خاں صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ عیسیٰ، موسیٰ، مصطفیٰ، مجتبیٰ، وغیرہ کو بھی الف ہی سے لکھنا چاہیے (دیکھیے انشا و املا ص ۵۹)

اسی طرح، علاحدہ، اور لہٰذا" میں اختلاف اور جواز یہ کہ "چلن" میں آ چکا ہے 'چلن' میں یکسانیت قائم کرنا اگر اس کمیٹی کا کام نہیں ہے تو پھر کس کا ہے؟

ص ۴۳ ذ اور ز کا مسئلہ۔ گذشتہ اور گزارش کی حد تک تو یاد رکھا جا سکتا ہے باقی لفظوں اور خاص کر مرکب الفاظ کے معاملے میں فرق کو ملحوظ رکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے

زندگی یوں بھی گزر ہی جاتی   کیوں ترا راہ گزر یاد آیا   (غالب)

۱۸۸۶ء سے ۱۹۶۹ء تک کے میں نے مرزا کے نو دیوان دیکھے اور وہ بھی ایک سے ایک نامی مرتب اور شہرت یافتہ مطبعے سے منسوب، مرقع چغتائی کے علاوہ باقی ہر نسخے میں "راہ گزر" کو 'ز' سے لکھا گیا ہے۔ یہ غلطیاں اتنی پرانی اور پختہ ہو گئی ہیں کہ ان کی اصلاح و درستی میں بڑا وقت لگے گا ــــــ راہ گذار اور 'خدمت گزار' لکھتے وقت یہ لحاظ کہ پہلے لفظ کا مصدر گذاشتن ہے اور دوسرے کا گزاردن، آسان نہیں۔

اطمینان ہوا تھا کہ (ZARA) کو ز سے لکھنے کے لیے کہا گیا ہے۔ مگر یہاں

پر رشید حسن خاں صاحب آڑے آ گئے (اردو املا ص۱۶۴) اس کا فیصلہ کس سے کرایا جائے کہ 'ز' صحیح ہے یا 'ذ'؟ ص۱۶۶ س اور ش کے معاملے میں مجھے سخت شکایت ہے، ان دونوں حرفوں کی شکل اور لکھائی میں جو فرق ہے اس کو ملحوظ رکھنے کی کوئی دانستہ کوشش نہیں کی جاتی۔ آخر کیوں؟ جب کہ دونوں کی ساخت الگ، آواز الگ اور اعداد الگ۔ طغرے، وصلیاں اور پوسٹر کو جانے دیجیے عام اور ہر وقت کی تحریروں میں میرا خیال ہے کہ ان کو اصل کے مطابق ہی لکھنا چاہیے، حسن اور سہولت کے مقابلے میں 'صحت' اہم ہے۔

ص۱۷۲ نون اور نون غنہ۔ جنبش اور سنبل میں مقابل کے صفحے پر دیا ہوا قاعدہ نظر انداز کیا گیا۔ ص۹۸ آزمائش اور نمائش، ان لفظوں کو ی اور ء دونوں سے لکھنے کی اجازت دے کر کمیٹی نے تو اپنی ذمے داری ختم کر دی مگر سہولتیں اور آسانیاں کبھی کبھی دشوار بن جاتی ہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ ایک ہی طریقہ رائج کرنے کی سفارش کی جاتی جیسے رشید حسن خاں صاحب نے صاف لکھ دیا ہے کہ ان لفظوں کو 'ئ' ہی سے لکھنا چاہیے (اردو املا ص۴۲۸-۴۲۹)

ص۸۰ اعداد: ایک طرف تو یہ اصرار کہ اردو یا ہندی کے جو لفظ ہیں یا مثلاً بیانوے ان کو الف ہی سے لکھنا چاہیے، دوسری طرف ۱۱ سے ۱۸ تک کی گنتیوں کو ہ سے لکھنے کی ہدایت۔ عام آدمی اور نو آموز طالب علم کے لیے پھر وہی ترک و اختیار کا مسئلہ —— اعداد ترتیبی اور اعداد استغراقی کے سمجھنے سمجھانے والے کہاں سے لائے جائیں گے؟

ص۸۲ بلکہ، کیونکہ، جبکہ، چنانچہ، چونکہ۔

بل کہ، کیوں کہ، جب کہ، چناں چہ، چوں کہ۔

میں بڑے ادب سے درخواست کروں گا۔ کہ ان لفظوں کے املا میں "چلن" کو قبول کر کے "مرجح" پر عمل درآمد ہو سکتا ہے اور ہونا چاہیے۔ (دیکھیے اردو املا ص۱۶۱)

ص۲۶ پر انگریزی الفاظ کی فہرست میں MUNICIPALITY اور ENCYCLOPEDIA کا املا بھی درج کر دیا جاتا تو اچھا تھا اردو میں یہ دونوں لفظ اکثر وبیشتر بولے اور لکھے جاتے ہیں۔

ص۲۶ سطر ۲ واو ماقبل مفتوح سطر ۱۲ یاے ماقبل مفتوح کے لیے نہایت آسان علامت ہے ، ۸ ، اس کو ترک و حذف کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بارے میں عرض کردوں کہ حیدر آباد میں آج سے پچاس پچپن برس پہلے ایک بزرگ تھے مولوی احمد علی۔ جامعہ کے ایک ماہر و مشاق استاد عبدالغفار مدہولی صاحب پچاس برس سے مسلسل اپنی تدریس نیز تالیف و تصنیف میں اس علامت کو استعمال کر رہے ہیں اور ان کا بیان ہے کہ پہلے دن سے "مجھے یہ علامت آسان، مفید تر اور بامقصد معلوم ہوئی اس لیے میں اب تک اپنے تمام قاعدوں اور تدریس میں استعمال کرتا چلا آرہا ہوں"۔ انجمن اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی سفارشیں بھی اس کی تائید میں ہیں۔ سید شہاب الدین دسنوی نے جو قاعدہ لکھا ہے اس میں بھی واو ری کی آوازوں کو پھیلانے کے لیے اسی علامت سے کام لیا ہے۔

ص۲۷ معکوسی نون "ں" بڑے آدمیوں کی تجویز ہے، تردید خلافِ ادب سمجھتا ہوں ورنہ گنڈ ، شرنٹ اور شراونٹ کو اگر گنڈ ، شراونٹا اور شرنٹا اس طرح لکھا جائے تو سنسکرت کے تلفظ کے لحاظ سے نہ اس کا پڑھنا مشکل ہوگا اور نہ لکھنا۔

ص۲۷ صفحے کے لیے پورے ص کے مقابلے میں اس کا سرا اور سیدھی لکیر لکھی جائے تو اس پر چھوٹی بڑی گنتیاں آسانی اور صحت کے ساتھ لکھی جا سکتی ہیں "ص"، کے جواز کے علاوہ دائرے کے مقابلے میں چھوٹی سیدھی لکیر ہر ایک کھینچ لیتا ہے۔

املا نامہ جن لوگوں نے لکھوایا، لکھا، چھپوایا اور مفاد عامہ اور سہل الحصول کی خاطر قیمت بھی کم رکھوائی گئی وہ سب تعریف، توصیف قدر افزائی اور شکر گزاری کے مستحق ہیں۔ اب ہونا یہ چاہیے کہ چند جزوی اور اختلافی یا مشکوک باتوں پر دوبارہ غور کر کے کوئی ایک رائے قائم کر لی جائے۔ پھر اس کی زیادہ سے زیادہ ترویج و اشاعت

کی عملی کوششیں کی جائیں

یہ ذمے داری بھی بورڈ کو لینا چاہیے۔ اس کے پاس وسائل ہیں۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ سب سے پہلے ابتدائی جماعتوں کے مدرسوں، مکتبوں، روزانہ چھپنے والے اخباروں کے مالک اور مدیر، ناشر، مطابع اور خوشنویسوں کو جماعت دار تھوڑی تھوڑی تعداد میں یک جا کر کے اُن کو مجوزہ اصلاحوں اور سفارشوں پر عمل کرنے کی ترغیب دی جائے۔ میں نے مانا کہ پرانی عادتیں جلد اور آسانی سے نہیں چھوٹتی ہیں لیکن ان کو چھڑانے کی کوشش تو کرنا ہی چاہیے۔

ترجموں اور اصطلاحات وضع کرنے کا کام بہت دن سے ہو رہا ہے اور اس سے "خواص" ہی مستفیض اور مستفید ہو رہے ہیں۔ اس سلسلے میں بورڈ کی طرف سے جو اہتمام، اخراجات اور عملے کی سرگرمیاں ہیں ان کو "عام" آدمی کی خاطر تھوڑے دنوں تک ملتوی کر دیا جائے اور اس چھوٹے مگر زیادہ ضروری اور زیادہ مفید کام کو شروع کرا دیا جائے اس کام کے لیے ورک شاپ اور سیمینار منعقد کرائے جا سکتے ہیں۔ جلد ہی اندازہ ہو جائے گا کہ نتیجہ خاطر خواہ نکل رہا ہے یا نہیں۔

اس کی ابتدا دہلی سے ہونا چاہیے یہاں اس کے تمام مواقع، مراکز، مدرسے مدیر، ناشرین، کاتب اور خوش نویس صاحبان سب موجود ہیں اس کے بعد اس مہم کو حیدرآباد، میسور، بنگلور، بمبئی، لکھنؤ بہار اور بنگال وغیرہ کے مرکزی مقامات تک وسیع کیا جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے اس کوشش میں انجمن اور بہت سے تعلیمی اداروں کا تعاون بھی مفید ہوگا۔

یہ ایک بے بضاعت کی مخلصانہ گزارشیں ہیں معلوم نہیں ارباب حل و عقد اس کو قابل اعتنا سمجھیں یا صدا بہ صحرا۔

رشید نعمانی

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

شاعر
مصنف: تارا شنکر بندو پادھیائے ترجمہ: پریندر کمار رڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شایع ہوا تھا اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔ تارا شنکر بندو پادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا۔ قیمت ۸/۷۵

منتخب نظمیں
مرتبہ: علی سردار جعفری

پیش نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے اس سے ان شاعروں کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا۔
یہ انتخاب ۳۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے۔ قیمت: ۴/-

آب حیات
مصنف: محمد حسین آزاد تلخیص و ترتیب: پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس میں ہی اُلجھتے اور بحث کرتے ہیں مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے اور یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ۔ ایک تاریخی دستاویز۔ قیمت: ۶/۷۵

ترقی اردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبیعات (فزکس) دوم و حساب و الجبرا، اوّل۔ دوم۔ سوم۔ جیومٹری اوّل۔ دوم۔ سوم۔ گھریلو سائنس ششم ہفتم ہشتم۔ ہر کتاب کی قیمت: ۲/-
طبیعات سوم

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵
دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

چند اہم کتابیں:

نروان (افسانے) **جیلانی بانو**

محترمہ جیلانی بانو دورِ حاضر کی مقبول ترین ادیبہ ہیں۔ اِن کا طرزِ تحریر دل کش اور اندازِ بیان صاف و شستہ ہوتا ہے۔ اِن ہی خوبیوں کے باعث آپ کی نگارشات اور خاص طور پر افسانوں کو قبولِ عام کی سند مل چکی ہے۔

قیمت: ۴/۵۰

پت جھڑ کی آواز (دوسرا اڈیشن) **قرۃ العین حیدر**

"آگ کا دریا" جیسے مشہور ناول کی مصنّفہ محترمہ قرۃ العین حیدر کے آٹھ منتخب افسانوں کا مجموعہ۔ مصنّفہ کو اِس مجموعے پر ساہتیہ اکیڈمی آوارڈ ملا ہے۔

قیمت: ۶/۰

چراغوں کا سفر (افسانے) **رام لعل**

رام لعل کا تعلق اُردو افسانہ نگاروں میں اُس نسل سے ہے جو کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی اور سعادت حسن منٹو کے سامنے آئی ہے۔ اُن کی کئی کتابوں پر حکومت اُتر پردیش سے انعامات بھی مل چکے ہیں۔ "چراغوں کا سفر" آپ کے ۱۶ مختصر کامیاب ترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔

قیمت: ۴/۰

خیالستان (افسانے) **سجاد حیدر یلدرم**

"خیالستان" یلدرم کے مختصر افسانوں کا مجموعہ ہے۔ ابو لتی چالتی تصویروں کا یہ حسین مرقع انداز کے محاسنِ گوناگوں سے مرصّع ہے اور لطیف جذبات، نازک شاعرانہ خیالات اور ظرافت کے شگفتہ پھولوں سے آراستہ۔ قیمت: ۳/۷۵

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵۔ دلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ ۲

...بند معیاری کتابیں :

آتشِ گل (شعری مجموعہ) (نیا اڈیشن) جگر مراد آبادی

رئیس المتغزلین حضرت جگر مراد آبادی کا یہ دیوان پُر کیف اور بہار آفریں غزلوں مجموعہ ہے جس کا نام شعری ادب میں سرِ فہرست آتا ہے۔ ایک ایسا مجموعۂ کلام جو اپنے اندر بے پناہ رنگینیاں اور بہاریں سمیٹے ہوئے ہے، جس کی ہر غزل اور شعر خود بخود نغمہ بن کر لبوں پر آجاتا ہے۔ اِس کتاب پر جگر کو ساہتیہ اکاڈمی سے انعام عطا ہوا تھا۔

قیمت : ۶/۰

حسرت کی شاعری (تحقیق و تنقید) (نیا اڈیشن) ڈاکٹر یوسف حسین خاں

حسرت کے شاعرانہ اوصاف اور اُن کی شخصیت کی عظمیں بہت وسیع اور حد درجہ بسیط ہیں۔ اور ڈاکٹر یوسف حسین صاحب نے انھیں نہایت معقولیت اور جامعیت کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔
ترمیم اور اضافے کے بعد۔

قیمت : ۲/۰

غزل سرا (تحقیق و تنقید) مجنوں گورکھپوری

"غزل سرا" اردو غزل گو شعراء میں سے سولہ مشہور شعراء کی غزلوں پر مجنوں صاحب کے تحقیقی اور تنقیدی مقالوں کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالے نہایت دیانت داری کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔ اور تنقید نگاری کے اصول اور معیار پر پورے اُترتے ہیں

قیمت : ۶/۰

چند اہم کتابیں:

گنجہائے گراں مایہ (تیسرا اڈیشن) پروفیسر رشید احمد صدیقی

یہ کتاب اُن پندرہ عظیم المرتبت شخصیتوں کی زندگی سے متعلق بیتی بسری یادوں کا عکس ہے جو اب ہمارے درمیان نہیں رہے۔ اِن شخصیتوں میں مفکر بھی ہیں اور عالم بھی، سیاست داں بھی اور مصلح قوم بھی۔ شاعر بھی ہیں اور ادیب بھی۔ رشید صاحب کے مخصوص اور منفرد انداز میں لکھی ہوئی اِس کتاب کو جب آپ پڑھیں گے تو کبھی آپ مسکرانے پر مجبور ہوں گے اور کبھی آہِ سرد کھینچنے پر۔

قیمت: ۶/۰۰

آشفتہ بیانی میری (چوتھا اڈیشن) پروفیسر رشید احمد صدیقی

رشید صاحب نے علی گڑھ کو نصف صدی تک دیکھا اور برتا ہے۔ ان کو علی گڑھ سے لگاؤ نہیں تعلق ہے۔ اِس کتاب میں رشید صاحب نے اپنی ذاتی خیالات اور تاثرات اپنے مخصوص رنگ میں پیش کئے ہیں۔ اِن کے والہانہ لگاؤ نے کتاب میں ایک خاص رنگ پیدا کر دیا ہے جس کا اندازہ کتاب کو پڑھنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ یوں بھی علی گڑھ اور اُس کی سابقہ روایات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اِس کتاب کا مطالعہ بے حد مفید ثابت ہوگا۔ قیمت: ۴/۰

اُردو ایسّیز (تیسرا اڈیشن) سیّد ظہیر الدین

انگریزی میں (ESSAY) ایک مخصوص نہج اور اسلوب کے مقالے کو کہتے ہیں۔ ایسے مقالے ایک خاص قسم کے فکر و تصوّر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جن میں تجزیۂ جذبات، نفسیاتی مطالعہ، منطقی استدلال، فلسفیانہ تفکر، متصوّفانہ استغراق اور انشاءِ عالیہ کا اسلوب سب کچھ پایا جاتا ہے۔ "اُردو ایسّیز" میں مقالہ نویسی کی اِس صنف پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ نمونے کے طور پر مختلف اَدوار کے ایسّیز (مقالے) بھی شامل کئے گئے ہیں۔

قیمت: ۴/۵۰

چند اہم مطبوعات:

اشخاص و افکار پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی

پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی کے گراں قدر مضامین کا مجموعہ جس میں جمال الدین افغانی، علامہ شبلی، سرسید احمد خاں۔ شیخ محمد عبدہ، رشید رضا، ضیا گوکلپ، لطف اللہ اور افکارِ آزاد خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ قیمت: ۶/۰

تجزیے ڈاکٹر گیان چند جین

ڈاکٹر گیان چند جین اردو دنیا میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ "تجزیے" آپ کے ادبی، تنقیدی اور تحقیقی مضامین کا ایسا مجموعہ ہے جو ہر اعتبار سے اردو ادب میں ایک اضافے کی حیثیت رکھتا ہے۔

قیمت: ۱۱/۰

اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ ڈاکٹر محمود الٰہی

یہ ڈاکٹر محمود الٰہی کا تحقیقی مقالہ ہے جس پر موصوف کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری عطا کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا یہ مقالہ اردو داں حلقے، اور طلباء میں یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

قیمت: ۱۰/۰

تذکرہ معاصرین مالک رام

اس کتاب میں لگ بھگ پچھتر ادیبوں اور شاعروں کے مستند ترین حالات زندگی درج ہیں۔ ساتھ ہی نمونہ کلام بھی ہے۔ یہ کتاب مالک رام صاحب کی مسلسل پانچ سال کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ قیمت: ۱۵/۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳، علی گڑھ ۲

مکتبہ کی اہم مطبوعات: ——

ماں کی کھیتی (ناولٹ) مصنّف: چنگیز اعتماددف مترجمہ: قرۃ العین حیدر

دھرتی ماں کی گود کے ایک دورافتادہ چھوٹے سے گوشے میں کھیلی جانے والی کہانی جس میں نہایت سادگی کے ساتھ انقلابی حادثات، اَن جانے مصائب، خاموش لگن اور انسان کے پُرعزم حوصلوں اور جد وجہد کی ایک دل چسپ اور سچی کہانی پیش کی گئی ہے۔

قیمت: ۲/۰

آدمی کا مقدّر (ناولٹ) مصنّف: میخائیل شولوخوف مترجمہ: قرۃ العین حیدر

"میخائیل" کا شمار اس صدی کے عظیم مصنّفین میں کیا جاتا ہے۔ انھوں نے اس ناولٹ کا تانا بانا دوسری جنگِ عظیم کے تلخ اور کرب ناک تجربوں کی روشنی میں بُنا ہے اور "آدمی کے مقدر" کی تخلیق کی ہے۔" آدمی کا مقدر" میخائیل کی بہترین تخلیق قرار دی گئی ہے۔

قیمت: ۱/۰

یودوکیہ

ایک ایسی ماں کی کہانی ہے جو پانچ یتیم بچّوں پر اپنی ممتا نچھاور کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا ناول ہے جو پڑھنے والوں کے دلوں میں اُتر جائے گا۔

قیمت: ۱/۷۵

ڈنگو (ناولٹ) مصنّف: آر فریرمین ترجمہ: قرۃ العین حیدر

ہماری زندگی ایک رفیع الشان بڑھتا اور پھولتا ہوا درخت ہے۔ اِسے دکھاوے کے زیوروں سے سجانا بے کار ہے۔ کیوں کہ یہ اپنی قدرتی حالت میں ہی بے انتہا شان دار اور خوب صورت ہے۔" اِس مختصر اور سیدھے سادے لیکن دل کش ناول پر یہ الفاظ پوری طرح صادق آتے ہیں۔

قیمت: ۲/۲۵

پرنٹر پبلشر سیّد احمد علی نے جمال پرنٹنگ پریس دِلّی میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دِلی ۲۵ سے شائع کیا۔

ستمبر ۱۹۷۴ء جلد ۱۵ شمارہ ۹ سالانہ پانچ روپے فی پرچہ ۵۰ — پیسے	# کتاب نما نئی دہلی ۲۵ لائبریریوں کے لیے سالانہ دو روپے	مینجنگ اڈیٹر شاہد علی خاں اڈیٹر ولیؔ شاہجہاں پوری

اشارے

ہماری آزادی کو ۲۷ برس ہو چکے۔ اس مدت میں ملک نے تو کئی میدانوں میں ترقی کی لیکن جہاں تک ملک والوں کا تعلق ہے ان کی توقعات اس حد تک پوری نہ ہو سکیں جس حد تک ہونی چاہیے تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ ضروریاتِ زندگی کی قلّت اور ان کی قیمتوں میں گرانی نے پچھلے دو سال میں جو صورتِ حال پیدا کر دی ہے اس نے اس طبقے کو جسے عوام یا جنتا کہتے ہیں، سخت قسم کے امتحان میں مبتلا کر دیا ہے۔

یومِ آزادی کے اپنے پیغام میں وزیرِ اعظم نے ان حالات کا اعتراف کیا۔ ان اقدامات کا ذکر کیا جو اس سے نبٹنے کے لیے ان کی حکومت نے کیے اور کر رہی ہے اور امید ظاہر کی کہ ۱۹۷۶ء کی یومِ آزادی تک حالات سدھر جائیں گے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

اشیا کی قلّت کا مقابلہ کرنے کے لیے مسز اندرا گاندھی نے جو مشورے دیئے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنی عادتیں بدلنی چاہیے۔ اور ایک مرتبہ پھر ماضی کی طرف چند قدم لوٹنا چاہیے۔

یہ عادتیں بدلنے والی بات وضاحت طلب ہے۔ ظاہر ہے کہ وزیرِ اعظم کا مقصد یہی ہوگا کہ ہم غیر ضروری اشیا کا استعمال ترک

اس شمارے میں

کردیں۔ وہ تو مجبوراً ہر شخص کر رہا ہے۔ ہم تو ضروری چیزیں بھی چھوڑنے پر مجبور کردیے گئے ہیں۔
لیکن غیر ضروری اشیاء کو بھی تو سرکار ہی نے ضروری زمرہ میں شامل کیا ہے۔ مثلاً کسان
کو دیسی کھاد کے مقابلے میں میکانکی کھاد کے استعمال کی ترغیب دی اور کروڑوں روپے صرف
کرکے اس کے استعمال کا عادی بنایا۔ اب اس سے کہا جاتا ہے کہ دیسی کھاد استعمال
کرے۔ یا ٹیلی ویژن کو لیجیے۔ کروڑوں روپیہ صرف کرکے ٹیلی ویژن کا قیام عمل میں لایا گیا۔
اس وقت اس کے استعمال کی ترغیب دی گئی، کارخانے قائم کیے گیے ہزاروں بے روزگاروں کو
اس سے روزگار ملا۔ عوام کو اس کی افادیت سمجھائی گئی۔ قیمت بھی اب اس کی زیادہ نہیں رہی،
لوگ اسے ضرورت کی چیز ہی سمجھ کر خریدنے لگے اور اس کے عادی ہوگئے۔ اب اگر یہ عادت ترک
کی جائے تو سیلٹوں کا بننا بند ہوگا اور ہزاروں کارکنوں پر اس کا اثر پڑے گا۔ پھر یہ بھی تو دیکھیے
کہ ٹیلی ویژن کو عوام کب خریدتے ہیں۔ یہی بات اور بہت سی ایسی چیزوں کے باب میں کہی جاسکتی
ہے۔ جیسے کولر، اسکوٹر اور موٹر کاریں۔ یہ سب چیزیں استعمال کرنے والے عوام نہیں ہیں۔
خواص کے استعمال یا عدم استعمال سے ملک کی عام معاشی حالت پر زیادہ اثر نہیں پڑتا۔

ایک اور تکلیف دہ مسئلہ تعلیم کا بھی ہے۔ سرکار نے تعلیم کی افادیت کے پیش نظر اسکولوں
کی تعداد بڑھائی۔ جبری تعلیم کے قوانین بنا کر والدین کو مجبور کیا کہ بچوں کو تعلیم دلائیں۔ لاکھوں بچے
کھیتی باڑی یا دوسرے دیہی کاروبار چھوڑ کر اسکولوں میں آ بیٹھے۔ اب حال یہ ہے کہ کاغذ کی کمی
کے باعث کتابیں نایاب ہیں۔ بچہ پڑھنا چاہتا ہے تو والدین اس گرانی کے عالم میں اس کی تعلیم
کے بار کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ گویا پڑھنے لکھنے کی عادت کو وزیر اعظم کے مشورے سے نہیں
بلکہ مجبور ہوکر ترک کرنے کی منزل آگئی ہے۔ اور یہ ملک کی سب سے بڑی بدنصیبی ہوگی۔
زندگی کے بہت سے شعبے ایسے ہیں جہاں عادت بدلنے سے عوام کی مصیبتوں میں اضافے
کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر اس تفصیل کے متحمل کتاب نما کے صفحے نہیں ہوسکتے۔

کاغذ کی قلت کا ذکر آیا تو ہفتہ وار "سب ساتھ" کی وہ تحریر یاد آگئی کہ آج کل اندو
پریس ہر جگہ آمدنی کا ذریعہ بنا ہوا ہے اور اخباروں اور کتابوں کی اشاعت بہت بڑھ گئی ہے۔
یہ عبارت جولائی کے پہلے ہفتے میں پائی گئی۔ جب کہ ۲۹۔ جون ۷۴ء کے شمارے میں
خود اپنے قارئین سے معذرت چاہی گئی ہے کہ کاغذ کی نایابی کے باعث اخبار کی پابندی میں
فرق آیا۔

۱۔۹۔۷۴ء

جناب اطہر پرویز

قدسیہ آپا

بیگم قدسیہ زیدی، جنھیں دہلی کے تہذیبی حلقوں میں بیگم زیدی اور ہم جیسوں میں قدسیہ آپا کے نام سے جانا جاتا تھا ہندستانی تہذیب کی علامت تھیں۔ گورا چٹا رنگ، صاف ستھرے لباس میں ملبوس۔ بیک وقت امیرانہ اور قلندرانہ انداز۔ قدیم و جدید کا ایک حسین امتزاج۔ ایک طرف وہ جواہر لال نہرو کے غیر ملکی سفر پر روانہ ہونے سے پہلے امام ضامن باندھتی تھیں اور دوسری جانب دلّی کے تھیٹر اور اسٹیج پر لڑکیوں سے ڈراموں میں کام کرواتی تھیں۔ بعض معاملات میں قدرت بے حد ستم ظریف ہوتی ہے۔ وہ دلّی کے تخت پر، آخری مغل شہنشاہ کی حیثیت سے ایک شاعر کو بٹھاتی ہے جب کہ یہ کام کسی اور سے بھی لیا جا سکتا تھا اور ٹیپو سلطان کو انگریزوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے دکن کی ایک چھوٹی سی ریاست میں پیدا کرتی ہے، جو ہندستان میں ہوتے ہوئے بھی ہندستان سے دور تھا۔

بیگم قدسیہ زیدی ایک متمول گھرانے کی آنکھ اور اس کی روشنی تھیں، لیکن ان کے سینے میں ایک عام ہندستانی دل تھا۔ دولت، ثروت، منصب اوروں کے لیے نعمت ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے لیے لعنت ہی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک وہ زندہ رہیں، یہ تمام چیزیں ان کے آڑے آئیں۔ ان لوگوں نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی، ان کی شخصیت کی جھلک دمک، ان کے رکھ رکھاؤ کی آب و تاب، سب کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرتی تھی۔

وہ پطرس کی بہن تھیں، کرنل بشیر حسین زیدی کی بیوی۔ ڈاکٹر صاحب، اثیدین صاحب، عابد صاحب، سرور صاحب، مجیب صاحب جیسے اہلِ علم اُن سے محبت کرتے تھے اور ان کی عزت بھی کرتے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنی علمی اور تہذیبی سرگرمیوں میں ان سے کسی کا سہارا نہیں لیا۔ ماشٹر پتی سے لے کر دفتر کے معمولی کارکنوں تک اُن کی رسائی تھی۔ وہ ایک جھپکتے کام کرنے کی عادی تھیں۔ انتظار اور ٹھہراؤ، صبر و قرار، سکون و اطمینان، اُن کی لغت میں یہ الفاظ نہیں تھے۔ ان کے دماغ میں خیال اور عمل ایک ساتھ آیا کرتے تھے۔ دونوں پیروں کی طرح ایک ساتھ چلا کرتے تھے۔ ان کی عجلت پسندی اُن کے آڑے آئی۔ ۔ ۔ جس طرح وہ زندگی میں عجلت سے کام لیتی تھیں، مرنے میں بھی انھوں نے دیر نہ کی۔ اگر وہ اتنی جلدی نہ کرتیں تو شاید زیدی صاحب موت کو منا لیتے۔ لیکن آناً فاناً سب کچھ ہو گیا۔ زیدی صاحب نے یہ سب کچھ بے بسی سے دیکھا۔ روپیہ پیسہ کسی کام نہ آیا۔ وہ ایک لمحہ میں بیمار ہوئیں اور اسی لمحہ موت کی آغوش میں پہنچ گئیں۔ انھوں نے مرنے کے لیے دواؤں، ڈاکٹروں اور تیمارداروں کا انتظار نہ کیا۔ اچانک دل کی حرکت بند ہوئی اور وہ آخری سفر پر روانہ ہو گئیں۔ ایک سیدھے سادے غریب ہندستانی کی موت اسی طرح ہوتی ہے۔ اگر اُن کی روح کہہ سکتی تو یہی کہتی کہ یہ اُن کی پسندیدہ موت تھی۔

مجھ سے کہا تھا کہ ۲۷ دسمبر (۷۶ء) کو صبح ملنا کچھ کام ہے۔ میں ان کے پاس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی۔ بنیاد صاحب انجمن ترقی اردو کے دفتر سے آئے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ قدسیہ آپا کا ٹیلی فون آیا ہے۔ انھوں نے بلایا ہے۔ میں نے سوچا قدسیہ آپا نے اپنے معمول میں فرق آنے نہیں دیا۔ وہ پھر سبقت لے گئیں۔ میں نے بنیاد صاحب سے کہا: "میں تیار ہوں بس قدسیہ آپا ہی کے پاس جا رہا ہوں۔ ٹیلی فون آئے کتنی دیر ہوئی" کہنے لگے "مگر ان کا تو انتقال ہو گیا۔ میں یہی کہنے آیا تھا۔ سوچا شاید آپ کو نہ معلوم ہو"

میں گھبرا گیا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں" مجھے زندگی میں پہلی بار یہ محسوس ہوا کہ زمین پاؤں کے نیچے سے کیسے نکلتی ہے۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا کیسے چھا جاتا ہے۔ پھر جیسے میرے حواس مجتمع ہوئے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ قدسیہ آپا کیسے مر سکتی ہیں۔ کیا موت کو اُن کے

لیے آداب توڑنے پڑے۔ میں نے جلدی جلدی زیدی صاحب کی کوٹھی کی طرف قدم بڑھائے۔
اے کاش یہ خبر غلط ہو۔ جب میں پہنچوں تو وہ حسب معمول کہیں گی "تم نے اتنی دیر کردی۔
ابھی کتنے کام کرنے ہیں"۔ واقعی مجھے دیر ہو گئی تھی۔ قدسیہ آپا جا چکی تھیں۔ جلد باز بہن نا!
میں نے بہتوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ کام عبادت ہے۔ لیکن قدسیہ آپا کو یہ عبادت کرتے
دیکھا ہے۔ وہ محض کسی کام کو اپنے ذمے نہ لیتی تھیں، انھیں تو دھن سوار ہو جاتی تھی۔ دن
رات اسی میں لگی رہتی تھیں۔ اور جب تک اسے ختم نہ کر لیتیں، چین سے نہ بیٹھتیں۔ کام ان کے
سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے۔ ان کے کام کبھی ختم نہ ہوتے۔ اسی لیے وہ آخیر دم تک چین
سے نہ بیٹھ سکیں۔ ان کا بس چلتا تو وہ وقت کی طنابوں کو کھینچ کر بڑا کر لیتیں۔ ذاکر صاحب
کا قول تھا کہ اگر کوئی کام اس لائق ہے کہ کیا جائے تو یقیناً اس لائق بھی ہے کہ سلیقے سے
کیا جائے۔ قدسیہ آپا میں یہ سلیقہ مندی موجود تھی۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنے کام سے
بے خبر نہ ہوتی تھیں۔ شکنتلا کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ سنسکرت پڑھی جا رہی ہے، لباس کی تیاری
ہو رہی ہے۔ سٹ کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ تھیٹر کے لیے لوگ اکٹھا کیے جا رہے ہیں۔ اداکاروں
کی تلاش جاری ہے۔ قدسیہ آپا بے حد تھکی ہوئی ہیں۔ میں کہتا ہوں "قدسیہ آپا آرام کر لیجیے
سب کام ہو جائے گا"۔ "ہاں بھائی آرام بھی کر لیں گے۔ یہ دیکھو کتنے کام کرنے ہیں۔ ذرا
کناٹ پیلس تک چلیں۔ ادھر دو ایک کام ہیں"۔
کار میں بیٹھ کر روانہ ہو جاتی ہیں۔ یوں تو ابھی دن ڈوبنے میں بہت دیر ہے۔ لیکن
سردی بڑھتی جا رہی ہے۔ آج میں صرف ایک سویٹر پہنے ہوئے ہوں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ
آج مجھے جلد اوکھلا جانا چاہیے۔ بس اسٹینڈ تک پہنچنے میں دیر لگے گی۔ ابھی اتنی سردی
بھی نہیں ہے۔ میں بھی خاصا تھکا ہوا ہوں۔ لیکن قدسیہ آپا سے باتیں کر رہا ہوں۔ اختر
رائے پوری کے ترجمے پر بات ہو رہی ہے۔ دشینت کا ذکر ہے۔ شکنتلا کے چوتھے ایکٹ
کے چوتھے سین کے چوتھے اشلوک کا تجزیہ ہو رہا ہے۔ قدسیہ آپا نے شکنتلا کی روح کو اپنی
گرفت میں لے لیا ہے۔ وہ شکنتلا کے اسٹیج کے مسائل پر باتیں کر رہی ہیں۔ ہندستانی تھیٹر
کیسے بنے گا۔ حبیب تنویر کب انگلستان سے آکر ہاتھ بٹائیں گے۔ بڑی تیزی سے باتیں ہو رہی

ہیں۔ مسائل کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ گاڑی کناٹ سرکس کی ایک دکان کے پاس آکر رک جاتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ قدسیہ آپا نے ڈرائیور کو کہاں لے جانے کو اور کب کہا۔ ہم ایک شاندار ڈیپر کی دکان میں داخل ہوئے۔ طرح طرح کے گرم کوٹ دیکھے۔ مجھ سے بھی رائے لی۔ اور دیر کے بعد ہم کافی ہاؤس میں داخل ہوئے۔ اب ہم کافی پی رہے تھے۔ قدسیہ آپا شکنتلا کے بارے میں پھر باتیں کرنے لگیں۔ اچانک ایک لڑکی پر نظر پڑی۔ سامنے میز پر چند لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ مجھ سے بولیں۔ "پرویز! یہ لڑکی کیسی رہے گی؟"

میں نے کہا۔ "میری شادی ہو گئی ہے۔"

کہنے لگیں "تم مردوں میں یہ عیب ہے کہ لڑکی کو صرف شادی کے نقطۂ نظر سے ہی دیکھتے ہو۔ ارے میاں یہ لڑکی شکنتلا بن کر کیسی رہے گی؟"

میں نے کہا، "آپ کی کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔ یہ دہلی یونیورسٹی کی لڑکیاں معلوم ہوتی ہیں۔"

"ارے بھائی شکنتلا کے لیے لڑکی ہی تو چاہیے۔ وہ کہیں کی بھی ہو۔ دلّی کی، علی گڑھ کی، شانتی نکیتن کی۔"

ہم لوگ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر اٹھے۔ قدسیہ آپا مختلف جگہوں پر گئیں۔ آخیر میں بیگم پٹودی کے یہاں گئیں۔ نواب بھوپال آئے ہوئے تھے۔ قدسیہ آپا میرا تعارف کرتے ہوئے بولیں۔ "نواب صاحب! یہ آپ کے مرحوم دوست ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کے عزیز ہیں۔"

نواب بھوپال حمید اللہ خاں صاحب نے دوبارہ بڑے تپاک سے ہاتھ ملایا اور بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ درمیان میں قدسیہ آپا کوئی مزے کی بات کہہ دیتیں۔ انھوں نے "شکنتلا" کا ذکر کیا۔ کالی داس ان پر حاوی تھا۔ نواب صاحب پر ان کی ذہانت اور علمیت کا اثر ہو رہا ہے۔

ہم لوگ وہاں سے اٹھے، اور نہ جانے کس کس سے ملیں۔ کتنی باتیں کیں، کتنے کام کیے۔ ان کے سامنے وقت بھی بڑی تیزی سے گزرتا تھا، گھنٹے سکنڈوں میں تبدیل ہوتے تھے۔ اب رات شروع ہو گئی تھی۔ اکدم سے وہ اٹھیں۔ ارے دکانیں بند ہونے کا وقت ہے، مجھے

کناٹ پلیس جانا ہے۔ ذرا سی دیر میں ہم پھر اسی ڈریسر کی دکان میں پہنچے۔ وہاں کوٹ تیار تھا۔ نوک پلک درست کر دی تھی۔ دکاندار مجھے پہنا کر دیکھ رہا تھا۔ گویا وہ کوٹ جیسے میں تھیٹر کا لباس سمجھ رہا تھا، میرے لیے تھا اور جب میں دکان سے باہر نکلا تو مجھے یہ خیال آیا کہ میں اس سردی میں پیدل چل سکتا ہوں۔

دو ایک روز بعد جب میں گھر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہی لڑکی قدسیہ آپا کے ڈرائنگ روم میں بیٹھی کافی پی رہی تھی۔ وہی کافی ہاؤس والی لڑکی۔ میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ قدسیہ آپا نے بتایا کہ یہ لڑکی شکنتلا میں کام کر رہی ہے۔ یہ خود بھی تیار ہے اور اس کے گھر والوں کو بھی اعتراض نہیں ہے۔ اور یہ سب چٹکی بجاتے میں ہوا ہے۔ اسی ہفتے میں شکنتلا کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ یہ ہمارے ہندستانی تھیٹر کی پہلی پیشکش تھی۔ پھر تو ڈراما مختلف جگہوں پر اسٹیج ہوا۔ علی گڑھ میں بھی پیش کیا گیا۔ ان کی اپنی لڑکی اسٹیج پر آئی۔ دہلی کے مسلمانوں کے تہذیبی حلقے انگشت بہ دنداں تھے۔ سید بشیر حسین زیدی نے یہ کیسے گوارا کیا۔ چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں لیکن بیگم قدسیہ زیدی نے اسٹیج کو وقار دیا تھا۔ عزت آبرو بخشی تھی۔ ان کا احترام لوگوں کے دلوں میں بڑھ گیا۔

اس کے بعد قدسیہ آپا کے کاموں کی رفتار بڑھ گئی۔ بہت تیز! وہ ڈراموں کے ترجمے کر رہی تھیں، ان کو پروڈیوس کر رہی تھیں۔ اداکار آتے اور جاتے رہے۔ جس لڑکی کو انھوں نے شکنتلا بنا دیا تھا اور اس پر اتنی محنت کی تھی، وہ فلم میں کام کرنے کے لیے بمبئی پہنچ گئی تھی اور وہاں ہیروئن کے طور فلموں میں آ رہی تھی۔ گویا شکنتلا پر کی گئی یہ ساری محنت ختم ہو گئی تھی لیکن قدسیہ آپا کے ماتھے پر کوئی شکن نہ تھی۔ وہ پہلے کی طرح حوصلہ مند اور جوان تھیں۔ دور دور سے اداکاروں اور کام کرنے والوں کو لا رہی تھیں۔ نمائش میدان میں انھیں دفتر اور اسٹیج مل گیا تھا۔ وہاں بڑے زور و شور سے کام ہو رہا تھا۔ ارشاد پنجتن، نیاز حیدر، اور مونیکا مصرا ان گنت لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

ایک چہل پہل تھی۔ ٹیپو محل سے لے کر جامع مسجد تک ہر طرف شور تھا۔ ہندستانی تھیٹر نعروں پر کام کر رہا تھا۔ گویا ایک نئے دور کا آغاز ہو چکا تھا۔ زیدی صاحب علی گڑھ کے

وائس چانسلر کے طور پر کام کر رہے تھے۔ قدسیہ آپا نے دلی کی تہذیبی زندگی کے ہنگاموں کو وی سی ہاؤس کے پرسکون ماحول پر ترجیح دی۔ وہ بظاہر علی گڈھ آرام کرنے کے لیے آئیں، لیکن یہاں ان کی جگہ زیدی صاحب کا عالیشان ڈرائنگ روم نہ تھا۔ وہ تو ایک فرشی بچھونے سے کمرے میں بیٹھتیں۔ ایک سلائی مشین ان کے سامنے ہوتی۔ تو جو ان ادیبوں اور شاعروں کا مجمع لگا ہوتا۔ ہم لوگ اس کمرے کو دیوانِ عام کہتے۔ یہیں سب اپنا رونا روتے، زمانے کے گلے شکوے کرتے، مثلے مسائل حل کرتے، اور سب کچھ سلائی مشین کے ساز پر ہوتا۔ وہ تھیٹر کے لیے کپڑے اور زیورات تیار کرتیں، ضرورت مندوں کے لیے اپنے ہاتھ سے سلائی کرتیں۔ اس طرح وہ دو تین روز رہتیں۔ اور ان کے جانے کے بعد وی سی ہاؤس میں پھر وہی غرض مند لوگ۔ یونیورسٹی کے سیاست داں اور اکابرین۔ جو صبح شام اس کی قسمت کے فیصلے میں مصروف رہتے۔ یہ کوٹھی ان کے مسائل کے لیے اجنبی نہ تھی۔ ان کے چہروں سے اس کے در و دیوار آشنا تھے، ان کی گفتگو یہاں کی فضا میں گونجتی تھی۔ اجنبی تو تھیں وہ آوازیں اور وہ چہرے جو قدسیہ آپا کے دیوانِ عام میں گونجتی بھی تھیں اور دکھائی بھی دیتی تھیں۔ اور یہ آوازیں ان کے جانے کے بعد خاموشی سے ان کو ڈھونڈھتی بھی رہتی تھیں۔

قدسیہ آپا ذہین بھی تھیں اور سمجھدار بھی۔ وہ زندگی میں ناکام رہیں اس لیے کہ مصلحت اندیش نہ تھیں۔ انھوں نے لوگوں سے محبت بھی کی اور نفرت بھی کی۔ وہ لوگوں کے کام آئیں، لیکن اس لیے نہیں کہ وہ شکریہ ادا کریں یا کسی پر احسان کریں۔

مجھے ایک کہانی حاصل کرنے کے لیے خواجہ حسن نظامی صاحب سے ملنا تھا۔ اس سے پہلے میں نے خواجہ صاحب کو دیکھا تو بہت تھا لیکن ان سے کبھی ملا نہیں تھا۔ قدسیہ آپا سے ذکر آیا۔ کہنے لگیں "چلو میں تم کو ملائے دیتی ہوں، تمھارا کام ہو جائے گا"۔ لیکن اس روز قدسیہ آپا بےحد مصروف تھیں۔ انھیں ایک لمحہ بھی فرصت نہ تھی۔ اس لیے میں نے ان سے تعارفی خط لے لیا۔ میں نے جب وہ خط خواجہ صاحب کو دکھایا تو وہ اکدم سے کھڑے ہو گئے۔ "میاں حکم دو۔ کیا کام ہے؟"

شرمندگی کے مارے میری زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکل رہا تھا۔ کہنے لگے "جانتے ہو

کس کا خط لائے ہو۔ یہ وہ لڑکی ہے جس کے باپ نے میری پھانسی کا پھندا اپنی انگلیوں سے کھولا تھا جب ہارڈنگ بم کیس میں مجھے الجھایا گیا تھا۔ اس وقت قدسیہ بی بی کے باپ دلّی کے سب سے بڑے پولس افسر تھے انھوں نے نہ جانے کس کس طرح میری پیروی کی اور میری گلو خلاصی ہوئی۔ اور یہ لڑکی جب بھی ملتی ہے یا مجھے خط لکھتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں نے ہی اس کے ساتھ کوئی احسان کیا ہے۔ دراصل قدسیہ بی بی تو اپنے خاندانی احسان کو بھول گئیں، لیکن میں کیسے بھول سکتا ہوں۔"

خواجہ صاحب پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے اسی وقت مجھے ایک کہانی لکھ کر دی جس کا مسودہ آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

کرشن چندر کی بیٹی بیمار تھیں۔ وہ ماسکو علاج کے لیے جانا چاہتے تھے۔ لیکن حکومت ان کو پاسپورٹ دینے کو تیار نہ تھی۔ میں شاہرام کے دفتر میں گیا تو یوسف صاحب نے بڑی تکلیف کے ساتھ یہ بات بتائی۔ میری ملاقات کرشن چندر سے نہیں ہوئی۔ شام کو میں حسب معمول قدسیہ آپا کے پاس گیا۔ دوران گفتگو کرشن چندر کے پاسپورٹ کی بات آئی۔ میں نے کہا "آپ کی حکومت عام انسانی معاملات میں بھی سیاست کو داخل کر لیتی ہے۔ کرشن چندر کے ترقی پسند ہونے کے یہ معنی تو نہیں کہ اُن کی بیٹی کا علاج نہ ہو سکے۔"

پہلی بار قدسیہ آپا لاجواب ہوئیں۔ کہنے لگیں "کافی پیو گے یا چائے۔" ذرا سی دیر میں کو لڑکا کافی لے آگئی۔ لیکن قدسیہ آپا دوسرے کمرے میں ٹیلیفون کر رہی تھیں۔ بے حد غصّے میں تھیں۔ انھوں نے اندرا گاندھی سے بات کی، محمد یونس خان سے بات کی، پنڈت نہرو کے سکریٹری متھائی سے بات کی۔ اور دی کرشن چندر کے پاسپورٹ والی۔ ان کی گفتگو سے غم و غصّے کا اظہار ہو رہا تھا۔ اُن کے دل کو لگ گئی تھی۔

اس کے بعد اگلے روز بارہ بجے تین مورتی سے قدسیہ آپا کا ٹیلی فون آیا۔ کرشن چندر کا پاسپورٹ تیار ہے۔ کرشن چندر کو اطلاع دو" مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ کرشن چندر کہاں رہتے ہیں۔ اب قدسیہ آپا کرشن چندر کا گھر تلاش کر رہی تھیں۔ دو بجے معلوم ہوا کہ کرشن چندر شملہ جا چکے ہیں اور ایک ہفتہ بعد واپس آئیں گے۔ اس کے بعد کرشن چندر جی کا پاسپورٹ

مل گیا اور وہ ماسکو چلے گئے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے، وہ کرشن چندر سے اس سے پہلے کبھی نہیں ملی تھیں۔

الٰہ آباد سے اپیندر ناتھ اشک آئے۔ وہ ہندی میں ڈرامے لکھ رہے تھے۔ مجھ سے کہا "میں بیگم زیدی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا "ضرور۔ انھیں بھی ڈراموں سے دلچسپی ہے۔"

میں نے قدسیہ آپا سے ذکر کیا۔ وہ بہت خوش ہوئیں۔ چائے پر دعوت دی۔ شام کو میں اور اپیندر ناتھ اشک قدسیہ آپا کے یہاں پہنچے۔ ڈرامے کے بارے میں باتیں ہوئیں۔ تھیٹر کے بارے میں باتیں ہوئیں۔ تھیٹر کا ذکر آیا۔ نئے امکانات پر بحث ہوئی۔ اچھے سگرٹ کی کمی پر بات ہوئی۔ اشک جی نے اپنی کتابیں قدسیہ آپا کو دکھائیں۔ جب چلنے لگے تو بل پیش کر دیا۔ قدسیہ آپا نے روپیہ ادا کیا۔ ذرا سی دیر کے لیے تو میں گھبرا گیا لیکن مجھے اس واقعے پر حیرت نہ ہوئی۔ کیونکہ میں اشک جی کو برسوں سے جانتا ہوں۔ ایک بار انھوں نے مجھ سے کہا تھا "تم نے مکتبہ سے میری کتابیں چھپوائی ہیں۔ میں تم کو اس کا کمیشن دینا چاہتا ہوں۔"

میں نے کہا "اشک جی! میں کمیشن ایجنٹ نہیں ہوں۔ آپ کا دوست ہوں۔"

کہنے لگے "مسلمانوں کی سی بات مت کرو۔ یہ کاروبار ہے۔ تم میری کتابیں چھپوا دو۔ پبلشر دلواؤ۔ میں اس کے عوض تم کو روپیہ دوں گا۔"

اس بات کا قدسیہ آپا سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اس واقعے کے بعد میں دو روز تک قدسیہ آپا کا سامنا نہ کر سکا۔

حبیب تنویر ڈرامیٹکس کے ایک اسکالرشپ پر انگلستان گئے ہوئے تھے۔ ان کا خط آیا کہ اچانک وزارت تعلیمات ہند نے ان کا اسکالرشپ کینسل کر دیا ہے۔ کچھ کرو۔ اس ملک میں قرض کی کوئی رسم نہیں ہے۔ میرے لیے قدسیہ آپا، محض قدسیہ آپا نہ تھیں۔ وہ ملّا کی دوڑ نہیں، وہ مسبّب الاسباب تھیں۔ وہ ہر مرض کی دوا تھیں۔ میں یہ خط لے کر ان کے پاس پہنچا انھوں نے وزارت تعلیمات کے ایک افسر کا نام لے کر کہا کہ "یہ ان کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک روز کسی محفل میں کہہ رہے تھے کہ "حبیب تنویر بہت Talented ARTIST

ہے لیکن اس کا جینیس اسی وقت اُبھر سکتا ہے جب وہ فاقے اور احتیاج کی زندگی گزارے۔
لندن کی زندگی اور دونوں وقت کا سکون ان کے فن کے لیے سمِ قاتل ہے۔" اس پر قدسیہ آپا
کو بہت غصّہ آیا۔ انھوں نے کہا "حضور! ذرا اپنی ملازمت ترک کر کے اپنی جینیس کو بھی ابھرنے
کا موقع دیجیے۔ فن، فاقے اور احتیاج کا نام نہیں ہے۔ اس کا تعلق انسان کے دل و دماغ
سے ہوتا ہے۔ لوگوں کے درد و غم کو اپنانے سے ہوتا ہے۔ طبیعت میں سوز و گداز پیدا کرنے سے
ہوتا ہے۔" قدسیہ آپا پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔

اس کے بعد وہی ہوا، جس کی ان سے توقع کی جاتی تھی۔ انھوں نے جواہر لال نہرو سے
ملاقات کی، مولانا آزاد سے بات کی۔ اندرا گاندھی حبیب تنویر سے ذاتی طور پر واقف تھیں
اور ان کی ذہانت اور صلاحیت کی مداح تھیں۔ اب تو معاملہ سنجیدہ ہو گیا۔ جواہر لال نہرو
کو اس بات پر غصّہ تھا کہ اسکالرشپ دینے کے بعد کیوں رد کیا گیا۔ لیکن اس دوڑ دھوپ کا
نتیجہ یہ ہوا کہ دو روز کے اندر اسکالرشپ بحال ہو گیا۔ متعلقہ افسر سے کیفیت طلب
کی گئی اور یہی نہیں ان کا تبادلہ بھی دوسری وزارت میں ہو گیا۔

چند روز بعد میں قدسیہ آپا کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک کار آکر رُکی۔ وہی افسر
داخل ہوئے۔ چہرے پر اداسی صاف ظاہر تھی۔ قدسیہ آپا نے بیٹھنے کے لیے کہا اور کافی کی ایک
پیالی سامنے کر دی۔ انھوں نے کہا "آپ نے جواہر لال نہرو کا ڈنڈا استعمال کیا۔ یہ اچھی
بات نہیں ہے۔"

قدسیہ آپا کے اوپر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ بڑے اطمینان سے بولیں۔ "ارے بھائی
جس کے پاس جو ڈنڈا ہوتا ہے وہ اسے استعمال کرتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ڈنڈا ہوتا تو کیا آپ
چھوڑ دیتے؟"

اس وقت ایسا محسوس ہوا جیسے یہ وار خالی گیا اور انھوں نے ذرا موضوع سے ہٹ کر
کہا۔ "بیگم صاحبہ! میں بڑا بدنصیب ہوں۔ دل کا بُرا نہیں۔ لیکن زبان اور مزاج کی وجہ
سے جو منہ میں آتا ہے، کہہ دیتا ہوں۔"

قدسیہ آپا نے کہا۔ "بھئی مجھے تو کوئی بدمزاج نظر نہیں آتا سوائے جواہر لال کے۔ جو

مہاتما گاندھی کے سامنے بھی غصہ کر بیٹھتے تھے۔ باقی جہاں تک آپ کا سوال ہے آپ تو اچھے خاصے خوش مزاج ہیں۔ میں نے کبھی نہیں سنا کہ آپ نے پنڈت نہرو یا مولانا آزاد سے کبھی بدمزاجی کی ہو۔ آپ بدمزاجی کرتے ہیں ماتحتوں سے، طالب علموں سے، اسکالرشپ طلب کرنے والوں سے، جن کو آپ بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے مسل سکتے ہیں۔"

بیگم زیدی بول رہی تھیں۔ بولے چلی جا رہی تھیں "محترم اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ مرگی اور ہسٹیریا کے مریضوں میں سے تم کو کس سے زیادہ ہمدردی ہے تو میں یہ کہوں گی کہ مرگی کے مریض سے۔ اس لیے کہ آپ نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ ہسٹیریا کا مریض آگ میں گر پڑا۔ سڑک پر گر پڑا۔ وہ تو ہمیشہ بستر پر گرتا ہے، اکثر دیکھ کر گرتا ہے۔ لیکن مرگی کا مریض کہیں بھی گر پڑتا ہے۔ وہ آگ دیکھتا ہے نہ پانی۔ آپ ہسٹیریا کے مریض ہیں۔ آپ کو غصہ بھی موقع محل دیکھ کر آتا ہے۔" بیگم زیدی بولے جا رہی تھیں۔ ایک آبشار تھا جو اُبل رہا تھا۔

بیگم زیدی کی شخصیت بڑی رنگا رنگ تھی۔ ان میں نہ جانے کتنی جھلکیاں دکھائی دیتی تھیں۔ ان کے یہاں آریوں کا جمال بھی تھا اور مغلوں کا جلال بھی۔ ان کو دیکھ کر میں یہ سوچا کرتا تھا کہ نورجہاں اور قدسیہ محل کچھ ایسی ہی ہوں گی، کبھی ان کو دیکھ کر قرۃ العین طاہرہ کا خیال آتا ہے۔ کبھی وہ امرتا شیرگل لگتیں۔ ان کی شخصیت میں ان تمام عظمتوں کی جھلک نظر آتی تھی۔

قدسیہ آپا نے امتحنت کتابیں لکھیں۔ بچوں کے ادب میں اُن کی حیثیت منفرد ہے۔ جان بازسپاہی، ان تھک جان، گاندھی بابا کی کہانی، ان کی اہم کتابیں ہیں۔ انھوں نے بچوں کے لیے بہترین اسٹیج ڈرامے لکھے۔ جیسے شیر کا دادا، روگی لومڑی وغیرہ۔

شنکر زدیکلی کے شنکر پلے (مشہور کارٹونسٹ) کے ساتھ مل کر انھوں نے "بچوں کے بین اقوامی تصویری مقابلے" کو ایک سالانہ فیچر بنا دیا۔ جب اس مقابلے کا کام شروع ہوتا تو قدسیہ آپا دن رات اسی میں لگی رہتی۔ کبھی تھیٹر کا کام کرتیں تو کبھی شنکرز ویکلی کا۔

انھوں نے امتیاز علی تاج کے خاکوں کو چچا چھکن کے کارنامے کا ڈرامائی روپ دیا۔ اس کے علاوہ بہترین ڈراموں کے ترجمے کیے۔ گڑیا کا گھر، شکنتلا، خالد کی خالہ، مٹی کی گاڑی،

آذر کا خواب، جان بلا۔ یہ تمام ڈرامے چھپ چکے ہیں۔

بیگم قدسیہ زیدی کے کارنامے یقیناً آنے والی نسلوں کے لیے بڑی اہمیت رکھیں گے۔ آج اس کی ضرورت ہو کہ ان پر تحقیقی کام کیا جائے۔ ان کے کاموں کا جائزہ لیا جائے۔ وہ ترجمہ کیا کرتی تھیں۔ ریاضت اور عبادت کا ایک حسین امتزاج تھا۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنھوں نے اُن کو اس عبادت اور ریاضت میں مصروف دیکھا ہے۔ ایک ڈرامے کو اُردو کا لباس پہنا رہی ہیں۔ اس میں چوسر کا کھیل دکھایا گیا ہے۔ چند روز بعد کیا دیکھتے ہیں کہ قدسیہ آپا کے مکان پر چوسر کے دو استاد موجود ہیں۔ وہ اُن سے چوسر کھیل رہی ہیں۔ لوگوں نے کہا، "اس کی کیا ضرورت ہو۔ ڈرامے میں تو صرف اشارہ کیا جاتا ہے۔"

لیکن قدسیہ آپا بھلا کہاں ماننے والی تھیں۔ انھوں نے چوسر سیکھ کر چھوڑا۔ پھر بڑے اہتمام کے ساتھ ڈرامے کا ایک سین مکمل کیا گیا۔

چند روز بعد ڈاکٹر صاحب آئے۔ انھوں نے سین سنا تو بے حد پسند کیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کہا کہ اگر چوسر کے بجائے شطرنج کھیلا جائے تو کیا رہے گا۔ یہ رائے قدسیہ آپا کے دل کو لگ گئی۔ اگلے روز جو میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شطرنج کی بازی جمی ہوئی ہے۔ قدسیہ آپا شطرنج کھیل رہی ہیں۔ لیکن شطرنج میں اُن کو مزا نہیں آ رہا تھا۔ اس وقت اُن کو دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ جیسے وہ کسی بڑے فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کر رہی ہیں۔ کیونکہ چالیں چلنا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔ دراصل وہ جزئیات پر نظر رکھتی تھیں۔ وہ جس ڈرامے کا ترجمہ کرتیں، اس کے اندر جذب ہو کر رہ جاتیں۔ اُن کے کردار، ارد گرد گھومتے رہتے۔ وہ اس ماحول میں سانس لینے لگتیں۔ وہ ڈراما اُن کی زندگی کا ایک حصہ بن جاتا۔

قدسیہ آپا ذہین بھی تھیں اور پُر مذاق بھی۔ ان کی ہر بات سے، ہر عمل سے ذہانت ٹپکتی تھی۔ ایک روز ہم لوگ لان میں بیٹھے ہوئے تھے، باتیں ہو رہی تھیں۔ ایک آدمی سامنے سڑک پر گزر رہا تھا۔ قدسیہ آپا نے کہا، "تم لوگ بتاؤ یہ آدمی کیا کام کرتا ہے؟"

ہم سب نے کہا، "ہم اس آدمی سے واقف نہیں۔"

کہنے لگیں "خدا کو دیکھا نہیں۔ ذرا عقل استعمال کرو آپ معلوم ہو جائے گا۔"

ہم لوگ شش و پنج میں پڑ گئے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ کہنے لگیں "اگر تم لوگ ہار مان لو تو میں بتائے دیتی ہوں۔"

ہم سب نے ہار مان لی۔ کہنے لگیں۔ "دھوبی ہے"

اس درمیان میں وہ آدمی بہت دور نکل گیا۔ قدسیہ آپا نے ڈرائیور کو بھیجا۔ اُسے ڈھونڈھ کر لاؤ۔ ذرا سی دیر میں وہ آدمی کار سے لایا گیا۔ اس سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ واقعی وہ دھوبی ہے۔ سب نے کہا آپ اس کو پہلے سے جانتی ہوں گی۔ قدسیہ آپا ہنسنے لگیں۔ "ارے بھئی عقل سے پتہ چلایا ہے۔ غور سے دیکھو اس کے دونوں پاؤں پر ایک ہی جگہ نشان ہے جو پانی میں کھڑے ہونے سے پڑا ہو۔" قدسیہ آپا نے دھوبی کو پانچ روپے دیے۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا بات ہے۔

آج قدسیہ آپا کو ہم سے رخصت ہوئے بارہ سال ہو گئے۔ لیکن ان کی صورت ان کے جاننے والوں کی آنکھوں سے کبھی نہیں مٹ سکتی۔ وہ جب کبھی تہذیب، شرافت، نیکی، حسن، سچائی، دردمندی اور انسان دوستی کو یاد کریں گے، قدسیہ آپا کی شکل آنکھوں کے سامنے پھر جائے گی۔ یہ تمام چیزیں علیحدہ علیحدہ مل جاتی ہیں لیکن ان کا کسی ایک میں جمع ہو جانا بڑی بات تھی۔ ان کی موت نے بہتوں کو بے آسرا و یتیم کر دیا۔ ان کی یاد سے آج بھی تقویت ملتی ہے۔ اگر کسی کی یاد ہی سہارا دیتی ہو تو اس کی بڑائی میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔ جب کوئی اچھا کام کرنے کا خیال آتا ہے۔ تو قدسیہ آپا بہت یاد آتی ہیں۔ جب کوئی بے دست و پا نظر آتا ہو تو قدسیہ آپا کے نہ ہونے کا احساس ہوتا ہے۔ اس معاشرے میں دوسروں کے کام آنے والے گنے چنے ہوتے ہیں اور اگر کوئی نظر بھی آتا ہو تو اس تک رسائی نہیں ہوتی۔ میں اسی لیے انھیں قلندر کہتا ہوں کہ محلوں کی دیواریں ان کو محصور نہ کر سکیں۔ آزاد لوگ ایسی ہی ہوتی ہیں۔ کتنی عظیم تھیں۔ لیکن انھیں اپنی عظمت کا ذرا بھی احساس نہ تھا۔

قدسیہ آپا نے اپنے فرائض بڑی اچھی طرح ادا کیے۔ انھوں نے زندگی کو بڑے سلیقے سے برتا۔ اب دیکھنا ہے کہ ہم کس حد تک اُن کے حقوق کو اپنے فرائض میں تبدیل کرتے ہیں۔ اُردو زبان و ادب سے محبت کرنے والوں کو قدسیہ آپا کے سلسلے میں اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنا ہے۔ قدسیہ آپا محض ایک فرد نہیں، ایک تہذیب بھی تھیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو مہذب کہتے ہیں تو اس تہذیب کی قدروں کو بچا سکیں۔ کیونکہ [illegible] انسان کو اشرف المخلوقات بناتی ہیں

جناب مخمورؔ سعیدی

غزل

یہ آخری پہر ہے گناہوں کی رات کا
مژدہ سناؤ شہر کو صبحِ نجات کا

اپنے حصارِ ذات میں گم ہو کے رہ گئی
کرنا تھا جس نظر کو سفر کائنات کا

ہم دشتِ کربلا میں سدا تشنہ لب رہے
بہتا تھا گرچہ پاس ہی دریا فرات کا

یادوں سے ہے حذر تو مجھے چھیڑتے ہو کیوں؟
میں سلسلہ ہوں بھولے ہوئے واقعات کا

چُپ ہیں کسی سبب سے تو پتھر نہیں ہیں نہ جان
دل پر اثر ہوا ہے تری بات بات کا

دیکھا تجھے تو بڑھ گئی آنکھوں کی روشنی
دھندلا نہیں رہا کوئی منظر حیات کا

مخمورؔ شہر بھر میں ہیں میرے ہی تذکرے
عنوان بن گیا ہوں میں کسی واردات کا

ڈاکٹر سیّد عبد اللہ

پروفیسر حمید احمد خاں

اُردو اَدب اُن کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتا

ممتاز ماہر تعلیم پنجاب یونیورسٹی کے سابق وائس چانسلر اور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کے سربراہ پروفیسر حمید احمد خاں ۷۱ برس کی عمر میں گزشتہ روز لاہور میں انتقال کر گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ مرحوم ایک ایسے گھرانے کے چشم و چراغ تھے جس نے برصغیر خاص کر پنجاب کے مسلمانوں کے لیے بڑی خدمات انجام دیں۔ مولانا ظفر علی خاںؒ ان کے بڑے بھائی تھے۔ مرحوم نے اپنی زندگی میں۔ زمانہ طالب علمی میں بھی اور تعلیم و تدریس کے دوران بھی۔ اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔ وہ اسلامیہ کالج لاہور کے مقبول پرنسپل تھے ان کی تعلیمی خدمات اور انتظامی صلاحیتوں کی بدولت انہیں پنجاب یونیورسٹی کا وائس چانسلر بنا دیا گیا تھا بطور وائس چانسلر ان سے بعض لوگوں کو اختلاف رہا اور ان پر اعتراضات بھی کیے جاتے لیکن اس کے باوجود ان کی شرافت کے سبھی قائل تھے۔ انھوں نے اردو اور انگریزی میں متعدد کتب تحریر کیں اور کئی بین الاقوامی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کی وہ انگریزی کے مسلمہ استاد تھے۔ اور بعض غیر ملکی یونیورسٹیاں ان کی خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں سپاکستان بھر میں ان کے بے شمار شاگرد موجود ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن کا رشتہ یہ تو نہ تھا لیکن پھر بھی ان سے عقیدت رکھتے تھے یقیناً وہ ایک شفیق انسان تھے

ان کی موت یقیناً ایک بڑا نقصان ہے ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کریں۔ آمین!

میں نے حمید احمد خاں سے کیا سیکھا ان سے کیا پایا؟ اس موضوع پر طویل الذیل تحریر لکھی جا سکتی ہے۔ لیکن میں اس موقع پر صرف چند اشارات پر اکتفا کروں گا۔ یہ معلوم ہے کہ اکتسابات کی کہانی بڑی دلچسپ اور نتیجہ خیز ہوتی ہے، انسان اپنی زندگی میں بے شمار سرچشموں سے سیراب و فیض یاب ہوتا ہے، ان میں سے بعض اثرات تعمیری بھی ہوں تو گریز پا ہوتے ہیں۔ مگر بعض ایسے ہوتے ہیں جو دیرپا اور مستقل [illegible]

تصورات کا ناگزیر جزبن جاتے ہیں جنھیں وہ حاصل عمر سمجھ کران پر اپنی شخصیت کی مہر لگاتا ہے۔
ہر دوسرے شخص کی طرح میرے اکتساب و استفادہ کی اک روداد ہے جس میں درجنوں مشاہیر و اکابر ادب کے افادات شامل ہیں اس مختصر شذرے میں پروفیسر حمید احمد خاں کے جن عطیات کا میں ذکر کر رہا ہوں ۔ انھیں میں مستقل اندوختہ یا فیوض کے زمرے میں رکھتا ہوں ' اس سلسلے میں دو تین مثالیں دے رہا ہوں ۔

میں جس زمانے میں اردو غزل پر درس دیا کرتا تھا ۔ مجھے صنفِ غزل کے معقول فنی تجزیے کی جستجو ہوئی ۔ کلیم الدین احمد غزل کو نیم وحشی صنف ادب کہہ چکے تھے اور یوسف حسین خاں کی روحِ غزل اور ڈاکٹر عبادت کی کتاب ابھی منظرِ عام پر نہ آئی تھی ۔ غزل کے متعلق ہمارے تنقیدی ادب کا عام فیصلہ یہی تھا کہ یہ ایک بیکار صنف ہے ۔ اور مولانا حالی کے تتبع میں غزل کی جمالیاتی معنویت سے زیادہ اس کی اجتماعی و اخلاقی افادیت پر زور دیا جاتا تھا ۔ نظم بڑی گھن گرج کے ساتھ آ چکی تھی اور ایسا محسوس ہوتے لگا تھا کہ اب غزل کا دم واپسیں ہے کیونکہ اس استغاثے میں غزل کا "وکیل صفائی" کوئی نہ تھا ۔

غزل کی اس مخالفت بلکہ اس کے خلاف شدید تعصب کے زمانے میں مجھے غزل پر ایک ایسا مضمون مل گیا ، جس میں جمالیاتی اصولوں اور ادب کے معقول معیاروں کی روشنی میں یہ ثابت کیا گیا تھا کہ یہ صنف نہ صرف یہ کہ اپنا جواز رکھتی ہے بلکہ ایک مخصوص تہذیب کی نمائندگی بھی کرتی ہے جس کی پردہ دار فضا نے اسے رمز و ایما کا لباس عطا کیا ہے اور جس کی علامتوں نے اسے وضع داری اور تمکین کی قبا پہنا رکھی ہے ۔ یہ مضمون حمید احمد خاں کا تھا ، میں اس سے چند سال قبل "ہمایوں" میں محمد حسین ادیب کا ایک محققانہ مضمون "اردو شاعری میں عشق و محبت کے مضامین کے بارے میں پڑھ چکا تھا اس سے بھی متاثر ہوا تھا ۔ مگر اس کی حد اثر صرف یہی تھی کہ اس سے صرف مولانا حالی کے خیالات کی تردید ہوتی تھی ۔ اس سے زیادہ اس میں کچھ نہ تھا ۔ ان خیالات میں غزل کے لیے مثبت انداز میں جس شخص نے پہلی مرتبہ مقدمہ لڑا وہ حمید احمد خاں تھا ۔

اس مضمون کے بعد یوسف حسین خاں ، محمد حسن عسکری ، مجنوں گورکھپوری ، اسلوب احمد

انصاری، عبادت بریلوی، ڈاکٹر ابواللیث، سیّد عابد علی عابد سب نے اچھے اچھے مضمون لکھے...... لیکن حمید احمد خاں کے مضمون کا جو نقش بیٹھ چکا تھا اس پر کوئی اور نقش جم نہ سکا۔

سب کو معلوم ہے کہ مطالعۂ غالب حمید احمد خاں کا شوقِ خاص تھا..... انھوں نے دیوانِ غالب کا نسخۂ حمیدیہ بڑی کاوش اور دیدہ ریزی سے دوبارہ مرتب کرکے چھپوایا۔ غالب پر متعدد مضامین محققانہ و ناقدانہ لکھے۔ اور اب یہ سب غالبیات کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ ان مضامین میں سے جس مضمون سے گہرا اثر قبول کیا وہ تھا غالب کا تصورِ حسن و عشق۔ اس تنقیدی مضمون کے مطالعہ سے مجھ پر مطالعہ غالب کی بہت سی راہیں کھلیں۔ اور اب جبکہ "غالبیات" خود ایک وسیع علم اور فن ہے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں کتابیں اور مقالے اس موضوع پر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ جن میں بہت سے خاص الخاص ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ حمید احمد خاں کا مذکورہ بالا مضمون آج بھی سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور میں اسے خاں صاحب کا وظیفۂ خاص اور فیضِ و آخر کا درجہ دیتا ہوں۔ میں ضرورت کے وقت آج بھی اسی مضمون کو دیکھتا ہوں۔

خاں صاحب کے میدانِ تحریر ایک سے زیادہ تھے اور میں پہلے بہ حیثیت طالب علم و مدرس اور بعد میں بہ حیثیت دوست ان کی ہر تحریر کو پڑھنے کا عادی تھا۔ مجھے ان کی انشائی تحریروں میں ان کے دو مضمون بہت اچھے لگے۔ ایک کا عنوان تھا "انگریزی معاشرت میں کتے کی حیثیت" اور دوسرا ہے "عبادت یا تزا" اور میرا ذاتی خیال ہے کہ اردو کے انشائی ادب میں اس رتبے کے مضامین کچھ زیادہ نہ ملیں گے۔

حمید احمد خاں ایک خاص اسلوبِ بیان کے مالک تھے ان کی تحریروں میں ضبط و نظم کے ساتھ ساتھ، ایک ایسا حسن اور سلیقہ بھی نظر آتا ہے جو اردو و فارسی کی ادبی روایتوں سے گہرے تعلق کا نتیجہ ہے مگر جو چیز ان کی عبارتوں میں قاری کو خاص طور سے اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ ہے موزوں ترین لفظ کی تلاش۔ تحریر کی طرح ان کی تقریر میں بھی یہ خاص وصف ملتا ہے

اپنے مطالب کے لیے مناسب ترین لفظ تلاش کیا کرتے تھے اور تحریروں میں تو ایسے گوہر کی جستجو میں وہ پہروں غواصی کرتے اور جب تک یہ درِ نایاب حاصل نہ ہو جاتا اس وقت تک اپنی کاوش جاری رکھتے۔ خان صاحب کی عبارتوں میں جھول، خلا اور سستی بندش کبھی نہ آنے پاتی ان کی نثر پلاسٹک آرٹ کے مانند حسن تکمیل کی معراج تھی۔

حمید احمد خاں کی تحریروں میں منطق اور معقولیت کا پلہ بھاری رہتا تھا مگر خیال انگیز اضافتوں اور ترکیبوں کی چاشنی ان میں نیم شگفتگی اور دلاویزی کی کیفیت پیدا کر دیتی تھی۔

ان کے اسی ایک فقرے کو دیکھیے "تنقیدا دب ایک جمہوری دنیا ہے۔ جس میں اقلیدسی ہم آہنگی کی تلاش ایک فعلِ عبث ہے۔"

یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

"اُردو میں مدح سے لے کر ہجو تک تغزل اور تفنن کی متعدد تدریجات بھی موجود ہیں۔ نفرت اور محبت کے قطبین کے درمیان شرارت کے خطِ استوا پر مزاح کا آفتاب چمکتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اُردو کی دنیا میں شرارت کا خطِ استوا کہاں واقع ہے۔ اور اس پر مزاح کا آفتاب کتنی مرتبہ چمکتا ہے۔"

حمید احمد خاں ضمنی طور سے فلسفے کے بھی طالب العلم تھے۔ اس اکتساب نے انہیں حکیمانہ تجزیے کا عادی بنا دیا تھا۔ ان کی کوئی تحریر ایسی نہ ملے گی جو منطقی تجزیے سے خالی ہو گی یا جس کی بنیادی معقولیت کمزور ہو۔ ان کے ادب کی طرح ان کی ذاتی زندگی میں بھی بہت کچھ تھا جو سیکھنے کے قابل تھا۔ مثلاً ان کی پابندیٔ وقت ایک قابلِ تقلید عادت تھی۔ جسے میں نے اپنانا چاہا لیکن اپنا نہ سکا۔ ایک عمدہ عادت خاں صاحب کی یہ تھی کہ وہ دوسروں کے متعلق اپنے ناگوار ردِ عمل کو دل میں چھپا نہ سکتے تھے۔ فوراً ظاہر کر دیتے تھے، ان کے پاس بیٹھنے والوں کے لیے ان کی یہ عادت درحقیقت ایک نعمت تھی۔ کیونکہ اس طرح تلافی کا موقع مل جاتا تھا۔

بہ شکریہ: روزنامہ "مشرق"

دِلّی

ترقی کی شاہراہ پر

گذشتہ دو سالوں کے کارنامے

صنعت | نریلہ میں نئی صنعتی بستی قائم کی جارہی ہے جہاں ایک ہزار بے روزگار انجینیروں کے لیے ۸۶۲ صنعتی زیرِ تعمیر ہیں۔

پانچ لاکھ افراد کو روزگار فراہم کرنے کا پروگرام

اس پروگرام کے تحت تقریباً ۱۹ ہزار تعلیم یافتہ بے روزگاروں کو روزگار فراہم کرنے والی ۶ نئی اسکیموں پر عمل درآمد ہو رہا ہے اور دیہی علاقوں کے بے روزگاروں کے لیے انتہائی پروگراموں پر عمل درآمد شروع ہو گیا ہے۔ اس سال میں لاکھ روپے کی لاگت سے خصوصی روزگار اسکیمیں شروع کی گئی ہیں۔

تعلیم | دِلّی میں تعلیم کو کام، تجربہ اور سائنس کے اعتبار سے مکمل بنانے کے لیے تربیتی پروگرام شروع کیے گئے ہیں۔

ہریجنوں کی فلاح بہبود | ہریجنوں اور پسماندہ طبقوں کی فلاح و بہبود کے لیے جو اضافی اسکیمیں پانچویں پلان میں مخصوص تھیں ان کی تعداد دوگنی کر دی گئی اور بہت ہریجن بستیوں کا سدھار کیا گیا۔

طبی سہولیات | ۷۶-۱۹۷۴ء میں پسماندہ اور جھگی جھونپڑی علاقوں میں مزید دس ڈسپنسریاں کھولی گئی ہیں اور اس طرح ڈسپنسریوں کی تعداد بڑھ کر ۔۔ ہو گئی ہے اور ۵۰۰ بستروں والے دو اسپتال زیرِ تعمیر ہیں۔

کسانوں کو راحت | کسانوں کو راحت پہنچانے کے لیے ایجنسیاں قائم کی گئی ہیں، جو چھوٹے کسانوں کو مالی امداد اور کم سود پر قرضے دیتی ہیں۔

زیادہ دودھ دینے والی اچھی نسل کی گایوں کا فارم اور "ماریہ تصویر بنک" قائم کیا گیا ہے۔

دِلّی کے پانچویں پنجسالہ منصوبے میں سماج کے کمزور طبقوں کی فلاح و بہبود، بے روزگاری کو ختم کرنے، گندے علاقوں کے سدھار، مکانات کی فراہمی اور زیادہ سے زیادہ شہری سہولیات مہیا کرنے کے کام کو ترجیح دی گئی ہے

دِلّی کو مثالی راجدھانی بنانے میں۔ اپنا بھرپور تعاون دیجیے

جاری کردہ: محکمہ اطلاعات و اشاعت، دہلی انتظامیہ دِلّی۔

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

شاعر

مصنف : تارا شنکر بندو پادھیائے ۔ ترجمہ : پریش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شایع ہوا تھا اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔ تارا شنکر بندو پادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا۔ قیمت : ۸/۷۵

منتخب نظمیں

مرتبہ : علی سردار جعفری

پیشِ نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے۔ اس سے ان کی شاعری کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

یہ انتخاب ۴۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے ۔ قیمت ۴/-

آبِ حیات

مصنف : محمد حسین آزاد تلخیص و ترتیب : پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقّاد آپس میں ہی اُلجھتے اور بحث کرتے ہیں مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے یہی اس کی اہمیت کا کمال ہے اور یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ ۔ ایک تاریخی دستاویز : قیمت ۶/۷۵

ترقی اردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبیعات (فزکس) دوم وحساب و الجبرا، اوّل ۔ دوم ۔ سوئم ۔ جیومٹری ۔ اوّل ۔ دوم ۔ سوم ۔ گھریلو سائنس ششم ۔ ہفتم ۔ ہشتم ۔ ہر کتاب کی قیمت : ۲/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ نئی دلی ۲۵

دلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی

مفتی صدرالدین خاں آزردہ

(۳)

مفتی صدرالدین آزردہ اپنے دور کے اُن صاحبانِ فضل و کمال میں سے تھے، جن کی علمی صلاحیت، ذہانت، معاملہ فہمی، ادبی بصیرت، ناقدانہ نظر اور شعر و شاعری میں اعلیٰ دستگاہ کا اعتراف معاصرین علماء کو بھی تھا اور شعراء کو بھی۔ انھوں نے اپنی گوناگوں اوصاف کا نقش سب کے دلوں پر بٹھا دیا تھا۔ ایک طرف بڑی بڑی علمی شخصیتیں اُن کی خوبیوں کا ذکر کرتی ہیں تو دوسری طرف اُس دور کے بلند پایہ شعراء نے بھی اُن کی شان میں مدحیہ قصائد لکھے ہیں۔ سرسید احمد خاں اپنی کتاب آثار الصنادید میں جہاں اُن کا ذکر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی شان میں نثر میں مدحیہ قصیدہ لکھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

" ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

قلم کو کیا طاقت کہ اُن کے اوصافِ حمیدہ سے ایک حرف لکھے اور زبان کو کیا یارا کہ اُن کے محامدِ پسندیدہ سے ایک لفظ کہے، قطع نظر اس کے کہ اُس زبدۂ جہاں و جہانیاں کی صفات کا احصاء محالات سے اور کمالات کا حصر ممتنعات سے ہے۔ جس وقت قلم چاہتا ہے کہ کوئی صورت صفات میں سے لکھے، یا زبان ارادہ کرتی ہے کہ کوئی مدح مدائح میں سے کہے جو کہ ہر صفت قابلیت اوّل لکھنے کی اور مدح لیاقت بیان کرنے کی رکھتی ہے۔ مدت تک یہ عقدہ بند زبان تحریر اور گرہ لسان تقریر رہتا ہے کہ کون سی صفت سے آغاز اور کون سی مدح سے ابتدا کرے۔

مجلس تمام گشت و بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

بے شائبۂ تکلف و بے آمیزش مبالغہ ایسا فاضل اور ایسا کامل کہ جامع فنون شتّٰی اور مستجمع علوم بے منتہا ہو، اب سوا اس گروہ علمائے روزگار کے بساطِ علم پر جلوہ گر نہیں۔ ان حضرات کی طبع رسا شکلِ رابع سے پہلے اس سے نتیجہ حاصل کرتی ہے کہ بدیہی الانتاج ہے۔ اربابِ فہم و ذکا اور ناخنِ فکر عقدۂ لاینحل کو پہلے اس سے وا کرتا ہے کہ گرہ حباب کو انگشتِ موجِ دریا۔ معنی فہمی اس درجہ کہ ساست درست سمجھ لیا کہ زبانِ سوسن نے کیا کہا۔ اور درخور شناسی اس مرتبہ کی، واقعی معلوم ہوگیا کہ نگاہِ نرگس نے کیا اشارہ کیا۔ اگر ان کا حدس صائب مصحفِ گل پر تصنیف عنا نہ لکھتا، بلبل اُمّی ہوتی۔ ان کی دقتِ طبع اور حدّتِ فہم کے سامنے لالہ کے داغ اور سنبل کی پریشانی اور ارغواں کی جگر خوانی کی وجہ اسے مضمون بلیغ یا افتادہ ہے۔ اگر ان کی رائے روشن معجزنما نقطۂ موہوم کو اشارۂ رنگت سے تقسیم کرے۔ اور جزو لایتجزّیٰ کو دو نیم۔ قلب مومن عرش اللہ۔ گویا انھیں کے دل کی شان میں ہے کہ حاملِ انفاسِ فیض اقتباس کے واسطے گوش برآواز رہتا ہے۔ اور لی مع اللہ ان پر علی الدوام صادق ہے۔ کیوں کہ کوئی وقت ایسا نہیں کہ جبرئیل بارگاہِ قربِ الٰہی بہ دیر تک اجازت کا منتظر نہ رہے۔ راہِ حق میں تیز رَو اور مسلکِ دنیا میں کاہل کوش، لیکن تونگری ظاہر درویشی معنوی کی پردہ پوش ہے۔

کسانے کہ راہِ خدا داشتند چنیں خرقہ زیرِ قبا داشتند

اگر مولوی جامی زندہ ہوتے تو یہ بیت:

پُر فقر اندر لباسِ شاہی آمد بہ تدبیرِ عبید اللّٰہی آمد

سوا اس انفس و آفاق کے اور کسی کی شان میں نہ کہتے۔ جو کہ اربابِ معنی پر یہ بات ظاہر ہے کہ لباسِ فقر میں معروفِ طاعت ہونا اور گوشۂ خلوت کو واسطے فراغ عبادت کے اختیار کرنا موجبِ شہرت ہے۔ اور صیتِ بلند بسبب کثرتِ اہلِ دنیا کے اس شغل کے وہم سے باز رکھتی ہے۔ لباسِ ظاہر کو اختیار کیا اور بسبکہ احقاقِ حق اور فریاد رسی عباد اور عدل و انصاف افضل عبادات ہے منصبِ صدارت کو اپنے ذمہ پہ لیا۔ سبحان اللہ کیا طریقۂ نادر ہے اور کیا سرشتۂ انصاف ہے کہ نوشیرواں ان کے

دیوانِ عدالت میں عہدۂ پیشکاری کے لائق بھی نہیں سمجھا جاتا۔ باقی رہا عدل عمر بہاں بسبب ادب کے کچھ نہیں کہا جاتا۔ شوکتِ ظاہری سے اِن کے دربار میں داراکو گزر نہیں۔ اور جلالتِ باطنی سے اِن کی خلوت میں فرشتے بار نہیں۔ باوجود اِن مراتبِ بلند اور اِس منصبِ ارجمند کے خلق محمدی اختیار کیا ہے کہ افادۂ علوم برافاضت مسائل دین ہے ہر وقت ہر ادنیٰ کو اجازتِ سخن ہے[1]

۱ نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ نے جب اپنا مشہور تذکرہ گلشن بے خار لکھا تو مفتی آزردہ کا حال شامل نہیں کیا۔ اِس کو دیکھ کر مرزا غالب نے شیفتہ کو لکھا،

"اگر نہ سفتن خامہ وگوہرین نہ گشتن نامہ در ردیف الف بہ نگارش اشعار پروین نثار حضرت آزردہ از چہ است ہر چند ذکر خدام بر چنیں مقام در حریدۂ این فن نہ سزاوارِ شانِ فضیلت باشد لیکن اگر بہ مقتضائے فرطِ محبت جرأت سپاری رفتہ گناہے نہ بود۔ تلافی آں بہ پوزش عذر نیاز حاجت می افتاد[2]"

اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیفتہ نے آزردہ کا حال بڑھا کر نہ صرف یہ کمی پوری کر دی بلکہ کمال سشناسی کا حق بھی ادا کر دیا۔ اِس کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

"دعوے ادراک جلش از جہل خیاط ازل بہ این خوبی قباے قابلیت بر بالاسے ندوختہ و روشن گر قضا بہ این روشن دلی وآ گہی وآگاہی آئینۂ ضمیری نیفروختہ۔ بہ این فضیلت شاعری از ایران سر نہ کشیدہ وبہ این عظمت ساحری از بابل نرسیدہ باخیال شرح کما آتش طوطی خامۂ من بہ این قدرت گفتار نغمہ سنج بے زبانی است[3]"

---

[1] آثار الصنادید صفحہ ۴۲ تا ۴۳ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۶ء

[2] یادگارِ غالب صفحہ ۰۰ ۳۔ بحوالۂ پنج آہنگ

[3] گلشن بے خار صفحہ ۱

نواب صدیق حسن خان بھوپالی جنھوں نے دو سال تک ان سے فیض حاصل کیا اور ۱۲۷۰ھ میں اُن سے رخصت ہوئے۔ انھیں "آخر فضلائے دہلی" قرار دیتے ہیں۔ ان کے تبحر علمی، حسنِ بیان، وجاہت و ریاست، قادر الکلامی و سخن فہمی اور مروت و اخلاق کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"در عصرِ خود یگانۂ روزگار و نادرۂ عصر بود۔ ریاست درس و تدریس معقولات بالخصوص و افتائے ممالکِ محروسہ مغربیہ بلکہ مشرقیہ و شمالیہ دہلی و امتحانِ مدارس و صدارتِ حکومت دیوانی بوے متعلق شدہ۔ در جمیع علوم از صرف و نحو و منطق و حکمت و ریاضیات و معانی و بیان و ادب و انشا و فقہ و تفسیر و حدیث ید طولیٰ داشت و ہمہ علوم را درس می گفت۔ صاحبِ وجاہت و ریاست بود۔ تز عمو امراء و علماء و حکام و رعایای شہر جز بادشاہ دہلی ہیچکی از اعیان و اکابر بلدۂ خاص و نواحی آن از رؤساء نبود کہ بمکان او رسیا مدی۔ طلبۂ علم برائے اخذ علوم الہٰیہ و مینا برائے مشاورت معاملات و منشیان برائے اصلاح انشاء و شعراء برائے مشاعرہ۔ درین زماں بہ این جمعیت و قوتِ حافظہ و حسنِ تحریر و متانتِ تقریر و فصاحتِ بیان و بلاغتِ معانی با مروت و اخلاق و احسان دیدہ نشدہ"[۱]

مولانا فقیر محمد صاحب جہلی لکھتے ہیں:-

"تمام علوم صرف، نحو، منطق، ریاضیات، معانی، بیان، ادب، انشا، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، درس دیتے تھے، آباد اجداد آپ کے کشمیر کے اہل بیت علم و صلاح سے تھے۔ مگر آپ کی ولادت دہلی میں ہوئی۔ علوم نقلیہ و فقہ و حدیث وغیرہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی اور ان کے بھائیوں سے حاصل کئے اور ان کی سندیں لیں۔ اور فنون عقلیہ کو مولوی فضل امام خیرآبادی والد مولوی فضل حق سے اخذ کیا۔ اور شیخ محمد اسحاق دہلوی نے بھی آپ کو حدیث کی اجازت

---

[۱] اتحاف النبلاء صفحہ ۲۹۰

لکھوی۔ آپ بڑے صاحبِ وجاہت وسیادت اور اپنے زمانہ میں یگانۂ روزگار اور نادرۂ عصر تھے۔ ریاست درس و تدریس خصوصاً افتائے ممالک محروسۂ سرکار بلکہ مشرقیہ و شمالیہ دہلی اور امتحانِ مدارس و صدارت حکومت دیوانی کی آپ پر ہوئی۔ بجز شاہ دہلی کے تمام اعیان واکابر و علماء و فضلاء خاص دہلی اور اُس کے نواح سے آپ کے مکان پر حاضر ہوتے تھے۔ طلباء تو واسطے تحصیلِ علم اور اہلِ دنیا واسطے مشورت معاملات اور مفتی لوگ بغرض اصلاحِ انشاء اور شعراء واسطے مشاعرہ کے آتے تھے۔ اِس اخیر وقت میں ایسا فاضل باین جمعیت اور قوتِ حافظہ و حسنِ تحریر و متانت تقریر و فصاحت بیان و بلاغت معانی کے صاحب مروّت و اخلاق اور احسان نہیں دیکھا گیا۔[1]

مولوی کریم الدین لکھتے ہیں۔

"آزردہ گنجینۂ علم، کانِ علم، بحرِ سخا، مخزنِ لطف وجود و عطا، لبیبِ دوران عمدۂ ہندوستان، عامل کامل، فاضل اجل، فقیہ بے مثل، عالم باعمل، مدح میں ان کی جو لکھوں سو کم ہے۔ کیوں کہ وہ ایسا ہی عالم ہے۔ ہر چند کہ مناسب نہیں کہ اِس تذکرۂ شعرائے اُردو میں جو کہ اُن کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا، ان کا نام لکھوں مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ بدون نام نامی اُس کے یہ کتاب رونق نہ پائے گی اور پسند احباب نہ ہوگی کیوں کہ اِس زمانے کے شعرائے اُردو گویوں میں وہ مثل شہنشاہ کے ہیں۔"[2]

مرزا قادر بخش صابر لکھتے ہیں:۔

"حدیث و فقہ و تفسیر میں درجۂ اجتہاد۔۔۔۔ ہر چند نسبت شاعری سے اُن کو ننگ و عار ہے لیکن شاعری کو اُس کے ساتھ منسوب ہونا پایۂ اعتبار اور دلیۂ افتخار

---

[1] حدائق الحنفیہ ص ۴۸۱

[2] تذکرۂ شعرائے اُردو ص ۲۴۶

ہے۔ اگر شعراس سے بلند مرتبہ نہ ہوتا شعراء نسبت بشعر سے آسمانِ برین تک نہ پہنچتے ہے۔

بشیر الدین احمد لکھتے ہیں،

" بے شائبۂ تکلف و بے آمیزش مبالغہ ایسا فاضل اور ایسا کامل سوا سے سرگروہ علماء کے بساطِ عالم پر جلوہ گر نہ تھا۔[۱]

عبدالغفور خاں نساخ فرماتے ہیں :۔

" راقم کو دہلی میں رہنے کے ہنگام میں اُن کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا تھا۔ حضرت کے علم و فضل کا حال مشہور ہے۔ حاجتِ بیان نہیں۔[۲]"

مولانا عبدالحئی نے "گُلِ رعنا" میں لکھا ہے :۔

" مفتی صدرالدین خاں بہادر عالی خاندان، والا دودمان، سرمایۂ نازشِ ہندوستان فضل و کمال اور فنونِ ادبیہ کی بے نظیر قابلیت میں آپ اپنا جواب تھے۔ سرزمینِ ہند میں جامعیت کے دو ہی چار ایسے شخص ہوئے ہوں گے۔ اس کے ساتھ مزاج دیکھو تو خلقِ مجسّم اور لطف مصوّر، علم و کمال میں بقولِ شیفتہ " در فنونِ ادبیہ ثانی اعشیٰ و جریر است و در مراتب حکمیہ ثالث باقر و نصیر۔[۳]"

لالہ سری رام صاحب اپنے تذکرۂ خم خانۂ جاوید میں تحریر فرماتے ہیں :۔

" عربی، فارسی، ریختہ، تینوں زبانوں پر قادر تھے۔ ہر ایک زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت سے دادِ سخن دی ہے۔ جناب آزردہ مرحوم اُن چند اشخاص میں سے تھے جنھوں نے اعلیٰ درجے کی جامع قابلیت و فضیلت کے باوجود ملکِ سخن میں بھی اپنی اعلیٰ استعداد کا سکّہ بٹھایا ہے۔ آپ اپنے زمانے کے مشاہیر سے تھے اور نہایت قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ منصبِ اعلیٰ پر ممتاز و حکّام رس ہونے کے باوصف آپ کی طبیعت ظاہری نمائش سے کوسوں

۱۔ گلستانِ سخن ص ۱۱۳
۲۔ واقعاتِ دارالحکومت جلد دوم ص ۱۴۸
۳۔ "گُلِ رعنا" ص ۲۲۷

دُور تھا۔ دُنیاوی آسائش کے تمام سامان بہم پہنچائے۔ مگر خود سیدھی سادی وضع سے بسر کرتے رہے۔ عدالتی کاروبار سے فرصت کے وقت طلبہ کا حلقہ آپ کے گرد رہتا تھا۔ طالب علموں کو بڑے شوق سے پڑھاتے تھے۔ علمی فیض کے علاوہ ضرورت مند کے ساتھ نقد و جنس سے سلوک ہوتے تھے۔ نہایت مُنصف، خوش مزاج، نیک نفس، نفاست پسند تھے چنانچہ آپ کی نفاست پسندی کی اکثر حکایتیں مشہور ہیں۔ اِن اوصاف کے ماسوا زندہ دل، خلق مجسّم کہنا مبالغہ نہیں۔[۳]

مولانا آزاد کے والد مولانا خیرالدین مفتی صدرالدین آزردہ کے شاگرد تھے۔ چنانچہ مولانا آزاد لکھتے ہیں:۔

"والد مرحوم نے مفتی صاحب سے بھی تحصیل کی تھی۔ اُن کے فضل و کمال و جامعیت کے بے حد معترف تھے۔ فرماتے تھے۔ اُن کا سلوک مجھ سے ایسا تھا، جیسا اپنے خاص عزیزوں سے ہوتا ہے۔ عید کے دن ہمارے ہاں آتے تو جس طرح اپنے عزیزوں کو بطور عیدی کے کچھ دیا کرتے ہیں۔ ایک اشرفی میرے لیے بھی ضرور لاتے۔ نانا میاں فرماتے۔ یہ اشرفیاں بہ طور تبرک رکھو۔

فضل و کمال علمی کے ساتھ ادب و شعر کا ذوق بھی تینوں زبانوں میں تھا۔ عربی، فارسی، اُردو تینوں زبانوں کے شاعر تھے۔ اِن کا اُردو کلام بہت تھوڑا ہے۔ مگر جتنا ہے انتخاب ہے اور پایۂ بلند کے شایاں ہے۔ والد مرحوم ایک مشاعرے کا حال سناتے تھے۔ جس میں اُن کی غزل نے تمام اکابر کا رنگ پھیکا کر دیا تھا۔ "دور نہیں۔ منظور نہیں" مصرع طرح تھا۔

دامن اُس کا تو بہت دُور ہے اے دستِ جنوں   کیوں ہے بے کار گریباں تو مرا دُور نہیں

یہ شعر بھی جو ہمیشہ میری زبان پر رہتا ہے انھیں کا ہے ؎

کامل اِس فرقۂ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی   کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

والد مرحوم اپنے چچا کا جنھوں نے مدینۂ منورہ میں انتقال کیا۔ جب کبھی ذکر کرتے تھے

ملاحظہ خم خانۂ جاوید جلد اوّل ص ۵۲

تو مفتی صاحب کا یہ شعر ضرور پڑھتے تھے ؎

از رہ مرکے کوچۂ جاناں میں رہ گئے دی تھی دعا یہ کس نے کہ جنت میں گھر ملے

والد مرحوم فرماتے تھے کہ ادب عربی کا ذوق اُن سے بڑھ کر میں نے وقت کے کسی فاضل میں نہیں پایا۔ حماسہ کے سینکڑوں اشعار نوک زبان تھے۔ متنبی کا درس دہلی میں سب سے پہلے انھیں نے دیا۔ ورنہ اُس کا کلام درس کی چیزوں میں شامل نہ تھا۔

انھوں نے متنبی کی ایک شرح بھی لکھی تھی۔ افسوس اُن کے مصنفات غدر میں ضائع ہو گئیں صرف ایک عربی رسالہ "لا تشدد الرحال" کے متعلق میری نظر سے گزرا اور ایک تحریر مثلاً "امتناع نظیر" یہ ہے۔[1]

[1] ۱۔ غالب از غلام رسول مہر ص ۲۸۲

یادوں کے گلاب

شعری مجموعہ

سلماؔن عباسی

سلماؔن عباسی کی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اس گروہ میں نہیں جو ماضی سے اپنے رشتے توڑتے ہی کو اپنی ادبی قامت کی بلندی کے لیے ضروری سمجھتے ہیں۔ وہ ادبی ارتقا کے قائل معلوم ہوتے ہیں" اور ہر ماضی کا جائزہ لیتے ہوئے آنے والے کل کی طرف گامزن ہیں اور اس طرح ان کے کلام میں ادبی روایات کا ایک تسلسل ملتا ہے، وہ آج کی آواز بھی ہیں اور آنے والے کل کی آواز بھی۔

"یادوں کے گلاب" لکھنؤ کی گلابوں کی کیاری میں ایک "نئی قلم" کا اضافہ ہے۔

(آنند نراین مُلّا)

قیمت :۔ دس روپے

نئی مطبوعات

کتاب	مصنف	قیمت
دیدار غالب	عرش ملسیانی	۵/-
نذیر احمد شخصیت کارنامے	اشفاق احمد آعظمی	۲۰/-
شہید انسانیت (نیا اڈیشن اضافہ شدہ)	علی النقوی	۲۰/-
نظم طباطبائی (تنقید کلام غالب)	مسعود حسین رضوی	۴/-
آذر	نعیمہ ملک	۱۲/-
اُردو ادب میں فن سوانح نگاری کا ارتقا	الطاف فاطمہ	۱۲/۵۰
اثاثۂ منصور	مولوی سید منصور علی	۱۲/۵۰
راکھ (شعری مجموعہ)	احتشام اختر	۶/-
تحفۃ الصغر (فارسی کلام)	حضرت امیر خسرو	۲۵/-
دیوان صد غزل	حسین علی تاسف	۱۲/-
ادبی شاہکار (حصہ نثر) برائے ہائی سکنڈری	مرتب حفیظ عباسی	۶/۲۵
آنگن کی چاندنی (ناول)	عطیہ پروین	۱۰/-
پہچان (〃)	عفت	۱۲/-
سارے جہاں کا درد (〃)	رفیعہ منظور الامین	۱۰/-
ایشہ ایلن (〃)	مظہر الحق علوی	۱۵/-
آخری شب (〃)	صنم آرا	۱۰/-
حکیم اجمل خاں (سوانح حیات)	کوثر چاندپوری	۴/-
شعلہ و شبنم (نیا اڈیشن) (شعری مجموعہ)	جوش ملیح آبادی	۱۲/-
دبستان عشق کی مرثیہ گوئی	مرتبہ: ڈاکٹر جعفر رضا	۲۰/-
علم کیمیا (کیمسٹری) درسیات	مترجم: ارشد رشید	۴/-
آزاد ہندوستان	〃 : ایس۔ ایل کھنہ	۲/-
گلنار ناول	سلمیٰ کنول	۱۱/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵، دلی ۶، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی	مصنف : ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ : مخمور جالندھر	۲/۲۵
اکبر	" : لارنس بنیں	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو ڈگمبر	" : ڈی آر اٹھاولے	" : ش ۔ قدوائی	۲/۲۵
عظیم باغی	" : ڈ کنسیڈ	" : ڈاکٹر پربا تماسرن	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	" : بیسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارش ناتھ تیواری	" : ایم کے دُرّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/- مجلد	۲/-
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ : نیشنل گاندھی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرو نانک	مصنف : گوپال سنگھ	ترجمہ : مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹی بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	" : میاں رنگنایکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ : می پال سوم، ستدرم	" : حسرت سہروردی	۸/۰
سفید خون (ناول)	مصنفہ : نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/۰
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر گوپال سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/-
ہندی افسانے	مرتبہ : ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگر سین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ : پنا لال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/۰
پنجابی افسانے	مرتبہ : ہربھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/۰
رنجیت سنگھ	مصنف : ڈی۔ آر۔ سود	" : "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بنگڑ واڑی	" : ڈ نکٹیش ما ڈگولکر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمٹیڈ، نئی دلی ۲۵ ۔ دہلی ۶ ، بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲ ۔

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

از : راجندر سنگھ بیدی

قیمت : دس روپے

ناشر : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نئی دہلی ۲۵

جس طرح 'جنوں' اور اس کی خون چکاں حکایتوں کا سلسلہ موقوف ہونے میں نہیں آتا اسی طرح باشعور اور انسان دوست اہلِ قلم ان کو لکھتے رہنے سے کبھی باز نہیں رہتے نہ ان کو زباں بندی کی پروا اور نہ سر پا ہاتھ قلم ہونے کا خوف۔ راجندر سنگھ بیدی کی مثال موجود ہے، افسانہ نویسی کے میدان میں جب سے وہ اترے ہیں اسی وقت سے اپنے جداگانہ طرز تحریر، مخصوص ٹکنیک، CRAFTMANSHIP، زبان و بیان کے معاملے میں آداب و قواعد سے بے نیازی، اپنی بات کو بلا تکلف کہہ دینے میں آزادی۔ یہ روش انھوں نے اختیار کی اس پر استقلال اور پامردی سے آج تک قائم ہیں۔ انھیں خصلتوں اور خصوصیتوں کی بدولت وہ اپنے ہم چشموں میں منفرد اور ہم عصروں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

بیدی صاحب کا یہ وصف بھی قابلِ لحاظ ہے کہ وہ کم لکھتے ہیں۔ اسی لیے ان کے یہاں غیر ضروری تکرار اور اکتا دینے والی یکسانیت کبھی نہیں پائی جاتی۔

"ہاتھ ہمارے قلم ہوئے" ان کے افسانوں کا تازہ ترین مجموعہ ہے۔ اس میں کُل دس افسانے ہیں جن میں ایک یا شاید دو کے علاوہ باقی افسانے وقتاً فوقتاً رسالوں میں شائع بھی ہو چکے ہیں، پھر بھی ان کی تازگی، تنوّع اور تاثر میں کمی نہیں محسوس ہوتی۔

پہلے اور آخری افسانے میں چند انکشافات ہیں اور بعض اعترافات، کبھی محاسبے تو

کہیں طنز و تجزیے۔ اپنے آپ پر اور دوسروں پر تنقید یا تبصرے، اپنی زندگی کے نشیب و فراز سوانح حیات کی بعض جھلکیاں اور مطمح نظر۔

دوسرے افسانے میں ایک باپ بیٹے کی طبعی افتاد اور ذہنی الجھنیں دکھا کر بتایا گیا ہے کہ ہر نوجوان محض باغی اور سرکش ہی نہیں ہوتا بلکہ سعادت اور اطاعت کا مادہ بھی اس کی سرشت میں موجود ہوتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے افسانے میں 'کلیانی' اور کرپا دو عجیب و غریب اور متضاد نسوانی کرداروں کی مرقع کشی کی گئی ہے، عورت کی پستی اور بلندی کی عبرت آمیز اور حیرت انگیز مثالیں نگاہوں کے سامنے آجاتی ہیں۔

"باری کا بخار"، بچپن کی راہ و رسم کا اعادہ، دل اور دماغ کی کشمکش۔ چاہت کی لاج اور سماج کے قیود کا نباہنا بڑا مشکل کام ہے مگر اس کسوٹی پر ایک ہندوستانی عورت پوری اترتی ہے۔ بالآخر محبوبہ کے مقابلے میں بیاہتا کی بالادستی۔۔۔ یہ کیفیتیں اور مناظر بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔

متمول اور خود نگر طبقے کی نوخیز لڑکیاں کن ڈرامائی طور طریقوں سے اپنی عیش کوشی کا سامان فراہم کرلیتی ہیں، ان کے رنگ ڈھنگ اور اصلی رنگ روپ "سونفیا" اور اس کے گرد و پیش کے ماحول میں آسانی سے نظر آجاتے ہیں۔

"وہ بڈھا"، پہلے پہل جس طرح سامنے آتا ہے اس سے اگر کسی کم سن اور ناتجربے کار لڑکی کو غلط فہمی اور شکایت ہو یا غصہ آئے تو کوئی تعجب نہ ہونا چاہیے۔ مگر تھا وہ دراصل بڑا ہی دوربیں اور قیافہ شناس، بدگمان اور بدظن لڑکی۔ جیسے ہی بہو بن کر گھر میں آتی ہے معلوم ہوتا ہے اس کا گوہر مراد اسی بڈھے کا لخت جگر ہے اور پھر اس کی پہلی حرکت کا غم و غصہ غیر معمولی احترام و عقیدت میں بدل جاتا ہے۔

روٹی کپڑے کی قلت و نایابی کے ساتھ ساتھ آج اس آزادی و خود مختاری کے دور میں ترقی پذیر اور شہرت یافتہ شہروں کے اندر بہت سے لوگ پینے کے پانی تک کو ترستے ہیں۔ دولت کے مظاہر، مزدور کی زبوں حالی اور عام جبر و افلاس کے مناظر "جنازہ کہاں ہے" میں دیکھ لیجیے۔

کشمیر کی داخلی اور خارجی کیفیت، سیاسی پیچ وخم۔ عیش وعشرت فراہم کرنے والوں کی نجی زندگی اور بے اطمینانیاں ایک حساس طبیعت پر کیا اثر ڈالتی ہیں اس کا کچھ حال "تعطل" میں بیان کیا گیا ہے۔

بیدی کا ذہن بے حد رسا اور ان کی نظر بہت ہی وسیع ہے معشیت ہو یا معاشرت، ادب ہو یا سیاست، اپنے افسانوں کے تار و پود میں قلم اٹھا کر وہ جس رُخ سے اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں کر لیتے ہیں، لب ولہجہ خواہ کتنا ہی تلخ و ترش ہو مگر اس کی تہہ میں حقیقت اور صداقت ضرور مضمر ہوتی ہے۔

صنّاع اور قلم کار مشکل ترین حالات اور انتہائی صبر آزما دور میں بھی تخلیقات سے غافل نہیں رہتا لیکن وہ صنّاعیاں اور رشحات قلم ہمارے سامنے آئیں کیسے؟ اگر اشاعتی ادارے موجود نہ ہوں۔ شکرگزار ہونا چاہیے اور مبارک باد دینا چاہیے مکتبہ جامعہ کو کہ وہ اس کساد بازاری اور کاغذ کی روز افزوں گرانیوں کے باوجود اعلا درجے کی کتابیں شائع کرتے رہنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتا ہے۔

باطنی خوبیوں کے علاوہ ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بھی یہ کتاب خاصی خوشنما ہے۔

رشید نعمانی

"حسرت موہانی: حیات اور کارنامے"

از: ڈاکٹر احمد لاری
تقسیم کار: ادبستان، نظام پور، گورکھپور
قیمت: بیس روپیے

"حسرت موہانی: حیات اور کارنامے" ڈاکٹر احمد لاری کا گراں قدر تحقیقی کارنامہ ہے۔ موصوف کی ادبی کاوشیں اس کے قبل بھی محققین اور ناقدین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ "تذکرۂ شعراء" از حسرت موہانی پر اردو اکاڈمی اترپردیش کا انعام بھی مل چکا ہے۔ لیکن زیر تبصرہ تصنیف ان کا شاہ کار ہے۔ اس مقالے پر گورکھپور یونیورسٹی نے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی ہے۔

اردو تحقیق و تنقید کی بےکسی اور بے بسی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے

کہ ابھی تک حسرت موہانی جیسے اہم غزل گو شاعر کے حالاتِ زندگی اور نظریۂ شاعری پر کوئی ایسی تصنیف نہیں تھی جسے ماخذ قرار دیا جا سکے۔ گو کہ حالاتِ زندگی اور شاعری سے متعلق مولوی عارف ہنسوی کی کتاب "حالاتِ حسرت"، عبدالشکور کی "حسرت موہانی" اور ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی "حسرت کی شاعری" ملتی تھیں لیکن حالات و شاعری کے متعلق ان کتب سے سوائے گمراہی کے، رہنمائی کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔ جیسا کہ حرفِ آغاز میں ڈاکٹر احمر لاری نے تحریر کیا ہے:۔

"اگر اردو ادب کا طالب علم صرف ان دو کتابوں کو اپنی معلومات کا ذریعہ بنائے تو وہ کبھی بھی حسرت کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتا۔"

یہ تحقیقی مقالہ آٹھ ابواب، کتابیات اور دو ضمیموں پر مشتمل ہے یوں تو سبھی ابواب اپنی اپنی جگہ اہمیت کے مالک ہیں۔ لیکن تاریخی اعتبار سے باب اوّل میں عہد اور ماحول کا بھرپور تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔ باب دوم میں سوانحی مواد کے سلسلے میں کافی تحقیقی مواد کی فراوانی استدلالی طور پر پائی جاتی ہے۔ باب سوم میں حسرت کی شخصیت و کردار پر سیر حاصل تبصرہ ہے۔ جس میں بعض ناقدین کے اعتراضات کا مدلّل جواب دیتے ہوئے حسرت کی شاعری کا معروضی انداز میں تجزیہ کیا گیا ہے جس سے شخصیت اور شاعری کا تضاد بہت حد تک دور ہو گیا ہے۔ باب چہارم "حسرت کی شاعری" ہے اس باب میں فاضل مقالہ نگار نے حسرت کی غزل گوئی کی تاریخی، سیاسی، معاشی، تہذیبی، ثقافتی، فنّی اور موضوعاتی اہمیت کو مسلم الثبوت بنایا ہے۔ خاص طور سے حسرت کی سیاست اور شاعری میں جو فنّی اور ادبی لازمی انسلاکات (ASSOCIATIONS) پائے جاتے ہیں ان نقوش کو اجاگر کیا ہے جس سے حسرت کی شاعری اور شخصیت کا بعد دور ہو گیا ہے۔ صحافت اور تذکرہ نگاری کے باب بھی علمی و ادبی بصیرت کے حامل ہیں لیکن باب ہفتم جو "تنقید" سے متعلق ہے۔ قارئین کے لیے مرکز توجہ ہے۔ درحقیقت حسرت کو اب تک کسی ادیب نے بحیثیت نقاد سمجھنے کی زحمت ہی نہیں کی تھی۔ اگرچہ حسرت کا تنقیدی شعور تقلیدی عناصر سے پاک اور مبرا ہے۔ ان کی تنقیدی روشنی

ن اذہان کے لیے تھی جو مغرب کی کورانہ تقلید کو دین و ایمان سمجھے ہوئے تھے۔ حسرت نے
مشرقی تنقید نگاری کے مزاج و آہنگ کو ایک آئینی تشکل عطا کی ہے۔ اس باب میں
مقالہ نگار نے اردو تنقید کی تاریخ میں حسرت کا مقام بحیثیت نقاد متعین کرنے کی
قابلِ ستائش سعی کی ہے۔

باب ہشتم میں حسرت کی متفرق تصانیف کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ضمیمہ دو حصوں میں
ہے۔ اس کا ضمیمہ نمبر ۲، حسرت کے تحقیقی مواد کے سلسلے میں ایک اضافہ ہے اس حصے
میں حسرت کے اس کلام کو شامل کیا گیا ہے جو مطبوعہ متداول کلیات میں نہیں ہے۔ فاضل
محقق نے مختلف رسائل اور گلدستے وغیرہ سے تلاش و جستجو کے بعد کلام جمع کیا ہے جس
سے حسرت کے کلام کا ایک حصہ جو اب تک پردۂ خفا میں تھا۔ منظر عام پر
آگیا ہے۔

آخر میں اس امر کا اعتراف کرنا حق بجانب معلوم ہوتا ہے کہ حسرت موہانی پر
اب تک اس سے اچھی تحقیقی اور تنقیدی مواد رکھنے والی کتاب تو درکنار اس سے
کم تر درجے کی بھی شائع نہیں ہو سکی ہے، اگرچہ تحقیق و تنقید میں کوئی کار نامہ حرفِ آخر
کا درجہ نہیں رکھتا ہے۔ اس کے باوصف زیرِ تبصرہ کتاب کے قارئینِ کرام غیر جانبداری
سے مطالعہ کرنے کے بعد خود اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ تصنیف حسرت کی شخصیت
اور شاعری کے متعلق حرفِ آخر کا درجہ رکھتی ہے۔

کتابت اور طباعت اچھی ہے۔ اگر کتابت پر کچھ اور توجہ کی جاتی تو بہتر تھا
کیونکہ کچھ غلطیاں راہ پاگئی ہیں خاص طور سے انگریزی کتابوں اور مصنفوں کے
نام انگریزی کے بڑے حروف میں لکھنے کے بعد بھی، چھوٹے حروف کی طرح نقطے لگا دیئے
گئے ہیں۔

(ڈاکٹر فضلِ امام)

مصنف: اشفاق حسین

اقبال اور انسان

قیمت: آٹھ روپے

ناشر: اندھرا پردیش ساہتیہ اکاڈمی حیدرآباد

اقبال کے صد سالہ جشن کے سلسلے میں اندھرا پردیش کی ساہتیہ اکادمی کی طرف سے

اشفاق حسین کی کتاب "اقبال اور انسان" شائع ہوئی ہے۔ اس سے قبل مصنف کی ایک اور کتاب مقامِ اقبال کے نام سے شائع ہو چکی ہے " اقبال کو پڑھنے اور اس عظیم انسان کے قلب میں جھانکنے کا" یہ دوسرا موقع ہے جو مصنف کو ملا۔ اس لیے اقبال اور ان کی شاعری پر مصنف کی نظر سرسری نہیں بہت گہری ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیش نظر کتاب "اقبالیات" کے سلسلے کی ایک اہم کڑی بن گئی ہے اور مصنف نے جس عمیق مطالعے کے بعد اپنی بات کہی ہے۔ اس کو اقبال پر کام کرنے والے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس کے لیے مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں۔

کتاب کا تعارف لکھتے ہوئے ڈاکٹر بی گو پال ریڈی نے بجا طور پر کہا ہے کہ "اقبال کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے اس سے بہترین کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔" مصنف نے بڑی کامیاب کوشش کی ہے کہ " اقبال کے تصورِ انسانیت اور اس سے متعلقہ فکر کے مختلف گوشوں کو " اُجاگر کریں۔ حقیقتاً اقبال کی شاعری اور فلسفے کا اصل موضوع انسان ہی ہے یوں اقبال کی شاعری کو مختلف " ازم " کی ترازو میں تولا گیا۔ ہر مکتبِ فکر نے اسے اپنے اپنے پیمانوں سے ناپا لیکن اقبال کی شاعری کو " ہیومنزم " کے علاوہ کسی اور " ازم " سے منسلک کرنا مناسب نہیں ہے۔ انسان دوستی ان کا مسلک ہے اور بس ؎

آدمیت احترامِ آدمی۔ باخبر شو از مقامِ آدمی

اسی لیے اقبال کی مقبولیت میں " ناسازگار حالات " کے باوجود کمی نہیں آئی۔ " انھوں نے اپنی فکر و شعر کا جو اثاثہ چھوڑا ہے وہ ایسی متاعِ بے بہا ہے جو وقت کی دست برد سے محفوظ ہے اور جو زندگی کو جاودانی بناتا ہے۔"

اقبال کی شاعری انسانی عظمت کی نشان دہی کرتی ہے۔ اسی عظمت کے عارف ہونے کی حیثیت سے ان کی شاعری میں عروجِ آدم کے ساتھ ساتھ احترامِ آدم کا اظہار بھی ہوتا ہے ؎ برتر از گردوں مقامِ آدم است

اصلِ تہذیب احترامِ آدم است

اُردو شاعری میں اقبالؔ وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اپنی تمام تر شاعری کا موضوع بشریت اور عروجِ آدم کو بنایا۔ اس کے لیے انھوں نے کسی ایک مسلک کی اسیری کو قبول نہیں کیا بلکہ "ان سب راہوں کی تلاش و جستجو کی جو عروج آدم کی نشان دہی کرتی ہیں اور انسان کے صحیح مقام کا تعین کرتی ہیں"۔ فاضل مصنف نے اس سلسلے میں مشرقی و مغربی فکر کے ان ماخذوں کا ذکر بھی ضروری سمجھا ہے جنھوں نے اقبال کو متاثر کیا۔ اس طرح ہمیں اقبالؔ، ان کی شاعری اور فلسفے کو سمجھنے کا موقع تو ملتا ہی ہے۔ لیکن ہم ان عظیم مفکرین کے فلسفہ ہائے زندگی سے بھی روشناس ہو جاتے ہیں۔ جنھوں نے اقبالؔ کی طرح انسان اور اس کی عظمت کو اپنے فکر کا موضوع بنایا۔

"اقبال اور انسان" میں مصنف نے اب اسلامی فکر، زرتشتی فکر، ہندوستانی فکر اور مغربی فکر پر بھی "طائرانہ نظر" ڈالی ہے کہ ان مختلف گوشہ ہائے افکار نے اقبالؔ کو متاثر کیا ہے۔ ہندوستانی نشاۃ ثانیہ کے ان بعض اہلِ فکر کے افکار کا بھی ذکر ہے جن کے خیالات اور نظریات میں کئی مقامات ایسے ہیں جو اقبالؔ کے افکار و خیالات سے مماثلت رکھتے ہیں۔

کتاب کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ آخر میں انتخابِ کلام بھی مختلف عنوانات کے تحت موجود ہے۔ ان عنوانات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ موضوع کتاب سے کس قدر مطابقت رکھتے ہیں۔ (۱) جذبہ حریت، (۲) اثباتِ حیات اور ذوقِ نمود، (۳) خودی و عشق۔ (۴) آدم و ابلیس۔ (۵) تسخیر کائنات و عروج آدم۔ پھر چار صفحات خالی رکھے گئے ہیں۔ تاکہ آپ اس میں اضافہ کرنا چاہیں تو کر سکیں۔

آخر میں کتاب کی ظاہری شکل و صورت کے بارے میں یہ کہنا ہے کہ کتاب عمدہ سرورق کے ساتھ مجلد بھی ہے۔

کتابت اچھی ہے لیکن طباعت کا معیار گرا ہوا ہے۔ قیمت مناسب ہے۔

شکیل اختر فاروقی

اُردو املا

از : رشید حسن خاں
پبلشر: ترقی اردو بورڈ
تقسیم کار: نیشنل اکاڈمی ۹۷ انصاری مارکیٹ دریا گنج دہلی ۱۱۰۰۰۶
قیمت : سینتیس ۳۷ روپے

"اُردو میں قواعدِ زبان کے جن اہم مسائل کی طرف کم توجہ کی گئی ہے۔ ان میں املا کے مسائل کو فہرست میں سب سے اُوپر رکھا جا سکتا ہے۔ جس طرح یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم جس لفظ کو بول رہے ہیں، اس کا مفہوم کیا ہے؟ اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم جس لفظ کو لکھنا چاہتے ہیں، اس کی صحیح صورت کیا ہے۔"

'اردو املا'، کے "ابتدائیہ" میں رشید حسن خاں نے اپنی بات کا آغاز مندرجہ بالا الفاظ سے کیا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مادری زبان کی تعلیم میں بنیادی حیثیت الفاظ کے املا کی ہے۔ "املا دراصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے اور جو طریقہ ان حرفوں کے لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے وہ رسم خط کہلاتا ہے۔" ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ "رسم خط کسی زبان کو لکھنے کی معیاری صورت کا نام ہے اور رسم خط کے مطابق صحت سے لکھنے کا نام املا ہے۔" اُردو کی بقا و ترقی، اور ترویج و تدریس کے لیے صحتِ املا کے قاعدوں کی طرف توجہ اور الفاظ کی معیار بندی نہایت ضروری ہے۔

رشید حسن خاں نے اپنے "ابتدائیہ" میں رسم خط اور املا، اصلاح اور تغیر، اصلاح اور صحت، نسخ، نستعلیق، اور شکستہ جیسے موضوعات سے متعلق مسائل اُٹھائے ہیں اور نہایت سلجھے ہوئے انداز میں ان اہم مباحث کا تعین کیا ہے۔ انھوں نے املا کے سلسلے میں رواج اور روایت کی اہمیت اور اصلاح املا سے متعلق "انقلابی تجویز" کے بارے میں ایک معقول اور معتدل رویہ اپنایا ہے، اور ان کی یہ رائے نہایت صائب معلوم ہوتی ہے کہ "ہم کو دو باتیں صاف طور پر مان لینا چاہئیں: ایک تو یہ کہ اُردو کے رسمِ خط کو بدلا نہیں جا سکتا اور دوسری بات یہ کہ

اس کے املا میں کسی بھی نوع کی انقلابی تجاویز کو بھی شامل نہیں کیا جا سکتا "

اس کتاب کی تیاری میں رشید حسن خاں نے اردو املا سے متعلق تمام موقر و معتبر مواد پیشِ نظر رکھا ہے۔ اس ضمن میں مولانا احسن مارہروی کی کوشش ان کے سامنے رہی ہیں۔ اور انجمن ترقی اردو کی تجاویز اصلاحِ اردو (رسالہ اردو ۱۹۴۴ء) کو انھوں نے اپنے کام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ رشید حسن خاں نے 'املا' سے متعلق ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی تحریروں کو خاص طور پر سراہا ہے۔ انھوں نے اُن کا ذکر بڑے احترام کے ساتھ کیا ہے اور ان کے نام نامی سے ہی اس کتاب کا انتساب کیا ہے۔ اُن کا " ابتدائیہ " بھی ڈاکٹر صدیقی مرحوم کی ایک تحریر کے اقتباس سے شروع ہوتا ہے اردو املا کے باب میں ڈاکٹر صدیقی مرحوم کی کوششیں اس عقیدت اور اہمیت کی بجا طور پر مستحق تھیں۔ نیز اس طور رشید حسن خاں کی نیک نفسی کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ رشید حسن خاں نے اردو املا کے مسائل سے دلچسپی رکھنے والے تقریباً تمام موجودہ عالموں اور ادیبوں کے حوالے بھی دیے ہیں جیسے مولانا امتیاز علی خاں عرشی، قاضی عبدالودود اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں۔

اس کتاب کے موضوعات یہ ہیں :

الف۔ اور ی۔ الف ممدودہ۔ الف اور ہائے مختفی۔ الف تنوین۔ ت، ہ۔ ت، ط۔ ذ، ز، ژ۔ س، ص، ض۔ ک، گ۔ ں۔ اور ن ب۔ واو، ہ۔ ہائے ملفوظ۔ ہائے مختفی۔ ہائے مخلوط۔ ہمزہ۔ ہمزہ اور الف۔ ہمزہ اور واؤ۔ ہمزہ اور ہائے مختفی۔ ہمزہ اور یاے۔ گنتیاں۔ لفظوں کو ملا کر لکھنا۔ نقطے، شوشے، حرفوں کے جوڑ، نسخ و نستعلیق کی بعض خصوصیات۔ اعراب۔ علامات۔ روز و اوقاف۔ املائے فارسی۔ تدوین اور املا۔ لغت اور املا۔

رشید حسن خاں نے املائی انتشار کی وجوہات پر بھرپور روشنی ڈالی ہے اور پورے اہتمام کے ساتھ بحث کی ہے۔ اُن کی عبارت میں نہ مثالوں کی کمی ہے اور نہ حوالوں کی۔ ہر بات مفصل اور مدلل طور پر بیان کی گئی ہے۔ اس سے قبل اردو میں املا کو ایک منفرد اور مستقل موضوع کی حیثیت سے شاذ ہی دیکھا گیا ہے اور اس وضاحت و صراحت

کے ساتھ یکجا طور پر کوئی اور مواد فراہم نہیں ہے۔ اس لیے رشید حسن خاں کی یہ کوشش، ایک کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے اور اردو کی گراں قدر خدمت کہلانے کی مستحق ہے۔

رشید حسن خاں کی تحریریں توجہ سے پڑھی جاتی ہیں اور اُن کا شمار ہمارے مقتدر ادیبوں میں ہوتا ہے۔ وہ حتیٰ الوسع اپنے موضوع کا حق ادا کرتے ہیں اور تن آسانی یا سہل پسندی کے طرفدار نہیں ہیں ان کی نگارشات، ان کی ذہانت اور لیاقت کے علاوہ ان کی محنت کی بھی آئینہ دار ہوتی ہیں اُن کی گرفت بھی سخت ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اَدب میں دیانت کے قائل ہیں، مروّت کے نہیں۔ اُن کی شخصیت کے یہ محاسن ”اردو املا“ کے حسین پیکر کی تشکیل کا باعث بنے ہیں۔ انھوں نے بڑی کاوش کے ساتھ اتنی ضخیم کتاب تیار کی ہے۔ اُن کی دقیقہ رسی اور نکتہ سنجی، سطر سطر سے عیاں ہے اور پوری صداقت کے ساتھ مسئلے کو سلجھانے کی سعی کی گئی ہے۔

اس کتاب کی کتابت و طباعت بھی قابل ستائش ہے۔ اس میں موضوع کا پاس بھی کیا گیا ہے اور معیار کا لحاظ بھی۔ ترقی اردو بورڈ اپنی اس پیش کش کے لیے دلی مبارکباد کا مستحق ہے۔ اگر کاتبوں کا کوئی تربیتی ادارہ ہوتا تو بلاشبہ ’اردو املا‘ اُن کے نصاب کی اہم ترین کتاب قرار پاتی۔ لیکن کاتبوں کا کام دراصل نقل مطابق اصل ہے۔ اس لیے املا پر خود مصنفین کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کتاب اُردو کے ہر مصنف اور معلم کے پیش نظر رہنے کی ضرورت ہے اور سب کی توجہ اور تعاون سے ہی ان دشواریوں اور کوتاہیوں سے بچا جا سکے گا جو کہ املا کے عدم تعیّن اور غلط نگاری کے باعث وجود میں آتی ہیں۔ مزید برآں ترقی اُردو بورڈ پر لازم آتا ہے کہ اپنی مطبوعات میں ’اُردو املا‘ کی پورے طور پر پابندی کرائے۔

ترقی اردو بورڈ نے املا کے سلسلے میں ایک کمیٹی بنائی تھی جس کے صدر ڈاکٹر سیّد عابد حسین صاحب تھے۔ اس کمیٹی نے اس کتاب کے مسودے کو منظور کیا۔ رشید حسن خاں کے علاوہ اس کمیٹی کے دوسرے رکن ڈاکٹر گوپی چند نارنگ تھے۔ ڈاکٹر نارنگ نے اس کمیٹی کی سفارشات کو اپنے مقدمے کے ساتھ مرتب فرمایا ہے۔ ”تحقیق املا نامہ“

کے نام سے مکتبہ جامعہ نے ترقی اردو بورڈ کے لیے شایع کیا ہے
عبداللہ ولی بخش قادری

آوارہ گرد کی ڈائری
سفرنامہ

مصنف: ابن انشاء
قیمت: آٹھ روپے
ناشر: بک سروس، دہلی ۶

۱۹۶۷ء کے آواخر میں ابن انشاء یونیسکو کی دعوت پر یورپ اور مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں کے دورے پر گئے تھے اس سفر کے دلچسپ حالات انھوں نے آوارہ گرد کی ڈائری کے نام سے کتابی صورت میں "بے کم و کاست رقم" کر دیے ہیں۔ بارہ ولایتوں اور ستائیس شہروں کا ذکر اور پھر بیان ابن انشاء کا۔ ایسی صورت میں اس کے پر لطف ہونے میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔

فاضل مصنف کا اصرار ہے کہ یہ سفرنامہ نہیں بلکہ "یہ تو ایک آوارہ گرد کی آوارہ ڈائری کے منتشر اوراق ہیں"۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ یہ سفرنامہ ہے یا ڈائری۔ لیکن مصنف کے اس خیال سے ضرور متفق ہیں کہ اسے "گائیڈ" کے طور پر استعمال کرنے والا نتائج کا خود ذمہ دار ہوگا" مصنف نے یہ تنبیہ بھی کی ہے کہ اس سفرنامے سے معلومات بھی حاصل نہ کی جائے ورنہ " یہ اچھا نہ ہوگا" یہ تنبیہ مزاحیہ پیرایۂ بیان کے سوا کچھ نہیں ہے۔ ورنہ ان منتشر اوراق (اگر مجلد کتاب کو منتشر اوراق کہا جا سکے) میں جا بجا مصنف نے خود معلومات بکھیر دی ہیں۔

ابن انشاء نے سفر کے دوران اپنے تجربات اور مشاہدات کو جس انداز سے سپردِ قلم کیا ہے، وہ قابلِ تعریف ہے۔ اس سفرنامے میں کہیں قصۂ چہار درویش کا سا لطف ہے اور کہیں فسانۂ عجائب کی جھلک نظر آتی ہے (زبان کی بے ساختگی، لطافت اور فصاحت و بلاغت جو ابتداء میں نظر آتی ہے (جس کی وجہ سے دلچسپی میں بہت اضافہ ہو گیا ہے) تا انتہا اس قدر باقی نہیں رہتی۔ کبھی کبھی تجربات اور مشاہدات کا بزبانِ قلم بڑی خوبی

اور قدرت کے ساتھ اظہار کیا گیا ہے۔

بعض اوقات پُر لطف جملوں / مصرعوں کی تکرار سے ان کے لطف میں کمی آجاتی ہے۔ بعض جگہ مزاح پیدا کرنے کی غرض سے جن تشبیہات اور استعارات کا سہارا لیا گیا ہے وہ ناموزوں سے محسوس ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک خاتون مسز البرز کی انگریزی گوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "زبانِ میرا اور کلامِ میرزا کی طرح خود ہی سمجھتی ہوں گی۔"

ایک معاملے میں اور مصنف کے ذہنِ رسا کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ جہاں وہ اپنے احباب کو گاندھیِ ملت اور کولمبسِ وقت کے خطابات عطا کرتے ہیں۔ اور تو اور وہ ایک درخت کی کہنہ سالی پر اُسے بھی بابائے درختاں، درختوں کا سر سید اور درختوں کا بابائے اردو قسم کے خطابات سے نوازتے ہیں۔

کہیں کہیں مزاح کے ساتھ ساتھ طنز بھی ہے۔ مگر دوسروں پر کم اپنے پر زیادہ۔ اسی لیے پسندیدہ ہے۔ تہذیبِ مصر کے بارے میں رقم طراز ہیں۔......
'سنا ہے بیس بیس تیس تیس سال میں بنتے ہیں۔ (اہرام) یہ بھی کوئی کمال نہیں۔ ہمارے ں قائدِ اعظم کا مقبرہ بھی دس سال سے بن رہا ہے اور کچھ عجب نہیں مدتِ تعمیر میں ﻡ اہرام کو پیچھے چھوڑ جائیں۔ اس زمانے کے مصری نہ ٹائی لگاتے تھے۔ نہ سوٹ ہنتے تھے اور یہاں تک دریافت ہوا ہے کہ انگریزی تک بولنا نہیں جانتے تھے۔ پھر ی ہمارا ذکر کہیں نہیں اور ان کی تہذیب کا غلغلہ ہے۔"

ابنِ انشاء ایک شاعر ہی نہیں ایک اچھے انشاء پرداز بھی ہیں۔ انشاء اللہ ان کا سفر نامہ بھی ذوق وشوق سے پڑھا جائے گا۔

کتابت وطباعت بری نہیں ہے، لیکن پروف ریڈنگ کے وقت زیادہ توجہ درکار تھی۔ زمانہ میں زیادہ قیمتوں کی کتابیں شایع کرنے کا تو جواز ہے لیکن 'منہ مانگے دام' وصول کرنا مناسب معلوم ہوتا۔ کتاب کی قیمت کا اندراج ضروری ہے۔

شکیل اختر

حکیم اجمل خاں

مصنف: کوثر چاند پوری
قیمت: چھ روپے
ناشر: نسیم بک ڈپو۔ لاٹوش روڈ، لکھنؤ

کوثر چاند پوری اردو کے انتھک ادیب ہیں۔ انھوں نے افسانہ نگار اور ناول نگار کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ محقق اور نقاد کی حیثیت سے بھی ایک خاص مقام حاصل کرلیا ہے "حکیم اجمل خاں" سے قبل "جہانِ غالب" اور "دیدہ بینا" جیسے تنقیدی اور تحقیقی کارنامے منظرِ عام پر آچکے ہیں اور زیرِ نظر کتاب شائع ہوئی ہے جس کا موضوع "حکیم اجمل خاں: خاندان اور شخصیت" ہے جو کتاب کے بنیادی متن کے علاوہ حرفِ آغاز ضمیمہ جات، حوالے اور کتابیات پر مشتمل ہے۔ حرفِ آغاز میں مصنف نے لکھا ہے کہ:

> "حکیم اجمل خاں: خاندان اور شخصیت" اپنے موضوع پر ایسی کتاب ہے جو شخصی اور خاندانی حالات کو آغاز سے انجام تک تاریخی تسلسل کے ساتھ پیش کرتی ہے۔" (ص ۱۲)

کتاب دو حصوں میں واضح طور پر منقسم ہے پہلے حصے میں خاندانی حالات اور دوسرے میں حکیم اجمل خاں کی حیات اور شخصیت ہے۔ پہلا حصہ طویل اور دوسرا مختصر ہے پہلے حصے میں تاریخی تسلسل کے ساتھ حکیم اجمل خاں کے اجداد کا نام یہ نام تذکرہ ہے۔ یہ تذکرہ خاندانی روایات یا سنی سنائی باتوں پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اس کی بنیاد اہم ماخذوں پر ہے اس لیے اس حصے کی دو خصوصیات قابلِ قدر ہیں ایک یہ کہ اس میں تاریخی تسلسل ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی بنیاد تحقیقی دیانت اور صداقت پر ہے۔ اس حصہ میں کوثر صاحب نے بہت سی غلط فہمیوں کو رفع کیا ہے۔ "نسب نامے" اس کا بہترین ثبوت ہے۔ کوثر صاحب نے حکیم اجمل خاں کے چار نسب نامے سامنے رکھ کر اس خوش اسلوبی سے دادِ تحقیق دی ہے کہ انھوں نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کردیا۔ اس بحث سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ غیر ضروری نام جو حکیم صاحب مرحوم کے نسب نامے میں غلط فہمی یا مصلحت کی بنا پر داخل ہوگئے تھے الگ ہوئے اور ان کا صحیح شجرہ سامنے

آسکا۔ ایک دوسرا اہم یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ حکیم اجمل خاں کے اجداد میں
خواجہ عبیداللہ احرار سے لے کر حکیم فاضل خاں سے قبل تک تمام افراد کا حال
اس دور کی تاریخوں اور تذکروں سے مرتب کیا ہے۔ مگر حکیم فاضل خاں اور ان
کے بعد کے حالات مستند کتب میں نہیں ملتے۔ اس لیے کوثر صاحب نے ان تمام خاندانی
روایتوں کی تردید کر کے اصل حقائق سے پردہ اٹھایا ہے جو اب تک پردۂ خفا
میں تھے اس کتاب میں کوثر صاحب ایک بالغ نظر محقق کی حیثیت سے سامنے آئے
ہیں اور ہر باب میں بہت سی چھوٹی بڑی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا ہے۔

دوسرا حصہ جو نسبتاً مختصر ہے۔ حکیم اجمل خاں کی حیات اور شخصیت پر ہے
اس میں "حکیم اجمل خاں"، "سیر و سفر"، "پہلا سفر"، "دوسرا سفر"، "تیسرا
سفر" ایک اور آزمائش اور انتقال کے ابواب کے علاوہ خراج عقیدت اور
حکیم اجمل کی شاعری بھی شامل ہیں۔ ان مختصر ابواب میں کوثر صاحب نے حکیم اجمل
خاں کی زندگی کے اہم واقعات کو تاریخی تسلسل کے ساتھ پیش کیا ہے مگر اختصار
کی وجہ سے حکیم اجمل خاں کی جامعہ سے وابستگی اور کانگریس کے تعلق سے قوم کی
خدمات پوری طرح روشنی میں نہیں آسکیں اس کا سبب غالباً یہ ہے کہ کوثر صاحب
نے ان کے اجداد کو صحیح روشنی میں پیش کیا ہے جس پر اب تک لاعلمی کا پردہ پڑا ہوا تھا
لیکن اختصار کے باوجود حکیم صاحب کی فعال اور متحرک شخصیت کی ایک واضح تصویر
سامنے آجاتی ہے "حکیم اجمل خاں کی شاعری" بہت جاندار حصہ ہے جس میں ان
کی فارسی اور اردو شاعری کی ادبی و فنی قدر و قیمت کو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس باب میں
اس غلط فہمی کا ازالہ بھی کیا گیا ہے کہ حکیم اجمل خاں شیدا۔ نواب شجاع الدین خاں تاباں
کے شاگرد تھے۔ حکیم صاحب مرحوم کی شاعری کے بارے میں کوثر صاحب کی یہ رائے
بہت صحیح ہے کہ :-

"شیدا کے کلام میں سلامت اور متانت کے ساتھ شوخی بیان
کی جھلک ہے۔ تراکیب، استعارات اور تلمیحات کی بہتات نہیں لیکن

جمالِ حقیقت کا پرتو رقص کرتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔" (ص ۱۷۹)

کتاب میں تنقیدی شعور کارفرما ہے اور جدید ترین تحقیق کے اصولوں کے مطابق لکھی گئی ہے۔ لیکن کتاب پڑھنے کے بعد یہ معمّا حل نہیں ہوتا کہ مُلّا علی داؤد کے بعد حکیم فاضل کے نام کے ساتھ اکرم "خان" کا اضافہ کیوں ہوا۔ کیا یہ شاہی خطاب ہے۔ اگر نہیں تو حکیم فاضل خاں کے بعد لگاتار اس لفظ کا اضافہ ہر نام کے ساتھ کیوں ہوتا رہا ہے ...؟ دوسری بات یہ کھٹکتی ہے کہ کوثر صاحب نے حکیم صاحب کے خاندان کے افراد کے کردار کے خوشگوار پہلوؤں کو پیش کیا ہے مگر انھوں نے کسی ایسے واقعہ کا تذکرہ تک نہیں کیا جس سے انسانی سیرت کا دوسرا رخ سامنے آکر اس کی تکمیل ہوتی ہے۔ شاید کوثر صاحب کو ان کی اپنی شرافتِ طبع نے یک رخی تصویر پیش کرنے پر مجبور کیا ہے ـــ کتاب کے مطالعہ سے معلومات میں اضافہ ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے سادہ و پرکار اسلوب سے لطف بھی حاصل ہوتا ہے۔

(ڈاکٹر عنوان چشتی)

صبح کا سورج

شاعر: فیض الحسن خیالؔ
قیمت: دو روپے پچاس پیسے
ناشر: مصنّف: موتی گلی۔ حیدرآباد ۲

"صبح کا سورج" فیض الحسن خیالؔ کا شعری مجموعہ ہے۔ جس میں نظمیں اور غزلیں شامل ہیں۔ جس میں ڈاکٹر مسعود حسین، خواجہ احمد عبّاس اور زینت ساجدہ کی رائیں شامل ہیں۔ 'نقشِ ثانی'، کے تحت شاعر نے خود اپنی شاعری کے بارے میں مختصراً اظہارِ خیال کیا ہے۔

غزلیں، قطعات اور متفرق اشعار پر مشتمل ہے۔ خلش دہلوی کی شخصیت میں جو حسن، سادگی اور دلکشی ہے وہی ان کی شاعری میں پائی جاتی ہے۔ انھوں نے اپنے رنگ افشاں جذبات اور دلی کیفیات پر فکر و فلسفہ کا غلاف نہیں چڑھایا۔ بلکہ جو بات جس طرح محسوس کی اس کو اسی طرح شعر کے قالب میں ڈھال دیا۔ اس لیے ان کی

کتاب کا نام حسب ذیل شعر سے ماخوذ ہے۔

شب کے ماتھے پہ نئی صبح کا سورج چمکا قافلے والو اٹھو دیدۂ روشن دیکھو

فیض الحسن خیالؔ کی شاعری محسوسات کی شاعری ہے۔ جن میں ایک رنگ روحانیت کا اور دوسرا حقیقت پسندی کا ہے۔ چونکہ انھوں نے کسی نظریے سے عہد وفا استوار نہیں کیا ہے اس لیے ان کی شاعری میں ہر قسم کے موضوعات ہر طرح ادا ہوئے ہیں مگر بنیادی حیثیت تغزل کی روایت کو ملی ہے۔ ان کی شاعری میں ایک طرف حسن و عشق کی کیفیات، جوانی کے رنگ افشاں جذبات اور دردِ دل کی جھلکیاں ہیں اور دوسری طرف عہدِ حاضر کے جبر سے کچلے ہوئے انسان کی پریشاں نظری، بدحالی اور بےکیفی کا رنگ و آہنگ ہے۔ یہ دونوں رنگ کلاسیکی نظم و ضبط اور روایتی اسلوب میں ادا ہوئے ہیں۔ مثلاً

ہمارے زخم جو گلزار بن گئے یارو ہم اپنے آپ خریدار بن گئے یارو
وہ دوست جن کو تکلف نہ تھا کبھی ہم سے وہ آج وقت کی گفتار بن گئے یارو
وہ جتنے دور ہیں اتنے ہی میرے پاس بھی ہیں یہ اور بات کہ خوش ہیں مگر اداس بھی ہیں
جو روشنی کے لبادے کو اوڑھ کر آئے شبِ سیاہ کے وہ ماتمی لباس بھی ہیں

فیض الحسن خیالؔ نے اگرچہ بڑی حد تک صاف ستھری زبان برتی ہے۔ مگر کہیں کہیں زبان و بیان اور عروض و فن کے جھول بھی ہیں۔ مگر بہت کم ہیں۔
کتاب صاف ستھری چھپی ہے شاعری کے شائقین کے لیے ایک تحفہ ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

شاعر: خلش دہلوی

یہ قربتیں یہ دوریاں قیمت: دس روپے

ناشر: روبی کلچرل سوسائٹی۔ دریا گنج دہلی

"یہ قربتیں یہ دوریاں" خلش دہلوی کا مجموعۂ کلام ہے۔ جس پہ جاں نثار اختر اور مخمور سعیدی کی رائے اور پیش لفظ شامل ہے۔ شاعری، نظمیں،

غزلوں اور نظموں کی فضا جوانی کی نفسیات اور محبت کی کیفیات سے مل کر بنی ہے۔
زبان کے معاملے میں بھی ان کا وہی رویہ ہے جو موضوع اور مواد کے سلسلے میں ہے
ہر طرح کے الفاظ کو برتا ہے اور زبان کی صحت کے چکر میں پڑے بغیر اپنی بات کہنے کی
کوشش کی ہے۔ چند شعر دیکھیے:۔

وہ کون ہے جو مری تشنگی بڑھاتا ہے ۔۔۔ مرے خیال میں آ کے مسکراتا ہے
عہدِ غم میں کبھی مسکراتے ہیں ۔۔۔ آنسوؤں کے دیے جلاتے ہیں
گزری ہے ایک عمر ستاروں میں بھی مگر ۔۔۔ مدت ہوئی کہ رہتے ہیں شمس و قمر سے دور

کتاب بہت خوبصورت چھپی ہے۔ شاعری کے شائقین کے لیے تحفہ ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

بقیہ اشاریہ صٓ سے

ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جہاں تک اُردو کا تعلق ہے۔ تقریباً پچاس فیصدی
پبلشرز نے کاروبار بند کر دیا جہاں تک پریس کا تعلق ہے وہ ہندی اور انگریزی کتابیں
چھاپ کر اپنی زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ ورنہ اردو کے سہارے وہ زندہ نہیں
رہ سکتے۔

"گلاولستان" والوں نے ہمیں مطلع کیا ہے کہ اس ماہ دو ناول شائع کر رہے ہیں۔
ایک ہے سراج انور صاحب کا "زخم تمنا" اور دوسرا مسرور جہاں صاحبہ کا
"دھوپ چھاؤں" یہ مسودے عرصے سے ان کے پاس کتابت کیے ہوئے رکھے تھے۔

ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے

نیشنل بُک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

لسّانی مطالعے — ڈاکٹر گیان چند

لسّانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسّانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے اُردو میں اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے ابھی تک اُردو میں اس موضوع پر مکمل کتاب نہیں۔ مضامین معتد بہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔ قیمت: ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء — مرتبہ: پی سی جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی جس نے عالمی جمہوری حلقوں میں یک جہتی کے جذبات کو ابھارا۔ ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ۔
قیمت: ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفۂ سیاسیات — پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی اس کے نظام اور اس کے مدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی، نظری اور عملی، اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصّہ ہے۔
قیمت: ۱۸/۰

تاریخ تعلیم ہند — از: سید نور اللہ و جے پی نائک — مترجم: مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مکمل خاکہ پیش کرتا ہے جو

دینِ الٰہی اور اُس کا پس منظر

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی

اس مقالے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے استاد تاریخ پروفیسر محمد اسلم کی کتاب "دینِ الٰہی" پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بدایونی کے بیانات، اکبر، شیخ مبارک، فیضی اور ابوالفضل کے بعض خیالات اور حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے موقف پر بڑی صراحت سے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اس لحاظ سے بھی قابلِ مطالعہ ہے کہ اس میں جدید تحقیقی خصوصیت کے ساتھ اس "سچے" مذہبی رجحان کی ترجمانی ہے۔ جس سے زندگی میں معنویت اور مقصدیت پیدا ہوتی ہے اور یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی خدمت درحقیقت خدا کی عبادت ہے۔

قیمت:- چار روپے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

(افسانے)

راجندر سنگھ بیدی

راجندر سنگھ بیدی، اُردو کے ممتاز ادیب ہیں۔ انھوں نے زندگی کا جو شعور حاصل کیا ہے اس کو فن میں منتقل کر دیا ہے۔ اسی لیے ان کی تخلیقی تحریروں میں ایک طرف وہ جمالیاتی کیفیت ہے جو فن کو حسین اور دلکش بناتی ہے اور دوسری طرف وہ معنویت ہے جو اس کو عظمت اور افادیت سے ہمکنار کرتی ہے۔

افسانوی ادب میں ایک اہم اضافہ۔ قیمت: -/۱۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵

دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کر کے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی، لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت: ۵/۷۵

چار دیواروں میں (ناول) ایم۔ ٹی۔ واسدیون نائر ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پرانی کہانی کا عطر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی سیاست مندی گہری مگر تسکین آشنا ہے۔ قیمت: ۷/۷۵

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت ۹/۷۵

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹیش کتیکر ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کتیکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کر کے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ قیمت: ۷/۰

ملیالم افسانے مرتبہ: ادم جیری۔ این۔ این پلّے ترجمہ: اگر سین نارنگ

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دنیا کے کسی بھی ادب کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے؟ قیمت: ۸/۷۵

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی تازہ مطبوعات

وہ صورتیں الٰہی

مالک رام

اس مجموعے میں مندرجہ ذیل اصحاب
غالب، سائل دہلوی، صدر یار جنگ، سید سلیمان ندوی، برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی، یگانہ چنگیزی، جگر مرادآبادی، نیاز (اور نیاز منڈ' نیاز فتحپوری)، اور غلام رسول مہر، کی زندگی کے وہ نقوش اور کردار کے وہ پہلو محفوظ کر دیے گئے ہیں جن تک ان کے سوانح نگار کی آسانی سے دسترس نہیں ہو سکتی۔ ان مضامین سے مندرجہ بالا اصحاب کے کردار کی تشکیل و تکمیل میں یقیناً بہت مدد ملے گی۔
قیمت: دس روپے

تعلیم، فلسفہ اور سماج

ڈاکٹر سلامت اللہ

تعلیم کیا ہے؟ تعلیم کس لیے دی جاتی ہے؟ یہ اور ایسے ہی بہت سے سوالات ہیں جن کا تعلق ایک طرف حیات انسانی کے تصور سے ہے اور دوسری طرف کائنات میں انسان کے مقام اور اس کی تقدیر سے۔ اس قسم کے اہم سوالات کا جواب آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ یہ مجموعہ اساتذہ اور خاص کر زیر تربیت اساتذہ اور خاص کر زیر تربیت اساتذہ کے لیے نہایت مفید ہے اس کے پڑھنے سے تعلیم کے موضوع کو سمجھنے اور اس کے بعض اہم مسائل پر سوچنے میں مدد ملے گی۔

قیمت: ۱۲/۵۰

"ناولستان، نئی دلی کا نیا ناول

منزلیں پیار کی

(نفسیاتی ناول)

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں، جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں، کچھ دن بعد وہ نفسیاتی الجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جبر ہی ان کی شرافت کا معیار رہ جاتا ہے "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنے ناول "منزلیں پیار کی" میں نوکری اور دولت کے جزیروں میں دو حسین لڑکیوں کی گرفتاری اور رہائی کی نفسیاتی داستان پیش کی ہے ہمیں اپنے سماج کا جائزہ لینے جذبہ اور محبت کے فرق کو محسوس کرنے نیز نفسیاتی اور جنسیاتی نقطہ نگاہ سے ازدواجی زندگی کو سمجھنے کے لیے یہ ناول ایک معتبر ذہنی رفیق ہے۔ قیمت: آٹھ روپے

تذکرہ

مولانا ابوالکلام آزاد — مرتبہ: مالک رام

"تذکرہ" الہلالی دَور کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی وہی بات سے بات پیدا کرنے کا رجحان، جولانیٔ طبع، خطابت اور دعوت و تبلیغ کا انداز ملتا ہے۔ جو الہلال اور البلاغ کا طرۂ افتخار تھا۔ بلکہ یہاں وہ مے دو آتشہ ہو گئی ہے۔ قیمت:۔ پندرہ روپے

بچوں کی نئی کتابیں

پکڑ دم کٹے کو	عبدالواحد سندھی	-/۶۰
پپو جپو	" "	-/۶۰
مدو راتا پردیس چلے	" "	-/۶۰
پان کھا کر طبلہ بجا کر رام ناچا	" "	-/۶۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب، تنقید، انشاء

- ار اور نظریے — آل احمد سرور — ۱۰/۵۰
- نزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۹/۰
- نخاص و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — ۴/۵۰
- تجزیے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۱/۰
- ردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۱۲/۵۰
- واتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین — ۱۲/۰
- سرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۲/۰
- اروان فکر — ״ ״ — ۳/۷۵
- ردو اسیز — سید ظہیر الدین مدنی — ۴/۵۰
- ردو مرثیہ — سید سفارش حسین — ۶/۰
- کھرے ورق — سونیتی کمار چیٹرجی — ۳/۰
- ردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۷۵
- نقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۵/۷۵
- زل سرا (انتخاب) — مجنوں گورکھپوری — ۶/۰
- نقد اقبال — میکش اکبرآبادی — ۴/۲۵
- سانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن دہلوی — ۳/۰

تذکرے، سیرت و شخصیت

- ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — ۸/۰
- کابر تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/۰
- تذکرۂ معاصرین — مالک رام — ۱۵/۰
- ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — ڈاکٹر سالم قدوائی — ۱۴/۰
- پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۹/۵۰
- تذکرۂ جگر — محمود علی خاں — ۳/۰
- قلم کا مزدور — مدن گوپال — ۴/۰
- گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۶/۰
- خنداں — ״ ״ — (زیر طبع)
- ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی — ۵/۵۰
- داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — ۱/۲۰
- شراب کہنہ — رشید نعمانی — ۳/۲۵
- شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۷/۲۵

تاریخ۔ سیاسیات۔ روداد

- مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۲/۲۰
- دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبدالسلام قدوائی — مجلد ۳/۷۵، غیر ״ ۲/۷۵
- اسلامی عقائد و مسائل — جمال الدین اعظمی — ۴/۰
- مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۵/۵۰
- کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — ۲/۲۵
- تعلیمات اسلام (اول دوم) — مولانا عبدالسلام قدوائی — ۴/۰
- آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۴/۰
- اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰
- امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۲/۰

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ طاہر محمود ۴/-
کتاب کی کہانی سید احمد حسن نقوی ۱/۵۰
امن کا راستہ عبدالغفار مدھولی (زیر طبع)
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات سری پرکاش ۴/-
ہندوستان میں مذہب اسلام
پر نظر ثانی کی ضرورت } اے اے فیضی ۱۵/-
تاریخ الامت (اوّل) مولانا اسلم جیراجپوری ۲/۵۰
" " (دوم) " " " ۴/-
" " (سوم) " " " ۲/۷۵
" " (چہارم) " " " ۳/۲۵
" " (پنجم) " " " ۳/۲۵
" " (ششم) " " " ۳/۲۵
" " (ہفتم) " " " ۲/-
" " (ہشتم) " " " ۳/۲۵
کچھ پرانے خط (دوم) پنڈت جواہر لال نہرو ۸/-
یادگار شخصیتیں " " ۵/۵۰
کشمیر پر حملہ کرشنا مہتہ ۲/-

سفر نامے

گاندھی جی بادشاہ خاں
کے دیس میں } پیارے لال (زیر طبع)
غزہ میں نیل سلطانہ آصف فیضی (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

بنیادی استاد کے لیے ڈاکٹر سلامت اللہ (زیر طبع)
جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/۵۰
چند پروجیکٹ " " ۲/۵۰

موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری ۵/-
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ (زیر طبع)
تعلیمی خطبات ڈاکٹر ذاکر حسین " "
کھیل کے ذریعے تعلیم (اوّل دوم) عبدالغفار مدھولی ۱/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " ۱/-
جامعہ کی کہانی " " ۴/-

ناول، افسانے اور خاکے

جلیس النور کمال حسینی ۴/۵۰
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۵/-
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۴/۵۰
دلدل ترجمہ " " " ۴/۵۰
سات سال " " " ۵/۲۵
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ۸/-
الجھی ڈور " " " ۴/۵۰
پایہ جولاں صغرا مہدی ۴/-
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۳/۵۰
زندگی کی لہر ساومنگ ۳/-
آدمی کا مقدر ترجمہ : قرۃ العین حیدر ۱/-
آلپس کے گیت " : " " " ۲/۷۵
خیالی پلاؤ " : " " " ۱/-
ڈنگو " : " " " ۲/۲۵
ماں کی کھیتی " : " " " ۲/-
لیوو وکیبہ " : " " " ۱/۷۵
پت جھڑ کی آواز : " " " ۹/-
ایک تھی انیتا امریتا پریتم ۳/۲۵

ب ۶

بیٹے ترجمہ: انورعظیم ۵/-
ن و بہار مرتب: رشید حسن خاں ۲/۷۵
منشی پریم چند (زیرِ طبع)
ان 〃 〃 〃 ۱۱/-
رانِ عمل 〃 〃 〃 ۸/۵۰
ردات 〃 〃 〃 ۴/۵۰
ر کا موسم مہندر ناتھ ۳/۵۰
ر کا پتّا سلطان آصف فیضی ۲/۲۵
ستِ ناتمام زہرہ سیدین ۲/-
ی شام ترجمہ: بلقیس جہاں ۱/۵۰
عمل صالحہ عابد حسین ۷/۵۰
ح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۳/۷۵
نے دکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی ۴/۰

افسانے اور خاکے

رے اور دوسرے افسانے آصف مجیب ۱/۵۰
ی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/۰
نوں کا سفر رام لعل ۴/-
الستان سجاد حیدر یلدرم ۳/۷۵
ے صاحب اوپندر ناتھ اشک ۲/۵۰
یاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/-
دان جیلانی بانو ۴/۷۵
ا بیماری مہندر ناتھ ۲/۵۰

ڈرامے

ائی ساگر سرحدی ۳/۷۵
ن آرا (اوپیرا) رفعت سروش ۴/۵۰

آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۴/-
جان ہار 〃 〃 ۱/۳۷
آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۱/۷۵
خانہ جنگی 〃 〃 〃 ۱/۷۵
انجام 〃 〃 〃 ۱/۲۵
کھیتی 〃 〃 〃 ۱/۲۵
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دُگل ۴/۰
آئینۂ ایّام ترجمہ: خلیق احمد ۳/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۱/۷۵
کیا خوب آدمی تھا 〃 〃 〃 ۲/-
دروازے کھول دو کرشن چندر ۲/۵۰
سراج الدولہ ترجمہ: اشفاق حسین ۱/۵۰
موت پر فتح جیالال ساز ۱/۲۵
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۱/۷۵

نظم

نئی نظم کا سفر مرتبہ: خلیل الرحمٰن اعظمی ۱۰/۵۰
آتشِ گل جگر مرادآبادی ۶/۰
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۷/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۲/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۲/۵۰
مثنوی سحرالبیان مرتب: رشید حسن خاں ۷/۷۵

بچوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری ۱/۵۰
عقائدِ اسلام 〃 〃 ۱/۵۰
رسولِ پاک عبدالواحد سندھی ۱/۸۰

چار یار — الیاس احمد مجیبی — ۲/۵۰
آں حضرتؐ — " — " (اردو) — -/۶۵
" — " — " (ہندی) — -/۶۰
پاک کہانیاں (دو حصوں میں) — مقبول احمد سیوہاروی — ۲/۳۵
خلفاء اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۲۵
نبیوں کے قصے — " — " — ۱/۲۵
مسلمان بیبیاں — اعجاز الحق قدوسی — -/۷۵
ہمارے رسولؐ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/-
ہمارے نبیؐ — سید نواب علی رضوی (اردو) — ۱/۷۵
" — " — " (ہندی) — ۱/۴۰
سرکار دو عالمؐ — محمد حسین حسان — ۲/۷۵
سبیل الرشاد — خواجہ عبدالحی — ۱/-

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد — ۱/۷۵
دنیا کے بچے — محمد حسین حسان — ۱/-
انوکھا عجائب خانہ (دو حصے) — " — " — ۱/۸۰
بجلی کی کہانی — علی احمد خاں — -/۵۰
بڑ دادا کی کہانی — محمد عبدالغفار — -/۵۶
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم — ۳/۵۰
" — " پنجم — ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی — -/۴۴
خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین — -/۸۵
دہلی — ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی — ۱/۵۰

تاریخ ہند کی کہانیاں (اول) نجمہ سلطان — ۱/۴۰
" — " — " (دوم) ضیاء الرحمٰن — ۱/-
" — " — " (سوم) مشتاق احمد اعظمی — ۱/۴
" — " — " (چہارم) " — " — /۹۵
رابندر ناتھ ٹیگور — صفدر حسین — ۱/۲۵
سماجی زندگی (اول) احمد شبلی غلام ابرار — ۱/۰
" — " (دوم) " — " — ۱/۲۵
" — " (سوم) " — " — ۱/۴۰
" — " (چہارم) " — ۱/۲۵
سمندر کے کنارے — سلطانہ آصف فیضی — ۱/۴۰
" — " نیچے " — " — ۱/-
قدرت کے کرشمے — ادارہ — ۱/۹۲
ہماری پارلیمنٹ — کیلاش چندر — ۱/۵۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ — محمد حسین حسان ندوی — ۱/-
دعوت ملاحی کی — " — " — ۱/۴۰
جیت کس کی — " — " — ۱/-
انصاف کا تخت — " — " — ۱
چینی کی گڑیا — " — " — ۱
بہادر سیاح — " — " — ۱
چچا غالب مرتبہ — " — " — ۱
تانبیل خاں — " — " — ۱
شیر خاں ترجمہ: قرۃ العین حیدر — ۱
بلیطریہ کے بچے: " — " — ۱

...دھنیو کے بچے ترجمہ قرۃ العین حیدر -/۵۰
...ی کے بچے " " " -/۵۰
...ل " " " : " " /۷۵
... ...برو احسان الحق -/۴۵
...سیب شہزادی ابرار محسن ۱/-
...ل کا سودا " " ۱/۷۰
...ں مار خاں " " -/۹۰
...تل کا راجہ " " ۱/۰
...ن عبدالرحمن (دو حصے) ایل لاگن ۲/۰
...لوزہ شہزادہ کا سر بن گیا کوثر بانو -/۳۰
...دری کی عادت عبدالغفار مدھولی -/۵۰
...بھوٹا لڑکا " " " -/۵۰
...مند لڑکا " " " -/۵۰
...ٹیالوں کی کہانی محمد امین ۱/۷۵
...بندر کا گھر خضر برنی -/۴۵
...زلی دور ہے مجیب احمد خاں -/۵۰
...لوٹے دادا ترجمہ: " " " ۱/۲۵

جب اور اب آصف مجیب ۱/۷۵
تین کوڑیاں اقبال امروہوی ۱/۲۰
پریم کی جیت اسد اللہ کاظمی /۳۷
ترکوں کی کہانیاں مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ /۵۵
مزہ چکھائیں گے " : " " " -/۳۵
چھوٹی لالٹین مشتاق احمد -/۳۱
تین اناڑی عصمت چغتائی ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق -/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے ایم ندیم ۱/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر محمد معین -/۳۵
ڈاکو کی گرفتاری ایم ندیم -/۵۰
ستاروں کی سیر کرشن چندر ۱/۷۵
لال مرغی عبدالواحد سندھی -/۵۰
ننھا ٹٹو خورشید سلطان -/۳۰
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں -/۶۵
چنبیلی محمد حسین حسان -/۵۰
شیدا پروفیسر محمد مجیب -/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیسے

بڑھئی مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۳۱
احمد خاں دکان دار " " " -/۳۱
بہشتی " " " -/۳۱
پیارے جان درزی " " " -/۳۱
تانگے والا " " " -/۳۱

حفیظ خانساماں مرتبہ ادارہ تعلیم ترقی جامعہ -/۳۱
کلو حلوائی " " " " /۳۱
عبدالرحمن راج " " " " -/۳۱
مرغی پالیے " " " " -/۵۰
نصیب خاں حجام " " " " -/۳۱
تمدن معاشیات

چناؤ کے بھید مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱

سرکاری ٹیکسوں کا راز " " " " ۱/۳۱

ضلع کی سرکار " " " " ۱/۳۱

کارخانوں کے قانون " " " " ۱/۳۱

جھلکیاں

احمد علی " " " ۱/۳۱

سید سلیمان " " " ۱/۳۱

احمد ندیم " " " ۱/۳۱

اکبر الہ آبادی " " " ۱/۳۱

حیات اللہ انصاری " " " ۱/۳۱

سہیل عظیم آبادی " " " ۱/۳۱

عبدالحق " " " ۱/۳۱

میر امن " " " ۱/۳۱

نذیر احمد " " " ۱/۳۱

حفظانِ صحت

دق اور اس کا علاج " " " ۱/۳۱

زچہ بچہ " " " ۱/۳۱

طاعون اور چیچک " " " ۱/۳۱

فوری علاج (دم گھٹنا) " " " ۱/۳۱

" " (حادثہ) " " " ۱/۳۱

" " (ہڈی ٹوٹنا) " " " ۱/۳۱

ڈراما اور سوانح

استری دھن " " " ۱/۳۱

ٹھیک بات چیت کیجے " " ۱/۳۱

امیر خسروؒ مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱

سوامی دیانند " " " " ۱/۳۱

غوث پاکؒ " " " ۱/۳۱

گاندھی جی (اول) " " " " ۱/۳۱

" (دوم) " " " " ۱/۳۱

گرو نانک " " " ۱/۳۱

مصطفےٰ کمال (دوم) " " " " ۱/۳۱

نظام الدین اولیاؒ " " " " ۱/۳۱

کرشن کنہیا " " " ۱/۳۱

کہانیاں

کہانیاں (اول) " " " " ۱/۳۱

" (دوم) " " " " ۱/۳۱

پنچ تنتر (") " " " ۱/۳۱

" (") " " " ۱/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے " " " ۱/۳۱

اپنی کھیتی کا ایک چک کرو " " " " ۱/۳۱

پپیتے کا باغ لگائیے " " " ۱/۳۱

پھلوں کی کھیتی " " " ۱/۳۱

پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " " ۱/۳۱

جانور بھلا چنگا رہے " " " ۱/۳۱

ساگ سبزی اگائیے " " " " ۱/۳۱

کوآپریٹو فارمنگ " " " " ۱/۳۱

کھاد بنائیے کھاد ڈالیے " " " ۱/۳۱

مقدمے کی مار مرتبہ: ادارہ تعلیم ترقی جامعہ ۳۱/-
تھود ھوان ہوگیا " " " ۳۱/-

مذہب

ابوداؤد شریف " " " ۳۱/-
ابن ماجہ شریف " " " ۳۱/-
نسائی شریف " " " ۳۱/-
کفن دفن " " " ۳۱/-

معلومات

چاند تارے " " " ۳۱/-
دن رات (اوّل) " " " ۳۱/-
" " (دوم) " " " ۳۱/-
ہوائی جہاز (حصہ دوم) " " ۳۱/-
فٹ بال " " ۳۱/-
ہلکے پھلکے کھیل " " ۳۱/-

متفرق

پنجابی لوک گیت " " ۳۱/-

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسان ۵۰/-
الٹی دوا " " " ۵۰/-
برف کا گھر " " " ۵۰/-
تاؤ کے اپدیش " " " ۵۰/
چاند " " " ۷۵/-
دیمک " " " ۶۲/-
کھنی زمین " " " ۶۲/-
بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ ۵۰/-
بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر بی راج موگا ۵۰/-

بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں ڈاکٹر بی راج موگا ۵۰/
بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی ۵۰/-
تین سوال عبداللطیف اعظمی ۵۰/-
چوٹی کی چوٹ معین الدین ۷۵/-
چیچک مشتاق احمد ۶۲/-
موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین ۸۷/-

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ ۵۰/-
" " رنگین ۶۵/-
اردو کی پہلی کتاب ۶۵/-
" " دوسری کتاب ۱/۳۵
" " تیسری " ۲/-
" " چوتھی " ۲/۲۵
" " پانچویں " ۲/۵۰
" " چھٹی " ۲/۶۰
" " ساتویں " ۲/۷۰
" " آٹھویں " ۲/۷۰
اردو کی دوسری کتاب برائے دہلی ۱/۶۵
" " تیسری " ۲/۲۰
" " چوتھی ۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر ۲۵/
" " " (اوّل) ۴۸/
" " " (دوم) ۱/-
پریم بال (اوّل) ۴۴/

بال پریم (دوم)	۱/۸۲	**طالبات کے لیے**	
” ” (سوم)	۱/۲۵	گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ: محمود سرور	۱/۵
” ” (چہارم)	۱/۲۵	” ” (” چہارم) ” ”	۱/۵
نو پربھات	۱/۶۲	” ” (” پنجم) ” : دینا ناتھ گردم	

حساب

خط کتابت اردو کورس

جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ: یادر حسین	۲/۴۵		
” ” (” سوم) ” : محمد یونس	۲/۷۰	پہلی کتاب	۱/-
” ” (” چہارم) ” : ملکہ بیگم قزلباش	۲/۷۵	دوسری کتاب	۱/۵۰
” ” (” پنجم) ” محمد یونس	۳/۳۰	تیسری کتاب	۱/۰

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس دلی میں چھپوا کر جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵ سے شایع کیا

منیجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ
دو روپے

اکتوبر ۱۹۷۴ء
جلد ۱۵ — شمارہ ۱۰
سالانہ
پانچ روپے
فی پرچہ
۵۰ پیسے

اشاریہ

یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے ایک اور بہت پرانے طالب علم سید محمد ٹونکی بھی اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون ؎

مرحوم قلب کے مریض تھے اور کچھ عرصے سے بیمار۔ عمر کی اس منزل میں پہنچ چکے تھے جہاں سے ضعف کی حکمرانی شروع ہو جاتی ہے یہی کمزوری موت کا پیغام لائی اور ستمبر کی پہلی تاریخ کو رُوح کو جسدِ خاکی سے آزاد کرا لے گئی۔

ٹونکی صاحب جامعہ ملیہ کے قیام کے وقت ہی علی گڑھ کالج سے (جو اب علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہے) ناطہ توڑ کر جامعہ برادری میں شامل ہو گئے تھے۔ سنہ ۲۳ء میں بی اے کیا اور سنہ ۲۶ء سے راولپنڈی کے اسلامیہ ہائی اسکول میں اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا۔ تعلیم کے زمانہ ہی سے عملی سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا اس وقت خلافت کی تحریک اپنے شباب پر تھی۔ مرحوم کو مولانا محمد علی سے بڑی عقیدت تھی۔

سیاسی تحریک سے عملی وابستگی کے باعث قید و بند کی سختیاں بھی جھیلیں

اس شمارے میں

اور دو بار جیل کو آباد کیا۔ اس سلسلے میں اس وقت کے بڑے بڑے سیاسی لیڈروں سے
واقفیت بڑھی لیکن انھوں نے اپنی تعلیم کے ذریعہ ملک اور قوم کی خدمت کو ترجیح دی۔
آخر دم تک اس راہ پر بہت خلوص کے ساتھ قائم رہے۔

۲۷ء میں علی گڑھ واپس آگئے اور مسلم یونیورسٹی ہائی اسکول میں استاد کی حیثیت
سے تقرر حاصل کیا۔ پچیس سال کام کرنے کے بعد ہیڈ ماسٹری پر تقرر ہوا۔ طالب علموں میں
بہت مقبول رہے اور ساتھیوں میں بھی۔

مرحوم ایک کامیاب مدرس تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے شاگردوں کو ان سے بڑی
عقیدت اور محبت تھی اور یہ آخر وقت تک قائم رہی۔ ہیڈ ماسٹر ہونے کے بعد اسکول کو
بڑی ترقی دی۔ ساتھیوں کے مفاد کا بھی ہمیشہ خیال رکھا۔ اپنے صوبہ کی انجمن اساتذہ
سے بھی وابستہ رہے اور ٹیچروں کی فلاح و بہبود کے لیے جد و جہد میں پیش پیش رہے۔
اخلاص اور صداقت کا پیکر تھے۔ مشرقی تہذیب کے دل دادہ تھے۔ اگرچہ سیاسی اعتبار
سے کمیونزم کے پیرو تھے۔ مگر مذہب سے صرف یہ کہ بے بہرہ نہیں تھے بلکہ نماز
روزہ کے پابند بھی تھے۔ غالباً کمیونسٹوں میں ٹونکی صاحب مرحوم واحد شخص تھے جنھوں
نے مذہب کی اہمیت کو سمجھا اور برتا۔ خدا سے دعا ہے کہ ان کی روح کو اعلیٰ علیین میں
جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر عطا فرمائے۔

اردو جیسی بدقسمت زبان شاید ہی دنیا میں کوئی دوسری زبان ہو۔
لسانی مسائل تو ہر جگہ ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ لیکن ہماری طرح کسی زبان
کے حمایتی زبان کے معاملہ میں وہ سلوک نہ کرتے ہوں گے جیسا کہ اردو کے دوست
اردو سے ساتھ کر رہے ہیں۔ یہاں نعرے بازیاں ہیں، قرار دادیں، بیانات ہیں مگر
نہیں ہے تو ٹھوس عمل۔ یہی نہیں کہ اس سے ہمدردی جتانے والے اور اس کے
غم میں گھلنے والے اس کے لیے عملاً کچھ نہیں کرتے بلکہ اردو کی سب سے بڑی بدنصیبی
یہ ہے کہ اس کے لیے نعرے لگانے والوں اور قرار دادوں کی تائید کرنے والوں میں
ایسے لوگوں کی وافر تعداد ہے جو خود اپنے بچوں کو اردو تعلیم نہیں دلاتے گویا جس
اردو کو وہ ملک کے بچوں کے لیے امرت سمجھتے ہیں اسی کو اپنے بچوں کے لیے
سم قاتل سمجھ کر انھیں اس سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے

باقی صفحہ پر

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں

خود نوشت سوانح

خواجہ غلام السیدین

اس میں سیدین صاحب نے اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال کی کہانی بڑے دلکش، پراثر انداز میں بیان کی ہے، اس میں ندرتِ فکر بھی ہے، خیالات کی گہرائی بھی۔ تعلیمی اور علمی تجربات کا نچوڑ بھی، زبان و بیان کی شگفتگی و سادگی بھی۔ لیکن یہ سوانح نامکمل تھی اس نامکمل سوانح کو

"ذِکرِ جمیل"

کے نام سے

صالحہ عابد حسین صاحبہ

نے مکمل کیا ہے۔ اس سے مرحوم کی دلکش اور جامع الصفات شخصیت پوری طرح ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اس عقیدت ومحبت کے باوجود جو مصنفہ کو ان سے تھی ضبط واعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ پوری تحریر میں مبالغہ کا نام تک نہیں۔

قیمت: بیس روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵

دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

انتظار حسین

تخلیقی سفر میں ایک تنہا مسافر۔ مجید امجد

اس سال جو ادیب اور شاعر ہم سے جدا ہوئے ان میں پاکستانی شاعر مجید امجد بھی ہیں۔ ذیل میں مجید امجد کے بارے میں انتظار حسین کا مضمون شائع کیا جا رہا ہے۔

(ادارہ)

چیخوف نے کہا تھا کہ تخلیقی سفر میں تنہائی ایک اذیت ناک عمل ہے۔ ہمارے عہد میں ایک شاعر ایسا ہوا۔ جس نے اس اذیت ناکی کو قبول کرنے کا جگر پیدا کیا۔ ادبی مرکزوں سے دور، تحریکوں سے بے تعلق، نعروں اور نظریاتی بحثوں سے بے نیاز اس نے ساہیوال میں ڈیرا کیا۔ اور شاعری کو شعار کیا۔ اس تنہا آدمی کا تخلیقی سفر تمام ہوا۔ تخلیقی سفر بھی اور زندگی کا سفر بھی۔ ساہیوال کے اس ویران مکان میں کسی نے جھانک کر دیکھا جہاں سے ایک سینک سلائی آدمی وقتاً فوقتاً نکل کر سائیکل پر سوار ہو کر رینگتا رینگتا اسٹیڈیم ہوٹل کی طرف جاتا دیکھا جاتا تھا۔ دروازہ بند تھا۔ سائیکل کھڑی تھی، اور آدمی سو رہا تھا۔ وہ ہمیشہ کے لیے سو گیا تھا۔ اردو شاعری مجید امجد کو کھو بیٹھی تھی۔

مجید امجد نے ایک ہنگامہ خیز دور میں آنکھ کھولی تھی۔ پہلی جنگِ عظیم کے آغاز کے ساتھ پیدا ہوا۔ ترقی پسند تحریک اور نئے ادب کی تحریک

کے زمانے میں شعر کہنا شروع کیا۔ لیکن شاعر کو ہنگامے سے نفور تھا۔ نہ شخصیت پر شور نہ شاعری ہنگامہ خیز۔ دوسرے شاعر تحریکوں اور شاعروں اور انجمنوں کے زور پر چمک رہے تھے۔ مجید امجد نہ ترقی پسند تحریک میں شامل ہوئے، نہ میراجی کی کنڈلی سے پیوست ہوئے۔ نہ بمبئی دیکھی، نہ لاہور میں رہے۔ ایک ایسی بستی میں ٹھکانہ بنایا جس کی فضا میں اتنی ہی نرم روی اور دھیما پن ہے جتنا ان کی نظموں میں ہے۔

مجید امجد اپنے عہد میں رہتے ہوئے اپنے عہد سے پنہاں رہے۔ مگر عہد ان سے پنہاں نہیں تھا۔ عہد سے ایک سطح پر یکسر بے تعلقی، دوسری سطح پر گہرا تعلق کسی ادبی تحریک یا کسی سیاسی قصے کے واسطے سے نہیں بلکہ طرز احساس کے واسطے سے انھوں نے عہد سے رشتہ پیدا کیا تھا۔ اور پچھلے چالیس سال کی ہماری ادبی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ادبی تحریکوں اور سیاسی تحریکوں کے واسطے سے عہد کے ساتھ رشتہ جوڑنے میں بالعموم یہ گھپلا ہوتا ہے کہ لکھنے والا خود عہد کا حصہ بن جاتا ہے۔ عہد کا مفسر نہیں بن پاتا۔ عہد سے گہرا رشتہ عہد کے طرز احساس تک رسائی حاصل کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور عہد کا ترجمان اور مفسر بننے کے لیے عہد سے بے تعلق بھی ہونا پڑتا ہے۔ مجید امجد عہد سے اتنے بے تعلق تھے کہ زمانے کے کسی اچھے برے میں ہم عصروں کے کسی قصے قضیے میں کبھی شامل نہیں دیکھے گئے۔ مجید امجد علایق دنیوی سے اسی طور آزاد تھے جس طور کوئی بڑا صوفی علایق دنیوی سے آزاد ہوجاتا ہے۔ خیر صوفی کا تو زمانہ کچھ بگاڑ نہیں سکتا مگر شاعر اگر یہ طور اختیار کرے تو زمانہ اس سے پورا پورا بدلہ لیتا ہے۔

ویسے تو مجید امجد کے یہاں ترقی کرنے کی کوئی خواہش نہیں تھی

حالانکہ آج کل تو ہر ادیب ترقی کرنے پر تلا ہوا ہے۔ انھوں نے تو اپنی ملازمت میں بھی ترقی کے راستے اپنے آپ پر اس طرح بند کر لیے تھے کہ ساہیوال سے تبادلہ ہوکر باہر جانے کے لیے کبھی آمادہ ہی نہ ہوئے۔ دنیا سے بے تعلقی اپنی جگہ، قناعت اپنی جگہ مگر آدمی کے ساتھ ہرج مرج تو لگا ہوا ہی ہے۔ ریٹائر ہونے کے ساتھ ساتھ مجید امجد اپنی ساری تندرستی اور توانائی کھو بیٹھے۔ ان کی بیماری کا پتہ بھی باہر والوں کو بس اتفاق ہی سے چل گیا۔ منیر نیازی اور احمد مشتاق کہیں ساہیوال میں جا نکلے۔ ہمراہ ہم بھی تھے۔ دیکھا کہ مجید امجد اب وہ مجید امجد نہیں ہیں گھل گھلا کر بس ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا ہے۔ لگتا ہے کہ زندگی کا سفر اب ختم ہوا چاہتا ہے مگر تخلیقی سفر اسی حساب سے تیز ہوگیا تھا۔ زندگی سے تھک کر شاعری میں وہ اتنا تیز چلے کہ نظموں کے انبار لگا دیے۔ آخری ایام میں مجید امجد نے اتنا کہا ہے کہ ان کا مروجہ شعری مجموعہ "شبِ رفتہ" اب اس کا ایک چھوٹا سا جز ہے اور یہ کہا ہوا ایسا نہیں ہے کہ اسے بسیار گوئی کہہ کر ٹال دیا جائے۔ ان نظموں میں مجید امجد نئے نئے امکانات کو ٹٹولتے نظر آتے ہیں۔

مگر یہ شعر و ادب کی ناقدری کا زمانہ ہے۔ اس کلام کے کتابی صورت میں چھپنے کے امکانات کچھ زیادہ روشن نہیں ہیں۔ باقی رہی ادبی دنیا تو وہ تو بس اتنا ہی کر سکتی ہے کہ چند تعزیتی جلسے کرے اور شاعر کی نامرادانہ زیست پر تھوڑا افسوس کرلے، سو یہ ہوا۔ اتوار کو ہونے والے ہر ادبی جلسے میں مجید امجد کے لیے صف ماتم بچھی۔ تعزیت کی گئی۔ شاعر کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

ل قدوائی

ترجمے کی مشکلات

مولانا احسنؔ مارہروی مرحوم شاگردِ رشید و معتمدِ خاص حضرت فصیح الملک
ع دہلوی و سابق استاد اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مشہور شاعر، تنقید
ر محقق زبان و ادب اردو وغیرہ آج سے تیس سال پہلے فوت ہوئے۔
ریباً ساٹھ سال پہلے مولانا ئے مرحوم نے اردو لشکر کے عنوان سے اردو
نفرنس منعقدہ بدایوں (یو۔ پی) میں اٹھائیس بندوں کا ایک ترکیب
ر پیش کیا تھا جس کا ہر بند کم و بیش سولہ اشعار یعنی پوری نظم میں
و بیش ساڑھے چار سو اشعار تھے۔ اس ترکیب بند میں کمال
ک دستی سے اردو زبان کی نشوونما اور تاریخ نظم کی گئی تھی۔ چابکدستی
تھی کہ ہر بند حروف تہجی کے اعتبار سے منظوم کیا گیا تھا لیکن حروف تہجی
، ترتیب ٹیپ کے اشعار میں بالکل مخالف انداز میں تھی کہ دوسرے
لفاظ میں اگر نظم کا پہلا بند الف کی ردیف کا تھا تو اس کی ٹیپ کا شعر
ی، کی ردیف کا تھا۔ دوسری چابک دستی یہ تھی کہ اس التزامِ خاص
ے باوجود نظم کی خوبی زبان و بیان نیز نفس مطلب کے آغاز سے کیا
بال جو ذرا بھی کہیں سے کمی ہوئی ہو۔ سچ یہ ہے کہ مولانا احسنؔ کی شاعری
ں منجملہ دیگر اوصاف کے یہ بات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے کہ زبان و بیان
ل استادی نیز معانی و مطلب کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔
مندرجہ بالا دعوے کے ثبوت میں مرحوم کی یاد میں ان کی متذکرہ ترکیب

بند سے جس نے کانفرنس مذکور اور اس کے بعد کے زمانے میں بڑی مقبولیت حاصل کی ہم ایک بند "ترجمے کی مشکلات" کے عنوان سے ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ زبان و بیان اور مفہوم و معنی کے باہم دگر پیوست ہونے کے ساتھ ساتھ قارئین ملاحظ فرمائیں کہ مولانا نے اس عام قیاس کی کہ اردو میں غیر زبان سے علمی اور اصطلاحی مفاہیم و مطالب کے تراجم پیش کرنا مشکل ہے اس لیے کہ اردو اس لحاظ سے بھی تہی دامن ہے، کتنے مدلل انداز میں اور ڈنکے چوٹ پر تردید کی ہے۔

واضح ہو کہ یہ تردید مولانا نے باوجود انگریزی اور دوسری یورپی زبانوں سے ناواقف ہونے کے اب سے ساٹھ باسٹھ سال قبل کی تھی اور اب اردو اس عرصۂ دراز میں کتنی ترقی کر چکی ہے۔ اہلِ نظر پر یہ خوب روشن ہے کہ عثمانیہ یونیورسٹی کو کیسے بھلایا جا سکتا ہے اور پاکستان میں اردو کالج کو کیوں کر فراموش کیا جا سکتا ہے جہاں اعلیٰ سے اعلیٰ فنی تعلیم کا ذریعہ اردو رہی اور ہے۔ اردو کی انھی صفات نے اسے بالآخر پاکستان کی قومی زبان کا درجہ دلایا اور دنیا کی زبانوں میں اس کا چھٹا نمبر ہے۔

اب وہ بند ملاحظہ ہو:۔

کچھ خرابی تھی نہ اردو میں نہ تھا کوئی مرض
اختلافوں کی خراشوں سے یہ سب ہے کوڑھ کھاج
ابتدا اس کی ہوئی تھی اس زمانے میں وہاں
جب مسلمانوں کا تھا ہندوستاں میں خوب راج
گو عدالت کی زباں اردو نہ تھی پھر بھی بہت
فوج میں بازار میں چلتا تھا اس سے کام کاج
رفتہ رفتہ فارسی بھاشا نے دی اس کو مدد
دل کی ڈھارس بندھ گئی جاتا رہا سب اختلاج

م کا اس کو بنایا اور نام اپنے دیے
جیسے پانی، آگ، مٹی، کھیت باڑی اور اناج

ضمۂ پیوست یوں اردو میں سب ہندی کے نام
جس طرح اچکن کے تاگوں میں چھپ جاتے ہیں کاج

رف سے پھر تو اس کو بھی یہ شہ ہونے لگی
فارسی کی طرح اب دربار میں تو بھی براج

لی دربار میں اردو زباں جب روشناس
شاعروں نے سب سے پہلے سر پہ رکھا اس کے تاج

رسے جب بادشاہت مٹ گئی اسلام کی
اور انگریزی حکومت کو ملا دنیا سے باج

ل بالا ہو گیا اردو زباں کا ہر طرف
سندھ کیا، پنجاب کیا، ہر سمت تھا اس کا رواج

کون تھا جس کو نہ تھا دنیا میں پیارا اس کا نام
ہر بشر کو دل سے تھا مرغوب اردو کا کلام

ستانوں سے پہلے کچھ نہ تھا مجھ کو ہراس
کیونکہ تھا بے اختلاف اک ایک کو میرا ہی پاس

لوی، شاعر، محرّر، قصہ گو، کاپی نویس
سب کی تھی میں نام لیوا سب تھے میرے روشناس

چہ میرا ابتدائی وہ زمانہ تھا مگر
پڑ چکی تھی جا بجا میری ترقی کی اساس

ب سے آئی ہے کوئن وکٹوریہ کی سلطنت
اس حکومت میں ترقی میں نے پائی بے قیاس

مدرسوں میں ہر جگہ میری پہنچ ہونے لگی
کورس میں بھی جا بجا میرا ہوا ہے اقتباس
میری صورت خوب نکھری اور چمکا میرا رنگ
جو پرانا ہو گیا تھا وہ بدل ڈالا لباس
بن گئی باقاعدہ میرے ادب کی صرف و نحو
پہلے بے سرمایہ تھی میں اب ہے سب کچھ میرے پاس
باوجود ان ساری باتوں کے یہ حیرت ہے مجھے
میری صورت دیکھ کر ہوتی ہے کیوں لوگوں کو یاس
جو یہ کہتے ہیں نہیں علمی زباں اردو زباں
کچھ نظر آتا نہیں ہے ان کو وہ ہیں سور داس
سنتی ہوں کرتے ہیں اکثر آج کل یہ اعتراض
ترجموں کی میرے دریا سے نہیں بجھتی ہے پیاس
یعنی اپنے پاس لفظوں کا ذخیرہ کچھ نہیں
اس لیے ہر ترجمے کا میرے ہو جاتا ہے ناس
یہ بھی ممکن ہے کہ ہو سچا یہ ان کا اعتراض
ہے مگر برعکس اس کے ایک میرا التماس
ہو نہیں سکتا ہے سچا کوئی دعوائے بے دلیل
ایسے دعووں کو نہیں سنتا ہے کوئی باحواس
جتنے لفظوں کا ذخیرہ جمع کر سکتی ہوں میں
دوسری ہندی زبانوں میں کہاں ان کا نکاس
ہر زباں کا لفظ ہو سکتا ہے میری ملکیت
جس طرح ساغر، کٹورا، قدح، پیمانہ، گلاس

رکھتی ہوں ہر لفظ میں پورا سلاست کا لحاظ
کیوں نہ رکھوں فرض ہے میرا فصاحت کا لحاظ

ہ کہتے ہیں کہ ہے کم میرے لفظوں کی معاش
ترجمہ کر دیکھیں انگریزی زباں میں بھی وہ کاش

ادعویٰ ہے کہ اردو سے جو انگریزی کریں
ترجمے کی مشکلوں کا پردہ سب ہوجائے فاش

صطلاحیں سیکڑوں ایسی ملیں گی مجھ میں بھی
کر نہیں سکتی ہے انگریزی زباں جن کی تراش

ت یہ ہے ہر زباں کی ساخت ہوتی ہے جدا
ایک کی ترکیب کچھ ہے، دوسری کا کچھ قماش

ب اردو اور انگریزی پہ کیا ہے منحصر
ترجمے کا نیشتر کرتا ہے ہر دل میں خراش

وسرے میں ایک کا مفہوم آسکتا نہیں
ہیں غذا دونوں مگر کہتے ہیں کب دلیے کو آش

ومزا ہے ایک کا وہ دوسرے میں ہے کہاں
کہنے کو غلے ہیں تینوں مونگ گیہوں اور ماش

گر غلط ہے یہ تو بسم اللہ ثابت کیجیے
بحر کے اک قطعہ پر ہوں کوئی صاحب آبپاش

ترجمہ کیجیے تو انگریزی میں اردو شعر کا
کیجیے تو اصطلاحیں اپنی بولی میں تلاش

کامیاب اس طرح کچھ بھی آپ ہوجائیں اگر
پھر خوشی سے کیجیے اردو کے دل کو پاش پاش

میں کہے دیتی ہوں یکساں دو کبھی ہوتے نہیں
کام آہنگر کا کیوں کر کر سکے گا بُت تراش

ہو نہیں سکتی ہے یکساں دو کی خاصیت کبھی
گرچہ کچھ ہے ملتی جلتی کیرے سے لکڑی کی قاش

تھی طبیعت کس قدر آپس میں دونوں کی جدا
داغ اور آزاد تھے گو دیکھنے میں خواجہ تاش

سچی باتیں کہہ رہی ہوں طعن کیوں کرنے لگی
میں اگر کوسوں تو نکلے یا الٰہی میری لاش

جلد لو میری خبر اے میرے ملکی محسنو
ورنہ اس غم میں نہ ہو جاؤں کہیں صاحب فراش

گو نظر آتی ہے مجھ بے کس کی چھوٹی سی بساط
مجھ کو لیکن ہر زباں کے ساتھ ہے خاص اختلاط

بھوج پوری ادب کا تعارف

ڈاکٹر فضل امام

بھوج پوری زبان کی یہ بد قسمتی رہی ہے کہ آزادی سے قبل اس پر ادب کے نام پر کوئی ایسا کارنامہ منظر عام پر نہیں آ سکا جس کے ذریعے یہ بھی اُس مقام کی مالک بنتی - جو برج، اودھی، راجستھانی اور میتھلی کو نصیب ہے لیکن آج اس کی ادبی حیثیت کو مسلّم الثبوت بنانے کی کوشش ہو رہی ہے یہ مقالہ بھی اسی کا ایک اہم حصّہ ہے۔

قیمت: چار روپے

عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی

مفتی صدرالدین خاں آزردہ

(۱۴)

دیوان خانہ :-

دہلی میں عام طور سے اہلِ کمال تین جگہ اکٹھا ہوا کرتے تھے۔ پہلا علامہ فضل حق خیرآبادی کے دولت کدہ پر۔ دوسرے نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی کوٹھی پر۔ تیسرے مفتی صدرالدین آزردہ کے دیوان خانے پر۔ شاہی دربار سے یہ دربار کسی طرح کم نہ تھے بادشاہوں نے لاکھوں روپے صرف کر کے نورتن جمع کیے تھے۔ ان شاہانِ علم نے اپنے حسنِ اخلاق سے سینکڑوں باکمال کو درباری بنالیا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنے والد ماجد سے ان کا ذکر سن کر غلام رسول مہر سے کہا تھا۔ انھوں نے اپنی کتاب "غالب" میں اسے نقل کیا ہے۔

"والد مرحوم (مولانا خیرالدین دہلوی) شب کی نشستوں میں جب کبھی اس عہد کا ذکر کرتے تو بار بار یہ شعر پڑھتے۔ اور آبدیدہ ہو جاتے۔

تمتع من شمیم عرار نجد فما بعد العشیۃ من عرار

فرماتے تھے کہ مفتی صاحب کا دیوان خانہ دہلی کے تمام منتخب افراد کا مرکز تھا۔ جاڑا، گرمی، برسات کوئی موسم ہو لیکن شب کی یہ مجلس کوئی قضا نہیں کرتا تھا۔ ہر فن کے اکابر کو وہاں ان کے بہترین وقتوں میں دیکھا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی نووارد دہلی آتا اور چاہتا کہ دہلی کے سارے اہلِ فضل و کمال کو بیک وقت اور بیک مجلس دیکھ لے تو وہ سیدھا مفتی صاحب کے دیوان خانے کا رُخ کرتا۔

اٹھارہویں صدی میں پیرس اور لندن کے علم دوست امراء کے سیلون اور ڈرائنگ روم کے جو حالات ہم پڑھتے ہیں۔ بعینہٖ یہی حال دہلی کے دیوان خانوں کی مجلسوں کا بھی تھا۔ ہر حلقے میں کسی نہ کسی امیر کا دیوان خانہ شب کے اجتماع کا مرکز بن جاتا تھا۔ اور اس حلقے کے لیے ٹھیک ٹھیک ایک علمی، ادبی اور تفریحی کلب کا کام دیتا تھا۔ والد مرحوم ان دیوان خانوں کی مجلس کے جو افسانے سنایا کرتے تھے۔ کاش وہ قلم بند کیے جا سکتے۔ بجھنے والے چراغ کا یہ آخری اجالا تھا۔ دہلی مرحوم کے ہفت سالہ زندگی کی انجمن طرازیوں کی یہ آخری بزم تھی۔ گو شان و شکوہ کے سارے پچھلے نقوش مٹ چکے تھے۔ لیکن ان مٹے ہوئے رنگ و روغن میں بھی عہد ماضی کے مرقعوں کی بہار دیکھی جا سکتی تھی۔[1]

مرزا فرحت اللہ بیگ اپنی عجیب و غریب تصنیف "دلی کی آخری شمع" میں لکھتے ہیں۔

"چتلی قبر کے قریب حویلی عزیز آبادی[2] کے سامنے مفتی صدر الدین صاحب کا مکان تھا۔ اس کے نزدیک نواب مصطفےٰ خان شیفتہ رہتے تھے۔ ......

مکان کوٹھی انگریزی اور ہندوستانی دونوں وضع کو ملا کر بنایا گیا ہے۔ صحن بہت بڑا نہیں ہے۔ اس میں مختصر سی نہر ہے۔ سامنے دالان در دالان ہے اور پہلو میں انگریزی وضع کے کمرے ہیں۔ دالانوں سے ملا ہوا اونچا صحن اور چبوترہ ہے۔ چبوترے کے اوپر تخت بچھے ہوئے تھے۔ ان پر چاندنی کا فرش اور دو طرف گاؤ تکیے لگے ہوئے تھے۔"

مولوی بشیر الدین احمد بھی لکھتے ہیں:۔

"ٹیا محل سے سیدھے ہاتھ پر مولوی صدر الدین خاں کی حویلی ہے۔ جو اُن سے پہلے ہزارہ بیگ کی حویلی کہلاتی تھی۔ مولوی صاحب نے اسے خرید کر نئے سرے سے بنوایا ہے۔ یہ حویلی بہت خوش قطع ہے۔ اور اُس میں خانہ باغ، نہر، فوارے سب کچھ تھا۔"[2]

۱۔ غالب از غلام رسول مہر ص ۹۹ ۔۔۔ ۲۔ واقعات دار الحکومت میں مولوی بشیر الدین احمد لکھتے ہیں کہ جامع مسجد کے جنوبی دروازے کے سامنے جو سڑک چلی گئی ہے وہ ٹیا محل کا بازار کہلاتا تھا۔ یہاں بجانب دست راست اس نام کا ایک محل تھا۔ لندن

علمی و ادبی مجلسیں :-

مولانا عبدالحیٰ نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں :-

" دلّی اُس وقت آج کی ایسی دلّی نہ تھی۔ بڑے بڑے کہنہ مشق شاعر، مولوی امام بخش صہبائی، علامہ عبداللہ خاں علوی، مفتی صدرالدین خاں آزردہ، مرزا اسداللہ خاں غالب، نواب ضیاء الدین خاں نیّر درخشاں۔ شاہ نصیرالدین نصیر، شیخ محمد ابراہیم ذوق، حکیم مومن خاں مومن، حکیم آغا جان عیش، حافظ عبدالرحمٰن خاں احسان، میر حسین تسکین اور خدا جانے کتنے سخنوران باکمال کا جمگھٹا تھا۔ جب یہ لوگ ایک جگہ جمع ہوتے ہوں گے تو آسمان کو بھی زمین پر رشک آتا ہوگا۔ مفتی صدرالدین خاں اور خود نواب صاحب کے ہاں ہر ہفتہ باری سے مشاعرہ ہوتا تھا۔ اہلِ کمال اس میں جمع ہو کر لطفِ سخن اٹھاتے تھے "

دلی کی ان علمی و ادبی صحبتوں کی یاد جب سرسید احمد خاں کو آتی ہے تو بڑی حسرت سے اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

" دل بہلانے کے لیے اپنے باغ میں گیا جو ایک بہت بڑا باغ تھا۔ اور جوانی اور ولولہ کے زمانے میں میں نے اس کو از سر نو آراستہ کیا تھا۔ اور وہاں اکثر

بقیہ ص ۱۸ ہے

میں یہ محل نواب عزیز آبادی بیگم کو جو کسی شہزادے کی بیگم تھیں دیدیا گیا اور اسی سبب سے آگے چل کر یہ عزیز آبادی کی حویلی کہلانے لگا کیونکہ مٹیا محل کے سامنے عزیز آبادی بیگم کی حویلی بھی جو مدت تک نواب مغل بیگ خاں کے تصرف میں رہی۔ اس محل کے احاطے میں ایک شکستہ مسجد بھی جس کو مولوی صدرالدین خاں صاحب صدر الصدور نے بہ صرفہ کثیر درست کرا کے ایک کنواں بھی کھدوا دیا۔ یہ مسجد وسعت میں اچھی خاصی ہے جس کا ایک گنبد اور دو مینار ہیں۔ لیکن اس مسجد کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ البتہ حویلی اور وہ احاطہ جس میں یہ حویلی ہے تاریخی لحاظ سے ایک بڑا مقام ہے۔ کیونکہ اس کے احاطے میں بعض پرانی عمارتوں کے کھنڈر ہیں۔ اور لوگ انھیں کو مٹیا محل کا بچا کھچا حصہ بتلاتے ہیں۔ الغرض بہادر شاہ ثانی نے یہ حویلی اپنے کسی پوتے کو دے دی۔ غدر کے بعد تمام مکانات شاہی ضبط ہوئے اور فروخت کیے گئے تو نواب صاحب دوجانہ نے اس حویلی کو خرید لیا اور مٹیا محل اور عزیز آبادی کی حویلی دونوں نام جاکر اب یہ احاطہ نواب صاحب دوجانہ کے نام سے مشہور ہے۔[3]

(واقعات دارالحکومت جلد دوم ص ۱۴۸)

۳۔ واقعات دارالحکومت جلد دوم ص ۱۴۸

بقیہ ص ...

دوستوں کا اور بڑے بڑے نامی اور باکمال لوگوں کا مجمع ہوتا تھا۔ غالب کی دل کش اور محبت آمیز بزرگانہ باتوں سے، آزردہ کی دل چسپ و دل ربا فصاحت سے شیفتہ کی متین و نیم خندہ زن وضع سے، صہبائی کی جاں نوازی کے بے خانۂ محبت سے دل شاد رہتا اور رہتا تھا۔[1]

مولانا حالی "یادگار غالب" کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں

"تیرہویں صدی ہجری میں جب کہ مسلمانوں کا تنزل درجۂ غایت کو پہنچ چکا تھا اور ان کی دولت، عزت اور حکومت کے علم و فضل اور کمالات بھی رخصت ہو چکے تھے۔ حسن اتفاق دار الخلافہ دہلی میں چند اہلِ کمال ایسے جمع ہو گئے تھے جن کی صحبتیں عہدِ اکبری و شاہ جہانی کی صحبتوں اور جلسوں کی یاد دلاتی تھیں اور جن میں سے بعض کی نسبت مرزا غالب مرحوم فرماتے ہیں۔

ہندرا خوش نفسانند سخنور کہ بود — باد در خلوتِ شاں مشک فشاں از دمِ شاں
مومن و نیر و صہبائی و علوی آنگاہ — حسرتی، اشرف و آزردہ بود اعظمِ شاں

اگرچہ جس زمانے میں کہ پہلی ہی بار راقم کا دلی جانا ہوا۔ اس باغ میں بہت کچھ پت جھڑ شروع ہو گئی تھی۔ کچھ لوگ دلی سے باہر چلے گئے تھے۔ اور کچھ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ مگر جو باقی تھے اور جن کے دیکھنے کا مجھے ہمیشہ فخر رہے گا وہ بھی ایسے تھے کہ نہ صرف دلی سے بلکہ ہندوستان کی خاک سے پھر کوئی ویسا اٹھتا نظر نہیں آتا۔ کیوں کہ جس سانچے میں وہ ڈھلے تھے وہ سانچہ بدل گیا اور جس ہوا میں انھوں نے نشو و نما پائی تھی وہ ہوا پلٹ گئی۔

زمانہ دگر گونہ آئیں نہاد — شد آں مرغ کو بیضۂ زریں نہاد[2]

حلیہ اور لباس:۔

مرزا فرحت اللہ بیگ نے مفتی صدر الدین آزردہ کا اُس وقت کا حلیہ لکھا ہے۔ جب کہ اُن کی عمر ۵۶ سال کی تھی۔ لکھتے ہیں،

۱؎ مقالات سرسید مرتبہ محمد عبداللہ خویشگی ص ۳۴۲

۲؎ مقدمہ یادگار غالب ص ۱، ۲

"گداز جسم، سانولا رنگ، چھوٹی چھوٹی آنکھیں ذرا اندر کو دھنسی ہوئی، بھری ہوئی داڑھی، بہت سیدھی سادی وضع کے آدمی ہیں۔ ظاہری نمائش سے کوئی سروکار نہیں، بدن میں سفید ایک بر کا انگرکھا، سفید پائجامہ، سفید گرتا اور سفید ہی عمامہ تھا، (حاشیہ میں لکھتے ہیں)؛

"پرانے زمانے میں شرفا گھر پر بھی پورا لباس پہنے رہتے تھے۔ زنانے میں جانے کے خاص خاص وقت تھے۔ ورنہ سارا وقت مردانے ہی میں گزرتا تھا۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی ملنے جلنے والا پاس بیٹھا رہتا تھا۔ عالم ہوتے درس کا حلقہ ہوتا۔ شاعر ہوتے تو شعر کا چرچا ہوتا۔ غرض کوئی وقت بے کار نہ گزرتا۔ خاص خاص دوستوں سے مذاق کی گفتگو ہوتی۔ ورنہ عام طور پر اپنے کو بہت لئے دئیے رہتے تھے۔ جہاں جاؤ یہی معلوم ہوتا تھا کہ دربار لگا ہوا ہے۔ ہر شخص دوزانو مؤدب بیٹھا ہے۔ بے ضرورت نہ بات کی جاتی ہے۔ نہ جواب دیا جاتا ہے۔ کوئی ہنسی کی بات ہوئی ذرا مسکرا دئیے۔ کھل کھلا کر ہنسنا معیوب اور بڑھ بڑھ کر بولنا اونچی آواز میں بات کرنا خلاف ادب سمجھا جاتا تھا۔[1]

شعر پڑھنے کا انداز:۔

مرزا فرحت اللہ بیگ دلی کی آخری شمع یعنی دلی کے آخری یادگار مشاعرے میں لکھتے ہیں:۔

"مفتی صاحب کہنے تو خوب ہیں مگر پڑھتے اس طرح کہ گویا طالب علموں کو سبق دے رہے ہیں۔ آواز ذرا نیچی ہے لیکن ان کی وجاہت کا یہ اثر ہے کہ مشاعرے میں سناٹا ہوتا ہے اور تعریف بھی ہوتی ہے تو خاص شعروں پر اور بہت نیچی آواز میں۔ ہاں مرزا نوشہ ان سے مذاق کرنے میں نہیں چوکتے۔ کبھی کبھی اعتراض بھی کر بیٹھتے ہیں۔ اور مزے مزے کی نوک جھونک بھی ہو جاتی ہے۔[2]"

---

[1] ۔ دلی کی آخری شمع ص ۷۹ و ۸۰ و ۹۸ [2] آب حیات ص ۵۲۶

لیکن مولانا فقیر محمد جہلمی ثم لاہوریؒ آخری عمر میں مفتی آزردہ کے شاگرد ہوئے ہیں اور تیرہ ماہ تک رہ کر اُن کی خدمت میں علومِ عقلی و نقلی کا استفادہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"مولانا موصوف باوجودے کہ چوہتر سال کے تھے۔ مگر ذوقِ شعر و سخن میں جوانانِ عاشق مزاج سے زیادہ مذاق رکھتے تھے۔ عربی، فارسی، اردو نہایت عمدہ کہتے تھے۔ آزردہ تخلص تھا۔ بہ مقتضائے اس کے ہمیشہ فرطِ عشق اور ولولۂ محبت سے آزردہ خاطر، افسردہ طبع، دیدۂ گریاں، سینۂ بریاں رہتے تھے۔ اور اشعار کے پڑھنے میں نہایت دل شگاف آواز اور لحنِ حزیں اور صوتِ دردانگیز رکھتے تھے۔ جس نے آپ کی زبان سے سخنِ موزوں سنا ہے۔ وہی اس کیفیت کو جانتا ہے۔ کیا انشادِ شعر تھا یا ایجادِ سحر[1]"

نواب صدیق حسن خاں نے مفتی صاحب سے فراغت حاصل کی تو مفتی صاحب تقریباً ۶۷ سال کے تھے۔ لیکن نواب صاحب مفتی صاحب کے اندازِ شعر خوانی اور ترنم کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

"در خواندنِ شعر لحنِ دل شگاف و آوازِ حزیں و صوتی بس دردانگیز داشتند ہر کہ سخنِ موزوں از زبانِ ایشان شنیدہ است وی می داند کہ چہ نمک داشت۔ انشادِ شعر بود یا ایجادِ سحر[2]"

شعر فہمی و نکتہ سنجی:۔

مولانا آزردہ شعر کا بہت صحیح مذاق رکھتے تھے۔ شعر کے حسن و قبح کی پرکھ بڑی اعلیٰ درجے کی تھی۔ ان کے عہد میں اُردو غزل اپنے شباب پر تھی۔ نئے نئے خیالات اور معنی کی فکر عام تھی ہر شاعر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی فکر میں تھا۔ جس شاعر کے کلام کو پسند کر لیا اور داد دی اس کی قدر بڑھ جاتی تھی۔ حالی لکھتے ہیں۔

"ایک مرتبہ اُن کے رُوبرو کسی نے غالب کا یہ شعر پڑھا۔

۱۔ حدائق الحنفیہ ص ۴۸۱   ۲۔ اتحاف النبلاء ص ۲۶۲

لاکھوں لگاؤ ایک چُرانا نگاہ کا   لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

چوں کہ مولانا نہایت صاف اور سریع الفہم اشعار کو پسند کرتے تھے اس لیے مرزا کا کلام سُن کر وجد کرنے لگے اور متعجب ہو کر پوچھا کہ یہ کس کا شعر ہے ؟ کہا گیا کہ مرزا غالب کا، چوں کہ وہ مرزا کے شعر کی کبھی تعریف نہیں کرتے تھے اور اُس روز لاعلمی میں بے ساختہ اُن کے مُنھ سے غالب کی تعریف نکل گئی تھی۔ غالب کا نام سُن کر بہ طور مزاح کے جیسی کہ اُن کی عادت تھی فرمایا "اس میں مرزا کی کیا تعریف ہے۔ یہ تو خاص ہماری طرز کا شعر ہے[1]"

ایک روز منشی بہاری لال مشتاق اپنے دوست لالہ رام چند قمر کے ساتھ جناب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شعر و شاعری کا ذکر چلا۔ قمر نے غالب کی نکتہ سنجی اور نازک خیالی کی بہت تعریف کی۔ مولانا نے چیں بہ جبیں ہو کر فرمایا کہ نہایت مشکل کہتا ہے اور پھر مرزا نوشہ کا شعر پڑھا۔ (؟) اور کہا کہ ہائے کہتا ہے تو ایسا کہتا ہے۔ [پہلی سطر: "ہاتھ مار کر شگفتہ جبیں ہوئے اور فرمایا کہ ہائے کہتا ہے تو ایسا کہتا ہے۔"]

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئی   اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے[2]

جس زمانے میں میر نظام ممنون شاہ صاحب کے پرانے مدرسہ میں مشاعرہ کرتے تھے۔ ایک مشاعرے میں مرزا نے اپنا فارسی قصیدہ "دریا گریستن اور تنہا گریستن" جو جناب سید الشہداء کی منقبت میں انھوں نے لکھا تھا۔ پڑھا۔ سُنا ہے کہ مجلسِ مشاعرہ بزمِ عزا بن گئی تھی۔ جب تک قصیدہ پڑھا گیا لوگ برابر روتے رہے۔ مفتی صدر الدین خان مرحوم بھی موجود تھے۔ اتفاق سے اسی حالت میں مینھ برسنے لگا۔ مفتی صاحب نے کہا۔ "آسماں ہم گریست"[3]

میر کے دیوان میں ایک غزل ہے "خاک میں، چاک میں، ہلاک میں" مولانا آزردہ کے مکان پر اُن کے چند احباب جن میں مومن اور شیفتہ بھی تھے۔ ایک روز جمع تھے۔ میر کی اس غزل کا یہ شعر پڑھا گیا۔

---

[1] یادگارِ غالب ص ۱۶۲، ۱۶۱

[2] خمخانۂ جاوید جلد اوّل ص ۵۵   [3] یادگارِ غالب ص ۹۳

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے — دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

شعر کی بے انتہا تعریف ہوئی اور سب کو یہ خیال ہوا کہ اس قافیہ کو ہر شخص اپنے اپنے سلیقہ اور فکر کے موافق باندھ کر دکھائے۔ سب قلم اور کاغذ لے کر الگ الگ بیٹھ گئے اور فکر کرنے لگے۔ اسی وقت ایک دوست وارد ہوئے۔ مولانا سے پوچھا کہ حضرت کس فکر میں بیٹھے ہیں۔ مولانا نے کہا "قل ھو اللہ" کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اس پر آگے چل کر مولانا حالی لکھتے ہیں۔

"ظاہر ہے کہ جوش جنوں میں گریباں یا دامن یا دونوں کو چاک کرنا ایک نہایت مبتذل اور پامال مضمون ہے۔ جس کو قدیم زمانے سے لوگ برابر باندھتے چلے آتے ہیں ایسے جھوٹے ہوئے مضمون کو میر نے باوجود غایت درجہ سادگی کے ایک ایسے اچھوتے، نرالے اور دل کش اسلوب میں بیان کیا ہے کہ اس سے بہتر اسلوب تصور میں نہیں آ سکتا۔ اس اسلوب میں بڑی خوبی یہ ہے کہ سیدھا سادہ ہے۔ نیچرل ہے۔ اور باوجود اس کے بالکل انوکھا ہے۔[۱]

میر کی نسبت آزردہ کا یہ جملہ ان کی شاعری پر بڑا مکمل اور بھرپور تبصرہ ہے۔

"پستش بہ غایت پست و بلندش بہ غایت بلند۔"

ادبی چھیڑ چھاڑ:۔

دلی میں مشاعرہ تھا۔ مرزا نے اپنی فارسی غزل پڑھی۔ مفتی صدر الدین خان صاحب اور مولوی امام بخش صہبائی جلسہ میں موجود تھے۔ مرزا صاحب نے جس وقت یہ مصرع پڑھا۔

بہ وادیٔ کہ دراں خضر را عصا خفت است

مولوی صہبائی کی تحریک سے مفتی صاحب نے فرمایا کہ "عصا خفت است" میں کلام ہے۔ مرزا نے کہا کہ حضرت میں ہندی نژاد ہوں، میرا عصا پکڑ لیا۔ اس شیرازی کا عصا نہ پکڑا گیا۔ ع

ولے بہ جملۂ اوّل عصائے شیخ بخفت

---

[۱] مقدمہ شعر و شاعری ص ۱۴۱

انھوں نے کہا کہ "اصل محاورہ میں کلام نہیں۔ کلام اس میں ہے کہ مناسب مقام ہے یا نہیں"۔[2]
۱۸۶۴ء کا وہ زمانہ تھا کہ نواب صاحب (شیفتہ) و مفتی صاحب کے یہاں ہر ہفتہ باری باری
سے مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ ایک روز نواب صاحب کے یہاں مشاعرہ تھا۔ اس میں مفتی صاحب نے
اپنا وہ مشہور غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ ہے :۔

یاتنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا یا لا کے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

نواب صاحب نے مرزا کا مفتی صاحب کے چھیڑنے کو اسی طرح میں ایک غزل ایسے شخص کو لکھ کر
دی جس کا شمار سخنوران مشاہیر میں نہ تھا۔ مفتی صاحب کے بعد جس وقت اُس نے غزل کو پڑھا
مفتی صاحب کی گھبراہٹ اور پریشانی قابلِ دید تھی۔ اس غزل کے دو شعر یہ ہیں۔

کہتا ہے کسی سے کوئی ناداں خبر ایسی ہم بزمی دشمن کا چھپانا ہی تھا قاصد
دل کا ہے کو رہے گا سنائی اگر ایسی کہتے ہو علاج آپ کریں کچھ خفقاں کا[1]

حالی لکھتے ہیں۔
"مولانا آزردہ بے شک مرزا کی طرزِ خاص کو جو انھوں نے ابتدا میں اختیار کی
تھی ناپسند کرتے تھے۔ اور جو خیال کہ ابتدا میں مرزا کی نسبت مولانا کی خاطر نشین
ہوگیا تھا وہ اخیر تک اُن کے دل میں کسی نہ کسی قدر باقی رہا۔ چنانچہ مرزا نے جو ایک
فارسی قصیدہ مولانا ممدوح کی شان میں لکھا ہے اُس میں اس مضمون کی طرف
نہایت لطیف اشارہ کیا ہے کہ مولانا اُن کی شاعری کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ قصیدے
کی تمہید میں اپنے مصائب و آلام و شکایت روزگار وغیرہ کا بیان ہے۔ اس کے
مدح کی طرف اس طرح گریز کرتے ہیں۔

خواجہ گر اندوہ گسارِ من نہ بودے واشت باچنیں اندوہ کہ پر گفتیم و دل خالی نہ شد
منتفق گردیدہ رائے بوعلی با رائے من آنکہ در یکتائی وے در فنِ فرزانگی

---

[1] مقدمہ کلیات شیفتہ و حسرتی مرتبہ نظامی بدایونی ص ۳۲

آنکہ چوں خواہد بنا مش نامہ یابی ساختن — بر نگارد عقل فعالش کرم فرمائے من

دل بدیں وصفم بتا ساید سخن کوتہ کنید — آنکہ ننگ اوست بودن در سخن ہمتائے من

یعنی بوعلی سینا کا ممدوح کی یکتائی پر میرے ساتھ اتفاقِ رائے کرنا اور عقلِ فعال کا اس کو "کرم فرمائے من" لکھنا یہ سب باتیں اُس کی مدح کے لیے کافی نہیں ہیں۔ مختصر یہ کہ وہ ایسا شخص ہے کہ شعر میں مجھ جیسے شخص کا ہمسر و ہمتا ہونا بھی اُس کے واسطے موجبِ ننگ و عار ہے۔ اس میں قطعِ نظر اس کے کہ ممدوح کی اور اس سے بھی زیادہ اپنی تعریف ایک نہایت پیرائے میں بیان کی ہے۔ اور اس بات کا بھی اشارہ ہے کہ ممدوح میری شاعری کو پسند نہیں کرتا۔"

مرزا کی وفات سے چھ سات برس پہلے کا ذکر ہے کہ ایک روز نواب حسرتی کے مکان پر جبکہ راقم بھی وہاں موجود تھا۔ آزردہ اور غالب اور بعض اور مہمان جمع تھے۔ کھانے میں دیر تھی۔ فارسی دیوانِ غالب کے کچھ اوراق پڑے ہوئے مرزا کی نظر پڑ گئے۔ ان میں ایک غزل تھی جس کے مقطع میں اپنے منکروں کی طرف خطاب کیا تھا۔ اور جس کا مطلع یہ ہے۔

نشاطِ معنویاں از شراب خانۂ تست — فسونِ بابلیاں فصلے از فسانۂ تست

مرزا نے وہ اوراق اُٹھا لیے۔ اور مولانا آزردہ سے مزاح کے طور پر کہا "دیکھئے کسی ایرانی شاعر نے کیا زبردست غزل لکھی ہے۔ یہ غزل پڑھنی شروع کی۔ اوّل کے دو تین شعروں کی مولانا نے تعریف کی۔ مگر پھر بعض قرائن سے سمجھ گئے کہ مرزا ہی کا کلام ہے۔ مسکرا کر جیسی کہ اُن کی عادت تھی کہنے لگے یہ کلام مربوط ہے مگر نو آموز کا کلام معلوم ہوتا ہے۔ سب حاضرین ہنس پڑے جب مقطع کی نوبت آئی۔ مرزا نے مولانا کی طرف خطاب کر کے دردناک آواز سے یہ مقطع پڑھا

تو اے کہ محوِ سخن گسترانِ پیشینی — مباش منکرِ غالب کہ در زمانۂ تست

اس وقت سب لوگ بہت متاثر ہوئے اور مولانا آزردہ شرما کر خاموش ہو رہے۔"[1]

کلب علی خاں فائق رامپوری اپنی کتاب "مومن"[2] میں لکھتے ہیں۔

---

[1] یادگار غالب ص ۱۲۲ - ۱۲۱

[2] مومن مصنفہ کلب علی خاں فائق رامپوری ص ۲۱۶ شائع کردہ مجلس ترقی ادب لاہور۔

• آزردہ نے غالب کو طرزِ بیدل سے ہٹاکر اُردو شاعری میں بڑا احسان کیا۔ اس لئے جدید اردو شاعری کی تحریک ممنون نے چلائی اور آزردہ نے اس کی حمایت میں پوری مساعی سے کام لے کر ایک نیا موڑ اُردو شاعری میں پیدا کیا۔[۲]

حالی کی رائے ہے کہ آزردہ سادہ روش کو پسند کرتے تھے اور اسی لئے معاصرین نے آزردہ کی رائے کی ہم نوائی کی۔

غالب اور آزردہ کی دوستی:-

باوجود اختلاف رائے اور ذوق کے غالب اور آزردہ ایک دوسرے کے قلبی دوست اور قدرداں تھے۔ ایک دوسرے کی عزت اور محبت کا دم بھرتے تھے۔ غالب عبدالرزاق شاکر کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"حسن اتفاق سے اصلاح خمسہ! اسعت دوست، غمگسار، یار وفا شعار، علامۂ روزگار، ختم العلماء المتبحرین مولوی صدرالدین خاں صاحب بہادر صدر الصدور دہلی المتخلص بہ آزردہ دام بقائہ وزاد علائہ کہ مجھ سے ملنے کو غم خانے پر تشریف لائے ہوئے موجود تھے۔ خمسہ کو دیکھ کر پسند فرمایا۔ حضور کی بلاغت کی تحسین عربی معرعوں کے میرے ساتھ شریک غالب ہوکر مزے لوٹے اور آپ کی شیریں گفتار کے وصف میں تادیر عذب البیان اور رطب اللسان رہے، اور مجھ سے بقدر میرے معلوم و بیان کے آپ کی صفات حمیدہ سے واقف و آگاہ ہوکر بہت شاد و خورسند ہوئے۔ مبارک ہو نادیدہ غائبانہ یعنی محض مشتاقانہ یہ تمنائے ملاقات عجز و نیاز لکھنے کو ارشاد کر گئے ہیں۔ لہٰذا میں لکھتا ہوں قبول فرمائیے گا۔"[۱]

"مولانا آزردہ نے "دور نہیں، حور نہیں" اس زمین میں غزل لکھی تھی۔ اس میں اتفاق سے مطلع بہت اچھا نکل آیا تھا۔ مولانا نے اپنی غزل دوستوں کو سناکر ان سے

---

[۱] عود ہندی ص ۲۶۲

تھا کہ اگرچہ بحر دوسری ہے مگر اسی ردیف و قافیہ میں نظیری کی بھی ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے۔

عشق عصیان است اگر مستور نیست   کشتۂ جرم زبان مغفور نیست

ظاہر ہے کہ اگر نظیری ہندی نژاد ہوتا اور اسی زمین میں جس میں ہماری غزل ہے اُردو غزل لکھتا تو اس کا مطلع اس طرح ہوتا۔

عشق عصیاں ہے اگر مخفی و مستور نہیں   کشتۂ جرم زباں ناجی و مغفور نہیں

آؤ آج مرزا غالب کے ہاں چلیں اور بغیر اس کے کہ قائل کا نام لیا جائے اپنا مطلع اور نظیری کے مطلع کا یہی اُردو ترجمہ (جو اوپر مذکور ہوا) مرزا کو سنائیں اور پوچھیں کہ کون سا مطلع اچھا ہے۔ چوں کہ نظیری کا مطلع اُردو ترجمہ سے بہت پست ہو گیا تھا۔ سب کو یقین تھا کہ مرزا نظیری کے مطلع کو ناپسند کریں گے اور مولانا آزردہ کے مطلع کو ترجیح دیں گے

چنانچہ مولانا اور نواب صاحب (شیفتہ) اور بعض اور احباب مرزا کے ہاں پہنچے۔ معمولی بات چیت کے بعد مولانا نے کہا کہ اُردو کے دو مطلع ہیں۔ ان میں آپ محاکمہ کیجئے کہ کون سا مطلع اچھا ہے اور بطور تمہید کے اوّل نظیری کے مطلع کا یہی اُردو ترجمہ پڑھا۔ ابھی مولانا اپنا مطلع پڑھنے نہیں پائے تھے کہ مرزا اس مطلع کو سُن کر سر دھننے لگے اور متحیر ہو کر پوچھنے لگے یہ مطلع کس نے لکھا؟ اور اس قدر تعریف کی کہ مولانا آزردہ کو یہ اُمید نہ رہی کہ اس سے زیادہ میرے مطلع کی داد ملے گی۔ چنانچہ انھوں نے اپنا مطلع نہیں پڑھا اور سب لوگ باتیں تعجب کرتے ہوئے وہاں سے اُٹھ گئے[1]

آزردہ اور غالب میں اگر چند روز بھی ملاقات نہ ہوتی تو بے چین رہتے۔ غالب آزاد مزاج۔ اور آزردہ عالم دین اور بڑی حد تک مذہبی دائرے میں زندگی بسر کرنے والے۔ لیکن رمضان کے مہینے میں بھی ملنے کے لیے غالب کے مکان پر پہنچ جاتے۔ اس سلسلہ میں ان کا لطیفہ مشہور ہے۔ حالی لکھتے ہیں۔

1۔ یادگار غالب ص ۹۹، ۱۰۰

"ایک دن جب کہ رمضان کا مہینہ اور گرمی کا موسم تھا۔ مولانا آزردہ ٹھیک دوپہر کے وقت مرزا سے ملنے کو چلے آئے۔ اس وقت مرزا صاحب اسی کوٹھری میں کسی دوست کے ساتھ چوسر یا شطرنج کھیل رہے تھے۔ مولانا بھی وہیں پہنچے اور مرزا کو رمضان کے مہینے میں چوسر کھیلتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم نے حدیث میں پڑھا تھا کہ رمضان کے مہینے میں شیطان مقید رہتا ہے۔ مگر آج اس حدیث کی صحت میں تردد پیدا ہو گیا۔

مرزا نے کہا "قبلہ! حدیث بالکل صحیح ہے مگر آپ کو معلوم رہے کہ وہ جگہ جہاں شیطان مقید رہتا ہے، وہ یہی کوٹھری تو ہے۔"[۲]

اردو کے خطوط میں کوئی خط غالب کا آزردہ کے نام نہیں ملتا لیکن پنج آہنگ میں فارسی میں چند خط آزردہ کے نام بھی ہیں۔ اس کے علاوہ مرزا غالب نے آزردہ کی شان میں پراشان دار فارسی قصیدہ لکھا ہے جس میں کل ۴۴ اشعار ہیں۔ بہ خوفِ طوالت اس میں سے چند اشعار ہدیۂ ناظرین ہیں۔

صدرِ دین و دولت و صدر الصدورِ روزگار — میر و مخدوم و مطاع و والی و مولائے من

گویم واز نکتہ چنیاں در دلم نبود ہراس — کیقباد و قیصر و کیخسرو و دارائے من

مو کش چوں مرجع عام است با غیرم چہ بحث — پر سشے دارد ارسطوئی و دو ہمپائے من

عاجزم چوں در ثنائے دوست با آنکم چہ کار — میروم از خویش تاگیرد عطا رہ جائے من

خاکِ کوئیش خود اپند افتادہ در جذبِ سجود — سجدہ از بہر حرم نگزاشت در سیمائے من

صاحبا زین فیضِ ثنا سیہائے نیست — روشناسِ چرخ و انجم پایۂ والائے من

بر سر کوئے تو از اندازہ بیروں می رود — التماسِ روشناسِ چرخ و استغنائے من

تیرہ شیم در جبیں سائی کہ سوزم عرضہ دار — تا چہ آتش می فروزد مہر در جوزائے من

مشتری با من بہ پوزش کای بہ معنی ہم نشیں — بگذاری از نظر قرطاس استغنائے من

من بمدحِ خواجہ ستاں سخنِ ولعل مست سماع — نے غلط گفتم نہ دل فرزانہ یکتائے من

دوش و در بزمی کہ نا پیدا ز صفائی آں بساط — گفت دستم گیر می ترسم کہ لغزد پائے من

رندِ دُردآشام غالبؔ نام در ساقی گری ۔۔۔ پارۂ مشکِ گلاب افزود در صہبائے من[1]

غالبؔ بلاشبہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے شاعر تھے اور اپنے تمام معاصرین پر فوقیت رکھتے تھے۔ لیکن ایک ذہین اور جینیس آدمی کے لیے بگڑنے کا بھی بڑا خطرہ رہتا ہے۔ اگر ان کے صحیح المذاق دوستوں کی روک ٹوک، نکتہ چینی، خردہ گیری اور طعن و تعریض سدِّ راہ نہ ہوتی تو وہ شدہ شدہ منزلِ مقصود سے بہت دور جا پڑتے۔ اس سلسلے میں مولانا آزردہ اور مولانا فضلِ حق کا وجود غالبؔ کے حق میں بڑا مفید ثابت ہوا۔ دونوں نے اپنے عزیز دوست کی صلاحیت کو دیکھ کر اُن کے حق میں ایسے مفید مشورے دیئے جس نے آگے چل کر اُن کی عظمت میں چار چاند لگا دیئے۔ اور غالبؔ کو غالبؔ بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوئے۔

۱۔ کلیاتِ غالب ص ۲۴۳ مطبع نول کشور ۱۲۷۹ھ

انڈین لینگویج یونٹ، کاؤنسل آف سائنٹیفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ نئی دہلی کی تازہ پیشکش

سائنس کی دُنیا (سہ ماہی)

اردو داں عوام اور طلباء کے لیے نہایت مفید عوامی اور دلچسپ انداز میں سائنس اور تکنکی ترقیات، نئی نئی ایجادوں اور دریافتوں اور اردو ذریعہ تعلیم کے تمام طالب علموں اور جستجو کاروں کے لیے بہترین مضامین و مواد ان کو اپنی مادری زبان میں دستیاب ہوں گے۔ دنیا میں بالعموم اور ہندوستان میں بالخصوص سائنس کا ارتقاء اور فیضان کہاں تک پہنچ رہا ہے اسے جان کر عام سائنسی رویہ اور مزاج پیدا کرنے اور توہمات کے غار سے نکلنے کے لیے اِس مجلہ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

قیمت فی پرچہ : ۵۰ پیسے سالانہ ڈیڑھ روپے

شری آنند موہن زتشی گلزار دہلوی، مدیرِ معتمد سائنس کی دنیا اردو جرنل

سی - ایس - آئی - آر - رفیع مارگ - نئی دہلی

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنف / مرتب	مترجم	قیمت
...ی	مصنفہ: ڈاکٹر ایس آر روال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲/۲۵
...	" : لارنس بینس	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵
...رت بشنو ڈگمبر	" : ڈی آر اٹھاوے	" : شمس قدوائی	۲/۲۵
...یم باغی	" : ڈکنلیڈ	" : ڈاکٹر سپریا تماسر	۶/۲۵
...ی نذر الاسلام	" : یسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
...یر	" : ڈاکٹر پارش ناتھ تیواری	" : ایم کے دُرّانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/۰ مجلد	۲/-
...ھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی سب کمیٹی		۲/۲۵
...رو نانک	مصنفہ: گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۳/۲۵
...ٹتی نئی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/-
تاش کے محل (ناول)	" : میاں رنگنا ائکما	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ: می پال سوم، سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/-
سفید خون (ناول)	مصنفہ: نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/-
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر گوپال سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/-
سندھی افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگرسین نارنگ	۹/-
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ: پنالال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۰/-
پنجابی افسانے	مرتبہ: ہربھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/-
رنجیت سنگھ	مصنفہ: ڈی آر سود	" " "	۲/۷۵
جدوجہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
شنکر واڈی	" : ڈی گمٹیشن مادگولکر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵

تقسیم کار

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵

ترقی اردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

لسانی مطالعے
ڈاکٹر گیان چند

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے اردو میں اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے ابھی تک اردو میں اس موضوع پر مکمل کتاب نہیں بعض مضامین معتد بہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔

قیمت: ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء
مرتبہ: پی۔ سی۔ جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے۔ ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی۔ جس نے عالمی جمہوری حلقوں میں یکجہتی کے جذبات کو ابھارا۔ ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ۔

قیمت: ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفہ سیاسیات
پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی اس کے نظام اور اس کے تدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے تاریخی یا بیانی، نظری اور عملی اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصہ ہے۔

قیمت ۱۸/-

تاریخ تعلیم ہند
از: سید نوراللہ اور جے پی نائک
مترجم: مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مکمل خاکہ پیش کرتا ہے جو ۱۹۶۵ [illegible]

قیمت: ۲۰/-

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

منزلیں پیار کی

ناول نگار: ڈاکٹر سیفی پریمی
پبلشر: "نالستان" جامعہ نگر۔ نئی دہلی ۲۵
قیمت: آٹھ روپے

"منزلیں پیار کی" ایک بیانیہ ناول ہے۔ پلاٹ مربوط متسلسل ہے۔ کردار سازی اور ان کی نشوونما، میں بھی واضح مدارج کا شعور ہوتا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر سیفی پریمی نے ایک مخصوص فسانوی تکنیک کو ارادی طور پر اپنایا ہے۔ ناول کا مطالعہ کرتے ہوئے اس تکنیک کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوگا۔ "بیانیہ انداز" سے تصور نہ کرنا چاہیے کہ ناول میں کہانی کی کڑیاں ملانے کی غیر ضروری کوشش کی گئی ہے۔ ڈاکٹر سیفی نے کہانی کا اہتمام تو ضرور کیا ہے۔ لیکن مختلف وقوعات کے درمیان ایسے خلا بھی چھوڑے ہیں جن کو قاری اپنے ذہنی عمل کے ذریعہ پُر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قاری کو اس ذہن کے عمل کے لیے کس مرحلہ پر تنہا چھوڑنا چاہیے اس کا اندازہ ڈاکٹر سیفی کو بخوبی ہے۔ ناول میں فنی حسن اس نفسیاتی عمل کی وجہ سے ہی پیدا ہوتا ہے اور بیانیہ انداز میں تاثراتی کیف پیدا ہو جاتا ہے۔

ناول کا مرکزی موضوع عائلی زندگی ہے۔ ڈاکٹر سیفی نے مشترک خاندان کے تارو پود کے بکھرنے کی وجوہ کی عکاسی کی ہے اور ابھرتے ہوئے وحدانی خاندان کا تعارف کرایا ہے............ مشترک خاندان کے ساتھ بہت سی روایتیں ٹوٹ رہی ہیں۔ بہت سے جامد روایات پر ضرب پڑ رہی ہے اسے لکھے

ہندوستان کا ذہن اب بھی اس خاندانی نظام سے جذباتی بے تعلقی پیدا نہیں کرسکا ہے اس کا اظہار "منزلیں پیار کی" میں بھی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سیفی پریمی نے مشترک خاندان کی خامیوں کو پیش کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے لیکن دوسری طرف وہ ایسے مواقع بھی پیش کرتے ہیں جن میں مسئلہ کا حل تلاش کرنے کے لیے تمام احباب جمع ہوتے ہیں یہ گویا ایک طرح سے مشترک خاندان کا بدل ہے ایسے مراحل پر ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ اب بھی مشترک خاندان سے ذہنی وابستگی رکھتا ہے اس سے آزادی کے لیے ابھی اور وقت درکار ہے شاید ہندوستان کا معاشرتی نظام ابھی دیہی زندگی کے مزاج کو شہری زندگی میں بھی ترک نہیں کرسکا ہے یہ تبدیلی صرف ان حالات میں ممکن ہوگی جب ہندوستا بڑی حد تک صنعتیت میں غرق ہوجائے۔

معاشرتی مزاج کے ساتھ ہی عائلی اور انفرادی مزاج میں تبدیلی پیدا ہو ہے۔ محض ایک جزو میں تبدیلی، کل میں تبدیلی کی ذمہ دار نہیں ہو سکتی

ناول میں کرداروں کی کثرت ہے لیکن نمایاں کردار۔ انتخاب، دستگیر، فروزاں اور مارگریٹ ہیں۔ انتخاب اپنی تمام لغزشوں کے باوجود بڑا معصوم معلوم ہوتا ہے فروزاں میں سنجیدگی ہے لیکن وہ کچھ ضرورت سے زیادہ "جہاں دیدہ" نظر آتی ہے مارگریٹ آزاد رَو معاشرہ کی نمائندہ ہے۔ دستگیر، حالات سے بڑی جلدی صلح کرا ہے۔ ان اختلافات کے باوجود تمام کرداروں میں مزاجی ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ و ایک دوسرے کے ساتھ چھوٹی موٹی جنسی خیانتیں کرنے کے باوجود آپس میں مفاہمت سے ساتھ پیش آتے ہیں۔ اسی وجہ سے ناول میں "ولین" یا انتہائی ڈرامائی حالات کو پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ہے۔ کرداروں میں جب معاشرہ کی بے آہنگی اور انتشار سے پیدا شدہ مسائل کا شعور اور ان کے کے تلاش کی آرزو بڑے فطری انداز میں پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ناول عصری تقاضہ کی خاطر خواہ عکاسی کرتا ہے۔

ناول کا ارتقا بڑا رواں اور متوازن ہے عروج کے نقطہ تک پہنچنے کے لیے
شدید کشمکش کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہے۔ حالات خود بخود کروٹ لیتے جاتے ہیں۔
تجسس بڑھتا جاتا ہے اور ناول خاتمہ پر ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے قاری نے زندگی
کے جیتے جاگتے مناظر کا خود مشاہدہ کیا ہو۔ "منزلیں پیار کی" کی یہ لائقِ اعتراف
خصوصیت ہے۔

ڈاکٹر سیفی نے بعض مقامات پر سیاسی اور مذہبی مسائل پر بھی اظہار خیال
کے مواقع فراہم کیے ہیں۔ ایسے مقامات عام طور سے خود ناول نگار کے نقطۂ نظر کے
غماز ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ ان سے مبصر یا قاری اتفاق کرے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ
ناول میں انھیں کس طرح برتا گیا ہے۔ میرے خیال میں سیاسی نقطۂ نظر کے لحاظ سے
ڈاکٹر سیفی کسی قدر شخصیت پرست ہیں اسی وجہ سے انھوں نے وزیر اعظم کی غیر ضروری
تعریف کی ہے۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ ایسے موضوعات کو خوبصورتی کے ساتھ نبھانا
ڈاکٹر سیفی ہی کا کام ہے انھوں نے ناول کو بلا وجہ بوجھل ہونے سے عمدگی کے ساتھ
بچالیا ہے۔

اس ناول کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اسے حشو و زوائد کے ذریعہ غیر ضروری
طور پر ضخیم بنانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ یہ اسی قدر طویل ہے جس قدر اسے ہونا چاہیے۔
امید ہے کہ فسانوی ادب سے دلچسپی رکھنے والے حلقہ میں "منزلیں پیار کی"
کو مقبولیت حاصل ہوگی کیوں کہ یہ اس کی مستحق ہے۔

(ابنِ فرید مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ)

املا نامہ

مرتب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ
تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ نئی دہلی
(املا کمیٹی ترقی اردو بورڈ کی سفارشات) قیمت: ایک روپیہ

"املا نامہ"، ترقی اردو بورڈ کی املا کمیٹی کی سفارشات ہیں۔ جنھیں ڈاکٹر گو

ہ نارنگ نے مرتب کیا ہے۔ املا کمیٹی کے صدر ڈاکٹر سید عابد حسین اور اراکین ،
سید حسن خاں اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ ہیں۔

املا کا مسئلہ اردو میں خاصا مشکل ہے۔ پچھلے چالیس پچاس برسوں میں
ں پر خاصی توجہ صرف کی گئی ہے ، اور کئی ماہرین زبان نے اس بارے میں اصلاحیں
ش کی ہیں۔ مضمون لکھے ہیں۔ اور بعض نے تو کتابیں بھی لکھی ہیں "املا نامہ" کے
قدمے میں ان تمام کوششوں کا ذکر کیا گیا ہے ، اور ان پر محاکمہ بھی کیا گیا ہے۔
ردو املا کے کئی مسائل ایسے ہیں جنھیں صرف قدیم علم ہجا کی مدد سے حل نہیں کیا جا سکتا
بلکہ لسانیات جیسے سائنسی علوم کی مدد لینا بھی ضروری ہے۔ اردو املا کے بارے
یں مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی کوششیں نہایت وقیع رہی ہیں۔
ن کی سفارشات انجمن ترقی اردو کے رسالہ "اردو" میں ۱۹۴۴ء میں شائع
ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے صحت املا کے اصولوں کو عام کرنے کے لیے
ئی مضامین بھی لکھے۔ ان کے بہت سے اصول ان چالیس پچاس برسوں میں
چلن میں آچکے ہیں۔ اور اردو کے کئی معتبر ادیبوں ، جیسے ڈاکٹر سید عابد حسین ،
جناب مسعود حسن رضوی ادیب ، جناب امتیاز علی عرشی ، قاضی عبدالودود ،

مالک رام ، ڈاکٹر مسعود حسین خاں ، ڈاکٹر نذیر احمد ، ڈاکٹر مختار الدین آرزو
اور کئی دوسروں کے ہاں ان پر عمل بھی کیا جاتا ہے۔ ضرورت تھی کہ ان اصلاحات پر
از سر نو غور کیا جائے اور انھیں اس حد تک عام کیا جائے کہ اردو کا ہر لکھنے پڑھنے
والا ان کو سمجھ سکے ، اور ان پر عمل کرے۔ ہمیں خوشی ہے کہ "املا نامہ" کی اشاعت
سے یہ ضرورت پوری ہو جائے گی۔ اس میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی ان تمام
اصلاحوں کو شامل کیا گیا ہے ، جو رواج اور چلن میں آگئی ہیں۔ یا آ سکتی ہیں۔
البتہ ہمزہ ، نون غنہ ، ہائے مخلوط یا ہائے مجہول کے بارے میں ، جو
سفارشیں چلن میں نہیں آ سکیں ، ان کی جگہ صوتیاتی طور پر آسانی سے سمجھ میں آنے

والی سفارشیں پیش کی گئی ہیں۔ تمام اصولوں کی نئی پیش کش لسانیاتی نظر کے بغیر ناممکن تھی۔ اس چھوٹی سی کتاب کا سب سے بڑا وصف اس کا اختصار اور ضبط و تنظیم ہے۔ تمام مباحث کو سائنسی صحت کے ساتھ، آسان سے آسان زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین کمیٹی نے بہت ضروری خدمت انجام دی ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں، اسے بے حد محنت اور خلوص سے پایہ تکمیل کو پہنچاتے ہیں۔ اس کتاب کی ترتیب و تنظیم میں بھی ان کی لگن اور سلیقے کا حسین نمونہ نظر آتا ہے۔ ان کی علمی اور سائنسی نظر نے ان سفارشات کی اہمیت بڑھادی ہے۔

کتاب مکتبہ جامعہ نے نہایت صاف ستھری اور سلیقے سے چھاپی ہے۔ اور قیمت صرف ایک روپیہ، اس کی عوامی ضرورت کے پیش نظر نہایت مناسب ہے۔

محمود ہاشمی

"نذرِ سجاد"

مرتب: عبدالقوی دسنوی

قیمت: درج نہیں

ناشر: سیفیہ کالج، بھوپال

پروفیسر عبدالقوی دسنوی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ ان کی کئی کتابیں اہلِ نظر کو متوجہ کر چکی ہیں جن میں "علامہ اقبال بھوپال میں" "غالبیات"، "بھوپال اور غالب" "انیس نما" اور "ایک شہر پانچ مشاہیر" خاص ہیں "نذرِ سجاد"، کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جو چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔

نذرِ سجاد، سیفیہ کالج کے بانی ملا سجاد حسین مرحوم کی خدمات کا اعتراف ہے۔ کتاب پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ نذرانہ عقیدت کے تحت شعراء کا خراج تحسین ہے۔ جس میں محوی صدیقی جیسے کہنہ مشق شاعر کی نظم بھی شامل ہے۔ ایم اے کا نذرانہ بعنوان "غروب آفتاب"، میں تازگی ہے دوسری نظمیں محض مشق کی بنیاد کہی گئی ہیں۔ البتہ محوی صدیقی کی مرثیہ نما نظم میں قادر الکلامی کا جوہر ہے۔

" ذکرِ جمیل " کے تحت ملا سجاد حسین مرحوم کی حیات اور شخصیت و سیرت پر مختصر مضامین شامل ہیں ان مضامین میں کوثر چاندپوری کا مضمون " ذکر ایک یوسفِ گم گشتہ کا " اور سید حیدر عباس رضوی کا " میراث سے ترکہ تک " دلکش اور اہم مضامین ہیں۔ جو موضوع مواد اور اسلوب کے نقطۂ نظر سے متوجہ کرتے ہیں۔ دوسرے مضامین میں فخرالدین صاحب کا مضمون بھی خاصا ہے ——— " تعمیر " کے تحت سیفیہ کالج اور اس کے شعبوں کی کارگزاریوں کو پیش کیا گیا ہے۔ جس کی حیثیت تعارفی رپورٹ کی سی ہے۔ اگرچہ اس میں شعبۂ نباتات، شعبہ کیمیا۔ شعبہ تاریخ کا تعارف بھی ہے مگر شعبۂ اُردو کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات درج ہیں " جیبیہ اسکول سے سیفیہ کالج تک " خالد محمود کا تعارفی مضمون ہے۔ جس میں پروفیسر دسنوی کا ذکر خاصی نیاز مندی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

" ماحول " کے تحت بھوپال اور بھوپال سے متعلق افراد کا تذکرہ جس سے بہت سے گوشے سامنے آتے ہیں۔ اس حصہ میں ڈاکٹر سید اشفاق علی، مظفر حنفی اور شوکت رمزی کے مضامین خوب ہیں ——— مطالعہ کے تحت اختر علی خاں کا مضمون سیاسیات ایک سرسری سا مضمون ہے۔ مگر دسنوی صاحب کا مضمون 'خطوطِ غالب' خوب ہے۔ یہ مضمون تحقیق کے اصولوں کے تحت لکھا گیا ہے اور ان کا تجزیہ کر کے استخراجِ نتائج کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ آخر میں غالب کی ببلوگرافی بھی شامل ہے۔ جس کو تنقید، تحقیق اور خطوط کے مجموعے کے عنوانات کے تحت درج کیا ہے۔ یہ ببلوگرافی غالب کے مکاتیب سے متعلق ہے۔ آخر میں غالبیات کے عنوان سے بھی کتابوں کی فہرست دی گئی ہے۔ اس دور میں جبکہ کاغذ نایاب ہے۔ ایسا ضخیم نمبر نکالنا جس میں بعض کارآمد اور معیاری چیزیں بھی شامل ہیں۔ بڑی بات ہے اگر نذرِ سجاد میں بعض بھرتی کے مضامین کی جگہ دوسرے اہلِ علم حضرات کے مضامین شامل کر لیے جاتے تو اس کی ادبی قدر و قیمت اور بڑھ جاتی۔ موجودہ صورت میں بھی نذرِ سجاد پروفیسر دسنوی کی ریاضت و علمیت کا ثبوت ہے۔

مثنوی خنجرِ عشق

مرتب: ڈاکٹر فضلِ امام
ناشر: مکتبۂ دین و ادب، لکھنؤ۔
قیمت: چھ روپے

ڈاکٹر فضلِ امام اردو کے نوجوان محقق اور استاد ہیں۔ موصوف نے امیر اللہ تسلیم پر تحقیقی کام کرکے پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہے۔ "مثنوی خنجرِ عشق"، تسلیم کی مثنوی ہے جو اب تک غیر مطبوعہ تھی ڈاکٹر فضل امام نے اس مثنوی کو ایڈٹ کرکے معینہ مقدمے کے ساتھ شائع کر دیا ہے۔ مقدمہ اگرچہ مختصر ہے مگر بیجا طوالت سے پاک ہے مقدمہ میں، مثنوی کی مختصر تاریخ اور خصوصیات کے علاوہ امیر اللہ تسلیم کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مثنویوں کا تعارف کرا کر بعض غلط فہمیوں کا ازالہ بھی کیا گیا ہے۔

تسلیم کی ایک مثنوی نالۂ تسلیم ہے جس کو بعض نقادوں نے نامۂ تسلیم بتایا ہے اس طرح تسلیم کی مثنوی نگاری کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر فضل امام نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ اگرچہ تسلیم کی تاریخی مثنویاں مثنوی کے روایتی تصور پر پوری نہیں اترتیں پھر بھی ان کی ادبی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے میرا خیال یہ ہے کہ تسلیم نے روایت سے گریز کرکے مثنوی کے دائرہ میں جو اجتہاد کیا ہے وہ اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ چونکہ اردو میں تاریخی مثنویوں کی کمی ہے اس لیے تسلیم کی مثنویوں کی قدر قیمت اور بڑھ جاتی ہے۔

"مثنوی خنجرِ عشق" تسلیم کی مثنوی ہے۔ اس کا مخطوطہ خود شاعر کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ مرتب کی تحقیق کے مطابق "دنیا میں اس مثنوی کا یہی واحد نسخہ ہے" یہ رائے شدت پسندی پر مبنی ہے ممکن ہے مستقبل میں اس کا اور کوئی نسخہ نکل آئے اس لیے ایسے موقعوں پر متوازن انداز اختیار کرنا چاہیے۔ موضوع کے اعتبار سے "مثنوی خنجرِ عشق" غنائی مثنوی ہے اور اس پر تغزل کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ اگرچہ

کی جھلک ملتی ہے۔ مثنوی کی کہانی بھی روایتی ہے۔ وہ یہ کہ لکھنؤ کا ایک نوجوان خواب میں ایک پری جمال کو دیکھتا ہے۔ اور اس پر عاشق ہو کر اس کی تلاش میں نکل پڑتا ہے۔ مگر محروم ہو کر خودکشی کے ارادے سے اپنے سینے میں خنجر اتار لیتا ہے مگر ایک مرد درویش جڑی بوٹیوں سے اس کا علاج کر کے جوان کو بچا لیتا ہے۔ ضمنی طور پر بہت سی باتیں آئی ہیں۔ اور بات سے بات پیدا کی گئی ہے۔ جس میں رانی کا اپنی کنیز سے جنسی تلذذ حاصل کرنا بھی شامل ہے۔ پیش نظر مثنوی میں جذبات نگاری، منظر نگاری اور واقعہ نگاری کی مثالیں بھی ملتی ہیں اور اس مثنوی میں اس دور کی لکھنوی تہذیب و معاشرت کی عکاسی بھی کی گئی ہے۔ زبان و بیان میں بڑی حد تک روایتی عناصر کی فراوانی ہے۔ مگر صفائی اور سادگی بھی ہے۔

مقدمہ میں زبان، ہیئت پر بحث کرتے ہوئے، مثنوی خنجر عشق کے عیوب و محاسن کو روشنی میں لانا چاہیے تھے۔ مجموعی طور پر ڈاکٹر فضل امام کی کاوش لائق تحسین ہے۔ جن کی سعی سے اردو کی یہ غیر مطبوعہ مثنوی شایع ہوئی ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

مسلمان اور سیکولر ہندوستان

مصنف: ڈاکٹر مشیر الحق

ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵

ملنے کے پتے: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ بمبئی ۳، دلی ۶

علی گڑھ ۲

قیمت ۶/۵۰ روپے

محترم ڈاکٹر مشیر الحق ہندوستانی مسلمان علماء کے اس طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں جنھوں نے مشرق و مغرب کے علوم سے بہرہ وافی حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علوم جدید و قدیم کی بحث آپ کی تحریر میں کسی قسم کے الجھاؤ کے بجائے سلجھاؤ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ آپ کے مختلف مضامین کے علاوہ زیب عنوان آپ کی دوسری کتاب ہے جس سے لطف اندوز ہو رہا ہوں۔ جو آپ اپنے موضوع کے

لحاظ سے بھرپور تصنیف ہے۔ سیکولرزم کیا ہے اور مسلمانوں نے اسے کیا کچھ سمجھا اور کس
کس رنگ میں دیکھا یہ کتاب اس کی تصویر ہے۔ کمال یہ ہے کہ مصنف نے بذاتِ خود
کچھ بھی نہیں کہا اور نہ دوسروں کے خیالات کو اپنے لفظوں کا لباس پہنایا ہے بلکہ ہر بات
جس جماعت، جس طبقہ یا فرد کی طرف منسوب ہے وہ مستند طور پر اسی جماعت، اسی
طبقہ اور اسی فرد کے لفظوں میں نقل کی ہے۔ اور مستند سند کے ساتھ نقل کی ہے۔
فیصلہ خود نہیں دیا، وہ قاری پر چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً یہی کہ "سیکولرزم" کیا ہے۔ ظاہر ہے
کہ یہ لفظ بدیسی ہے۔ ہندوستان کے با اقتدار طبقے نے یہ لفظ جن معنوں میں استعمال
کیا ہے وہ برے مفہوم میں نہیں تھا۔ اسی لحاظ سے اصلاح پسند مسلم مشاہیر کو جب
سیکولرزم سے متصف ٹھہرایا گیا تو برے معنوں میں نہ تھا۔ ہندوستان کی دوسری
زبانوں میں اس لفظ کا جو مفہوم سمجھا گیا اس سے بحث نہیں۔ مگر جب سیکولرزم کا ترجمہ
یا مفہوم ایک مشہور مسلم اہلِ قلم بزرگ کی زبانِ قلم سے "سیکولرزم یعنی لادینی" (صـ۱۳)
بتایا گیا تو بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ عوام تو کیا پڑھے لکھے مسلمانوں کی اکثریت
بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ حال آں کہ حقیقت یہ نہیں جیسا کہ محترم ڈاکٹر سید عابد حسین
نے بتایا ہے کہ :-

"سیکولرزم کے معنے ہیں "اس دنیا کی" یا کہ "دنیوی" اور یہ "دینی" کا
نقیض نہیں" (صـ۴۲ بحوالہ ہندوستانی مسلمان آئینہ ایام میں صـ۲۴)

ضرورت تھی کہ اربابِ اقتدار جنھوں نے سیکولرزم کو طرزِ حکومت میں امتیازی
جگہ دی ہے۔ وہی مقتدر لوگ ہر حیثیت اور ہر رنگ میں قولاً و فعلاً اس کا صحیح مفہوم
ہر نازک موقع اور مشکل مفہوم ہر نازک موقع اور مشکل مقام پر عوام و خواص کے دل و
دماغ میں رچاتے اور بساتے مگر افسوس ایسا نہیں ہوا۔ یا اتنا نہیں ہوا کہ کسی کو اس
کے خلاف دم مارنے کی جگہ نہ رہتی۔ اس موضوع پر پیشِ نظر کتاب کا پانچواں باب
قابلِ مطالعہ ہے۔ (مسلمان اور سیکولر ہندوستان صـ۱۶۲)
دیباچہ کو چھوڑ کر کتاب چھے بابوں اور تین ضمیموں پر مشتمل ہے۔ جو حسبِ ذیل

ہیں۔ اوّل مذہب اور سیکولرزم۔ دوم۔ دینی تعلیم۔ سوم۔ دینی رہنمائی۔ چہارم۔ ماضی کا ورثہ۔ چہارم۔ قانون اور شریعت پنجم مبہم سیکولرزم ششم خلاصہ بحث۔ اور ضمیموں کے عنوان یہ ہیں۔ اوّل مسلم پرسنل لا، قانون اطلاق شریعت (۱۹۳۷ء) کا خلاصہ دوم قانون تنسیخ، نکاح (۱۹۳۹ء) کا خلاصہ۔ سوم خصوصی قانونِ نکاح (۱۹۵۴ء) کا خلاصہ۔

ہر باب مکمل اور ہر بحث واضح اور بے لاگ ہے۔ میرے پیشِ نظر ہر موضوع پر گفتگو نہیں۔ البتہ چند باتیں ایسی ہیں کہ ان پر بے کہے رہا نہیں جاتا۔ مثلاً قدیم یا دینی تعلیم کے داعیوں کی روش اور خود اس تعلیم کو دیکھا جائے۔ تو اس کے سوا کوئی خاص بات نظر نہیں آئی۔ کہ عربیت پر زور ہے۔ علوم و فنون میں عربی صرف و نحو منطق اور فلسفۂ قدیم اور فقہ اور برائے نام حدیث و ایک آدھ مختصر تفسیر پہلے تو یہ حال تھا کہ صرف و نحو عربی پڑھتے پڑھتے عمریں تمام ہو جاتی تھیں اور طلبہ کی اکثریت کو چند فقرے بولنا اور کچھ جملے لکھنے نہیں آتے تھے۔ ہاں اب جدید عربی کی طرف بعض جگہ توجہ ہونے لگی ہے اور وہاں کے کچھ فارغ التحصیل عربی تحریر و تقریر میں ممتاز بھی نظر آتے ہیں۔ باوجود اس کے دعویٰ مشکوک ہے کہ ہندیوں کی عربی کو "نحوی عربی" یا عجمیت کے داغ دھبے سے پاک یا اونچا خیال کیا جاتا ہو۔ رہے دوسرے علوم جن کی ہمارے مدارس میں بذریعہ عربی تعلیم ہوتی آرہی ہے وہ زمانہ کی رفتار سے صدیوں پیچھے ہیں۔ اگر وہ علوم پڑھانا ہی مقصود ہو تو کیوں نہ مصر و شام کے علماء کی نئی تصنیفات کو نصاب تعلیم میں جگہ دی جائے اور اگر عربی کی قید نہ رہے تو مجھے امید ہے اپنی زبان بھی ان کی تعلیم میں گونگی ثابت نہ ہوگی اور اگر اپنی زبان میں بھی لکنت ہو تو یورپ کی زبانیں ہماری علمی پیاس بجھا سکتی ہیں۔ اُن میں سے انگریزی کے علمی خزانے ہمارے سارے علمی سرمایہ کی حفاظت کر رہی ہیں۔ بلکہ مغرب میں ایسے علما ہیں جنہوں نے ہمارے علوم کی خدمت میں زندگیاں صرف کردی ہیں اور ہم ان کی گردِ پا کو بھی نہیں پا سکتے۔

پیش نظر کتاب آپ کو بتائے گی کہ قدیم مدارس اس کے طلبہ کر دا ، مو ، اگرامنگ

ہو۔ اگر کبھی کچھ ذرا مدرسہ و خانقاہ سے باہر کی فضا میں بھی سانس لیں تو مدارس کے سربراہوں کی طرف سے ان کی حوصلہ افزائی کی بجائے دلشکنی ہوتی ہے نتیجہ یہ کہ پرولولہ ذہن بے چارگی و بے غرضگی کے سبب پیچ کر رہ جاتے ہیں۔ قدیم مدارس کی تعلیم کا حاصل یہ کہ اکثر و بیشتر طلبہ مکتبوں مسجدوں اور قدیم مدرسوں کی مدرسی کی طرف دوڑتے ہیں۔ جس کو جگہ مل گئی وہ عموماً مشاہروں، متولیوں اور منتظموں کے چشم و ابرو پر نگاہ رکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اور عموماً ضمیر کی آواز کی طرف سے بے بہرہ نہ سہی بہرہ تو ہو جاتا ہے۔ انا للہ

خیر یہ حال تو عموماً قدیم مدارس کے تعلیم یافتوں کا تھا مگر کیا ہمارے جدید سکول اور کالج۔ اور یونیورسٹیاں جیسے طلبہ پیدا کر رہی ہیں ان کا حال قدیم مدارس کی پیداوار سے کچھ مختلف ہے۔ انصاف سے دیکھا جائے تو کھلے گا کہ قدیم مدارس کے فارغ التحصیل سادہ رہتے ہیں اور تھوڑے پر قانع رہ سکتے ہیں۔ اور نئی پود سادگی سے بیگانہ اور نت نئے فیشنوں کی دیوانہ یا پروانہ ہوتی ہے۔ جتنا ان کے ایک فرد پر حکومت کا یا قوم یا والدین کا خرچ ہوتا ہے۔ اس نئے تعلیم یافتہ نسل کا ہر فرد اتنا خود پیدا کرسکے گا۔ اس کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ پہلے باہنر تھوڑے سامان سے سادہ زندگی گذار سکنے کے اہل ہوتے تھے۔ اور ہمارے ہنروروں کی نئی پیداوار تو من تیل کی آس میں عمریں تباہ دیتی ہے نتیجہ یہ ہے کہ تعلیم نئی ہو یا پرانی بے کاروں اور بے روزگاروں کی تعداد دن دونی رات چوگنی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ کیونکہ مشکل یہ ہے کہ ہر شخص اونچی کرسی پر بیٹھنا چاہتا ہے اور کرسیاں گنی چنی ہیں۔

پچاس برس پہلے جب مل جل کر ہندوستانیوں نے حکومت انگریزوں سے عدم تعاون کی تحریک چلا رکھی تھی روشن فکر آزادی خواہ ہندو مسلمانوں نے باہم اتفاق کر لیا تھا۔ مگر ہمارے کچھ بزرگوار جو کش مکش روزگار اور زندگی کی تلخیوں اور صبر آزمائیوں سے الگ تھلگ گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے تھے۔ فرماتے تھے کہ اہل کتاب انگریزوں۔ کہ خداوند۔ غد

اہلِ کتاب سے اتفاق یعنی چہ ؟ (مفہوم ص ۳۰)

آزادی خواہوں نے جو جواب دیا ہوگا اس کی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں. مگر اتنی بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ تعاون اور عدم تعاون میں حق تا حق کو دیکھا جاتا ہے نام نہاد اہلِ کتاب اور غیر اہلِ کتاب کو نہیں۔ لیکن اگر "اہلِ کتاب" ہونے کی نظر سے دیکھا جائے تو جس طرح عیسائی اور یہودی اہلِ کتاب ہیں اسی ہندو اور بدھ۔ وشنو۔ سناتنی۔ آریہ سماجی اور جین وغیرہ وغیرہ قدیم ہندی مذہبی جماعتیں بھی۔ اہلِ کتاب ہیں یہ وہ بحث ہے جس کا فیصلہ صدیوں پہلے ہمارے قدیم ہندوستانی بزرگانِ دین مثلاً حضرت شیخ احمد سرہندی اور حضرت مرزا مظہر جانان اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن رحمہم اللہ وغیرہ فرما چکے ہیں۔ جن کو شوق ہے وہ ان بزرگانِ دین کے مکاتیب اور ملفوظات کو ملاحظہ فرمائیں یہ تو خیر انسانی فرمودہ ہیں مگر یہ وہ صداقت ہے جس پر حق تعالیٰ کا زندہ کلام قرآن حکیم مہرِ تصدیق ثبت فرما چکا ہے۔

یہ بحث کہ فقہی مسائل حسبِ زمان و مکان و حالات ردو بدل ہو سکتا۔ یا نہیں۔ کسی عالمِ دین کا یہ ارشاد کہ :-

"قرآن یا حدیث میں مذکورہ قوانین میں تبدیلی کرنا ہمارے دائرۂ اختیار سے باہر ہے ...... ماضی میں اجماعِ امت کے ذریعہ جو کچھ طے ہو چکا ہے۔ اس میں ہم کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے مجاز نہیں۔" وغیرہ وغیرہ (ص ۱۴)

عمل اس کے خلاف ہے۔ قرآنی نصوص کے ہوتے ہوئے روایات اور فقہ کے قیاسات پر عمل ہو رہا ہے "اجماع" کے ادعا کے باوجود مسائل میں اختلاف کا ہر جگہ تقریباً ہر مسئلہ میں اعلان و استقبال کیا جا رہا ہے۔ اور قرآن و حدیث کی نئی نئی تعبیرات سے (ہمیشہ کی طرح) عالمِ اسلام گونج رہا ہے۔ اور اس سے

ت محفوظ نہیں اور باتوں سے قطع نظر قرآن حکیم کی دو نصوص کو لیجیے ۔ اور پھر امت
تعامل پر نظر ڈالیے ۔ اول قرآن حکیم میں طلاق کی جو صورت صاف صاف لفظوں میں
ونہ کی گئی ہے ۔ کھلم کھلا اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے ۔ دوم زنا کی سزا قرآن حکیم
ں سو کوڑے مقرر کیے گئے ہیں، مگر اس نص صریح کے خلاف روایت کا سہارا لے کر
ڑوں کی سزا کی بجائے مجرم کے سنگسار کیے جانے کا فتویٰ ہے ۔

بہر حال جیسا کہ اوپر عرض ہوا مصنف محترم نے "سیکولرزم" جو ملک میں عموماً
اور مسلمانوں میں خصوصاً چیستان بنا ہوا ہے ۔
اس کا مرقع پیش کیا ہے اور اس میں پوری دیانت سے کام لیا ہے جس کا خیال
پیش کیا ہے ۔ بے تکلف ۔ بے تصنع انہی لفظوں میں پیش کیا ہے ۔ جس میں صاحب خیال
نے خیال آرائی کی تھی ۔ یہ کتاب کیا ہے ؟ گویا سیکولرزم ایک گتھی ہے جسے حل کرنے کی
ضرورت اور اہمیت پر زور ہے ۔ کتاب پڑھتے وقت جو سوال کبھی قاری کے دل و دماغ
میں پیدا ہو اس کے جواب کی ذمہ داری فائلوں پر ہے ۔ مصنف کتاب پر نہیں ۔

سیکولرزم کے مفہوم کی رنگا رنگی کی بحث میں مسلم پرسنل لا بھی سامنے آگئی ہے
اس قانون میں تبدیلی یا اصلاح چاہنے والوں میں اعتدال پسندوں اور انتہا پسندوں کے
علاوہ مسلم اور غیر مسلم ہونے کی عینک سے بھی دیکھا جا سکتا ہے ۔ لیکن اس بارے میں معترض
یا سائل کے بارے میں کرنا یہ ارشاد کہ فلاں شخص نے مدرسہ یا کالج کی شکل دیکھی ہے یا
نہیں دیکھی ۔ غیر ضروری ہے ۔ سائل کے لیے کسی مدرسۃ العلوم یا کسی یونیورسٹی کا فارغ
التحصیل ہونا ضروری نہیں ۔ بلکہ بات صرف اتنی دیکھی جائے گی کہ جو بات کہی جا رہی
ہے ۔ وہ کیا اور کیسی ہے ۔ بامعنی ہے یا بے معنی ۔ اگر بات بے معنی ہے تو اس کا بیان
ان کر دینا اور اس سے صرف نظر کر کے خاموشی اختیار کر لینا مناسب جواب ہے ۔ اور
اگر بامعنی ہے تو سنجیدگی سے اس پر غور کرنا لازمی ہوگا ۔ سائل کے سوال کے

مشغول ہونے کے ساتھ ہی یہ بھی دیکھا جائے گا کہ سوال کس لب ولہجہ میں کیا گیا ہے اور
سائل نے اظہارِ مدّعا کے لیے لفظ کس قسم کے انتخاب کئے ہیں۔ جواب کا مدار ان باتوں
پر ہے نہ کہ مدارس کی سندوں اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کی ڈگریوں پر یا سائل
کے اہلِ مذہب یا لامذہب ہونے پر۔ مثلاً جناب حمید دلوائی کا یہ نعرہ کہ شاہ را
کی خانقاہ اور مندر کو توڑ دو وغیرہ (ص ۱۱۹) سننے اور پڑھنے والوں کے دلوں پر
ایک بیگانگی اور دوری پیدا کرے گا۔ اس لئے کہ یہ دعوت امن و اصلاح نہیں۔
حالانکہ دلوائی صاحب لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتے ہیں۔ ایسے نعروں کا نتیجہ
اہلِ ملک کے سامنے ہے کہ ماتا کی محبت کے نعرے لگائے جاتے ہیں اور ماتا کے
مال و متاع کو جلایا اور برباد کیا جاتا ہے۔ اور بدقسمتی سے اسی کو ماتا کی سیوا
تمغہ سمجھا جا رہا ہے۔

اسی طرح پروفیسر مسٹر اے۔ بی۔ شاہ کے عالم و فاضل ہونے میں شک نہیں
ان کی اصلاح پسندی اور انسانی ہمدردی پر بھی شک کرنے کی حاجت نہیں۔
ان کے اس حق کو چیلنج کرنا چاہیئے کہ وہ کیوں مسلمانوں کے مسائل پر خامہ فرسائی
کی زحمت اٹھا رہے ہیں۔

لیکن پروفیسر شاہ صاحب کے بارے میں اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ
وہ مذہب کی طرف سے آزاد ہیں۔ تاہم اس آزادی نے ان کو اپنے مذہب (جین)
سے چنداں دور نہیں کیا۔ اور اگر واقعی اپنے مذہب جین دھرم سے بالکل آزاد ہیں
تو کیا ان کو جین دھرم میں یا جین سماج میں کوئی قابلِ اصلاح مسئلہ یا حالت نہیں
محسوس ہوتی۔ اگر جین دھرم اور جین سماج ہر حیثیت سے نقد و نظر سے بلند ہیں
شاہ صاحب نے اپنے ایسے مذہب سے آزادی و بیگانگی کا اظہار کیوں کیا اور اگر
جین دھرم اور جین سماج میں کوئی فی ہے تو اس کی اصلاح سے توجہ ہٹا کر مسلمانوں
کی اصلاح کے لیے بے تابی کا اظہار کیوں۔ تعجب ہے کہ گھر کی آگ کے شعلوں
چھوڑ کر دوسروں کی طرف سے اٹھنے والے دھوئیں کے لیے فائر بریگیڈ دوڑ

جائیں چاہے وہ دھواں نہو۔ ہنگامہ آراؤں کی اٹھائی اور اڑائی ہوئی دھول ہی ہو۔ بہرحال میرا خیال ہے کہ پیش نظر کتاب "مسلمان اور سیکولر ہندوستان" ہندوستانی مسلمانوں ہی کے نہیں بلکہ ہندوستان کے سب طبقوں کے اہل ذکر و نظر کے سامنے اہم سوال ہو کر آئی ہے جو تمام ہندوستانیوں کو دعوت فکر دے رہی ہے۔

آخر میں دو تین باتیں کتابت و طباعت وغیرہ کے متعلق بھی قابل گزارش ہیں مثلاً میرے خیال میں ص ۱۹ پر "عالمگیریت" کی جگہ صرف "عالمگیری" سے کام چل سکتا تھا۔ لفظ رُجحان کتاب میں قریباً سب جگہ رُحجان (ص ۲۰-۲۱-۹۳) اور "زخّاس" کی بجائے "زُخّار (ص ۸۳) چھپا ہے۔

ص ۱۸ پر ایک عبارت ہے: "ملک کے دستور میں خدا کو ایک نمایاں مقام عطا کیا گیا ہے۔"

ہماری زبان کا قاعدہ اور رواج یہ ہے کہ جب کوئی بڑا کسی چھوٹے کو کوئی چیز دے تو وہ دینا "عطا" کہلاتا ہے۔ ایسی حالت میں کسی بندے یا سارے بندوں کی کیا بساط ہے کہ خدا وند احد کو کچھ "عطا" کریں۔ ہاں محولہ عبارت میں کسی قسم کا طنز ہو سکتا ہے جو غالباً مصنف کا منشا نہیں۔ ورنہ یہی خیال دوسرے لفظوں میں کیا جاتا تو مناسب ہوتا مثلاً یہ کہ "ملک کے دستور میں خدا کا نمایاں مقام مسلم ہے یا خدا کو نمایاں مقام حاصل ہے یا کچھ اور۔

(مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیرکوٹلوی)

مرتبہ: پرکاش پنڈت

قیمت: دو روپے پچاس پیسے

ناشر: ہند پاکٹ بکس پرائیویٹ لمیٹڈ، جی ٹی روڈ، شاہدرہ، دہلی ۳۲

نازو انداز

اردو نظم و غزل کے عظیم اور وسیع سرمائے سے اخذ و انتخاب کا کام بھی بہت دلنو ل

سے ہوتا چلا آرہا ہے اور آج بھی ہماری دل بستگی کا سبب اور دلچسپیوں کا مرکز ہے۔

جذبات فطرت اور مناظر قدرت وغیرہ کے ناموں سے مدّت ہوئی الیاس برنی مرحوم نے قدما اور متوسطین کی نظموں کا کئی جلدوں میں ایک بڑا اچھا اور جامع انتخاب شایع کیا تھا اس کے بعد نام اور نوعیت بدل بدل کے لوگوں نے اس سلسلے کو جاری رکھا۔

۱۹۵۴ء میں سیّد بہاؤ الدین احمد نے "گلستانِ ہزار رنگ" کے نام سے ایک ضخیم انتخاب پیش کیا۔ جس کی خوبی یا خصوصیت یہ تھی کہ اس میں کوئی ۵۹۰ عنوانات قائم کرکے دورِ اوّل سے عصرِ حاضر تک کے شعرا کے ہزاروں شعر بقیدِ عنوان، یک جا کر دیے گئے ہیں۔ اس سے پہلے بقول مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم و مغفور "اردو میں کوئی کوشش اس طرح کی نہیں کی گئی تھی"

یہ انتخابات بلاشبہ نہایت وقیع بڑی مفید اور کارآمد ثابت ہوئے۔ مگر وہ اپنی کم یابی، ضخامت اور قیمت کے لحاظ سے 'غلطے' یا 'سند و حوالے' کی چیز بنے رہ گئے، اوسط درجے کی لیاقت اور کم آمدنی والے آدمی کے لیے ان کتابوں تک رسائی، حصول اور لطف و استفادہ آسان نہیں۔ غالباً اسی کمی اور ضرورت کو محسوس کرکے پرکاش پنڈت نے یہ چھوٹا سا انتخاب ترتیب دیا ہے۔ اس میں ۴۳ عنوانات ہیں اور ہر عنوان کے تحت کم سے کم ایک صفحہ اور زیادہ سے زیادہ گیارہ صفحے مخصوص کیے گیے ہیں۔ شعروں کے انتخاب میں مشاہیر اور اساتذہ کے علاوہ غیر معروف شاعروں کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے۔ عنوانات عام فطرتِ انسانی کے مطابق ہیں اور شعر بھی ایسے چنے ہیں جو مذاقِ سلیم پر گراں نہیں گزرتے اس اہتمام اور احتیاط کے لیے خوش مذاقی اور ذوقِ سخن کی داد دینا چاہیے۔

کتابت اور پروف ریڈنگ مزید توجہ کی مستحق ہے اعتراض کی خاطر نہیں بلکہ آیندہ اصلاح کی غرض سے چند غلطیوں اور شکوک کا اظہار ضروری ہے ص۸ آخری شعر کا دوسرا مصرع۔ رکھتے کے بجائے دکھتے۔ ص۱۳ چوتھا شعر پہلا مصرع۔ نقش کے بجائے لاش ص۲۴ پہلا شعر "داغ"، تحقیق طلب ص۲۵ دوسرا شعر دوسرا مصرع

دیکھو کے بجائے دیکھیے صہ ۳۳ دوسرا شعر حالی کے بجائے فانی ۔ صہ ۳۸ پہلا شعر کلیاتِ فانی میں مجھے یہ شعر نہ مل سکا۔ صہ ۴۹ تیسرا شعر میر کے بجائے امیر مینائی، صہ ۵۲ دوسرا شعر۔ آئینہ کے بجائے آئینے۔ غائر نظر سے دیکھا جائے تو اسی طرح کی غلطیاں اور بھی نظر آئیں گے بہر حال سہو اور اغلاط کہاں اور کس سے نہیں ہوتی ہے

اردو زبان کے شعر و ادب کو فروغ دینے اور اسے عوام تک پہنچانے میں ادارۂ ہند پاکٹ بکس بڑی وسیع النظری اور فراخ دلی کا ثبوت دے رہا ہے۔ ورنہ آج اتنی آسانی اور فراوانی کے ساتھ ہم کو اپنے [illegible] سے فیض یاب ہونے کا موقع نہ ملتا۔ اس کا اعتراف اور شکر گزاری ہم سب اردو والوں پر واجب ہے

(رشید نعمانی)

نئی مطبوعات

کتاب	صنف	مصنف	قیمت
خاک تمنا	ناول	سراج النور	۱۱/۵۰
کعبہ میں صنم	"	ماہ مبین	۱۲/۰
ملیحہ	"	شرف تمیز	۱۲/۰
چارہ ساز	"	شہلا نرگس	۱۳/۵۰
الیشہ	"	مظہر الحق علوی	۱۵/-
گناہ کا رشتہ	"	مانک ٹالہ	۶/-
وفا کی ڈور		بیگم روحی	۵/-
ریختی کا تنقیدی مطالعہ	(ادب)	ڈاکٹر خلیق احمد صدیقی	۲۰/
اُردو شاعری میں نرگسیا	(ادب)	ڈاکٹر سلام سندیلوی	۲۵/-
ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں	(تاریخ)	کنور محمد اشرف	۱۸/۲۵

۱۰/

ناولستان، نئی دِلّی کا نیا ناول

منزلیں پیار کی

(نفسیاتی ناول)
(ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں۔ جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ دن بعد وہ نفسیاتی اُلجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جبر ہی ان کی شرافت کا معیار رہ جاتا ہے۔ "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنا ناول "منزلیں پیار کی" میں نوعمری اور دولت کے جزیروں میں دو حسین لڑکیوں کی گرفتاری اور رہائی کی نفسیاتی داستان پیش کی ہے۔ ہمیں اپنے سماج کا جائزہ لینے۔ جذبات اور محبت کے فرق کو محسوس کرنے نیز نفسیاتی اور جنسیاتی نقطۂ نگاہ سے ازدواجی زندگی کو سمجھنے کے لیے یہ ناول ایک معتبر ذہنی رفیق ہے۔ قیمت -/۸

تذکرہ

مولانا ابوالکلام آزاد   مرتبہ: مالک رام

"تذکرہ" الہلالی دور کی تصنیف ہے۔ اس میں بھی وہی بات سے بات پیدا کرنے کا رجحان، جولانی طبع۔ خطابت اور دعوت و تبلیغ کا انداز ملتا ہے جو الہلال اور البلاغ کا طرۂ افتخار تھا۔ بلکہ یہاں وہ مئے دو آتشہ ہو گئی ہے۔ قیمت: پندرہ روپے

بچّوں کی نئی کتابیں

پکڑ دم کے مٹکو	عبدالواحد سندھی	-/۶۰
پٹو، جیتو	" " "	-/۶۰
مدورا تا پردیس چلے	" " "	-/۶۰
پان کھا کر طبلہ بجا کر رام ناچا	" " "	-/۶۰

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دِلّی ۲۵، دہلی ۶، بمبئی ۳، اور علی گڑھ ۲

یشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

اپو (حصہ اول دوم) مصنفہ: ایف سی فرٹیاس مترجم: صالحہ عابد حسین ۲/-

شمیر " : مالا سنگھ تہ ادیتہ پرکاش انند " : خدیجہ عظیم 1/50

پرندوں کی دنیا " : جہاں آرا " : محمد شفیع الدین نیر 1/50

اری ندیوں کی کہانی (حصہ اول دوم) " : لیلا مجمدار " : رضیہ سجاد ظہیر ۳/-

بنت کی سیر اور دوسری کہانیاں " : لیلا وتی بھاگوت " : " " " 1/50

یلی کہانیاں " : منوج داس " : صغرا مہدی 1/50

زادی کی کہانی (اوّل دوم) " : وشنو پربھاکر " : انور کمال حسینی ۳/-

ہماری ریلیں " : جگجیت سنگھ " : عرش ملسیانی 1/50

ہندوستان میں غیر ملکی سیاح " : کے ـ سی ـ کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ 1/50

آؤ ناٹک کھیلیں " : اوما نند مترجم: رفیعہ منظور الامین 1/50

بہت دن ہوئے (اوّل دوم) " : ایم چوکسی و پی ایم جوشی " : رضیہ سجاد ظہیر ۳/-

بہادروں کی کہانیاں " : راجندر اوستھی " : انور کمال حسینی 1/50

روہنت و نندیہ " : کرشن چیتنیہ " : " " " 1/50

سدا بہار کہانیاں " : شانتا رنگاچاری " : " " " 1/50

ابو خاں کی بکری " : ڈاکٹر ذاکر حسین ۲/-

انوکھی دکان " : قدسیہ زیدی ۲/50

گلابو چوہیا اور پریزاد " : " " ۲/-

دنیا کے جانور " : " " ۲/50

ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اوّل دوم) " : میر نجابت علی مترجم: سید احسان ۳/-

بڑا پانی " : لیلا مجمدار " : صالحہ عابد حسین 1/50

مورا " : ملک راج آنند " : انور کمال حسینی 1/50

ہاکی کا کھیل " سردیو سانیال " : پریتم لال 1/50

خالہ بلی کا خاندان " منوہر داس چترویدی " : محمد شفیع الدین نیر 1/50

دین الٰہی اور اُس کا پس منظر

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

اس مقالے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے استاد تاریخ پروفیسر محمد اسلم کی کتاب "دین الٰہی" پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بدایونی کے بیانات، اکبر شیخ مبارک، فیضی اور ابوالفضل کے بعض خیالات اور حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمتہ کے موقف پر بڑی صراحت سے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اس لحاظ سے بڑی قابل مطالعہ ہے کہ اس میں جدید تحقیقی خصوصیت کے ساتھ اس سچے مذہبی رجحان کی ترجمانی ہے جس سے زندگی میں معنویت اور مقصدیت پیدا ہوتی ہے اور یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی خدمت در حقیقت خدا کی عبادت ہے۔ قیمت: چار روپے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

(افسانے)

راجندر سنگھ بیدی

راجندر سنگھ بیدی، اردو کے ممتاز ادیب ہیں۔ انھوں نے زندگی کا جو شعور حاصل کیا ہے اس کو فن میں منتقل کر دیا ہے۔ اسی لیے ان کی تخلیقی تحریروں میں ایک طرف وہ جمالیاتی کیفیت ہے جو فن کو حسین اور دلکش بناتی ہے اور دوسری طرف وہ معنویت ہے جو اس کو عظمت اور افادیت سے ہمکنار کرتی ہے۔

افسانوی ادب میں ایک اہم اضافہ۔ قیمت: -/۱۰

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

شاعر
مصنف : تاراشنکر بندو پادھیائے　　ترجمہ : پریش کمار ڈے

یہ ناول پہلی بار بنگلہ زبان میں ۱۹۴۹ء میں شایع ہوا تھا اور اپنے وقت کا عظیم ناول قرار دیا گیا تھا۔ تاراشنکر بندو پادھیائے میں عظیم تخلیقی قوت اور کردار نگاری کی باریک بیں صلاحیت تھی جس نے اس ناول کو عوام میں بے حد مقبول بنادیا۔ قیمت ۸/۷۵

منتخب نظمیں
مرتبہ : سردار علی جعفری

پیش نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے اس سے ان کی شاعری کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا۔
یہ انتخاب ۳۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے۔ قیمت ۶/-

آبِ حیات
مصنف : محمد حسین آزاد　　تلخیص و ترتیب : پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس میں ہی الجھتے اور بحث کرتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے۔ یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے اور یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ ایک تاریخی دستاویز۔
قیمت : ۶/۷۵

ترقی اردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبیعات (فزکس) دوم و حساب و الجبرا، اول ۔ دوئم ۔ سوئم ۔ جیومٹری اول دوم ۔ سوم ۔ گھریلو سائنس ششم ۔ ہفتم ۔ ہشتم ۔ ہر کتاب کی قیمت : ۲/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ نئی دلی ۲۵

۱۰ / ۹ / ۱۹۷۴

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر — ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کرکے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے دنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی۔ لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت: ۵/۷۵

چار دیواروں میں (ناول) ایم۔ ٹی۔ واسدیون نائر — ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پرانی کہانی کا عطر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے اسی لیے اس کی سیاست مندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔ قیمت: ۷/۷۵

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا — ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت: ۶/۷۵

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر ونیکٹس کیتکر — ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کیتکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں۔ آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کرکے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ قیمت ۷/-

ملیالم افسانے مرتبہ: اوم چیری۔ این این پلّے — ترجمہ: اگر سین نارنگ

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے [illegible] کر مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ قیمت ۸/۷۵

بقیہ اشاریہ صفحہ ۲ سے

ایسے اصحاب کو سماج میں ذرا اونچی جگہ حاصل ہے اس لیے ان کے اس اقدام کا اثر نچلے اور متوسط طبقوں پر بھی پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مراعات بھی حکومت کی طرف سے ملی ہیں یا ملتی ہیں ان سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا اور نئی نئی شکایتیں اور نئے نئے مطالبات پیش کر دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس کی ہے کہ جو کچھ ملا ہے پہلے اس سے فائدہ اٹھایا جائے اور اس کے بعد مزید کی طلب کی جائے۔

کاغذ اور دوسری طباعتی اشیاء کی بے پناہ گرانی کے بعد مجبوراً ہمیں کتابوں کی قیمتوں میں یکم اکتوبر سے اضافہ کرنا پڑا۔ اس شمارے سے قبل کی قیمتیں منسوخ سمجھی جائیں۔

ترقی اردو بورڈ کی نئی درسی کتابیں

آزاد ہندوستان (تیسرا حصہ) مترجم ۔ ایس، ایل ۔ کھنہ قیمت: ۔/۲

علم کیمیا (دوسرا حصہ) " ۔ ارشد رشید قیمت ۔/۴

طبیعیات (تیسرا حصہ) " اے، آر ۔ انصاری " ۔/۵

گاندھی جی کے مختلف روپ " شکیل اختر فاروقی " ۔/۳

موتی جھیل " محمد یامین پرویز " ۔/۲

ہندوستان سرزمین اور عوام " نارائنی گپتا " ۔/۲

• مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۔ نئی دہلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

تنقید سے تحقیق تک

ڈاکٹر عنوان چشتی

عالمی تنقید میں فنی، عروضی، لسانی، تاثراتی، رومانی، جمالیاتی نفسیاتی، سماجی اور مارکسی تنقید کے نظریے اپنی افادیت کے باوجود محدود اور انتہا پسندانہ نظریے ہیں

ڈاکٹر عنوان چشتی نے ادب و فن کو ایک متوازن اور ہمہ گیر نقطۂ نظر سے دیکھا اور پرکھا ہے جس کو "تحقیقی تنقید" کا نام دیا جا سکتا ہے۔

(زیر طبع)

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

(یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء سے کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔
آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو مد نظر رکھیں۔)

ادب، تنقید، انشاء

اور نظریے — آل احمد سرور — ۱۲/۵۰
یات مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۱۰/۵۰
من و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — ۷/۵۰
زیے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۳/-
و قصیدہ نگاری / تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۱۴/-
آئین کربلا / م انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین — ۱۴/-
سرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۲/-
ارہ ان فکر — " " — ۳/۷۵
ردو امیز — سید ظہیر الدین مدنی — ۵/۵۰
رد و مرثیہ — سید سفارش حسین — ۶/-
بکھرے ورق — سنیتی کمار چٹرجی — ۶/-
پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۶/۷۵
غزل سرا ا ارو — مجنوں گورکھپوری (زیر طبع) — ۸/-
نقد اقبال — میکش اکبرآبادی (زیر طبع)
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن — ۴/-

تذکرے، سیرت و شخصیت

ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — ۹/-
اکابر تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/-
تذکرۂ معاصرین — مالک رام — ۱۶/-
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — ڈاکٹر سالم قدوائی — ۱۶/-
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۷/۵۰
تذکرۂ جگر — محمود علی خاں — ۴/-
قلم کا مزدور — مدن گوپال — ۵/-
گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۷/-
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبد اللطیف اعظمی — ۶/۵۰
داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — ۱/۵۰
شراب کہنہ — رشید نعمانی — ۴/-
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۸/۵۰

تاریخ، سیاسیات، روداد

مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۷/-
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبد السلام قدوائی — مجلد ۴/۲۵، غیر مجلد ۳/-
اسلامی عقائد و مسائل — جمال الدین اعظمی — ۱/-
مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۱/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — ۲/۲۵
تعلیمات اسلام (اوّل دوم) — مولانا عبد السلام قدوائی — ۴/-
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۵/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۲/۵۰

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ طاہر محمود ۲/۰
کتاب کی کہانی سید احمد حسن نقوی ۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات } سری پرکاش ۴/۰
ہندوستان میں مذہب اسلام سے اپنے پر نظر ثانی کی ضرورت } فیضی ۰/۵۰
تاریخ الامت (اوّل) مولانا اسلم جیراجپوری ۲/۵۰
" " (دوم) " " " ۵/۰
" " (سوم) " " " ۲/۲۵
" " (چہارم) " " " ۴/۲۵
" " (پنجم) " " " ۴/۲۵
" " (ششم) " " " ۴/۲۵
" " (ہفتم) " " " ۳/۰
" " (ہشتم) " " " ۴/۲۵
کچھ پرانے خط (دوم) پنڈت جواہر لال نہرو ۴/۰
یادگار شخصیتیں " " " ۴/-

سفرنامے

عروس نیل سلطانہ آصف فیضی (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

بنیادی استاد کے لیے ڈاکٹر سلامت اللہ ۸/۵۰
جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/۵
چند پروجیکٹ " " ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللطیف علی بخش قادری ۲/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ ۴/۵۰
تعلیمی خطبات " ذاکر حسین ۸/-

کھیل کے ذریعے تعلیم (اوّل دوم) عبدالغفار مدھولی ۴/۰
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " ۴/۰

ناول، افسانے اور خاکے

جلیس انور کمال حسینی ۵/۰
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۴/۰
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۵/۰
دلدل ترجمہ " " " ۱/۵۰
سات سال " " " ۴/۰
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ۹/۰
اُلجھی ڈور " " " ۵/۰
پا بہ جولاں صغرا مہدی ۴/۰
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۲/۵۰
زندگی کی لہر ساومنگ ۴/۰
آدمی کا مقدر ترجمہ: قرۃ العین حیدر ۱/۵۰
آلپس کے گیت " : " " " ۱/۰
خیالی پلاؤ " : " " " ۱/۵۰
ڈگمگو " : " " " ۲/۰
ماں کی کھیتی " : " " " ۱/۵۰
یودوکیہ " : " " " ۲/۰
پت جھڑ کی آواز " : " " " ۴/۰
ایک ننھی اینتا امرتا پریتم ۴/-
باپ بیٹے ترجمہ: انور عظیم ۶/۰
باغ و بہار مرتبہ: رشید حسن خاں ۱/۵۰
بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
گئودان " " " ۱۳/-

...ان عمل — منشی پریم چند — ۹/۵۰
...دات — " " " — ۵/۵۰
...رکا موسم — مہندر ناتھ — ۴/۵۰
...رکا پتّا — سلطان آصف فیضی — ۳/-
...ستِ ناتمام — زہرہ سیّدین — ۲/-
...کی شام — ترجمہ: بلقیس جہاں — ۷/-
...ج الدین الیوبی — قاضی عبدالستار — ۴/۵۰
...دکھ مجھے دیدو — راجندر سنگھ بیدی — ۷/-

افسانے اور خاکے

...بدے اور دوسرے افسانے — آصف مجیب — ۲/-
...ی حویلی — مرزا حمید بیگ — ۲/۵۰
...اغوں کا سفر — رام لعل — ۴/-
...یالستان — سجاد حیدر یلدرم — ۴/۵۰
...یمیاگر — پروفیسر محمد مجیب — ۲/۵۰
...نروان — جیلانی بانو — ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی — ساگر سرحدی — ۴/۵۰
جہاں آرا (اوپیرا) — رفعت سروش — ۵/۵۰
آذر کا خواب — قدسیہ زیدی — ۴/۵۰
جانِ بہار — " " — ۲/-
آزمائش — پروفیسر محمد مجیب — ۲/-
خانہ جنگی — " " " — ۲/۲۵
انجام — " " " — ۱/۵۰

کھیتی — پروفیسر محمد مجیب — ۱/۵۰
اوپر کی منزل — کرتار سنگھ دگل — ۵/-
آئینۂ ایام — ترجمہ: خلیق احمد — ۴/۵۰
پردۂ غفلت — ڈاکٹر عابد حسین — ۲/۲۵
کیا خوب آدمی تھا — " " " — ۲/۵۰
دروازہ کھول دو — کرشن چندر — ۳/-
سراج الدولہ — ترجمہ: اشفاق حسین — ۲/-
نقشِ آخر — اشتیاق حسین قریشی — ۲/-

نظم

نئی نظم کا سفر — مرتبہ: خلیل الرحمٰن اعظمی — ۱۲/۵۰
آتشِ گل — جگر مرادآبادی — ۷/-
پچھلی رات — فراق گورکھپوری — ۸/-
نئی دنیا کو سلام — سردار جعفری — ۸/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب — پروفیسر محمد مجیب — ۵/۵۰

بچّوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام — مولانا اسلم جیراجپوری — -/۶۰
عقائدِ اسلام — " " " — -/۴۰
رسولِ پاک — عبدالواحد سندھی — ۲/-
چار یار — الیاس احمد مجیبی — ۲/۵۰
آنحضرتؐ — " " (اردو) — -/۸۰
" " — " " (ہندی) — -/۴۰
پاک کہانیاں دو حصوں میں — مقبول احمد سیوہاروی — ۳/-

خلفائے اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۵۰
نبیوں کے قصے — " " " — ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں — اعجاز الحق قدوسی — ۱/-
ہمارے رسولؐ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ — سید نواب علی رضوی (اردو) — ۱/۲۰
" " " (ہندی) — -/۴۰
سرکار دو عالمؐ — محمد حسین حسان — ۳/-
سبیل الرشاد — خواجہ عبدالحی — ۱/۵۰

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد — ۲/-
دنیا کے بچے — محمد حسین حسان — ۱/۲۵
انوکھا عجائب خانہ (۴ حصے) — " " " — ۲/-
بجلی کی کہانی — علی احمد خاں — -/۵۰
بڑے دادا کی کہانی — محمد عبدالغفار — -/۸۰
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم — ۲/۵۰
" " پنجم — ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی — -/۵۰
خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین — ۱/-
دہلی — ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی — ۲/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اول) — خجستہ سلطان — ۱/-
" " (دوم) — ضیاء الرحمن — ۱/۲-

تاریخ ہند کی کہانیاں (سوم) — مشتاق احمد علوی
" " (چہارم) — " " "
سماجی زندگی (اول) — احمد طفیل و غلام ابرار
" " (دوم) — " " — ۵
" " (سوم) — " " — ۱
" " (چہارم) — " " — ۵
سمندر کے کنارے — سلطانہ آصف فیضی — ۱۰
" " نیچے — " " — ۱۰
قدرت کے کرشمے — ادارہ — ۹۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ — محمد حسین حسان ندوی — -
دعوت ملاجی کی — " " — ۶۰
جیت کس کی — " " — -
انصاف کا تخت — " " — ۷۵
چینی کی گڑیا — " " — ۵۰
بہادر سیاح — " " — ۶۵
چچا غالب — مرتبہ " " — ۱/-
تانبیل خاں — " " — ۵۰
شیر خاں — ترجمہ قرۃ العین حیدر — ۵۰
بھیڑیے کے بچے — " " — ۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے — " " — ۵۰
لومڑی کے — " " — ۵۰
بہادر — " " — ۷۵

ہ احسان الحق -/۶۵
ڈی ابرار محسن -/۱
ودا ״ ״ ۱/۷۰
اں ״ ״ -/۹۰
اجا ״ ״ ۱/۰
رحمٰن (دو حصّے) ایل لاگن -/۵
زاہ کا سر بن گیا کوثر بانو -/۴۰
غارت عبدالغفار مدھولی -/۵۰
کا ״ ״ ״ -/۵۰
ار لڑکا ״ ״ ״ -/۵۰
ں کی کہانی محمد امین ۲/۰
ھر خضر برنی -/۴۵
ندر ہے مجیب احمد خاں -/۵۰
دادا ترجمہ ״ ״ ۲/۰
دراب آصفہ مجیب ۱/۷۵
وڑیاں اقبال مرسوی ۱/۲۹

پریم کی جیت اسداللہ کاظمی -/۳۷
ترکوں کی کہانیاں مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ -/۵۵
مزہ چکھائیں گے ״ ״ ״ -/۳۵
چھوٹی لالٹین مشتاق احمد -/۳۵
تین اناڑی عصمت چغتائی ۱/۴۰
حقاق کی ڈبیا برکت علی فراق -/۴۰
نیس الخاں کے کارنامے ایم ندیم -/۵۰
چمپا دت کا آدم خور شیر محمد معین -/۳۵
ڈاکو کی گرفتاری ایم ندیم -/۵۰
ستاروں کی سیر کرشن چندر ۱/۷۵
لال مرغی عبدالواحد سندھی -/۵۰
ننھا ٹٹو خورشید سلطان -/۳۰
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں -/۶۵
چنبیلی محمد حسین حسان -/۵۰
شیدا پروفیسر محمد مجیب -/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

ے
ی مرتبہ: ادارہ تعلیمی و ترقی جامعہ -/۴۱
خاں دکان دار ״ ״ ״ -/۳۱
شتی ״ ״ ״ -/۳۱
سے جان درزی ״ ״ ״ -/۳۱

تلنگے والا مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ -/۴۳
کلو حلوائی ״ ״ ״ -/۳۱
عبدالرحمٰن راج ״ ״ -/۳۱
مرغی پالیے ״ ״ -/۵۰
نصیب خاں حجام ״ ״ ۳۱

تمدن، معاشیات

چانکیہ کے بھید مرتبہ: ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۱/۳۱
سرکاری ایکیوں کا راز " " " ۱/۳۱
ضلع کی سرکار " " " ۱/۳۱
کارخانوں کے قانون " " " ۱/۴۱

جھلکیاں

احمد علی " " " " ۱/۳۱
سید سلیمان " " " " ۱/۳۱
احمد ندیم " " " " ۱/۳۱
اکبر الہ آبادی " " " " ۱/۳۱
حیات اللہ انصاری " " " " ۱/۳۱
سہیل عظیم آبادی " " " " ۱/۳۱
عبد الحق " " " " ۱/۳۱
میر امن " " " " ۱/۳۱
نذیر احمد " " " " ۱/۳۱

حفظان صحت

دق اور اس کا علاج " " " ۱/۳۱
زچہ بچہ " " " ۱/۳۱
طاعون اور چیچک " " " ۱/۳۱
فوری علاج (دم گھٹنا) " " ۱/۳۱
" " (حادثہ) " " ۱/۳۱
" " (ہڈی ٹوٹنا) " " ۱/۳۱

ڈراما اور سوانح

استری دھن " " " ۱/۳۱
ٹھیک بات جیت کی ہے " " ۱/۳۱
اجمیری خواجہ مرتبہ: ادارہ تعلیم وترقی جامعہ ۱/۳۱
سوانح دیانند / امیر خسرو " " " ۱/۳۱
غوث پاک " " " ۱/۳۱
گاندھی جی (اوّل) " " " ۱/۳۱
" " (دوم) " " " ۱/۳۱
گرونانک " " " ۱/۳۱
مصطفےٰ کمال (دوم) " " " ۱/۳۱
نظام الدین اولیا " " " ۱/۳۱
کرشن کنہیا " " " ۱/۳۱

کہانیاں

کہانیاں (اوّل) " " " ۱/۳۱
" (دوم) " " " ۱/۳۱
پنچ تنتر (اوّل) " " " ۱/۳۱
" " (دوم) " " " ۱/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے " " " ۱/۳۲
اپنی کھیتی کا ایک چک کرو " " " ۱/۳۱
پپیتے کا باغ لگائیے " " " ۱/۳۱
پھلوں کی کھیتی " " " ۱/۳۱
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " ۱/۳۱
جانور بھلا چنگا رہے " " " ۱/۳۱
ساگ سبزی اگائیے " " " ۱/۳۱
کواپریٹو فارمنگ " " " ۱/۳۱
کھاد بنائیے کھاد ڈالیے " " " ۱/۳۱
لیموں، انار، بیر " " " ۱/۴۱

ب کا

ے کی مار مرتبہ ادارۂ تعلیم ترقی جامعہ ۳۱/-

ودھواں ہوگیا " " " ۳۱/-

مذہب

وداؤد شریف " " " " ۳۱/-

بن ماجہ شریف " " " " ۳۱/-

سائی شریف " " " " ۳۱/-

فن دفن " " " " ۳۱/-

معلومات

چاند تارے " " " " ۳۱/-

دن رات (اول) " " " " ۳۱/-

" " (دوم) ۳۱/-

وائی جہاز (حصّہ دوم) " " " ۳۱/-

ٹ بال " " " ۳۱/-

لکے پھلکے کھیل " " " ۳۱/-

متفرق

نجابی لوک گیت " ۳۱/-

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

تین کا سانپ محمد حسین حسّان ۵۰/-

الٹی دوا " " " ۵۰/-

برف کا گھر " " " " ۵۰/

ناؤ کے ایڈیشن " " " " ۵۰/

چاند " " " " ۷۵/

زیک " " " " ۸۲/-

تی زمین " " " ۶۲/-

بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ ۵۰/-

بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر بی راج سوگا ۵۰/-

بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں ڈاکٹر بی راج سوگا ۵۰/-

بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی ۵۰/

تین سوال عبداللطیف اعظمی ۵۰/-

چونی کی چوٹ معین الدین ۷۵/-

چیچک مشتاق احمد ۶۲/-

موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین ۸۷/-

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ ۵۰/-

" " رنگین ۶۵/-

اردو کی پہلی کتاب ۶۵/-

" " دوسری کتاب ۱/۳۵

" " تیسری کتاب ۲/-

" " چوتھی " ۲/۲۵

" " پانچویں " ۲/۵۰

" " چھٹی " ۲/۶۰

" " ساتویں " ۲/۷۰

" " آٹھویں " ۲/۷۰

اردو کی دوسری برائے دہلی ۱/۶۵

" " تیسری " " ۲/۲۰

" " چوتھی ۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر ۲۵۱/-

" " " (اوّل) ۴۸/-

" " " (دوم) ۱/-

پریم پال (اوّل) ۸۷/-

بال پریم (دوم) 1/82
" " (سوم) 1/25
" " (چہارم) 1/25
نو پہ ہجات 1/62

حساب

جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ: یاور حسین 1/25
" " (" سوم) ترجمہ: محمد یونس 2/70
جدید حساب (درجہ چہارم) ترجمہ: ملکہ بیگم قزلباش 2/50
" " (" پنجم) " : محمد یونس 3/40

طالبات کے لیے

گھریلو سائنس (درجہ سوم) ترجمہ: محمود سرورش 2/25
" " (" چہارم) " " 2/15
" " (" پنجم) دینا ناتھ گردھر 2/40

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس دلی ۶ میں چھپواکر جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵ سے شایع کیا

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵

مینجنگ ایڈیٹر
شاہد علی خاں
ایڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

لائبریریوں کے لیے سالانہ
دو روپے

نومبر ۱۹۷۴ء
جلد ۱۵ - شمارہ ۱۱

سالانہ
۵ روپے
فی پرچہ ۵۰ پیسے

اشاریہ

عیدالفطر اس مرتبہ ایسے موقع پر آئی کہ اکتوبر میں اس کی مبارکباد بہت قبل از وقت ہوتی اور اب کوئی معقول جواز مبارکباد پیش کرنے کا نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ شوال کا مہینہ ابھی چل رہا ہے۔ اس لیے قارئین باسی اور ٹھنڈی باسی عید کی مبارکباد قبول فرمائیں۔ شدید گرانی کی وجہ سے عید اس مرتبہ بہت سے گھروں میں محرم بن کر آئی۔ لیکن یہ مسئلہ دنیاوی لوازمات سے متعلق ہے۔ مذہبی نقطۂ نظر سے تمام مسلمانوں کے لیے خصوصاً ان کے لیے جنھوں نے روزے رکھے، روزِ سعید کی برکتیں عام تھیں اور رہیں گی، انشاءاللہ!

کاغذ کی قیمتوں میں کمی تو نہیں آئی البتہ کچھ ٹھہراؤ سا آگیا ہے۔ چنانچہ مکتبہ جامعہ نے کتابت شدہ مسودوں میں سے چند کتابیں شایع کرنے میں کامیابی حاصل کر ہی لی۔ یہ کتابیں ہیں پروفیسر محمد مجیب کی "نگارشات" اور سکندر علی وجد کا شعری مجموعہ "بیاضِ مریم"۔ دونوں کتابیں آفسٹ پر شایع ہوئی ہیں۔ ان کے علاوہ صالحہ عابد حسین کی نئی کتاب "جانے والوں کی یاد آتی ہے" بھی شایع ہو گئی۔

جو کتابیں اس ماہ کے اندر اشاعت پذیر ہونے والی ہیں ان کے نام ہیں کیفی اعظمی کا شعری مجموعہ "آوارہ سجدے" ضیا احمد بدایونی مرحوم کی "منازل و مسالک" عتیق صدیقی کی "یادوں کے سائے" ضیاءالحسن فاروقی کا "حدیث ادب" کر

ارکانِ ثلاثہ " غلام ربانی تاباں کی "ہواکے دوش پر" اور نثار احمد فاروقی کی "تلاشِ میر" ناولستان کی دونوں کتابیں " دھوپ چھاؤں " از ہسرور جہاں اور "خاکِ تمنا" از: سراج انور بھی فروخت کے لیے موصول ہوگئی ہیں - ناولستان کی نئی کتاب "دھند" از صغرا مہدی، طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ جگہ کی قلت کے باعث اس مرتبہ "مفتی صدرالدین خاں آزردہ" کی قسط اس شمارے میں روک لینی پڑی - انشاءاللہ اگلے شمارے میں پیش کی جائے گی۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ابھی تک شعبۂ اُردو میں کوئی پروفیسر نہیں تھا۔ ہمیں خوشی ہے کہ امسال یہ کمی پوری ہوگئی اور اس سے زیادہ مسرت اس سے ہوئی کہ اس اسامی پر اُردو کے نامور ادیب و معلم، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا تقرر عمل میں آیا۔ ہمیں امید کرنا چاہیے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ اب اُردو کی اعلیٰ تعلیم میں ایک امتیازی حیثیت حاصل کرے گی۔

اترپردیش اردو اکادمی ہر سال خریدِ کتب کے لیے لائبریریوں کو رقوم عطا کرتی ہے۔ امسال ۳۰۔ دسمبر ۷۴ء تک کتب خانے، دارالمطالعے اور ایسے کالج جہاں اُردو پڑھائی جاتی ہے۔ مقررہ فارم پر اپنی درخواستیں سکریٹری اُردو اکیڈمی، آر کے ٹنڈن روڈ لکھنؤ کو بھیج سکتے ہیں۔ یہ فارم اکیڈمی کے دفتر سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

مشہور نعت گو شاعر بہزاد لکھنوی ۴۷ء سے قبل لکھنؤ کی محفلوں کی رونق تھے۔ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے بھی متعلق رہے تھے۔ تقسیم کے وقت پاکستان چلے گئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہوگئے۔ اور ۸۹ سال کی عمر میں پچھلے مہینے سفرِ آخرت اختیار کیا۔ اِنا لِلّٰہ وَاِنّا علیہ رَاجِعُون۔ ہمیں مرحوم کی وفات پر ان کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔

مکتبہ جامعہ کی نئی کتاب

بیاضِ مریم

(شعری مجموعہ)

سکندر علی وجد

"بیاضِ مریم" سکندر علی وجد کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس "بیاض" کو شروع سے آخر تک اسم بامسمیٰ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مکتبہ جامعہ کے لیے یہ پہلا تجربہ ہے، یقین ہے کہ پسند کیا جائے گا۔

اس "بیاض" کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر اور ٹائٹیل ملک کے مایۂ ناز آرٹسٹ حسین کی بنائی ہوئی ہیں۔

قیمت: -/۱۲

فوٹو آفسٹ کے ذریعے شائع کیے گئے

یوسف ناظم

اشفاق حسین مدّ ظلہٗ

(یہ مضمون بالکل رَف ہے لیکن اشفاق حسین اس سے زیادہ رَف مضمون کے مستحق تھے۔ اس میں اگر کسی جملے سے ان کی مدح کا پہلو نکلتا ہے تو اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں) ی۔ ن

مولوی عبدالحق مرحوم ترکِ وطن کرتے وقت چند یادگاریں یہاں چھوڑ گئے۔ انھیں یادگاروں میں سے اشفاق حسین بھی ایک ہیں۔ آج اشفاق حسین کو دیکھ کر کسی شخص کو بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اپنی طالب علمی کے زمانے میں ایک ذہین طالب علم رہے ہوں گے (ذہانت بھی شاید محبّت کی طرح اندھی ہوتی ہے کہیں بھی چلی جاتی ہے) اس زمانے کے طالب علموں میں خرابی یہی تھی کہ ہر طالب علم اپنے اُستاد کا شاگردِ بلکہ شاگردِ رشید بننے کے لیے حیران و پریشان رہا کرتا تھا۔ شاگردِ رشید بن کر وہ یوں خوش ہوتا۔ گویا ہمایوں رشید بن گیا ہو۔ آج کی بات اور ہے۔ اُستاد کو فکر رہتی ہے کہ وہ طالب علموں میں سعادت مند کہلاتے۔

سیّد اشفاق حسین ان سیّدوں میں سے ہیں جن کی وجہ سے (دوسروں کی) عزّت سادات ہمیشہ خطرے میں رہی (خود ان کی عزّت سادات کو گزند پہنچنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا) یہ ضلع بریلی کے ایک غیر معروف گاؤں میں پیدا ہوئے

اور یہ اپنے وطن ہی کے نہیں پورے ضلع کے پہلے تعلیم یافتہ شخص تھے جس نے ام اے کی ڈگری سر کی تھی۔ ان سے پہلے اس گاؤں میں تعلیم وغیرہ حاصل کرنے کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ ان کی تعلیم کے بعد یہ خیال اور پختہ ہوگیا۔ ام۔ اے کا امتحان کامیاب کرنے کے بعد جب اپنے وطن گئے اور ان کے وطن والوں کو ان کے ام اے ہونے کی خبر ملی تو لوگ جوق در جوق انھیں دیکھنے آئے اور کافی مایوس ہوئے۔ ایک بزرگ نے تو کچھ ایسی ویسی بات بھی کہہ دی۔ اشفاق حسین کو یہ بات بہت بری لگی اور انھوں نے تہیہ کر لیا کہ جب تک وہ تعلیم یافتہ نظر نہیں آئیں گے پڑھتے رہیں گے اس زمانے میں ام اے کے بعد بھی پڑھنا اتنا مہنگا نہیں تھا جتنا آج کے ۔ جی پڑھنا مہنگا ہے۔ جامعہ عثمانیہ میں اسی سال رلیسرچ اسکالر کے کورس کی ابتدا ہو رہی تھی۔ اشفاق حسین نے اقبال پر رلیسرچ کرنے کی ٹھانی (اقبال ہی اس وقت ایسے شاعر تھے جو یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلبا کی زد سے محفوظ تھے) یونیورسٹی نے انھیں اس کام کے لیے اسکالرشپ دینا منظور کر لیا۔ لیکن اس وقت تک یونیورسٹی والوں نے اشفاق حسین کا صرف لکھنا دیکھا تھا انھیں یہ نہیں معلوم تھا کہ اشفاق حسین میں لکھنے سے نہ لکھنے کی قابلیت زیادہ ہے۔ اشفاق حسین ام اے اور شہاب الدین ام اے۔ جامعہ عثمانیہ کے دو ایسے سپوت ہیں جن کی کاہلی پر مادرِ جامعہ کو ہمیشہ فخر رہے گا) اشفاق حسین نے یہ مقالہ برسوں نہیں لکھا۔ غالباً ۱۹۴۸ء میں انھوں نے ام اے پاس کیا تھا اور دو سال کے عرصے میں انھیں یہ مقالہ یونیورسٹی کے حوالے کرنا تھا۔ سب سے طویل دن　　(دی لانگسٹ ڈے) کی طرح جامعہ عثمانیہ کی تاریخ میں یہ طویل ترین دو سال تھے جو ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء تک جاری و ساری رہے۔

اشفاق حسین کو رلیسرچ اسکالر کے عہدۂ جلیلہ کے لیے منتخب کیے جانے کی علت اصل میں یہ تھی کہ انھوں نے اپنے زمانۂ طالب علمی میں اپنی اردو دانی اور نثر نگاری کی دھاک بٹھا دی تھی (آگے چل کر یہ خود بیٹھ گئے) اورنگ آباد کا

ہیں وہ وہاں کے میگزین " نورتن " اور جامعہ عثمانیہ میں " مجلۂ عثمانیہ " کے اڈیٹر تھے ۔ "اختر کی ڈائری" ، ان کی ایسی تخلیق تھی جو اُن کی شہرت اور دوسروں کی شرمندگی کا باعث بنی ۔ اختر کی ڈائری میں اشفاق حسین نے اپنے استادوں ، دوستوں اور دشمنوں کے خاکے کھینچے تھے ۔ خاکے کیا کھینچے تھے ان سب کو خاک میں ملا دیا تھا۔ انٹر سے لے کر ام اے تک کے امتحانات انھوں نے بغیر نقل کیے (کہتے تو وہ یہی ہیں) اعلیٰ نمبروں سے پاس کیے تھے اور ہر امتحان کے بعد انھیں ایک وظیفہ مل جایا کرتا تھا (کسی دوسرے وظیفہ سے انھیں کوئی واسطہ ہی نہیں رہا)

ان کی انھیں دانستہ و نادانستہ حرکتوں کی وجہ سے ان کے پروفیسروں کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ اقبال پر وہ چٹکی بجانے کے بجائے مقالہ لکھ دیں گے ۔ لیکن اشفاق حسین نے مقالہ نہیں لکھا صرف چٹکی بجاتے رہتے ۔ اس عرصے میں وہ ریڈیو اسٹیشن میں ملازم بھی ہو گئے یا بالکل بھول گئے کہ وہ یونیورسٹی کے مقروض ہیں ۔

یونیورسٹی سے جب بھی انھیں کوئی مراسلہ ملتا وہ اس اس کے ساتھ بھی 'وہی سلوک کرتے جو وہ اپنی بیوی کے خط کے ساتھ کیا کرتے تھے ۔ کیا مجال جو انھوں نے کبھی کسی مراسلے کا جواب دیا ہو سخت سے سخت 'مراسلے ان کا اطمینان بخش قلب کو متاثر نہ کر سکے ' ۔ اس اللہ کے شیر کو مراسلہ کا جواب لکھنے میں شاید رو باہی کا پہلو نکلتا نظر آیا ۔ یہی وہ زمانہ تھا جب اس بندہ پر تقصیر کی ان سے ملاقات ہوئی ۔ میں ان کے اور ان کے پروفیسروں کے درمیان ایک رابطہ تھا جس پر دونوں فریق ہنسا کرتے تھے ۔

شعبہ فلسفہ کے صدر ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم اشفاق حسین کے نگراں تھے وہ اس چار گرہ کپڑے کی قسمت ، غالب) اور میں ہر چند ماہ بعد ان کی خدمت میں مزید مہلت کی درخواست لے کر حاضر ہو جاتا ۔ خلیفہ صاحب نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا "دیکھیے میں آٹھ سال سے ایک دودھ والی سے دودھ لے رہا ہوں روزانہ اس سے کہتا ہوں وہ آٹھ کی بجائے ساڑھے سات بجے دودھ پہنچا دیا کرے اور وہ روزانہ یہی کہتی ہے کہ کل سے دودھ ساڑھے سات بجے پہنچا دوں گی "

"آٹھ سال ہوگئے ہیں لیکن آج تک وہ ساڑھے سات بجے دودھ نہیں لائی۔ آپ کے اشفاق حسین صاحب کے وعدے بھی بس ایسے ہی ہیں"۔ اس واقعہ کے بعد یونیورسٹی والوں کو خیال آیا کہ مقالہ نہ سہی کم سے کم وہ رقم تو واپس حاصل کرلی جائے جو اس کالرشپ کا نام سے مبینہ مقالہ نگار کردی گئی تھی ـــــ ریڈیو اسٹیشن کو لکھ دیا گیا کہ ہمیں اب مقالے کی ضرورت نہیں، اشفاق حسین کی تنخواہ میں سے ماہ بماہ رقم وضع کی جائے اور یونیورسٹی کے حساب میں جمع کردی جائے۔ اشفاق حسین نے تو اپنی تنخواہ میں اپنے گھر والوں کو بھی حصہ دار نہیں بنایا تھا۔ وہ اس انتظام پر کیسے راضی ہوتے۔ انھوں نے دل برداشتہ ہوکر قلم برداشتہ مقالہ لکھا اور یونیورسٹی کے حوالے کردیا یہی مقالہ بعد میں "مقامِ اقبال" کے نام سے شایع ہوا۔ اس مقالے کے ضبطِ تحریر میں آنے کی وجہ سے مقالہ نگار کی تنخواہ ضبط ہوتے سے بچ گئی ـــــ اس تصنیف کے بعد پھر کسی کی مجال نہیں ہوئی کہ اشفاق حسین سے کوئی چیز لکھوائے۔

جہاں تک گفت و شنید، کا معاملہ ہے اشفاق حسین گفت کے نہیں صرف 'شنید، میں حصہ لیتے ہیں۔ ہاں گالیاں دینے میں ان کی زبان روانی سے چلتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے فرازِ کوہ سے کوئی ندی گاتی ہوئی چلی آرہی ہے۔ انھوں نے گالیوں کے معاملے میں بڑا اور بخیل دماغ پایا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب لوگ بڑے شوق اور بڑے غور سے ان کی گالیاں سنتے اور ان کے معانی و مطالب سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔ اشفاق حسین شاعر نہیں ہیں (خدا کا شکر ہے) لیکن ان کی گالیوں کے سامعین اور مخدوم محی الدین کے کلام کے سامعین کی تعداد میں کوئی فرق نہ تھا۔ (مخدوم اور اشفاق ساتھی ہیں) اشفاق حسین ریڈیو اسٹیشن کے کسی کمرے میں شیروانی کے پورے بٹن کھولے بیٹھے رہتے اور کمرہ ان کی گالیوں سے گونجتا رہتا۔ انھوں نے اس سلسلے میں کبھی چھوٹے بڑے کا امتیاز نہیں برتا۔ چھوٹوں کو بھی وہ اتنی ہی بڑی گالی کا مستحق سمجھتے جتنی بڑی گالی وہ اپنے ہم عمروں کو دیتے۔ وہ محمود اور ایاز

دونوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیتے۔ (محمود ایاز کے وہ قریبی دوست بھی رہے ہیں)۔

اشفاق حسین کو حساب کبھی نہیں آیا اور ایسا حساب جس میں حروف کے اعداد کی جمع تفریق ہو۔ ان کی سمجھ سے ہمیشہ بالا تر رہا (اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو ان کی سمجھ سے بالا تر رہیں)۔

اپنے والد کے انتقال پر انھوں نے اپنے دوست مکیش سے فرمائش کی کہ وہ ایک قطعۂ تاریخ لکھ دیں۔ مکیش نے کہا کہ وہ اس فن سے ناواقف ہیں تو انھوں نے حسب معمول سینکڑوں گالیاں دیں اور آخرکار مکیش کو قطعہ تاریخ لکھنا ہی پڑا —— اشفاق حسین نے کتبہ بنوایا اور والد کی قبر پر نصب کرا دیا۔

مکیش کو جب یہ خبر ملی تو انھوں نے اپنا سر پیٹ لیا اور اشفاق سے کہا تم نے یہ کیا غضب کیا۔ اس قطعہ تاریخ سے تاریخ وفات نکلتی ہی نہیں ہے (مکیش نے آخری مصرع کے نیچے لکیر کھینچ کر سنہ وفات لکھ دیا تھا) اشفاق حسین نے کہا۔ کوئی حرج نہیں۔ میرے گاؤں میں کون تاریخ نکالنے والا بیٹھا ہوا ہے۔

اشفاق حسین کو جن لوگوں نے قریب سے دیکھا ہے انھوں نے کبھی ان کے بارے میں اپنی صحیح رائے کا اظہار نہیں کیا سب کسی کی دل شکنی سے حاصل بھی کیا ہے؟ اشفاق حسین یونیورسٹی ہی میں نہیں بلکہ "حالاتِ زندگی" میں بھی چھوٹے موٹے مرتھد کی طرح مشہور تھے۔ لوگ انھیں دُور دُور سے دیکھنے آتے اور خائف ہو کر واپس ہو جاتے۔

لوگ کہتے ہیں کہ آدمی شیریں زبان ہو تو اس کے سینکڑوں دوست بن جاتے ہیں لیکن اشفاق حسین تو ہر کلیے کے مخالف رہے ہیں۔ اِس کلیّہ کو بھی انھوں نے برسرِعام غلط کر کے دکھایا۔

اشفاق حسین کو انگریزوں سے اتنی نفرت نہیں رہی جتنی انگریزی زبان سے رہی۔ اُن کا جب تک بس چلا انھوں نے کبھی اپنی زبان کو انگریزی میں تکلیف

نہیں دی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ انگریزی سے اردو ترجمہ کرنے میں انھیں کبھی کوئی تکلف نہیں ہوا۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ ترجمہ کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ کیونکہ انھوں نے ہاتھ اور قلم کا تو کبھی استعمال ہی نہیں کیا وہ ریڈیو اسٹیشن میں خبروں کا ترجمہ ہمیشہ ٹائپ کرواتے تھے وہ بولتے جاتے اور ترجمہ ٹائپ ہوتا رہتا۔ میں کبھی کبھی تو سوچتا کہ اسے مترجم کا کمال سمجھوں کہ ٹائپسٹ کا۔

اشفاق حسین کو ریڈیو اسٹیشن کی ملازمت کے باوجود موسیقی سے کبھی دلچسپی پیدا نہیں ہوئی اور موسیقار اس بات کے لیے ہمیشہ ان کے احسان مند رہے۔ اشفاق حسین ہمیشہ اپنی ہی دھن میں مست رہے (لفظ مست پر غور نہ فرمایئے) بے تعلقی بھی بے تکلفی کی طرح ایک نعمت ہے۔

اشفاق حسین کے ساتھ جو چار چھ نام بالکل پیوست ہیں وہ وحید، مخدوم، میکش، میر حسن، ظفر الحسن، عاقل اور سعادت علی خاں کے ہیں۔ مخدوم اور اشفاق میں ہمیشہ مقابلہ حسن ہوتا رہا اور دونوں میں سے کسی نے کبھی ہار نہیں مانی۔ سکندر علی وجد کی ساری نفاست پسندی ان کی گالیوں کے سامنے دھری کی دھری رہ گئی۔ وحید اور اشفاق حسین کسی تحریر کے حسن و قبح کی طرح ہمیشہ ساتھ ساتھ رہے

اشفاق حسین کو اب ریڈیو اسٹیشن سے فرصت ملی ہے اور وہ شاید پھر لکھنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ صبح کا بھولا اگر شام کو بھی گھر آجائے تو اُسے بھولا نہیں کہتے[1]

---

[1] اس دوران ''اشفاق حسین کی تصنیف ''اقبال اور انسان'' شائع ہوگئی

مکتبہ جامعہ کی نئی کتاب

آوارہ سجدے

(شعری مجموعہ)

کیفی اعظمی

- یہ وہی شعری مجموعہ ہے جس کا انتظار آپ کو پچھلے ۲۵ برسوں سے تھا۔
- یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جس کا ایک ایک شعر دل ہلا دیتا ہے۔
- یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے سننے کے لیے ہزاروں لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں۔

یہ اسی شاعر کا شعری مجموعہ ہے جسے آپ بھی پسند کرتے ہیں آپ بھی اور ..... آپ بھی۔

(زیر طبع)

فوٹو آفسٹ کے ذریعے شایع کی جارہی ہے

—

"ناولستان" کے دو نئے ناول

خاکِ تمنّا

سراج انور

زیرِ نظر ناول "خاکِ تمنّا" اپنے واقعات، کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ ایک نہایت دلچسپ ناول جسے ایک بار پڑھنے کے بعد بھی بار بار پڑھنے کو دل چاہے گا۔ قیمت ۱۱/۵۰

دھوپ چھاؤں

مسرور جہاں

مسرور جہاں آپ کی جانی پہچانی ناول نگار ہیں۔ زیرِ نظر ناول آپ کا تازہ ترین ناول ہے جو سماجی ناولوں میں یقیناً نمایاں مقام حاصل کرے گا۔

قیمت ۱۱/۵۰

ندا فاضلی

پانچ شعر

جاگے ہوئے چلے ہیں، کبھی سو رہے ہیں ہم
موسم بدل رہے ہیں، بسر ہو رہے ہیں ہم

بیٹھے ہیں دوستوں میں ضروری ہیں قہقہے!
سب کو ہنسا رہے ہیں مگر رو رہے ہیں ہم

آنکھیں کہیں، نگاہ کہیں، دست و پا کہیں
کس سے کہیں کہ ڈھونڈو، بہت کھو رہے ہیں ہم

ہر صبح پھینک جاتی ہے بستر پہ کوئی جسم
یہ کون مر رہا ہے، کسے ڈھو رہے ہیں ہم

شاید کبھی اُجالوں کے اونچے درخت ہوں
صدیوں سے آنسوؤں کی چمک بو رہے ہیں ہم

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

...سرت سے بصیرت تک

از : آل احمد سرور

ملنے کا پتہ : مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

قیمت : بارہ روپے پچاس پیسے

یہ مجموعہ ہے پروفیسر آل احمد سرور کے تیرہ تنقیدی، تحقیقی اور توصیفی مضامین
...ن میں میر، آتش، غالب، حسرت، اقبال، جگر، مجاز، فیض اور آخر میں نئی اردو
...اعری پر مبصرانہ نظر میں ڈالی گئی ہیں۔

میر کے مطالعے کی اہمیت ظاہر کرتے ہوئے، ذکر میر سے لے کر مولوی عبدالحق،
...اجا حمد فاروقی اور ڈاکٹر سید عبداللہ وغیرہ نے جو کچھ لکھا ہے۔ سرور صاحب کے نزدیک
...ن تمام تحریروں اور کتابوں سے میر کی شخصیت اور شاعری کے بعض اہم نکتے واضح نہیں
...ہوتے ہیں۔ مثلاً خان آرزو سے اختلاف کا سبب؟ امرا سے ایک طرف ان کا توسّل
...دوسری طرف بے گانگی اور بے نیازیوں کا طرح طرح سے اظہار! اس کی حقیقت؟ یا اُن کی
شاعری اور شاعرانہ خوبیوں اور خصوصیتوں کے بارے میں سیرت نگاروں اور مداحوں
کے چند رواتی الفاظ اور انھیں کی نقل و تکرار..... مقصد یہ ہے کہ میر کو جاننے
پہچاننے اور ان کی قدر کرنے کے لیے محض انھیں معلومات اور تعریفوں پر اکتفا نہ کرنا چاہیے
بلکہ تنقید و تعظیم کے کچھ اور پہلو بھی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

آتش کے بارے میں فاضل مضمون نگار کا خیال ہے "حالی کے بعد کے تذکرہ
نویسوں اور نقادوں نے لکھنؤ اسکول کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور اگرچہ آتش کے
تغزل کو برابر سراہتے ہیں۔ مگر آتش کی خوبیوں کو اُجاگر نہ کر سکے۔"

اسی ضمن میں دہلی اور لکھنؤ کا جس ہنج سے مقابلہ کیا گیا ہے اور جس اسکول کی جو خوبی
نمایاں کی گئی ہے اس میں نہ جانب داری کا دخل محسوس ہوتا ہے اور نہ معقولیت سے گریز
عبدالسلام ندوی کی مشہور کتاب " شعرالہند "، کو بڑی جرأت اور صاف گوئی سے کام
لے کر " گمراہ کن "، بتایا گیا ہے۔

مجموعے کے چار مسلسل مضمون اور کتاب کے ساٹھ صفحے غالب سے متعلق ہیں۔
"جدید ذہن "، غالب کی مبینہ خوبیوں کے علاوہ ان کی کمزوریوں کو بھی نگاہ میں رکھتا ہے
اور قدر کرتا ہے۔ اُن کے سہل ممتنع سے زیادہ اُن کی مشکل پسندی اس کو پسند آتی ہے۔
" غالب کی شاعری اور اُس کی معنویت، جس طرح مولانا حالی اور ان کے
مقلدوں نے واضح کی ہے وہ محدود ہے۔ چند اقدار اور متداول دیوان کے سو دو سو
اشعار تک۔ تلاش و جستجو اور فکر و نظر نے اور بہت سی راہیں اور زیادہ وسعتیں اختیار
کر لی ہیں۔ اس پس منظر میں بھی غالب غالب ہی رہتے ہیں اور اس کا ثبوت رائج دیوان
کے علاوہ اس سے زیادہ ' نسخۂ حمیدیہ '، میں موجود ہے۔ اسی بنا پر پروفیسر سرور
کی رائے ہے کہ " نسخۂ حمیدیہ " میں سے کم سے کم تین سو شعر ایسے ہیں جنھیں غالب کے
متداول دیوان میں جگہ ملنی چاہیے تھی اور متداول دیوان میں سے کم سے کم سو شعر
ایسے نکلیں گے جو غالب کے شایانِ شان نہیں۔ اور خارج کر دینا چاہیے تھے۔"
' غالب کی عظمت '، اور ' پورے غالب ' میں بھی اُن کی شاعرانہ اور مفکرانہ حیثیت
اور مکمل تصویر سامنے لانے کے لیے ' نسخۂ حمیدیہ ' کی اولیت اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔
غالب شناسی کے لیے دوسروں کی عینک استعمال کرتے رہنے کے بجائے کچھ اپنی
آنکھ سے دیکھنے کے مشورے دیے گئے ہیں۔

حسرت موہانی مرحوم ہمارے دور کے ایک مقبول اور خوش گو شاعر تھے۔
اس کا اصل سبب ہے اُن کی "عشقیہ شاعری"، جس میں تصوف کی چاشنی اور
مادی عشق کا رنگ دونوں مل جل گئے ہیں "، فاضل مضمون نگار نے حسرت
کی شاعری کا بہترین اور کامیاب ترین زمانہ ۱۹۰۳ء سے ۱۹۱۶ء تک کا

...ردیا ہے اس کے بعد رقم طراز ہیں کہ " وہ جوش جذبہ ، بے خودی و ہشیاری اور ...ت و مستی کم ہو جاتی ہے "۔ یہ باتیں حسرت کے مداحوں اور ناقدوں دونوں ...ے لیے قابلِ غور اور قابلِ لحاظ ہیں ۔

اقبال دراصل فلسفی تھے یا شاعر ؟ مغرب کے فلسفیوں نے ان کو زیادہ ...ا ثر کیا یا اسلامی تعلیمات نے ؟ ان کو یورپ کا خوشہ چیں کہنا چاہیے یا نہیں ؟ ...شرق میں ان کی قدر و شہرت کے جو اسباب ہیں ان سے دوسرے ملکوں کے ارباب ...لم و عقل کہاں تک متفق یا مختلف ہیں ؟ یہ اور ایسے ہی بہت سے سوالات ہیں جو واقعی ...ور طلب ہیں اور ان پر بڑی سنجیدگی سے سوچ سمجھ کر علمی طریقے سے بحث کی گئی ہے ...مختصر یہ کہ اقبال اقبالیات کے ضمن میں یہ ایک پرمغز مقالہ ہے ۔

جگر کے دوسرے اور آخری مجموعہ کلام " آتش گل " پر بہت سے تبصرے ...پڑھنے اور سننے میں آئے ہیں ، سابق و معاصر شعرا سے ان کا موازنہ اور تعریف کے ...پہلو اور انداز بھی ملاحظہ ہوں ۔

" حسرت نے حقیقت میں رومان تلاش کیا ۔ جگر نے حقیقت کو رومان بنایا ۔"

" جگر مزاج کے لحاظ سے جمال پرست ہیں ، وہ حسن کے پجاری ہیں اور حسن کے ادا شناس ۔ ان کے عشق نے انھیں زندگی کے ہر قسم کے کامیاب اور ناکامیاب تجربے دیے ہیں ، ان کی ناکامیوں نے انھیں فانی کی قنوطیت کی طرف مائل نہیں کیا ان کی کامرانیوں نے انھیں داغ کی شوخی و شرارت کی ڈھلان پر بھی جانے سے روکا وہ صرف عاشق نہیں ہیں عاشق شاعر ہیں ۔"

جگر کو جن لوگوں نے دیکھا ہے ، ان سے ملے ہیں ، اور ان کی زبان سے ان کا کلام سنا ہے ان کی واقفیت اور پسندیدگی میں مزید اضافے کی غرض و غایت سے دو اقتباس اور پیش کیے جا رہے ہیں ۔

(۱) جگر کے یہاں جو لذتیت ہے وہ داغ سے زیادہ مہذب ہے اور مومن سے کم نقاب پوش .....“

(۲) ”.... جگر جن جذبات کو متاثر کرتے ہیں، جن تاروں کو چھیڑتے ہیں جو نغمہ الاپتے ہیں اس کی نغمگی بڑی دیر پا اور پائے دار چیز ہے۔“

” مجاز رومانیت کا شہید“ ایک ایسا مضمون ہے جس میں اس کا سوانحی خاکہ بھی ہے اور اس کی سیرت، شخصیت اور شاعری کی بعض بڑی دل آویز جھلکیاں بھی۔ مجاز کو بہت سے لوگوں نے قریب سے دیکھا ہے اور اس کے مرنے کے بعد اپنے تاثرات اور تعلق کا طرح طرح سے اظہار بھی کیا ہے ۔ ” وہ سب کا دوست تھا، صرف اپنا دشمن“ اتنے کم لفظوں میں اس سے زیادہ صحیح سچّی ہمدردانہ اور واقف کارانہ تفسیر و تشریح یا تعریف و تنقید اس کی ذات اور زندگی پر ہو نہیں سکتی۔

فیض کو ایک ” باشعور اور صاحب طرز“ شاعر کہا گیا ہے۔ اس کے ثبوت و جواز کا خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے مشرقی علوم اور پرانی شاعری سے بلا وجہ نہ اپنا ناتا توڑا اور نہ خواہ مخواہ انگریزی ادب ورمغربی طرز فکر سے رشتہ جوڑا۔ نظر میں وسعت نظریات میں استحکام و استقلال، افکار میں بلندی و ہمہ گیری، گفتار میں نرمی اور اعتدال یہی وجہ ہے کہ ”نقش فریادی“ سے جو ان کی شہرت اور مقبولیت شروع ہوئی تو آج تک اس میں ترقی اور اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔

کتاب کا آخری مضمون ” نئی اُردو شاعری “ کے بارے میں ہے ۔ یہ موضوع بہت دنوں سے خاصا مختلف فیہ اور بحث طلب چلا آرہا ہے۔ نئی شاعری کیا۔ اور کیسے اور کیوں ؟؟ ؟ ان سوالوں کے پیش نظر اس کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ن م راشد اور میرا جی سے لے کر بل کرشن اشک ۔ اور پرکاش فکری، تک تیئیس تیس شاعروں کے نام اور ان کا نمونۂ کلام (جن میں فیض اختر الایمان اور مخدوم بھی شامل ہیں) درج کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ دور حاضر کے یہی تقاضے اور مطالبے ہیں کہ اسی نوعیت، اسی انداز یعنی مقررہ اصول و ضوابط سے ہٹ کر

، شاعری کی جا سکتی ہے اور جو لوگ ایسی شاعری کے مقلد یا ثنا خواں ہونا پسند
ہا کرتے یہ ان کی کم علمی یا بے عقلی ہے ۔

پوری کتاب کو پڑھ کر ہمارے سامنے اُردو شاعری کی ڈھائی سو سال ایک
انداز سے اجمالی تاریخ اور تاریخ ساز ہستیوں کے شعری کارنامے اور کارگزاریاں
سامنے آجاتی ہیں۔ شستہ زبان، شگفتہ انداز بیان، حسن عبارت اور پھر حسب ضرورت
یدہ اور پسندیدہ اشعار کا انتخاب مطالعے کے لطف میں اور لطف پیدا کرتا رہتا ہے ۔

اپنے خیال کی تائید اور اپنی رائے میں وزن پیدا کرنے کی غرض سے مغربی
نقادوں، دانش وروں اور شاعروں کے نام، ان کے اقوال، حوالے طویل
ور مختصر اقتباسات وہ بھی انگریزی زبان میں ایسے ہی لوگوں کے مفاد اور دلچسپی کا
باعث بن سکتے ہیں جو پوری طور پر انگریزی داں اور انگریزی خواں ہیں ۔

مکتبہ جامعہ کی خصوصیت رہی ہے کہ اس کے ذریعے اکثر و بیشتر مشہور و ممتاز
صاحبان قلم کی نگارشات سامنے آتی رہتی ہیں ۔

"مسرت سے بصیرت تک" اسی سلسلے کی ایک مفید اور خوشنما کڑی ہے۔

رشید نعمانی

بادۂ عرفاں

شاعر: حفیظ بنارسی
ناشر: درخشاں پبلیکیشنز، ملکی محلہ آرہ (بہار)
قیمت: پانچ روپے

"نعت گوئی" دنیا میں پل صراط کا نازک مرحلہ ہے اس میں شاعر کو متوازن
رش عقیدت اور اعلیٰ تہذیب فن کو بروئے کار لانا ناگزیر ہے اسی لیے محسن کاکوروی
ے ضیاء القادری بدایونی اور محوی صدیقی تک اس باب میں چند نام ہی سندِ افتخار
پا سکے ہیں ۔

اس پاکیزہ اور دشوار صنف سخن میں پروفیسر حفیظ بنارسی نے "بادۂ عرفاں"
کو پیش کیا ہے ۔ شاعر کو اپنے خاندانی ماحول میں حج، حفظ قرآن اور قراءت کی برکتوں

کا سلسلہ ملا اس کے علاوہ جامعہ اسلامیہ اور جامعہ رحمانیہ بنارس نے ذہن کو مذہبی تقدس کا امین بنا دیا اس پختگی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ مہارا جا کالج آرہ (بہار) میں انگلش کے صدر شعبہ ہونے کے باوجود اس امانت کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ "بادۂ عرفاں" کو ارمغانِ خلوص و عقیدت کہا جائے گا۔

"بادۂ عرفاں" میں حمد، نعت، سلام، منقبت، مناجات اور ملی منظومات، قطعات، رباعیات شامل ہیں۔ حمد میں قرآنی آیتوں اور تصوف کے مضامین کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس لیے احتیاط کی خوبی نمایاں ہے۔ شگفتگی کلام کا رنگ ملاحظہ کیجیے:

ردائے لالہ و گل ہو کہ پردۂ مہ و خور — وہی ہے سب میں نہاں لا الٰہ الا اللہ
مسافرانِ حق آگاہ کی نظر میں حفیظ — ہے منزلوں کا نشاں لا الٰہ الا اللہ

نعت میں سیرتِ رسول اور برکتِ اسلام کے موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ امیر مینائی کی ایک معروف اور برتر نعت ہے شاعر نے اس زمین میں بھی نعت کہی ہے اور خوب کہی ہے نمونہ پیش خدمت ہے:

نورِ حقیقت، جلوۂ فطرت صلی اللہ علیہ وسلم — عرش کی رونق، فرش کی زینت صلی اللہ علیہ وسلم
بزمِ ازل کی شمع درخشاں، فخرِ ملائک، فخرِ انساں — فخرِ نبوت، فخرِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

شاعر نے مسلمانوں میں اسلامی اقدار و آداب کے فقدان کو محسوس کیا ہے اس ضمن میں "لمحۂ فکریہ" قابل توجہ نظم ہے۔ شکیل بدایونی کی ایک معیاری و مقبول نعت ہے "محبت آئینہ بن چکی تھی وجودِ بزمِ جہاں سے پہلے"، حفیظ بنارسی نے بھی قافیہ بدل کر سحر، قمر، نظر وغیرہ قوافی کے ساتھ نعت کہی ہے۔ اس کے علاوہ بعض معروف غزلوں کی زمینوں میں بھی طبع آزمائی کی گئی ہے۔ عقیدتِ رسول کے ساتھ دیارِ حبیب سے قلبی وابستگی کا اظہار بھی ملتا ہے۔ مثلاً

اس طرح مرے دل میں سما جائے مدینہ — دیکھوں میں جدھر، مجھ کو نظر آئے مدینہ
کانٹے بھی جو مل جائیں تو دامن میں سجا لوں — گلہائے مدینہ تو ہیں گلہائے مدینہ

اہلِ زباں اس مقام پر "مزے" کا استعمال کرتے ہیں۔

"سرکارِ مدینہ" میں روانی، بیساختگی اور سادگی کا جوہر ہے۔ رباعیات عموماً تجربے اور مذہبی تصوّرات کو پیش کیا گیا ہے۔ دُنیا کی بے ثباتی کے ساتھ ہر عمل رہنے کی تلقین ملتی ہے جو اس جہانِ رنگ و بو کے متعلق صحت مند تصوّر ، ۔ آہنگ میں نیا پن ہے۔

دنیا ہے فقط جلوۂ شبنم یارو — بنیادِ زمانہ نہیں محکم یارو
کرتا ہے جو کچھ نیک عمل تو کرلو — یہ فرصتِ ہستی ہے بہت کم یارو

علیم صبا نویدی نے "تجدیدِ اعتراف" میں اظہارِ خیال کیا ہے۔ مولانا ابوالحسن لی ندوی اور شاہ معین الدین احمد ندوی کی عالمانہ رائیں درج ہیں۔

کتاب عمدہ چھپی ہے۔ سرورق پسندیدہ ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

اِملا نامہ

سفارشاتِ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ

مرتبہ: (ڈاکٹر) گوپی چند نارنگ
شایع کردہ: ترقی اردو بورڈ
تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت: ایک روپیہ

پچھلے دنوں مکتبۂ جامعہ پرنسس بلڈنگ بمبئی ۳ میں دو نئی کتابیں سامنے آئیں۔ ایک بہت بھاری بھرکم "اردو املا" جس کے مصنف جناب رشید حسن خاں صاحب ہیں اور جسے ترقی اردو بورڈ متعلقہ محکمہ تعلیمات سرکار ہند نے شایع کیا ہے۔ اور دوسری یہی کتاب مختصر جس کا نام زیبِ عنوان ہے۔ پہلی کتاب کو دور سے دیکھا۔ کتاب کا حجم اور دکھاؤ۔ اس کے مصنف شہیر کا نام۔ ان سب باتوں سے کتاب کی اہمیت ظاہر ہے مگر اس کا مطالعہ فراغت چاہتا ہے اس کے مقابلہ میں "املا نامہ" ہر لحاظ سے جاذبِ نظر دکھائی دی۔ اسے پہلی بار سرسری نظر سے اور پھر دوبارہ سہ بارہ استفادہ کی غرض سے مطالعہ کیا تو حضرت سعدیؒ کے مشہور مقولے "ہر چہ بقامت کہتر قیمت بہتر"

کے مصداق پایا۔

"اردو املا" کا مسئلہ ہمیشہ پڑھنے پڑھانے والے اہلِ علم حضرات کے سامنے رہا ہے۔ املا میں بڑھوتی۔ گھٹوتی اور کٹوتی ہمیشہ سے ہوتی چلی آرہی ہے۔ اپنی زندگی بھی پڑھنے پڑھانے میں بیت رہی ہے۔ املا میں اختلاف کے معرکوں کا سامنا رہا ہے اسی کا نتیجہ ہے اردو بورڈ کی جدید املا کمیٹی کے سامنے پہلا علمی ذخیرہ رہا ہے جیسا کہ "املا نامہ" کے مندرجات سے ظاہر ہے۔ اس وقت میں جو کچھ عرض کروں گا اس میں جدت و ندرت تو کیا ہوتی وہی پہلوں کی باتوں کی گردان ہوگی۔ یہ میں جانتا ہوں کہ جو پہلوں نے کہا وہ آخری حرف نہ تھا اور آج اہلِ علم و دانش جو بڑی کد و کاوش کے بعد فرما رہے ہیں بعد میں آنے والوں کے لیے نظرِ ثانی کا محتاج محسوس ہوگا۔

سب کو معلوم ہے کہ اردو رسم خط اصل میں عربی رسم خط کی پیدا وار ہے اور عربی جب ایران میں آئی تو اس نے ایرانی زبان کو عربی رسم خط کا لباس پہنا دیا۔ دونوں زبانوں میں جو آوازیں متفق تھیں ان میں کوئی مشکل نہ تھی عرب کو جو ایرانی آوازیں اوپری معلوم ہوئیں ان کے لیے اپنے ہی حرفوں کو نقطوں وغیرہ کی مدد سے فارسی آوازوں کا قائم مقام بنا دیا گیا۔ اور یہی رسم خط جب عرب اور ایران سے ہوتا ہوا ہندوستان میں آیا تو انہی حرفوں میں توڑ جوڑ وغیرہ سے اردو رسم خط کا نام دے دیا گیا۔ اب اسی رسم خط کی کمی کو پورا کرنے یا اسی کی تکمیل کے لیے "اردو املا" اور "املا نامہ" کا وجود ظہور میں آیا ہے۔

میرے نزدیک اردو املا کی رنگا رنگ مشکلوں میں سب سے بڑی مشکل نستعلیق کتابت اور پتھر کی چھپائی ہے جس کے بارے میں آگے چل کر عرض کروں گا "املا نامہ" پڑھتے ہوئے جب اس کے صفحہ ۲۳ کی سطر ۹ سامنے آئی تو "ڈاکٹر عابد حسن" کا نام پڑھنے میں آیا۔ اُن کے اصولوں کو اپنایا نہیں گیا ورنہ خدانخواستہ اگر اپنا لیا جاتا تو لکھائی میں وہ آپا دھاپی ہوتی جس کا تصور بھی پریشان کر دیتا ہے۔

قدیم سے اب تک املا کی اصلاح میں اہلِ علم نے جو کوششیں کی ہیں "اردو املا" اور "املا نامہ" ان کا میٹھا پھل ہیں۔ ان کوششوں پر جب نظرِ بازگشت ڈالی

پر تو یہ حقیقت کھلم کھلا سامنے آتی ہے کہ اصلاحیں تو ہوا کیں، مگر ان اصلاحوں پر
عمدہ طور پر قدم اٹھانے کی آج تک کوشش نہیں ہوئی۔ نتیجہ یہ کہ ہنوز روز اوّل ہے۔
آج املا میں جو اصلاحات کی گئی ہیں وہ سب حق اور بجا، ان کی ترویج کے لیے مطبوعات کے لیے
اصلاحِ املا میں پہلا قدم یہ ہے کہ نستعلیق کو چھوڑ کر نسخ کو اختیار کیا جائے اور پتھر کی
طباعت کی بجائے ٹائپ کی طباعت کو رواج دیا جائے۔ خط نستعلیق ایک حسین آرٹ
ہے جس کا حسن اس کے بناؤ چناؤ میں ہے اس کی "غلط نویسی" میں ہے۔ ہماری ابجد میں
منقوط اور غیر منقوط حروف میں نصفا نصفی کی نسبت ہے۔ اس لیے جب اور جہاں بھی
کوئی نقطہ بے محل ہوا لفظ کا معنوی قتل واقع ہو جاتا ہے۔ بڑے پڑھے لکھے زباں
دانوں کو اس کا احساس نہ ہو مگر "مگر زبان نادانوں" اور تعلیمی کام کرنے والوں کی
نظر میں ایک مصیبت اور حقیقت کے لحاظ سے بالکل غلط ہوگا۔ کاتب کتنا ہی اچھا ہو
اضطراراً یا روا روی میں وہ نقطے کہیں کے کہیں لکھ جاتا ہے اور ہاتھ کی کتابت میں اس
سے بچاؤ نہیں معمولی قسم کی کتابوں کا مذکور نہیں۔ اس کی مثالیں اچھی سے اچھی نستعلیق
رسم خط میں لکھی ہوئی کتابوں میں مل سکتی ہیں۔

ہماری ابجد میں ہمزہ (ء) ہی ایک ایسا حرف ہے جو تلفظ میں اپنی برادری
سے الگ ہے یعنی نام اور ہے اور معمول اور لکھنے میں بھی ہمیشہ اچھوت رہتا ہے
مگر ہائے ہوز کی بے ڈھنگی جیومیٹری اب بھی باقی ہے۔ بمبئی سرکار کے محکمۂ تعلیم نے
ہائے ہوز کو لفظ کے ابتداء اور وسط میں تو حسب سابق بدلا ہے مگر مرکب صورت میں
جب لفظ کے آخر میں آئے تو جوں کا توں گول مال باقی رکھا ہے۔ اب رہی ع - غ
ملنے کی صورت میں ابتداء میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ اپنے چہرے سے صاف پہچانے
جاتے ہیں۔ مگر ملنے کی حالت میں لفظ کے وسط اور آخر میں ان کا حلیہ بدل جاتا ہے اور
اس وقت ان کی شکل اور ح - خ کی شکلوں میں جڑواں بھائیوں کی شکل کا اشتباہ
ہوا کرتا ہے۔ اس لیے کیوں نہ ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جائے جو ساری ابجد
میں جاری و ساری چلا آرہا ہے۔

املا نامہ میں اعراب کے مسئلہ کو بھی حل کیا گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ

مشکل عام قاعدوں سے حل نہیں ہوتی ۔ لفظ ہندی ہندوستانی ہو یا فارسی عر
ان کی ابتدا اور وسط میں اعراب ضرور کام کرتے ہیں ۔ آج مکتوبہ مطبوعہ شکل میں عمو
لفظ بتاتا نہیں کہ اسے کیسے بولا جائے اور قائل یا الفاظ اپنی دانست کے مطابق
کچھ بھی بولتا ہے سننے والے اپنی دانست کے مطابق قائل کی جانکاری کا اندازہ لگا
ہیں ۔ حالانکہ انصاف یہ ہے کہ ہر لفظ کا معیاری تلفظ ہی ہونا چاہیے ۔ اور معیا
تلفظ ہی کتاب یا تحریر میں چھپنا اور طبع ہونا چاہیے

اردو کمیٹی نے بڑا کام کیا کہ جناب ڈاکٹر گوپی چند نارنگ سے کمیٹی کی بسفارش
کو املا نامہ میں مرتب کرا کے اردو دانوں اور اردو سے شغف رکھنے والوں خو
معلّم پیشہ حضرات کے لیے ایک عمدہ دستور العمل مہیا کر دیا ۔

جس کے لیے ہمیں ڈاکٹر صاحب کا ممنون ہونا چاہیے ۔ ہمار
مرکزی سرکار نے ترقی اردو بورڈ قائم کرکے بڑا کام کیا ۔ شکر ہے کہ اردو بورڈ بھی بہ
سے بورڈوں کی طرح بالائے طاق نہیں رہا بلکہ مصروف عمل ہے اور ہر رنگ میں ا
زندگی کا ثبوت دے رہا ہے ۔

(مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی)

ایک ادبی حماقت

مصنف : ضیاء حسنی
ناشر : ادبی سنگم $\frac{105}{155}$ چمن گنج کانپور
قیمت : چار روپے

ضیاء حسنی کا نام ادب میں اگرچہ نیا نہیں ہے ۔ لیکن مزاحیہ میدان میں و
ابھی نسبتاً نئے ہی ہیں ۔ ان کے دو ایک مضامین اردو کے رسائل میں شایع ہوئے
تھے لیکن انھوں نے قارئین پر کوئی خاص اثر نہیں چھوڑا تھا ۔ جس کی سب سے
وجہ تھی کہ ضیاء صاحب کے مضامین میں نہ طنزیہ عنصر ہی ہوتا ہے اور نہ مزاحیہ
کسی بھی طرح کھینچ تان کے مضمون کو مزاحیہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں ۔

ان کی اس شایع شدہ کتاب میں سارے مضامین میں یہی بات پائی جا

ح لکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کو موجودہ دور کے تمام حقائق کا علم ہے اور وہ بات سے بات پیدا کرنے کا گر جانتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ خصوصیت یاؔ حسنی میں نہیں ہے۔ اپنے مضامین جگہ جگہ انھوں نے خود کو ادیب ثابت کرنے کوشش کی ہے جو انتہائی غلط ہے۔ اس کتاب کے سارے مضامین پڑھ کر ایک بار بھی چہرے پر نہ تو ہنسی ہی آسکتی ہے اور نہ ذہن کو شگفتگی کا احساس ہو سکتا ہے۔ ترتیب الفاظ کے سلسلے میں بھی نیاز صاحب نے کوئی نیا پن نہیں برتا ہے ور کئی اردو الفاظ کو توڑ مروڑ کر بھی پیش کیا ہے جو زبان خراب کرنے مترادف ہے۔

ہاں اس کتاب کو سفر میں وقت گزاری کے لیے پڑھا جا سکتا ہے۔

سلمان رضوی

تیشۂ نظر

مصنف: ابو الفیض سحر
قیمت: آٹھ روپے
ناشر: نازش بک سنٹر، دہلی ۶

ابو الفیض سحرؔ اردو کے نوجوان ادیب اور محقق ہیں۔ آپ کے مضامین اردو کے معیاری رسالوں میں شائع ہو کر ارباب علم و فن کو متوجہ کر چکے ہیں۔ "تیشۂ نظر" آپ کے تنقیدی مضامین کا پہلا مجموعہ ہے۔ جس پر ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر محمد حسن، اور ڈاکٹر نارنگ اور ڈاکٹر عالم خوندمیری وغیرہ۔ کی رائیں درج ہیں۔ ان سب نے سحرؔ صاحب کی تنقیدی صلاحیت اور زیر نظر کتاب کی افادیت کو تسلیم کیا ہے۔

"تیشۂ نظر" میں دس مضامین ہیں جن کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے چھ مضامین ادب و شعر کے مسائل سے بحث کرتے ہیں اور آخری چار افراد کے تخلیقی و علمی کارناموں سے متعلق ہیں۔ اس لیے پہلے حصّہ کے مضامین میں تجزیہ اور دوسرے حصّہ کے مضامین تاثراتی ہو گیا ہے۔ مضامین حسب ذیل ہیں۔

(۱) اردو شاعری میں ہندو دیو مالائی عناصر (۲) اردو نثر کا جدید ارتقا۔

(۳) عصری حسّیت اور فکری اظہار (۴) آزادی کے بعد اردو شاعری میں عصری آگہی (۵) دکنی لوک گیت (۶) کارگہِ شیشہ زنی (۷) پروفیسر عبدالقادر سروری۔ (۸) جامی کی غزل (۹) مخمور سعیدی! ایک تجزیاتی مطالعہ (۱۰) جدید اردو غزل اور بانی۔

اردو شاعری میں دیومالائی عناصر، بہت اہم مضمون ہے اس میں سحر صاحب نے دیومالا کی مختصر مگر مصدقہ تعریف دے کر، اردو شاعری میں اس کے رنگ و آہنگ کو نمایاں کیا ہے۔ اس مضمون سے ان کے وسعتِ مطالعہ اور تلاش کا پتہ چلتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ شاعری میں دیومالا سے معنویت پیدا ہوتی ہے اور انسانوں کے قدیم تجربوں کو علامتوں میں تبدیل کرنے کی جسارت بھی حاصل ہوتی ہے۔ دیومالا محض خرافات نہیں بصیرت کا گہوارہ بھی ہیں۔ "عصری حسیت اور فکری اظہار" نیز "اردو شاعری میں عصری آگہی" دونوں مضامین جاندار ہیں اور مصنّف کے وسیع تر نقطہ نظر کو سامنے لاتے ہیں ان مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ سحر صاحب محض فن برائے فن کے قائل نہیں۔ بلکہ اس نظریہ کو گمراہ کن خیال کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ "علم و ادب کے ابتدائی مکاتیب نے فن برائے فن ہی کی فضا میں آنکھ کھولی تھی۔ مگر یہ زندگی اور اس کے تقاضوں کی تکمیل نہ کر پائے" (ص ۸۷) اسی طرح دکنی لوک گیت بھی کارآمد مضمون ہے جس سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بعض لوک گیت شمالی ہند اور دکن دونوں جگہ رائج ہیں۔ یہ نکتہ لسانی محققوں کے لیے بہت اہم ہے۔

تاثراتی مضامین میں چاروں دلکش ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ سحر صاحب نے اس دور کے تین نمایاں غزل گو شاعروں (جامی۔ بانی اور مخمور سعیدی) کے فکر و فن پر اظہارِ خیال ہے یہ تینوں شاعر نقادوں کی توجہ کے مستحق ہیں۔ آخر میں مجھے ایک بات اور کہنی ہے اور وہ ہے زبان و بیان کے بارے میں "تیشۂ نظر" میں بعض مقامات محلِ نظر ہیں مثلاً دوسرے مضمون کا عنوان ہے

اردو نثر کا جدید ارتقا " اس کو " جدید اردو نثر کا ارتقا " ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح بعض رائیں بھی محل نظر ہیں مثلاً " غزل بلا شبہ آدھی شاعری ہے اور یہی غزل پوری شاعری " (ص ۱۸۵) اس طرح کی رائیں فراق اور رشید احمد صدیقی وغیرہ کی یاد دلاتی ہیں جو ہرگز متوازن قرار نہیں دی جا سکتیں۔ تنقید میں توازن اور تجزیے سے کام لینا ضروری ہے۔ مجموعی طور پر " تیشۂ نظر " سحر صاحب کے فکر و فن کی اچھی عکاسی کرتی ہے

ڈاکٹر عنوان چشتی

اُردو ڈرامے

مصنف: حاتم رامپوری
ناشر: تعلیمی مرکز۔ خزانچی روڈ، پٹنہ
قیمت: پانچ روپے

جناب حاتم ماہر رامپوری بہار یونیورسٹی مظفر پور کے شعبہ اُردو میں لکچرر ہیں۔ یہ ان کی پہلی کتاب ہے جو طلباء کی ضرورتوں کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔ پیش لفظ پروفیسر اختر قادری نے تحریر کیا ہے ' اردو ڈرامے ' میں عرضِ حال کے تحت مصنف نے لکھا ہے کہ " اس کتاب میں شامل پانچوں ڈرامے بہار اور بہار کے باہر کی یونیورسٹی کے مختلف مدارج میں پڑھائے جاتے ہیں اس لیے یہ کتاب طلباء قارئین اور اساتذہ کے ذوق کی بھی تسکین کرے گی " (ص ط)

کتاب کا پہلا حصہ " ڈرامے کا فن " عنوان کے تحت لکھا گیا ہے جس میں ڈرامے کے مغربی اصولوں کو سامنے رکھ کر ڈرامے کے فن پر بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے ڈرامے کو " کہانی کی عمل پیشکش یا ' قصہ در عمل ' کہا ہے۔ مختصراً ڈرامے کی قسموں پر روشنی ڈالتے ہوئے المیہ، طربیہ، ٹریجڈی کومیڈی، میلوڈرامہ اور فارس ڈراموں کی بعض خصوصیات کا تعین کیا ہے۔ وحدتوں اور پلاٹ کے ارتقا پر خاصی گفتگو کی ہے ان باتوں کے علاوہ ڈرامے کے دائرہ عمل، تشویش اور تصادم کے عنصر، خود کلامی اور مکالموں کی اہمیت کو بھی واضح کیا ہے اس گفتگو سے کس حد تک ڈرامے کے

خد و خال واضح ہو جاتے ہیں مگر ڈراموں کے فن پر کوئی گفتگو سنسکرت ڈرامے کے اصولوں کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ سنسکرت میں ناٹک پر قدیم کتاب بھرت منی کی ناٹیہ شاستر ہے۔ سنسکرت میں ڈرامے کو "رُوپک" کہا گیا ہے رُوپک کی دس قسمیں اور اُپ رُوپک کی اٹھارہ قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ رُوپک کے تین بنیادی اصول بیان کیے ہیں۔

(۱) پلاٹ (۲) ہیرو (۳) رَس۔ پلاٹ، اور اس کی کئی ذیلی قسمیں ہیں

حاتم صاحب نے سنسکرت ڈرامے کے اصولوں کا ذکر نہیں کیا ہے امید کہ دوسرے اڈیشن میں اس طرف توجہ کی جائے گی۔

جن پانچ ڈراموں پر تنقید کی گئی ہے ان میں (۱) رستم و سہراب (۲) خانہ جنگی (۳) پردۂ غفلت (۴) نفرت کا بیج اور (۵) انارکلی شامل ہیں۔ فاضل مصنف نے ہر ڈرامے پر پلاٹ، کردار، مرکزی خیال مکالمہ، اور زبان و بیان کو سامنے رکھ کر اظہار خیال کیا ہے۔ جس سے کم و بیش ہر ڈرامے کی خصوصیات واضح ہو گئی ہیں۔

حاتم صاحب نے زیر نظر کتاب میں ان مضامین کا کوئی ذکر نہیں کیا جو ان ڈراموں پر شایع ہو چکے ہیں انھوں نے زیر نظر کتاب میں اپنے مطالعے اور اس کے نتائج کو پیش کیا ہے۔ جس میں بیباکی کا جوہر ہے۔ پروفیسر مجیب کے خانہ جنگی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "کرداروں کی گفتگو اور عمل کی نمایاں کمی وحدتوں کو مجروح کرتی ہے۔ اور موضوع سے ڈراما نگار کی بے تعلقی کے سبب کردار مرجھا گئے ہیں۔ واقعات کے ارتقا میں فطری بہاؤ کی کمی ہے۔ حادثات میں تواتر کے فقدان سے اکتاہٹ کا احساس ہوتا ہے۔ اختتام کے وقت ڈراما نگار کسی فیصلے سے محض اپنے عقائد کی وجہ سے معذور ہے یہاں (ص ۶۴) اس تنقید سے اختلاف کی گنجائش تو ضرور ہے مگر حاتم صاحب کی تنقیدی صلاحیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر موصوف اس ڈرامے پر اظہار خیال سے پہلے عکس و شخص از عنوان چشتی،

اُردو ڈراما: روایت اور تجربہ از عطیہ نشاط اور میزان و معیار از ڈاکٹر مسیح الزماں بھی دیکھ لیتے تو ان کی رائے اور زیادہ مستند ہو جاتی۔

ایک بات اور ـــــــــــ وہ یہ کہ مصنف نے کہیں کہیں دوسرے نقادوں
ار ارباب علم کی رائیں بطور اقتباس پیش کی ہیں مگر حوالے نہیں دیے۔ اب جبکہ تنقید
...تحقیق مکمل فن کا درجہ حاصل کر چکے ہیں۔ اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ضروری ہے۔
...عی طور پر کتاب مفید ہے۔ کتابت و طباعت بھی معیاری ہے۔ ہماری طرف سے پہلی
...ب پر حاتم صاحب کو مبارکباد۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

آواز کا جسم

شاعر: مخمور سعیدی
ناشر: پی۔کے پبلیکیشنز ۲۲۷۰
پرتاپ اسٹریٹ دریا گنج دہلی ۲
قیمت: دس روپے

مخمور سعیدی کی نظموں اور غزلوں کا نیا مجموعہ "آواز کا جسم" ہے۔ مخمور سعیدی اردو کے جدید شاعروں میں ایک نمایاں جگہ کے مالک ہیں۔ وہ غزل اور نظم دونوں میں کامیاب ہیں۔ ان کی مخصوص اور منفرد آواز نظم اور غزل دونوں میں یکساں طور پر پہچانی جا سکتی ہے۔ نظموں میں طویل نظم "ذات کا سفر" "لمحے کا حسن" "سفر رائیگاں" "خزاں کا موسم" "وہ شہر اب بھی ایسی جگہ ہے" "اندھی گپھا میں موت" اور "یادوں کا وطن" خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں ایک ایسے کھوئے ہوئے تنہا اور حرماں نصیب فرد کی بکھری ہوئی ذات کی آواز ہے جو اپنے ماضی کی یادوں میں ڈوبا ہوا زیست کے لمحوں کو شمار کر رہا ہے اور تھک ہار کر اپنے وجود کی بے معنویت پر نوحہ کناں ہے۔ ذات کی تلاش کا یہ نوحہ شاید انھیں بے معنویت کی اس منزل تک نہ لے جاتا اگر مخمور سعیدی نے اپنی ذات کو اپنے چاروں طرف اپنے ہی جیسے انسانوں کے وجود سے الگ کر کے نہ دیکھا ہوتا۔ بہرحال مخمور سعیدی کے اس انتہا درد نے جو فکری کیفیت اُن کی شاعری میں پیدا کر دی ہے اس کا بھرپور اظہار "ذات کا سفر" میں ملتا ہے۔

ہرچند کہ بے کراں ہوں پھر بھی
ذرّہ سا سمٹ کے رہ گیا ہوں
باہر کی کھلی فضا سلامت
اندر مرے کس قدر گھٹن ہے
قیدی ہے کہ میری روح خستہ
زنداں ہے کہ یہ مرا بدن ہے
آپ اپنا اسیر ہوں میں خود کو
اس قید سے کس طرح چھڑاؤں
توڑوں یہ طلسمِ ظلمتِ جاں
زندانِ بدن سے باہر آؤں
آخر میرے یہ دیدہ و دل
بیگانۂ رنگ و نور کب تک
جگمگ جگمگ یہ سب نظارے
میرے ہیں تو مجھ سے دور کب تک

یہی احساس، یہی کیفیت کسی نہ کسی شکل میں ان تمام نظموں اور غزلوں میں جاری و ساری ہے۔ محمود سعیدی کی جو خصوصیت ان کے بہت سے دوسرے ہمعصروں سے انھیں الگ کرتی ہے وہ ان کا شعری طرزِ اظہار ہے جس میں شدّتِ تاثر بھی ہے اور ندرتِ بیان بھی "لمحے کا حسن" کا یہ آخری ٹکڑا ملاحظہ ہو:

وہ دل کشا دل افروز منظر
کسی گریزاں سفینۂ نور کی طرح
ایک سیاہ سرکش ندی کی تہہ میں اُتر گیا ہے
طلسمِ رنگیں بکھر گیا ہے
وہ لمحہ جو حسن کا امیں تھا

اس میں پیکر تراشی میں جو نیا پن ہے اس نے ایک عجیب حسن پیدا کر دیا ہے
"وہ شہر اب بھی اسی جگہ ہے" کا حسین اور مؤثر ٹکڑا :

کشادہ دل آنگنوں میں اب بھی
نشاطِ احساس کے شگوفے چٹک رہے ہیں

اس میں استعارہ کی مدد سے جو امیجری پیدا ہوئی ہے وہ کتنی انوکھی ہے۔ ان شعری خصوصیات کے ساتھ لفظوں کے استعمال میں ان کے یہاں جو پختگی پائی جاتی ہے۔ ان کی بنیاد پر انھیں اردو کے جدید شاعروں میں جو مقام حاصل ہے اس کے وہ بجا طور پر مستحق ہیں ان کی نظموں میں جدید حسیت کا اظہار نرم اور خوبصورت لب و لہجہ، استعارتی اندازِ بیان اور صاف ستھرے اسلوب میں ملتا ہے۔ اگر یہاں ان کی غزلوں کا ذکر نہ کیا جائے تو فن کے ساتھ انصاف نہ ہوگا ان کی غزلیں بھی ان کی شخصیت کے بکھراؤ اور شکست کی آوازیں ہیں نظموں ہی کی طرح غزلوں میں بھی ان کے یہاں رعنائی، توازن اور اسلوبی کیفیت ملتی ہے۔ ان کے یہاں بات کہنے کا جو سلیقہ اور لفظوں کے استعمال میں جو فنکارانہ چابکدستی ملتی ہے اس سے ان کی غزلوں کے اشعار میں بڑی دلکشی پیدا ہوگئی ہے۔

چند شعر آپ بھی پڑھیے:-

چھائی ہو دل و جاں پر صدیوں کی تھکن جیسے
کٹ جائیں گی عمریں بھی یہ لمحہ جو ٹل جائے

منزلیں غم کی طے نہیں ہوتیں
راستہ ساتھ ساتھ چلتا ہے

سُنا گیا کئی صدیوں کی داستاں، ہر چند
خلا میں ڈوبتا لمحہ تھا، بے زباں کیسا

(ڈاکٹر) محمد مثنیٰ

وہ صورتیں الٰہی

مصنف: مالک رام
قیمت: دس روپے
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دلی ۲۵

"وہ صورتیں الٰہی" مالک رام صاحب کے مضامین کا مجموعہ ہے جس میں غالب، سائل دہلوی، صدر یار جنگ، سید سلیمان ندوی، برج موہن، دتاتریہ کیفی، یگانہ چنگیزی، جگر مراد آبادی، نیاز اور نیاز مند، نیاز فتحپوری اور غلام رسول مہر پر بقول مصنف "اپنے تاثرات کو جمع" کیا گیا ہے۔ مالک رام صاحب نے تعارف میں کتاب کی شانِ نزول کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ :-

> "یہ مضامین میرے اور ان مرحومین کے باہمی تعلقات پر مبنی ہیں..... میرا دوسرا مقصود ان اصحاب کی زندگی کے وہ نقوش اور کردار کے وہ پہلو محفوظ کرنا ہے جن تک اُن کے سوانح نگار کی رسائی آسانی سے نہیں ہو سکتی" (ص ۸)

ان سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ مضامین لکھتے وقت مالک رام صاحب ایک طرف سوانح نگاروں کے لیے ان مرحومین کے مصدقہ حالات اور واقعات محفوظ کرنا چاہتے تھے اور دوسری طرف اِن کے کردار کے وہ مخصوص گوشے ابھارنا چاہتے تھے جو پوری شخصیت کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ دونوں کام موصوف نے خود نوشت سوانح حیات کے انداز (یعنی صیغۂ واحد متکلم استعمال کرکے) میں کئے ہیں اس لیے ان مضامین پر خاکہ نگاری کی فضا چھائی ہوئی ہے اور اس میں کہیں کہیں سوانح نگاری اور خود نوشت کی جھلکیاں بھی مل جاتی ہیں۔

خاکہ میں شخصیت کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے۔ جیسی وہ ہوتی ہے۔ اس میں شخصیت کی خارجی اور داخلی خصوصیات کو اس طرح سمویا جاتا ہے کہ وہ ایک طرف مدلّل مداحی اور دوسری طرف طنز و تنقیص کے دائرہ سے باہر ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایک اچھے اور کامیاب خاکے میں قلمی چہرہ اور ظاہری ہیئت کے علاوہ اس کے افکار و اعمال کی وہ بنیادی خصوصیا

ہوتی ہیں جو اس کی شخصیت کی تشکیل اور نمائندگی کرتی ہیں۔ خاکہ پڑھنے کے بعد اگر کسی شخصیت کے مختلف پہلوؤں صورت و سیرت، مزاج و منہاج، افتادِ طبع، طریقہ وفکر، فلسفۂ حیات، غرض اس کی نمائندہ خوبیاں اور خامیاں واضح ہوجائیں اور ذہن میں ایک معتبر پیکر کی تخلیق ہو جائے تو سمجھنا چاہیے کہ خاکہ نگار اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔ مالک رام صاحب کے ان مضامین میں خاکہ نگاری کی یہ بنیادی خوبی پائی جاتی ہے موصوف نے پنڈت برج نرائن دتاتریہ کیفی کے خاکہ میں کس چابکدستی سے ان کی قلمی تصویر بنائی ہے۔

"بہت مختصر قد، پانچ فٹ سے کسی طرح زیادہ نہ ہوگا۔ آفتابی چہرہ، فراخ پیشانی، سر پر مختصر کھچڑی بال، سفید زیادہ سیاہ کم، اندر دھنسی ہوئی نیل گوں آنکھیں، تیکھی ناک، چھوٹے چھوٹے نتھنے۔ جھریوں سے بھرا چہرہ۔ کلّوں کے نیچے اور گردن پر لٹکتا ہوا گوشت، "داڑھی مونچھ کا صفایا۔ تنگ دہانا، مصنوعی دانت" جوانی میں رنگ ضرور کھلتا ہوا صاف ہوگا۔ لیکن اب سنولا گیا تھا۔

(ص ۱۲۵)

ان سطور سے نہ صرف کیفی صاحب کا قلمی چہرہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ بلکہ مالک رام صاحب کے عمیق مشاہدے، حافظے کی قوت اور ذہنی پیکر کو الفاظ میں منتقل کرنے کی قدرت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

اس کتاب کے بیشتر خاکوں سے مرحومین کے کردار کے بنیادی نقوش ابھرتے ہیں، یاس یگانہ کی عزت نفس، جگر کی بے نیازی اور والہا پن، سائل دہلوی کی استاد پرستی، نیاز فتح پوری کی آزادی فکر اور صلابت اور ، غلام رسول مہر کی متنوع شخصیت، صدر یار جنگ کی علم دوستی اور ادیب نوازی، سید سلیمان ندوی کی شرافتِ نفس کی جھلکیاں واقعات کے پس منظر میں ابھرتی اور قاری کے ذہن پر دیرپا اثر چھوڑتی ہیں۔ چونکہ ان سب ادیبوں سے مالک رام صاحب کے ذاتی تعلقات رہے ہیں۔ اس لیے

...ـلہ میتی میں آپ بیتی کا رنگ پیدا ہو گیا ہے کہیں کہیں یہ دونوں رنگ ایک دوسرے
...ے الگ الگ بھی دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں مالک رام صاحب نے خاکہ نگاری کی حدود
...ے تجاوز کر کے سوانح نگاری کی حدود میں قدم رکھا ہے وہاں تاثرات کی جگہ حالات
...ے لی ہے اس سے فائدہ یہ ہوا کہ مصدقہ حالات جمع ہو گئے جن پر مستقبل کے
...حقق بھروسہ کر سکتے ہیں۔ مگر خاکہ میں تاثرات کی جگہ واقعہ نویسی کا رنگ پیدا ہو گیا
ہے جس سے تحریر کی دلکشی اور شگفتگی میں کمی ہو گئی ہے۔ مگر ایسے مقامات بہت کم ہیں۔
مثلاً نواب سائل کے خاکہ میں ان کے بزرگوں کا حال لکھنا اور ان کی تصوف دوستی
ثابت کرنے کے لیے کئی پشتوں کا شجرہ لکھنا اسی قبیل کی سوانح نگاری ہے۔

جہاں تک آپ بیتی کے رنگ کا تعلق ہے یہ بہت گہرا اور شوخ ہے۔ سچ تو یہ
ہے اسی رنگ نے ان خاکوں کو ایک ایسی تاثیر اور توانائی عطا کی ہے جو اردو خاکوں
میں مالک رام صاحب کے خاکوں کو ممتاز کرتی ہے، مالک رام صاحب نے بعض خاکوں
میں اتنے خلوص، ذاتی تعلق اور روحانی رشتوں کے احساس کے ساتھ قلم اٹھایا ہے کہ اس
سے ایک طرف تحریر میں حسن، دلکشی اور تاثیر پیدا ہوئی ہے اور دوسری طرف وہ عنصر
پیدا ہو گیا ہے جو فن کے لیے ناگزیر ہے یاس یگانہ کے خاکہ میں ان کی تحریر میں وہ گداز
پیدا ہو گیا ہے جو کسی بھی کامیاب خاکہ کے لیے طرۂ امتیاز بن سکتا ہے۔ اسی طرح جگر مرادآبادی
پر لکھتے ہوئے انھوں نے جو طرزِ تحریر اپنایا ہے اس میں مزاح کی ایک ایسی زیریں لہر کارفرما
ہے جو پڑھنے والوں کو نہ صرف یہ کہ متبسم رکھتی ہے بلکہ اکثر قہقہے لگانے پر مجبور کرتی ہے اور
لطف یہ کہ جگر صاحب کی شخصیت کا حسن اس سے مجروح نہیں ہوتا بلکہ اور بڑھ جاتا ہے۔

مالک رام صاحب کی زیرِ نظر کتاب میں مرحومین کا قلمی چہرہ، حالاتِ زندگی۔ اہم
واقعات، حالات اور لطائف، ادبی سرگرمیاں علمی و فنی مرتبے کے نقوش محفوظ ہیں۔ اور
ان سب سے بڑھ کر وہ تاثر ہے جو مالک رام صاحب نے ان ادیبوں کے لیے سلسلہ
میں قبول کیا اور پڑھنے والوں تک پہنچایا ہے —— اس کتاب سے خود مالک رام
صاحب کے بارے میں بہت سی معلومات ہوتی ہیں، مثلاً ان کی بچپن سے علم و ادب

سے دلچسپی، ان کی اپنی تعلیمی زندگی، بیرونی ممالک کے سفر کا حال، قرآن اور احادیث سے دلچسپی اور ان کا مطالعہ، ان کی قوتِ مشاہدہ، ذہانت اور یادداشت کا کمال ان کی اپنی افتادِ طبع اور طریقہ فکر وغیرہ۔ غرض اس کتاب سے خود مالک رام صاحب کو سمجھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

مختصراً یہ کیا جا سکتا ہے کہ اگر بعض خاکوں سے غیر ضروری عناصر (مثلاً "برج موہن دتاتریہ کیفی" میں پہلا پیراگراف اور "جگر مرادآبادی" میں "انجمن الکبیلا" کا پس منظر طوالت آمیز اور فضول ہے) کو نکال دیے جائیں تو یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ خاکے اپنے واقعات کی صداقت، طرز تحریر کی شگفتگی اور دلکشی نیز تاثر کی خالصیت کی وجہ سے اردو خاکوں میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ اور ان میں سے بعض خاکے اتنے جاندار ہیں کہ وہ خاکوں کے کڑے سے کڑے انتخاب میں جگہ پا سکتے ہیں۔ اور یہ اس لائق ہیں کہ انھیں مختلف درجات کے کورسز میں شامل کیا جائے۔ اس کی تحقیق پر مالک رام صاحب اور طباعت پر شاہد علی خاں صاحب مبارکباد کے مستحق ہیں۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

مصنف: ذکی کاکوروی

غزل انسائیکلوپیڈیا ناشر: مرکز ادب اردو لکھنؤ ۳

قیمت: پانچ روپے

غزل انسائیکلوپیڈیا مرتبہ محمد ذکی کاکوروی۔ مرکز ادب اردو ۱۲۳ شاہ گنج لکھنؤ ۳ نے شائع کی ہے پہلا ایڈیشن ۱۹۶۸ء میں شایع ہوا تھا اور وہی ابتک چل رہا ہے صفحات کی تعداد ۳۰۴ ہے کتاب کے نام کے ابتدائی صفحات ترتیب، مقدمہ، الہامیات، شعراء کی غزلیات کا انتخاب، اشاریہ اور کتابیات سب شامل ہیں۔ قیمت عام ایڈیشن پانچ روپیہ ہے جو مناسب ہے غزلیات کے اشعار کا انتخاب متقدمین متوسطین، دور جدید اور موجودہ شعراء کے کلام سے کیا گیا ہے یعنی ملا وجہی کی غزلیات سے لیکر خود فاضل مولف ذکی کاکوروی کی غزلیات تک مشتمل ہے۔ متقدمین اور متوسطین کے منتخب اشعار کا اوسط

پچاس فیصد ہے۔ اور دورِ جدید اور موجودہ شعراء کا پچاس فیصد۔ فاضل مولف لکھتے ہیں کہ اشعار کے انتخاب کا معیار کافی بلند ہے اور صرف قسم اول کے اشعار کو شامل کیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے، موجودہ شعراء کے اشعار انہوں نے ذاتی پسند کی بنا پر منتخب کیے ہیں۔ حد یہ ہے کہ خود ان کے اپنے اشعار کی تعداد ۵۵ ہے جبکہ جگرؔ بریلوی کے صرف چار اشعار، فضا ابن فیضی کے دو اشعار اور بسملؔ سعیدی کا صرف ایک شعر منتخب کیا گیا ہے۔ معیار کی بلندی یکساں نہیں ہے ساحر لدھیانوی کے بیشتر اچھے اشعار منتخب ہو گئے ہیں جبکہ آل احمد سرورؔ کے بیشتر اچھے اشعار نظر انداز کر دیئے گئے ہیں۔

الہامیات میں جہاں صفِ اوّل کے شعراء کی غزلوں میں سے صرف ایک ایک شعر منتخب کیا گیا ہے۔ ہمیں حسرتؔ موہانی، فانیؔ بدایونی، اصغرؔ گونڈوی، جگرؔ مرادآبادی، فراقؔ، مجروحؔ، مجازؔ، روشؔن صدیقی، فیضؔ، جذبیؔ کے ساتھ ساتھ قتیلؔ شفائی، سلام سندیلوی اور ذکی کاکوروی کے نام ملتے ہیں۔ مؤلف مقدمہ میں لکھتے ہیں "غزل مقبول ترین صنفِ سخن ہونے کے ساتھ ساتھ مشکل ترین صنفِ سخن بھی ہے۔ غزل کا ایک بلند پایہ شعر کہنا جو شاعرانہ حسن و خوبی کے اعلیٰ ترین معیار و محک کا حامل ہو جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ اور کسی شاعر کا ایک ایسا شعر بھی اس کو حیاتِ جاوداں بخشنے کے لیے کافی ہے اردو غزل کا کل سرمایہ اگر یکجا جمع کیا جائے تو اس قدر زائد ہوگا کہ اس کے مطالعہ کے لیے ایک عمر چاہیئے۔ مگر رطب و یابس کے اس بحرِ ذخار میں اگر ڈبکی لگائی جائے تو کہیں کہیں ہی موتی ہاتھ آئیں گے۔ یہاں تک کہ میرؔ و غالبؔ کے جیسے شعراء کے یہاں بھی ہزار اشعار میں دو چار ہی مشکل سے بلند پایہ ملتے ہیں۔ ان میں سے کسی کی بھی ساری عمر کی طبع آزمائی کا ماحصل ایک ہزار اچھے اشعار سے زائد نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اردو کے ہزاروں غزل گو شعراء میں معدودے چند ایسے ہیں جنہوں نے کامیابی کے ساتھ غزل کی پل صراط کو پار کر کے حیاتِ جاوداں حاصل کی ہے"

اچھے انتخابات کی ادبی اہمیت اور افادیت سے کون واقف نہیں۔

ہمی سے اردو شاعری کی کسی بھی صنفِ سخن کا ایک بھی جامع و مانع انتخاب نہیں
ا جس کو دیکھنے کے بعد اس صنف کی بہترین تخلیقات سے لطف اندوز ہوا جا
لے۔ ایسے انتخابات کی اہمیت صنفِ غزل کی صورت میں اور بھی بڑھ جاتی ہے
ردو شاعری اور غزل کے جو برائے نام چند انتخابات ملتے ہیں ان میں سے کسی
ں بھی جامعیت قطعی نہیں۔ اکثر و بیشتر سستے، تجارتی انتخابات ہیں جو روا روی
ں کیے گئے اور زائد سے زائد ایک دو دور کے مشہور شعراء کے کلام پر مشتمل
یں اور جن کا انتخاب محض نمونۂ کلام کی حیثیت رکھتا ہے۔ انتخابات بھی مختلف
صورتوں کے ہیں، مثلاً بعض میں مختلف شعراء کی چند غزلیں دے دی گئی ہیں یا
چند اشعار مختصر حالات کے ساتھ تذکرہ کی صورت میں درج کر دیئے گئے یا
مختلف عنوانات کے تحت جیسے شراب، فراق، وصال، عشق، حسن، آنکھ
وغیرہ کے متعلق کچھ اشعار قلمبند کر دیئے گئے، یا کسی طرح کی مثلاً مذہبی، متصوفانہ
سیاسی، انقلابی، فلسفیانہ، اخلاقی شاعری کو ادھر ادھر سے نقل کر دیا گیا یا چند
شعراء کے سو یا اس سے زائد اشعار کے نام نہاد انتخابات شائع کر دیئے گئے
نام نہاد اس لیے کہ ان انتخابات میں بیشتر ادبی ذمہ داری سے کام نہیں لیا گیا
انجمن ترقی اردو جیسے ذمہ دار اور مقتدر ادارہ نے بھی جو مختلف انتخابات شائع
کیے ہیں، ان کا بھی کم و بیش یہی حال ہے (یہ انتخابات دورِ حاضر کے چند شعراء
کے الگ الگ کتابی شکل میں شائع کیے گئے ہیں)

اس اقتباس سے پہلے پیراگراف میں فاضل مولف نے اپنے انتخابات
کے بلند معیار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے انہوں نے عام طور پر ہر ایک شاعر
کے بلند معیار اشعار منتخب کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض جگہ معمولی اور
اوسط درجے کے اشعار منتخب کر گیے ہیں۔ ان سے بہتر اشعار جستجو کرنے پر مل
سکتے تھے۔ جہاں تک دوسرے پیراگراف کا تعلق ہے ذکی کاکوروی نے دیگر
انتخابات کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ان انتخابات کو
سرسری اور سطحی سمجھتے ہیں ـــــ اور اپنے اس انتخاب کو معیاری و
بلند پایہ انتخاب ـــــ ہم ان کی خدمت میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت۔ دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اردو نظم کا سب سے پہلا صاف ستھرا اور معیاری انتخاب ۔ اس مسعود مرحوم نے "انتخابِ زریں" کے نام نظامی پریس بدایوں سے شایع کیا تھا۔ وہ اس وقت نظام حیدر آباد کے یہاں شعبۂ تعلیم کے سربراہ تھے۔ یہ انتخاب اب بھی مشعلِ راہ کا کام دے سکتا ہے۔ تمام اہم شاعر اور نظم کی اہم اصناف اس میں آگئی ہیں۔ ہر ایک شاعر کا مختصر حال بھی اس میں درج ہے۔ الیاس برنی نے جذباتِ فطرت اور مناظرِ قدرت وغیرہ کے نام سے جو چار یا پانچ جلدوں میں اردو شاعری کا انتخاب شایع کیا تھا وہ اب بھی اردو شاعری کے انتخابات میں سنگِ میل کا کام کرتا ہے۔ مختلف عنوانات پر انھوں نے اشعار کا انتخاب کیا ہے اس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ ساہتیا اکاڈمی دہلی کی طرف سے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے جواہر اردو نظم کا کئی جلدوں میں انتخاب شایع کیا تھا۔ اس کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پرکاش پنڈت نے پاکٹ بک سیریز میں اردو شاعری کے متعدد انتخابات شایع کیے ہیں اور ان میں ایک انتخاب اردو غزل کا بھی ہے۔ عوام کم قیمت کے انتخابات خریدنا زیادہ پسند کرتے ہیں اور اسی لیے پرکاش پنڈت کے انتخابات مقبول ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ ان انتخابات میں ردّ و بدل کی بڑی گنجائش ہے۔ مکتبہ جامعہ نے ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۰ء میں پاکٹ سائز کے انتخابات کا ایک اچھا سلسلہ شروع کیا تھا۔ اور تقریباً میر و غالب سے لیکر حسرت، اصغر، فانی، جگر اور جوش ملیح آبادی تک ایک درجن کے قریب انتخابات شایع کیے۔ ان کو محمود علی خاں نے مرتب کیا تھا اور ہر ایک انتخاب کی قیمت ۴ ؍ آنے تھی۔ میرے سامنے اس وقت حسرت، اصغر اور جگر مراد آبادی کے انتخابات ہیں اور جیسا کہ سب کو معلوم ہے یہ تینوں اور فانی بدایونی جدید اردو غزل کے ایوان کے ستون ہیں۔ میں نے ان انتخابات کے اشعار کا موازنہ غزل انسائیکلوپیڈیا کے ان شعراء کے انتخابات سے کیا اور اوّل الذکر کو

غزل انسائیکلو پیڈیا بہر حال محنت سے مرتب کی گئی ہے فاضل مصنف نے بیشتر شعراء کی تاریخ پیدائش اور تاریخ وفات (اگر وہ مرحوم ہیں) درج کر دی ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے اردو غزل کی بتدریج ترقی اور رفتار معلوم ہوتی ہے۔ ایک اور خوبی اس کی یہ ہے کہ بعض غیر معروف شعراء کا کلام اور دور حاضرہ کے بیشتر شعراء کا کلام ہمیں پڑھنے کو ملجاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس قسم کی کتابوں کی اشاعت کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

مبشر علی صدیقی

آذر کا خواب

(نیا اڈیشن)　　قدسیہ زیدی

اُردو ڈرامے کے موجودہ دور میں قدسیہ زیدی اب کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ ان کے ڈراموں نے اُردو ادب میں ایک خاص مقام حاصل کر لیا ہے۔ "آذر کا خواب" ان کا ایک ایسا ڈراما ہے جسے یقیناً ہر طبقۂ خیال کے لوگ پسند کریں گے۔ لطیف مزاح اور چست مکالمے ڈرامے کی جان ہیں یہ ڈراما بہ آسانی اسٹیج کیا جا سکتا ہے اس مرتبہ اس کا جدید اڈیشن آفسیٹ پر شایع کیا گیا ہے۔　　قیمت -/۲

اِملا نامہ

(سفارشات املا کمیٹی ترقی اردو بورڈ)

مرتب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

★ قدیم روایت اور جدید صوتیات کا حسین امتزاج۔

★ آسان زبان میں عوام کے استفادے کے لیے۔

★ اُردو لکھنے پڑھنے والے ہر شخص کے پاس اس کا ہونا ضروری ہے۔

قیمت: ایک روپیہ

تقسیم کار:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵ دہلی ۶ بمبئی ۳ علی گڑھ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور اہم کتاب

جانے والوں کی یاد آتی ہے

صالحہ عابد حسین

اس کتاب میں بزرگ ہستیوں پر بھی مضامین ہیں اور محبوب دوستوں پر بھی۔ ان میں مولانا حالی، خواجہ سجاد حسین، مولانا اسلم جیراجپوری، مہاتما گاندھی، جواہر لعل نہرو، مہدی نواز جنگ، ڈاکٹر ذاکر حسین، خواجہ محمد صادق، خواجہ غلام السیدین، شفیق قدوائی جیسی مشہور و معروف شخصیتیں بھی ہیں۔ اور مشتاق فاطمہ، عزیز سیدین، قدسیہ زیدی، صدیقہ قدوائی، خواجہ اظہر عباس اور مختار مہدی جیسی محبوب ہستیاں بھی۔

صالحہ عابد حسین صاحبہ کے جادو نگار قلم نے بڑے ہی دلکش انداز میں ان حضرات کی سیرت اور شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔ ایک گرانقدر تحفہ۔

قیمت

اٹھارہ روپے

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی ۲۵

دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نئی مطبوعات

...شات	(مضامین)	پروفیسر محمد مجیب	۱۶/-
...مریم	(شعری مجموعہ)	سکندر علی وجد	۱۲/-
...والوں کی یاد آتی ہے	(خاکے)	صالحہ عابد حسین	۱۸/-
...ب چھاؤں	(ناول)	مسرور جہاں	۱۱/۵۰
...ب تمنا	(")	سراج النور	۱۱/۵۰
...نے کے سامنے	(تنقیدی)	مبشر علی صدیقی	۴/-
...یے کہنا ہے کچھ اپنی زباں میں	(خود نوشت سوانح)	خواجہ غلام السیدین	۳۶/-
...ال وجمال	(شعری مجموعہ)	جلال ملیح آبادی	۱۲/-
...زن تمنا	(ناول)	عامر برق اعظمی	۹/-
...طبات آزاد	(مولانا آزاد) مرتبہ : مالک رام		۲۰/-
...ماڈرن پرشین ڈکشنری		ایس۔ ڈی راضی	۴۰/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور اہم کتاب

مسرت سے بصیرت تک

آل احمد سرور

شاعری کی مسرت اور اس کے نتیجے میں بصیرت، بڑا مرتب ذہن، بڑی غایر نظر اور بڑا، حساس مزاج چاہتی ہے۔ ناداں لوگ کلیوں پر قناعت کر لیتے ہیں حالانکہ "گلشن میں تنگیٔ داماں" کا علاج بھی ہے اگر ہم اپنے پورے شعری سرمایے پر غور سے نظر ڈالیں تو ہمیں اس کے رنگا رنگ حسن، اس کی گہرائی، اور اس کے بدلتے رہنے کے باوجود اپنے منصب سے وفادار رہنے کا احساس ہو جائے گا اور یہ ہمیشہ مسرت بھی رہے گی اور بصیرت بھی۔ یہ مجموعہ مضامین اسی مسرت اور بصیرت کی طرف ... [illegible]

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر   ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کر کے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے دنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی۔ لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت 5/75

چار دیواروں میں (ناول، ایم۔ ٹی۔ واسدیون نائر   ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پرانی کہانی کا عطر ہے تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی سیاست مندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔ قیمت: 7/75

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا   ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب تجربہ ثابت ہوا ہے۔ قیمت 1/75

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکٹش کیتکر   ترجمہ: اگر سین نارنگ

ڈاکٹر کیتکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں۔ آپ نے ہندو معاشرے کو اپنے اعتقادات۔ تصورات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظر ثانی کر کے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کر دیا   قیمت: -/1

ملیالم افسانے مرتبہ: ادم چیری۔ این این پلے   ترجمہ: اگر سین نارنگ

تک بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پر اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ
قیمت: ...75

عید مبارک
یہ ایک پُر رونق تہوار ہی نہیں، تجدید
رفاقت اور تعمیر کے عزمِ نو کا مقدس دن
بھی ہے۔
آئیے!
اس تقریبِ سعید پر ذاتی رنجش، مذہبی تعصب
اور مقامی یا علاقائی تفرقے کو بھول کر قومی یک جہتی کو
مضبوط بنانے اور راہ ترقی پر قدم سے قدم اور
کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کا
عہد کریں
dawp 74/285

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

آبادی مصنفہ: ڈاکٹر ایس اگروال ترجمہ: مخمور جالندھری ۲/۲۵

اکبر " : لارنس بنیس " : رضیہ سجاد ظہیر ۳/۵۰

پنڈت وشنو ڈگمبر " : ڈی۔ آر اٹھاوے " : ش تدوائی ۲/۲۵

عظیم باغی " : ڈکنکیڈ " : ڈاکٹر پرپا تمارتن ۲/۲۵

قاضی نذر الاسلام " : بسودھا چکرورتی " : عرش ملسیانی ۲/۲۵

کبیر " : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری " : ایم کے درانی ۲/۵۰

کچھوا اور خرگوش " : ڈاکٹر ذاکر حسین پیلا جلد ۱/- مجلد ۲/-

گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت مرتبہ: نیشنل گاندھی سب کمیٹی ۲/۲۵

گرو نانک مصنفہ: گوپال سنگھ ترجمہ: مخمور جالندھری ۳/۲۵

مٹتی بنتی تصویریں " : بھگوتی چرن ورما " : رضیہ سجاد ظہیر ۵/-

تاش کے محل (ناول) " : مپال رنگتایکما " : زینت ساجدہ ۹/۵۰

تامل افسانے مرتبہ: می پال سوم، سندرم " : حسرت سہروردی ۶/-

سفید خون (ناول) مصنفہ: نانک سنگھ " : رتن سنگھ ۸/-

گرو گوبند سنگھ " : ڈاکٹر گوپال سنگھ " : مخمور جالندھری ۳/-

ہندی افسانے مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ " : اگر سین نارنگ ۹/-

زندگی ایک ناٹک (ناول) مصنفہ: پنا لال پٹیل " : کشور سلطانہ ۱۰/-

پنجابی افسانے مرتبہ: ہربھجن سنگھ " : مخمور جالندھری ۷/-

رنجیت سنگھ مصنفہ: ڈی۔ آر۔ سود " : " " ۲/۷۵

جدوجہد آزادی " : بپن چندر " : غلام ربانی تاباں /۵۰

بنگڑ واڈی " : ڈکنٹین مادگولکر " : عرش ملسیانی /۲۵

شاعر " : تاراشنکر بندوپادھیائے " : پرمشن کارڈسے /۷۵

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

کتاب	مصنف	مترجم	قیمت
پو (حصہ اول دوم)	مصنف : الیف سی فریلاس	مترجم : صالحہ عابد حسین	۳/-
کشمیر	" : مالا سنگھ تصاویر: پرکابند	" : خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	" : جمال آرا	" محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی (حصہ اول دوم)	" : لیلا مجمدار	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	" : لیلا وتی بھاگوت	" : " " " "	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	" : منوج داس	" : صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانی (اول دوم)	" : وشنو پربھاکر	" : انور کمال حسینی	۳/-
ہماری ریلیں	" : جگجیت سنگھ	" : عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	" : کے۔ سی۔ کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ		۱/۵۰
ونائک کھیلیں	" : اد مانند	مترجم : رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اول دوم)	" : ایم چوکسی و پی ایم جوشی	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
بہادروں کی کہانیاں	" : راجندر اوستھی	" : انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیہ	" : کرشن چیتنیہ	" : " " "	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	" : شانتا رنگاچاری	" : " " "	۱/۵۰
ابوخاں کی بکری	" : ڈاکٹر ذاکر حسین		۲/-
انوکھی دکان	" : قدسیہ زیدی		۲/۵۰
گلابو چھیا اور پیرزاد	" : " "		۲/-
دنیا کے جانور	" : " "		۲/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اول دوم)	مصنف : میر نجابت علی	مترجم : سید احسان	۳/-
بڑا پانی	" : لیلا مجمدار	" : صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
مورا	" : ملک راج آنند	" : انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	" : سری دیو سانیال	" : پریتم لال	۱/۵۰
خالہ بلی کا خاندان	" : منوہر داس چترویدی	" : محمد شفیع الدین نیر	۱/۵۰

...اُردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم، حکومت ہند کے لیے
نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

ڈاکٹر گیان چند

...نی مطالعے

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات
...اُردو تک اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے۔ ابھی تک اُردو میں اس
...نوع پر مکمل کتاب نہیں۔ مضامین معتد بہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد
...پورا کرتی ہے

قیمت : ۱۲/۵۰

مرتبہ : پی۔ سی جوشی

...نقلاب ۱۸۵۷ء

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ
غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا تھا۔ کیونکہ یہ غلامی کے
برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے۔ ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی۔
جس نے عالمی جمہوری حلقوں میں یکجہتی کے جذبات کو ابھارا۔ ملکی اور غیر ملکی
مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ۔

قیمت : ۱۴/۷۵

پروفیسر محمد مجیب

تاریخ فلسفہ سیاسیات

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی اس کے نظام اور اس
کے تدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں۔ سیاسیات کو تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی
یا بیانی، نظری اور علمی اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصّہ ہے۔

قیمت : -/۱۸

مترجم : مسعود الحق

تاریخ تعلیم ہند از : سیّد نور اللہ اور جے، پی نائک

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا محل خاکہ پیش
کرتا ہے جو ۱۹۶۵ء سے شروع ہونے والے عہد جدید میں رونما ہوئیں

قیمت -/۲۰

دینِ الٰہی اور اس کا پسِ منظر

مولانا مہر محمد خاں شہاب مالیر کوٹلوی

اس مقالے میں پنجاب یونیورسٹی لاہور کے استاد تاریخ پروفیسر محمد اسلم کی کتاب "دین الٰہی" پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس سلسلہ میں بدایونی کے بیانات، اکبر شیخ مبارک، فیضی اور ابوالفضل کے بعض خیالات اور حضرت شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے موقف پر بڑی صراحت سے لکھا گیا ہے۔ یہ مقالہ اس لحاظ سے بھی قابلِ مطالعہ ہے کہ اس میں جدید تحقیقی خصوصیت کے ساتھ اس سچے مذہبی رجحان کی ترجمانی ہے۔ جس سے زندگی میں معنویت اور مقصدیت پیدا ہوتی ہے اور یہ احساس بیدار ہوتا ہے کہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کی خدمت درحقیقت خدا کی عبادت ہے۔ قیمت: چار روپے

ہاتھ ہمارے قلم ہوئے

(افسانے)

راجندر سنگھ بیدی

راجندر سنگھ بیدی، اُردو کے ممتاز ادیب ہیں۔ انھوں نے زندگی کا جو شعور حاصل کیا ہے اس کو فن میں منتقل کر دیا ہے۔ اسی لیے ان کی تخلیقی تحریروں میں ایک طرف وہ جمالیاتی کیفیت ہے جو فن کو حسین اور دلکش بناتی ہے اور دوسری طرف وہ معنویت ہے جو اس کو عظمت اور افادیت سے ہمکنار کرتی ہے۔

افسانوی ادب میں ایک اہم اضافہ۔ قیمت -/10

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دلی۔ دہلی ۶ بمبئی ۳ اور علی گڑھ ۲

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

ترقی اردو بورڈ کی نئی کتاب

ہندوستانی معاشرہ عہد وسطی میں   مصنف محمد اشرف   مترجم: قمر الدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت" مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لئے بلا شبہ نئی راہیں متعین کر کے ایک قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔   قیمت: ۱۸/۲۵

منتخب نظمیں   مرتبہ: علی سردار جعفری

پیش نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے اس سے ان کی شاعری کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا۔
یہ انتخاب ۳۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے۔   قیمت: ۴/-

آبِ حیات   مصنف: محمد حسین آزاد   تلخیص و ترتیب: پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس ہی میں الجھتے اور بحث کرتے ہیں۔ مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے اور یہی اس کے اسلوب و بیان کا معجزہ ایک تاریخی دستاویز۔
قیمت: ۶/۷۵

ترقی اردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبیعات (فزکس) دوم و حساب و الجبرا، اوّل۔ دویم۔ سویم۔ جیومٹری اوّل دوم۔ سوم۔ گھریلو سائنس ششم۔ ہفتم۔ ہشتم۔ ہر کتاب کی قیمت: ۲/-

مکتبہ کی اہم مطبوعات:

ذاکر صاحب (اضافے کے ساتھ) — رشید احمد صدیقی

رشید احمد صدیقی صاحب کی مشہور کتاب جس میں ذاکر صاحب (سابق صدر جمہوریہ) کی سوانح، شخصیت اور دیگر پہلوؤں کو اپنے مخصوص انداز میں قلم بند کیا گیا ہے۔ کتاب میں اب ایک مضمون ایسا بھی ہے جو ذاکر صاحب کے انتقال کے بعد لکھا گیا تھا۔

قیمت: ۹/۰

نظر اور نظریے — آل احمد سرور

"نظر اور نظریے" آل احمد سرور کے تیرہ ۱۳ مضامین کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین ادب کے طالب علموں کے لیے، ادب، اس کے اہم اصناف، اس کی قدروں اور ان سب کی نئی بصیرت کے متعلق غور و فکر کا خاصا سامان فراہم کرتے ہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ طرف داری کے بجائے سخن فہمی کی کوشش کی جائے۔

قیمت: ۱۲/۵۰

طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی

طنزیات و مضحکات کے فن پر اردو میں پہلی اور اہم کتاب جو عرصے سے نایاب تھی۔ اب نہایت اہتمام سے شائع کی گئی ہے۔ اس مقالے کی ترتیب و تدوین میں جس اصول کو مد نظر رکھا گیا، وہ یہ تھا کہ "نئی دنیا کی فضا پیش کی جائے نہ یہ کہ کون کیا تھے، کون تھے اور کیا ہو گئے۔"

قیمت: ۱۰/۵۰

غالب اردو کلام کا انتخاب — پروفیسر محمد مجیب

مرزا غالب کا دیوان اپنی جگہ خود انتخاب ہے۔ پھر اس انتخاب کا انتخاب، ایک ایسا لاجواب انتخاب کہ جس کے مطالعے سے مرزا غالب اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں۔ مجیب صاحب کا مبسوط مقدمہ تو شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے انتخاب کی اہمیت و افادیت کو حقیقت اور بہت ہی باوقعت بنا دیا ہے۔

قیمت: ۵/۵۰

مکتبہ کی اہم مطبوعات:

نئی نظم کا سفر مرتبہ: ڈاکٹر خلیل الرحمٰن اعظمی۔ صلاح کار: ڈاکٹر منیب الرحمٰن۔ ڈاکٹر وحید اختر

اس انتخاب میں مرتب کے پیش نظر جو بات رہی ہے وہ یہ کہ ۱۹۳۶ء کے بعد کے شعراء کا مطالعہ اس زاویے سے کیا جائے کہ اقبال اور جوش کے عہد تک کی نظم جس منزل پر پہنچ گئی تھی اس کے بعد انحراف انقطاع کی جو صورتیں کسی نہ کسی پہلو سے ابھری ہیں وہ پورے طور پر گرفت میں آسکیں۔ یہ انتخاب آپ کو نئی نظم کے خدوخال کو پہچاننے میں مدد دے گا۔ اس انتخاب میں لگ بھگ اسّی ۸۰ نئے شاعروں کا کلام ہے۔

قیمت مجلد ۱۲/۵۰ غیر مجلد ۷/۵۰

نئی دنیا کو سلام اور جمہور علی سردار جعفری

یہ منظوم تمثیل نہیں بلکہ تمثیلی نظم ہے۔ اس کے کردار، کردار نہیں۔ علامتیں ہیں۔ کہانی پلاٹ نہیں مبہم سا خاکہ ہے۔ واقعات کی بجائے واقعات سے پیدا ہونے والے جذبات تاثرات اور احساسات پیش کئے گئے ہیں۔ اس نظم کا موضوع بھی نیا ہے اور تکنیک بھی نئی۔ اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی پہلی طویل نظم جو کئی یونی ورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہے۔

قیمت: ۹/۰

غالب اُردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب

مرزا غالب کا دیوان اپنی جگہ خود انتخاب ہے پھر اس انتخاب کا انتخاب، ایک ایسا لاجواب انتخاب کہ جس کے مطالعے سے مرزا غالب اپنے پورے فضل و کمال کے ساتھ سامنے آجاتے ہیں مجیب صاحب کا مبسوط مقدمہ تو شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے انتخاب کی اہمیت و افادیت کو حقیقت اور بہت ہی بادقعت بنا دیا ہے۔

قیمت: /۵۰

پچھلی رات فراق گورکھپوری

کلام فراق کے شائقین کے لیے انمول تحفہ۔ فراق کی غزلوں کو فراق نے خود ترتیب دیا ہے۔ دیدہ زیب کتابت اور روشن طباعت نے اس مجموعے کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

قیمت

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۸۴ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہو کر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ براہِ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو مدِ نظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتب	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/۰	۴/۰
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/۰	۵/۰
انتخاب مراثی (انیس و دبیر)	رشید حسن خاں	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	رشید حسن خاں	۶/۰	۵/۰
نیرنگِ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانۂ آزاد (تلخیص)	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۹/۵۰	۸/۵۰
فردوسِ بریں	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	(ڈاکٹر) قمر رئیس	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	۶/۰	۵/۰
دیوانِ درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	/۳۰
مجالس النسا	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/۰	/۰

نام کتاب	مرتب	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
امراؤ جان ادا	(ڈاکٹر) محمد حسن	۸/۵۰	۷/۵۰
یادگارِ غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/۰	۷/۰
یادگارِ غالب (حصہ فارسی)	مالک رام	۱۰/۰	۹/۰
مثنوی گلزارِ نسیم	رشید حسن خاں	۴/۰	۳/
گزشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۵/۵۰
انتخابِ ولی	(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افاداتِ سلیم	(ڈاکٹر) خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصہ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	رشید حسن خاں	۱۴/۵۰	۱۳/۰
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/۰	۶/۰
انتخاب ذوق	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/۰	۴/۰

نذرِ عابد　　　　مرتبہ: مالک رام

مجموعۂ مضامین جو ڈاکٹر سید عابد حسین کی خدمت میں ان کی ۷۸ ویں سالگرہ پر پیش کیا گیا۔

اردو ۲۵- روپے　　　انگریزی ۲۵٫۰ روپے

تقسیم کار، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵ [illegible] علی گڑھ ۲

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

یکم اکتوبر ۱۹۷۶ء سے کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کردیا گیا ہے آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو مدِنظر رکھیں ۔

ادب ، تنقید ، انشاء

نظر اور نظریے — آل احمد سرور — ۱۲/۵۰
طنزیات و مضحکات — رشید احمد صدیقی — ۱۰/۵۰
عکس و افکار — ضیاء الحسن فاروقی — ۷/۵۰
تجزیے — ڈاکٹر گیان چند — ۱۳/-
اُردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ — ڈاکٹر محمود الٰہی — ۱۴/-
خواتینِ کربلا کلامِ انیس کے آئینے میں — صالحہ عابد حسین — ۱۴/-
حسرت کی شاعری — ڈاکٹر یوسف حسین خاں — ۲/۰
کاروانِ فکر — " " — ۳/۷۵
اردو اسٹیج — سید ظہیر الدین مدنی — ۵/۵۰
اُردو مرثیہ — سید سفارش حسین — ۶/۰
بکھرے ورق — سونیتی کمار چٹرجی — ۴/-
پردیسی کے خطوط — مجنوں گورکھپوری — ۲/۷۵
تنقید کیا ہے؟ — آل احمد سرور — ۶/۷۵
غزل سرا (اردو) — مجنوں گورکھپوری — ۸/-
نقدِ اقبال — میکش اکبرآبادی — (")
فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ — سید ضمیر حسن — ۴/-

تذکرے ، سیرت و شخصیت

ہمارے ذاکر صاحب — رشید احمد صدیقی — ۹/-
اکابرِ تعلیم — سعید انصاری — ۱۲/-
تذکرۂ معاصرین — مالک رام — ۱۶/-
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں — ڈاکٹر سالم قدوائی — ۱۶/-
پریم چند کے خطوط — مدن گوپال — ۷/۵۰
تذکرۂ جگر — محمود علی خاں — (زیرِ طبع)
قلم کا مزدور — مدن گوپال — ۵/-
گنجہائے گرانمایہ — رشید احمد صدیقی — ۷/-
ڈاکٹر ذاکر حسین — عبداللطیف اعظمی — ۹/۵۰
داستان اشک و خوں — خواجہ غلام السیدین — ۷/۵۰
شرابِ کہنہ — رشید نعمانی — ۴/-
شہر آشوب — ڈاکٹر نعیم احمد — ۸/۵۰

تاریخ ، سیاسیات ، روداد

مسلمان اور سیکولر ہندوستان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۶/۰
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد — عبدالسلام قدوائی — مجلد ۲۵/، غیر مجلد ۲/-
اسلامی عقائد و مسائل مذہب — جمال الدین اعظمی — ۲/۲۵
مسلمان اور عصری مسائل — ڈاکٹر عابد حسین — ۱/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے — مولانا جمال الدین اعظمی — ۱/۲۵
تعلیمات اسلام (اوّل دوم) — مولانا عبدالسلام قدوائی — ۱/
آشفتہ بیانی میری — رشید احمد صدیقی — ۰
اسلام کی اخلاقی تعلیمات — امام غزالی — ۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان — ڈاکٹر مشیر الحق — ۵۰

مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ طاہر محمود ۴/-
کتاب کی کہانی سید محمد حسن نقوی ۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات } سری پرکاش ۴/-
ہندوستان میں مذہب اسلام کے لیے پر نظر ثانی کی ضرورت } فیضی ۶/۵۰
تاریخ الامت (اول) مولانا اسلم جیراجپوری ۴/۵۰
" " (دوم) " " " ۵/-
" " (سوم) " " " ۳/۷۵
" " (چہارم) " " " ۴/۲۵
" " (پنجم) " " " ۴/۲۵
" " (ششم) " " " ۴/۲۵
" " (ہفتم) " " " ۴/-
" " (ہشتم) " " " ۴/۲۵
کچھ پرانے خط (دوم) پنڈت جواہر لال نہرو ۱۰/-
یادگار شخصیتیں " " ۷/-

سفر نامے

عروسِ نیل سلطانہ آصف فیضی (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

بنیادی استاد کے لیے ڈاکٹر سلامت اللہ ۸/-
جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/۵۰
جز پروجیکٹ " " ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل عبداللہ ولی بخش قادری ۶/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں ڈاکٹر سلامت اللہ ۷/۵۰
تعلیمی خطبات ذاکر حسین ۸/-

کھیل کے ذریعے تعلیم (اول دوم) عبدالغفار مدھولی ۴/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی " " ۲/-

ناول، افسانے اور خاکے

جالیس انور کمال حسینی ۵/-
کالا شہر گورے لوگ احسان الحق ۶/-
اللہ میگھ دے رضیہ سجاد ظہیر ۷/۵۰
دل دل ترجمہ " " ۵/۵۰
سات سال " " ۶/-
اپنی اپنی صلیب صالحہ عابد حسین ۹/-
آنچل ڈور " " ۵/-
پا بہ جولاں صغرا مہدی ۶/-
دوسرے کنارے تک عزیز قیسی ۳/۵۰
زندگی کی لہر ساؤمنگ ۴/-
آدمی کا مقدر ترجمہ: قرۃ العین حیدر ۱/۵۰
آلپس کے گیت " " ۳/-
خیالی پلاؤ " " ۱/۵۰
ڈنگو " " ۳/-
ماں کی کھیتی " " ۲/۵۰
پودوکیہ " " ۲/-
پت جھڑ کی آواز " " ۷/-
ایک تھی انیتا امریتا پریتم ۴/-
باپ بیٹے ترجمہ: انور عظیم ۶/-
باغ و بہار مرتب: رشید حسن خاں ۶/۵۰
بیوہ منشی پریم چند (زیر طبع)
گئودان " " ۱۳/-

میدان عمل منشی پریم چند ۹/۵۰
واردات " " " ۵/۵۰
پیار کا موسم مہندر ناتھ ۴/۵۰
چنار کا پتا سلطان آصف فیضی ۳/-
شکستِ ناتمام زہرہ سیدین ۲/-
دلّی کی شام ترجمہ: بلقیس جہاں ۸/-
صلاح الدین ایوبی قاضی عبدالستار ۴/۵۰
اپنے دُکھ مجھے دیدو راجندر سنگھ بیدی ۷/-

افسانے اور خاکے

پرندے اور دوسرے افسانے آمنہ مجیب ۲/-
بڑی حویلی مرزا محمود بیگ ۲/۵۰
چراغوں کا سفر رام لعل ۴/-
خیالستان سجاد حیدر یلدرم ۴/۵۰
کیمیاگر پروفیسر محمد مجیب ۲/۵۰
نروان جیلانی بانو ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی ساگر سرحدی ۱ ۴/۵۰
جہاں آرا (اوپیرا) رفعت سروش ۵/۵۰
آذر کا خواب قدسیہ زیدی ۴/۵۰
جان بار " " ۲/-
آزمائش پروفیسر محمد مجیب ۲/-
خانہ جنگی " " " ۲/۲۵
انجام " " " ۱/۵۰

کھیتی پروفیسر محمد مجیب ۱/۵۰
اوپر کی منزل کرتار سنگھ دُگل ۵/-
آئینہ ایام ترجمہ: خلیق احمد ۴/۵۰
پردۂ غفلت ڈاکٹر عابد حسین ۲/۲۵
کیا خوب آدمی تھا " " " ۲/۵۰
دروازے کھول دو کرشن چندر ۳/-
سراج الدولہ ترجمہ: اشفاق حسین ۲/-
نقشِ آخر اشتیاق حسین قریشی ۲/-

نظم

نئی نظم کا سفر مرتبہ: خلیل الرحمن اعظمی ۱۲/۵۰
آتشِ گل جگر مرادآبادی ۷/-
پچھلی رات فراق گورکھپوری ۸/-
نئی دنیا کو سلام سردار جعفری ۸/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب پروفیسر محمد مجیب ۵/۵۰

بچوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام مولانا اسلم جیراجپوری ۶۰/
عقائدِ اسلام " " " ۶۰/
رسولِ پاکؐ عبدالواحد سندھی ۲/-
چار یار الیاس احمد مجیبی ۲/۵۰
آں حضرتؐ " " " (اردو) ۸۰/
" " " " (ہندی) ۶۰/
پاک کہانیاں دو حصوں میں مقبول احمد سیوہاروی :

خلفائے اربعہ خواجہ عبدالحی فاروقی ۲/۵۰
نبیوں کے قصے " " " ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں اعجاز الحق قدوسی ۱/-
ہمارے رسولؐ خواجہ عبدالحیٔ فاروقی ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ سید نواب علی رضوی (اردو) ۱/۴۰
" " " " (ہندی) ۱/۴۰
سرکار دو عالمؐ محمد حسین حسان ۲/-
سبیل الرشاد خواجہ عبدالحیٔ ۱/۵۰

معلومات

آدمی کی کہانی مشتاق احمد ۲/-
دنیا کے بچے محمد حسین حسان ۱/۲۵
انوکھا عجائب خانہ (۲ حصے) " " ۲/-
بجلی کی کہانی علی احمد خاں ۵۰/-
بڑدادا کی کہانی محمد عبدالغفار ۸۰/-
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم ۲/۵۰
" " پنجم ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی ۵۰/-
خبر رسانی کے طریقے رفیعہ منظور الامین ۱/-
دہلی ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی ۲/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اوّل) خجستہ سلطان ۱/-
" " " (دوم) ضیاء الرحمٰن ۱/۲۰

تاریخ ہند کی کہانیاں (سوم) مشتاق احمد اعظمی ۱/-
" " " (چہارم) " " " ۱/۲۵
سماجی زندگی (اوّل) احمد شکیل و غلام ابرار ۱/-
" " (دوم) " " " ۱/۲۵
" " (سوم) " " " ۱/۴۰
" " (چہارم) " " " ۱/۲۵
سمندر کے کنارے سلطان آصف فیضی ۱/۵۰
" " نیچے " " " ۲/۵۰
قدرت کے کرشمے ادارہ ۸۰/-

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی ۱/-
دعوت ملاجی کی " " " " ۶۰/-
جیت کس کی " " " " ۱/-
انصاف کا تحت " " " " ۷۵/-
چینی کی گڑیا " " " ۵۰/-
بہادر سیاح " " " ۶۵/-
چچا غالب مرتبہ: " " " ۲/-
تانبیل خاں " " " ۵۰/-
شیر خاں ترجمہ: قرۃ العین حیدر ۵۰/-
بھیڑیئے کے بچے " " " ۵۰/-
میاں ڈھینچو کے بچے " " " ۵۰/-
لومڑی کے بچے " " " ۵۰/-
بہادر کے بچے " " " ۷۵/-

موتی کا پنجرہ	احسان الحق	۶۵/-
بدنصیب شہزادی	ابرار محسن	۱/-
عقل کا سودا	" "	۱/۷۰
تیس مار خاں	" "	۹۰/-
جنگل کا راجا	" "	۱/-
جن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے)	ایل لاگن	۵/-
خربوزہ شہزادہ کا سر بن گیا	کوثر بانو	۴۰/-
چوری کی عادت	عبدالغفار مدھولی	۵۰/-
چھوٹا لڑکا	" " "	۵۰/-
غیر ذمہ دار لڑکا	" " "	۵۰/-
چٹانوں کی کہانی	محمد امین	۲/-
دلی دور ہے	مجیب احمد خاں	۵۰/-
سندر کا گھر	خضر برنی	۴۵/-
کوے داد	ترجمہ مجیب احمد خاں	۲/-
جیب اور راب	آصف مجیب	۱/۷۵
تین کوڑیاں	اقبال امروہوی	۱/۲۰
پریم کی جیت	اسد اللہ کاظمی	۳۷/-
ترکوں کی کہانیاں	مرتبہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ	۵۵/-
مزہ چکھائیں گے	" " " "	۲۵/-
چھوٹی لالٹین	مشتاق احمد	۳۵/-
تین اناڑی	عصمت چغتائی	۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا	برکت علی فراق	۴۰/-
تیس مار خاں کے کارنامے	ایم۔ ندیم	۵۰/-
چمپاوت کا آدم خور شیر	محمد حسین	۲۵/-
ڈاکو کی گرفتاری	ایم۔ ندیم	۵۰/-
ستاروں کی سیر	کرشن چندر	۱/۷۵
لال مرغی	عبدالواحد سندھی	۵۰/-
مزیدار پہیلیاں	محمود علی خاں	۶۵/-
ننھا ٹٹو	خورشید سلطان	۴۰/-
چنبیلی	محمد حسین حسان	۵۰/-
شیدا	پروفیسر محمد مجیب	۵۰/-

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیشے

بڑھئی	مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	۳۱/-
احمد خاں دکان دار	" " "	۳۱/-
بہشتی	" " "	۳۱/-
پیارے جان درزی	" " "	۳۱/-
تانگے والا	مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ	۳۱/-
کلو حلوائی	" " "	۳۱/-
عبدالرحمٰن راج	" " "	۳۱/-
مرغی پالیے	" " "	۵۰/-
نصیب خاں حجام	" " "	۳۱/-

تمدن، معاشیات

چناؤ کے بھید مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱/-
سرکاری ٹیکسوں کا راز ” ” ” ” ۱/۳۱/-
ضلع کی سرکار ” ” ” ” ۱/۳۱/-
کارخانوں کے قانون ” ” ” ” ۱/۳۱/-

جھلکیاں

احمد علی ” ” ” ” ۱/۳۱/-
سید سلیمان ” ” ” ” ۱/۳۱/-
احمد ندیم ” ” ” ” ۱/۳۱/-
اکبر الہ آبادی ” ” ” ” ۱/۳۱/-
حیات اللہ انصاری ” ” ” ” ۱/۳۱/-
سہیل عظیم آبادی ” ” ” ” ۱/۳۱/-
عبد الحق ” ” ” ” ۱/۳۱/-
میرامن ” ” ” ” ۱/۳۱/-
نذیر احمد ” ” ” ” ۱/۳۱/-

حفظانِ صحت

دق اور اس کا علاج ” ” ” ” ۱/۳۱/-
زچہ بچہ ” ” ” ” ۱/۳۱/-
طاعون اور چیچک ” ” ” ” ۱/۳۱/-
فوری علاج (دم گھٹنا) ” ” ” ۱/۳۱/-
” ” (حادثہ) ” ” ” ۱/۳۱/-
” ” (ہڈی ٹوٹنا) ” ” ” ۱/۳۱/-

ڈراما اور سوانح

استری دھن ” ” ” ۱/۳۱/-
ٹھک[illegible]ات جنت کی[illegible] ” ” ” ۱/۳۱/-

اجمیری خواجہؒ مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱/-
میر خسروؒ ” : ” ” ” ” ۱/۳۱/-
غوث پاکؒ ” ” ” ” ۱/۳۱/-
سوامی دیانند ” ” ” ” ۱/۳۱/-
گاندھی جی (اوّل) ” ” ” ” ۱/۳۱/-
” ” (دوم) ” ” ” ۱/۳۱/-
گرونانک ” ” ” ۱/۳۱/-
مصطفیٰ کمال (دوم) ” ” ” ” ۱/۳۱/-
نظام الدین اولیاؒ ” ” ” ” ۱/۳۱
کرشن کنہیا ” ” ” ۱/۳۱/-

کہانیاں

کہانیاں (اوّل) ” ” ” ” ۱/۳۱/-
” (دوم) ” ” ” ” ۱/۳۱/-
پنچ تنتر (اوّل) ” ” ” ” ۱/۳۱/-
” ” (دوم) ” ” ” ” ۱/۳۱/-

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے ” ” ” ” ۳۷/-
اپنی کھیتی کا ایک چک کرو ” ” ” ” ۳۱/-
پپیتے کا باغ لگائیے ” ” ” ” ۱/۳۱/-
پھلوں کی کھیتی ” ” ” ” ۱/۳۱/-
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ ” ” ” ” ۱/۳۱/-
جانور بھلا چنگا رہے ” ” ” ” ۱/۳۱
ساگ سبزی اگائیے ” ” ” ” ۱/۳۱
کواپریٹیو فارمنگ ” ” ” ” ۱/۳۱
کھاد بنائیے کھاد ڈالیے ” ” ” ۱/۳۱
لیموں اتار، بیر ” ” ” ” ۱/۳۱

مقدمے کی مار　مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ　۱/۳۱

تھوڑا دھواں ہو گیا　״　״　״　۱/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف　״　״　״　״　۱/۳۱

ابن ماجہ شریف　״　״　״　״　۱/۳۱

نسائی شریف　״　״　״　״　۱/۳۱

کفن دفن　״　״　״　״　۱/۳۱

معلومات

چاند تارے　״　״　״　״　۱/۳۱

دن رات (اول)　״　״　״　״　۱/۳۱

״　״　(دوم)　״　״　״　״　۱/۳۱

ہوائی جہاز (حصہ دوم)　״　״　״　״　۱/۳۱

فٹ بال　״　״　״　״　۱/۳۱

ہلکے پھلکے کھیل　״　״　״　״　۱/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت　״　״　״　״　۱/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ　محمد حسین حسان　-/۵۰

الٹی دعا　״　״　״　-/۵۰

برف کا گھر　״　״　״　-/۵۰

تاؤ کے آپریشن　״　״　״　-/۵۰

چاند　״　״　״　-/۷۵

دیمک　״　״　״　-/۸۲

کتنی زمین　״　״　״　-/۶۲

بادشاہ کے کپڑے　مشیر فاطمہ　-/۵۰

بچے کی بری عادتیں　ڈاکٹر پی راج موگا　-/۵۰

بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں　ڈاکٹر پی بیج موگا　-/۵۰

بے گناہ مجرم　شفیق الرحمن قدوائی　-/۵۰

تین سوال　عبداللطیف اعظمی　-/۵۰

چوٹی کی چوٹ　معین الدین　-/۷۵

چیچک　مشتاق احمد　-/۶۲

موسم کے بارے میں سوال　محمد امین　-/۸۷

ہماری درسی کتابیں

اردو

اردو قاعدہ　-/۵۰

״　״　رنگین　-/۶۵

اردو کی پہلی کتاب　-/۶۵

״　״　دوسری کتاب　۱/۳۵

״　״　تیسری　״　۲/-

״　״　چوتھی　״　۲/۲۵

״　״　پانچویں　״　۲/۵۰

״　״　چھٹی　״　۲/۶۰

״　״　ساتویں　״　۲/۷۰

״　״　آٹھویں　۲/۷۰

اردو کی دوسری برائے دہلی　۱/۶۵

״　״　تیسری　״　״　۲/۲۰

״　״　چوتھی　۲/۶۵

ہندی

سرل ہندی پرائمر　-/۲۵

״　״　״　(اول)　-/۴۸

״　״　״　(دوم)　۱/-

پریم بال　(اول)　-/۸۷

بال پریم (دوم)	۱/۸۲	جدید حساب (درجہ چہارم) ترجمہ: ملکہ بیگم قزلباش	۲/۰
؍؍ ؍؍ (سوم)	۱/۲۵	؍؍ ؍؍ (؍؍ پنجم) ؍؍ : محمد یونس	۲/۰
؍؍ ؍؍ (چہارم)	۱/۲۵	**طالبات کے لیے**	
نو پریچیات	۱/۶۲	گھریلو سائنس (درجہ سوم) ؍؍ : محمود سروش	۱/۲۵
حساب		؍؍ ؍؍ (؍؍ چہارم) ؍؍ : ؍؍ ؍؍	۱/۵
جدید حساب (درجہ دوم) ترجمہ: یاور حسین	۲/۲۵	؍؍ ؍؍ (؍؍ پنجم) ؍؍ : دینا ناتھ گرنعر	۲/۰
؍؍ ؍؍ (؍؍ سوم) ؍؍ : محمد یونس	۲/۷۰		

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس دلی ۶ میں چھپوا کر جامعہ نگر، نئی دلی ۲۵ سے شائع کیا

منیجنگ اڈیٹر
شاہد علی خاں
اڈیٹر
ولی شاہجہانپوری

کتاب نما

نئی دہلی ۲۵
لائبریریوں کے لیے سالانہ
دو روپے

دسمبر ۱۹۷۵ء
جلد ۱۵ ۔ شمارہ ۱۲
سالانہ
۵ روپے
۵۰ پیسے فی پرچہ

اشاریہ

خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان براہ راست مراسلت کا سلسلہ پھر شروع ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ ہر خیر میں شر اور ہر شر میں خیر کا پہلو موجود رہتا ہے۔ چنانچہ اس خیر میں شر کا بہت نمایاں پہلو یہ ہے کہ اس مرتبہ ڈاک اور تار کی شرحوں میں زبردست اضافہ کردیا گیا جس کے نتیجے میں عوام کا اس سے فائدہ اٹھانا بڑی حد تک محدود ہوگیا۔

جہاں تک حکومت پاکستان کا تعلق ہے اس کے اس اقدام سے اس شبہ کو تقویت ملتی ہے کہ دونوں ملکوں کے عوام کا ایک دوسرے کے قریب آنا اُسے گوارا نہیں۔ پاکستانی ارباب اقتدار اس سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کے ملک میں معتدبہ تعداد ان "مہاجرین" کی بھی ہے جن کے ان گنت اعزا و اقربا ہندوستان کے ہر حصے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ غالباً پاکستانی ارباب حکومت یہ نہیں چاہتے کہ "مہاجرین" اپنے ہندوستانی دوست احباب سے ربط ضبط جاری رکھیں۔ ان کی اقتصادی حالت بھی پاکستان کے دوسرے طبقوں کے مقابلے میں اچھی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں بغیر شدید ضرورت کے خط لکھنا "عیاشی" کے مترادف ہوگا جس کے وہ متحمل نہیں ہوسکیں گے۔

یہ ضرور ہے کہ ہندوستان کی شرحیں پاکستان کے مقابلے میں کسی قدر کم ہیں لیکن یہ بنگلہ دیش، نیپال اور بھوٹان کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں۔ آخر کیوں؟

ہم اس خطے کو " برصغیر" کہتے ہیں۔ ہم ہی نہیں، ممالک غیر میں بھی جہاں کہیں اور جب کبھی برصغیر کا ذکر آتا ہے تو اس سے مراد یہی پانچ ملک یعنی ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال اور بھوٹان ہی ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس برصغیر کے ایک ٹکڑے کے ساتھ یہ امتیازی سلوک کیوں روا رکھا گیا۔

جب تک ہند و پاک تنازعہ رہا، دونوں ملک ایک دوسرے کے ساتھ کوئی بھی اور کیسا ہی سلوک کر سکتے تھے مگر جب معاملات طے ہونے لگے تو برصغیر کے دو ملکوں کے درمیان امتیازی سلوک یقیناً نامناسب ہے۔

بہر حال، جو کچھ ہوا اسے ہم " رموزِ مملکتِ خویش " ہی سے تعبیر کر سکتے ہیں لیکن یہ ضرور چاہتے ہیں کہ " خسروانِ وقت " اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کریں۔ اور ڈاک تار کی شرح کو کم کر کے عوام کو زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کے قریب لانے کی کوشش کریں۔ اس اقدام سے کم سے کم ہندوستانی عوام کو، جو یوں ہی گرانی کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں کسی قدر راحت ملے گی۔ یہاں کے اخبار و رسائل پاکستان جا سکیں گے۔ وہاں کے عوام کو ہمارے دوستی اور خیر سگالی کے ان جذبات سے آگاہی ہوگی۔ جن کا ذکر ہم ہمہ وقت کرتے رہتے ہیں۔

رہا پاکستان، تو اس کے اقدامات ہمارے لیے سند نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اپنی تہذیبی روایات کے پیشِ نظر ہی اپنے فیصلے کرنا چاہیے بالکل اسی طرح جیسے کہ پچھلے سو برسوں میں پاکستانی اربابِ اقتدار کی اشتعال انگیزیوں کے باوجود ہمارے مصلحانہ رویہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

اس بار سوویت لینڈ کا جواہر لال نہرو اوارڈ پانے والوں میں مرحوم سیّد سجاد ظہیر کے علاوہ جاں نثار اختر اور رفعت سروش کے نام سن کر ہمیں مسرت ہوئی۔ ہم ان حضرات کی خدمت میں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

بمبئی میں اسد حیدر صاحب کے انتقال نے ہمیں ایک قدیم اور مخلص دوست سے محروم کر دیا۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ بہت زندہ دل، ہنس مکھ اور پرخلوص شخصیت کے مالک تھے۔ ادارہ کتاب نما ان کے پس ماندگان اور احباب کے غم میں برابر کا

[illegible]

مکتبہ جامعہ کی قابلِ فخر پیش کش

پروفیسر محمد مجیب

پروفیسر محمد مجیب کی اردو نگارشات تقریباً نصف صدی پر پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے موضوعات کا میدان اتنا ہی وسیع ہے جتنی کہ خود زندگی۔ یہ مجیب صاحب کے ان مضامین کا انتخاب ہے جو انہوں نے ۱۹۲۷ء سے ۱۹۴۷ء تک رسالہ "جامعہ" کے لیے لکھے تھے۔

مجیب صاحب کی ادبی خدمت کا اعتراف اردو کے تمام حلقوں نے کیا ہے۔ مکتبہ جامعہ بھی اس پُر خلوص اعتراف میں شریک ہے اور اسی کے ایک ادنیٰ اظہار کے طور پر یہ مجموعۂ مضامین ان کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

قیمت :- ۱۶/.

(فوٹو آفسٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی نئی کتاب

بیاضِ مریم

(شعری مجموعہ)

سکندر علی وجد

"بیاضِ مریم" سکندر علی وجد کا چوتھا شعری مجموعہ ہے۔ اس میں پچھلے دس برس کے غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ ۱۹۵۲ء سے پہلے کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہے۔ اس "بیاض" کو شروع سے آخر تک اسم با مسمیٰ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مکتبہ جامعہ کے لیے یہ پہلا تجربہ ہے، یقین ہے کہ پسند کیا جائے گا۔

اس "بیاض" کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تصاویر اور ٹائیٹل ملک کے مایۂ ناز آرٹسٹ حسین کی بنائی ہوئی ہیں۔

قیمت ‎-/12

(فوٹو آفسیٹ کے ذریعے شائع کی گئی)

عتیق صدیقی

دو سیّد احمد

ہندوستان کے برطانوی عہد کی تاریخ کا یہ بھی عجوبہ ہی ہے کہ اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں — صرف اکتیس برس کے مختصر سے وقفے میں اس ملک کے اسلامی معاشرے نے دو دیو پیکر تاریخ ساز اور ہم نام، مگر سیاسی اعتبار سے متضاد، شخصیتوں کو جنم دیا — سیّد احمد بریلوی (۱۷۸۶ - ۱۸۳۱) اور سیّد احمد دہلوی (۱۸۱۷ - ۱۸۹۸ء) ان میں سے ایک نے انیسویں صدی کے پہلے نصف میں اور دوسرے نے اسی صدی کے دوسرے نصف میں مذہبی، سماجی اور سیاسی تحریکیں چلائیں اور اپنے اپنے فہم و ادراک کے مطابق وقت کے شوریدہ پشت دھاروں کا رُخ موڑنے کی کوشش کی اور ہماری تاریخ میں اپنے واضح نقوش چھوڑے۔

یہ بھی کم حیرت ناک نہیں ہے کہ ایک دوسرے سے مختلف، بلکہ متضاد تحریکوں کے داعی ہونے کے باوجود دونوں کے سفر کی آخری منزل ایک ہی تھی — مسلمانوں کی مذہبی و سماجی اصلاح، ان کی معاشی فلاح و بہبود اور ان کے کھوئے ہوئے سیاسی وقار کی بازیابی۔ مگر منزلِ مقصود تک پہنچنے کی جو راہیں انھوں نے اختیار کیں ان میں قطبین کی دوری تھی۔ اس تُبعد کی تہہ میں ان کے طبقاتی ورثوں کا تضاد اور مکان و زمان کا سیاسی اختلاف کارفرما تھا۔

(مصنف کی جلد آنے والی کتاب "سرسیّد احمد خاں — ایک سیاسی مطالعہ" کا پہلا باب)

بریلوی سید جو آگے چل کر ایک انقلابی تحریک کے ہراول بننے والے اور سید احمد شہید کے نام سے مشہور ہونے والے تھے سراج الدولہ اور ٹیپو سلطان کے بعد ہماری جنگ آزادی کے تیسرے شہید ہیں۔ سراج الدولہ کی شہادت کے انتیس سال بعد اور ٹیپو کی شہادت سے بارہ سال قبل رائے بریلی (۱۷۸۶ء) کے ایک مشائخ گھرانے میں انھوں نے جنم لیا۔ طبقاتی اعتبار سے ان کا خاندان عوام کے طبقے سے متعلق رکھتا تھا، اور صدیوں سے عوام ہی کی روحانی رہنمائی کی خدمت انجام دیتا رہا تھا۔ چناں چہ درباری منصوبوں، دنیوی جاہ وجلال اور مال ومنال سے اس خاندان کو، کم از کم ماضی قریب میں، کوئی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس خیال کی تائید اسی خانوادے کے ایک فرد کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ سید احمد بریلوی کے عنفوان شباب میں ان کے والد کا جب انتقال ہوا تو انھیں بھی غم روزگار سے دوچار ہونا پڑا۔ چناں چہ تلاشِ معاش کے لیے، چند عزیزوں کے ہم راہ، انھوں نے لکھنؤ کا رخ کیا، جو رائے بریلی سے تقریباً اسی کلومیٹر ہے۔ سواری صرف ایک تھی جس پر سب باری باری سوار ہوتے۔ لکھنؤ میں حصولِ معاش سے مایوس ہو کر سید احمد نے دہلی کا رخ کیا، تو اس سفر کا بیش تر حصہ بھی انھیں پا پیادہ ہی طے کرنا پڑا۔[۱]

دہلوی سید کا خاندان، اپنے بریلوی پیش رو کے برعکس، درباری امرا اور منصب داروں کے طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ ایک جگہ سرسید نے لکھا ہے کہ ان کے "دادھیالی اجداد" سلاطین مغلیہ کے نوکر تھے۔ اور پشت در پشت منصب اور خطاب پاتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے بھی اس معزول کم بخت بادشاہ سے اپنے خاندان کی رسم کے بموجب موروثی خطاب پایا تھا۔"[۲]

ایک دوسری جگہ سرسید نے فخر کے ساتھ اپنے کو "پوتا جوادالدولہ جواد علی خاں کا اور نواسہ نواب دبیرالدولہ امین الملک خواجہ فریدالدین احمد خاں بہادر مصلح جنگ

---

۱ ابوالحسن علی: سیرت احمد شہید: ص ۴۹ – ۵۰

۲ سرسید: رسالہ خیرخواہان مسلمانان: ص ۱۱

گا۔" لکھا ہے۔[۵۱]

سرسید کے دادا کا نام سید محمد ہادی تھا، جنھیں عالمگیر ثانی نے "جواد علی خاں" کا خطاب دیا تھا۔ اکبر شاہ ثانی نے اس پر جواد الدولہ کا اضافہ کیا۔[۵۲] خود سرسید کے بیان کے مطابق ان کے والد سید متقی کو "دربار شاہی میں پشتینی رسوخ حاصل تھا۔ اور اکبر شاہ ثانی سے ان کے زمانۂ شاہزادگی ہی سے بہت زیادہ راہ و رسم تھی۔ اور بادشاہ کبھی کبھی ان کو بھائی متقی کہہ کر مخاطب کیا کرتے تھے۔[۵۳]"

سرسید کے نانا خواجہ فریدالدین احمد کو ایک طرف کمپنی بہادر کے دربار پہ اختیار کا اعتماد حاصل تھا۔ اور دوسری طرف اکبر شاہ ثانی نے دوبارہ اہتمیر قلم دان وانڈرت سونپا۔ گورنر جنرل مارکوئیس آف ولیزلی نے ایک سیاسی معاملہ طے کرنے کے لیے خواجہ فرید کو سفیر بنا کر ایران بھیجا۔ سرسید ہی کے الفاظ میں "اس سفارت کو انجام دینے کے بعد" جب خواجہ فرید" کلکتہ واپس آئے اس وقت کوئی پولیٹیکل معاملہ گورنمنٹ انگریزی اور سلطنت آوا، واقع میں، درپیش تھا۔ اس کو طے کرنے کے واسطے خواجہ فریدالدین احمد گورنمنٹ انگریزی کی طرف سے بطور ایجنٹ مقرر ہو کر آوا میں گئے۔[۵۴]"

اکبر شاہ ثانی تخت نشین ہوئے تو سرسید کے والد سید متقی سے اصرار کہا کر وہ "انتظام حکومت اپنے ہاتھ میں لیں... سید متقی نے تو اس سے [illegible] کیا، مگر اپنے خسر خواجہ فریدالدین احمد کا اور ان کی سفارت ایران اور آ"

۵۱۔ سرسید: اثارالصنادید (پہلا اڈیشن) ص ۱۸
۵۲۔ حالی: حیات جاوید: حصہ اول ص ۱۲
۵۳۔ سرسید: سیرت فریدیہ: ص ۲۴
۵۴۔ سرسید: " " : ص ۱۶ تا ۱۸

کامیابی کا ذکر کیا، اور یہ صلاح دی کہ ان کو بلاکر وزیر کیا جائے۔ اکبر شاہ ثانی نے اس رائے کو پسند کیا اور خواجہ فرید الدین احمد کو۔۔۔ وزیر مقرر کیا" مگر کچھ مدت بعد اس عہدے سے انھیں سبک دوش ہونا پڑا۔ لیکن "چند روز بادشاہ نے پھر واسطے اضافہ پیش کش کے تحریک کرنی چاہی" تو سیّد متقی ہی کے مشورے سے دبیر الدولہ کو کلکتے سے بلانے کا حکم دیا۔۔۔ اور دوبارہ۔۔۔۔ عہدۂ سابق پر مامور کیا"۔[۵۱]

یہ روایت بھی قابل ذکر ہے کہ خواجہ فرید کے تقرر میں، دونوں بار، سیّد متقی کے مشوروں سے زیادہ دہلی کے رزیڈنٹ کی کوششوں کو دخل تھا۔ سیرت فریدیہ کا ایک نسخہ آزاد بھون (INDIAN COUNCIL FOR CULTURAL RELATIONS) کے کتب خانے میں ہے، جو ابو الکلام آزاد کا مملوکہ تھا۔ اس پر جگہ جگہ ان کے حواشی بھی ملتے ہیں۔ سرسیّد نے جس جگہ خواجہ فرید کے دوبارہ تقرر کا ذکر کیا ہے، وہیں حاشیے پر ابو الکلام آزاد نے لکھا ہے کہ:۔

> "والد مرحوم کہتے تھے کہ خواجہ فرید کا تقرر اس امید سے ہوا تھا کہ انگریزوں میں ان کا شرور سوخ ہے۔ یہ پیش کش کی رقم بڑھوا دیں گے۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ خواجہ فرید کے تقرر میں دونوں مرتبہ رزیڈنٹ کا ہاتھ تھا۔ کیوں کہ ان کی انگریزی ہوا خواہی معلوم و مسلّم تھی اور کمپنی کے متوسلین میں شمار ہوتے تھے"۔[۵۲]

بریلوی سیّد کی تحریک کا پہلا دور خود ان کی شہادت پر ۱۸۳۱ء میں ختم ہوا، تو دہلوی سیّد کی عمر اس وقت چودہ سال کی تھی۔ طفولیت کے دا[ئرے] سے نکل کر جوانی کے حدود میں وہ داخل ہو چکے تھے۔ گمان ہے کہ ان کے نو[...]

چند موج ہم، تعلیم

---

۵۱ سرسیّد: سیرت فریدیہ: ص ۲۳ تا ۲۷

۵۲ " (نسخہ آزاد بھون): ص ۲۹

...غ نے اپنے ہم نام پیش رو کی تحریک کے اثرات کچھ نہ کچھ
...ول کیے ہوں گے ۔ سر سید کے بیان کے مطابق ان کے گھرانے
...د شاہ عبدالعزیز اور ان کے خاندان سے بہت عقیدت
...تھا۔ عمر کے ابتدائی حصے میں سر سید نے اسماعیل شہید کے وعظ کی محفلوں میں
...ں شرکت کی تھی، جو شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے اور سید احمد شہید کے دست
...ست تھے ۔ سید احمد اور شاہ اسماعیل سے سر سید کو جو عقیدت تھی اس کا اندازہ
...ں سے ہوتا ہے کہ ان دونوں کی شہادت کے چودہ پندرہ سال بعد جب آثار الصنادید
... لیے ان دونوں کے احوال لکھنے بیٹھے تو ان پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی، اور
...ن کا قلم بے اختیار ان کے ناموں پر عقیدت مندی کے پھول نچھاور کرنے لگا۔ بلکہ
...عض جگہ تو زورِ بیان اور شوکتِ الفاظ میں ان کی نثر حکیم مومن خاں کی مثنوی جہاد
...سے بھی آگے نکل گئی ۔

لیکن اس قصے کے دو پہلو خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ۔ ایک تو یہ کہ
...سید احمد شہید کی تحریک کے سیاسی پہلو کی طرف اشارہ کرنا بھی سر سید نے
...لاف مصلحت سمجھا تھا اور دوسرے یہ کہ ۱۸۵۴ء میں آثار الصنادید کا جب دوسرا
...ڈیشن شائع ہوا تو اس میں وہ باب ہی حذف کر دیا گیا جس میں سید احمد شہید
...سماعیل شہید وغیرہ کے حالات تھے ۔ " یہ کوئی اتفاقی یا غیرارادی بات نہیں
... بلکہ ہندوستان کی سیاسی فضا کی تبدیلی کا اثر تھا"

اس سلسلے میں خود سر سید کا بھی ایک نہایت واضح بیان ہم کو ملتا ہے ۔
...ت کی ناکامی کے دو سال بعد، ۱۸۶۰ء میں، "رسالہ خیر خواہ مسلمانان

...سر سید : سیرت فریدیہ : ص ۵
...لیق نظامی : سید احمد خاں اور سید احمد جمال الدین افغانی ، علی گڑھ
...میگزین (علی گڑھ نمبر) حاشیہ ص ۱۴۸

(لائل محمڈنس آف انڈیا) میں انھوں نے لکھا تھا:

"سنہ ۱۸۵۴ء میں جب میں نے ایک تاریخ دہلی کی پورانی اور اگلی عمل داریوں کی لکھی، تو اس میں سلسلہ سلطنت مغلیہ کا سنہ ۱۸۳۰ء سے، یعنی جب کہ لارڈ لیک سپہ سالار انگلشیہ نے دہلی کو فتح کیا، منقطع کیا اور ہندوستان کی سلطنت میں سلسلہ شاہان انگلستان کا قایم کیا۔ اس سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس ہنگامے سے پہلے میری نیت یہی تھی کہ تمام اہل ہند جان لیں کہ اب سلطنت خاندان مغلیہ کی ختم ہوگئی ہے اور ہندوستان میں بادشاہت شاہانِ انگلستان کی ہے۔"

دونوں سیّدوں کے مکان وزمان کے سیاسی اختلاف کو سمجھنے کے بریلوی سیّد کے سیاسی افکار کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ایک خط میں انھوں نے لکھا تھا:

"ملک ہندوستان کا بڑا حصّہ غیر ملکیوں کے قبضے میں چلا گیا۔ اور انھوں نے ہر جگہ ظلم وزیادتی پر کمر باندھی ہے۔ ہندوستان کے حاکموں کی حاکمیت برباد ہوگئی کسی کو ان کے مقابلے کی تاب نہیں، بلکہ ہر ایک ان کو اپنا آقا سمجھنے لگا ہے۔ چوں کہ بڑے بڑے اہلِ حکومت ان کا مقابلہ کرنے کا خیال ترک کر کے بیٹھ گئے ہیں اس لیے چند کم زور وبے حقیقت اشخاص نے اس کام کا (غیر ملکیوں کو ہندوستان سے نکالنے کا) بیڑہ اٹھایا ہے۔"[۱]

یہی بات ایک جملے میں، مگر انتہائی غیر مبہم الفاظ میں انھوں نے راجہ ہند

---

[۱] بہ حوالہ خلیق نظامی: سید احمد خاں اور سیّد جمال الدین افغانی: علی گڑھ میگزین (علی گڑھ نمبر) ص ۱۱۶

لو لکھی تھی۔

"پردیسی سمندر پار والوں کو ہندوستان سے نکال دیا جائے[۱]"

ایک دوسرے خط میں انھوں نے نہایت صاف الفاظ میں اپنا نقطۂ نظر واضح کرتے ہوئے لکھا تھا۔

"دور ملک کے آنے والے بیگانے، سامان بیچنے والے تاجر، مالکِ سلطنت بن گئے۔ جب ہندوستان کا میدان غیروں اور دشمنوں سے خالی ہو جائے گا تو مناصب ریاست و سیاست دوسروں کے حوالے کر کے میں الگ ہو جاؤں گا[۲]"

بریلوی سیدؒ کو انگریزوں سے اگرچہ براہ راست کبھی کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا، مگر انگریزوں کے بارے میں ان کا یہ تجزیہ حیرت ناک حد تک سو فی صدی صحیح تھا:۔

"کفار فرہنگ جنھوں نے ہندوستان پر تسلط حاصل کر لیا ہے، نہایت تجربہ کار، ہوشیار، حیلہ باز اور مکار ہیں[۳]"

اس حیلہ باز اور مکار، قوم کے تسلط کو ختم کرنے کے لیے بریلوی سیدؒ نے جو تحریکِ جہاد شروع کی تھی وہ بہر کیف ناکام رہی۔ وہ خود اور ان کے بیشتر ساتھی شہید ہوئے۔ لیکن ان کی تحریک، ان کی شہادت کے بعد بھی کم و بیش نصف صدی تک زندہ رہی۔ تقریباً تمام مورخ اس پر متفق ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت

---

[۱] بہ حوالہ خلیق نظامی، سید احمد خاں اور سید جمال الدین افغانی: علی گڑھ میگزین (شبلی گڑھ نمبر) : ص ۱۱۶

[۲] بہ حوالہ غلام رسول مہر: سیرت سید احمد شہید : ص ۲۵۷

[۳] " " " " " " : " "

میں بھی سید احمد شہید کی تحریک کے باقیات نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ بغاوت کی ناکامی کے بعد بھی اس تحریک نے اپنے آخری دور میں بنگال، بہار اور شمالی و مغربی ہند کے سرحدی علاقے میں بارہ تیرہ سال تک برطانوی اقتدار کو ناکوں چنے چبوا ئے اور دہلوی سید کی امن تحریک کے لیے وبالِ جان بنی رہی، جو بغاوت کی ناکامی کے بعد شروع ہوئی تھی اور جس کے مقاصد اپنے پیش رو کی تحریک سے یک سر متضاد تھے۔

دونوں سیدوں کی تحریک کے تضاد کا ایک تاریخی اور بڑا سبب یہ تھا کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت سے تقریباً چالیس سال قبل بریلوی سید نے جب تحریک جہاد شروع کی تو اس وقت عملاً ہندوستان پر اگرچہ "حکم کمپنی صاحب بہادر" ہی کا چلنے لگا تھا مگر "خلق خدا کی ملک بادشاہ کا"، ایک قانونی پردہ باقی تھا۔ لیکن دہلوی سید جب میدان میں آئے تو یہ قانونی پردہ بھی چاک ہو چکا تھا اور برطانوی تسلط نے پورے سطوت وجبروت کے ساتھ روز روشن کی شکل اختیار کرلی تھی۔ دونوں سیدوں کے مکان و زمان کے اسی تضاد کا یہ کرشمہ تھا کہ بریلوی سید کی تحریک جو یک سر انگریز دشمنی پر مبنی تھی، دہلوی سید کے یہاں اس نے انگریز دوستی کا عریاں روپ دھار لیا۔

یہ بھی قابلِ ذکر ہے کہ اپنے پیش رو کی تحریک کے سیاسی کردار کو مسخ کر کے پیش کرنے کی پہلی کوشش سر سید ہی نے کی۔ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب "ہمارے ہندوستانی مسلمان" پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے سید احمد شہید کی تحریک کا دائرہ مذہبی اصلاح اور سکھ دشمنی تک محدود کر دیا۔[۱۵]

---

۱۵ تفصیل کے لیے دیکھیے:
غلام رسول مہر: سیرت احمد شہید (حصہ اوّل) ص ۲۵۲ نیز
Q. Ahmad: The Wahabi Movement P. 326

مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں

خود نوشت سوانح

خواجہ غلام السیدین

اس میں سیدین صاحب نے اپنی زندگی کے ابتدائی چالیس سال کی کہانی بڑے دلکش، پراثر انداز میں بیان کی ہے، اس میں ندرتِ فکر بھی ہے، خیالات کی گہرائی بھی، تعلیمی اور علمی تجربات کا نچوڑ بھی، زبان و بیان کی شگفتگی و سادگی بھی، لیکن یہ سوانح نا مکمل رہ گئی تھی اس نا مکمل سوانح کو،

ذکرِ جمیل

کے نام سے

صالحہ عابد حسین صاحبہ

نے مکمل کیا ہے۔ اس سے مرحوم کی دلکش اور جامع الصفات شخصیت پوری طرح ابھر کر سامنے آجاتی ہے۔ اس عقیدت و محبت کے باوجود جو مصنفہ کو ان سے تھی ضبط و اعتدال سے کام لیا گیا ہے۔ پوری تحریر میں مبالغہ کا نام تک نہیں۔

قیمت ۱۴/

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی ۲۵

رحمٰن پرواز اصلاحی

مفتی صدرالدین خاں آزردہ

(۵)

حالی نے لکھا ہے۔

"حسنِ اتفاق سے اس اخیر دور میں چند صاحبانِ فضل و کمال خاص دارالخلافہ دہلی میں ایسے پیدا ہو گئے تھے جو علم و فضل کے علاوہ شعر و سخن کا مذاق بھی اعلیٰ درجے کا رکھتے تھے۔ اِن چند صاحبوں سے میری مراد مولانا فضل حق خیرآبادی ثم دہلوی، مولانا محمد صدرالدین خاں المتخلص بہ آزردہ، مولوی حبیب اللہ خاں علوی، مولوی امام بخش صہبائی، حکیم مومن خاں مومن، نواب مصطفیٰ خاں حسرتی، نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر درخشاں، سید غلام علی وحشت وغیرہم ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کا مرزا کے عصر میں موجود ہونا اُن کی شاعری کے حق میں بعینہٖ ایسا تھا، جیسا عرفی و نظیری کے حق میں خانخاناں، ابوالفتح، فیضی اور ابوالفضل کا ان کے زمانے میں ہونا۔"[1]

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ و حسرتی سے باہم اتحاد۔

اپنے معاصرین میں آزردہ کو سب سے زیادہ اخلاص و اتحاد نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ تھا۔ دونوں بزرگوں کے دولت خانوں میں بھی زیادہ دُوری نہ تھی۔ اِس لیے باہم ربط تھا۔ شیفتہ "گلشنِ بےخار" میں لکھتے ہیں۔

[1] یادگارِ غالب ص ۲۱۸

راقم کے ساتھ نہایت الفت رکھتے ہیں۔ کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ ان کی صحبت سے باریاب نہ ہوتا ہوں۔ اور اس قدر تکرر کے باوجود بھی [illegible] حلاوت اندوز نہیں ہوتا۔ میرے نزدیک ان کی مجالست کے بغیر جو دن گزر جائے وہ داخل ایام عمر نہیں ہے۔ خلق مجسم ہیں۔

نواب صاحب نے حج کا سفر اختیار کیا۔ سفر میں بھی آزردہ کی یاد آتی رہی۔ حج سے واپس ہو کر جب وارد بمبئی ہوئے تو آزردہ کے خط کے جواب میں ایک قطعہ فارسی میں شعر کا لکھا تھا جس میں نہایت والہانہ انداز میں اپنی دوستی و الفت کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے

فرماتے ہیں

ای فرض احترام تو از کعبہ سوی ہند   دانی کہ بازگشت چرا کردہ ایم ما

زان مشرق لوامع قدسی از چہ روی باز   اندیشہ صرف سیر و سرا کردہ ایم ما

بہر طواف کوی تو ای مہر اوج فضل   رو جانب زمین ز سما کردہ ایم ما

ای حج و عمرہ ما ز تو دانیم رکن و شرط   زین راہ طی مرحلہ ہا کردہ ایم ما

ای آنکہ از تفوق الفت چہ دور اگر   از قبلہ رو بہ قبلہ نما کردہ ایم ما

شیخ الرئیس را بہ تو ہمسر نوشتہ ایم   پرسی اگر صواب خطا کردہ ایم ما

پدر قباد را بہ تو ہم پایہ گفتہ ایم   انصاف می دہیم جفا کردہ ایم ما

آن مظہر شئون صفائی کہ اکتساب   از شیوۂ تو رسم وفا کردہ ایم ما

آنی کہ دل بہ شیوۂ شیرین ربودہ   آنی کہ جاں بہ ذوق فدا کردہ ایم ما

مرآۃ دل بہ جبر چو زنگ الم گرفت   از یاد عارض تو جلا کردہ ایم ما

زان پارہ آتشی کہ دلش مجمر آمدہ   آتش عنبار آب ہوا کردہ ایم ما

بہ ما مگیر نامہ اگر کم نوشتہ ایم   دانی کہ اعتماد بہ صبا کردہ ایم ما

در نامہ ما نوشتن تو از تو پیش خود   صد گونہ عذر ہا بہ سزا کردہ ایم ما

وین نامہ گرچہ بعد دو سالی نوشتہ ایم   اما ہزار ناز بہ جا کردہ ایم ما

در کعبہ داستان ہا مدینہ فرو خواندہ ایم — در مدینہ ہر تو ثنا کردہ ایم ما
ہم سعی تو بہ مروہ تمنا نمودہ ایم — ہم بر صفا دعا بہ صفا کردہ ایم ما
ہر جائے کان محل اجابت شمردہ ایم — حق وفا و مہر ادا کردہ ایم ما
در ملتزم نامہ عرض دعا گر نہ کردہ ایم — ای حسرتی حذر ز ریا کردہ ایم ما
وانگہ دعا بہ موضع دیگر چہ حاجت است — چون بارہا بہ کعبہ دعا کردہ ایم ما[۱]

ان کے علاوہ کلیات شیفتہ و حسرتی کے اندر رقعات کے حصے میں تقریباً سات خطوط آزردہ کے نام بھی ہیں۔ صرف یہی نہیں کہ ہر خط ادب و انشاء کا اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ ان میں جذبۂ عقیدت، اخلاص و مروت کے جذبات سطر سطر میں نمایاں ہیں۔ غدر کے وقت جب گرفتاری ہوئی تو آزردہ نے ایک "شہر آشوب" لکھا اس میں فرماتے ہیں:-

ٹکڑے ہوتے ہیں جگر جان پہ بن آتی ہے — مصطفیٰ خان کی ملاقات جو یاد آتی ہے

نظامی بدایونی لکھتے ہیں کہ:-

"مفتی صاحب نواب صاحب کے انتقال کے بعد عرصہ تک زندہ رہے جب کبھی نواب محمد علی خاں یا نواب اسحاق خاں صاحب فرزندان نواب صاحب سے ملاقات ہو جاتی تو نواب صاحب کی یاد تازہ ہو جاتی۔ اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔"[۲]

نواب شیفتہ کی کتاب تذکرہ گلشن بے خار ۱۲۵۰ھ میں چھپ کر شائع ہوئی۔ اس پر ایک تقریظ مفتی صدر الدین آزردہ کی بھی ہے۔ اس کا اقتباس ملاحظہ ہو:-

"و چگونہ چنین نہ باشد کہ فراہم آوردہ سرآمد سخنوران معنی گستر، انتخاب مجموعۂ کمال و ہنر، شاہ بیت سفینۂ قالب و استعداد، بیت القصیدۂ دیوان فضل و کمال خداداد، فاتحۂ صحیفۂ کاملۂ دولت و اقبال، بسملۂ نسخۂ جامعہ محاسن شیم و مکارم خصال، سواد خوان رموز و اسرار و سواد و بیاض گزین فیض یافتگان مبدأ

۱- شمع انجمن ص ۳۵-۳۶ مصنفہ نواب صدیق حسن خان رئیس المعالی شاہ جہاں بھوپال۔
۲- [illegible] مرتبہ نظامی بدایونی ص ۳۰

فیاض، نسیم جاں فزائے گلشن سخن طرازی، شمیم نافہ کشائے گلہائے چمن نکتہ پردازی، عالی فطرت، بلند ہمت، پاک نہاد، نیکو روش، قدسی نژاد، صفوۃ منش، پاکیزہ طینت، روشن ضمیر، کامل فرہنگ، عدیم النظیر، فہیم مجسّم، ادراک مشکل نواب مصطفیٰ خاں بہادر متخلص بہ شیفتہ است، لآلی منثور سخن طرازاں را از نظم او پایہ بلند است، دریائے منثور نکتہ پردازاں را از فراہمی او مایۂ ارجمند۔"

سرسید اور آزردہ:۔

بعض تذکرہ نگاروں نے سرسید احمد خاں کو مفتی صدر الدین آزردہ کا شاگرد لکھا ہے لیکن حقیقت میں وہ اُن کے باقاعدہ شاگرد نہ تھے بلکہ آزردہ کی شخصیت سے متاثر اور ان کے عقیدت مندوں میں تھے۔ انھوں نے درسیات کی کتابیں زیادہ تر مولوی نوازش علی خاں سے پڑھیں مگر آزردہ سے کبھی کبھی استفادہ بھی کیا ہے۔ اکثر ان کی خدمت میں جاتے اور مستفید ہوتے۔ مولانا حالی حیات جاوید میں لکھتے ہیں۔

"جب انھوں نے پڑھنا چھوڑا ہے اُس وقت اُن کی عمر اٹھارہ انیس برس کی تھی۔ اس کے بعد بطور خود کتابوں کے مطالعہ کا برابر شوق رہا۔ اور دلی میں جو اہل علم اور فارسی دانی میں نام آور تھے جیسے صہبائی۔ غالب اور آزردہ وغیرہ ان سے ملنے کا اور علمی مجلسوں میں بیٹھنے کا اکثر موقع ملتا رہا۔"[1]

اسی طرح جہاں انھوں نے دلی کے فارسی دانوں کا ذکر کیا ہے تو لکھتے ہیں:۔

"مولانا صہبائی سے اُن کی دوستی اخوت کے درجے کو پہنچی ہوئی تھی۔ مولانا سے جو طالب علم مکان پر فارسی پڑھنے آتے تھے۔ ابتدا میں وہ سرسید ہی کے مکان پر ان کو تعلیم دیا کرتے۔ مفتی صدر الدین خان کے ہاں بھی ایک پھیرا ہر روز ہوتا تھا۔ جہاں صہبائی اور شیفتہ اور مومن وغیرہم کا مجمع رہتا تھا۔ مرزا غالب کو وہ چچا کہتے تھے اور مرزا ان پر بزرگانہ شفقت کی نظر رکھتے تھے۔ نواب ضیاء الدین

---

[1] حیات جاوید پہلا باب ص ۴۲

خاں اُن کے نہایت گاڑھے دوست تھے۔ اور یہ سب لوگ فارسی نظم و نثر میں کمال رکھتے تھے۔[۱]

مفتی سعد اللہ جو سرسید کے مخالفوں میں تھے۔ ان کے متعلق لکھتے ہیں :۔

"جس زمانے میں سرسید کی آمد و رفت مفتی صدر الدین خاں مرحوم دہلوی کے مکان پر بہت زیادہ تھی۔ اسی زمانے میں مفتی سعد اللہ صاحب بہ طور طالب علموں کے دلی میں وارد تھے اور مفتی صدر الدین صاحب سے پڑھتے تھے"[۲]

ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سرسید کو آزردہ سے دلی لگاؤ تھا۔ اور اسی دلی لگاؤ کا اثر تھا کہ سرسید کے بڑے بھائی جن سے سرسید کو بے حد محبت تھی یعنی سید محمد خاں نے ۱۸۴۵ء میں جب انتقال کیا تو مفتی صدر الدین خاں نے جو سرسید کو اُن کی تعزیت کا خط بھیجا تھا اُس میں یہ شعر لکھا تھا۔[۳]

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت ۔ مرگے کہ زندگاں بہ دُعا آرزو کنند

سرسید نے جب اپنی مشہور کتاب "آثار الصنادید" لکھی تو مفتی صدر الدین آزردہ نے منظوم تقریظ لکھی جس میں کل ۵۱ اشعار ہیں۔ چند اشعار یہ ہیں :۔

کہ آں را رقم کرد بحر کمال ۔ فرو ہیدہ فرہنگ فرخ خصال
نکردہ فزوں رتبہ اش منصفی ۔ کہ بود است در رتبہ اش منصفی
نویسد اگر خامہ از رائے او ۔ شود بر تخیل امین سراپائے او
رسا فہمش اندیشہ اش سلیم ۔ خیالش مدارائے طبع سقیم
شدہ اُنس او در دلم جائے گیر ۔ بہ اندیشش راگو ز حسرت بمیر
مبیں میوۂ باغ ہستی دلش ۔ پرستندۂ حق بہ ہستی دلش
نو آئین او چہ سوار با بیو فن ۔ طرب بخشش نغز شعر با یقین

۱؎ حیات جاوید حصہ دوم ص ۲۶۵
۲؎ ،، ،، حصہ دوم ص ۲۸۵
۳؎ حیات جاوید پہلا باب ص ۳۳

بجیب صفا خلق او نافہ بار کہیں حلقہ درگوش آمد بہار
دل او ز آئینہ شفاف تر بہ صافی ز آب گہر صاف تر
صفا خیزد از جوہر سینہ اش زمہرو نما خواہد آئینہ اش
ضمیرش بہ درک و رسائی علم ذکا را بلمعانِ فکرش قسم
محال است کاں راکسی رد کند قبولش اگر سیّد احمد کند

" غدر کے بعد جب وہاں کے مسلمان بالکل مٹ گئے اور دلی ایک قالب بے روح ہوگئی۔ اب اسی محبتِ وطن کا یہ تقاضا ہوا کہ جن آنکھوں سے اس کی بہار دیکھی تھی، انھیں آنکھوں سے اُس کی خزاں کیوں کر دیکھی جائے۔ گو بظاہر سرسید نے دلی ہمیشہ کے لیے چھوڑ دی تھی۔ مگر آدم کو بہشت چھوڑنے کا اتنا ہی افسوس ہوگا، جتنا کہ سرسید کو دلی چھوڑنے کا افسوس تھا۔ اُن کے آرٹکلوں میں، اسپیچوں اور لیکچروں یا پرائیوٹ خطوں میں جہاں کہیں دلی کا ذکر آگیا ہے اُن کا دل اُمڈے بغیر نہیں رہا۔"

وہ اپنی کتاب راہِ سُنّت پر ریمارک کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں:۔
"یہ باتیں تو ان صحبتوں کی یادگار رہیں جن کی یاد سے آنسو بھر آتے ہیں۔ کہاں وہ صحبتیں کجا وہ مجلسیں۔ کہاں وہ آزردہ۔ کہاں وہ شیفتہ۔ اور کہاں وہ صہبائی۔ کہاں وہ علماء و صلحاء، صرف یاد ہی یاد ہے!"

روا داری اور عالی ظرفی:۔

قرآن و حدیث کے فہم اور فقہی مسائل کی تحقیق و تنقید میں اختلاف کوئی نئی بات نہیں ہے صدرِ اول سے مختلف مکاتیبِ فکر اور مختلف فقہی مسلک رہے ہیں۔ دہلی کے عوام و خواص بھی اس زمانے میں دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان میں کبھی کبھی بحث و مناظرے بھی ہو جاتے تھے ایک گروہ کثر حنفی مسلک کا پیرو تھا۔ دوسرا عاملین بالحدیث کا۔ حضرت شاہ عبد العزیز اور ان کے

سلہ حیاتِ جاوید حصہ دوم ص ۲۹۰

بھائیوں کا مسلک تو حنفی تھا۔ مگر اسی خاندان میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہید و مولانا عبدالحیٔ اور حضرت سیّد احمد شہید کے بعض خلفاء اور ملنے والوں کا مسلک اہلِ حدیث تھا۔ مفتی صدرالدین آزردہؔ اور مولانا فضل حق خیرآبادی اُن سے اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن باوجود اختلاف کے نہ انھوں نے ان کی تکفیر کی اور نہ گمراہ قرار دیا۔ ہمیشہ احترام و عزت کے ساتھ ان بزرگوں کو یاد کرتے رہے۔ نواب صدیق حسن جو خود عاملینِ بالحدیث میں ہیں۔ آزردہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

"باوجود تعصب مذہب انصاف دوست بود۔ بارہا از زبانش ثناو صفت مولانا محمد اسمٰعیل شہید و مولوی محمد اسحاق دہلوی نزیل مکہ مکرمہ شنیدہ شد"[۱۵]

حکیم مومن خاں بھی عاملین بالحدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ آزردہ اور مولوی فضل حق سے اُن کی دوستی مشہور ہے۔ کلب علی خاں فائق لکھتے ہیں:۔

"مسلک کا اختلاف دہلی میں باعث ہنگامۂ و فساد تھا۔ لیکن مومنؔ اور شیفتہ یک جان و دو قالب تھے۔ مفتی صدرالدین خاں اور مولوی فضل حق خیرآبادی نے مومنؔ کو شہرت دے کر حق دوستی ادا کیا"[۱۶]

اِن لوگوں کا اختلاف محض علمی تھا۔ ایک دوسرے کے خلاف نہ سب و شتم تھا اور نہ معرکہ آرائی۔ کبھی کبھار بحث و مناظرہ ان حضرات میں ضرور ہو جاتا تھا۔ مگر تہذیب و شائستگی کے دائرے میں۔ الحیات بعد المماۃ کے مصنف لکھتے ہیں:۔

"میاں صاحب سیّد نذیر حسین دہلوی (جو مسلک اہلِ حدیث کے علم بردار تھے) اکثر فرماتے تھے کہ مباحثے اور مناظرے کے مناسب حدود چاہئیں۔ امام جی کے حجرہ میں شہزادہ فخرو کے سامنے ہر جمعہ کو مفتی صدرالدین خاں سے بحثیں دل چسپ ضد سے پیدا ہوا کرتی تھیں۔ اور وہ بحثیں نہایت لطف و مذاق کے ساتھ تھیں۔ اب جس کو دیکھو تو تو، میں میں کرتا، آستینیں چڑھتی رہتی ہیں۔ مکّا فضیحتی ایسی

---

[۱۵] اتحاف النبلاء ص ۴۹۰

[۱۶] مومن ص ۴۹

ہوتی ہے کہ معاذ اللہ، معاذ اللہ۔[۵۱]

ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"میاں صاحب اپنے زمانے کے شعراء میں کسی کو بھی خاطر میں نہ لاتے تھے۔ البتہ شاہ نصیر اور مفتی صدر الدین خاں کے اشعار اکثر برمحل پڑھتے اور کہتے کہ "دیکھو مفتی صاحب یوں فرماتے ہیں اور شاہ نصیر یوں فرماتے ہیں"۔[۵۲]

---

۵۱ الحیات بعد المماۃ مصنفہ فضل حسین ص ۷۸، مطبوعہ اکبری آگرہ ۱۹۰۰ء

۵۲ الحیات بعد المماۃ ص ۲۰۳

نئی مطبوعات

سالہ شاعر کا قومی یکجہتی نمبر		۱۰/-
ری آروبندو (سوانح)	مترجم: اشفاق حسین	۴/۵۰
یر خسرو	از: عرش ملسیانی	۱۰/-
دس قزح (افسانے)	غلام محمد زیدی	۳/-
ط کی کہانی	غلام حیدر	۳/۷۵
ساب والجبرا (اوّل)		۲/-
جیومیٹری (اوّل)		۲/-
حیدر علی	ترجمہ: اقتدار حسین صدیقی	۱۷/-
ہندوستانی معیشت	": خلیق احمد	۲۷/۲۵
جدید ہندوستان میں ذات پات	": شہباز حسین	۱۰/-
پیسے کی کہانی	": غلام حیدر	۳/-
یں	": کشور سلطان	۹/-
اردو افسانے	مرتبہ: رضیہ سجاد ظہیر	۱۰/۵۰
موت کے بعد	ترجمہ: محمود سروش	۸/۷۵
آدمی روپ	": سہیل عظیم آبادی	۱۲/-
سورٹھ تیرا بہتا پانی	": مظہر الحق علوی	۱۳/-
راگ درباری	": راشد سہسوانی	۱۵/۵۰
گرونانک بانی	": مخمور جالندھری	۹/۵۰
سوامی رام تیرتھ	": " "	۳/۷۵
اردو غزل (ترمیم شدہ ایڈیشن) (ادب)	ڈاکٹر یوسف حسین خاں	۲۰/-
اردو ناول کا ارتقا (")	ڈاکٹر مجتبیٰ حسین	۱۲/۰
آئینے کے سامنے (تحقیقی و تنقیدی مضامین)	مبشر علی صدیقی	۴/-
راف غالب (غالبیات)	ڈاکٹر سید عبداللہ	۱۵/۰
ردو شاعری کا مزاج (ادب)	ڈاکٹر وزیر آغا	۳۰/-
ٹ دھرم (ناول)	ملک معین	۱۳/۰
بت شکن (")	دت بھارتی	۱۵/-
		./

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی ایک اور اہم کتاب

جانے والوں کی یاد آتی ہے

صالحہ عابد حسین

اس کتاب میں بزرگ ہستیوں پر بھی مضامین ہیں اور محبوب دوستوں پر بھی۔ ان میں مولانا حالی، خواجہ سجاد حسین، مولانا اسلم جیراجپوری، مہاتما گاندھی، جواہر لعل نہرو، مہدی نواز جنگ، ڈاکٹر ذاکر حسین، خواجہ محمد صادق، خواجہ غلام السیدین، شفیق قدوائی، جیسی مشہور و معروف شخصیتیں بھی ہیں۔ اور مشتاق فاطمہ، عزیزہ سیدین، قدسیہ زیدی، صدیقہ قدوائی، خواجہ اظہر عباس اور مختار مہدی، جیسی محبوب ہستیاں بھی۔

صالحہ عابد حسین صاحبہ کے جادو نگار قلم نے بڑے ہی دلکش انداز میں ان حضرات کی سیرت اور شخصیت کو اجاگر کیا ہے۔ ایک گراں قدر تحفہ۔

قیمت : -/۱۸

"ناولستان" نئے ناول

خاکِ تمنّا

سراج انور

زیرِ نظر ناول "خاکِ تمنّا" اپنے واقعات، کردار اور پلاٹ کے لحاظ سے ایک جیتی جاگتی، چلتی پھرتی اور زندگی کی حقیقتوں کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ ایک نہایت دلچسپ ناول جسے ایک بار پڑھنے کے بعد کبھی بار بار پڑھنے کو دل چاہے گا۔ قیمت :- 11/50

دھوپ چھاؤں

مسرور جہاں

مسرور جہاں آپ کی جانی پہچانی ناول نگار ہیں۔ زیرِ نظر ناول آپ کا تازہ ترین ناول ہے جو سماجی ناولوں میں یقیناً نمایاں مقام حاصل کرے گا۔

قیمت : 11/50

منزلیں پیار کی (نفسیاتی ناول) (ڈاکٹر) سیفی پریمی

ہمارے سماج میں کئی جزیرے ہیں جن میں لڑکیاں پھسل کر پہنچ جاتی ہیں۔ کچھ دن بعد وہ نفسیاتی الجھن کا شکار بن جاتی ہیں۔ صرف سماج کا دیا ہوا سپردگی کا جبر ان کی شرافت کا معیار بن کر رہ جاتا ہے "عورت" فنا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر سیفی پریمی نے اپنے ناول "منزلیں پیار کی" میں نوکری اور دولت کے جزیروں میں حسین لڑکیوں کی گرفتاری

جائزے

(تبصرے کے لیے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں)

تعلیم، فلسفہ اور سماج

مصنف: ڈاکٹر سلامت اللہ
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵
قیمت: بارہ روپے

تعلیم کے موضوع پر اردو میں مواد کی کمی شدت سے محسوس کی جاتی ہے اور اس ضمن میں معیاری ادب تو تقریباً ناپید ہے۔ ہمارے اعلیٰ ذہن عموماً اس طرف کم رجوع ہوتے ہیں اور اردو کا دامن ان کی تخلیقات کے فیض سے اکثر و بیشتر محروم ہی رہتا ہے۔ حالات کی ناسازگاری نے شہسوارانِ تعلیم کو اردو کی طرف سے اتنا بے اعتنا بنا دیا ہے اور بساطِ تعلیم پر اردو میں کوئی بلند پایہ تحریر ایک امر اتفاقی سے کم نہیں ہوتی ہے۔ اس معاملے میں ڈاکٹر سلامت اللہ ہی تنہا ایک ایسی شخصیت نظر آتے ہیں جن کی علمی تخلیقات گاہے گاہے منظرِ عام پر آتی رہتی ہیں۔ وہ اپنے شجرِ علمی کی بنا پر بڑا وقار رکھتے ہیں۔ ان کا تعلیمی تجربہ ایک پوری زندگی کے شغف کا حاصل ہے۔ انھوں نے اپنے تعلیمی مشاغل کا آغاز ۱۹۲۹ء میں جامعہ ٹیچرز کالج کے ایک استاد کی حیثیت سے کیا۔ اس وقت یہ ادارہ ایک سال کا نوزائیدہ تھا۔ اس کی تعمیر و تشکیل میں انھوں نے اپنے آپ کو تجا اور اب تقریباً ۱۸ سال سے اس کے سربراہ کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ ان کی قیادت میں اس ادارے نے اساتذہ کی تربیت کے میدان میں ایک مقتدر مقام حاصل کر لیا۔ اور خود ڈاکٹر سلامت اللہ دیس کے ایک سرکردہ تعلیمی مفکر اور ماہر کی حیثیت سے تسلیم کیے جانے لگے۔ آج ہماری تعلیمی دنیا

میں وہ ایک نہایت ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ:

"اس کتاب میں جو مضامین شامل ہیں وہ دراصل مختلف مواقع پر اور مختلف تقریبات کے لیے لکھے گئے تھے۔ ان میں سے بعض علمی مجلسوں اور کانفرنسوں میں پیش کیے گئے بعض اخباروں اور رسالوں میں شایع ہوئے اور بعض ایسے ہیں جو آل انڈیا ریڈیو سے نشر کیے گئے۔ چونکہ مختلف مضامین میں الگ الگ قسم کے لوگوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اس لیے پڑھنے والوں کو اندازِ بیان اور لب و لہجہ میں فرق محسوس ہوگا۔ لیکن سبھی مضمون ایسے ہیں جو نہ صرف استادوں کو بلکہ عام شہریوں کو تعلیم کے بعض مخصوص پہلوؤں سے روشناس کریں گے۔ اور کچھ اہم تعلیمی مسائل پر غور و فکر کرنے کی ترغیب دیں گے"

مندرجہ بالا اقتباس جس سادگی اور سادہ دلی کے ساتھ اپنی نوعیت پر روشنی ڈالتا ہے اس سے مضامین کی اہمیت اور حیثیت آجاگر نہیں ہوتی ہے دراصل جملہ مضامین بالغ نظری کے غماز ہیں۔ ان میں سے چند تو نہایت ہی فکر انگیز کہلانے کے مستحق ہیں اور بعض اپنے موضوع پر بے باک اور بے لاگ اظہار خیال کی بنا پر جسارت و صداقتِ بیان کی اعلیٰ مثال پیش کرتے ہیں۔ خود ان کے الفاظ میں مضامین کی تقسیم اس طرح ہے:۔

"موضوع کے لحاظ سے مضامین کو چھ حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے حصۂ اوّل میں چار مضمون ہیں۔ یہ بعض ان حقایق پر روشنی ڈالتے ہیں جو تعلیم میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں...... دوسرا حصّہ سات مضمونوں پر مشتمل ہے اور اس میں تعلیم کے بعض اہم پہلوؤں سے بحث کی گئی ہے۔ تیسرا حصّہ بنیادی قومی تعلیم سے متعلق ہے اور اس میں تین مضمون ہیں .... چوتھے حصّے میں چار مضمون ہیں۔ ان میں ملک کے تعلیمی حالات کا جائزہ لیا گیا ہے جو ہماری تعلیم میں خاص اہمیت کے حامل

ہیں ...... چھٹے اور آخری حصے میں چار مضمون شامل ہیں۔"

اس طور ان مضامین میں نظریات سے بھی بحث ملتی ہے اور معاملات واقعات سے بھی تعلیمی اساس پر بھی اظہار خیال موجود ہے اور مسائل پر بھی نظر ڈالی گئی ہے۔ "تعلیم اور فلسفہ" یا "ہماری تعلیم اور سماج" جیسے موضوعات بھی معرض بحث میں آئے ہیں اور "لسانی اقلیتوں کی تعلیم" یا "مسلمانوں کی ثانوی تعلیم کے مسائل" جیسے مباحث بھی پیش کیے گئے ہیں۔ آخری حصہ شخصیات سے متعلق ہے جو کہ بڑی حد تک محض تعارفی حیثیت رکھتا ہے۔

ان تمام مضامین کی زبان اپنے علمی وقار کے مطابق ہوتے ہوئے بھی بوجھل نہیں ہونے پائی ہے۔ عبارت میں ابہام اور الجھاؤ بھی نہیں ہے اور نہ انگریزی الفاظ کی گل پاشی پائی جاتی ہے۔ خالص علمی انداز اور متین لہجے میں بات کہی گئی ہے اور وہ بات بھی اپنی جگہ پر اہم ہے۔ یہ مجموعہ مضامین اگرچہ ایک مبسوط کتاب کے تسلسل کا حامل نہیں ہو سکتا پھر بھی اس میں ایک فکری وحدت اور موضوعاتی ربط کارفرما نظر آتا ہے۔ کتابت وطباعت بھی صاف ستھری اور دیدہ زیب ہے۔

زیر تعلیم اساتذہ کے لیے تو یہ کتاب ناگزیر ہی ہے۔ ایک معلّم کی ذہنی تازگی اور بصیرت کے لیے بھی اس کا مطالعہ ضروری معلوم ہوتا ہے اور اس کے اندر افکار تعلیم سے دلچسپی رکھنے والوں کے ذوق وشوق کا بھی بہت کچھ سامان موجود ہے۔

عبداللہ ولی بخش قادری

مرتّب: ڈاکٹر گوپی چند نارنگ

املا نامہ

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ، قیمت: ایک روپیا

اُردو زبان کی نشو ونما کے مختلف دور اور مختلف علاقے رہے ہیں۔ جن میں اس کی ارتقا پذیری کا عمل جاری رہا ہے اس پورے طریق عمل میں بعض اشخاص اور چند اداروں نے اردو زبان کو متعلقہ زندگی کے لیے مفید آلہ کار بنانے کی غرض سے وقتاً فوقتاً اصلاح زبان

کی کوششیں کی ہیں۔ اسی ضمن میں ایک کوشش اصلاحِ املا رہی ہے۔

اُردو املا کا پہلا سراغ اصلاح آج سے تقریباً ۱۲۷ (ایک سو ستائیس) برس پہلے جنوبی ہند میں ملتا ہے اور شمالی ہند میں علامہ احسن مارہروی کی تحریک اصلاح اُردو کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ انھوں نے سب سے پہلے "جو بولو وہ لکھو" پر زور دیا۔ اس کی بنیاد صوتیاتی تھی۔ انھوں نے اصول وضع کیے اور زندگی بھر اپنی تحریروں میں اسی اصول پر کاربند رہے۔ اپنے رسالے "فصیح الملک" کے ذریعہ اس طرزِ املا کی ترویج کی۔ اس سلسلے میں درج ذیل عبارت کا مطالعہ بھی مفید ہوگا۔

علامہ احسن مارہروی نے "تاریخ نثر اُردو" میں تبصرہ و کیفیت کے تحت فرمایا ہے۔ "املائے اُردو کی بعض خصوصیات کے متعلق عموماً یہ مشہور ہے کہ پنجاب کے ڈائرکٹر تعلیمات مسٹر آرنلڈ کی تحریک و تشویق سے اس عہد کے اہلِ قلم نے یائے معروف و مجہول اور دوچشمی (ھ) یا کھلی ہوئی (ہ)، ہائے ملفوظ کی کتابت کا خاص التزام کیا تھا، اور گویا موجودہ املائے اُردو کی اصلاح و ترمیم اسی وقت شروع ہوتی ہے لیکن زیرِ نمونہ کتابت مطلع القمرین فی احکام العیدین۔ مصنف سیّد احمد ابن سیّد درویش۔ سنِ تصنیف ۱۲۶۴ھ (۱۸۴۷ عیسوی) کو دیکھ کر یہ راز کھلتا ہے کہ اب سے نوّے برس پہلے جنوب ہند (دکن) میں اس جدّتِ املا کی بنیاد بھی پڑ چکی تھی۔ مذکورۃ الصدر عبارت، بعض ان املائی خصوصیات کے علاوہ جن کا راقم الحروف پابند ہے بحرفہ و لیثادہ اصل مطبوعہ کتاب کی نقل ہے۔

اس کتاب میں عموماً وہ الفاظ جن میں دوچشمی یا کھلی ہوئی ہائے ہوز آتی ہے۔ یا معروف و مجہول تحتانی واقع ہے اُن سب حرفوں کو اسی التزام سے لکھا ہے جس کی پابندی آج بالاکثر اہلِ قلم میں کی جاتی ہے۔ مزید برآں اُردو تلفظ کا لحاظ کرتے ہوئے ہائے مختفی کو بحالت امالہ یائے تحتانی سے اور بغیر امالہ الف سے لکھا ہے۔ مثلاً چھاپے خانہ کو چھاپے خانے اور بارہ کو بارا۔

اسی طرح یائے تحتانی کے تیسرے تلفظ (یائے ماقبل مفتوح) میں بھی یہ التزام و امتیاز قائم رکھا ہے کہ معروف و مجہول (ی ے) کے علاوہ ایسی تحتانی کو خط نسخ

سے مِلا مُلا (دیں) لکھا ہے۔ تلفظ کے صحیح پڑھنے کا یہ اہتمام کیا ہے کہ (۶۵)
پیں سٹھ تحریر کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

"بایں حالات کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اردو زبان کی ابتدائی ترویج کی طرح املائے اُردو کا مصلح بھی جنوبِ ہند کو نہ مانا جائے۔"

کسی تاریخی تسلسل کے بغیر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولوی محمد حسین آزاد، مولانا اسماعیل میرٹھی اور مولوی فتح محمد خاں جالندھری کی قواعد اُردو اور ان کی تحریروں میں بھی بعض املائی خصوصیات ملتی ہیں۔ آخر میں انجمن ترقی اُردو اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اس کام کو منظم طور پر کیا۔ پھر ڈاکٹر جافر حسن، مسعود حسین رضوی ادیب، عبدالقدوس ہاشمی، محمد الیاس برنی، مولوی عبدالغفار مدھولی اور رشید حسن خاں وغیرہ نے املا پر کتابیں اور مضامین لکھے۔

ان کے علاوہ ماہر غالبیات مالک رام نے اپنی ذاتی تحریروں اور اپنے جریدے "تحریر" میں املائی خصوصیات پر عقیدے کی طرح پابندی کو اپنا مشرب بنالیا ہے۔ ماہر لسانیات پروفیسر مسعود حسین خاں نے لسانیات کی روشنی میں جدید املائی نکات کی ترویج کے ساتھ ان کی پابندی کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ ڈاکٹر گیان چند جین اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے سائنسی اصول پر زور دیا ہے۔

یہ املائی اصلاحی کارواں ۱۸۴۷ء سے چل کر ۱۹۷۳ء میں شہر دہلی میں داخل ہوتا ہے اس کو ترقی اردو بورڈ کی پذیرائی کے باعث املا کمیٹی کی سرپرستی میسر آتی ہے۔ اس کے صدر ڈاکٹر سید عابد حسین اور اراکین میں رشید حسن خاں اور ڈاکٹر گوپی چند نارنگ شامل ہیں۔ رشید حسن خاں اس کام کو لگن اور پوری ذمہ داری سے پہلے ہی سے کرتے رہے ہیں انھوں نے اس موضوع پر تنہا اتنا لکھا ہے کہ کوئی ادارہ اس کی مثال قائم نہ کر سکا چنانچہ ان کی مفید ضخیم کتاب "اُردو املا" ترقی اُردو بورڈ نے شائع کر دی ہے۔ اب مئی ۱۹۷۴ء میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ کو "املا نامہ" کے نام سے مرتب کر کے شائع کیا ہے اس کی قیمت ایک روپیہ رکھی گئی ہے تاکہ ہر ایک اُردو خواں کے ہاتھ تک پہنچ سکے۔ اور اس طرح

املا کے بنیادی اصولوں کی واقفیت عام ہو سکے اور اس پر عمل کیا جا سکے۔

"املا نامہ" کا پیش لفظ ڈاکٹر عبدالعلیم، چیرمین ترقی اُردو بورڈ نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنے مقدمے میں اردو رسم الخط کے مسائل، مستشرقین کی کوشش، اُردو لفظیات، اردو صوتیات، صحتِ املا کی تحریک، مصلحوں کے کام، اُردو لغات، اردو ٹائپ، قدیم علم ہجا۔ جدید صوتیات اور سماجی لسانیات وغیرہ امور پر نہایت صفائی سے مفید بحث کی ہے۔ مقدمہ پُر مغز اور جامع ہے۔ املا نامہ کی فہرست جدید طرز پر ترتیب دی گئی ہے۔ قارئین خصوصاً طلبہ کسی لفظ کے متعلق اپنے شبہ کو آسانی سے دور کر سکتے ہیں۔

جدید املا کی روشنی میں قدیم املا کی بعض دلچسپ لغزشیں سامنے آتی ہیں مثلاً (لئے، طلبا، صوفیا) اب صحیح املا یہ ہے (لیے، طلبہ، صوفیہ)۔ اسی طرح (مہندی، بہنگی، مہنگائی، لہنگا، پاؤں، گاؤں، روپیہ، چاہیئے، کیجیئے، چھاؤں) غلط طور پر لکھے جاتے رہے ہیں۔ ان لفظوں کو اس طرح لکھنا درست ہوگا:۔

(منہدی، بنہگی، منہگائی، لنہگا، پانو، چھانو، روپیا، کیجیے، چاہیے)

بڑی غلطی اضافت کے استعمال میں ہوتی رہی ہے۔ مثلاً (شوخیٔ تحریر، والیٔ ریاست، رعنائی خیال وغیرہ) صحیح املا یہ ہوگا (شوخیِ تحریر، والیِ ریاست، رعنائیِ خیال وغیرہ)

اعداد کے سلسلے میں بعض مقامات پر کمیٹی کی سفارشات نظر ثانی کی محتاج ہیں۔

مثلاً ۱۲ (بارہ) کا ہندسہ۔

کمیٹی کی سفارش ہے۔ "گیارہ سے اٹھارہ تک گنتیوں کے آخر میں ہائے ملفوظ ہے۔

اس لیے ان کے آخر میں ہمیشہ (ہ) لکھنی چاہیے"، مگر علامہ احسن مارہروی

نے ہائے مختفی کو بغیر ہا ر کی صورت میں الف سے لکھنے کا اصول بتایا ہے اور ابن سید درویش کی کتاب ۷۴۸ا ء کا حوالہ دیا ہے یعنی بارہ ۱۲ کو (بارا) لکھنا چاہیے۔
(ذ و ر ز) کے سلسلے میں املا کمیٹی نے سفارش کی ہے۔
ص ۳۴ ۔ " فارسی مصادر پذیرفتن، گذشتن اور گذاشتن کے جملہ مشتقات میں ذال لکھی جائے گی اور گزاردن (بہ معنی ادا کرنا، پیش کرنا) کے مشتقات میں (زے) آئے گی۔ جیسے

ذال سے گذشتہ، گذشتگان، رہ گذر، راہ گذر، سرگذشت، واگذاشت، پذیرفتہ، پذیرائی، دل پذیر، درگذر

زے سے گزارش، باج گزار، خدمت گزار، شکر گزار، عرضی گزار، مال گزار"
یہ عمل پیچیدہ ہے اور دشواری کا باعث اس لیے علامہ احسن مارہروی کا اصول اپنانا مستحسن ہوگا۔
ص ۲۵۱ ۔ تاریخ نثر اردو (علامہ احسن مارہروی)
" ذال کو متقدمین نے عربی و فارسی میں مشترک مانا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ فارسی میں ذال کا وجود نہیں اس لیے گزر اور گزارش کا املا۔
"زے سے چاہیے"
ایک قابل توجہ مسئلہ شعر کا ہے سچ پوچھیے تو روزمرہ، ضرب الامثال، محاورہ، تلفظ اور غلط العام فصیح کی قابلِ اعتماد سند "شعر" کے علاوہ اور کہیں سے نہیں مل سکتی اس ضمن میں املا کمیٹی نے غالب کے ایک مصرع کو پیش کیا ہے:

ناتوانی سے حریف دم عیسیٰ نہ ہوا

(تسلی، معنی وغیرہ قوافی) یہاں عیسیٰ کو حرف رومی کی رعایت سے ی سے لکھنا مناسب بتایا گیا ہے۔ لیکن میرے نزدیک اصول قافیہ کے لحاظ سے یہ لکھاوٹ کا معاملہ نہیں ہے بلکہ عربی میں موسیٰ اور عیسیٰ کے مختلف لہجے ہیں۔ ان میں ایک لہجہ عیسیٰ اور موسیٰ بھی ہے۔ غالب نے معنی اور تسلی کا قافیہ آواز کی بنیاد پر نظم کیا ہے۔

ص ۷۵ ۔ واو معروف کے متعلق املا کمیٹی کی سفارش ہے :
واو معروف ۔ (دُور، چُور، دھُوں، پھُول، مُول) یعنی واو معروف
پر (،) پسا الٹا کاما لگایا جائے لیکن ۔ ص ۷۹ پر رموز اوقاف کے تحت مولوی عبدالحق
کی قواعد اُردو کے حوالے سے سکتہ (COMMA) کے لیے بھی یہی علامت
(،) الٹا کاما تجویز کی گئی ہے ۔
اس یکسانی کو دور کرنے کے لیے ہمیں مولوی محمد حسین آزاد کی پیروی کرنا چاہیے
انھوں نے اپنی قواعد اردو میں " اعراب کے قاعدے " میں لکھا ہے ۔
۴ ۔ واوٗ معروف کے ماقبل پیش لکھا گیا ہے ۔ مثلاً دُور
رموز اوقاف کے تحت املا کمیٹی کی یہ بھی سفارش ہے ۔
ختمہ (FULLSTOP) کی علامت
خط (DASH) کی علامت ۔
ان دونوں مذکورہ علامتوں کے استعمال میں لکھنے والے کی روش سے پڑھنے والے
کو انتشار پیدا ہوگا۔ ان لائنوں کے کھینچنے میں کاتب ملی میٹر کا حساب تو رکھے گا نہیں پھر
یہ علامتیں کسی سائنسی اصول یا چلن کو بھی واضح نہیں کرتیں ۔ یہاں بھی ہمیں مولوی
محمد حسین آزاد کے اصول کو برتنا چاہیے ۔
۵ ۔ تھوڑے وقفے کی علامت —
پورے وقفے کی علامت +
یا پھر انگریزی کے (FULLSTOP) کی علامت کو اپنانا چاہیے ۔
املا کمیٹی نے واو معدولہ لغیر الف (خود، خوش، خویشگی، خورشید،
خوراک) کے لیے چھوٹی لکیر کی علامت ابتدائی کتب تک محدود رکھی ہے یہ قطعی
مناسب ہے ۔ مولوی محمد حسین آزاد نے اعراب کے قاعدے میں لکھا ہے ۔
۲ ۔ جو واو بولی نہیں جاتی اس کے نیچے لکیر ہے ۔
املا نامہ میں آخری عنوان " اشاریہ الفاظ " ہے یہ کام اصولی تھا اور محنت

طلب۔ اس کی انجام دہی قاری کے لیے سہولت اور افادہ کا سبب ہو گی۔ املا کمیٹی نے بہت سے الفاظ کا املا درست کر کے اُردو زبان کو نکھارا ہے اور بے عیب بنایا ہے۔ مثلاً۔ آریا، آذر، اکھاڑا، امام باڑا، بھروسا، ڈراما، غبّارا، تہران، قسائی، توتا، کمرا، مارکا، مرّبا، مالا، میسرا، معمّا، منجھ، ناشتا وغیرہ۔

اس کار خیر کی موجودگی میں ایک سوال ذہن میں اُبھرتا ہے یعنی!

اُردو ٹائپ بھی اسی جدید کتابت کے مطابق ہونا چاہیے اور بڑی اہمیت جدید املا کے مطابق تدوین لغت کی ہے۔ برطانی اور امریکی انگریزی میں بھی بعض الفاظ کے SPELLING) میں فرق پیدا کیا گیا ہے۔ مثلاً

برطانی املا۔ (COLOUR) و (ARMOUR) و (LABOUR)

امریکی املا (COLOR) و (ARMOR) و (LABOR)

امریکا نے ان جدید املائی الفاظ کو اپنی ڈکشنری میں شامل کر لیا ہے۔ اس لیے فی الحال طلبہ اور مڈل اسکول تک نئے معلمین کے لیے (WORKING VOCABULARY) پر مشتمل ایک جدید املائی لغ[illegible]ی اشاعت بیحد ضروری ہے۔

ہمیں املا کمیٹی ترقی اردو بورڈ کی سفارشات کا خیر مقدم کرنا چاہیے۔

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنی محنت۔ علمی بصارت و بصیرت اور سائنسی نقطہ نظر سے " املا نامہ" کو مفید اور اہم بنا دیا ہے "املا نامہ" کی اشاعت میں مکتبہ جامعہ کے جنرل منیجر شاہد علی خاں نے حسن طباعت کا پورا لحاظ رکھا ہے۔

(ڈاکٹر) سیفی پریمی

دردآشنا

مصنف: عبداللہ ساجد

پتہ: "دیپ بیلا" ۴۸/۱۲ ماؤنٹ میری روڈ
بمبئی ۴۰۰۰۵۰

قیمت: تین روپے پچاس پیسے

کوکن اردو کا علاقہ نہ سہی، مگر اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اسماعیل کوکنی

اور محمد علی شوقی کی اس سرزمین کا اُردو زبان و ادب سے کافی پُرانا اور گہرا رشتہ ہے آج کے مشہور اُردو صحافیوں، ادیبوں اور افسانہ نگاروں میں بھی عبدالحمید یوسیرے عبدالستار دلوی۔ نظام الدین گوریکر۔ یونس اگاسکر، نور پرکار، سلام بن رزاق وغیرہ جیسے متعدد اہم نام اسی سرزمین سے تعلق رکھتے ہیں اور منیا پانی۔ فیضی نظام پوری آدم نصرت۔ داؤد غازی۔ اختر راہی۔ فروغ تمکنت اور یعقوب راہی وغیرہ جیسے اُردو کے کئی خوش فکر شاعر بھی اسی سرزمین نے پیدا کیے ہیں۔

گزشتہ چند برسوں میں کوکن کے بہت سے اُردو شاعروں کے شعری مجموعے شائع ہوکر مقبول ہوئے ہیں۔ جن میں "وقت کی صدیاں" (داؤد غازی مرحوم) اور "ذرے خاک کے" (اشرف کمالی) "ابن آدم" (اختر راہی) "سنگریزے" (حیات کوکنی مرحوم) اور "مضراب" (فیضی نظام پوری) کے نام خصوصیت کے ساتھ لیے جاسکتے ہیں۔ حال ہی میں، اس فہرست میں "درد آشنا" کے خوبصورت نام سے ایک شعری مجموعے کا اضافہ ہوا ہے، جو ارضِ کوکن کے ابھرتے ہوئے شاعر عبداللہ ساجد کی تخلیق ہے۔

عبداللہ ساجد غالباً کوکن کے سب سے کم عمر اُردو شاعر ہیں۔ ۱۹۴۵ء میں پیدا ہونے والے اس شاعر نے ابھی زندگی کی تیس بہاریں بھی نہیں دیکھی ہیں اس لیے ان کے کلام میں کسی قسم کی پختگی تلاش کرنا یقیناً قبل از وقت ہوگا۔ اسی طرح "درد آشنا" میں شامل ان کی نظموں اور غزلوں کو ان کی شاعری کا "انتخاب" بھی نہیں کہا جاسکتا اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کے اس مختصر سے پہلے مجموعۂ کلام میں بھی قاری کے لیے کشش اور دلچسپی کا کافی سامان موجود ہے جس کی روشنی میں ان کی شاعرانہ صلاحیت کا اعتراف کیا جاسکتا ہے۔

"درد آشنا" میں تقریباً تین درجن نظمیں شامل ہیں۔ جن میں سے زیادہ تر نظمیں رومانی نوعیت کی ہیں۔ اس قسم کی اکثر نظموں میں موضوعات کے اعتبار سے یکسانیت پائی جاتی ہے مگر اسلوب اور ہیئت کے تنوع نے انھیں بے کیف نہیں ہونے

یا ہے ۔ وہ اختر شیرانی سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہیں ۔ اور کہیں کہیں ان کے
انداز بیان پر ترقی پسند شاعروں کا اثر بھی دکھائی دیتا ہے ۔ یہ اثرات چھٹ جائیں اور ان
کا مشق سخن جاری رہے تو امید کی جا سکتی ہے کہ ساجد علی اپنی آواز کو پا لیں گے ۔
اور کوکن کی جدید تر نسل کے اردو شاعروں میں اپنا ایک انفرادی لہجہ بنانے میں
کامیاب ہوں گے ۔

ساجد کی غزلوں میں فنی رکھ رکھاؤ موجود ہے اور ان میں اس قسم کے اچھے
اشعار مل جاتے ہیں ۔

جاگی تھی اِک امید کہ ناکام ہوگئی
پھر اس کے بعد ہم کوئی ارماں نہ کر سکے

کوئی چہرہ نظر نہیں آتا
اس قدر روشنی کا عالم ہے

یہ سوزِ عشق مبارک ہو تم کو ہم سفرو
یہی چراغ ہمارے بھی کام آیا تھا

آؤ کسی دیوار سے سر پھوڑ کے روئیں
ماحول بڑی دیر سے محروم نوا ہے

غزلوں کے علاوہ کتاب کے آخر میں کچھ قطعات بھی شامل ہیں ۔

ساجد میری سرزمین کے شاعر ہیں اس لیے مجھے بھی فطری طور پر ان سے
محبت اور لگاؤ ہے ۔ مگر میں اس محبت اور لگاؤ کے نشے میں ان کے مجموعے پر
کوئی مبالغہ آمیز رائے دینے کو خود ان کی ترقی کے حق میں خطرناک اور گمراہ کن
سمجھتا ہوں ۔ البتہ میں نے چونکہ ان کے مجموعے کلام کو شروع سے آخر تک پڑھا
ہے اس لیے اپنے مطالعہ کی روشنی میں وثوق کے ساتھ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ
ساجد کوکن کی نئی نسل کے ایک ہونہار اور اچھے شاعر ہیں اور مسلسل محنت اور

مطالعہ سے اور اچھے بن سکتے ہیں۔ مجھے اس دن کا انتظار رہے گا جب ان کے اپنے مخصوص رنگ میں ان کا دوسرا شعری مجموعہ میرے سامنے آئے گا۔

بدیع الزماں خاور

شش جہت

شاعر: ساحل مانک پوری
قیمت: تین روپے
ناشر: مکتبۂ آہنگ، مانک پور، پرتاپ گڑھ

ساحل مانک پوری اردو کے جانے پہچانے شاعر ہیں۔ جن کا کلام ملک کے اخبارات اور رسائل میں شایع ہوتا رہتا ہے۔ زیرِ نظر مجموعہ کلام ان کی مطبوعہ غزلوں اور نظموں پر مشتمل ہے۔ شاعر نے ہر غزل اور نظم کے نیچے اُس رسالہ کا نام بھی لکھ دیا ہے جس میں وہ تخلیق شایع ہوئی ہے "شش جہت" میں زیادہ تر غزلیں ہیں چند نظمیں اور کچھ متفرق اشعار بھی شامل ہیں۔ غزلیں چار پانچ اشعار کی ہیں۔ نظمیں بھی مختصر ہیں۔ شاعر نے "میں" کے عنوان سے اپنے بارے میں مختصراً اظہارِ خیال کرتے ہوئے اپنے متجس ذہن کا ذکر کیا ہے اور اپنے نئے طرزِ فکر پر اصرار کیا ہے۔

ساحل مانک پوری کی شاعری میں تین رنگ نمایاں ہیں ایک روایتی شاعری کا دوسرا توسیع روایت کا اور تیسرا مصنوعی جدیدیت کا۔ جہاں تک روایتی شاعری کا تعلق ہے اس سے کوئی غزل گو دامن نہیں بچا سکتا۔ اس لیے اس پر گفتگو لاحاصل ہے۔ البتہ ساحل کی شاعری کا دوسرا رنگ دلکش ہے۔ جس کو میں نے توسیع روایت کا نام ہے ایسے اشعار میں روایت کے حسن اور تازگی کے ساتھ عصری حیثیت کا احساس بھی ہوتا ہے۔

مثلاً۔

میں خود شناس نہ ٹھہرا اگرچہ شکل مری	قدم قدم پہ مجھے آئینہ دکھاتی ہے
میں بے تکان گزرتا رہا اندھیروں سے	کہ مجھ کو دُور سے اک روشنی بلاتی ہے
ہم اگر صرف آدمی بن جائیں	خود فرشتے ہمیں سلام کریں
ہماری پیاس جانے کب بجھے گی	کہ ہونٹوں پر سمندر سو رہا ہے

تیسرا رنگ مصنوعی جدیدیت کا ہے۔ یہ رنگ جہاں گہرا ہو گیا ہے وہاں تسلسل

پر گراں گزرتا ہے مثلاً

ابھی تو اُس نے میرے سر کو پھوڑ ڈالا تھا	گناہ کیا مرا جو اُس نے سنگ پھینکا تھا
ریت پہ آؤ کھیلو کودو	پانی میں پھسلو اور تیرو
خفا تھا لڑکا بہل گیا ہے	نشاں سے آگے نکل گیا ہے
میز خالی لے رہی ہے سسکیاں	توڑ کر رکھ دی ہیں کس نے کرسیاں

اسی طرح کے اشعار غزل کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتے۔ یہی نہیں بلکہ "شش جہت" کے مطالعے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ساحل مانک پوری کے یہاں عروضی اور فنی کمزوریاں بھی ہیں مثلاً

(۱) لے کے مایوسی کا احساس وہ گھر جائے گا ___ مایوسی کی ی ساقط

(۲) ان کی آنکھوں میں ابھی تیشۂ سورج بھی نہیں ___ تیشۂ سورج کی ترکیب غلط

(۳) بر سیوں تپ آلام کے شعلوں میں تپا ہوں

تب جا کے میں خورشید جہاں تاب بنا ہوں ___ اس مطلع میں ایطا ہے

امید کہ ساحل مانک پوری صاحب آئندہ اپنے فن کی طرف زیادہ لگن اور محنت سے متوجہ ہوں گے اور ان کے جوہر قابل کو مزید نکھرنے کا موقع ملے گا۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

سحر ہونے تک

شاعر: فرید عشرتی

قیمت: چھ روپے

ناشر: فریدالدین ۱۵۵/۱۵۹ مولوی گنج، لکھنؤ

فرید عشرتی کو شاعری ورثہ میں ملی ہے۔ موصوف مرحوم تاج الدین عشرت لکھنوی کے صاحبزادے ہیں جو مضطر خیر آبادی کے شاگرد تھے اس طرح فرید عشرتی کا ذہنی رشتہ اُس نسل سے قایم ہے جو اُردو شاعری کی فنی روایات کی امین ہے۔ فرید عشرتی نے محض شاعرانہ روایتوں کی پاسداری پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ بقول خود "شاعری کے دشت بیکنار میں نئی راہیں تلاش کی ہیں۔ کچھ ایسی راہیں جو کافی اُلجھی اور پیچید

بھی ہیں" (ص ۹) کتاب کے ابتدائی صفحات میں ڈاکٹر شجاعت علی کا دیباچہ اور عزالنفہ حسن کمال، احمد جمال پاشا اور احمد ابراہیم علوی کی تاثراتی رائیں شامل ہیں "سحر ہونے تک" میں ۴۴ نظمیں اور ۲۳ غزلیں شامل ہیں۔

فریدہ عشرتی کی شاعری ایک محتاط مگر حساس انسان کے دل کی دھڑکنوں کا نغمہ ہے۔ انھوں نے اپنے گرد وپیش پر سرسری نظر نہیں ڈالی بلکہ زندگی کے چہرے کو غور سے دیکھا اور اس کے تیوروں کو محسوس کیا ہے۔ اس بات کا اندازہ ان کی نظموں کے عنوانات سے پہلی ہی نظر میں ہو جاتا ہے۔ وہ موضوعِ شاعری محض چند گنے چنے عنوانات کو ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ زندگی کا ہر رُخ اور اس کی ہر جہت خواہ وہ کتنی ہی معمولی ہو ان کی دلچسپی کا مرکز اور شاعری کا موضوع بن سکتی ہے۔ "سحر ہونے تک" اور چھپکلی وغیرہ اسی نوع کی نظمیں ہیں ـــــ انھوں نے اپنے جوان جذبات اور آرزوؤں پر سنجیدگی کا غلاف چڑھانے کی کوشش کبھی نہیں کی ہے اس لیے ان کی بہت سی نظمیں عنفوانِ شباب کی نفسیات کی حامل ہیں اور ان کے رومانی نیز غنائی عناصر متوجہ کرتے ہیں۔ زبان و بیان میں صحت وصفائی کا خیال رکھا ہے انھوں نے جو زبان برتی ہے وہ اس زبان کا ایک حصہ ہے جو ایک صدی سے اردو شاعری کی مستند زبان سمجھی گئی ہے غزلوں کی نوعیت بھی کچھ اسی قسم کی ہے۔ البتہ غزلوں پر عنوانات درج کر کے انھیں نظم بتانے کی سعیٔ رائیگاں ضرور کی گئی ہے جو کسی طرح مستحسن قرار نہیں دی جا سکتی۔ بعض نظمیں بیانیہ قسم کی ہیں اور محض بھرتی کی ہیں۔ چند شعر دیکھیے۔

کیا جو ہم نے مرتب کوئی فسانہ تو ۔۔۔ شگافِ نوکِ قلم بن گئی ہے صبح کی لو

لکھیے نہ اب حکایتِ احوالِ واقعی ۔۔۔ جو ہو گیا مشیتِ یزداں سے ہو گیا

کہتی ہے دل کی بات نگاہِ جمال سے ۔۔۔ جب کائنات رکھتی ہے آئینہ روبرو

فریدہ عشرتی کی شاعری عروضی و فنی کمزوریوں سے بڑی حد تک پاک ہے۔ پھر بھی

ہیں کہیں ایسے مقامات مل جاتے ہیں جن پر نظر ثانی ضروری ہے جیسے ؎

دکھا رہی ہیں شبیہ قاتل خود اپنے جلووں کے آئینے ہیں
تری وہ گیسو درازیاں جو تمام عالم یہ کھل رہی ہیں

مصرع ثانی میں "گیسو درازیوں کا کھلنا" صحیح زبان ہے نہ صحیح محاورہ۔ ایسے مقامات نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ مجموعی طور پر فرید کی شاعری پر اردو شاعری کی کلاسیکی روایات چھائی ہوئی ہیں۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

منزلیں پیار کی

مصنف: ڈاکٹر سیفی پریمی
ناشر: ناولستان جامعہ نگر نئی دلی ۲۵
قیمت: آٹھ روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر نئی دلی ۲۵

سیفی پریمی نے بدایوں کی تحصیل گنوّر کے عالموں اور طبیبوں کے ایک معزز خاندان میں ۲۰ جنوری ۱۹۱۳ء کو آنکھ کھولی۔ اُن کے والد مولانا حبیب الرحمٰن نے ان کا نام خلیل الرحمٰن رکھا۔ سیفی نے مشن اسلامیہ ہائی اسکول بدایوں سے ۱۹۳۴ء میں ہائی اسکول کے امتحان میں کامیابی حاصل کی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۱۹۴۶ء میں بی۔ اے اور ۱۹۴۸ء میں ایم اے اُردو کے امتحانات میں کامیاب ہوئے پھر انھوں نے کچھ عرصے اسلامیہ انٹر کالج اٹاوہ میں اُردو کے استاد کی حیثیت سے کام کیا اور ۱۹۵۴ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی ایڈ کی سند حاصل کرنے کے بعد اسی سال جامعہ ملیہ اسلامیہ کے مدرسہ ثانوی میں جولائی سے بحیثیت استاد وابستہ ہوگئے۔

سیفی کو علی گڑھ کے دورِ طالب علمی میں ہی مضمون نگاری اور شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ جامعہ میں وہ بحیثیت سیفی گنوری داخل ہوئے اس وقت وہ عموماً کہانیاں لکھتے تھے یہاں آکر وہ سیفی پریمی ہوگئے اور اسیرِ زلف غزل۔ ۱۹۵۹ء میں انھوں نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ ایڈ اور ۱۹۷۰ء میں دہلی یونیورسٹی سے پی۔ ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کیں۔ یہی زمانہ اُن کی ادبی سرگرمیوں کا ہے۔ دہلی سے نکلنے والے ایک ماہنامے سروج کے

اڈیٹر رہے ان کی غزلوں کا مجموعہ "خلش" منظرِ عام پر آیا۔ طلبہ کے لیے ایک کتاب 'ہمارے محاورے'، شایع کی اور مالک رام صاحب کے ساتھ "جگر بریلوی۔ شخصیت اور فن"، کو ترتیب دیا۔ اور مولانا ابراحسنی گنوری اور اُن کے شاگردوں سے متعلق ایک کتاب 'نذرِ ابر'، پیش کی۔ علاوہ ازیں مختلف رسائل میں اُن کے مضامین اور تبصرے نظر آنے لگے اور انھیں کتاب نما کے ایک مستقل تبصرہ نگار کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

اس طور اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے دیر رَس طبیعت پائی ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ اُن کے علم و فضل میں برابر اضافہ ہوتا رہا ہے اور اب انھوں نے اپنا ناول "منزلیں پیار کی" تخلیق فرمایا ہے۔ شاید 'ساٹھا' پاٹھا' ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا ہے۔ سیفی پریمی بظاہر استاد کی سنجیدگی اوڑھے ہوئے اور زندگی کے بوجھ سے جھکے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کم آمیز اور کم سخن بھی ہیں۔ لیکن بزمِ احباب میں اُن کی شوخیٔ گفتار لطفِ صحبت کا موجب ہوا کرتی ہے۔ وہ یاروں کے یار ہیں اور زندگی کی مثبت اقدار کے حامی و حامل۔ انھوں نے اپنی پختگیٔ کردار سے جہادِ زندگانی میں سرفرازی پائی ہے اور موجِ حوادث سے وہ ہمیشہ ہنستے کھیلتے گزرتے رہے ہیں۔ اس ناول سے اُن کی جولانیٔ طبع کی غمازی ہوتی ہے۔

یہ ناول چند جوانی سے سرشار زندگیوں کے اٹھان کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ وہ سب آپس میں دوست ہیں اور ابھی ان کے اندر نوجوانی کی شوخی موجود ہے۔ اُن کی زندگی میں یوں تو عیشِ با فراغت کے مزے ہیں اور بظاہر وہ کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہے ہیں لیکن اُن میں جنسی ناآسودگی پائی جاتی ہے۔ ایک جوڑا جو کہ مرکزی حیثیت رکھتا ہے اور جسے بہر طور مسرور و شادماں گھرانے کا ضامن بننا چاہیے تھا اس طرح بگڑتا ہے کہ ایک دوسرے کو چھوڑتے ہی بنتی ہے۔ پھر وہ زندگیوں کی از سرِ نو تشکیل کرتے ہیں اور ناول کا اختتام ان الفاظ پر ہوتا ہے کہ "زندگی ہے مسلسل نیا تجربہ"

اس ناول میں جنسیات، نفسیات، حادثات سب کی اپنی اپنی کارفرمائی نظر آتی ہے۔ سیفی نے جنسی جذبے کو نمایاں کر دیا ہے۔ لیکن ان کا نقطۂ نظر تعمیری ہے۔ وہ زندگی کے حقائق سے روگردانی نہیں کرنا چاہتے۔ اُن کے کردار آج کی آزاد فضا میں سانس لیتے ہیں

اور اپنے طبقے کے حقیقی نمائندہ ہیں۔ ان کے کرداروں کی بشری کمزوریاں بالکل عیاں ہیں لیکن ان کی بے اعتدالی سے ہدایت کا پہلو نکلتا ہے۔ سیفی نے ضمنی طور پر دورِ حاضر کے مسائل و مباحث کو جگہ بہ جگہ چھیڑ دیا ہے اور ہر موقع پر وہ ایک صحت مند اور مثبت رویے کے علمبردار نظر آتے ہیں۔

لیکن اِس ناول کی نمایاں خصوصیت اس کے بیان میں نظر آتی ہے۔ یہاں "گوشت کو مقناطیس کا جوہر" "جسم میں لذّت یابی کا مزہ" "پیراہن رنگین میں اندام غزالاں" جیسے ٹکڑے موجود ہیں۔ یہاں "شباب مہکتا ہے" "جسم کا شعلہ ہلا دیتا ہے" اور بوس وکنار کی تصویر کشی ملتی ہے۔ وہ اپنی جنبشِ قلم سے واردات و محسوسات کو محاکات بنا دیتے ہیں۔ اُن کے یہاں الفاظ کی صناعی ہی نہیں ہے بلکہ تخلیق بھی ہے مثلاً اعضائے جسم کے بیان میں "آئینہ"، "چاند"، "ہلال" آتے ہیں۔ انھیں اپنے اظہار پر قدرت حاصل ہے وہ جذبے کی آنچ کو لہجے کی شائستگی میں تہہ داماں کر دیتے ہیں اور اُن کے جملوں میں شعر کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ تاہم ثقہ طبقوں کی برہمی کے لیے انھوں نے اچھی خاصی گنجائش نکال رکھی ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس ناول کے ذریعے سیفی پریمی نے زبان کی توسیع بھی کی ہے اور شائستگی بھی۔ اُن کا ناول اپنے اسلوب نگارش کے اعتبار سے ایک مخصوص اندازِ فکر کا حامل ہے۔

(عبداللہ ولی بخش قادری)

شاخِ گل

شاعر: کالی داس گپتا رضاؔ

قیمت: چھ روپے

ناشر: صبحِ امید پبلی کیشنز بمبئی ۲۵

کالی داس گپتا رضاؔ اردو کے معروف شاعر ہیں "شاخِ گل" سے قبل ان کے دو شعری مجموعے "شعلۂ خاموش" اور "شورشِ پنہاں" شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تینوں مجموعے جناب عبدالحمید صاحب لوہیرے نے شائع کر کے اردو داں حضرات سے ایک اچھے شاعر کو روشناس کرایا ہے۔ "شاخِ گل" میں نظمیں، غزلیں اور رباعیاں ہیں۔ نظموں میں تین قسم کی نظمیں شامل ہیں۔ ایک وہ جو ہندو تہذیب اور دیومالا سے متعلق ہیں

جن میں امرت منتھن اور فتح و شکست وغیرہ ہیں دوسرے وہ جو قدیم مصری ادب کے تراجم کی شکل میں ہیں جن میں محبت اور شوقِ وصال وغیرہ ہیں یہ نظمیں ان تخلیقات کا ترجمہ ہیں جو مصر کی قدیم ترین عمارتوں کے کتبوں پر کندہ ہیں اور جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ مسیح سے ہزاروں سال پہلے کا ادب ہے۔ تیسری ایسی نظمیں ہیں جو ان کی دلی واردات اور کیفیات کی آئینہ دار ہیں ——— میرے خیال میں رضا صاحب کی وہ نظمیں کمزور ہیں۔ جو۔ بیانیہ قسم کی ہیں اور مصری ادب کے تراجم کے ساتھ ساتھ وہ نظمیں جاندار ہیں جن میں تاثرات کا اظہار کیا گیا ہے۔ رضا صاحب کی نظمیں ہیت کے نقطۂ نظر سے بھی اہم ہیں۔ ان کی نظموں میں مصری اور ہندی دیو مالائی عناصر نے خاصی کشش اور معنویت پیدا کر دی ہے ——— غزلوں پر روایتی انداز چھایا ہوا ہے۔ پھر بھی ان کے کلام کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ انسان کی روشن مستقبل سے مایوس نہیں ہیں اور وہ انسان کو محض ہوا و ہوس کا پتلا ہی خیال نہیں کرتے بلکہ اس کو اعلا اخلاقی قدروں کا پیکر بھی سمجھتے ہیں۔

دھوپ کی ایک جھلک کو کتنے دن ترسیں گے
ہم بیچارے، دھول کے جنگل، دھند کے پالے

پھر جمع ہیں بکھری آرزوئیں — پھر دل کا چراغ جل اٹھا ہے
پیچھا کرنے سے کیا ہوگا — آگے بڑھ کر آگ کو گھیرو
یہ آج کے انسان الٰہی توبہ — چہروں کے چمن ہزار دلوں کے جنگل

اب کوئی ڈھونڈ ڈھانڈ کے لاؤ نیا وجود
انسان تو بلندیٔ انساں سے گھٹ گیا

غزلوں کے اشعار کے علاوہ ان کی بعض رباعیاں بھی دلکش اور جاندار ہیں۔

شاخِ گل کا فنی پہلو کمزور ہے۔ مثلاً "امرت منتھن" میں یہ وزن ہے۔ فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعلن "گرگا گرگا گرگا گم گم گم گم گم گم" اسی نظم میں حسب ذیل شعر بھی شامل ہیں جو اس بحر میں نہیں ہے۔

اتھاہ پانی وشال ساگر — ادھر ادھر ہر طرف سمندر

اسی طرح مندرجہ ذیل مصرعے خارج از بحر ہیں۔

(۱) کب تک غم کا دھنواں دھنواں سا — غم کی غ ساقط
(۲) کب تک غم کے مہیب سائے — غم کی غ ساقط
(۳) گلشن گلشن گنگھال ڈالا — گلشن کا گ ساقط

مندرجہ ذیل شعر میں ایطا ہے۔

پڑتا ہوں میں ہر کسی کے پیچھے — سہتا ہوں الم خوشی کے پیچھے

امید کہ رعنا صاحب آئندہ فنی پہلو کی طرف بھی توجہ دیں گے "شاخِ گل" صوری حسن سے مزین ہے۔

(ڈاکٹر) عنوان چشتی

مُنّی کا تحفہ اور مُنّی کے گیت

شاعر: شفیع الدین نیّر ایم اے
قیمت: ایک روپیا بیس پیسے اور پچھتر پیسے
ناشر: نیّر کتاب گھر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

جناب شفیع الدین صاحب نیّر جامعہ ملیہ کے سابق استاد اور بچوں کے ممتاز شاعر ہیں۔ موصوف نے اپنی عمرِ عزیز کا کثیر حصہ بچوں کے ادب کی تخلیق کے لیے صرف کیا ہے اور ہر عمر کے بچوں کی نفسیات اور پیش نگاہ، مخصوص ادب کی تخلیق کی ہے۔ یہ کام آسان نہیں ہے۔ اس کے لیے عمیق مشاہدہ، ذاتی تجربہ اور قدرتِ بیان کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیّر صاحب کو قدرت نے ان عطایا سے بہرہ مند کیا ہے۔

زیرِ نظر دونوں کتابیں مُنّی کا تحفہ اور مُنّی کے گیت نیّر صاحب کی نظموں پر مشتمل ہیں۔ مُنّی کے گیت میں وہ نظمیں شامل ہیں جو سات آٹھ برس کے بچوں اور بچیوں کی نفسیات کے پیشِ نظر لکھی گئی ہیں اور مُنّی کے تحفے میں وہ نظمیں شامل ہیں جو آٹھ برس سے زیادہ عمر کی بچیوں کی نفسیات کو ذہن میں رکھ کر لکھی گئی ہیں۔

ان دونوں کتابوں میں جو نظمیں شامل ہیں۔ ان کی اہم خصوصیات یہ ہیں کہ۔

(۱) ان کی زبان عام فہم ہے جسے بچے آسانی سے سمجھ لیتے ہیں۔
(۲) بچوں کی عمر کے مطابق اسلوب اور موضوع کا انتخاب کیا گیا ہے۔

(۳) بچوں کے ذہن کی تشکیل اور تعمیر میں مدد کرتی ہیں۔

(۴) بچوں کی سماجی معلومات میں اضافہ کرتی ہیں۔ اور ان کو گردوپیش سے آگاہ کرتی ہیں۔

(۵) بچوں میں صحت مند عناصر کا اضافہ کرتی اور ان کی اخلاقی تربیت کرتی ہیں۔

نیّر صاحب سے ملک کا ہر پڑھا لکھا شخص واقف ہے۔ ان کی یہ دونوں کتابیں ہر اس گھر میں رہنی ضروری ہیں جس میں بچّے ہیں۔

ولی شاہجہانپوری

شیخ احمد عبدالحق ردولوی — شخصیت اور سیرت

مرتبہ: شاہ مبین احمد فاروقی خستہ ردولوی
ردولی۔ ضلع بارہ بنکی

ناشر: " " "
قیمت: ۱۰ روپیے

اس کتاب میں سلسلہ صابریہ چشتیہ کے برگزیدہ بزرگ حضرت شیخ احمد عبدالحق صاحب توشہ ردولویؒ اور ان کے خاندان کے مختصر حالات پیش کئے گئے ہیں جو اسی سلسلے اور خاندان کے ایک ممتاز فرد جناب شاہ مبین احمد فاروقی صاحب نے مرتب فرمائے ہیں۔

حضرت صابر کلیریؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی ہوئے اور ان کے خلیفہ حضرت محمد جلال الدینؒ پانی پتی۔ حضرت جلالؒ کے خلفہ میں حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ کو سب سے زیادہ شرفِ قبول عام حاصل ہوا۔ حضرت شیخ احمد کرمانی کا سنِ ولادت ۷۰۳-۷۲۹ہ ہجری بتایا جاتا ہے اور سنِ وصال ۸۳۷ ہجری ہے۔ انھوں نے سلسلے کی توسیع کی اور شاید یہ اُن ہی کا فیض بابرکات ہے کہ اس سلسلے کے حلقے میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسی مقدس ہستیاں اپنے اپنے عہد میں ابھر کر سامنے آئیں۔

اِن حالات و واقعات کی بنیاد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کی مشہور تصنیف

انوار العیون فی اسرار المکنون پر رکھی گئی ہے اور فاضل مرتب نے اپنے بزرگان خاندان کے بیانات سے بھی خاطر خواہ استفادہ کیا ہے۔ نیز ان روایات و حکایات کو بھی ملحوظ رکھا ہے جو خاندانی ورثے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس اعتبار سے وہی سب سے زیادہ موزوں تھے کہ یہ کام انجام دیں اور خوشی کی بات ہے کہ یہ ذمہ داری بحسن و خوبی ادا کی ئی ہے۔ ان کا بیان صاف اور زبان سادہ ہے۔ بزرگانِ دین کے حالات کے بیان میں عموماً عقیدت کا رنگ اتنا غالب رہتا ہے کہ بسا اوقات روشن خیال ذہنوں کے التفات کا باعث نہیں ہوا کرتا۔ اس کتاب میں خوارقِ عادات و کرامات پر اتنا زور نہیں ہے۔ جتنا معمولات و عبادات پر۔ لہٰذا طہارتِ نفس اور پاکیزگیٔ قلب کے لیے بہت کچھ سامان فراہم ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ کی خانقاہ کا نظام خاص طور پر قابلِ توجہ ہے کتاب کا آخری حصہ شجرات اور دیگر بزرگانِ سلسلہ سے متعلق ہے۔

اس کتاب کے مرتب نہ صرف وابستگانِ سلسلہ صابریہ چشتیہ مکتبہ اُن سب کے شکریہ کے مستحق ہیں جو کہ بزرگانِ دین سے ارادت و عقیدت رکھتے ہیں ان کے ذکر کو موجب خیر و برکت سمجھتے ہیں اور ان کی زندگی کو شمع ہدایت گردانتے ہیں۔

عبداللہ ولی بخش قادری

چند اہم مطبوعات:

کیمیاگر (افسانے)
پروفیسر محمد مجیب

مجیب صاحب نے بہت کم افسانے لکھے ہیں وہ اپنی جگہ ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اِن افسانوں میں مجیب صاحب نے عام اور روایتی حُسن و عشق سے گریز کیا ہے اور واقعاتی زندگی کی جھلکیاں بڑے خوب صورت انداز میں پیش کی ہیں۔

قیمت: ۲/۰

واردات (افسانے)
منشی پریم چند

منشی پریم چند کے تیرہ افسانوں کا مجموعہ جس کا ہر افسانہ اپنا ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ یہ افسانے اُس زمانے کے لکھے ہوئے ہیں جب منشی جی کا فن انتہائی عروج پر تھا۔ ادبی حسن و جمال اور فنی چابک دستی اِن افسانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔

قیمت: ۴/۵۰

نئی بیماری (افسانے)
جِتندر ناتھ

عوام کی زندگی میں اتنا دُکھ، اتنا کرب کیوں؟ یہ بھوک، یہ بے روزگاری، یہ افلاس، آخر یہ سب کیوں؟؟ یہ ہیں وہ مسائل جنھیں جتندر ناتھ نے محسوس کیا۔ نہ صرف محسوس بلکہ اِن کے اسباب اور اِن کے حل افسانوں کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔

قیمت: ۲/۵۰

کالے صاحب (افسانے)
اوپندر ناتھ اشک

اشک اُردو اور ہندی کے مشہور و ممتاز افسانہ نگار ہیں۔ اُن کی زبان صاف ستھری اور رواں ہوتی ہے۔ اِس مجموعے کے ہر افسانے میں گھریلو، سیاسی، سماجی اور رُومانی زندگی کی تلخیوں اور ناگواریوں کو حقیقی رنگ اور ایسے انداز میں پیش کیا ہے جو دل پر اثر کرتا ہے۔

قیمت: ۲/۵۰

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی بچوں کے لیے انتہائی خوبصورت کتابیں

کتاب	مصنف	مترجم	قیمت
بابو (حصہ اول دوم)	مصنفہ: ایف سی فرچیاس	مترجم: صالحہ عابد حسین	۳/-
کشمیر	": مالا سنگھ تصاویر: پرکاشنہ	": خدیجہ عظیم	۱/۵۰
پرندوں کی دنیا	": جمال آرا	": محمد شفیع الدین نیّر	۱/۵۰
ہماری ندیوں کی کہانی (حصہ اول دوم)	": لیلا مجمدار	": رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
جنت کی سیر اور دوسری کہانیاں	": لیلاوتی بھاگوت	": " " "	۱/۵۰
رسیلی کہانیاں	": منوج داس	": صغرا مہدی	۱/۵۰
آزادی کی کہانی (اول دوم)	": وشنو پربھاکر	": انور کمال حسینی	۳/-
ہماری ریلیں	": جگجیت سنگھ	": عرش ملسیانی	۱/۵۰
ہندوستان میں غیر ملکی سیاح	": کے۔ سی۔ کھنہ تصاویر: کرشن کھنہ		۱/۵۰
آؤ ناٹک کھیلیں	": او مانند	مترجم: رفیعہ منظور الامین	۱/۵۰
بہت دن ہوئے (اول دوم)	": ایم چوکسی و پی ایم جوشی	": رضیہ سجاد ظہیر	۳/-
بہادروں کی کہانیاں	: راجندر اوستھی	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
روہنت و نندیا	": کرشن چیتنیہ	" " " "	۱/۵۰
سدا بہار کہانیاں	": شانتا رنگاچاری	" " " "	۱/۵۰
الوخاں کی بکری	": ڈاکٹر ذاکر حسین		۲/-
انوکھی دکان	": قدسیہ زیدی		۲/۵۰
گلابو چھیا اور پریزاد	": " "		۲/-
دنیا کے جانور	": " "		۲/۵۰
ایجادیں جنھوں نے دنیا بدل ڈالی (اول دوم)	": میر نجابت علی	": سیّد احسان	۳/-
بڑا پانی	": لیلا مجمدار	": صالحہ عابد حسین	۱/۵۰
مورا	": ملک راج آنند	": انور کمال حسینی	۱/۵۰
ہاکی کا کھیل	": سرد یدو سانیال	": پریتم لال	۱/۵۰
خالہ بلی کا خاندان	": منوہر داس چترویدی	": محمد شفیع الدین نیّر	۱/۵۰

ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارت تعلیم حکومت ہند کے لیے

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا نے شائع کیں

لسانی مطالعے — ڈاکٹر گیان چند

لسانیات کی جدید شاخ تجرباتی لسانیات ہے جس کا اہم ترین شعبہ صوتیات ہے اُردو میں اس کا مطالعہ بہت ابتدائی منزل میں ہے ابھی تک اُردو میں اس موضوع پر مکمل کتاب نہیں۔ مضامین معتد بہ ملتے ہیں۔ یہ کتاب اس کمی کو خاصی حد تک پورا کرتی ہے۔

قیمت :- ۱۲/۵۰

انقلاب ۱۸۵۷ء — مرتبہ : پی۔ سی۔ جوشی

اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی ۱۸۵۷ء کے انقلاب کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ کیونکہ یہ غلامی کے برطانوی جوئے سے نجات پانے کے لیے۔ ہندوستانیوں کی قومی بغاوت تھی۔ جس نے عالمی جمہوری حلقوں میں یکجہتی کے جذبات کو ابھارا۔ ملکی اور غیر ملکی مقالہ نگاروں کا اہم اور یادگار صحیفہ۔

قیمت : ۱۴/۷۵

تاریخ فلسفہ سیاسیات — پروفیسر محمد مجیب

سیاسیات ان علوم میں سے ہے جو انسانی زندگی اس کے نظام اور اس کے تدریجی نشوونما سے بحث کرتے ہیں ——— سیاسیات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی یا بیانی، نظری اور عملی اس کتاب کا موضوع صرف سیاسیات کا پہلا حصہ ہے۔ قیمت ۱۸/-

تاریخ تعلیم ہند — از : سید نور اللہ اور جے۔ پی نائک — مترجم : مسعود الحق

اس کتاب کا مقصد ہندوستان کی ان خاص تعلیمی تبدیلیوں کا مکمل خاکہ پیش کرتا ہے جو ۱۸۰۰ء سے شروع ہونے والے عہد جدید میں رونما ہوئیں۔ قیمت ۲۰/-

مطبوعات نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا

کتاب	مصنف / مرتب	مترجم	قیمت
آبادی	مصنفہ: ڈاکٹر ایس اگروال	ترجمہ: مخمور جالندھری	۲/۲۵
اکبر	" : لارنس بینین	" : رضیہ سجاد ظہیر	۳/۵۰
پنڈت وشنو دگمبر	" : ڈی۔ آر۔ اٹھاوے	" : ش۔ قدوائی	۲/۲۵
ظلیم یانی	" : ڈاکٹر کنکیڈ	" : ڈاکٹر ثریا تماسرین	۶/۲۵
قاضی نذر الاسلام	" : یسودھا چکرورتی	" : عرش ملسیانی	۲/۲۵
کبیر	" : ڈاکٹر پارس ناتھ تیواری	" : ایم کے درانی	۲/۵۰
کچھوا اور خرگوش	" : ڈاکٹر ذاکر حسین	بلا جلد ۱/- مجلد ۲/-	
گاندھی کا ہندوستان، کثرت میں وحدت	مرتبہ: نیشنل گاندھی سب کمیٹی		۲/۲۵
گرو نانک	مصنفہ: گوپال سنگھ	ترجمہ: مخمور جالندھری	۳/۲۵
مٹتی بنتی تصویریں	" : بھگوتی چرن ورما	" : رضیہ سجاد ظہیر	۵/۰
تاش کے محل (ناول)	" : سپال رتنگنا یکا	" : زینت ساجدہ	۵/۵۰
تامل افسانے	مرتبہ: پی پال سوم سندرم	" : حسرت سہروردی	۸/۰
سفید خون (ناول)	مصنفہ: نانک سنگھ	" : رتن سنگھ	۸/۰
گرو گوبند سنگھ	" : ڈاکٹر نامور سنگھ	" : مخمور جالندھری	۳/۰
ہندی افسانے	مرتبہ: ڈاکٹر نامور سنگھ	" : اگر سین نارنگ	۹/۰
زندگی ایک ناٹک (ناول)	مصنفہ: پنالال پٹیل	" : کشور سلطانہ	۱۶/۰
پنجابی افسانے	مرتبہ: ہر بھجن سنگھ	" : مخمور جالندھری	۷/۰
رنجیت سنگھ	مصنفہ: ڈی۔ آر۔ سود	" : " "	۲/۷۵
جد و جہد آزادی	" : بپن چندر	" : غلام ربانی تاباں	۵/۵۰
بگڑا واڈی	" : ڈی منگیش پادگول کر	" : عرش ملسیانی	۵/۲۵
شاعر	" : تارا شنکر بندو پادھیائے	" : پرکاش کمار ٹوسے	[illegible]

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی تازہ ترین مطبوعات

فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی (ناول) ویکم محمد بشیر ترجمہ: اطہر پرویز

ویکم محمد بشیر ایک ایسے ناول نویس ہیں جنھوں نے فکری وسعت پیدا کرکے ملیالم ادب میں اپنے لیے امتیازی مقام حاصل کیا ہے۔ دُنیا کے بھیدوں کو ڈھونڈ نکالنے والے بشیر کے ناول فاطمہ کی بکری اور بچپن کی ساتھی۔ لوک گیتوں کی طرح سادہ اور دلکش ہیں۔ قیمت ۵/۷۵

چار دیواروں میں (ناول) ایم ٹی واسدیون نائر ترجمہ: ظفر ادیب

نائر کے ناولوں میں پُرانی کہانی کا عطر ہے۔ تناؤ اور ٹکراؤ کو پیدا کرنے والی سماجی حقیقتوں کے ساتھ سیدھا مقابلہ کم ہے۔ اسی لیے اس کی سیاست سندی گہری مگر تسکین آثار ہے۔ قیمت: ۷/۷۵

گنگا چیل کے پنکھ (ناول) لکشمی نندن بورا ترجمہ: رضیہ سجاد ظہیر

آسامی ناول میں پیدائش سے لے کر اب تک عورتوں سے متعلق ایک خاص قسم کے جوش اور جذباتیت کی عکاسی کی گئی ہے اور یہی مقبول طریقۂ عکاسی اس ناول میں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ فنی اعتبار سے کامیاب ترین ناول۔ قیمت ۶/۷۵

برہمن لڑکی (ناول) شری دھر وینکیٹش کتیکر ترجمہ: اگرسین نارنگ

ڈاکٹر کتیکر کے مراٹھی ناول دلچسپ اور خیال انگیز ہوتے ہیں آپ نے متعصب معاشرے کو اپنے اعتقادات، تصوّرات پر منطقی دلائل کی روشنی میں نظرثانی کرکے انھیں بدل ڈالنے پر مجبور کردیا۔ قیمت ۷/-

ملیالم افسانے مرتبہ: او م چیری این این پلّے ترجمہ: اگرسین نارنگ

لگ بھگ تین دہائیوں سے ملیالم کی کہانی بہت ہی موثر طور پہ اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تنقیدی نظر سے دیکھا جائے تو یہ اتنی ترقی یافتہ ہو چکی ہے کہ اسے دنیا کے کسی بھی ادب کے مقابلہ میں رکھا جاسکتا ہے۔ قیمت: ۸/۷۵

نیشنل بک ٹرسٹ انڈیا کی اہم مطبوعات

ترقی اُردو بورڈ کی نئی کتاب

ہندوستانی معاشرہ عہد وسطیٰ میں کنور محمد اشرف مترجم: قمرالدین

"ہندوستان کے لوگوں کی زندگی اور معاشرت" مرحوم ڈاکٹر اشرف کی لافانی تصنیف ہے یہ کتاب اس دور میں تصنیف ہوئی جب تاریخ کا مطالعہ محض حکمرانوں کی زندگیوں اور ان کے عسکری کارناموں تک ہی محدود تھا۔ ڈاکٹر اشرف نے تاریخ کے مطالعے کے لیے بلاشبہ نئی راہیں متعین کرکے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کی ہے۔ قیمت: ۱۸/۲۵

منتخب نظمیں مرتبہ: علی سردار جعفری

پیش نظر انتخاب میں دو طرح کے شاعر شامل ہیں ایک تو وہ جنھوں نے آزادی سے پہلے نام پیدا کیا، دوسرے وہ جو آزادی کے بعد شعری افق پر طلوع ہوئے اس سے ان کی شاعری کی افتادِ طبع اور شاعرانہ صلاحیت کا اندازہ ہو سکے گا۔
یہ انتخاب ۴۲ شاعروں کی نمائندہ نظموں کا بہترین مجموعہ ہے۔ قیمت ۴/-

آبِ حیات مصنف: محمد حسین آزاد تلخیص و ترتیب: پروفیسر احتشام حسین

یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی قدر و قیمت کے متعلق ادب کے مورخ اور نقاد آپس میں ہی اُلجھتے اور بحث کرتے ہیں مگر اس کی زندگی بڑھتی رہتی ہے۔ یہی اس کی ادبیت کا کمال ہے اور یہی اس کے اسلوبِ بیان کا معجزہ ایک تاریخی دستاویز۔
قیمت: ۶/۷۵

ترقی اُردو بورڈ کی درسی کتابیں

طبیعات (فزکس) دوم و حسابِ الجبرا، اوّل دوئم، سوئم جیومیٹری اوّل

معیاری ادب

یکم اکتوبر ۱۹۷۴ء سے بڑھتی ہوئی گرانی سے مجبور ہوکر کتابوں کی قیمتوں میں اضافہ کردیا گیا ہے۔ براہ کرم آرڈر دیتے وقت نئی قیمتوں کو ضرور مدِنظر رکھیں۔

نام کتاب	مرتبہ	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
مقدمہ شعر و شاعری	رشید حسن خاں	۵/-	۴/-
انتخاب سراج اورنگ آبادی	ڈاکٹر محمد حسن	۲/۷۰	۱/۷۰
موازنۂ انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۶/-	۵/-
انتخاب مراثی انیس و دبیر	رشید حسن خاں	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب نظیر اکبرآبادی	" " "	۶/-	۵/-
نیرنگِ خیال	مالک رام	۳/۳۰	۲/۳۰
فسانہ آزاد (تلخیص)	ڈاکٹر قمر رئیس	۹/۱۰	۸/۵۰
فردوس بریں	" " "	۳/۷۰	۲/۷۰
شریف زادہ	" " "	۴/۳۰	۳/۳۰
حیات سعدی	رشید حسن خاں	۵/۳۰	۴/۳۰
انتخاب اکبر الہ آبادی	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۴/۷۰	۳/۷۰
انتخاب میر	(ڈاکٹر) محمد حسن	۶/-	۵/-
دیوانِ درد	رشید حسن خاں	۴/۳۰	۳/۳۰
مجالس النسا	صالحہ عابد حسین	۴/۳۰	۳/۳۰
انتخاب مضامین شبلی	رشید حسن خاں	۱۱/-	[illegible]/-
امراؤ جان ادا	ڈاکٹر محمد حسن	۸/۵۰	[illegible]/۵۰
یادگار غالب (حصہ اردو)	مالک رام	۸/-	[illegible]/-
یادگار غالب (" فارسی)	" "	۱۰/-	[illegible]/-
مثنوی گلزار نسیم	رشید حسن خاں	۴/-	[illegible]/-

نام کتاب	مرتب	لائبریری اڈیشن	طلبہ اڈیشن
گذشتہ لکھنؤ	رشید حسن خاں	۱۲/۵۰	۱۱/۵۰
فسانۂ مبتلا	(ڈاکٹر) صدیق الرحمٰن قدوائی	۷/۵۰	۵/۵۰
انتخاب ولی	(ڈاکٹر) سید ظہیر الدین مدنی	۴/۵۰	۳/۵۰
افادات سلیم	(ڈاکٹر) خلیق انجم	۷/۵۰	۶/۵۰
توبۃ النصوح	مالک رام	۶/۵۰	۵/۵۰
قصۂ حاتم طائی	اطہر پرویز	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب ناسخ	رشید حسن خاں	۸/۵۰	۷/۵۰
انتخاب سودا	" " "	۱۴/۵۰	۱۳/-
انتخاب محمد قلی قطب شاہ	محمد اکبر الدین صدیقی	۷/-	۶/-
انتخاب ذوق	(ڈاکٹر) تنویر احمد علوی	۵/۵۰	۴/۵۰
انتخاب مضامین سرسید	انور صدیقی	۵/-	۴/-

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ کی دیگر مطبوعات

ادب، تنقید، انشاء

عشرت سے بصیرت تک　آل احمد سرور　۱۲/۵۰

املا نامہ　مرتبہ: گوپی چند نارنگ　۱/-

نظر اور نظریے　آل احمد سرور　۱۲/۵۰

طنزیات و مضحکات　رشید احمد صدیقی　۱۰/۵۰

اشخاص و افکار　ضیاء الحسن فاروقی　۷/۵۰

تجزیے　ڈاکٹر گیان چند　۱۳/-

اردو قصیدہ نگاری کا تنقیدی جائزہ　ڈاکٹر محمود الٰہی　۱۴/-

خواتین کربلا کلام انیس کے آئینے میں　صالحہ عابد حسین　۱۴/-

حسرت کی شاعری　ڈاکٹر یوسف حسین خاں　۲/-

کاروان فکر　"　"　۳/۷۵

اردو اسیر　سید ظہیر الدین مدنی　۵/۵

اردو مرثیہ　سید سفارش حسین　۶/-

بکھرے ورق　سونیتی کمار چیٹرجی　۴/-

پردیسی کے خطوط　مجنوں گورکھپوری　۲/۷۵

تنقید کیا ہے؟　آل احمد سرور　۶/۷۵

نقد اقبال　میکش اکبرآبادی　۵/-

فسانۂ عجائب کا تنقیدی مطالعہ　سید ضمیر حسن　۴/-

تذکرے، سیرت و شخصیت

وہ صورتیں الٰہی　مالک رام　۱۰/-

ہمارے ذاکر صاحب رشید احمد صدیقی ۹/-
اکابر تعلیم سعید انصاری ۱۲/-
تذکرۂ معاصرین مالک رام ۱۶/-
ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں } ڈاکٹر سالم قدوائی ۱۶/-
پریم چند کے خطوط مدن گوپال ۷/۵۰
قلم کا مزدور " " ۵/-
گنجہائے گرانمایہ رشید احمد صدیقی ۷/-
ڈاکٹر ذاکر حسین عبداللطیف اعظمی ۶/۵۰
داستان اشک و خوں خواجہ غلام السیدین ۱/۵۰
شراب کہنہ رشید نعمانی ۴/-
شہر آشوب ڈاکٹر نعیم احمد ۸/۵۰

تاریخ، سیاسیات، روداد

دین الٰہی اور اس کا پس منظر } مہر محمد خاں شہاب ۴/-
مسلمان اور سیکولر ہندوستان ڈاکٹر مشیر الحق ۷/-
دنیا اسلام سے پہلے / اسلام کے بعد عبدالسلام قدوائی مجلد ۴/۲۵ غیر مجلد ۳/-
اسلامی عقائد و مسائل مذہب } جمال الدین اعظمی ۲/۲۵
مسلمان اور عصری مسائل ڈاکٹر عابد حسین ۷/۵۰
کتاب و سنت کے جواہر پارے } مولانا جمال الدین اعظمی ۲/۲۵
تعلیمات اسلام (اول دوم) } مولانا عبدالسلام قدوائی ۴/

آشفتہ بیانی میری رشید احمد صدیقی ۹/-
اسلام کی اخلاقی تعلیمات امام غزالی ۹/۵۰
امریکہ کے کالے مسلمان ڈاکٹر مشیر الحق ۲/۵۰
مسلم پرسنل لا کے تحفظ کا مسئلہ طاہر محمود ۴/-
کتاب کی کہانی سید احمد حسن نقوی ۱/۵۰
پاکستان کا قیام اور ابتدائی حالات } سری پرکاش ۴/-
ہندوستان میں مذہب اسلام پر نظر ثانی کی ضرورت } اے اے فیضی ۰/۵۰
تاریخ الامت (اول) مولانا اسلم جیراجپوری ۳/۵۰
" " (دوم) " " " ۵/-
" " (سوم) " " " ۳/۷۵
" " (چہارم) " " " ۴/۲۵
" " (پنجم) " " " ۴/۲۵
" " (ششم) " " " ۴/۲۵
" " (ہفتم) " " " ۳/-
" " (ہشتم) " " " ۴/۲۵
کچھ پرانے خطوط (دوم) پنڈت جواہر لال نہرو ۱۰/-
یادگار شخصیتیں " " " ۷/-

سفر نامے

عروس نیل سلطانہ آصف فیضی (زیر طبع)

تعلیم و تربیت

تعلیم، فلسفہ اور سماج ڈاکٹر سلامت اللہ ۱۲/-
بنیادی استاد کے لیے " " ۸/۵۰
جامعہ کا طریقہ عبدالغفار مدھولی ۲/۵۰

چند پروجیکٹ — عبدالغفار مدھولی — ۲/۵۰
موجودہ تعلیمی مسائل — عبداللہ ولی بخش قادری — ۲/۵۰
ہم کیسے پڑھائیں — ڈاکٹر سلامت اللہ — ۴/۵۰
تعلیمی خطبات — ڈاکٹر ذاکر حسین — ۸/-
کھیل کے ذریعہ تعلیم (اوّل دوم) — عبدالغفار مدھولی — ۴/-
مدرسہ ابتدائی کی کہانی — " " — ۶/-

ناول، افسانے اور خاکے

جلیس — انور کمال حسینی — ۵/-
کالا شہر گورے لوگ — احسان الحق — ۶/-
اللہ میگھ دے — رضیہ سجاد ظہیر — ۷/۵۰
دلدل — ترجمہ " " — ۵/۵۰
سات سال — " " — ۶/-
اپنی اپنی صلیب — صالحہ عابد حسین — ۹/-
اُلجھی ڈور — " " — ۵/-
پایہ جولاں — صغرا مہدی — ۶/-
دوسرے کنارے تک — عزیز قیسی — ۳/۵۰
زندگی کی لہر — ساؤ منگ — ۴/-
آدمی کا مقدر — ترجمہ: قرۃ العین حیدر — ۱/۵۰
آلپس کے گیت — " " — ۳/-
خیالی پلاؤ — " " — ۱/۵۰
ڈنگو — " " — ۳/-
ماں کی کھیتی — " " — ۲/۵۰
یودوکیہ — " " — ۲/-
پت جھڑ کی آواز — " " — ۷/-

ایک تھی انیتا — امریتا پریتم — ۴/-
باپ بیٹے — ترجمہ: انور عظیم — ۶/-
باغ و بہار — مرتب: رشید احمد خاں — ۶/۵۰
بیوہ — منشی پریم چند (زیرِ طبع)
گئودان — " " — ۱۲/-
میدانِ عمل — " " — ۹/۵۰
واردات — " " — ۵/۵۰
پیار کا موسم — مہندر ناتھ — ۴/۵۰
چنار کا پتا — سلطان آصف فیضی — ۳/-
شکستِ ناتمام — زہرہ سیّدین — ۲/-
دلّی کی شام — ترجمہ: بلقیس جہاں — ۸/-
صلاح الدین ایوبی — قاضی عبدالستار — ۴/۵۰
اپنے دکھ مجھے دیدو — راجندر سنگھ بیدی — ۷/-

افسانے اور خاکے

پھندا اور دوسرے افسانے — آصف مجیب — ۲/-
بڑی حویلی — مرزا محمود بیگ — ۲/۵۰
چراغوں کا سفر — رام لعل — ۴/-
خیالستان — سجاد حیدر یلدرم — ۴/۵۰
کیمیاگر — پروفیسر محمد مجیب — ۲/۵۰
نروان — جیلانی بانو — ۵/۵۰

ڈرامے

تنہائی — ساگر سرحدی — ۴/۵۰
جہاں آرا اوپیرا — رفعت سروش — ۵/۵۰
آنند کا خواب — قدسیہ زیدی — ۴/-
جان پار — " " — ۲/-

آزمائش — پروفیسر محمد مجیب — ۲/-
خانہ جنگی — " " — ۲/۲۵
انجام — " " — ۱/۵۰
کھیتی — " " — ۱/۵۰
اوپر کی منزل — کرتار سنگھ دگل — ۵/-
آئینۂ ایام — ترجمہ: خلیق احمد — ۴/۵۰
پردۂ غفلت — ڈاکٹر عابد حسین — ۲/۲۵
کیا خوب آدمی تھا — " " — ۲/۵۰
دروازے کھول دو — کرشن چندر — ۳/-
سراج الدولہ — ترجمہ: اشفاق حسین — ۲/-
نقشِ آخر — اشتیاق حسین قریشی — ۲/-

نظم

نئی نظم کا سفر — مرتبہ: خلیل الرحمٰن اعظمی — ۱۲/۵۰
آتشِ گل — جگر مرادآبادی — ۷/-
پچھلی رات — فراق گورکھپوری — ۸/-
نئی دنیا کو سلام — سردار جعفری — ۸/-
غالب کے اردو کلام کا انتخاب — پروفیسر محمد مجیب — ۵/۵۰

بچوں کی کتابیں

ارکانِ اسلام — مولانا اسلم جیراجپوری — ۰/۶۰
عقائدِ اسلام — " " — ۰/۶۰
رسولِ پاک — عبدالواحد سندھی — ۲/-
چار یار — الیاس احمد مجیبی — ۲/۵۰
آں حضرتؐ — " " (اردو) — ۰/۸۰
" " " (ہندی) — ۰/۶۰
[illegible] (دو حصوں میں) مقبول احمد سیوہاروی — ۳/-

خلفائے اربعہ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۵۰
نبیوں کے قصے — " " — ۱/۵۰
مسلمان بیبیاں — اعجاز الحق قدوسی — ۱/-
ہمارے رسولؐ — خواجہ عبدالحی فاروقی — ۲/۴۰
ہمارے نبیؐ — سید نواب علی رضوی [illegible] — ۱/۲۵
ہمارے " " " (ہندی) — ۰/۴۰
سرکارِ دو عالمؐ — محمد حسین حسان — ۳/-
سبیل الرشاد — خواجہ عبدالحی — ۱/۵۰

معلومات

آدمی کی کہانی — مشتاق احمد — ۲/-
دنیا کے بچے — محمد حسین حسان — ۲/۲۵
انوکھا عجائب خانہ (۲ حصے) — " " — ۲/-
بجلی کی کہانی — علی احمد خاں — ۰/۵۰
بڑ دادا کی کہانی — محمد عبدالغفار — ۰/۸۰
مفید معلومات دوم، سوم، چہارم — ۳/۵۰
" " پنجم — ۱/۵۰
مقناطیس کی کہانی — ۰/۵۰
خبر رسانی کے طریقے — رفیعہ منظور الامین — ۱/-
دہلی — ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی — ۲/-
تاریخ ہند کی کہانیاں (اوّل) نجمہ سلطان — ۱/-
" " " (دوم) ضیاء الرحمٰن — ۱/۲۰
" " " (سوم) مشتاق احمد اعظمی — ۱/-
" " " (چہارم) " — ۱/۲۵
سماجی زندگی (اوّل) احمد شبلی و غلام ایزد — ۱/-

سماجی زندگی (دوم) احمد شکیل و غلام ابرار ۱/۲۵
" " (سوم) " " " " ۱/۴۰
" " (چہارم) " " " " ۱/۲۵
سمندر کے کنارے سلطان آصف فیضی ۱/۵۰
" نیچے " " " ۲/۵۰
قدرت کے کرشمے ادارہ -/۸۰

کہانیاں، ناول، ڈرامے

انعامی مقابلہ محمد حسین حسان ندوی ۱/-
دعوت ملاحی کی " " " -/۶۰
جیت کس کی " " " ۱/-
انصاف کا تخت " " " -/۷۵
چینی کی گڑیا " " " -/۵۰
بہادر ملاح " " " -/۶۵
چچا غالب مرتبہ: " " " ۲/-
تانبیل خاں " " " -/۵۰
شیر خاں ترجمہ: قرۃ العین حیدر -/۵۰
بھیڑیئے کے بچے " : " " " " -/۵۰
میاں ڈھینچو کے بچے : " " " " -/۵۰
لومڑی کے بچے " : " " " " -/۵۰
بہادر کے بچے " : " " " " -/۷۵
سونے کا پنجرہ احسان الحق -/۶۵
بدنصیب شہزادی ابرار محسن ۱/-
عقل کا سودا " " ۱/۷۰
تیس مار خاں " " -/۹۰
جنگل کا راجا " " ۱/-
جن حسن عبدالرحمٰن (دو حصے) ایل لاگن ۱/-
عمرلبوزہ شہزادہ کا سر بن گیا کوثر بانو ۱/۴۰
چوری کی عادت عبدالغفار مدھولی -/۵۰
جھوٹا لڑکا " " " -/۵۰
غیر ذمہ دار لڑکا " " " -/۵۰
چٹانوں کی کہانی محمد امین ۲/-
دلی دور ہے مجیب احمد خاں -/۵۰
بندر کا گھر خضر برنی -/۴۵
کوے دادا ترجمہ مجیب احمد خاں ۲/-
جیب اور داب آصفہ مجیب ۱/۷۵
تین کوڑیاں اقبال امروہوی ۱/۲۰
پریم کی جیت اسد اللہ کاظمی -/۳۷
ترکوں کی کہانیاں مرتبہ مکتبہ جامعہ لمیٹڈ -/۵۵
مزہ چکھائیں گے " : " " " -/۳۵
چھوٹی لالٹین مشتاق احمد -/۳۵
تین اناڑی عصمت چغتائی ۱/۴۰
چقماق کی ڈبیا برکت علی فراق -/۴۰
تیس مار خاں کے کارنامے ایم ندیم -/۵۰
چمپاوت کا آدم خور شیر محمد معین -/۳۵
ڈاکو کی گرفتاری ایم۔ ندیم -/۵۰
ستاروں کی سیر کرشن چندر ۱/۷۵
لال مرغی عبدالواحد سندھی -/۸۰
مزیدار پہیلیاں محمود علی خاں -/۶۵
ننھا ٹٹو خورشید سلطان -/۳۰
چنبیلی محمد حسین حسان -/۵۰
شیدا پروفیسر محمد مجیب -/۵۰

تعلیم بالغان کے سلسلے کی کتابیں

پیشے

بڑھئی مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
احمد خاں دکاندار " " " ۳۱/-
بھشتی " " " ۳۱/-
پیارے جان درزی " " " " ۳۱/-
تانگے والا " " " ۳۱/-
کلو حلوائی " " " ۳۱/-
عبدالرحمٰن راج " " " ۳۱/-
مرغی پالیے " " " " ۳۱/-
نصیب خاں حجام " " " " ۳۱/-

تمدن، معاشیات

چناؤ کے بھید " " " " ۳۱/-
سرکاری ٹیکسوں کا راز " " " " ۳۱/-
ضلع کی سرکار " " " " ۳۱/-
کارخانوں کے قانون " " " ۳۱/-

جھلکیاں

احمد علی " " " " ۳۱/-
سید سلیمان " " " " ۳۱/-
احمد ندیم " " " " ۳۱/-
اکبر الٰہ آبادی " " " " ۳۱/-
حیات اللہ انصاری " " " " ۳۱/-
سہیل عظیم آبادی " " " " ۳۱/-
عبدالحق " " " ۳۱/-

میرامن مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۳۱/-
نذیر احمد " " " " " ۳۱/-

حفظان صحت

دق اور اس کا علاج " " " " ۳۱/-
زچہ بچہ " " " " ۳۱/-
طاعون اور چیچک " " " " ۳۱/-
فوری علاج (دم گھٹنا) " " " " ۳۱/-
" " (حادثہ) " " " " ۳۱/-
" " (ہڈی ٹوٹنا) " " " " ۳۱/-

ڈراما اور سوانح

استری دھن " " " " ۳۱/-
ٹھیک بات چیت کی ہے " " " ۳۱/-
اجمیری خواجہؒ " " " " ۳۱/-
امیر خسروؒ " " " " ۳۱/-
غوث پاکؒ " " " " ۳۱/-
سوامی دیانند " " " " ۳۱/-
گاندھی جی (اول) " " " " ۳۱/-
" (دوم) " " " " ۳۱/-
گرونانک " " " " ۳۱/-
مصطفیٰ کمال (دوم) " " " " ۳۱/-
نظام الدین اولیا " " " " ۳۱/-
کرشن کنہیا " " " ۳۱

سبھا نیاں

کہانیاں مرتبہ

کہانیاں (اول) ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱/۳۱
" (دوم) " " " ۱/۳۱
پنچ تنتر (اول) " " " ۱/۳۱
" " (دوم) " " " ۱/۳۱

کھیتی باڑی

آم کے باغ لگائیے " " " ۱/۳۷
اپنی کھیتی ایک چک کرو " " " ۱/۳۱
پپیتے کا باغ لگائیے " " " ۱/۳۱
پھلوں کی کھیتی " " " ۱/۳۱
پیڑوں کی کانٹ چھانٹ " " " ۱/۳۱
جانور بھلا چنگا رہے " " " ۱/۳۱
ساگ سبزی اگائیے " " " ۱/۳۱
کوآپریٹو فارمنگ " " " ۱/۳۱
کھاد بنایے کھاد ڈلیے " " " ۱/۳۱
لیمو، انار، بیر " " " ۱/۳۱
مقدمے کی مار " " " ۱/۳۱
نمقود و صوان ہوگیا " " " ۱/۳۱

مذہب

ابوداؤد شریف " " " ۱/۳۱
ابن ماجہ شریف " " " ۱/۳۱
نسائی شریف " " " ۱/۳۱
کفن دفن " " " ۱/۳۱۰

معلومات

چاند تا رے " " " ۱/۳۱

دن رات (اول) مرتبہ: ادارہ تعلیم و ترقی جامعہ ۱
" " (دوم) " : " " " ۱
ہوائی جہاز (حصہ دوم) " " " ۱
فٹ بال " " " ۱
ہلکے پھلکے کھیل " " " ۱/۳۱

متفرق

پنجابی لوک گیت " " " ۱/۳۱

تعلیم بالغان کے سلسلے کی نئی کتابیں

آستین کا سانپ محمد حسین حسان ۱/۵۰
الٹی دوا " " " ۵۰
برف کا گھر " " " ۵۰
تاؤ کے آپریشن " " " ۵۰
چاند " " " ۷۵
دیمک " " " ۱۲
کتنی زمین " " " ۲
بادشاہ کے کپڑے مشیر فاطمہ
بچے کی بری عادتیں ڈاکٹر پی راج موگا
بچوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں " "
بے گناہ مجرم شفیق الرحمٰن قدوائی
تین سوال عبداللطیف اعظمی
چیونٹی کی چوٹ معین الدین
چیچک مشتاق احمد
موسم کے بارے میں سو سوال محمد امین

پرنٹر پبلشر سید احمد ولی نے جمال پرنٹنگ پریس دہلی ۶ میں چھپوا کر جامعہ نگر نئی دہلی سے شائع کیا

لبرٹی آرٹ پریس میں چھپوا کر پرنٹر و پبلشر مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پٹودی ہاؤس سے